جدید ایڈیشن
قرآن کریم کے معانی ومطالب سے واقف کرانے کیلئے
بامحاورہ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ آسان تعلیمی
درسِ قرآن
پارہ ۶ تا ۱۰
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوذر! اگر تو صبح کو ایک آیت کلام پاک کی سیکھ لے
تو نوافل کی سو رکعت سے افضل ہے اور اگر عمل کا ایک باب سیکھ لے تو ہزار رکعت نفل پڑھنے سے افضل ہے
تسہیل شدہ ترجمہ
حضرت حکیم الامت مجدد الملت جامع الکمالات
مولانا محمد اشرف علی التھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ
تفسیر ملخص از تفسیر ابنِ کثیر، معارف القرآن، بیان القرآن ودیگر تفاسیر
اگر آپ روزانہ
پندرہ بیس منٹ "درسِ قرآن"
سے ایک درس پڑھیں تو ان شاء اللہ
آپ اس کے معانی ومطالب کو سمجھنے
میں کامیاب ہو جائیں گے
اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾

لَا یُحِبُّ	اللّٰہُ	الْجَھْرَ	بِالسُّوْٓءِ	مِنَ الْقَوْلِ	اِلَّا	مَنْ	ظُلِمَ	وَکَانَ	اللّٰہُ	سَمِیْعًا	عَلِیْمًا
پسند نہیں کرتا	اللہ	ظاہر کرنا	بُری	بات	مگر	جو۔جس	ظلم ہوا ہو	اور ہے	اللہ	سُننے والا	جاننے والا

اللہ تعالیٰ بُری بات زبان پر لانے کو پسند نہیں کرتے بجز مظلوم کے اور اللہ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں

اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾

اِنْ تُبْدُوْا	خَیْرًا	اَوْ تُخْفُوْہُ	اَوْ تَعْفُوْا	عَنْ	سُوْٓءٍ	فَاِنَّ	اللّٰہَ	کَانَ	عَفُوًّا	قَدِیْرًا
اگر تم کھلم کھلا کرو	کوئی بھلائی	یا اسے چھپاؤ	یا معاف کردو	سے	بُرائی	تو بیشک	اللہ	ہے	معاف کرنیوالا	قدرت والا

اگر نیک کام علانیہ کرو یا اس کو خفیہ کرو یا کسی بُرائی کو معاف کردو تو اللہ تعالیٰ بڑے معاف کرنے والے ہیں پوری قدرت والے ہیں

برائی وایذاء کی شکایت کی حدود

گذشتہ آیات میں منافقین کے احوال میں ان کا مسلمانوں کے ساتھ عداوت کرنا مذکور ہوا تھا۔ چونکہ عداوت میں اکثر ایذا رسانی کی نوبت بھی آتی رہتی ہے اور جس کو ایذا پہنچتی ہے اکثر اس کی زبان سے شکوہ شکایت بھی ہو جاتی ہے۔ اس لئے آگے ان آیات میں حکایت وشکایت کے حدود پر گفتگو فرمائی جاتی ہے اور ایک ایسا قانون بتلایا جاتا ہے کہ جس میں ایک طرف تو اس کی اجازت دی جاتی ہے کہ جس شخص پر کوئی ظلم کرے تو مظلوم اس کے ظلم کی شکایت کرسکتا ہے یا عدالت میں چارہ جوئی کرسکتا ہے جو عین عدل وانصاف کا تقاضا اور انسداد جرائم کا ایک ذریعہ ہے۔ دوسری طرف اعلیٰ اخلاق کی تعلیم اور عفوودرگزر کی تلقین وترغیب دی جاتی ہے اور مظلوم کو اس پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے حق میں ایثار سے کام لے اور ظلم کا انتقام نہ لے بلکہ عفوودرگزر کی نیکی اختیار کرے۔

یہاں آیت میں اگرچہ صرف ظالم کے مقابلہ میں شکایت اور اظہار کی اجازت ہے مگر ظالم کے علاوہ بعض اور مواقع بھی ہیں جن میں شریعت برائی کے اظہار کی اجازت دیتی ہے مثلاً اگر کسی سے دینی یا دنیوی نقصان کا اندیشہ ہو تو اس کے حالات سے لوگوں کو باخبر کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب ہوگا اسی طرح شہادت میں جو سچی بات ہو اس کا اظہار کرنا واجب ہے خواہ اس میں کسی کی برائی کا اظہار ہو۔ ہاں جہاں کوئی شرعی مصلحت اور ضرورت نہ ہو وہاں کسی کی عیب جوئی جائز نہیں۔

الغرض حق تعالیٰ نے ان آیات میں تین مرتبے بیان فرمائے اول یہ کہ انتقام جائز ہے اور یہ ضعفا کی شان ہے دوسرے یہ کہ معاف کردینا یہ اہل ہمت کی شان ہے۔ تیسرے یہ کہ برائی کرنے والے سے سلوک اور احسان یہ اہل عزم اور کاملین کا مقام ہے۔

انتقام اور بدلہ کی اجازت میں ایک شرط قرآن پاک نے اور رکھی ہے جو چودھویں پارہ سورۂ نحل میں بیان فرمائی گئی ہے۔

کہ اگر کوئی شخص تم پر ظلم یا زیادتی کرے تو تم بھی اس سے ظلم کا بدلہ لے سکتے ہو مگر شرط یہ ہے کہ بدلہ برابر کا ہو یعنی جتنا ظلم وتعدی اس نے کیا ہے۔ بدلہ میں اس سے زیادتی نہ ہونے پائے ورنہ پھر تم ظالم ہو جاؤ گے جس کا حاصل یہ ہے کہ ظلم کے جواب میں ظلم کی اجازت نہیں بلکہ ظلم کا بدلہ انصاف سے برابر برابر لیا جاسکتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہدایت ہے کہ بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے مگر صبر کرنا اور معاف کردینا بہتر ہے۔

عفوودرگزر کی ترغیب

آیت کے آخیر میں فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا فرما کر یہ بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ قادر مطلق ہیں جس کو جو چاہیں سزا دے سکتے ہیں۔ اس کے باوجود بہت معاف کرنے والے ہیں اکثر خطاؤں

سے درگزر کرتے ہیں تو انسان جس کو قدرت و اختیار بھی کچھ نہیں وہ اگر انتقام لینا بھی چاہے تو بہت ممکن ہے کہ اس پر قدرت ہی نہ ہو اس لئے اس کو تو عفو و درگزر اور بھی زیادہ مناسب ہے۔ اس طرح دنیا سے ظلم و جور مٹانے کا قرآن کریم نے ایک بہترین قانون تعلیم فرمادیا کہ ایک طرف برابر کے انتقام کا حق دے کر عدل و انصاف کو بھی قائم رکھا اور دوسری طرف مظلوم کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دے کر عفو و درگزر پر آمادہ کیا جس کا لازمی نتیجہ وہی ہے جس کو قرآن پاک نے ۲۴ ویں پارہ سورۂ حٰم السجدۃ میں فرمایا فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ تو پھر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور تم میں عداوت ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔

الحاصل یہاں آیات میں عام حکم کسی کی غیبت، بدگوئی کرنے کی ممانعت کا ہے۔ البتہ مظلوم کو بقدر ظلم ظالم کی شکایت کرنے اس سے انتقام لینے اس کو بددعا دینے کی اجازت ہے مگر پھر بھی حلم، درگزر اور عفو کی ترغیب دی گئی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ظلم سے ہر طرح محفوظ رکھیں اور ہم کو ہر حال میں قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم میں عفو و درگزر کرنے کی صفات پیدا فرمائیں اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور بدگوئی سے کامل طور پر بچائیں آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْفُرُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	رُسُلِهٖ	وَيُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يُّفَرِّقُوْا	بَيْنَ	اللّٰهِ	وَرُسُلِهٖ
بیشک	جولوگ	انکار کرتے ہیں	اللہ کا	اور	اس کے رسولوں	اور چاہتے ہیں	کہ	فرق نکالیں	درمیان	اللہ	اور اسکے رسول

جولوگ کفر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اُس کے رسولوں کے ساتھ اور یوں چاہتے ہیں کہ اللہ اور اُس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں

وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾

اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور یوں چاہتے ہیں کہ بَین بَین ایک راہ تجویز کریں

وَيَقُوْلُوْنَ	نُؤْمِنُ	بِبَعْضٍ	وَنَكْفُرُ	بِبَعْضٍ	وَ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يَّتَّخِذُوْا	بَيْنَ ذٰلِكَ	سَبِيْلًا
اور کہتے ہیں	ہم مانتے ہیں	بعض کو	اور نہیں مانتے	بعض کو	اور	چاہتے ہیں	کہ	پکڑیں (نکالیں)	اس کے درمیان	ایک راہ

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْكٰفِرُوْنَ	حَقًّا	وَاَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ	عَذَابًا	مُّهِيْنًا	وَ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ
یہی لوگ	وہ	کافر (جمع)	اصل	اور ہم نے تیار کیا ہے	کافروں کے لئے	عذاب	ذِلّت کا	اور	جولوگ ایمان لائے	اللہ پر

ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور کافروں کے لئے ہم نے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے اور جولوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور اُس کے سب

وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ

وَرُسُلِهٖ	وَلَمْ يُفَرِّقُوْا	بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْهُمْ	اُولٰٓئِكَ	سَوْفَ	يُؤْتِيْهِمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَكَانَ	اللّٰهُ
اور اس کے رسولوں پر	اور فرق نہیں کرتے	درمیان	کسی کے	ان میں سے	یہی لوگ	عنقریب	انہیں دے گا	ان کے اجر	اور ہے	اللہ

رسولوں پر بھی اور اُن میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور اُن کے ثواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع	غَفُوْرًا	رَحِيْمًا
بڑے مغفرت والے ہیں بڑے رحمت والے ہیں	بخشنے والا	نہایت مہربان

یہود کا عقیدہ تفریق بین الرسل

یہاں ان آیات میں اگرچہ صاف نام یہود کا نہیں لیا گیا مگر ان کا عقیدہ تفریق بالایمان بیان کر کے اس پر حکم سنا دیا گیا ہے تاکہ جن پر یہ بیان صادق اترتا ہے وہ اپنا فکر کریں اور درست ہونا چاہیں تو ہو جائیں ورنہ پھر آخرت کا ذلیل کرنے والا عذاب بھگتنے کے لئے تیار رہیں۔

یہود کے عقائد کفریہ میں ان کا سب سے بڑا کفر تفریق فی الایمان ہے جس کو یہاں بیان فرمایا جاتا ہے یعنی خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان ایمان لانے میں تفریق کرنا اور تفریق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو ماننے اور رسول کو نہ ماننے یا اللہ کے بعض رسولوں کو ماننے اور بعض کو نہ ماننے۔ جیسے یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انبیاء بنی اسرائیل کو مانتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے یا جیسے نصاریٰ جو تمام انبیاء کو مانتے ہیں مگر خاتم الانبیاء اور اشرف الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں تو حق سبحانہ تعالیٰ

نے یہاں بتلا دیا کہ کیا یہ لوگ تفریق فی الایمان کے قائل ہو کر ایمان وکفر کے درمیان کوئی نیا راستہ نکالنا چاہتے ہیں حالانکہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی دوسری چیز نہیں نکل سکتی۔ مطلب یہ کہ اگر مومن بننا چاہتے ہیں تو سب نبیوں پر ایمان لائیں کیونکہ جس نے ایک نبی کا بھی انکار کیا اس نے گویا سارے نبیوں کا انکار کیا کیونکہ ہر نبی پر ایمان لانا فرض ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار تمام انبیاء کی نبوت کا انکار ہے۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق رکھتے ہیں تو وہ خوب سمجھ لیں کہ وہ اللہ کے نزدیک پکے اور کٹر کافر ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسولوں سے منکر ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں یعنی اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور رسولوں پر ایمان نہیں لاتے یا بعض رسولوں کو مانتے ہیں بعض کو نہیں مانتے یہ لوگ خالص کافر ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ماننا جبھی معتبر ہے کہ اپنے زمانہ کے پیغمبر کی تصدیق کرے اور اس کا حکم مانے۔ بدوں تصدیق نبی کے اللہ کا ماننا غلط ہے اور اس کا اعتبار نہیں بلکہ ایک نبی کی تکذیب اللہ کی اور تمام رسولوں کی تکذیب سمجھی جاتی ہے۔ یہود نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو حق تعالیٰ اور تمام انبیاء کی تکذیب کرنے والے قرار دیئے گئے اور خالص کافر ٹھہرائے گئے۔ یہ صرف اہل اسلام ہی ہیں کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور ساتھ ہی تمام انبیاء علیہم السلام پر اور اس قرآنی بشارت کے بھی مصداق ہیں جس کا وعدہ یہاں فرمایا گیا ہے یعنی ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ضرور اجر اور بڑا ثواب عطا فرمائے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اسلام وایمان سے نوازا اور اپنی ذات پر اور اپنے تمام رسولوں پر ایمان لانے والا بنایا۔ اے اللہ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما اور ہم کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی ہونا نصیب فرما۔ اے اللہ ہمارے تمام عقائد اور اعمال شریعت مطہرہ کے موافق ہوں اور ہم سے جو اعمال میں کوتاہیاں سرزد ہوئی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے اور ہم کو اپنی مغفرت نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ

يَسْئَلُكَ	اَهْلُ الْكِتٰبِ	اَنْ	تُنَزِّلَ	عَلَيْهِمْ	كِتٰبًا	مِّنَ	السَّمَآءِ	فَقَدْ سَاَلُوْا	مُوْسٰٓى	اَكْبَرَ
آپ سے سوال کرتے ہیں	اہل کتاب	کہ	اتار لائے	ان پر	کتاب	سے	آسمان	سو وہ سوال کر چکے ہیں	موسیٰ	بڑا

آپ سے اہل کتاب یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ اُن کے پاس ایک خاص نوشتہ آسمان سے منگوا دیں سو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بڑی بات کی

مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ

مِنْ ذٰلِكَ	فَقَالُوْا	اَرِنَا	اللّٰهَ	جَهْرَةً	فَاَخَذَتْهُمُ	الصّٰعِقَةُ	بِظُلْمِهِمْ	ثُمَّ	اتَّخَذُوا	الْعِجْلَ
اس سے	انہوں نے کہا	ہمیں دکھا دے	اللہ	علانیہ	سو انہیں آ پکڑا	بجلی	ان کے ظلم کے باعث	پھر	انہوں نے بنالیا	بچھڑا (گوسالہ)

درخواست کی تھی اور یوں کہا تھا کہ ہم کو اللہ کو کھلم کھلا دکھلا دو جس پر اُن کی اس گستاخی کے سبب اُن پر کڑک بجلی آ پڑی پھر انہوں نے گوسالہ کو تجویز کیا تھا

مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾

مِنْ بَعْدِ	مَا	جَآءَتْهُمُ	الْبَيِّنٰتُ	فَعَفَوْنَا	عَنْ ذٰلِكَ	وَاٰتَيْنَا	مُوْسٰى	سُلْطٰنًا	مُّبِيْنًا
اس کے بعد	کہ	ان کے پاس آئیں	نشانیاں	سو ہم نے درگزر کیا	اس سے (اس کو)	اور ہم نے دیا	موسیٰ	غلبہ	ظاہر (صریح)

بعد اس کے کہ بہت سے دلائل اُن کو پہنچ چکے تھے پھر ہم نے اس سے درگزر کر دیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے بڑا رعب دیا تھا

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ

وَرَفَعْنَا	فَوْقَهُمُ	الطُّوْرَ	بِمِيْثَاقِهِمْ	وَقُلْنَا	لَهُمُ	ادْخُلُوا	الْبَابَ	سُجَّدًا	وَقُلْنَا	لَهُمْ
اور ہم نے بلند کیا	ان کے اوپر	طور	ان سے عہد لینے کی غرض سے	اور ہم نے کہا	اُن کیلئے (اُن سے)	تم داخل ہو	دروازہ	سجدہ کرتے	اور ہم نے کہا	اُن سے

اور ہم نے اُن لوگوں سے قول و قرار لینے کے واسطے کوہ طور کو اُٹھا کر اُن کے اوپر معلق کر دیا تھا اور ہم نے اُن کو یہ حکم دیا تھا کہ دروازہ میں عاجزی سے داخل ہونا اور ہم نے اُن کو یہ حکم دیا تھا

لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾

لَا تَعْدُوْا	فِى	السَّبْتِ	وَاَخَذْنَا	مِنْهُمْ	مِّيْثَاقًا	غَلِيْظًا
نہ زیادتی کرو	میں	ہفتہ کا دن	اور ہم نے لیا	اُن سے	عہد	مضبوط

کہ یوم ہفتہ کے بارہ میں تجاوز مت کرنا اور ہم نے اُن سے قول و قرار نہایت شدید لئے۔

شانِ نزول

ایک مرتبہ مدینہ کے چند سردار اور علماء حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو ایک کتاب لکھی لکھائی پوری یکبارگی آسمان سے لا دیجئے جیسا کہ حضرت موسیٰ توراۃ لائے تھے ایسی کتاب کے ہم قائل نہیں جو تھوڑی تھوڑی اترے اور ایک

روایت میں ہے کہ آپ سے کہا گیا کہ ہم آپ کے ہاتھ پر جب بیعت کریں گے کہ جب فلاں اور فلاں شخص کے نام اللہ کی طرف سے یہ تحریر آ جائے کہ آپ اللہ کے رسول اور نبی ہیں اور یہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ یہود کے ان بیجا اور معاندانہ مطالبات پر یہ آیات نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے حقیقت حال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ فرمایا کہ

ان کا مطالبہ اس لئے نہیں ہے کہ وہ دل سے ایمان لانا چاہتے ہیں بلکہ وہ ہٹ دھرمی اور ضد وعناد کی وجہ سے کوئی نہ کوئی عذر کرتے ہی رہتے ہیں۔

یہودیوں کی کٹ حجتیاں اور ضد وعناد

یہاں ان آیات میں جن واقعات کی طرف اشارہ ہے یعنی (۱) ایک موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کا مطالبہ کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا دکھلا دیا جائے اور ان کی اس گستاخی پر آسمان سے بجلی ان پر گرنا اور ان کو ہلاک کر دینا اور پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ کا ان کو دوبارہ زندہ کر دینا (۲) دوسرے بنی اسرائیل کا گائے کے بچھڑے کو معبود تسلیم کرنا اور اس کی پرستش شروع کر دینا پھر موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے طریق توبہ کا بتایا جانا اور پھر اس جرم عظیم کا بخش دیا جانا (۳) تیسرے بنی اسرائیل کا کہنا کہ توراۃ کے حکم سخت ہیں ہم نہیں مانتے اس وقت کوہ طور کو ان کے سروں پر معلق کر دینا کہ ان حکموں کو قبول کرو ورنہ یہ پہاڑ سر پر ڈال کر تم کو کچل دیا جائے گا۔ (۴) چوتھے بنی اسرائیل کو شہر بیت المقدس میں عاجزی سے داخل ہونے کا حکم ملنا اور ان کا اس کی خلاف ورزی کرنا (۵) پانچویں بنی اسرائیل کو ہفتہ کے دن کی تعظیم اور مچھلی کا شکار نہ کرنے کا حکم ملا تھا مگر ہفتہ ہی کے دن مچھلیاں بکثرت دریا میں نظر آتیں تو حیلہ اور فریب کر کے انہوں نے مچھلیاں پکڑنا شروع کر دیں جس پر ان کو بندروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا اور پھر سب کا ہلاک کر دیا جانا۔ ان تمام واقعات کی تفصیلات سورۃ بقرہ پارہ الم میں بیان ہو چکی ہیں یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

چونکہ یہود مدینہ کا مطالبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محض عناد اور سرکشی کی وجہ سے تھا اور عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ ایسے سوالوں اور مطالبوں کو پورا نہیں کیا جاتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی کہ یہ قوم تو ہمیشہ سے ایسی ہی جہالت کرتی آئی ہے۔ ان کی یہ بے باکی اور سرکشی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان کے بڑوں نے تو اس سے بھی بڑی اور سخت بات اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے طلب کی تھی اور کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم تم پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کو صاف طور پر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ تو حاصل یہ کہ یہود کی جہالت ان کی کج طبعی اور سرتابی کی مذمت کی جا رہی ہے کہ یہ قوم تو ہمیشہ سے ایسے ہی بے محل اور نازیبا حرکات اور بے جا درخواست اپنے انبیاء سے بھی کرتی آئی ہے تو اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسے بے جا سوالات یہ کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اس میں ایک لطیف اشارہ اور درس عبرت اہل ایمان کے لئے بھی ہے کہ عناد، سرکشی اور کج طبعی موجب وبال ہے اور گمراہی میں مبتلا رکھتی ہے اس لئے حق جو آنکھ اور طالب ہدایت قلب کی ضرورت ہے۔ جس کی آنکھ بینا اور کان شنوا اور دل بیدار ہوتا ہے وہ اسلام کی حقانیت سے قرآن کے اصول وضوابط اور مسائل نجات دیکھ کر مطمئن ہو سکتا ہے۔ ورنہ عناد، ضد، ہٹ دھرمی طغیان وسرکشی کے ساتھ بڑے سے بڑے معجزات اور خوارق عادات بھی ہدایت کے لئے کافی نہیں۔

دعا کیجئے:

حق تعالیٰ اس ملعون قوم یہود کی خصلتوں سے امت مسلمہ کی حفاظت فرمائیں اور احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ! فلسطین وغیرہ میں آج جو یہ ملعون قوم عربوں پر مسلط ہے تو اہل اسلام کی خطاؤں کو معاف فرما دے اور اس ملعون قوم کے تسلط سے ان کو رہائی عطا فرما دے۔

یا اللہ ہم نے جو حلقہ اسلام کو اپنی گردنوں میں ڈال کر اور کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر جو قول وقرار کر لیا ہے اس کو کامل طور پر بجا لانے کی توفیق عطا فرما اور دین اسلام کا کامل اتباع اور شریعت مطہرہ کی پوری پابندی ظاہراً و باطناً ہم کو نصیب فرما۔

یا اللہ اپنے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں میں ہم کو شامل فرما لے اور اسی حال میں ہمیں زندہ رہنے اور اسی حال میں مرنا نصیب فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا

فَبِمَا	نَقْضِهِمْ	مِّيْثَاقَهُمْ	وَكُفْرِهِمْ	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	وَقَتْلِهِمُ	الْاَنْبِيَآءَ	بِغَيْرِ حَقٍّ	وَّقَوْلِهِمْ	قُلُوْبُنَا
بسبب	ان کا توڑنا	اپنا عہدوپیمان	اوران کا انکار کرنا	اللہ کی آیات	اوران کا قتل کرنا	نبیوں (جمع)	ناحق	اوراُن کا کہنا	ہمارے دل (جمع)

سوہم نے سزا میں مبتلا کیا اُنکی عہد شکنی کی وجہ سے اوراُنکے کفر کی وجہ سے احکام الٰہیہ کے ساتھ اوراُنکے قتل کرنے کی وجہ سے انبیاء کو ناحق اوراُنکے اس مقولہ کی وجہ سے کہ ہمارے

غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ

غُلْفٌ	بَلْ	طَبَعَ اللّٰهُ	عَلَيْهَا	بِكُفْرِهِمْ	فَلَا يُؤْمِنُوْنَ	اِلَّا	قَلِيْلًا	وَّبِكُفْرِهِمْ	وَقَوْلِهِمْ
پردہ میں	بلکہ	مہر کردی اللہ نے	اُن پر	انکے کفر کے سبب	سووہ ایمان نہیں لاتے	مگر	کم	اُن کے کفر کے سبب	اوراُن کا کہنا (باندھنا)

قلوب محفوظ ہیں بلکہ اُنکے کفر کی سبب ان کے قلوب پر اللہ تعالیٰ نے بند لگا دیا ہے سو ان میں ایمان نہیں مگر قدرے قلیل اور انکے کفر کیوجہ سے

عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ

عَلٰى	مَرْيَمَ	بُهْتَانًا	عَظِيْمًا	وَّقَوْلِهِمْ	اِنَّا	قَتَلْنَا	الْمَسِيْحَ	عِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	رَسُوْلَ	اللّٰهِ
پر	مریمؑ	بہتان	بڑا	اوران کا کہنا	ہم	ہم نے قتل کیا	مسیحؑ	عیسیٰؑ	ابن مریمؑ	رسول	اللہ

اور حضرت مریم علیہا السلام پر بڑا بھاری بہتان دھرنے کیوجہ سے اور اُنکے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو کہ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ

وَمَا قَتَلُوْهُ	وَمَا صَلَبُوْهُ	وَلٰكِنْ	شُبِّهَ	لَهُمْ	وَاِنَّ	الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا	فِيْهِ
اورقتل کیا اس کو	اور نہیں سولی دی اس کو	اور بلکہ	صورت بنادی گئی	ان کے لئے	اور بیشک	جولوگ اختلاف کرتے ہیں	اس میں

قتل کردیا حالانکہ انہوں نے نہ انکو قتل کیا اور نہ انکو سولی پر چڑھایا لیکن انکو اشتباہ ہوگیا اور جو لوگ انکے بارہ میں اختلاف کرتے ہیں

لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ

لَفِيْ شَكٍّ	مِّنْهُ	مَا لَهُمْ	بِهٖ	مِنْ عِلْمٍ	اِلَّا	اتِّبَاعَ	الظَّنِّ	وَ	مَا قَتَلُوْهُ	يَقِيْنًا	بَلْ
البتہ شک میں	اس سے	نہیں ان کو	اس کا	کوئی علم	مگر	پیروی	اٹکل	اور	اس کو قتل نہیں کیا	یقیناً	بلکہ

وہ غلط خیال میں ہیں انکے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے اور اُنہوں نے انکو یقینی بات ہے کہ قتل نہیں کیا

رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

رَفَعَهُ	اللّٰهُ	اِلَيْهِ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	عَزِيْزًا	حَكِيْمًا
اس کو اُٹھالیا	اللہ	اپنی طرف	اور	ہے	اللہ	غالب	حکمت والا

بلکہ انکو خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھالیا، اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست حکمت والے ہیں

یہودیوں کے مغضوب اور ملعون ہونے کے اسباب:

یہاں ان آیات میں سات وجوہ بیان کی گئیں جن کی وجہ سے یہ قوم یہود اللہ کی لعنت اور غضب الٰہی کی مستحق ہوئی۔

پہلی وجہ بیان ہوئی۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ یعنی ان کے اپنے پختہ عہد و پیمان کے توڑنے کی وجہ سے یعنی اس قوم نے جو موسیٰ علیہ السلام سے عہد و پیمان کئے تھے اور توحید پر قائم رہنے اور احکام شرع موسوی پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کیا تھا اس کو توڑ دیا اور اللہ کے صریح احکام سے تجاوز کیا جس کی تفصیلات سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہیں۔

دوسری وجہ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فرمائی۔ یعنی اللہ کی آیتوں کو نہ ماننے کی وجہ سے یعنی آیات توریت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و نبوت کا بیان تھا۔ ان کا ان یہود نے انکار کر دیا اور اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا۔

تیسری وجہ یہود پر لعنت و غضب کی یہ بیان کی گئی وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ یعنی خدا کے پیغمبروں کو دیدہ دانستہ ناحق اور بے وجہ محض عناد اور سرکشی کی بناء پر قتل کرنے کی وجہ سے۔ ابوداؤد میں حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے ۳۰۰ انبیاؤں کو قتل کیا ہے جن میں حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام بھی شامل ہیں۔

چوتھی وجہ یہود پر لعنت و غضب کی یہ بیان کی گئی وَقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی اس قسم کے متکبرانہ اور مغرورانہ کلمات کی وجہ سے مثلاً یہود کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دل غلاف اور پردوں میں ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کو دین اسلام کی تبلیغ فرماتے تو وہ کہتے کہ ہمارے دل تو غلاف اور پردوں میں ہیں۔ یعنی جس طرح باہر کی چیز کا اثر پردہ کے اندر نہیں پہنچتا اسی طرح آپ کی باتوں کا اثر ہمارے دلوں تک نہیں پہنچتا۔ مقصود اس کہنے سے انکا یہ تھا کہ آپ جو بات کہتے ہیں وہ ہمارے دل کو نہیں لگتی۔ یا یہ مطلب کہ ہمارے دل و حکمت و حکمت کے غلاف ہیں یعنی ان میں شریعت موسویہ کا علم بھرا ہوا ہے ہمیں کسی دوسری چیز کے علم کی ضرورت نہیں۔

پانچویں وجہ یہ بتلائی گئی بِكُفْرِهِمْ یعنی یہود کے کفر پر کفر کرنے کی وجہ سے۔

چھٹی وجہ یہ بتلائی گئی وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا اور حضرت مریم پر ایک عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے۔ یعنی یہود نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا انکار کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا محال جانا اور حضرت مریم علیہا السلام پر معاذ اللہ معاذ اللہ تہمت لگائی جو بالکل بہتان اور جھوٹ تھا کیونکہ حضرت مریم بالکل پاک دامن تھیں اور اس تہمت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی اہانت اور تکذیب لازم آتی ہے۔

اہانت تو اس طرح کہ کسی کی والدہ کو زانیہ اور بدکار کہنے کے یہ معنیٰ ہیں کہ معاذ اللہ یہ شخص ولد الزنا ہے جو صریح توہین ہے۔ اور معاذ اللہ نبی کے حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے۔ اور تکذیب اس طرح لازم آئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے حضرت مریم کی براءت اور پاک دامنی ظاہر ہو چکی تھی اب اس کے بعد بھی تہمت لگانا گویا پاکدامنی کا صاف انکار ہے۔

ساتویں وجہ یہود پر نزول قہر کی یہ بتلائی گئی وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ یعنی ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور فخر کہتے تھے کہ بالتحقیق ہم نے مار ڈالا مسیح کو یعنی عیسیٰ ابن مریم کو۔ یہود کا یہ کہنا دلیل ہے عداوت کی اور عداوت انبیاء کے ساتھ کفر ہے۔ نیز اس میں دعویٰ ہے قتل کا اور قتل نبی کفر ہے۔ غرضیکہ ان تمام وجوہ مذکورہ کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے اس قوم یہود کو سزائے لعنت و غضب میں گرفتار کیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں

یہود کے اس دعوے کے متعلق کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر ڈالا۔ حق تعالیٰ نے اس کا وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ فرما کر رد فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ انہوں نے یعنی یہود نے نہ تو حضرت عیسیٰ کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ حقیقت حال ان پر مشتبہ ہو گئی یعنی ایک دوسرے شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہم شکل بنا دیا گیا اور اسی ہم شکل کو یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔ اب یہود کو یہ اشتباہ کس طرح پیش آیا اس کے متعلق مفسرین نے کئی روایات نقل کی ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ کے حواری ایک جگہ جمع ہو گئے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی ان کے پاس تشریف لے آئے۔ ابلیس نے یہود کے اس دستہ کو جو عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے تیار کھڑا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دیا اور چار ہزار آدمیوں نے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریین سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کے لئے آمادہ ہے کہ باہر نکلے اور اس کو قتل کردیا جائے اور پھر جنت میں میرے ساتھ ہو۔ حواریین میں سے ایک نے اپنے آپ کو پیش کردیا۔ آپ نے اس کو اپنا کرتہ اور عمامہ عطا کیا۔ پھر اس پر آپ کی مشابہت ڈال دی گئی۔ پھر جب وہ باہر نکل آیا تو یہود نے اسے حضرت عیسیٰ سمجھ کر پکڑ کرلے گئے اور سولی پر چڑھادیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھالیا گیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ جب یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی آپ کے گھر میں داخل ہوا۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھالیا اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کے مشابہ کردی۔ بقیہ اس کا جسم اپنی حالت پر رہا۔ جب باقی لوگ گھر میں گھسے تو اس پہلے داخل ہونے والے کو مسیح علیہ السلام سمجھ کر قتل کردیا۔ پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح کے چہرے کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے کہا یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا اور یہ ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے۔ اب صرف اٹکل سے کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ کہا۔

الغرض جو صورت حال بھی پیش آئی ہو قرآن کریم میں یہ خبر بالکل صاف اور صریح ہے اور اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کہ اہل کتاب یہود ہوں یا نصاریٰ ان کے پاس صحیح علم کی بنیاد پر کوئی یقینی بات نہیں ہے۔ جن جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں اختلاف کرکے طرح طرح کے دعوے کئے ہیں یہ سب شک اور اٹکل کی باتیں ہیں۔ صحیح صورت واقعہ یہی ہے کہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا یہود و نصاریٰ اپنے عقیدہ کے موافق اس باب پر متفق ہیں کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (معاذ اللہ) سولی دے کر مار ڈالا۔ بعد کو ان کے عقیدہ میں اختلاف ہوگیا کہ وہ مرنے کے بعد زندہ ہوئے یا نہیں تو یہود کا قول ہے کہ وہ زندہ نہیں ہوئے اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ وہ زندہ ہوئے اور آسمان پر گئے۔

اب چودھویں صدی میں ایک فرقہ نیا قادیانی پیدا ہوا جس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ جس کو اب عالم اسلام کافر قرار دے چکا ہے۔ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ قتل تو نہیں کئے گئے ہاں وہ سولی ضرور دیئے گئے۔ جب وہ بیہوش ہوگئے تو یہود نے ان کو مردہ سمجھ کر قبر میں دفن کردیا۔ جب قبر میں ان کو ہوش آیا تو وہ قبر سے خفیہ طور پر نکل کر چلے گئے اور اپنی موت سے انتقال کیا حالانکہ علام الغیوب نے وَمَا قَتَلُوۡهُ وَمَا صَلَبُوۡهُ صاف فرمادیا۔ یعنی نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا جس سے یہود و نصاریٰ کا بھی رد ہوگیا اور اس کا فرفرقہ قادیانی مقلد یہود و نصاریٰ کا بھی رد ہوگیا۔ پس چونکہ یہ خبر ہے عالم الغیب والشادۃ کی اس لئے اس پر ایمان لانا واجب اور یہود و نصاریٰ اور قادنیوں کو جھوٹا سمجھنا لازم ہے۔ (تفسیر حل القرآن)

ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے

آیت کے اخیر میں وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا فرمایا گیا یعنی اللہ جل شانہ زبردست قدرت و غلبہ والا ہے یہود نے لاکھ قتل کے منصوبے بنائے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کا ذمہ لیا تو اس کی قدرت اور غلبہ کے سامنے یہود کے منصوبوں کی کیا حیثیت ہے۔ وہ قدرت والا ہے اور ساتھ حکمت والا ہے اس کا ہر فعل حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بمقتضائے حکمت یہ طریق حفاظت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اختیار کیا گو دوسرے طریقوں سے بھی ان کی حفاظت کرسکتے تھے اب رہی یہ بات کہ اس میں حکمت کیا ہے۔ سو اس کا علم خداوند علیم و حکیم ہی کو ہے۔ ممکن ہے کہ۔ اس میں ایک حکمت ابتلاء اور امتحان بھی ہو کہ کون ہماری خبر کو مانتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے اور کون سائنس اور خواہشات کے دام میں پھنس کر اس کا انکار کرتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے ہم کو اسلام و ایمان سے نواز کر صحیح عقائد رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہم اور تمام امت مسلمہ کو یہود و نصاریٰ کی عادتوں اور خصلتوں سے بچائیں کہ جن کی وجہ سے ان پر غضب نازل ہوا۔ یا اللہ ہم کو ہر کام میں اپنی رضا اور خوشنودی کی توفیق عطا فرما اور غصہ و غضب والی باتوں سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ

وَاِنْ	مِنْ	اَهْلِ الْكِتٰبِ	اِلَّا	لَيُؤْمِنَنَّ	بِهٖ	قَبْلَ	مَوْتِهٖ	وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ	يَكُوْنُ
اور نہیں	سے	اہل کتاب	مگر	ضرور ایمان لائے گا	اس پر	پہلے	اپنی موت	اور قیامت کے دن	ہوگا

اور کوئی شخص اہل کتاب سے باقی نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰؑ پر حضرت عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لے آئے اور قیامت کے روز وہ یعنی عیسیٰؑ

عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

عَلَيْهِمْ	شَهِيْدًا
اُن پر	گواہ

ان پر گواہی دیں گے

قرب قیامت میں اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر صحیح ایمان لائیں گے

گذشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے جس ذلت وخواری کا ارادہ رکھتے تھے اس میں وہ سراسر ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہایت عزت ورفعت عطا فرمائی اور ان کو صحیح سالم زندہ جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔

اب آگے اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک اور بڑی عزت کی خبر دی جاتی ہے کہ جو آپ کو قرب قیامت میں حاصل ہوگی اور وہ یہ کہ قیامت کے قریب آخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاص شان سے آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ میں سے کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صحیح ایمان نہ لے آئے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی آسمان میں زندہ موجود ہیں اور قیامت کے قریب جب یہود میں مسیح دجال ظاہر ہوگا اور دنیا میں زبردست فتنہ پھیلائے گا تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے باذن خداوندی اتریں گے اترنے کے بعد مسیح دجال کو قتل کریں گے اور اس کے متبع یہود بھی سب قتل کئے جائیں گے حتیٰ کہ اس وقت باقی سب یہود ونصاریٰ حضرت عیسیٰ پر صحیح ایمان لے آئیں گے اور سب پر صحیح حقیقت واضح ہوجائے گی کہ عیسیٰ علیہ السلام معاذ اللہ خدا اور خدا کے بیٹے نہیں بلکہ اللہ کے برگزیدہ بندہ اور رسول ہیں۔ اور زندہ ہیں۔ مرے نہیں۔ اور یہود جو سمجھتے تھے کہ ہم نے ان کو مار ڈالا تو وہ بالکل غلط تھا وہ تو خدا کے پاس زندہ تھے اور یہود جو سمجھتے تھے کہ ہم نے ان کو مار ڈالا تو وہ بالکل غلط تھا وہ تو خدا کے پاس زندہ تھے یہ دیکھ کر یہود ونصاریٰ اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہوجائیں گے اور سب اہل کتاب اس بات پر ایمان لے آئیں گے کہ قرآن وحدیث نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کی اور قیامت کے قریب آسمان سے دوبارہ نازل ہونے کی خبر دی تھی وہ بالکل حق تھی اور سچی تھی اور احادیث میں جیسا بتلایا گیا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں شریعت اسلامی قائم کریں گے آپ دین محمدی کا اتباع کریں گے اور اس وقت دین اسلام کے سوا اور کوئی دین دنیا میں نہ رہے گا پھر چالیس برس تک زندہ رہ کر دنیا میں عدل وانصاف کی حکومت کرنا اور پھر انتقال فرمانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونا یہ سب تفصیل سے احادیث میں موجود ہے۔ الحاصل یہاں اس آیت میں یہی بتلایا گیا کہ یہ اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ اگرچہ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر صحیح ایمان نہیں رکھتے۔ یہود تو انہیں نبی ہی تسلیم نہیں کرتے بلکہ معاذ اللہ مفتری اور کاذب قرار دیتے ہیں اور نصاریٰ اگرچہ ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر بعض تو اپنی جہالت سے یہود ہی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقتول اور مصلوب ہونے کے قائل ہوگئے ہیں اور بعض اعتقاد کے غلو میں حد سے آگے نکل گئے کہ انہیں خدا اور

خدا کا بیٹا (معاذ اللہ) سمجھ لیا لیکن جب وہ قیامت کے قریب اس زمین پر پھر نازل ہوں گے تو یہ سب اہل کتاب ان پر صحیح ایمان لے آئیں گے۔ نصاریٰ تو سب کے سب صحیح اعتقاد کے ساتھ مسلمان ہو جائیں گے۔ یہود جو مخالفت کریں گے قتل کر دیئے جائیں گے باقی مسلمان ہو جائیں گے اس وقت کفر اپنی تمام قسموں کے ساتھ ختم ہو جائے گا اور اس زمین پر صرف دین اسلام ہوگا اور اسلام ہی کی حکمرانی ہوگی پھر قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان یہود و نصاریٰ دونوں کے خلاف گواہ ہوں گے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ایمان واسلام کی دولت سے نوازا۔ اور یہودیت ونصرانیت سے بچایا اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام حقیقی نصیب فرمائیں۔ اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمایئے اور ہم کو اور آئندہ آنے والے اہل اسلام کو تمام فتنوں اور خصوصاً فتنہ دجال سے بچایئے اور اسلام وایمان پر قائم رکھئے۔

یا اللہ قرب قیامت میں دجال کے فتنہ سے جو بہت ہی سخت فتنہ ہوگا اہل اسلام کی حفاظت فرمایئے گا اور سچائی سے دین اسلام پر ان کو قائم رکھئے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

فَبِظُلْمٍ	مِنَ	الَّذِيْنَ هَادُوْا	حَرَّمْنَا	عَلَيْهِمْ	طَيِّبٰتٍ	اُحِلَّتْ	لَهُمْ	وَبِصَدِّهِمْ
سوظلم کے سبب	سے	جو یہودی ہوئے (یہودی)	ہم نے حرام کردیا	ان پر	پاک چیز	حلال تھیں	انکے لئے	اور انکے روکنے کی وجہ سے

سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں اُن پر حرام کردیں اور بسبب اس کے کہ وہ بہت سے

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿١٦٠﴾ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ

عَنْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	كَثِيْرًا	وَ	اَخْذِهِمُ	الرِّبٰوا	وَ	قَدْ نُهُوْا	عَنْهُ	وَاَكْلِهِمْ	اَمْوَالَ	النَّاسِ
سے	اللہ کا راستہ	بہت	اور	اُن کا لینا	سود	حالانکہ	وہ روک دیئے گئے تھے	اس سے	اور ان کا کھانا	مال (جمع)	لوگ

آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے مانع بن جاتے تھے اور بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ اُن کو اس سے ممانعت کی گئی تھی اور بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کا مال

بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿١٦١﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ

بِالْبَاطِلِ	وَاَعْتَدْنَا	لِلْكٰفِرِيْنَ	مِنْهُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا	لٰكِنِ	الرّٰسِخُوْنَ	فِي الْعِلْمِ
ناحق	اور ہم نے تیار کیا	کافروں کے لئے	ان میں سے	عذاب	دردناک	لیکن	پختہ (جمع)	علم میں

ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے لیکن ان میں جو لوگ علم میں پختہ ہیں

مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ

مِنْهُمْ	وَ	الْمُؤْمِنُوْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	وَمَا	اُنْزِلَ	مِنْ قَبْلِكَ	وَالْمُقِيْمِيْنَ
ان میں سے	اور	مومن (جمع)	وہ مانتے ہیں	جو	نازل کیا گیا	آپ کی طرف	اور جو	نازل کیا گیا	آپ سے پہلے	اور قائم رکھنے والے

اور جو ایمان لے آنے والے ہیں کہ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے بھیجی گئی اور جو نماز کی پابندی

الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ

الصَّلٰوةَ	وَالْمُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَالْمُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	اُولٰۗىِٕكَ	سَنُؤْتِيْهِمْ
نماز	اور ادا کرنے والے	زکوٰۃ	اور ایمان لانے والے	اللہ پر	اور آخرت کا دن	یہی لوگ	ہم ضرور دیں گے اُنہیں

کرنے والے ہیں اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں ایسے لوگوں کو ہم ضرور

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١٦٢﴾ ع

اَجْرًا	عَظِيْمًا
اجر	بڑا

ثواب عظیم عطا فرمادیں گے

یہود پر ان کی سرکشی کی وجہ سے حلال چیزیں حرام ہونا

یہود پر ان حلال چیزوں کے حرام ہونے کی علت وہی ان کی سرکشی اور ظلم و زیادتی سود خوری اور رشوت ستانی وغیرہ وغیرہ تھی۔ چنانچہ یہاں

پہلی دو آیات زیر تفسیر میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''سو یہود کے ان ہی بڑے بڑے جرائم کے سبب جن میں سے بہت سے امور سورہ بقرہ میں ذکر ہوئے ہم نے بہت سی پاکیزہ یعنی حلال اور نافع اور لذیذ چیزیں جو پہلے سے ان کے لئے بھی حلال تھیں ان پر شریعت موسویہؑ میں حرام کر دیں جس کا بیان سورہ انعام کی آیت میں بتلایا گیا ہے کہ ان حلال پاک چیزوں کو حرام کرنا ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کی بناء پر ہوا تھا اور شریعت موسویہ میں بھی وہ سب حرام ہی رہیں کوئی حلال نہ ہوئی۔ آگے اس تحریم کی وجہ بیان فرمائی جاتی ہے کہ ایک بسبب اس کے کہ وہ آئندہ بھی ایسی حرکتوں سے باز نہ آئے مثلاً یہی کہ وہ احکام میں تحریف کر کے یا حکم خداوندی کو چھپا کر بہت آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں دین حق کے قبول کرنے سے مانع بن جاتے تھے۔ دوسرے بسبب اس کے کہ وہ سود لیا کرتے تھے حالانکہ تورات میں ان کو اس سے ممانعت کی گئی تھی اور تیسرے بسبب اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقہ سے کھا جاتے تھے پس اس طریق حق میں رکاوٹ بننے سود لینے اور ناجائز طریقوں سے دوسروں کا مال کھا جانے کی وجہ سے اس شریعت موسویہ کی بقا تک اس تحریم میں تخفیف نہ ہوئی البتہ شریعت جدیدہ عیسویہ میں کچھ احکام بدلے تھے اور شریعت محمدیہ میں بہت تخفیف ہو گئی ۔ یہ تو دنیوی سزا تھی ۔ کہ جو چیزیں پاک اور حلال تھیں وہ ان پر حرام کر دیں تا کہ رزق کا دائرہ تنگ ہو جائے اور ان کی سرکشی ٹوٹے اور آخرت میں ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے''۔

یہود کے بعض صالح افراد

تو عام حالت یہود کی یہی تھی جو اوپر بیان کی گئی لیکن ہر قوم میں بعض اچھے سلیم الطبع اور صحیح ذوق رکھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ یہود میں بھی بعض ایسے فطری نور رکھنے والے موجود تھے۔ جیسے عبداللہ بن سلام اور آپ کے ساتھی جو یہود میں صاحب علم تھے اور بخوشی خاطر اسلام کو قبول کر کے قرآن پاک پر اور آنحضرت ﷺ کی نبوت پر صدق دل سے ایمان لے آئے تھے ان ہی کے متعلق تیسری آیت میں ارشاد ہوتا ہے:۔

''لیکن ان یہود میں جو لوگ علم دین میں پختہ یعنی اس کے موافق عمل کرنے پر مضبوط ہیں اور اس آمادگی نے ان پر حق کو واضح اور قبول حق کو سہل کر دیا اور جو ان میں ایمان لے آنے والے ہیں کہ اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ کے پاس بھیجی گئی اور اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو آپ سے پہلے نبیوں کے پاس بھیجی گئی جیسے توریت وانجیل اور جو ان میں نماز کی پابندی کرنے والے ہیں اور جو ان میں زکوٰۃ دینے والے ہیں اور جو ان میں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر اعتقاد رکھنے والے ہیں سو ایسے لوگوں کو ہم ضرور آخرت میں ثواب عظیم عطا فرمائیں گے۔''

اس آیت کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ ان اہل کتاب میں کا ایماندار طبقہ جن کو کمال علمی حاصل ہے اور جو لوگ علم دین میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں اور جن کے سینے معرفت کے نور سے منور ہیں۔ جو قرآن پر اور گذشتہ آسمانی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں اور فقط یقین ہی نہیں بلکہ اسلامی ارکان مثلاً نماز خصوصیت کے ساتھ پابندی اوقات اور ارکان وشرائط کا لحاظ کر کے ادا کرتے ہیں۔ اور شرعی زکوٰۃ دیتے ہیں اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے باوجود اور اعمال اور عبادات پر پابندی رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کا ایمان خدا کی ذات وصفات اور روز قیامت پر بھی ہے یعنی جنہوں نے اسلام کو سچی اور پوری طرح سے قبول کر لیا ہے ان کی محنت رائیگاں نہیں جائے گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ آخرت میں ضرور ان کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے جو ان کے وہم وگمان سے کہیں بالا و برتر ہو گا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو شریعت اسلامیہ جیسی کامل اور آسان شریعت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہود کی بداعمالیوں سے جس کی قرآن پاک نے خبر دی عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہمیں اپنی شریعت کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے بچائیں اور ظاہراً و باطناً ہم کو کامل اتباع شریعت مطہرہ کا نصیب فرمائیں اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو دین حق جو آپ نے عطا فرمایا ہے اس پر وفاداری اور سچائی کے ساتھ تا زندگی قائم رکھئے اور یہود کی طرح نافرمانیوں سے کامل طور پر بچایئے۔ یا اللہ ہمیں نماز کی توفیق کاملہ نصیب فرما اور اپنے تمام اوامر و نواہی کی سچائی کے ساتھ پابندی نصیب فرما۔ یا اللہ ہم کو ایمان واسلام کے ساتھ جملہ اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرما تا کہ آپ کی رضا والی زندگی دنیا میں نصیب ہو اور آخرت میں آپ کی مغفرت ورحمت اور اجر عظیم نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّآ أَوْحَيْنَآ إِلَيْكَ كَمَآ أَوْحَيْنَآ إِلَىٰ نُوحٍ وَٱلنَّبِيِّـۧنَ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَأَوْحَيْنَآ إِلَىٰٓ

إِنَّآ	أَوْحَيْنَآ	إِلَيْكَ	كَمَآ	أَوْحَيْنَآ	إِلَىٰ	نُوحٍ	وَٱلنَّبِيِّـۧنَ	مِنۢ بَعْدِهِۦ	وَأَوْحَيْنَآ	إِلَىٰٓ
بیشک ہم	ہم نے وحی بھیجی	آپ کی طرف	جیسے	ہم نے وحی بھیجی	طرف	نوحؑ	اور نبیوں	اس کے بعد	اور ہم نے وحی بھیجی	طرف

ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوحؑ کے پاس بھیجی تھی اور اُن کے بعد اور پیغمبروں کے پاس بھیجی تھی اور ہم نے

إِبْرَٰهِيمَ وَإِسْمَٰعِيلَ وَإِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ وَٱلْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ

إِبْرَٰهِيمَ	وَإِسْمَٰعِيلَ	وَإِسْحَٰقَ	وَيَعْقُوبَ	وَٱلْأَسْبَاطِ	وَعِيسَىٰ	وَأَيُّوبَ	وَيُونُسَ
ابراہیمؑ	اور اسمٰعیلؑ	اور اسحٰقؑ	اور یعقوبؑ	اور اولاد یعقوبؑ	اور عیسیٰؑ	اور ایوبؑ	اور یونسؑ

ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس

وَهَٰرُونَ وَسُلَيْمَٰنَ ۚ وَءَاتَيْنَا دَاوُۥدَ زَبُورًا ﴿١٦٣﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ

وَهَٰرُونَ	وَسُلَيْمَٰنَ	وَءَاتَيْنَا	دَاوُۥدَ	زَبُورًا	وَرُسُلًا	قَدْ قَصَصْنَٰهُمْ	عَلَيْكَ	مِن قَبْلُ
اور ہارونؑ	اور سلیمانؑ	اور ہم نے دی	داؤدؑ	زبور	اور ایسے رسول (جمع)	ہم نے ان کا احوال سُنایا	آپ پر (آپ سے)	اس سے قبل

اور ہارون اور سلیمان کے پاس وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جنکا حال اس سے قبل ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور ایسے

وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ ٱللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ﴿١٦٤﴾ رُّسُلًا مُّبَشِّرِينَ

وَرُسُلًا	لَّمْ	نَقْصُصْهُمْ	عَلَيْكَ	وَكَلَّمَ	ٱللَّهُ	مُوسَىٰ	تَكْلِيمًا	رُّسُلًا	مُّبَشِّرِينَ
اور ایسے رسول	نہیں	ہم نے حال بیان کیا	آپ پر (آپ کو)	اور کلام کیا	اللہ	موسیٰؑ	کلام کرنا (خوب)	رسول (جمع)	خوشخبری سُنانے والے

پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور موسیٰ سے اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر کلام فرمایا ان سب کو خوشخبری دینے والے

وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى ٱللَّهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ ٱلرُّسُلِ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿١٦٥﴾

وَمُنذِرِينَ	لِئَلَّا يَكُونَ	لِلنَّاسِ	عَلَى	ٱللَّهِ	حُجَّةٌۢ	بَعْدَ ٱلرُّسُلِ	وَكَانَ	ٱللَّهُ	عَزِيزًا	حَكِيمًا
ڈرانے والے	تا کہ نہ رہے	لوگوں کے لئے	پر	اللہ	حجت	رسولوں کے بعد	اور ہے	اللہ	غالب	حکمت والا

اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر بھیجا تا کہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے ـــ ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے، اور اللہ تعالیٰ پورے زور والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں

یہود کے سوال کا تفصیلی جواب

گذشتہ رکوع میں ذکر ہوا تھا کہ یہود مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ واقعی نبی ہیں تو ایک ہی دفعہ ایک لکھی ہوئی پوری کتاب آسمان سے ہم پر اتار دو اور جس کو اترتے ہوئے ہم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تو یہود کے اس سوال کا ایک اجمالی اور الزامی جواب تو گذشتہ رکوع ہی میں دیا گیا تھا اب سوال کا تحقیقی و تفصیلی جواب یہاں ان آیات میں اور اگلی آیات میں ارشاد فرمایا جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہود کا یہ کہنا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ پر بھی دفعتہً کوئی پوری کتاب آسمان سے نازل کی

جائے تو یہود کا یہ سوال سراسر جاہلانہ اور معاندانہ ہے۔ اس لئے کہ اثبات نبوت کے لئے یہ سوال کہ توریت کی طرح آپ پر بھی کوئی پوری کی پوری کتاب یکدم نازل کی جائے محض لغو اور مہمل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے جیسے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام وغیرہم کو نبی بنایا ویسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا۔ آپ کی نبوت اور ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں لوگوں کو ان حضرات انبیاء کی نبوت کا علم مختلف معجزات سے ہوا۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرح پوری لکھی ہوئی کتاب یکدم ان میں سے یعنی حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت یونسؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمان علیہم السلام کسی پر نازل نہیں ہوئی۔ تمام نبیوں میں صرف ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے نبی گزرے ہیں جن کو ساری اور پوری کتاب ایک دفعہ ملی تھی ان کے سوا جتنے پیغمبر ہیں ان پر حسب ضرورت وقتاً فوقتاً وحی کا نزول ہوتا رہا۔ پس جس طرح وحی کا تھوڑا تھوڑا اترنا اور لکھی ہوئی کتاب کا یکدم نازل نہ ہونا ان حضرات کی نبوت میں خلل انداز نہیں تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کیسے خلل انداز ہوسکتا ہے؟ غرض یہ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجنے میں خدا تعالیٰ نے وہی طریقہ اختیار کیا جو حضرت نوح حضرت ابراہیم اور دیگر انبیاء کرام کی طرف وحی نازل کرنے میں اختیار کیا اور حضرت داؤد علیہ السلام کو جو زبور عطا کی سو وہ بھی اس کیفیت سے اتری جس کیفیت سے قرآن اترا یعنی زبور بتدریج نازل ہوئی تھی اور یہود زبور کو منزل من اللہ اور داؤد علیہ السلام کو اللہ کا نبی مانتے ہیں۔ تو پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ تسلیم نبوت کے لئے کیوں کیا جاتا ہے۔ یہاں چونکہ مقصود ان آیات سے یہود کے اس شبہ کا جواب دینا ہے کہ تصدیق نبوت کے لئے یکدم لکھی ہوئی پوری کی پوری کتاب کا نازل ہونا ضروری نہیں اس لئے سلسلہ کلام میں دوسرے پیغمبروں کے ناموں کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ اخیر میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اس طرح فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ نے بلاواسطہ فرشتے کے کلام کیا۔ یہ خاص موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت تھی۔ تو کیا اس سے یہ لازم آیا کہ سوائے موسیٰ علیہ السلام کے جن سے خدا نے بلاواسطہ فرشتہ کے کلام نہیں فرمایا وہ نبی نہ ہو؟ اسی طرح کسی نبی کو موسیٰ علیہ السلام کی طرح یکبارگی پوری کتاب نہ ملے تو کیا اس کی نبوت میں کوئی خلل آجائے گا؟ تمام نبیوں پر وحی فرشتہ کے ذریعہ آئی ہے مگر موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے یہ خصوصیت عطا کی کہ خدا نے ان سے پس پردہ کلام کیا اور فرشتہ کا واسطہ درمیان میں نہ رکھا۔ یہ ان پر خدا تعالیٰ کی خاص عنایت تھی اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ جس میں یہ خصوصیت نہ پائی جائے وہ نبی ہی نہیں اسی طرح لکھی ہوئی کتاب کا یکدم نازل ہونا موسیٰ علیہ السلام کی خاص خصوصیت تھی لیکن نبوت کی تو شرط نہیں۔ حق تعالیٰ کی سنت ہے کہ ہر نبی کو کسی خاص فضیلت اور کسی خاص معجزہ سے سرفراز فرمایا ہے کسی میں کوئی فضیلت رکھی کسی میں کوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اپنا کلام سنایا مگر اپنے دیدار سے محروم رکھا اور ہمارے آقا و سردار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں اپنے کلام سے اور اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرمایا غرضیکہ موسیٰ علیہ السلام کی نبوت اس پر موقوف نہیں کہ ان پر لکھی ہوئی کتاب توریت یکدم نازل ہوئی تھی بلکہ اگر بالفرض ان پر نوشتہ خداوندی بھی نازل نہ ہوتا تب بھی ان کا صاحب وحی اور صاحب معجزات ہونا یہ ان کے دعوائے نبوت کی تصدیق کے لئے کافی تھا۔ پس ثابت ہوگیا کہ یہود کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہنا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح لکھی ہوئی کتاب یکدم آپ پر بھی نازل ہونی چاہیے بالکل مہمل اور لایعنی ہے۔

یہود کے سوال کا دوسرا جواب

پھر حق تعالیٰ نے یہاں دنیا میں اپنے رسولوں کو بھیجنے کی غرض و غایت کو بھی ظاہر فرمایا کہ حق تعالیٰ نے بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسول اس لئے بھیجے تاکہ رسولوں کے آنے کے

بعد لوگوں کو اللہ تعالیٰ پر الزام رکھنے کا کوئی عذر نہ رہے۔ یعنی رسولوں کے بھیجنے سے اللہ تعالیٰ کی محض یہ غرض ہے کہ لوگوں کو احکام خداوندی سے آگاہ کریں اور فرمانبرداروں کو انعام خداوندی کی خوشخبری سنادیں اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈرادیں تا کہ قیامت کے دن لوگ خدا کے سامنے یہ عذر نہ کرسکیں کہ ہمیں آپ کے احکام اور مرضیات اور نامرضیات کا علم نہ تھا اگر ہمارے پاس آپ کے پیغمبر آتے تو ہم ضرور ان کا کہنا مانتے۔ تو اس آخری آیت میں بھی یہود کے اسی سوال کا دوسرا جواب ہے اور مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام کے بھیجنے سے مقصود فرمانبرداروں کو بشارت دینا اور نافرمانوں کو ڈرانا ہے خواہ ایک دم کتاب نازل کی جائے یا بتدریج تھوڑی تھوڑی کر کے نازل کی جائے مقصود ہر حال میں حاصل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام سے نوازا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور قرآن کریم پر ایمان رکھنا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو اس نعمت عظمیٰ کے حق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ یا اللہ آپ کا شکر ہے کہ ہم کو آپ نے اپنے ہر پیغمبر پر ایمان رکھنے والا بنایا۔

یا اللہ ہمارے قلوب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ارشاد کے آگے جھکنے کی توفیق عطا فرمادے اور قرآن پاک کے ہر حکم کا ہم کو اتباع نصیب فرمادے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ

لٰكِنِ	اللّٰهُ	يَشْهَدُ	بِمَآ	اَنْزَلَ	اِلَيْكَ	اَنْزَلَهٗ	بِعِلْمِهٖ	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	يَشْهَدُوْنَ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ
لیکن	اللہ	گواہی دیتا ہے	اس پر جو	اس نے نازل کیا	آپ کی طرف	وہ نازل ہوا	اپنے علم کے ساتھ	اور فرشتے	گواہی دیتے ہیں	اور کافی ہے	اللہ

لیکن اللہ تعالیٰ بذریعہ اس کتاب کے جس کو آپ کے پاس بھیجا ہے اور بھیجا بھی اپنے علمی کمال کیساتھ شہادت دے رہے ہیں، اور فرشتے تصدیق کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کی

شَهِيْدًا ۝۱۶۶ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝۱۶۷ اِنَّ

شَهِيْدًا	اِنَّ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَصَدُّوْا	عَنْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	قَدْ ضَلُّوْا	ضَلٰلًا	بَعِيْدًا	اِنَّ
گواہ	بیشک	وہ لوگ جو	اُنہوں نے کفر کیا	اور انہوں نے روکا	سے	اللہ کا راستہ	تحقیق وہ گمراہی میں پڑے	گمراہی	دور	بیشک

شہادت کافی ہے جو لوگ منکر ہیں اور خدائی دین سے مانع ہوتے ہیں بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں بلا شبہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝۱۶۸ اِلَّا طَرِيْقَ

الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَظَلَمُوْا	لَمْ يَكُنِ	اللّٰهُ	لِيَغْفِرَ	لَهُمْ	وَلَا	لِيَهْدِيَهُمْ	طَرِيْقًا	اِلَّا	طَرِيْقَ
وہ لوگ جو	اُنہوں نے کفر کیا	اور ظلم کیا	نہیں ہے	اللہ	کہ بخشدے	انہیں	اور نہ	انہیں ہدایت دے	راستہ (سیدھا)	مگر	راستہ

جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا بھی نقصان کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ انکو کبھی نہ بخشیں گے اور نہ انکو سوائے جہنم کی راہ کے اور کوئی راہ دکھلا دیں گے

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۱۶۹ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ

جَهَنَّمَ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَآ	اَبَدًا	وَكَانَ	ذٰلِكَ	عَلَى اللّٰهِ	يَسِيْرًا	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	قَدْ جَآءَكُمُ
جہنم	رہیں گے	اس میں	ہمیشہ	اور ہے	یہ	اللہ پر	آسان	اے	لوگ	تمہارے پاس آیا

اسطرح پر کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کرینگے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سزا معمولی بات ہے اے تمام لوگو تمہارے پاس یہ رسول

الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

الرَّسُوْلُ	بِالْحَقِّ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	فَاٰمِنُوْا	خَيْرًا	لَّكُمْ	وَاِنْ	تَكْفُرُوْا	فَاِنَّ	لِلّٰهِ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ
رسول	حق کے ساتھ	سے	تمہارا رب	سو ایمان لاؤ	بہتر	تمہارے لئے	اور اگر	تم نہ مانو گے	تو بیشک	اللہ کے لئے	جو	آسمانوں میں

سچی لے کر تمہارے پروردگار کی طرف سے تشریف لائے ہیں سو تم مان لو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر تم منکر رہے تو خدا تعالیٰ کی ملک ہے یہ سب کچھ آسمانوں میں ہے

وَالْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۱۷۰

وَالْاَرْضِ	وَكَانَ	اللّٰهُ	عَلِيْمًا	حَكِيْمًا
اور زمین	اور ہے	اللہ	جاننے والا	حکمت والا

اور زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ پوری اطلاع رکھتے ہیں کامل حکمت والے ہیں

آیات کا شان نزول اور خلاصہ مضامین

یہودیوں کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ آپ نے ان سے فرمایا بخدا تم یقیناً جانتے ہو کہ میں خدا کا برحق

رسول ہوں۔ انہوں نے انکار کر دیا تو اس پر یہ آیت نازل ہو گئیں جن میں بتلایا گیا کہ یہود اپنے ضد و عناد سے آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت نہ دیں تو نہ دیں لیکن واقع میں آپ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اور یہ قرآن آپ کی گواہی دیتا ہے اور فرشتے بھی آپ کی نبوت و رسالت کی گواہی دیتے ہیں اور بالفرض کوئی بھی آپ کی نبوت کی شہادت نہ دے تو خدائے تعالیٰ آپ کی نبوت و رسالت کا کافی گواہ ہے۔ اللہ کی گواہی کے بعد کسی کی گواہی کی ضرورت نہیں۔ پھر ان لوگوں کو وعید سنائی گئی کہ جن لوگوں نے شبہ دور ہو جانے کے بعد بھی آپ کی نبوت کا انکار کیا اور آپ کی بشارتوں اور صفتوں کو چھپایا تو انہیں آخرت میں سیدھا جہنم رسید کیا جائے گا جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے اور یہود اس خیال خام میں نہ رہیں کہ چند روز کے بعد جہنم سے باہر آ جائیں گے اور ان اہل عناد کو ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دینا اللہ پر آسان ہے۔ اس کے لئے اسے کسی اہتمام اور سامان کی ضرورت نہیں۔ پھر رسالت محمدیہ کے متعلق تمام شکوک و شبہات کا جواب دینے کے بعد تمام بنی آدم کو حق کی دعوت دی جاتی ہے کہ دین محمدی میں داخل ہو جاؤ۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول برحق ہیں۔ اللہ کی طرف سے حق کو لے کر آئے ہیں۔ لہذا حق کو قبول کرو اے انسانو اسی میں تمہاری بہتری و بھلائی ہے اور اگر نہیں کرتے تو اللہ کو اس کی پرواہ نہیں۔ اللہ کو تمہارے ایمان کی کوئی حاجت نہیں۔ ایمان لانے میں تمہارا ہی فائدہ ہے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ربوبیت الٰہی اور دعوت الی اللہ

آخری آیت میں بھی اور قرآن پاک میں متعدد اور اکثر جہاں حق تعالیٰ نے دنیا کے لوگوں سے عام خطاب فرمایا ہے وہاں اپنی ذات پاک کا تعارف اپنی شان ربوبیت کے ساتھ فرمایا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں یہی فرمایا کہ اے لوگو تمہارے پاس یہ رسول سچی بات لے کر تمہارے رب کی طرف سے لائے ہیں۔ تو یہاں عام انسانوں کو خطاب کرنے میں اپنے رب ہونے کی صفت حق تعالیٰ نے کیوں بیان فرمائی یہ لفظ رب کے معنیٰ جاننے سے آپ سمجھ جائیں گے۔ رب کے معنیٰ میں علماء نے لکھا ہے کہ رب وہ ہے جو ہر چیز کو جسے اس نے ایجاد کیا ہے کمال کی اس حد تک پہنچا دیتا ہے جو حد اس چیز کے لئے اس نے مقرر فرما دی ہے۔ پس وہ نطفہ کو پشت سے نکالتا پھر اس کو پھٹکی بناتا۔ پھر پھٹکی کو بوٹی پھر بوٹی سے ہڈیاں پیدا کرتا ہے پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے پھر بدن میں جان ڈالتا ہے اور اس کو ایک نئی صورت میں جبکہ وہ ناتواں بچہ ہوتا ہے نکال کھڑا کرتا ہے اور برابر اس کو نشو نما کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو پورا مرد کر دیتا ہے اور ابتدائے حال میں وہ جوان ہوتا ہے۔ پھر اس کو ادھیڑ پھر بوڑھا بنا دیتا ہے اور جو چیز بھی اس نے پیدا کی اس کا یہی طور ہے پس رب وہ ہے جو اس کا نگران اور اس حد پر اس کو پہنچانے والا ہو جو حد کہ اس نے اس کے لئے مقرر کی ہے۔ تو دنیا کا ایک معمولی عقل و ہوش والا انسان اپنی ہی ذات پر غور کرنے سے یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ کوئی اس کا پیدا کرنے والا اور پروردگار اور رب ضرور ہے۔

دُعا کیجئے:

اے ہمارے پاک رب آپ نے جو یہ کلام پاک اپنے مکرم و معظم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے ہم اُس پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں۔ اے اللہ ہم کو اپنے رسول پاک کا پکا اور سچا اُمتی، مطیع و فرمانبردار بن کر زندہ رہنا نصیب فرمائیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین اور کلمہ پر موت نصیب فرمائیے۔ اور حضور کے وفادار غلاموں میں ہمارا حشر فرمائیے۔ یا اللہ ہم ہر حال میں حق کا قبول کرنے والا اور حق پر قائم رہنے والا اور دوسروں کو بھی حق پہنچانے والا بنا دے اور دین اسلام اور قرآن کریم کی صحیح و سچی عظمت اور وقعت ہمارے دلوں میں اتار دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ	لَا تَغْلُوْا	فِيْ دِيْنِكُمْ	وَ	لَا تَقُوْلُوْا	عَلَى اللّٰهِ	اِلَّا	الْحَقَّ	اِنَّمَا	الْمَسِيْحُ	عِيْسَى
اے اہل کتاب!	غلو نہ کرو	اپنے دین میں	اور	نہ کہو	پر (بارہ میں) اللہ	سوائے	حق	اسکے سوا نہیں	مسیح	عیسیٰؑ

اے اہل کتاب تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو اور خدا تعالیٰ کی شان میں غلط بات مت کہو مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اور کچھ بھی نہیں

ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۫ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

ابْنُ مَرْيَمَ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	وَكَلِمَتُهٗ	اَلْقٰهَآ	اِلٰى	مَرْيَمَ	وَ	رُوْحٌ	مِنْهُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ
ابن مریم	رسول	اللہ	اور اس کا کلمہ	اس کو ڈالا	طرف	مریم	اور	رُوح	اس سے	سو ایمان لاؤ	اللہ پر

البتہ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ایک کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم تک پہنچایا تھا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک جان ہیں سو اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۫ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ

وَرُسُلِهٖ	وَلَا	تَقُوْلُوْا	ثَلٰثَةٌ	اِنْتَهُوْا	خَيْرًا	لَكُمْ	اِنَّمَا	اللّٰهُ	اِلٰهٌ وَّاحِدٌ	سُبْحٰنَهٗ	اَنْ
اور اس کے رسول	اور نہ	کہو	تین	باز رہو	بہتر	تمہارے لئے	اسکے سوا نہیں	اللہ	معبودِ واحد	وہ پاک ہے	کہ

اور اُس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ اور یوں مت کہو کہ تین ہیں باز آجاؤ تمہارے لئے بہتر ہوگا معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے

يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۷۱﴾

يَّكُوْنَ	لَهٗ	وَلَدٌ	لَهٗ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَكَفٰى	بِاللّٰهِ	وَكِيْلًا
ہو	اس کا	اولاد	اس کا	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	اور کافی ہے	اللہ	کارساز

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں سب اُس کی ملک ہیں اور اللہ تعالیٰ کار ساز ہونے میں کافی ہیں

دین میں غلو نہ کرو

گذشتہ رکوع میں یہود کے عقیدۂ تفریط کی برائی بیان ہوئی تھی کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تنقیص کی اور آپ کی شان کو گھٹایا۔ اور آپ کے قتل کے درپے ہوئے اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام کو مہتم کیا۔ اب اس کے بعد نصاریٰ کے عقیدۂ افراط کی برائی بیان فرمائی جاتی ہے کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کی تعظیم کو حد سے بڑھایا اور یہاں تک مبالغہ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا اور خدا کا بیٹا (معاذ اللہ) کہا۔ اس لئے یہود کے بعد اس آیت میں خاص طور سے نصاریٰ کو نصیحت کی جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق غلط عقیدہ اختیار نہ کریں اور ان کی تعظیم میں غلو نہ کریں کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا۔ یا تیسرا خدا بنا دیا چنانچہ یہاں آیت میں سب سے پہلے ارشاد ہوتا ہے۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ

اے اہل کتاب یعنی انجیل والو! اپنے دین میں مبالغہ نہ کرو یعنی حد سے آگے نہ بڑھو اور اللہ کی نسبت سوائے حق کے کوئی لفظ نہ کہو۔

نزول قرآن کے وقت نصاریٰ جن بڑے بڑے فرقوں میں تقسیم تھے ان کے عقیدہ مختلف اور جدا جدا اصولوں پر مبنی تھے۔

ایک فرقہ کہتا تھا کہ مسیح عین خدا ہیں اور خدا ہی بشکل مسیح دنیا میں اتر آیا ہے۔

دوسرا فرقہ کہتا تھا مسیح ابن اللہ ہیں یعنی خدا کے بیٹے ہیں

تیسرا فرقہ کہتا تھا کہ وحدت کا راز تثلیث میں پوشیدہ ہے یعنی تین ایک میں ہیں اور ایک تین میں ہے۔ تین سے مراد ان کا باپ بیٹا مریم ہیں اور ایک دوسرا گروہ تین سے مراد باپ بیٹا اور روح القدس لیتا تھا۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ثالث ثلاثہ یعنی تین میں کا ایک تسلیم کرتے غرضیکہ حق تعالیٰ نے اس آیت میں چاروں فرقوں کے عقائد کی تردید فرما دی۔ اور بتلا دیا کہ اے اہل کتاب دین میں غلو اور مبالغہ مت کرو یعنی حد سے تجاوز نہ کرو اور جو باتیں دین میں نہیں ہیں ان کو اپنی طرف سے دین میں مت داخل کرو۔ اپنی طرف سے دین میں کسی بات کو داخل کرنا درحقیقت اللہ پر جھوٹ بولنا ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم نہیں دیا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنا خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے وہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے نہ کوئی اس کا شریک ہے اور نہ کوئی اس کی بیوی ہے اور نہ کوئی اولاد ہے۔ خدا تعالیٰ اس سب سے پاک اور منزہ ہے۔ غرضیکہ نصاریٰ کے یہ سب عقیدے باطل ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح تعارف

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چار وصف بیان فرمائے گئے:۔

پہلا وصف یہ فرمایا گیا کہ وہ ابن مریم ہیں۔ یعنی بحکم خداوندی بغیر باپ کے صرف ماں سے پیدا ہوتے ہیں اور یہ معاذ اللہ کسی فعل بد کی بناء پر نہیں جیسا کہ یہود بے بہبود حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگاتے ہیں اور نہ وہ معاذ اللہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں۔

دوسرا وصف یہ فرمایا کہ وہ رسول اللہ ہیں یعنی خدا کے رسول تھے۔ اس میں یہود کا بھی رد ہے اور نصاریٰ کا بھی۔ یہود تو آپ کو خدا کا رسول ہی تسلیم نہیں کرتے تھے بلکہ معاذ اللہ آپ کو جھوٹا اور جادوگر کہتے تھے۔ اور نصاریٰ آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے کہ خدا نے مریم کے پیٹ میں حلول کیا اور انسانی صورت میں ظاہر ہوا لفظ رسول اللہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے دونوں یہود و نصاریٰ کا رد فرمایا۔

تیسرا وصف یہ فرمایا کہ وہ اللہ کا کلمہ تھے۔ یعنی صرف کلمہ ''کن'' سے بلا اسباب ظاہری کے پیدا ہوئے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کسی بچہ کی پیدائش میں دو عامل کارفرما ہوتے ہیں ایک عامل نطفہ ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا کلمہ کن فرمانا جس کے بعد وہ بچہ وجود میں آ جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں چونکہ پہلا عامل موجود نہیں تھا اس لئے دوسرے عامل کی طرف نسبت کر کے آپ کو کلمۃ اللہ کہا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مادی اسباب کے واسطہ کے بغیر صرف اللہ کے کلمہ سے پیدا ہوئے ہیں۔

چوتھا وصف روح منہ فرمایا یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے ایک پاکیزہ اور لطیف روح ہیں۔ روح نفخ یعنی پھونک کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم کے گریبان میں اللہ کے حکم سے پھونک دیا تھا اور اسی سے حمل قرار پا گیا چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بطور معجزہ کے صرف قدرت خداوندی نفخ سے پیدا ہو گئے تھے اس لئے آپ کو روح اللہ کہا گیا۔

عقیدۂ ابنیت کا ابطال

اب آگے عقیدہ تثلیث کے ابطال کے بعد عقیدۂ ابنیت کو باطل فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا

معبود حقیقی تو ایک ہی معبود ہے اور وہ صاحب اولاد ہونے سے منزہ ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجودات ہیں سب اس کی ملک ہیں اور ایک دلیل توحید کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کارساز ہونے میں کافی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سواسب کارسازی میں ناکافی اور محتاج الی الغیر اور ایک حد پر جا کر عاجز ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کسی مددگار کی ضرورت نہیں یہ بھی ایک دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے صفات کمال کی اور اس وجہ سے الوہیت صرف اسی کو سزاوار ہے۔

تو یہاں پوری دلیل کا خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اولاد کے جھگڑے سے پاک ہے کیونکہ اولاد ہونے سے دو اغراض وابستہ ہوتی ہیں۔ ایک باپ کی ایک اولاد کی۔ باپ کا تو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اولاد

باپ کی معین ومددگاراوراس کے کاروبار کی تکمیل میں مددگار رہوتی ہے اولادکا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے مال ومتاع کی حقدار ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں کیونکہ وہ اکیلے سب کے کام بناتے ہیں ان کو مددگار کی ضرورت نہیں پھر وہ تنہا زمین وآسمان اور مافیہا کے مالک ہیں اس کی ملکیت کا کوئی شریک نہیں خلاصہ یہ کہ اس آیت میں عیسائیوں کے باطل عقائد کا رد فرما کر ان کو حقیقی توحید کی طرف دعوت دی گئی ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو یہودیت ونصرانیت سے بچا کر اسلام وایمان عطا فرمایا۔

یا اللہ ہم کو اسلام کامل اور ایمان صادق نصیب فرما۔

اے اللہ ہم کو حقیقی توحید نصیب فرما اور دین میں صراط مستقیم پر استقامت عطا فرما۔

یا اللہ یہود ونصاریٰ کی طرح دین میں افراط وتفریط اور غلو سے امت مسلمہ کو بچایئے گا۔

اے اللہ ہم کو دین کی طرح دین میں افراط وتفریط اور غلو سے امت مسلمہ کو بچایئے گا۔

اے اللہ ہم کو دین اسلام پر پختگی سے قائم رہنے اور اسی پر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ دین میں افراط وتفریط کا مرض اب امت مسلمہ کے افراد میں بھی پیدا ہو گیا ہے اور بعض نے باوجود دعوے اسلام کے گمراہ کن عقائد اختیار کر لئے ہیں۔ یا اللہ ہم کو حقیقی اور سچا اسلام نصیب فرما جس کی تعلیم قرآن وسنت سے ہم کو ملتی ہے۔

یا اللہ باطل عقائد اور خلاف شرع رسوم سے جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہیں ہمیں کامل طور پر بچا لیجئے اور ظاہراً و باطناً عقائد میں ہم کو اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع اور پیروی نصیب فرمایئے۔

یا اللہ یہود ونصاریٰ کے اتباع کا مرض اور بے دینی بھی امت مسلمہ میں گھس آئی ہے۔ اس بے دینی سے بچنے کی ہم کو توفیق عطا فرما اور اسلام پر استقامت نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ	الْمَسِيْحُ	اَنْ	يَّكُوْنَ	عَبْدًا	لِّلّٰهِ	وَلَا	الْمَلٰٓئِكَةُ	الْمُقَرَّبُوْنَ	وَمَنْ
ہرگز عار نہیں	مسیح	کہ	ہو	بندہ	اللہ کا	اور نہ	فرشتے	مقرب (جمع)	اور جو

مسیح ہر گز خدا کے بندے بننے سے عار نہیں کریں گے اور نہ مقرب فرشتے اور جو شخص

يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

يَّسْتَنْكِفْ	عَنْ	عِبَادَتِهٖ	وَيَسْتَكْبِرْ	فَسَيَحْشُرُهُمْ	اِلَيْهِ	جَمِيْعًا	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا
عار کرے	سے	اس کی عبادت	اور تکبر کرے	تو عنقریب انہیں جمع کرے گا	اپنے پاس	سب	پھر	جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے

خدا تعالیٰ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو خدا تعالیٰ ضرور سب لوگوں کو اپنے پاس جمع کریں گے پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے

الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا

الصّٰلِحٰتِ	فَيُوَفِّيْهِمْ	اُجُوْرَهُمْ	وَيَزِيْدُهُمْ	مِّنْ	فَضْلِهٖ	وَاَمَّا	الَّذِيْنَ	اسْتَنْكَفُوْا
نیک	انہیں پورا دے گا	اور ان کے اجر	اور انہیں زیادہ دے گا	سے	اپنا فضل	اور پھر	وہ لوگ جو	انہوں نے عار سمجھا

اچھے کام کئے ہوں گے تو اُن کو تو اُن کا پورا ثواب دیں گے اور اُن کو اپنے فضل سے اور زیادہ دیں گے اور جن لوگوں نے عار کیا ہوگا

وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ۬ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا

وَاسْتَكْبَرُوْا	فَيُعَذِّبُهُمْ	عَذَابًا	اَلِيْمًا	وَلَا يَجِدُوْنَ	لَهُمْ	مِّنْ	دُوْنِ	اللّٰهِ	وَلِيًّا
اور انہوں نے تکبر کیا	تو انہیں عذاب دے گا	عذاب	دردناک	اور وہ نہ پائیں گے	اپنے لئے	سے	سوائے	اللہ	دوست

اور تکبر کیا ہوگا تو اُن کو سخت درد ناک سزا دیں گے اور وہ لوگ کسی غیر اللہ کو اپنا یار

وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا

وَلَا	نَصِيْرًا	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ	قَدْ جَآءَكُمْ	بُرْهَانٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَاَنْزَلْنَا	اِلَيْكُمْ	نُوْرًا
اور نہ	مددگار	اے لوگو!	تمہارے پاس آچکی	روشن دلیل	سے	تمہارا رب	اور ہم نے نازل کیا	تمہاری طرف	روشنی

اور مددگار نہ پاویں گے اے لوگو یقیناً تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہارے پاس ایک صاف نور

مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ

مُّبِيْنًا	فَاَمَّا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	بِاللّٰهِ	وَاعْتَصَمُوْا	بِهٖ	فَسَيُدْخِلُهُمْ	فِيْ رَحْمَةٍ	مِّنْهُ
واضح	پس	جو لوگ ایمان لائے	اللہ پر	اور مضبوط پکڑا	اس کو	وہ انہیں عنقریب داخل کرے گا	رحمت میں	اس سے (اپنی)

بھیجا ہے سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور انہوں نے اللہ کو مضبوط پکڑا سو ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کریں گے

وَفَضْلٍ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾

مُّسْتَقِيْمًا	صِرَاطًا	اِلَيْهِ	يَهْدِيْهِمْ	وَ	وَفَضْلٍ
سیدھا	راستہ	اپنی طرف	انہیں ہدایت دے گا	اور	اور فضل

اور اپنے فضل میں اور اپنے تک اُن کو سیدھا راستہ بتلادیں گے

شان نزول

نجران کے عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ہمارے یسوع مسیح پر عیب لگاتے ہیں اوران کا رتبہ گھٹاتے ہیں۔ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور آپ ان کو خدا کا بندہ بتاتے ہیں۔ اس سے ان کی کسر شان اور تنقیص ہوتی ہے حالانکہ ان سے خدائی افعال سرزد ہوتے تھے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اور مادرزاد اندھوں کو اچھا کرتے تھے ایسی برگزیدہ ذات کو خدا کا بندہ کہنا یہ ان کی تنقیص اور تحقیر ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کا بندہ بننا تو کسی کے لئے بھی عار نہیں۔ نہ کسی کو اس سے انکار ہوسکتا ہے اسی وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں یہ قرآنی آیات نازل ہوئیں۔

اللہ کا بندہ ہونا عیب و عار نہیں ہے

یہاں بتلایا گیا کہ اللہ کا بندہ ہونا اور اس کی عبادت کرنا اور اس کے حکموں کو بجالانا تو اعلیٰ درجہ کی شرافت وعزت ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ المقربین سے کوئی اس نعمت کی قدر و قیمت پوچھے ان کو اللہ کا بندہ بننے سے کیسے ننگ و عار آسکتا ہے۔ البتہ ذلت اور غیرت تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے بندگی میں ہے جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح کو ابن اللہ اور معبود مان لیا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر ان کی اور بتوں کی عبادت کرنے لگے اور جبرئیل علیہ السلام جو ملائکہ مقربین میں سے ہیں ان کو بھی اللہ کا ایک جزو مانتے ہیں سو ان کے لئے ہمیشہ کو عذاب اور ذلت ہے تو ذلت و عذاب تو خدا کی بندگی سے انکار میں ہے نہ کہ خدا کی عبادت اور بندگی میں۔

حاصل مقصود ان آیات کا یہ نکلا کہ جب حضرت عیسیٰ اور تمام مقرب فرشتوں کو سرتابی اور سرکشی کا نتیجہ بد معلوم ہے اور ان کو یقین ہے کہ قیامت کے دن سرکشوں کی کوئی دوستی اور حمایت کرنے والا نہ ہو گا تو وہ کس طرح بندہ خدا ہونے سے عار کر سکتے ہیں اور کیونکہ عبادت الٰہی سے انکار کر سکتے ہیں اور نصاریٰ خود اس بات کے مقر ہیں کہ حضرت مسیح رات بھر زیتون کی پہاڑی پر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے تو ظاہر ہے کہ ذوق و شوق سے خدا کی عبادت وہی کرے گا جو خدا کی بندگی کو اعلیٰ درجہ کی عزت و رفعت سمجھے گا۔ تو جب حضرت مسیح خود عبدیت اور بندگی کے مقر ہیں تو پھر ان کے لئے شریک الوہیت کا عقیدہ کیسے درست ہوا۔ اس طرح نصاریٰ کو دعوت دی گئی کہ تم حضرت مسیح کے متعلق باطل عقائد پر قائم مت رہو اور دعوت توحید کو قبول کرلو۔

دعوت عام

نصاریٰ کے خطاب خاص کے بعد عام لوگوں سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور سب کو تاکید فرمائی جاتی ہے کہ اے لوگو تمہارے پاس رب العالمین کی طرف سے حجۃ کامل اور نور روشن یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک اور قرآن کریم پہنچ چکا جو ہدایت کے لئے کافی ہے اور اب اس کے بعد کسی تامل اور تردد کی گنجائش نہیں۔ اس اعلان کے بعد اللہ وحدہ لاشریک پر ایمان لانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ماننے والے اور اللہ کی آخری کتاب قرآن کریم کو مضبوطی سے پکڑنے والے کے لئے آخرت کے انعام و اکرام کا وعدہ فرمایا جاتا ہے اور ان کو جنت میں داخلہ کی بشارت سنائی جاتی ہے۔

برہان

یہاں اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو

تمام عالم کے لئے برھان یعنی دلیل فرمایا گیا اور قرآن پاک کو نور مبین فرمایا گیا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو لفظ برہان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ آپ کی ذات مبارک اور آپ کے اخلاق کریمانہ آپ کے معجزات اور آپ پر کتاب کا نزول۔ یہ سب چیزیں آپ کی نبوت اور آپ کی رسالت کے کھلے کھلے دلائل ہیں جس کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت باقی نہیں رہتی تو یوں سمجھنا چاہیے کہ آپ کی ذات مبارک خود ہی ایک مجسم دلیل ہے۔ اس لئے آپ کے بعد پھر آپ کے برخلاف طریقہ اختیار کرنا صریح حق کے خلاف کرنا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید کا نور مبین ہونا بھی ظاہر ہے کہ چند برسوں میں قرآن پاک نے اطراف عالم میں ہدایت کے چشمے بہا دیئے اور بت پرستوں، مشرکوں اور درندہ صفت انسانوں کو فرشتہ صفت بنا دیا۔

ایمان واعتصام

یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ جو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرنے اور صراط مستقیم دکھانے کا وعدہ فرما رہے ہیں وہ دو شرطوں کے ساتھ ہے۔ ایک اٰمنو باللّٰہ دوسرے واعتصمو بہ۔ یعنی ایک اللہ پر ایمان لانا اور دوسرے اللہ کے دین کو مضبوط پکڑنا۔ تو معلوم ہوا کہ یہاں جن انعامات کا وعدہ کیا جارہا ہے ان کے لئے صرف ایمان لانا ہی کافی نہیں بلکہ واعتصموا بھی لازم ہے یعنی شریعت محمدیہ کو یا قرآن پاک کو یا دین اسلام کو مضبوطی سے پکڑنا اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان کے ساتھ عمل صالحہ اور شریعت محمدیہ کا اتباع کامل ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ایمان کے ساتھ ہم کو عمل صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں اور اپنا پکا اور سچا بندہ بن کر زندہ رہنے اور اسی حالت میں مرنے کی سعادت عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو دین اسلام کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے اور اس پر مستقیم رہنے کی دولت عطا فرما۔

یا اللہ آپ نے جو اس آیت میں وعدہ فرمایا ہے ہم کو بھی اس کا مصداق بنا دے اور دنیا میں صراط مستقیم پر قائم رکھ کر آخرت میں اپنے فضل ورحمت میں داخل فرمادے۔

یا اللہ ہم کو حقیقی توحید کے ساتھ شریعت اسلامیہ کا اتباع کامل نصیب فرما اور اپنی بندگی وعبادت کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ آپ نے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور قرآن کریم کو بھیج کر دنیا والوں پر اپنی حجت پوری فرمادی۔

یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کا قدر دان بنایئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کا اتباع کامل نصیب فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَیْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗۤ اُخْتٌ

یَسْتَفْتُوْنَكَ	قُلِ	اللّٰهُ	یُفْتِیْكُمْ	فِی الْكَلٰلَةِ	اِنِ	امْرُؤٌا	هَلَكَ	لَیْسَ	لَهٗ وَلَدٌ	وَلَهٗ	اُخْتٌ
آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں	کہدیں	اللہ	تمہیں حکم بتاتا ہے	کلالہ (کے بارہ) میں	اگر	کوئی مرد	مرجائے	نہ ہو	اس کی کوئی اولاد	اور اس کی ہو	ایک بہن

لوگ آپ سے حکم دریافت کرتے ہیں، آپ فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی شخص مر جاوے جس کے اولاد نہ ہو اور اُس کے ایک بہن ہو

فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ یَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَیْنِ

فَلَهَا	نِصْفُ	مَا تَرَكَ	وَهُوَ	یَرِثُهَا	اِنْ	لَّمْ یَكُنْ	لَهَا	وَلَدٌ	فَاِنْ	كَانَتَا	اثْنَتَیْنِ
تو اسکے لئے	نصف	جو اس نے چھوڑا (ترکہ)	اور وہ	اسکا وارث ہوگا	اگر	نہ ہو	اس کا	کوئی اولاد	پھر اگر	ہوں	دو بہنیں

تو اُس کو اُس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور وہ شخص اس کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہ ہو اور اگر بہنیں دو ہوں

فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

فَلَهُمَا	الثُّلُثٰنِ	مِمَّا	تَرَكَ	وَاِنْ	كَانُوْا	اِخْوَةً	رِجَالًا	وَنِسَآءً	فَلِلذَّكَرِ	مِثْلُ	حَظِّ
تو انکے لئے	دو تہائی	اس سے جو	اس نے چھوڑ (ترکہ)	اور اگر	ہوں	بھائی بہن	کچھ مرد	اور کچھ عورتیں	تو مرد کے لیے	برابر	حصہ

تو ان کو اُس کے کل ترکہ میں سے دو تہائی ملیں گھے اور اگر وارث چند بھائی بہن ہوں مرد اور عورت تو ایک مَرد کو دو عورتوں کے حصہ

الْاُنْثَیَیْنِ ؕ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿١٧٦﴾

الْاُنْثَیَیْنِ	یُبَیِّنُ	اللّٰهُ	لَكُمْ	اَنْ تَضِلُّوْا	وَاللّٰهُ	بِكُلِّ	شَیْءٍ	عَلِیْمٌ
دو عورت	کھول کر بیان کرتا ہے	اللہ	تمہارے لیے	تا کہ بھٹک نہ جاؤ	اور اللہ	ہر	چیز	جانے والا

کے برابر اللہ تعالیٰ تم سے اِس لئے بیان کرتے ہیں کہ تم گمراہی میں نہ پڑو، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

شانِ نزول

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت جابرؓ بے ہوش تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا بچا ہوا پانی حضرت جابرؓ پر چھڑکا جس سے ان کو ہوش آ گیا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں جب ہوش میں آ گیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کلالہ ہوں میری میراث کیسے تقسیم ہوگی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

''کلالہ'' کی میراث کی تقسیم

کلالہ اس کو کہتے ہیں کہ جس کے نہ اولاد ہو نہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا اور پوتی اور نہ ماں باپ' کلالہ کی میراث کے متعلق شروع سورۃ میں بھی ایک حکم آ چکا ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت جس کی میراث دوسروں کو ملے گی کلالہ ہو یعنی نہ باپ دادا ہوں نہ بیٹے پوتے صرف بھائی بہن ہوں ایک یا زائد وہ بھی حقیقی یا سگے بھائی بہن نہیں بلکہ سوتیلے ماں شریک بھائی بہن ہوں یعنی جن کی ماں تو ایک ہو اور باپ مختلف ہوں جن کو علم فرائض میں اخیافی بھائی بہن کہتے ہیں ان کی میراث کا حصہ شروع سورۃ میں بیان ہوا تھا یہاں اس آیت میں ایسے کلالہ کی

میراث کا بیان ہے کہ جس کے حقیقی یعنی سگے بھائی بہن یا علاتی یعنی ایسے سوتیلے بہن و بھائی کہ جنکا باپ ایک ہو اور ماں مختلف ہو جن کو علم فرائض میں علاتی بھائی بہن کہتے ہیں ان کی میراث کا حکم اس آیت میں سورۃ کے اخیر میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے میراث کلالہ کے باب میں یعنی جس کے نہ اولاد ہوں نہ ماں باپ ہوں حکم دریافت کرتے ہیں آپ جواب میں فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو کلالہ کے باب میں یہ حکم دیتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مر جائے اور جس کے کوئی اولاد نہ یعنی نہ بیٹا نہ بیٹی نہ پوتا نہ پوتی اور نہ ماں باپ ہوں اور اس کے سگی یا باپ شریک (علاتی) بہن ہو تو اس بہن کو اس کے تمام ترکہ کا نصف ملے گا اور اگر وہ شخص جس کا اوپر ذکر ہوا وہ تو زندہ رہے اور اس کی بہن مذکورہ مر جائے تو یہ بھائی اپنی بہن کے کل ترکہ کا وارث ہوگا بشرطیکہ اس بہن کے کوئی اولاد نہ ہو اور نہ والدین ہوں یعنی اگر کوئی عورت مر جائے اور اس کے اولاد نہ ہو اور نہ والدین ہوں اور صرف ایک سگا بھائی یا ایک علاتی بھائی یعنی باپ شریک بھائی چھوڑے تو وہ بھائی اپنے اس بہن کے کل مال کا وارث ہوگا۔ (لیکن ماں شریک بھائی کا یہ حکم نہیں اس کا صرف چھٹا حصہ ہے جیسا کہ شروع سورۃ میں حکم گزر چکا (یہ تو ایک بہن کا بیان تھا۔ اب اگر شخص مذکور مر جائے اور ویسی ہی اس کی دو بہنیں یا زیادہ ہوں تو ان کا حصہ اس مال کا دو تہائی ہے اور دو سے زیادہ بہنوں کا بھی یہی حکم ہے اور اگر ایسی میت کہ جس کے نہ اولاد ہے نہ والدین خواہ وہ میت مرد ہو یا عورت وارث چند بھائی بہن ہوں یعنی ایک سے زائد ہوں تو ترکہ اس طرح تقسیم ہوگا کہ ایک مرد کو دو عورتوں کے حصہ کے برابر یعنی بھائی کو دوہرا اور بہن کو اکہرا'' چونکہ اس سورۃ میں بہت سے احکام اصول فروغ بیان ہوئے ہیں۔ اس لئے سورۃ کے اخیر میں حق تعالیٰ اپنا احسان بیان فرماتے ہیں۔

اور ارشاد ہوتا ہے ''اللہ تعالیٰ تم سے دین کی باتیں اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ تم ناواقفی سے گمراہی میں نہ پڑو اور کسی کو حق سے کم یا زائد میراث میں سے نہ دیدو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ محض اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اور ان کو گمراہی سے بچانے کی غرض سے اپنے احکام صادقہ بیان فرماتے ہیں جیسے یہاں میراث کلالہ کو بیان فرما دیا تو اب جو اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی کی قدر نہ کرے بلکہ اس کے حکم سے انحراف کرے تو یہ گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔''

اس سے معلوم ہو گیا کہ بندوں کو جملہ احکام خداوندی کی اطاعت وتابعداری لازم ہے اگر ایک معمولی اور جزوی امر میں بھی خلاف کریں گے تو وہ گمراہی ہے پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اور صفات کمال میں اس کے حکم کا خلاف کرتے ہیں اور اپنی عقل اور اپنی خواہش کو اس کے مقابلہ میں اپنا مقتدا اور رہبر بناتے ہیں تو ان کی ضلالت وشقاوت کا کیا ٹھکانہ۔

سورۃ کے آغاز واختتام میں ربط

اس سورۃ کا آغاز حق تعالیٰ کی کمال قدرت کے بیان سے ہوا اور اختتام کمال علم کے بیان پر ہوا اور کمال قدرت اور کمال علم ہی سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، ربوبیت اور الوہیت کا اثبات ہوتا ہے پس بندوں کا فرض ہے کہ اس قدیر وعلیم کے احکام کی بے چون وچرا تعمیل کریں اور دل وجان سے اس کے اوامر ونواہی کے پابند رہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی اور اپنے احکام کی عظمت ہمارے قلوب میں اتار دیں تاکہ احکام الٰہیہ کی اطاعت وتابعداری ہمارے لئے آسان ہو جائے۔ آمین۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو میراث احکام کی خصوصی عظمت واہمیت عطا فرما تاکہ اس معاملہ میں آپ کے احکام کے خلاف ورزی نہ ہو۔

یا اللہ میراث کے مسائل واحکام جاننے اور معلوم کرنے کی ہم کو توفیق مرحمت فرما اور آپ نے اپنی حکمت کاملہ سے میراث میں جس کا جو حصہ مقرر فرما دیا ہے اس کی پابندی ہم کو نصیب فرما اور اس معاملہ میں ادنیٰ کوتاہی سے بھی بچنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ آپ نے اپنے بندوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے اپنے احکام قرآن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے بتلا دیئے۔

یا اللہ ہم کو اپنے جملہ احکام کی اطاعت نصیب فرما اور اپنے احکام کی مخالفت اور انحراف کی شقاوت وبدنصیبی سے بچالے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ وَّھِیَ مِائَۃٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰیَۃً وَّسِتَّۃَ عَشَرَ رُکُوْعًا

اس سورۃ کا نام مائدہ کیوں ہے

اس سورۃ کے پندرھویں رکوع میں مائدہ کا لفظ آیا ہے۔ مائدہ عربی میں کھانوں سے سجے ہوئے خوان کو کہتے ہیں ۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آسمان سے مائدہ یعنی کھانے کا خوان ان کے لئے اترے۔اس واقعہ کا اس سورۃ میں بیان ہے اس لئے اسی کو علامت کے طور پر اس سورۃ کے نام کی حیثیت دے دی گئی۔اس سورۃ کو سورۃ العقود بھی کہا جاتا ہے لفظ عقود جو جمع ہے عقد کی جس کے معنیٰ عہد و اقرار کے ہیں۔یہ لفظ اس کے پہلے ہی جملہ میں آیا ہے لیکن مشہور نام مآئدہ ہی ہے۔

سورۂ مائدہ کب اور کہاں نازل ہوئی

یہ سورۃ مدنی ہے اور مدنی سورتوں میں بعض حضرات نے اس کو آخری سورۃ بھی کہا ہے۔بعض نے سورۂ اذا جآء نصر اللہ کو آخری سورۃ کہا ہے اس سورۂ مائدہ کے بعض اجزاء سفر حدیبیہ میں اور بعض فتح مکہ کے سفر میں اور بعض حجۃ الوداع کے سفر میں نازل ہوئے ہیں۔ اس طرح زمانہ نزول اس سورۃ کا ٦ھ سے ١٠ھ تک کا ہے۔اسی سورۃ کی مشہور آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا میدان عرفات میں ۹ ذی الحجہ ١٠ھ کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر نازل ہوئی جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری اور زبردست انعام اور اسلام کا طرۂ امتیاز ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے ہر طرح کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے ہمیشہ کو پسند کر لیا یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا۔اس کو منسوخ کر کے دوسرا دین تجویز نہ کیا جائے گا۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ سے منقول ہے کہ سورۂ مائدہ ان میں سے ہے جو نزول قرآن کے آخری دور میں نازل کی گئی ہیں۔اس میں جو چیز حلال کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حلال اور جو چیز حرام کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حرام سمجھو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی روایت ہے کہ سورۂ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو اخیر میں نازل ہوئیں جو اس میں حلال پاؤ اس کو حلال جانو اور جو حرام پاؤ اس کو حرام جانو۔مسند احمد میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے کہ سورۂ مائدہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت نازل ہوئی جبکہ آپ سفر میں اونٹنی پر سوار تھے نزول وحی کے وقت جو غیر معمولی بوجھ اور گرانی ہوا کرتا تھا حسب دستور اس وقت بھی ہوا یہاں تک کہ اونٹنی عاجز ہو گئی تو آپ اس سے نیچے اتر آئے۔یہ سفر بظاہر حجۃ الوداع کا سفر ہے۔جو ١٠ھ میں واقع ہوا اور اس سے واپسی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی حیاۃ مبارکہ تقریباً ۹۰ دن رہی۔اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ سورۃ قرآن کے آخری مراحل میں نازل ہوئی ہے۔موجودہ ترتیب قرآنی کے لحاظ سے یہ قرآن پاک کی پانچویں سورۃ ہے مگر بحساب نزول اس کا شمار جنہوں نے اس کو آخری سورۃ تسلیم کیا ہے ۱۱۴ لکھا ہے۔اس میں ۱۲۰ آیات ١٦ رکوعات ۲۸۴۲ کلمات اور ۱۲۴۶۴ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ مائدہ کے مضامین

یہ سورتیں تین بڑے بڑے مضامین پر مشتمل ہے:۔

(۱) اہل اسلام کو مذہبی، تمدنی اور سیاسی زندگی کے متعلق مزید احکام و ہدایات دی گئی ہیں۔مثلاً سفر حج کے آداب، کھانے پینے کی چیزوں میں حلال و حرام کے حدود، وضو، غسل اور تیمم کے قاعدے، بغاوت اور چوری کی سزائیں، قسم توڑنے کا کفارہ، حرمت شراب وغیرہ کے احکام بتلائے گئے۔

(۲) اہل اسلام کو نصیحت کہ اب چونکہ تم ایک حکمران قوم بن چکے ہو اس لئے سخت آزمائش کے دور میں قدم رکھ رہے ہو اس آزمائش سے حسن و خوبی اور سلامتی کے ساتھ کس طرح نکل سکتے ہو؟

(۳) یہود و نصاریٰ کو نصیحت۔یہود کا زور ٹوٹ چکا تھا اور شمالی عرب کی تقریباً تمام یہودی بستیاں مسلمانوں کی زیر نگیں آ گئی تھیں۔ اس موقعہ پر ان کو پھر دعوت حق اور ان کے غلط رویہ پر تنبیہ کی گئی۔

(۴) اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعات کا بیان ہے اور اسی پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ اس سورۃ میں تمام سورتوں سے زیادہ احکام شریعت بیان کئے گئے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ

بِالْعُقُوْدِ	اَوْفُوْا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا	يٰۤاَيُّهَا
عہد۔قول	پورا کرو	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	اے

اے ایمان والو اپنے عہدوں کو پورا کرو۔

اپنے وعدوں اور معاہدوں کو پورا کرو

اس سورۃ کی پہلی آیت کا یہ پہلا جملہ ہے اور یہ قرآنی فصاحت و بلاغت اور جامعیت کا ایک نمونہ ہے کہ اس ایک چھوٹے سے جملہ کی تشریح وتفسیر میں مفسرین نے سینکڑوں صفحات لکھے ہیں۔اس میں پہلے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا سے خطاب فرما کر مضمون کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔کہ اس کے بعد جو حکم دیا جاتا ہے وہ عین ایمان کا تقاضا ہے۔

یہاں سورۃ کے شروع ہی میں یہ حکم دیا گیا کہ ان عہدوں کو جو تم نے خدا تعالیٰ سے باندھے ہیں پورا کرو خواہ وہ براہ راست حق تعالیٰ سے متعلق ہوں یا بندوں سے متعلق ہوں یا دنیا سے متعلق ہوں یا آخرت سے متعلق ہوں۔اس میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے ایمان وطاعت کے متعلق لئے ہیں یا وہ معاہدات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نازل کئے ہوئے احکام حلال وحرام سے متعلق اپنے بندوں سے لئے ہیں۔

اس میں وہ معاہدات بھی شامل ہیں جو بندے آپس میں ایک دوسرے سے کر لیا کرتے ہیں۔جیسے معاہدہ نکاح' معاہدۂ خرید وفروخت' معاہدۂ شرکت وتجارت وغیرہ ان تمام معاہدات میں جو جائز شرطیں آپس میں طے ہو جائیں اس قرآنی حکم کی رو سے ان کی پابندی ہر فریق پر لازم و واجب ہے اور جائز کی قید اس لئے لگائی گئی کہ خلاف شرع شرط لگانا یا اس کا قبول کرنا کسی کے لئے جائز نہیں۔پھر اس میں وہ معاہدہ بھی شامل ہے جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ مان لے یا قسم کھا کر کوئی چیز اپنے ذمہ لازم کر لے۔

الغرض کہ عہد اور وعدہ واقرار کا پورا کرنا دین کی خاص نشانی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے اندر ایفائے عہد کی صفت نہیں اس کا دین کامل نہیں۔پھر ایفائے عہد کا حق دار سب سے پہلے خود ہمارا رب ہے۔ہم نے کلمہ لآ الٰہ الا اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو معبود حقیقی ماننے کا اقرار کیا اور صرف اسی کی عبادت اور بندگی کرنے اور اسی کے حکموں پر چلنے اور اسی کو اپنا مطلوب ومقصود بنانے اور اسی سے لو لگانے کا فیصلہ اور معاہدہ کیا۔تو گویا جس کسی نے صدق دل سے ایک بار لآ الٰہ الا اللہ کہہ لیا اس نے شریعت کے ہر حکم کو اپنے اوپر واجب کر لیا کیونکہ اس اقرار کے بعد اب بعض احکام کو اپنی مرضی سے لینا اور بعض کو ترک کر دینا ہرگز روا نہیں۔اسی طرح جب لآ الٰہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ہم نے کہہ لیا تو ہم نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول خدا ہونے کا اقرار کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول خدا ہونے کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے ہدایت کی جو باتیں بتلائی ہیں وہ خدا کی طرف سے خاص اور یقینی علم حاصل کر کے بتلائی ہیں۔وہ سب بالکل حق ہیں اور ان میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں اسی طرح یہ لازم آجاتا ہے کہ جو آپؐ کی ہر ہدایت اور ہر حکم کو ماننے اور آپؐ کے حکموں پر چلنے کا فیصلہ کیا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر پورا عمل کرے تو وہ تو جب ایک انسان صدق دل سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیتا ہے تو وہ اپنے ذمہ عہد لیتا ہے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑوں گا اور اس ذمہ داری کو نبھانا اس کا فرض ہے اور وہ اپنے کو اس عہد واقرار کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اسی اصول کے مطابق گزرے کہ جو اللہ اور رسول کے فرمان کے موافق ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سچا مومن اور مسلم ہے اور يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا کے خطاب کا مستحق ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَاۤ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ

اُحِلَّتْ لَكُمْ	بَهِيْمَةُ	الْاَنْعَامِ	اِلَّا	مَا	يُتْلٰى عَلَيْكُمْ	غَيْرَ	مُحِلِّي الصَّيْدِ	وَاَنْتُمْ	حُرُمٌ
حلال کئے گئے تمہارے لئے	چوپائے	مویشی	سوائے	جو	پڑھے جائینگے (سنائے جائینگے تمہیں)	مگر	حلال جانتے ہوئے شکار	جبکہ تم	احرام میں ہو

تمہارے لئے تمام چوپائے جو مشابہ انعام کے ہوں حلال کئے گئے ہیں مگر جن کا ذکر آگے آتا ہے لیکن شکار کو حلال مت سمجھنا جس حالت میں کہ تم احرام میں ہو،

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

اِنَّ اللّٰهَ	يَحْكُمُ	مَا يُرِيْدُ
بیشک اللہ	حکم کرتا ہے	جو چاہے

بے شک اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم کریں۔

حرام وحلال کی پابندی کا حکم

اس آیت میں امت محمدیہ کو ایفائے عہد کی ہدایت کی جاتی ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے امت مسلمہ پر حلال کر دی ہیں صرف ان کو استعمال کیا جائے اور جو چیزیں حرام کر دی ہیں ان سے پرہیز کیا جائے اور بچا جائے۔ یہاں آیت میں سب سے پہلے جانوروں کی حلت وحرمت یعنی ان کو حلال وحرام ہونے کے بارہ میں حکم دیا جارہا ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں کچھ لوگ جو تازہ تازہ یہودیت ونصرانیت اور شرک سے تائب ہو کر اسلام میں داخل ہوئے تھے وہ اپنے پہلے عقیدوں کی بناء پر بعض حلال جانوروں کو بھی نہیں کھاتے تھے اس لئے پہلا حکم مویشی اور چوپایوں کے حلال وحرام کے متعلق دیا جارہا ہے۔

اس آیت میں حکم دیا گیا کہ اللہ نے تمہارے لئے انعام یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ بکری جن کی آٹھ قسمیں آٹھویں پارہ سورہ انعام میں بیان فرمائی گئی ہیں حلال کر دی ہیں۔ ان کو شرعی قاعدہ کے موافق ذبح کر کے کھا سکتے ہیں۔ مگر اس حلت کے حکم سے آیت میں دو استثنا بھی بیان فرمائے گئے ہیں ایک الا مایتلیٰ علیکم یعنی سب جانور حلال ہیں سوائے ان جانوروں کے جن کا ذکر آگے آتا ہے یعنی جن کی حرمت قرآن میں یا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کر دی ہے چنانچہ آگے اسی سورۃ کی تیسری آیت میں کئی چیزیں حرام بتلائی گئی ہیں۔ دوسرا استثنا فرمایا غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ جس کا مطلب یہ ہے کہ چوپائے جانور تمہارے لئے حلال ہیں اور جنگل کا شکار بھی حلال ہے مگر جبکہ تم نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا ہوا ہو تو اس وقت شکار کرنا جرم وگناہ وناجائز ہے۔ یعنی احرام کی حالت میں شکار کو ممنوع اور حرام قرار دیا گیا ہے اور یہ ممانعت صرف خشکی کے جانور کے شکار کی ہے۔ دریائی شکار کی اجازت ہے۔

حرام وحلال کرنے کا اختیار اللہ کے پاس ہے

اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں حکم دیتے ہیں) فرما کر یہ جتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا پھر کمال حکمت سے ان میں باہم فرق مراتب رکھا۔ ہر نوع میں اس کی استعداد کے موافق جدا جدا فطری خواص عطا کئے۔ زندگی موت کی مختلف صورتیں تجویز کیں۔ اس لئے بلاشبہ اسی خدا کو اپنی مخلوقات میں یہ حق حاصل ہے کہ اپنے اختیار کامل علم محیط اور حکمت مبالغہ سے جس چیز کو جس کسی کے لئے جن حالات میں چاہے حلال یا حرام کر دے۔ پس جس جانور کو چاہا ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا۔ جس کو چاہا ہمیشہ کے لئے حلال کر دیا۔ جس کو چاہا کسی حالت میں حلال کر دیا یا کسی حالت میں حرام کر دیا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ انسان کے لئے بعض جانوروں کو ذبح کر کے کھانے کی اجازت کوئی ظلم نہیں۔ جس مالک نے یہ سب جانیں بنائی ہیں اسی نے یہ قانون بھی بنایا ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کیلئے غذا بنایا ہے۔ زمین کی مٹی درختوں کی غذا ہے اور درخت جانوروں کی غذا۔ اور جانور انسان کی غذا۔ انسان سے اعلیٰ کوئی مخلوق اس دنیا میں نہیں اس لئے انسان کسی کی غذا نہیں بن سکتا۔

حرام وحلال جانوروں کی تفصیل

(۱) اونٹ گائے بھینس بھیڑ بکری نر و مادہ فی نفسہ حلال ہیں البتہ طبعی موت وغیرہ کی حالت میں حرام ہیں جیسا آگے آیت میں تفصیلاً بتلایا گیا ہے۔
(۲) خنزیر حرام ہے جیسا آگے آیت میں آوے گا۔
(۳) گدھا خچر وغیرہ حرام ہے جیسا حدیث میں تصریح آئی ہے۔
(۴) ہرن نیل گائے گھوڑا وغیرہ جو انعام کے مشابہ ہیں حلال ہیں۔
(۵) لیکن ہرن وغیرہ جو وحشی جانور ہیں حرم اور احرام میں ان کا شکار کرنا اسی طرح ان کا ذبح کرنا حرام ہے۔
(٦) دریائی شکار یعنی مچھلی حرم اور احرام میں بھی حلال ہے۔
(۷) درندہ حرام ہیں (جملہ مسائل از بیان القرآن)

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کی پابندی نصیب فرمائیں۔ خصوصاً حلال وحرام کے معاملہ میں پوری اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اے اللہ شریعت مطاہرہ کے احکام کے موافق ہم کو اپنی زندگی گزارنا نصیب فرما اور ہر طرح کے ناجائز اور حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تُحِلُّوْا	شَعَآئِرَ اللّٰهِ	وَلَا	الشَّهْرَ الْحَرَامَ	وَلَا	الْهَدْيَ	وَلَا	الْقَلَآئِدَ
اے	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	حلال نہ سمجھو	اللہ کی نشانیاں	اور نہ	مہینے ادب والے	اور نہ	نیازِ کعبہ	اور نہ	گلے میں پٹہ ڈالے ہوئے

اے ایمان والو بے حرمتی نہ کرو خدا تعالیٰ کی نشانیوں کی اور نہ حرمت والے مہینے کی اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی اور نہ اُن جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں

وَلَآ اٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ

وَلَا	اٰمِّيْنَ	الْبَيْتَ الْحَرَامَ	يَبْتَغُوْنَ	فَضْلًا	مِّنْ رَّبِّهِمْ	وَرِضْوَانًا	وَاِذَا	حَلَلْتُمْ
اور نہ	قصد کرنیوالے (آنیوالے)	احترام والا گھر (خانہ کعبہ)	وہ چاہتے ہیں	فضل	اپنے رب سے	اور خوشنودی	اور جب	احرام کھول دو

اور نہ اُن لوگوں کی جو کہ بیت الحرام کے قصد سے جا رہے ہوں اپنے رب کے فضل اور رضامندی کے طالب ہوں اور جس وقت تم احرام سے باہر آ جاؤ

فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ

فَاصْطَادُوْا	وَلَا	يَجْرِمَنَّكُمْ	شَنَاٰنُ	قَوْمٍ	اَنْ	صَدُّوْكُمْ	عَنِ	الْمَسْجِدِ	الْحَرَامِ	اَنْ تَعْتَدُوْا
تو شکار کر لو	اور نہ	تمہارے لئے باعث ہو	دشمنی	قوم	جو	تم کو روکتی تھی	سے	مسجد	حرام (خانہ کعبہ)	کہ تم زیادتی کرو

تو شکار کیا کرو اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اس سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا تھا

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ

وَتَعَاوَنُوْا	عَلَى الْبِرِّ	وَالتَّقْوٰى	وَلَا تَعَاوَنُوْا	عَلَى	الْاِثْمِ	وَالْعُدْوَانِ	وَاتَّقُوا اللّٰهَ
اور ایک دوسرے کی مدد کرو	نیکی پر (میں)	اور تقویٰ (پرہیزگاری)	اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرو	پر (میں)	گناہ	اور زیادتی (سرکشی)	اور ڈرو اللہ سے

وہ تمہارے لئے اس کا باعث ہو جاوے کہ تم حد سے نکل جاؤ اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ و زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ②

اِنَّ اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
بیشک اللہ	سخت	عذاب

بلاشبہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔

شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم

اس آیت میں ایمان والوں کو خطاب کر کے پہلے ارشاد ہوتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ اے ایمان والو! تم اللہ کے دین کی نشانیوں کی بے حرمتی مت کرو یعنی جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نشانی قرار دیا ہے ان کی بے ادبی اور بے حرمتی مت کرو بلکہ شعائر اللہ کے احترام و ادب کی پوری طرح ملحوظ رکھو۔ شعائر اللہ یعنی اللہ کے دین کی نشانیوں میں حرم محترم کعبۃ اللہ صفا و مروہ حجر اسود جمرات عرفات منیٰ مزدلفہ نماز اذان حج قربانی مساجد کتب سماویہ اور تمام حدود و فرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں۔

شعائر اللہ کی بے حرمتی ایک تو یہ ہے کہ سرے سے انہیں نظر انداز کر دیا جائے۔ دوسرے یہ ہے کہ ان پر عمل تو کریں مگر ادھورا کریں۔ پورا

پورا نہ کریں۔ تیسرے یہ کہ مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر کے آگے بڑھنے لگیں اور افراط و تفریط کا معاملہ کرنے لگیں۔ تو تمام شعائر اللہ کے ساتھ ان سب صورتوں کو منع فرمایا گیا ہے۔

محترم مہینوں کا احترام

چند مخصوص شعائر اللہ ذکر فرمائے جاتے ہیں جن کی بے ادبی نہ کرنے کا حکم دیا جاتا ہے چنانچہ ارشاد ہوا وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ یعنی ماہ حرام میں قتل و قتال کر کے ان کی بے حرمتی نہ کرو۔ اشہر حرم وہ چار مہینے تھے جن میں جنگ کرنا شرعاً حرام تھا یعنی شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور رجب۔ ابتدا میں ان چار مہینوں میں قتل و قتال کی ممانعت تھی لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا اور یہ ممانعت باقی نہ رہی جس کا بیان انشاء اللہ دسویں پارہ سورۂ توبہ میں آئے گا۔ تو ان کی تعظیم و احترام یہ تھا کہ دوسرے مہینوں سے بڑھ کر ان میں نیکی اور تقویٰ کو لازم پکڑے اور شر و فساد، قتل و قتال سے بچنے کا اہتمام کیا جائے۔

قربانی کے جانور کی بے حرمتی نہ کرو

آگے حرم میں قربانی ہونے والے جانور کی بے حرمتی نہ کرنے کا حکم ہے اور ارشاد ہوا وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ یعنی ایسے جانور جو قربانی کے لئے حرم مکہ لے جائے جا رہے ہوں ان کی بے حرمتی نہ کرو خصوصاً وہ جانور جن کے گلے میں قربانی کی علامت کے طور پر قلادے یعنی پٹے یا ہار پڑے ہوں۔ ایسے جانوروں سے تعرض کرنا بہت ہی برا ہے اس لئے کہ جب ان کے ساتھ قربانی کی شناخت موجود ہے تو پھر یہ عذر بھی نہیں کیا جاسکتا کہ ہم کو خبر نہ تھی کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ اور ایسے جانور کی بے حرمتی کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ان کو حرم تک پہنچنے سے روک دیا جائے یا چھین لیا جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان سے قربانی کے علاوہ کوئی دوسرا کام سواری یا دودھ وغیرہ حاصل کرنے کا لیا جائے۔ یہاں ان سب صورتوں کو ناجائز قرار دیدیا گیا۔

حاجیوں کا احترام

پھر فرمایا وَلَا آمِّينَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا اور نہ ان لوگوں کی بے حرمتی کرو جو کہ بیت الحرام یعنی بیت اللہ کے قصد سے جا رہے ہوں اور اس سفر سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اپنے رب کے فضل اور رضامندی کو حاصل کریں یعنی جو مخلص مسلمان حج یا عمرہ کے لئے جائیں ان کی تعظیم و احترام کرو اور ان کی راہ میں روڑے مت اٹکاؤ۔ ان کو ستا کر یا دق کر کے ان کو بیت اللہ جانے سے نہ روکا جائے۔ ان کے سفر میں مزاحمت نہ کی جائے۔ یہاں حج اور عمرہ کرنے والوں کے مراتب اور اونچے درجات کا اعلان ہے کہ وہ بھی رب العزت کی نشانیاں اور اس کے مہمان ہیں۔ لہذا ان کی بھی بے حرمتی اور بے ادبی کرنے کا حکم دیا گیا اور حج و عمرہ کرنے والوں کا مقصود سفر بھی ظاہر فرما دیا گیا کہ وہ اپنے رب کے فضل اور رضامندی کو حاصل کریں۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا اور جب تم احرام سے باہر آ جاؤ یعنی حج یا عمرہ پورا کر لو تو اجازت ہے کہ شکار کیا کرو بشرطیکہ وہ شکار حرم میں نہ ہو یعنی حالت احرام میں جو شکار کی ممانعت کی گئی تھی وہ احرام کھول دینے کے بعد باقی نہیں رہی جب احرام سے فارغ ہو گئے تو شکار کی ممانعت ختم ہو گئی۔

کسی بھی حال میں عدل وانصاف کو نہ چھوڑو

یہاں خاص طور پر ان بعض شعائر اللہ کا تذکرہ فرمایا جو حج سے متعلق ہیں اب جن شعائر اللہ کو حق تعالیٰ نے معظم و محترم قرار دیا ۶ھ میں مشرکین مکہ نے ان سب شعائر کی اہانت کی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ کرام کے ساتھ ماہ ذیقعدہ میں محض عمرہ ادا کرنے کے لئے احرام عمرہ باندھ کر مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر مکہ والوں کو اطلاع دی گئی کہ ہم کسی جنگی مقصد کے لئے نہیں بلکہ صرف عمرہ کرنے کے لئے آ رہے ہیں۔ ہمیں اس کی اجازت دو لیکن مشرکین مکہ نے اجازت نہ دی اور آگے جانے سے روکا۔ نہ حالت احرام کا خیال کیا نہ کعبہ کی حرمت کا۔ نہ محترم مہینہ کا۔ نہ ہدی اور قلائد کا اور علی الاعلان کہہ دیا کہ نہ ہم مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے دیں گے اور نہ عمرہ کرنے دیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو میں لڑنے

3

کے لئے نہیں آیا ہوں۔ اگر تم اجازت دو گے تو عمرہ کروں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ بلآخر جب مشرکین آمادۂ جنگ نظر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ ترک کر دیا اور ایک عہد نامہ بڑی سخت اور کڑی شرطوں کے ساتھ ہو گیا جو معاہدہ حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سب مسلمان واپس ہو گئے پھر اگلے سال ۷ھ میں دوبارہ ماہ ذی قعدہ میں انہی شرائط کی پابندی کے ساتھ یہ عمرہ قضا کیا گیا۔ بہر حال اس واقعہ حدیبیہ میں اہل اسلام شعائر اللہ کی اس توہین اور مذہبی فریضہ سے روک دیئے جانے پر ایسی ظالم قوم کے مقابلہ میں جس قدر بھی غیظ وغضب اور بغض وعداوت کا اظہار کرتے وہ حق بجانب تھے اور جوش انتقام سے برافروختہ ہو کر جو کارروائی بھی کر بیٹھتے وہ ممکن تھی لیکن اسلام کی عداوت اور محبت دونوں جچی تلی ہیں۔ قرآن کریم نے ایسے جابر اور ظالم دشمن قوم کے مقابلہ میں بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا کیونکہ عموماً انسان زیادہ محبت یا زیادہ عداوت کے جوش میں حد سے تجاوز کر جاتا ہے اس لئے اہل اسلام کو ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ سخت سے سخت دشمن بھی تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو کہ تم ظلم وزیادتی کر بیٹھو اور عدل وانصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو چنانچہ آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ یعنی حاصل ارشاد یہ ہے کہ مشرکوں نے جو تم پر زیادتی کی تھی اور تم کو مسجد الحرام جانے اور عمرہ کرنے سے روک دیا تھا تو تم اس بات سے دلوں میں عداوت رکھ کر ان پر زیادتی کر کے اور معاہدہ کی کوئی خلاف ورزی کر کے مجرم نہ بنو۔ اس قوم کے بغض کی وجہ سے جس نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے۔ تم عدل وانصاف سے باہر قدم نہ رکھو اور اگر کوئی بالفرض جوش انتقام میں زیادتی کر بیٹھے تو اس کے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کی جماعت اس کے ظلم وعدوان کی اعانت نہ کرے بلکہ سب مل کر نیکی اور پرہیز گاری کا مظاہرہ کریں اور چونکہ حق پرستی، انصاف پسندی اور تمام عمدہ اخلاق کی جڑ خدا کا خوف ہے اس لئے و اتقو اللہ فرما کر اللہ سے ڈرتے رہنے کا حکم دیا گیا اور اس پر مزید تاکید کے لئے یہ فرما دیا کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے اس لئے اس کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کی کوئی ہمت نہ کرے۔

نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرو

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یہاں بتلایا گیا کہ تعاون کن چیزوں میں ہونا چاہیے اور عدم تعاون کا موقع کونسا ہے ان کا دو جملوں میں قطعی فیصلہ کر دیا گیا ہے یعنی بر اور تقویٰ پھیلانے کے لئے تعاون کرو اور اثم اور عدوان روکنے کے لئے عدم تعاون سے کام لو۔ بر کے معنی ہیں نیک کام، تقویٰ کے معنی ہیں برے کاموں سے بچنا۔ ان دو چیزوں میں تعاون ہونا چاہیے۔ اثم کے معنی ہیں گناہ اور عدوان کے معنی ہیں کسی پر ظلم و زیادتی ان دونوں چیزوں میں عدم تعاون ہونا چاہیے۔

حدیث میں ہے کہ ایک بار ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے تو فرمایا تھا کہ تو اپنے بھائی کی خواہ ظالم ہو یا مظلوم مدد کرتا رہ۔ مظلوم کی مدد تو معلوم ہے ظالم کی مدد کس طرح کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظالم کی مدد یہ ہے کہ اس کو ظلم سے جس طرح ممکن ہو روک دے۔

اس قرآنی حکم کے مطابق ہر مومن ومسلم کو اس پر کمربستہ ہو جانا چاہیے کہ جو صورت بھی ہو گی میں ہمیشہ نیکی ہی پر مدد کروں گا اور کسی ظلم اور گناہ کے کام پر ہرگز تعاون نہیں کروں گا تاکہ اللہ کے فضل اور رضوان سے حصہ ملے اور اس کی ناراضگی اور عذاب سے حفاظت رہے۔ بر یعنی نیکی سے خوش ہوتے ہیں اور تقویٰ سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں تو جس نے دونوں باتوں کو اپنے اندر جمع کر لیا اس نے گویا سعادت مکمل کر لی بر یعنی نیکی فعل خیرات کا نام ہے اور تقویٰ و پرہیز گاری ترک منکرات کا نام ہے۔ جس میں یہ دونوں خصلتیں جمع ہو جائیں اس کی خوشی نصیبی کا کیا پوچھنا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں پر سے غفلت کے پردے ہٹا دیں اور ہم کو نور بصیرت عطا فرما دیں تا کہ ہم ان قرآنی احکام کو دل میں جگہ دے سکیں۔

یا اللہ اپنے دین کے شعائر کی حقیقی عزت وعظمت ہم کو نصیب فرما دے اور شعائر اللہ کی بے حرمتی اور بے ادبی سے ہم کو بچالے۔

اے اللہ ہمیں نیکی اور تقویٰ کی توفیق عطا فرما دے۔ اور گناہ ظلم وزیادتی سے ہمیں بچالے۔

اے اللہ ہم کو نیکی اور تقویٰ کی مدد کرنے والا بنا دے اور ہم کو ان جملہ قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرما دے۔

یا اللہ یہ ملک پاکستان جو دنیا کے نقشہ میں اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا یہاں اسلام کو فروغ عطا فرما۔ اسلامی قوانین کو یہاں جاری فرما۔ قرآنی احکام کا یہاں نفاذ فرما اور بے دینی اور فحش اور منکرات کا خاتمہ فرما۔ دین داری نیک عملی اور تقویٰ و پرہیزگاری کی فضا کو پھیلنا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ

حُرِّمَتْ	عَلَيْكُمُ	الْمَيْتَةُ	وَالدَّمُ	وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ	وَمَا	اُهِلَّ	لِغَيْرِ اللّٰهِ	بِهٖ	وَالْمُنْخَنِقَةُ
حرام کردیا گیا	تم پر	مُردار	اور خون	اور سُوَر کا گوشت	اور جو۔جس	پکارا گیا	اللہ کے سوا	اس پر	اور گلا گھونٹنے سے مراہوا

تم پر حرام کیے گئے ہیں مُردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نام زد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر جاوے

وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَمَا ذُبِحَ

وَالْمَوْقُوْذَةُ	وَالْمُتَرَدِّيَةُ	وَالنَّطِيْحَةُ	وَمَا	اَكَلَ	السَّبُعُ	اِلَّا مَا	ذَكَّيْتُمْ	وَمَا	ذُبِحَ
اور چوٹ کھا کر مراہوا	اور گر کر مراہوا	اور سینگ ماراہوا	اور جو۔جس	کھایا	درندہ	مگر جو	تم نے ذبح کرلیا	اور جو	ذبح کیا گیا

اور جو کسی ضرب سے مر جاوے اور جو اونچے سے گر کر مر جاوے اور جو کسی کی ٹکر سے مر جاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کرڈالو اور جو جانور

عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ

عَلَى النُّصُبِ	وَاَنْ	تَسْتَقْسِمُوْا	بِالْاَزْلَامِ	ذٰلِكُمْ	فِسْقٌ
تھانوں پر	اور یہ کہ	تم تقسیم کرو	تیروں سے	یہ	گناہ

پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے، یہ سب گناہ ہیں

گیارہ قسم کے حرام

اس سورۃ کی پہلی ہی آیت میں ارشاد ہوا تھا۔ سب مویشی چوپائے جو مشابہ انعام یعنی اونٹ گائے بکری کے ہوں تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے ہیں سوائے ان کے جن کی حالت آگے سنائی جائے گی۔ تو اس میں اجمالی اشارہ تھا کہ کچھ جانور حلال اور جائز نہ ہوں گے۔

اب یہاں اس آیت میں گیارہ چیزیں حرام قرار دی گئیں جن کی قدرے تفصیل معلوم کرلیجئے

۱- مردار: مردار سے مراد وہ جانور ہیں جو بغیر ذبح کے کسی بیماری کے سبب یا طبعی موت سے مر جائیں۔ ایسے مردار جانور کا گوشت "طبی" اصولوں پر بھی انسان کے لئے سخت مضر ہے کیونکہ جو جانور ذبح نہیں کیا جاتا تو اس کا خون اندر ہی اندر منجمد ہو جاتا ہے جس کا کھانا انسان کے لئے نہایت درجہ مضر صحت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مردار جانوروں کا کھانا حرام کیا اور اس حرمت میں ہر مردار جانور داخل ہے خواہ چرند ہو یا پرند یا خشکی کا جانور۔ البتہ حدیث شریف میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزوں کو اس قانون سے مستثنیٰ قرار دیا ہے ایک دریا کی مچھلی دوسرے ٹڈی۔

۲- بہتا ہوا خون: جیسا کہ قرآن کریم کی دوسری آیت میں ہے اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا فرما کر یہ بتلا دیا گیا کہ خون سے مراد بہنے والا خون ہے اس لئے کلیجی اور تلی جو ایک طرح سے جما ہوا خون ہے وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا گیا۔ مشرکین عرب خون جما کر کسی توے یا کڑھائی میں تل کر اس کو کھایا کرتے تھے اس آیت میں اس کو حرام کردیا گیا۔

۳- سؤر: سور کا گوشت اس کی چربی، ہڈی، کھال، بال سب شامل ہیں۔ سب ایک ہی حکم میں ہیں اور سب نجس اور حرام ہیں۔ غذا کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے اور سور میں بہت سی صفات ذمیمہ پائی جاتی ہیں۔ وہ حد درجہ کا حریص۔ اور پرلے درجہ کا بے غیرت ہے۔ اسی لئے جو قومیں سور کا گوشت کھاتی ہیں ان کی بے غیرتی بالکل ظاہر اور عیاں ہے۔ یہاں آیت میں اگرچہ سور کے گوشت کا ذکر ہے لیکن تمام امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ سور نجس العین ہے اور اس کے کسی جزو سے نفع حاصل کرنا یا اس کو استعمال کرنا جائز نہیں۔

۴-غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور:

وہ جانور جو بقصد تقرب غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو وہ بھی حرام کیا گیا۔اس میں غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہوا جانور بھی شامل ہے اور جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو وہ بھی شامل ہے اور دونوں کا کھانا حرام ہے۔بقصد تقرب اور تعظیم جانور کو غیر اللہ کے نامزد کرنا یہ شرک ہے اور اس نیت شرکیہ کی وجہ سے وہ جانور نجس ہو جاتا ہے۔اگر ایسے نامزد جانور کو خدا کا نام لے کر ذبح بھی کیا جائے تب بھی حرام ہے۔

۵-گلا دبا کر مارا جانے والا جانور:

اس لئے کہ ایسا جانور درحقیقت مردار ہے۔خواہ جانور کی گردن کسی آدمی نے گھوٹی ہو یا خود بخود اسکے گلے میں پھندا پڑ کر گھٹ جائے تو یہ بھی حرام ہو جائیگا۔

۶-چوٹ یا ضرب سے مارا ہوا جانور

جاہلیت کے زمانہ میں لوگ لاٹھی وغیرہ سے مار کر کھا لیا کرتے تھے۔یہاں اس کی ممانعت کر دی گئی جو شکار بندوق کی گولی سے ہلاک ہو گیا اس کو بھی فقہا نے اسی قسم میں داخل کر کے حرام قرار دیا ہے۔

۷-گر کر مرنے والا جانور: خواہ وہ خود گر کر مرا ہو یا کسی نے گرایا ہو وہ بھی حرام کیا گیا۔مثلاً کوئی جانور کسی پہاڑ یا ٹیلہ یا اونچی عمارت یا کنویں وغیرہ میں گر کر مر جائے تو وہ بھی حرام ہو گیا۔

۸-ٹکر کھا کر مرنے والا جانور

جیسے ریل، موٹر وغیرہ کی زد میں آ کر مر جائے یا کسی دوسرے جانور کی ٹکر یا سینگ مارنے سے مر جائے تو حرام ہو گیا۔

۹-درندے کا مارا ہوا

وہ جانور جس کو کسی درندہ جانور نے پھاڑ دیا ہو اور اس سے مر گیا ہو یا درندہ نے کچھ حصہ کھا لیا تو بقیہ حصہ حرام ہو گیا۔

ذبح کیا ہوا حلال ہے:

یہ اقسام حرام جانوروں کی بیان فرمانے کے بعد ایک استثناء ذکر کیا گیا الا ماذکیتم یعنی اگر ان جانوروں میں سے تم نے کسی کو زندہ پا لیا اور شرعی قاعدہ سے ذبح کر لیا تو وہ حلال ہو گیا یعنی وہ جانور جس کے کوئی چوٹ لگی یا ضرب پڑی یا اوپر سے نیچے گرا یا کسی سے ٹکراور تصادم ہوا یا کسی درندہ نے پھاڑ دیا اور زخمی کر دیا ان تمام صورتوں میں اگر جانور زندہ پایا گیا اور زندگی کی علامت اس میں محسوس کی گئی اور اسی حالت میں اس کو مرنے سے پہلے اللہ کے نام پر ذبح کر دیا تو وہ حلال ہو گیا۔اور اگر زندگی کے آثار ایسے جانور میں قطعاً نہ پائے گئے تو وہ مردار کے حکم میں داخل ہو کر حرام ہو گیا۔

۱۰-جو نصب پر ذبح کیا گیا ہو

نصب وہ پتھر کہلاتے تھے جو مشرکین نے جاہلیت میں کعبہ کے گرد کھڑے کیئے ہوئے تھے۔جاہلیت میں ان پتھروں کے پاس لا کر جانوروں کی قربانی کرتے اور اس کو عبادت سمجھتے تھے اور قربانی کا کچھ خون بھی ان پتھروں پر چھڑک دیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی نجس اور حرام کر دیا اور ان قربانیوں کے کھانے کی ممانعت کر دی۔

۱۱-فال یا جوئے کے تیروں سے تقسیم شدہ

عرب میں ایام جاہلیت میں ایک رواج یہ تھا کہ مثلاً دس آدمیوں نے مل کر ایک اونٹ ذبح کیا تو اس کی تقسیم تیروں کے ذریعہ اس طرح ہوتی تھی کہ کسی تیر پر آدھا کسی پر چوتھائی کسی پر چھٹا وغیرہ لکھا ہوتا تھا اور کوئی تیر خالی ہوتا تھا پھر پانسہ پڑتا تھا۔نشانی کے تیر والے کو اس کے موافق حصہ ملتا اور خالی نشانی کا تیر آ جاتا تو اس کا کچھ حصہ نہ ہوتا تھا۔اس طرح کوئی بالکل محروم رہتا کسی کو بہت زیادہ۔کسی کو حق سے کم ملتا گویا یہ ایک طرح سے قمار یعنی جوئے کی سی تقسیم تھی اس لئے جانوروں کی حرمت کے ساتھ اس طریقہ کار کی حرمت کا بیان بھی فرما دیا اور مزید تاکید کے لئے ذٰلِكُمْ فِسْقٌ فرمایا یعنی یہ تمام باتیں تم پر حرام کی گئی ہیں سب فسق و فجور یعنی گناہ اور بدکاری ہیں۔ان سب سے اجتناب لازم ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنے جملہ قوانین اور احکام قرآنی کا اتباع ہم کو نصیب فرمائیں خصوصاً حرام و ناجائز باتوں سے ہمیں کامل طور پر بچائیں۔اے اللہ ہم کو اپنے فضل سے اکل حلال نصیب فرما اور حرام سے محفوظ فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلۡيَوۡمَ يَئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ دِيۡنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ‌ؕ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ

اَلۡكَمَلۡتُ	اَلۡيَوۡمَ	وَاخۡشَوۡنِ	فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ	دِيۡنِكُمۡ	مِنۡ	الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا	يَئِسَ	اَلۡيَوۡمَ
میں نے مکمل کردیا	آج	اور مجھ سے ڈرو	سوتم ان سے نہ ڈرو	تمہارا دین	سے	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	مایوس ہوگئے	آج

آج کے دن ناامید ہوگئے کافرلوگ تمہارے دین سے سواُن سے مت ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہنا، آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا

لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ؕ فَمَنِ اضۡطُرَّ فِىۡ

فِىۡ	اضۡطُرَّ	فَمَنِ	دِيۡنًا	الۡاِسۡلَامَ	لَكُمُ	وَرَضِيۡتُ	نِعۡمَتِىۡ	عَلَيۡكُمۡ	وَاَتۡمَمۡتُ	دِيۡنَكُمۡ	لَكُمۡ
میں	لاچار ہوجائے	پھر جو	دین	اسلام	تمہارے لئے	اور میں نے پسند کیا	اپنی نعمت	تم پر	اور پوری کردی	تمہارا دین	تمہارے لئے

اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارے دین بننے کے لئے پسند کر لیا، پھر جو شخص شدت کی بھوک میں

مَخۡمَصَةٍ غَيۡرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثۡمٍ‌ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳﴾

رَحِيۡمٌ	غَفُوۡرٌ	فَاِنَّ اللّٰهَ	لِّاِثۡمٍ	مُتَجَانِفٍ	غَيۡرَ	مَخۡمَصَةٍ
مہربان	بخشنے والا	تو بیشک اللہ	گناہ کی طرف	مائل ہو	نہ	بھوک

بیتاب ہوجاوے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اُس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں رحمت والے ہیں۔

شان نزول

اس تیسری آیت کا یہ حصہ اَلۡيَوۡمَ يَئِسَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ دِيۡنِكُمۡ فَلَا تَخۡشَوۡهُمۡ وَاخۡشَوۡنِ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا اسکے نزول کی خاص شان ہے اور جس اہتمام سے اس کا نزول ہوا

آیت کا یہ حصہ ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفہ کے روز یعنی ۹ ذی الحجہ کو جمعہ کے دن بوقت عصر میدان عرفات میں نازل ہوا۔

ذیقعدہ ۱۰ھ میں جب کہ مسلمانوں کو بحمد اللہ اطمینان کی زندگی میسر تھی مکہ فتح ہوچکا تھا۔ سارا عرب اسلام قبول کرچکا تھا۔ عرب میں ہر چار جانب منادی کرادی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے مدینہ سے مکہ معظمہ جانے والے ہیں چنانچہ ہر چہار طرف سے مسلمانوں کا ایک سمندر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے شوق میں ٹوٹ پڑا۔ ۹ ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں اونٹنی پر سوار ہوکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جب کہ قریب ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام آپ کے گرد جمع تھے۔ قدرت خداوندی کا عجب نظارہ تھا۔ یہی سرزمین تھی کہ جس سے دس سال قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کردیا گیا تھا اور دس سال کے قلیل عرصہ میں سارا عرب قبول اسلام کرچکا تھا۔ اور ایک لاکھ ۲۴ ہزار سے زائد صحابہ کرام حضور کے گرد جمع تھے۔ خطبہ کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے قیامت میں میری بابت سوال کیا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے۔ تمام حاضرین نے بیک آواز عرض کیا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک پہنچا دیا تھا اور حق رسالت ادا فرما دیا تھا۔ اور امت کو نصیحت کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا تھا اور امانت الٰہی کو ٹھیک ٹھیک طرح سے پہنچا کر اپنا فرض ادا کردیا تھا۔ یہ سن کر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا اے اللہ تو گواہ رہنا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا۔ اے اللہ تو گواہ رہنا لکھا ہے کہ عین اسی وقت یہ

آیت نازل ہوئی اور اس آیت کے نزول کے بعد صرف ۸۱ روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں جلوہ افروز رہے۔

لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیت سنی تو رونے لگے اور سمجھ گئے کہ رسول کی بعثت صرف تکمیل دین اور تعلیم عبادت کے لئے تھی۔ جب یہ غرض پوری ہوگئی اور ضوابط ہدایت کے بیان کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تو اب یقیناً حضور کی پردہ پوشی قریب ہی ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ خیال درست تھا اور اس آیت کے نزول کے بعد صرف ۸۱ روز اس عالم فانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رہے مگر اس آیت کا نزول آخری نہیں ہے کیونکہ وفات مبارک سے ۹ روز قبل آیت وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۱) نازل ہونا روایت ہے البتہ حلال وحرام کے احکام اور فرائض دینی کی تعلیم مذکورہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کے نزول کے بعد ختم ہوگئی اس بنا پر اس کو آخری آیت بھی کہہ سکتے ہیں۔ تو اس آیت کا نزول اس وقت ہوا جب کہ زندگی کے ہر شعبہ اور علوم ہدایت کے ہر باب کے متعلق اصول وضوابط بیان ہو چکے تھے اور فروع اور جزئیات کا بیان بھی اتنی کافی تفصیل اور جامعیت سے کیا جا چکا تھا کہ پیروان اسلام کے لئے قیامت تک قانون الٰہی کے سوا کوئی دوسرا قانون قابل التفات نہیں رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وتربیت سے ایک ایسی عظیم الشان جماعت خدا پرست جانباز، سرفروش ہادیوں اور معلموں کی تیار ہو چکی تھی جس کو قرآنی تعلیم کا مجسم نمونہ کہا جاسکتا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کامل وفاداری کے ساتھ اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان پورے کر رہے تھے۔ گندی غذائیں اور مردار کھانے والی قوم مادی اور روحانی طیبات کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو رہی تھی جاہلیت کی تمام رسمیں مٹ چکی تھیں شعائر الٰہیہ کا ادب و احترام قلوب میں راسخ ہو چکا تھا اور شیطان جزیرۃ العرب کی طرف سے ہمیشہ کے لئے مایوس کر دیا گیا تھا کہ دوبارہ وہاں اس کی پرستش ہو سکے ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی۔

امت مسلمہ کے لئے تین خصوصی انعام

یہاں اس آیت میں حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت مسلمہ کو تین خصوصی انعامات عطا فرمانے کی بشارت دی۔ ایک اکمال دین، دوسرے اتمام نعمت، تیسرے امت مسلمہ کے لئے شریعت اسلام کا انتخاب اور ہمیشہ کی پسندیدگی تا قیامت۔

اکمال دین یعنی دین کے کامل کر دینے کے معنیٰ یہ ہیں کہ حدود اور فرائض اور حلال وحرام کے احکام اور دنیا اور آخرت اور زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق ایسے اصول اور قواعد بتلا دیئے گئے کہ قیامت تک آنے والے واقعات اور جزئیات کے احکام انہی کلیات سے صراحۃً یا اشارۃً معلوم ہوسکیں گے اور قیامت تک اس میں زیادتی اور ترمیم کی ضرورت نہ ہوگی۔ نبوت ورسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوئی اور یہ آخری کتاب ہے اس کے بعد اور کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی۔

اتمام نعمت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو دین کامل دے کر اپنی نعمت پوری کر دی نیز اب اہل اسلام کسی کے محتاج نہیں۔ ان کو حق تعالیٰ جل شانہٗ نے غلبہ وقوت اور اختیار عطا فرما دیا جس کے ذریعہ وہ اس دین حق کے احکام کو نافذ اور جاری کر سکیں۔

تیسرا انعام جو اس امت مرحومہ کے لئے اس آیت میں فرمایا گیا وہ یہ کہ اس امت کے لئے اللہ جل شانہٗ نے دین اسلام پسند کیا اور منتخب فرمایا یعنی اب یہی دین خدا کے نزدیک پسندیدہ اور تمام دینوں سے بہتر اور برتر ہے اور اب قیامت تک یہی دین رہے گا اور کبھی منسوخ نہ ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد اسی دین اور اسی شریعت کا اتباع کریں گے۔ لہٰذا اب پسندیدہ دین۔ دین اسلام کے علاوہ اور کوئی دین قابل قبول نہ ہوگا۔

حالت مجبوری کا مخصوص قانون

اصل مضمون شروع سورۃ سے جانوروں کی حلت وحرمت یعنی ان کے حلال وحرام کے متعلق بیان ہو رہا تھا اس کے بعد دین کے مکمل ہو جانے کا اعلان فرما کر یہ بتلا دیا گیا کہ حلال وحرام کا قانون مکمل ہو

چکا اب اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ البتہ ایک صورت ہے کہ جوان حرام چیزوں میں سے بھی کھالینے کی اجازت ہے اس کے متعلق آیت کے اخیر میں ارشاد ہوتا ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ جو شخص شدت کی بھوک میں بے تاب ہوجاوے اور اس وجہ سے اشیاء بالا کو کھالے بشرطیکہ کسی گناہ اور نافرمانی احکام کی طرف اس کا میلان نہ ہو یعنی نہ قدر ضرورت سے زیادہ کھاوے اور نہ لذت مقصود ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں۔ یعنی اگر قدر ضرورت کا پورا اندازہ نہ ہوا اور ایک آدھ لقمہ زیادہ بھی کھالیا تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں اور رحمت والے ہیں کہ ایسی حالت میں یعنی جان بچانے کے لئے حرام کے استعمال کی بھی اجازت دے دی۔ تو اگر کسی کو ایسی حالت درپیش ہو جائے کہ کھانے کے لئے کوئی حلال چیز نہ ہو اور بھوک سخت بے تابی کی ہو کہ جان پر بننے لگے تو جان بچانے کے لئے بشرطیکہ مقدار ضرورت سے تجاوز نہ کرے اور لذت وغیرہ مقصود نہ ہو اس کو ان حرام چیزوں میں سے اگر کوئی دستیاب ہو تو کھانے کی اجازت ہے۔ اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ بلکہ علماء نے تو یہاں یہ لکھا ہے کہ اگر کسی کو ایسی حالت درپیش ہوئی اور اس نے ان حرام چیزوں میں سے کھانے سے احتراز کیا اور مرگیا تو نہ کھانے پر مواخذہ ہوگا کہ جب حق تعالیٰ نے اجازت دے رکھی تھی اور جان کے بچانے کے لئے ایسی چیز کا کھالینا جائز بتلا دیا گیا تھا تو کیوں کھا کر جان نہ بچائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ آپ نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔

اے اللہ ہم کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر ووقعت نصیب فرما۔

اے اللہ ہم کو دین اسلام کی سچی محبت وعظمت عطا فرمادے۔

یا اللہ اپنے پسندیدہ دین اسلام کی ناقدری کے جرم عظیم سے ہم کو بچالے۔

اے اللہ ہم کو دین اسلام پوری طرح اپنانے کی توفیق عطا فرمادے۔ اور شریعت اسلامیہ کی پوری پابندی ظاہراً وباطناً نصیب فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمۡ‌ؕ قُلۡ اُحِلَّ لَـكُمُ الطَّيِّبٰتُ‌ ۙ وَمَا عَلَّمۡتُمۡ مِّنَ الۡجَـوَارِحِ

يَسۡـَٔلُوۡنَكَ	مَاذَا	اُحِلَّ	لَهُمۡ	قُلۡ	اُحِلَّ	لَـكُمُ	الطَّيِّبٰتُ	وَمَا	عَلَّمۡتُمۡ	مِّنَ	الۡجَـوَارِحِ
آپ سے پوچھتے ہیں	کیا	حلال کیا گیا	انکے لئے	کہدیں	حلال کی گئیں	تمہارے لئے	پاک چیزیں	اور جو	تم سدھاؤ	سے	شکاری جانور

آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون کون سی چیزیں اُن کے لئے حلال ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ سب پاکیزہ تم کو حلال ہیں اور وہ شکار بھی حلال ہے جو تمہارے لئے ان شکاری جانوروں نے پکڑا ہو

مُكَلِّبِيۡنَ تُعَلِّمُوۡنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ‌ فَكُلُوۡا مِمَّاۤ اَمۡسَكۡنَ عَلَيۡكُمۡ وَاذۡكُرُوا اسۡمَ

مُكَلِّبِيۡنَ	تُعَلِّمُوۡنَهُنَّ	مِمَّا	عَلَّمَكُمُ	اللّٰهُ	فَكُلُوۡا	مِمَّا	اَمۡسَكۡنَ	عَلَيۡكُمۡ	وَاذۡكُرُوا	اسۡمَ
شکار پر دوڑائے ہوئے	تم انہیں سکھاتے ہو	اس سے جو	تمہیں سکھایا	اللہ	پس تم کھاؤ	اس سے جو	وہ پکڑ رکھیں	تمہارے لئے	اور یاد کرو (لو)	نام

جن کو تم نے سدھار کھا ہو اور جس طریق سے خدا نے تمہیں شکار کرنا سکھایا ہے اس طریق سے تم نے ان کو سکھایا ہو، تو جو شکار وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اس کو کھا لیا کرو اور شکاری جانوروں

اللّٰهِ عَلَيۡهِ‌ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ‏ ﴿۴﴾

اللّٰهِ	عَلَيۡهِ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	اِنَّ	اللّٰهَ	سَرِيۡعُ	الۡحِسَابِ
اللہ	اس پر	اور ڈرو	اللہ	بیشک	اللہ	جلد لینے والا	حساب

کے چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں۔

شان نزول

اس آیت کے شان نزول کے سلسلہ میں دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ بعض صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ہم شکاری لوگ ہیں کتے اور باز سے شکار کرتے ہیں تو ہم کو کس جانور کا شکار حلال ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایک بار حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور مکان کے اندر آنے کی اجازت چاہی لیکن باوجود اجازت مل جانے کے پھر بھی حضرت جبرئیلؑ کے اندر آنے میں تاخیر ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر انتظار کر کے خود باہر تشریف لے آئے اور سبب تاخیر دریافت فرمایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ جس گھر میں تصویر یا کتا ہوتا ہے ہم اس میں ہرگز داخل نہیں ہوتے۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ گھر کے ایک کونہ میں کتے کا بچہ موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو باہر نکلوا دیا اور حکم دیا کہ مدینہ میں جتنے کتے ہوں سب کو مار ڈالو اس پر بعض صحابہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ہم تو کتوں سے شکار کرتے ہیں اور ہمارے سدھائے ہوئے شکاری کتے نیل گائے اور ہرن کو بھی شکار کر لیتے ہیں۔ اب حضور نے کتوں کے قتل کر دینے کا حکم دے دیا ہے اور درندہ کے پکڑے ہوئے مردار جانور کے حرام ہونے کا بھی حکم ہو چکا ہے اس سے ہم کو شبہ ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کتوں کا پکڑا ہوا شکار حلال ہے یا حرام؟ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور سدھائے ہوئے شکاری جانور (جیسے کتا باز شکرا وغیرہ) کے شکار کو حلال قرار دیا گیا۔ اور شکاری کتے رکھنے کی بھی اجازت ہو گئی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کی بھی ممانعت فرما دی۔

شکاری کتے کے متعلق احکام

یہاں اس آیت میں شکاری جانور کے شکار حلال ہونے کے متعلق چند باتیں بتلائی گئی ہیں۔

اول یہ کہ شکاری جانور کتا یا باز یا شکرا شکار کے لئے باقاعدہ سکھایا اور سدھایا ہوا ہو۔ اور سکھانے و سدھانے کا یہ اصول قرار دیا ہے کہ

جب کتا شکار پر چھوڑا جائے تو وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لے آئے خوداس کو کھانے نہ لگے۔اور باز کے لئے یہ اصول مقرر کیا ہے کہ جب اس کو واپس بلایا جائے تو وہ فوراً واپس آ جائے اگرچہ وہ شکار کے پیچھے جارہا ہو جب یہ شکاری جانور ایسے سدھ جائیں تو اس سے سمجھا جائے گا کہ وہ جو شکار کرتے ہیں مالک کیلئے کرتے ہیں اپنے لئے نہیں اس طرح ان شکاری جانوروں کا شکار خود مالک کا شکار سمجھا جائے گا اور اگر کسی وقت وہ اس تعلیم کے خلاف کریں مثلاً کتا خود شکار کو کھانے لگے یا باز مالک کے بلانے پر واپس نہ آئے تو یہ شکار مالک کا نہیں رہا اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں۔

دوسری شرط یہ ہے کہ شکاری اپنے ارادہ سے کتے یا باز کو شکار کے پیچھے چھوڑے یہ نہ ہو کہ کتا یا باز خود بخود کسی شکار کے پیچھے دوڑ کر اس کو شکار کرلے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار کو خود نہ کھانے لگیں بلکہ مالک کے پاس لے آئیں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ جب شکاری کتے یا باز کو شکار پر چھوڑا جائے تو بسم اللہ کہہ کر چھوڑا جائے جب یہ سب شرائط پوری ہوں تو اگر جانور شکاری کے پاس آنے تک دم توڑ چکا ہو تو بھی حلال ہے ذبح کرنے کی ضرورت نہیں۔اور اگر شکار زندہ ملا اور ذبح کے لئے وقت بھی ملا تو بلا ذبح کے حلال نہ ہوگا۔ یہاں یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین ہونی چاہیے کہ یہ حکم وحشی جانوروں کا ہے جو اپنے قبضہ میں نہ ہوں اور اگر کسی وحشی جانور کو اپنے قابو میں کرلیا گیا ہے تو وہ بغیر باقاعدہ ذبح کے حلال نہیں ہوگا۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شکاری کتا پالنا اور اس سے شکار کھیلنا جائز ہے۔اسی وجہ سے شکاری کتے کی بیع یعنی خرید وفروخت جائز ہے اور اس کی قیمت حلال ہے۔

اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جن چیزوں کو شریعت اسلامیہ نے حرام قرار دیا ہے وہ طیبات سے خارج ہیں۔

آیت کے آخر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ فرما کر یہ اشارہ بھی کردیا گیا کہ شکار جانور کے ذریعہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے حلال تو کردیا ہے مگر شکار کے پیچھے لگ کر نماز اور ضروری احکام شرعیہ سے غفلت برتنا جائز نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرمائیں اور شریعت اسلامیہ نے جو حلال وحرام کے حدود قائم فرمائے ہیں ان کی پابندی نصیب فرمائیں۔

یا اللہ! ہم کو تمام امور میں اپنے احکام کو مدنظر رکھنے کی توفیق عطا فرما۔تاکہ آپ کے احکام کی خلاف ورزی سے بچیں اور آپ کی رضا کو حاصل کرسکیں۔

یا اللہ! اس وقت اہل اسلام میں تصاویر اور کتے پالنے کا شوق بد جو فتنہ کی صورت میں پھیلا ہوا ہے اس سے ہم کو نفرت وکراہت عطا فرما اور حدود شرعیہ کی پابندی نصیب فرما۔

یا اللہ آپ نے اپنی رحمت سے جو حلال' جائز' پاکیزہ اور طیب چیزیں ہم کو عطا فرمائی ہیں ان پر ہم کو قناعت اور شکر گزاری کی توفیق عطا فرمایئے اور ناجائز وحرام سے کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ

اَلْيَوْمَ	اُحِلَّ	لَكُمُ	الطَّيِّبٰتُ	وَ	طَعَامُ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	حِلٌّ	لَكُمْ	وَطَعَامُكُمْ
آج	حلال کی گئی	تمہارے لئے	پاک چیزیں	اور	کھانا	وہ لوگ جو	کتاب دیئے گئے (اہل کتاب)	حلال	تمہارے لئے	اور تمہارا کھانا

آج تمہارے لئے پاکیزہ اور ستھری چیزیں حلال کر دی گئیں، اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ اُن کو حلال ہے

حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

حِلٌّ	لَّهُمْ	وَالْمُحْصَنٰتُ	مِنَ	الْمُؤْمِنٰتِ	وَالْمُحْصَنٰتُ	مِنَ	الَّذِيْنَ	اُوْتُوا الْكِتٰبَ
حلال	اُن کے لئے	اور پاکدامن عورتیں	سے	مومن عورتیں	اور پاکدامن	سے	وہ لوگ جو	کتاب دی گئی

اور مسلمان پاکدامن عورتیں اور اُس قوم کی پاکدامن عورتیں جس کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تمہارے لئے حلال ہیں

مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ

مِنْ قَبْلِكُمْ	اِذَآ	اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	اُجُوْرَهُنَّ	مُحْصِنِيْنَ	غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ	وَلَا مُتَّخِذِيْٓ
تم سے پہلے	جب	تم انہیں دے دو	ان کے مہر	قید میں لانے کو	نہ کہ مستی نکالنے کو	اور نہ بنانے کو

بشرطیکہ تم اُن کا مہر اُن کو دیدو اور قید نکاح میں لے آؤ۔ نہ تو علانیہ بدکاری کرو۔ نہ خفیہ آشنائی کرو

اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ⑤

اَخْدَانٍ	وَمَنْ	يَّكْفُرْ	بِالْاِيْمَانِ	فَقَدْ حَبِطَ	عَمَلُهٗ	وَهُوَ	فِي الْاٰخِرَةِ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ
چھپی آشنائی	اور جو	منکر ہو	ایمان سے	تو ضائع ہوا	اس کا عمل	اور وہ	آخرت میں	سے	نقصان اٹھانے والے

اور جو شخص ایمان کے ساتھ کفر کریگا تو اُس شخص کا عمل سب غارت ہوجائے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

اہل کتاب کافروں کا ذبیحہ حلال ہے

اس آیت میں دو چیزوں کی حلت بیان کی گئی ہے ایک تو کتابی یعنی یہودی یا نصرانی کا ذبیحہ یعنی اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور مسلمانوں کے لئے حلال ہے اور مسلمانوں کا ذبیحہ اہل کتاب کے لئے حلال ہے دوسرے یہ کہ اہل کتاب کی پارسا عورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح درست ہے۔ یہاں آیت میں طعام کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے لفظی معنی ہیں کھانا مگر اس جگہ جمہور صحابہ وتابعین اور اکثر مفسرین کے نزدیک کھانے سے مراد ذبیحہ جانور ہے۔ کیونکہ دوسری قسم کے کھانوں میں مثلاً آٹا دال چاول پھل میوہ وغیرہ اس میں اہل کتاب کی تخصیص نہیں۔ ایسی کھانے کی خشک چیزیں ہر انسان کے ہاتھ کی جائز ہیں خواہ وہ کسی مذہب وملت کا ہو۔ تو خلاصہ مضمون یہ ہوا کہ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے اور مسلمانوں کا ذبیحہ اہل کتاب کے لئے حلال ہے یعنی مسلمان اپنا ذبیحہ اگر اہل کتاب کو کھلائیں یا ان کے ہاتھ فروخت کریں تو کوئی گناہ نہیں مگر یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اہل کتاب سے وہ یہودی یا نصرانی مراد ہیں کہ جو مذہباً اور عقیدۃً اہل کتاب ہوں یعنی اصولی طور پر توحید اور رسالت اور قیامت وآخرت اور جزا وسزا اور جنت وجہنم کے قائل ہوں نہ کہ وہ جو صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی ہوں خواہ عقیدۃً وہ دہریہ ہوں۔ آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت

بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو مردم شماری کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ نہ خدا کے وجود کے قائل ہیں نہ مذہب و ملت کے قائل ہیں۔ نہ آسمانی کتاب توریت وانجیل کے قائل ہیں۔ نہ حضرت موسیٰ علیہما السلام کو خدا کا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر جو عقیدۃ دہریہ ہوں محض مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا اور وہ لوگ اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے۔ لہٰذا ان کے ذبیحہ کا حکم اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔ یہ اچھی طرح سمجھ لیا جائے پھر اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا جانور شریعت کے مسئلہ کے مطابق تین شرطوں کے ساتھ حلال ہے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ وہ ذبیحہ ان جانوروں میں سے نہ ہو جو اہل اسلام پر کتاب وسنت میں حرام کئے گئے ہیں جیسے لحم خنزیز وغیرہ

دوسری شرط یہ ہے کہ ذبح کے وقت اس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔ غیر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس لئے کہ اہل کتاب کا بھی اصل عقیدہ یہی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح جائز نہیں۔

اور تیسری شرط یہ ہے کہ وہ اصل سے اہل کتاب ہو اور اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی نہ بنا ہو اس لئے کہ مرتد کا ذبیحہ حلال نہیں۔ شریعت میں مرتد کے احکام جداگانہ ہیں۔

مسلمان کے لئے کتابی عورت سے نکاح جائز ہے

دوسرا حکم آیت میں اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان کے نکاح کی حلت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ اسلام نے تمام مشرکین و مشرکات کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے مگر اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ مسلمان مردوں کا نکاح حلال قرار دیا اس لئے کہ اہل کتاب اقرب الی الاسلام ہیں۔ اہل کتاب اصولی طور پر توحید اور رسالت اور قیامت وآخرت کے قائل ہیں اور اسی وجہ سے اہل کتاب عام کافروں سے ان دو حکموں میں مخصوص اور ممتاز ہیں کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح درست ہے۔ مشرکین' بت پرست مجوس ہنود وغیرہ کی عورتوں سے نکاح درست نہیں اور حکمت اس اجازت میں بظاہر یہ ہے کہ جب مسلمان مرد ایک کتابیہ عورت سے نکاح کرے گا تو عقلی ونقلی دلائل سے اور اسلام کی قومی حجتوں سے کتابیہ عورت کو اسلام کی طرف بسہولت کھینچ سکتا ہے بخلاف مشرکہ کے کہ وہاں شرک اور بت پرستی کی وجہ سے ان کو اسلام سے غایت درجہ بعد اور منافرت ہے۔ اہل شرک نہ توحید کے قائل اور نہ نبوت کے اور نہ قیامت وآخرت کے نہ کسی حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تقسیم کے قائل ہیں اس لئے ایسے شدید اختلاف کے ہوتے ہوئے مشرکہ کے ساتھ نکاح اور زوجیت کا مقصد حاصل نہ ہوگا اور باہمی اتحاد واعتماد اور ایک دوسرے کی سچی ہمدردی اور غمخواری میسر نہ ہوگی غرض یہ کہ کتاب وسنت نے مشرکین اور اہل کتاب میں فرق کیا ہے کہ مشرکات کے ساتھ تو نکاح بالکل ممنوع قرار دیا اور اہل کتاب کے بارہ میں یہ حکم دیا کہ مسلمان مرد کو تو کتابیہ عورت سے نکاح کی اجازت ہے لیکن مسلمان عورت کو کتابی مرد کے ساتھ نکاح کی ممانعت ہے کیونکہ عورت طبعًا اور عقلاً اور فطرۃً کمزور ہوتی ہے اور شوہر کے تابع ہوتی ہے اس میں مسلمان عورت کے دین کے خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لئے شریعت اسلامیہ نے اس کی اجازت نہیں دی مگر یہاں ایک بات یہ بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ ان آیات میں ذبیحہ کی حلت اور نکاح کی اجازت سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ چیزیں فی حد ذاتہ جائز ہیں۔ معاذ اللہ ترغیب دینا مقصود نہیں کہ اہل اسلام خواہ مخواہ مسلمان عورتوں کو اور اپنے خاندان کی لڑکیوں کو چھوڑ کر کتابیات سے نکاح کیا کریں۔ بلکہ دفع تنگی کے لئے یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی وقت ضرورت اور مصلحت داعی ہو تو اہل کتاب کی عورتوں سے فی حد ذاتہ نکاح جائز ہے۔ لیکن اگر خارجی حالات اور اثرات ایسے ہوں کہ اس حلال سے متنفع ہونے میں بہت سے حرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہو بلکہ کفر تک میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اس لئے مسلمان مرد کے لئے اگر یہ اندیشہ ہو کہ کتابیہ سے نکاح کرنے کے بعد اس کے جال میں پھنس کر اپنے دین اور دنیا کو تباہ کرے گا تو ان حالات میں کتابیہ سے نکاح کی حلت مبدل بہ حرمت ہو جائے گی۔

قرآن وحدیث میں مومنات صالحات اور دین دار عورتوں سے نکاح کرنے کی ترغیب اور فاسقات و فاجرات اور خبیثات سے نکاح کی ممانعت آئی ہے اگرچہ وہ مسلمان ہوں اس لئے کہ بددین عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے مرد کے بھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو یہودیہ یا نصرانیہ سے تو نکاح میں یہ اندیشہ اور بھی قوی ہوجاتا ہے۔

آخرت کے لحاظ سے کتابی اور غیر کتابی سب کافر برابر ہیں

الغرض ان دونوں حکموں میں (یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے میں اور ان کی عورتوں سے نکاح درست ہونے میں اہل کتاب کو عام کفار سے مخصوص اور ممتاز کردیا ہے اور یہ خصوصیت اور امتیاز فقط دنیا میں ہے آخرت میں سب کافر برابر ہیں خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا دوسرے کفار کیونکہ آخرت کا معاملہ فقط ایمان وکفر پر دائر ہے۔ اسی لئے آیت کے اخیر میں فرمادیا گیا وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ یعنی اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ جیسا دنیا میں اہل کتاب کو مشرکین اور مجوس پر ترجیح دی گئی تو شاید آخرت میں بھی ان کو ترجیح دی جائے تو یہاں بتلا دیا گیا کہ گو دنیا میں اہل کتاب کے ساتھ یہ رعایت کردی گئی لیکن آخرت میں اہل کتاب اور دیگر کفار کے مابین کوئی فرق نہیں۔ آخرت میں سب کافروں کا ایک ہی حکم ہے یعنی سب کے اعمال اکارت ہیں اور سب نقصان اٹھانے والے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت اسلامیہ کے احکام کے موافق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اسلام کامل کے ساتھ ایمان صادق بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ اسلامی شریعت نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان پر ہم کو کاربند ہونے اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے بچنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اِذَا	قُمْتُمْ	اِلَى الصَّلٰوةِ	فَاغْسِلُوْا	وُجُوْهَكُمْ	وَاَيْدِيَكُمْ	اِلَى
اے	وہ جو ایمان لائے (ایمان والے)	جب	تم اٹھو	نماز کے لئے	تو دھولو	اپنے منہ	اور اپنے ہاتھ	تک

اے ایمان والو جب تم نماز کو اُٹھنے لگو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو بھی کہنیوں سمیت

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ

الْمَرَافِقِ	وَامْسَحُوْا	بِرُءُوْسِكُمْ	وَاَرْجُلَكُمْ	اِلَى	الْكَعْبَيْنِ	وَاِنْ	كُنْتُمْ	جُنُبًا	فَاطَّهَّرُوْا
کہنیاں	اور مسح کرو	اپنے سروں کا	اور اپنے پاؤں	تک	ٹخنوں	اور اگر	تم ہو	ناپاک	تو خوب پاک ہو جاؤ

اور اپنے سَروں پر ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک کرو

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ

وَاِنْ	كُنْتُمْ	مَّرْضٰٓى	اَوْ	عَلٰى	سَفَرٍ	اَوْ	جَآءَ	اَحَدٌ	مِّنْكُمْ	مِّنَ الْغَآئِطِ	اَوْ لٰمَسْتُمُ
اور اگر	تم ہو	بیمار	یا	پر (میں)	سفر	اور	آئے	کوئی	تم میں سے	بیت الخلاء سے	یا تم ملو (صحبت کی)

اور اگر تم بیمار ہو یا حالت سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجے سے آیا ہو یا تم نے بیبیوں سے قربت کی ہو

النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ

النِّسَآءَ	فَلَمْ تَجِدُوْا	مَآءً	فَتَيَمَّمُوْا	صَعِيْدًا	طَيِّبًا	فَامْسَحُوْا	بِوُجُوْهِكُمْ	وَاَيْدِيْكُمْ
عورتوں سے	پھر نہ پاؤ	پانی	تو تیمم کرلو	مٹی	پاک	تو مسح کرو	اپنے منہ	اور اپنے ہاتھ

پھر تم کو پانی نہ ملے تو تم پاک زمین سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہروں اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیر لیا کرو اُس زمین پر سے

مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ

مِّنْهُ	مَا يُرِيْدُ	اللّٰهُ	لِيَجْعَلَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْ	حَرَجٍ	وَّلٰكِنْ	يُّرِيْدُ	لِيُطَهِّرَكُمْ	وَلِيُتِمَّ
اس سے	نہیں چاہتا	اللہ	کہ کرے	تم پر	کوئی	تنگی	اور لیکن	چاہتا ہے	کہ تمہیں پاک کرے	اور یہ کہ پوری کرے

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک و صاف رکھے اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرما دے

نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ

نِعْمَتَهٗ	عَلَيْكُمْ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	وَاذْكُرُوْا	نِعْمَةَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	وَمِيْثَاقَهُ
اپنی نعمت	تم پر	تاکہ تم	احسان مانو	اور یاد کرو	اللہ کی نعمت	تم پر (اپنے اوپر)	اور اس کا عہد

تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اور تم لوگ اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو اور اس کے اُس عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ کیا ہے

الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ⑦

الصُّدُوْرِ	بِذَاتِ	عَلِيْمٌ	اللّٰهَ	اِنَّ	وَاتَّقُوا اللّٰهَ	وَاَطَعْنَا	سَمِعْنَا	اِذْ قُلْتُمْ	بِهٖ	وَاثَقَكُمْ	الَّذِيْ
دلوں کی	بات	جاننے والا	اللہ	بیشک	اور اللہ سے ڈرو	اور ہم نے مانا	ہم نے سُنا	جب تم نے کہا	اس سے	تم نے باندھا	جو

جب کہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سُنا اور مان لیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

وضو کے چار فرائض

ابتدائے سورۃ سے گذشتہ آیات تک متعدد احکام بیان فرمائے گئے۔ درمیان میں امت محمدیہ پر جو عظیم الشان احسان دین کے مکمل ہونے اور نعمت کے پورے ہونے کا فرمایا گیا اس کا اظہار کیا گیا تھا۔ حق شناس مومن کا دل فطری طور پر اس کی خواہش کرتا ہے کہ اس منعم حقیقی کی بارگاہ رفیع میں دست بستہ حاضر ہو کر جبین نیاز خم کرے اور اپنی غلامانہ منت پذیری اور انتہائی عبودیت کا عملی ثبوت دے اور اعلیٰ ترین عبودیت نماز ہے جس کے لئے طہارت نہایت ضروری اور لازمی ہے اس لئے آگے حکم دیا جاتا ہے کہ اے ایمان والو جب تم نماز کو اٹھنے لگو یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو اور تم کو اس وقت وضو نہ ہو تو وضو کر لو۔ یعنی اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کی کہنیوں سمیت دھوؤ اور اپنے سروں پر بھیگا ہاتھ پھیرو اور اپنے پیروں کو بھی ٹخنوں سمیت دھوؤ۔ یہاں وضو کے چار فرائض کا بیان اس آیت میں ہوا ہے لیکن وضو کا وجوب اس آیت سے نہیں ہوا کیونکہ یہ آیت مدنی ہے اور نماز کی فرضیت بہت پہلے مکہ میں ہو چکی تھی اور ظاہر ہے کہ بغیر وضو طہارت تو نماز ادا ہی نہیں ہو سکتی۔

وضو کا اول فرض بیان ہوا فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ اس میں تمام امت کا اتفاق ہے کہ پہلا فرض وضو میں منہ کا دھونا ہے۔ آیت میں دو بار یا تین بار دھونے کی کوئی قید نہیں ایک بار بھی اعضائے وضو کو دھو دے گا تو فرض ادا ہو جائے گا البتہ مسنون طریقہ تین ہی بار دھونے کا ہے۔ منہ کا جتنا دھونا فرض ہے اس کی حد یہ ہے پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک جہاں تک بال ہوں اور ایک کنپٹی سے لے کر دوسری کنپٹی تک اگر داڑھی کے بال گھنے نہ ہوں تب تو جلد کا دھونا فرض ہے اور اگر گھنے ہوں تو بالوں کا دھونا فرض ہے آنکھ کا کویا بھی غسل وجہ میں داخل ہے اس لئے اس کا دھونا بھی فرض ہے۔ اگر چیپڑ وغیرہ کوئی سخت چیز جم گئی ہے تو اس کا چھڑانا فرض ہے۔ اسی طرح پلک کا ہر بال پورا دھونا فرض ہے۔

دوسرا فرض ہے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔ مسنون اس طرح ہے کہ پہلے دائیں کو پھر بائیں کو دھوئے اور ہاتھ دھونے میں انگلیوں سے دھوتا ہوا کہنی تک آوے۔ نہ کہ کہنی سے پانی ڈال کر انگلیوں تک لاوے۔ یہ مکروہ اور خلاف حدیث ہے۔

تیسرا فرض وضو کا سر کا مسح ہے۔ مسح کہتے ہیں ہاتھ تر کر کے کسی چیز کو لگانا آیت میں کوئی تصریح نہیں کہ کل سر کا مسح کرے یا آدھے سر کا یا چوتھائی کا۔ اس لئے آئمہ میں اس میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنے سے فرضیت ادا ہو جاتی ہے مگر تمام سر کا مسح کرنا سب کے نزدیک مسنون اور بہتر ہے۔

چوتھا فرض وضو کا ٹخنوں سمیت پاؤں دھونا ہے۔ اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے اور احادیث کثیرہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر پاؤں میں چمڑے کے موزہ نہ ہوں تو دھونا فرض ہے ہاں موزوں پر ان شرائط کے موافق جو کتب فقہ میں مذکور ہیں مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن تک مسح کر سکتا ہے۔ یہ چار اعضا جو دھونے فرض ہیں اگر کسی جگہ ایک بال برابر بھی خشک رہ گیا تو وضو نہیں ہوگا۔

غسل کا بیان

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو نماز سے پہلے سارا بدن پاک کرو۔ اس جگہ جنابت والے کے لئے غسل کا حکم دیا گیا جس کی شرح قولاً اور فعلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرما دی کہ پہلے نجاست دھوئے۔ پھر وضو کرے پھر تین بار تمام جسم پر پانی بہا دے اور پاؤں وہاں سے ہٹ کر دھوئے اگر جگہ اچھی نہیں چونکہ یہاں لفظ فاطهرو آیا ہے جس میں تاکید

طہارت پائی جاتی ہے اس لئے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا بھی ضروری تصور کرتے ہیں اگر بدن میں بال برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے گی تو غسل نہ ہوگا۔

تیمّم

یہاں وضو اور غسل کے قائم مقام بوقت ضرورت تیمم کا حکم دیا گیا ہے جو مرض یا پانی نہ ملنے کی وجہ سے وضو اور غسل پر قادر نہ ہو اس کو طہارت تیمم سے حاصل کرنی چاہیے۔

فقہا نے تیمم میں ۳ فرض لکھے ہیں (۱) نیت کرنا (۲) تمام منہ پر ہاتھ پھیرنا' (۳) دونوں ہاتھوں پر مع کہنیوں کے اس طرح ہاتھ پھیرنا کہ قطعاً کوئی حصہ باقی نہ رہے پاک زمین یا مٹی یا جو چیز کہ زمین کی جنس سے ہو اس پر تیمم کر سکتے ہیں مثلاً ریت' چونا' سرمہ' گندھک' گیرو' پتھر' پکی اینٹ' مٹی کے برتن کھریا مٹی نمک جو کان سے نکلتا ہے گچ کی دیوار یا گدے وغیرہ پر اتنا غبار ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کے نشان بن جائیں ان سب سے تیمم جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر شکر کرو

یہاں حق تعالیٰ نے وضو' غسل اور تیمم کے احکام بیان فرما کر اخیر میں فرمایا لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ یعنی امید ہے کہ تم ان ضوابط پر پابندی کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کرو گے کہ اس نے ہر حال کے لائق احکام تعلیم فرمائے اور اتنی آسانیاں رکھیں اور حقیقی شکر حق تعالیٰ کا یہی ہے کہ اس کے بتائے ہوئے احکامات پر دل و جان سے عمل کیا جائے۔ آگے ان سب انعامات و احسانات کو یاد کرنے کا حکم ہو رہا ہے مقصود جس سے یہی ہے کہ منعم حقیقی کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کا شوق پیدا ہو کیونکہ انسان کو کسی کے احکام ماننے کی رغبت دلانے کی دو ہی چیزیں ہیں ایک تو اس حکم دینے والے کی عنایتوں اور نعمتوں کو یاد کیا جائے تو اس وقت فطرۃً اس کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اس کے انعامات و احسانات کو خیال کر کے اس کے احکام کی تعمیل پر طبیعت راغب ہوتی ہے دوسری چیز جو آدمی کو کسی کے احکام کی تعمیل کی طرف راغب بناتی ہے وہ قول و قرار اور عہد و پیمان ہے۔ جب کسی کو یاد دہانی کرا دی جائے کہ تم نے یہ قول و قرار اور عہد کیا تھا تو اس کو اپنا عہد یاد آ جاتا ہے اور اس کو پورا کرنے کے لئے طبیعت راغب ہو جاتی ہے ان ہی دونوں باتوں کا بیان یہاں فرمایا۔

وعدۂ ازل کی یاددہانی

یہاں جس میثاق کی یاددہانی کی گئی ہے اس سے مراد وہ عہد ہے جو روز ازل سے حق تعالیٰ نے اپنے بندوں سے عالم ارواح میں لیا تھا۔ تو انسان کی فطرۃ اور عقل بتلاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہم پر انعامات و احسانات کئے ہیں تو اس کے شکریہ میں اس کے احکام کے سامنے ہمارے سر تسلیم خم رہنے چاہئیں۔ خصوصاً جبکہ ہم روز ازل سے عہد و پیمان کر چکے ہیں۔

اللہ سے ڈرتے رہو

اخیر میں ارشاد ہوتا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں سے واقف ہیں۔ اس لئے جو کام کرو اس میں اخلاق و اعتقاد بھی ہونا چاہیے خلاصہ یہ کہ ایک شریف اور حیادار آدمی کی گردن اپنے محسن اعظم اور منعم حقیقی کے سامنے جھک جانی چاہیے۔ خصوصاً جبکہ اطاعت و فرمانبرداری کا عہد و قرار بھی ہو چکا ہے۔ پھر چونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کی بے انتہا مہربانیاں دیکھ کر مغرور ہو جائے۔ اس کی نعمتوں کی قدر اور اپنے قول و قرار کی کوئی پروانہ کرے اس لئے واتقوا اللہ بھی فرما دیا۔ یعنی خدا سے ہمیشہ ڈرتے رہو وہ اپنی دی ہوئی نعمتوں کو سلب بھی کر سکتا ہے اور ایک لحہ میں تم سے اپنی نعمتیں چھین بھی سکتا ہے اور ناشکری و بدعہدی کی سزا میں بہت سخت پکڑ سکتا ہے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی نعمتوں اور احسانات کے ذکر و فکر کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اپنے انعامات کا ہم کو شکر گزار بندہ بنائیں۔ یا اللہ اپنے احکام کی اطاعت و تعمیل کی توفیق ہم کو نصیب ہو اور اپنے اطاعت گزار بندوں میں شامل ہونا ہمارے لئے مقدر ہو۔ یا اللہ ناشکری و بدعہدی سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب ہو۔ اے اللہ اپنا وہ خوف ہم کو عطا فرما دے کہ جس سے ہم آپ کی ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچ جائیں۔ اور آپ کی مخلصانہ اطاعت و فرمانبرداری میں لگ جائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	كُوْنُوْا	قَوّٰمِيْنَ	لِلّٰهِ	شُهَدَآءَ	بِالْقِسْطِ	وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ	شَنَاٰنُ
اے	جو لوگ ایمان لائے (ایمان والے)	ہو جاؤ	کھڑے ہونے والے	اللہ کے لئے	گواہ	انصاف کے ساتھ	اور تمہیں نہ ابھارے	دشمنی

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور کسی خاص گروہ کی عداوت تم کو اس کا باعث نہ ہوجاوے

قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ

قَوْمٍ	عَلٰٓى	اَلَّا تَعْدِلُوْا	اِعْدِلُوْا	هُوَ	اَقْرَبُ	لِلتَّقْوٰى	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	اِنَّ اللّٰهَ	خَبِيْرٌ
کسی قوم	پر	کہ انصاف نہ کرو	تم انصاف کرو	وہ (یہ)	زیادہ قریب	تقویٰ کے	اور ڈرو	اللہ	بیشک اللہ	خوب باخبر

کہ تم عدل نہ کرو عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری اطلاع ہے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۸ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ

بِمَا	تَعْمَلُوْنَ	وَعَدَ	اللّٰهُ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوْا	الصّٰلِحٰتِ	لَهُمْ	مَغْفِرَةٌ	وَّاَجْرٌ
جو	تم کرتے ہو	وعدہ کیا	اللہ	جو لوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے	اچھے	ان کے لئے	بخشش	اور اجر

اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ اُن کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے

عَظِيْمٌ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۰

	عَظِيْمٌ	وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَآ	اُولٰٓئِكَ	اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ	
	بڑا	اور جن لوگوں نے کفر کیا	اور جھٹلایا	ہماری آیتیں	یہی	جہنم والے ہیں۔	

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھوٹا بتلایا ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار رہو اور عدل کو قائم کرو

گذشتہ آیت میں مومنین کو حق تعالیٰ کے انعامات و احسانات یاد کرنے اور اپنا عہد و پیمان پورا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اب آگے اس پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم نے خدا کے بیشمار احسانات اور اپنے عہد و قرار کو بھلا نہیں دیا تو لازم ہے کہ جس محسن حقیقی کے حقوق و احکام کو ادا کرنے اور اپنے عہد کو وفا کرنے اور سچا کر دکھانے کے لئے ہمہ وقت کمربستہ رہو اور جب کوئی حکم اپنے آقا و منعم حقیقی کی طرف سے ملے فوراً تعمیل حکم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

یہاں اس آیت میں قوامین للہ میں حقوق اللہ اور شہداء بالقسط میں حقوق العباد کی طرف اشارہ ہے۔ اسی مضمون کی ایک آیت اس سے پہلے پانچویں پارہ سورۂ نساء آیت نمبر ۱۳۵ میں گزر چکی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ وہاں سورۂ نساء میں ارشاد ہوا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ اور یہاں آیت میں ارشاد ہوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط یعنی دونوں میں فرق یہ ہے کہ عدل و انصاف نہ کرنے کی وجہ دو چیزیں ہوتی ہیں یا تو ایک فریق کی رعایت یا کسی فریق کی عداوت اسی لئے سورۂ نساء میں ارشاد ہوا کہ عدل و انصاف پر قائم رہو چاہے وہ عدل و انصاف کا حکم خود تمہارے نفس یا تمہارے والدین اور عزیزوں اور دوستوں کے خلاف پڑے اور یہاں سورۂ مائدہ کی اس آیت میں ارشاد ہے کہ کسی قوم کی عداوت و دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف کے خلاف کرنے لگو۔ تو ان

دونوں آیتوں میں دو چیزوں کی طرف ہدایت ہے ایک یہ کہ خواہ معاملہ دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے عدل وانصاف کے حکم پر قائم رہو نہ کسی کی دوستی سے اس میں فرق آئے نہ کسی کی دشمنی وعداوت سے یعنی بندوں کے معاملہ میں عدل وانصاف کا حکم دیا جارہا ہے اور ''عدل'' کا مطلب ہے کہ کسی شخص کے ساتھ بدوں افراط وتفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے۔ دوسری ہدایت ان دونوں آیتوں میں اس کی بھی ہے کہ سچی شہادت اور حق بات کے کہنے سے پہلو تہی نہ کی جائے۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے کہ لوگ سچی گواہی دینے میں کوتاہی وسستی نہ کریں اس لئے شریعت اسلامیہ میں سچی گواہی دینا واجب اور اس کا چھپانا سخت گناہ قرار دیا گیا۔

الغرض عدل وانصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ گہری سے گہری محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلوں میں سے کسی پلہ کو جھکا نہ سکے۔ تو حق کے معاملہ میں جذبات محبت وعداوت سے مغلوب نہ ہونا اور دوست دشمن سب کے ساتھ یکساں انصاف کرنا یہ خصلت حصول تقویٰ کے موثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے۔ اسی لئے آیت میں ھو اقرب للتقویٰ فرمایا یعنی یہ عدل جس کا حکم دیا گیا تقویٰ سے نزدیک تر ہے کہ اس کے اختیار کرنے سے آدمی کو متقی بننا سہل ہو جاتا ہے۔

تقویٰ حاصل کرنے کا ذریعہ

آیت کے اخیر میں وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ فرما کر یہ واضح کر دیا کہ حصول تقویٰ کا واحد ذریعہ خدا کا ڈر ہے اور اللہ کا خوف وڈر ان اللہ خبیر بما تعملون کے مضمون کا مراقبہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی مومن کے دل میں یہ یقین مستحضر ہوگا کہ ہماری کوئی چھپی یا کھلی حرکت حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں تو اس کا قلب خشیت الٰہی سے لرزنے لگے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمام معاملات میں عدل وانصاف کا راستہ اختیار کرے گا اور احکام الٰہیہ کے پورا کرنے کے لئے غلامانہ تیار رہے گا۔

فرمانبرداروں کے لئے بشارت

ارشاد ہوتا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جو ایمان لے آئے اور انہوں نے اچھے کام کئے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور ثواب عظیم ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھٹلایا ایسے لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔''

یہاں دو فریقوں کا ذکر کیا جارہا ہے ایک تو ایمان لانے والے اور ساتھ ہی عمل صالح کرنے والے ان سے وعدہ فرمایا جارہا ہے کہ ان کی کوتاہیوں کو جو بمقتضائے بشریت ان سے ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرمادے گا اور فقط یہی نہیں بلکہ ان کے نیک کاموں کے بدلہ میں انہیں بڑے بڑے انعام دیئے جائیں گے اور عظیم الشان اجر وثواب عنایت کیا جائے گا۔ بالمقابل ان کے اس جماعت کی سزا ذکر کی گئی جس نے قرآن کریم کے ان صاف اور صریح حقائق کو جھٹلایا یا ان نشانات کی تکذیب کی جو سچائی کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے خدا کی طرف سے دکھائے جاتے ہیں ان کے لئے جہنم کی وعید بیان فرمائی گئی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو بھی اپنے جملہ احکام کی ظاہراً وباطناً پابندی نصیب فرمائیں اور عدل وانصاف کو قائم کرنے والا بنائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں انصاف پر قائم رہنے والا اور انصاف کی شہادت دینے والا بنا کر تقویٰ کی دولت عطا فرمایئے اور اپنا وہ خوف وخشیت نصیب کیجئے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں۔ اے اللہ! دنیا میں ہمیں ایمان اور عمل صالح کی دولت نصیب فرما اور آخرت میں اپنی مغفرت واجر عظیم سے نوازا جانا مقدر فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اذۡكُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ هَمَّ قَوۡمٌ اَنۡ يَّبۡسُطُوۡۤا اِلَيۡكُمۡ

اِلَيۡكُمۡ	يَّبۡسُطُوۡۤا	اَنۡ	قَوۡمٌ	اِذۡ هَمَّ	عَلَيۡكُمۡ	اللّٰهِ	نِعۡمَتَ	اذۡكُرُوۡا	الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا	يٰۤاَيُّهَا
تمہاری طرف	بڑھائیں	کہ	ایک گروہ	جب ارادہ کیا	اپنے اوپر	اللہ	نعمت	تم یاد کرو	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	اے

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو جو تم پر ہوا ہے جبکہ ایک قوم اس فکر میں تھی کہ تم پر دست درازی کریں

اَيۡدِيَهُمۡ فَكَفَّ اَيۡدِيَهُمۡ عَنۡكُمۡ‌ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱﴾

الۡمُؤۡمِنُوۡنَ	فَلۡيَتَوَكَّلِ	اللّٰهِ	وَعَلَى	اللّٰهَ	وَاتَّقُوا	عَنۡكُمۡ	اَيۡدِيَهُمۡ	فَكَفَّ	اَيۡدِيَهُمۡ
ایمان والے	چاہیے بھروسہ کریں	اللہ	اور پر	اللہ	اور ڈرو	تم سے	ان کے ہاتھ	پس روک دیئے	اپنے ہاتھ

سو اللہ تعالیٰ نے اُن کا قابو تم پر نہ چلنے دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اہل ایمان کو حق تعالیٰ ہی پر اعتماد رکھنا چاہیے۔

ایک خصوصی انعام کی یاددہانی

اب عمومی احسانات یاد دلانے کے بعد ایک خصوصی احسان اہل ایمان کو یاد دلایا جاتا ہے تاکہ اس نعمت و احسان کو یاد کر کے دل میں منعم حقیقی کی محبت اور اس کی اطاعت کا داعیہ پیدا ہو اور خداوند ذوالجلال والاکرام کی قوت و طاقت اور قدرت پر اعتماد اور بھروسہ دل میں پیدا ہو۔ وہ خصوصی احسان جس کی طرف یہاں اس آیت میں اشارہ ہے اور جس سے غافل نہ ہونے اور اس انعام و احسان کو یاد کرنے کا حکم دیا جارہا ہے وہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں کفار مکہ نے اور ان کے پٹھوؤں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو صدمہ پہنچانے اور اسلام و مسلمانوں کو مٹانے اور ان کے قتل و غارت کردینے کے کتنے منصوبے بنائے اور کس قدر ہاتھ پاؤں مارے مگر حق تعالیٰ کے فضل و رحمت اور دستگیری نے ان کا کوئی داؤ چلنے نہ دیا اور ان سب کو ناکام و نامراد بنادیا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں اس مدنی آیت میں اس احسان عظیم کو جتلانے کا مقصد یہ بھی ہے کہ اہل ایمان غلبہ و قوت حاصل کرلینے کے بعد اپنے دشمنوں کو ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے محفوظ رکھیں اور جوش انتقام میں عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں جیسا کہ گذشتہ آیت میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔

شانِ نزول

یوں تو مجموعی حیثیت سے تاریخ اسلام میں ایسے واقعات بے شمار ہیں کہ کفار کے منصوبے فضل خداوندی سے خاک میں مل گئے اور وہ خائب و خاسر رہے لیکن بعض خاص خاص اہم واقعات بھی ہیں جن کو حضرات مفسرین نے اس آیت کا مصداق اور سبب نزول بیان کیا ہے۔

مثلاً حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ایک منزل پر قیام پذیر ہوئے اور لوگ متفرق ہوگئے اور درختوں کے سایوں میں جا کر آرام کرنے لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تن تنہا ایک درخت کے نیچے ٹھہر گئے اور آرام فرمانے لگے۔ اور اپنے ہتھیار درخت پر لٹکا دیئے۔ دشمنوں میں سے ایک گاؤں والا موقع غنیمت جان کر آیا اور آتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر قبضہ کرلیا اور میاں سے تلوار کھینچ کر آپ کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگا من یمنعک منی اب آپ کو مجھ سے کون بچائے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بے دھڑک نہایت اطمینان سے فرمایا ''اللہ عزوجل'' اسی بدوی گاؤں والے نے پھر وہی کلمہ دہرایا۔ آپ نے یہی جواب دیا اتنے میں جبرئیل امین آئے اور اس کافر کے سینے میں ایک مکہ مارا جس سے وہ تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار اٹھالی اور پھر اس سے پوچھا کہ تو بتا اب تجھے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کہ کوئی نہیں آپ نے فرمایا جا اپنا راستہ لے اور اسی طرح اسے چھوڑ دیا کوئی سزا اسے نہیں دی۔ اس حال کو دیکھ کر وہ اعرابی مسلمان ہوگیا آپ نے

صحابہ کو بلا کر یہ سارا ماجرا بتلایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
اسی طرح بعض صحابہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ کعب بن اشرف یہودی نے مدینہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر پر بلا کر آپ کے قتل کی سازش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اطلاع آپ کو دے دی اور یہود کی سازش خاک میں مل گئی۔ اس کے علاوہ اور بھی اس قسم کے متعدد واقعات پیش آئے کہ کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو صدمہ پہنچانے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے حفاظت فرمائی تو یہاں اس آیت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی غیبی حفاظت کا ذکر کرنے کے بعد وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ فرمایا یعنی اللہ سے ڈرتے رہو اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

دعا کیجئے

اے مولائے کریم بیشک آپ کا یہ بہت بڑا احسان وانعام ہے کہ اسلام کی ابتداء آپ نے ایسی حفاظت فرمائی کہ دشمنان دین کے سب مکر وفریب اور داؤ پیچ خاک میں مل گئے اور وہ سب ناکام ونامراد ہو کر جہنم رسید ہوگئے۔ اے اللہ اپنے فضل وکرم سے اب بھی اسلام اور مسلمانوں کی ایسی ہی دستگیری فرما۔

اے اللہ ہر حال میں اپنی نعمتوں کے ذکر وفکر اور ان کی شکر گزاری کی توفیق مرحمت فرما۔

اے اللہ ہم کو ظاہر وباطن میں دل وجان سے اپنے احکام کی پابندی نصیب فرما۔

اے اللہ تقویٰ وتوکل کی دولت سے ہم کو بھی محروم نہ فرما۔ اور دنیا وآخرت دونوں جہاں میں تقویٰ وتوکل کی برکت سے اپنی رحمت سے نوازا جانا ہمارے لئے مقدر رہے۔

یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں جہاں اہل اسلام پر دشمنان دین مسلط ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی فکر میں ہوں۔

یا اللہ اہل اسلام کی مدد فرما ان کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور دشمنان دین کی چالوں کو ملیا میٹ فرما اور ان کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ

وَلَقَدْ	اَخَذَ اللّٰهُ	مِيْثَاقَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	وَبَعَثْنَا	مِنْهُمُ	اثْنَيْ عَشَرَ	نَقِيْبًا
اور البتہ	اللہ نے لیا	عہد	بنی اسرائیل	اور ہم نے مقرر کیے	ان سے	بارہ	سردار

اور اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ہم نے اُن میں سے بارہ سردار مقرر کیے

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ

وَقَالَ	اللّٰهُ	اِنِّىْ مَعَكُمْ	لَىِٕنْ	اَقَمْتُمُ	الصَّلٰوةَ	وَاٰتَيْتُمُ	الزَّكٰوةَ	وَاٰمَنْتُمْ	بِرُسُلِيْ
اور کہا	اللہ	بیشک میں تمہارے ساتھ	اگر	نماز قائم رکھو گے	نماز	اور دیتے رہو گے	زکوٰۃ	اور ایمان لاؤ گے	میرے رسولوں پر

اور اللہ تعالیٰ نے یوں فرمادیا کہ میں تمہارے پاس ہوں، اگر تم نماز کی پابندی رکھو گے اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاتے رہو گے

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ	وَاَقْرَضْتُمُ	اللّٰهَ	قَرْضًا	حَسَنًا	لَّاُكَفِّرَنَّ	عَنْكُمْ	سَيِّاٰتِكُمْ	وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ
اور ان کی مدد کرو گے	اور قرض دو گے	اللہ	قرض	حسنہ	میں ضرور دور کروں گا	تم سے	تمہارے گناہ	اور ضرور داخل کروں گا تمہیں

اور اُن کی مدد کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دُور کروں گا اور ضرور

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ ⑫

جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	فَمَنْ	كَفَرَ	بَعْدَ ذٰلِكَ	مِنْكُمْ	فَقَدْ ضَلَّ	سَوَاۗءَ	السَّبِيْلِ
باغات	بہتی ہیں	سے	ان کے نیچے	نہریں	پھر جو۔جس	کفر کیا	اس کے بعد	تم میں سے	بیشک گمراہ ہوا	سیدھا	راستہ

تم کو ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے کو نہریں جاری ہوں گی اور جو شخص اس کے بعد بھی کفر کرے گا تو وہ بیشک راہِ راست سے دُور جا پڑا

بنی اسرائیل سے لئے گئے عہد کا تذکرہ کر کے امت محمدیہ کو ایفائے عہد کی تاکید

اہل ایمان کو اللہ سے کئے ہوئے عہد و پیمان کو پورا کرنے کے لئے مزید اہتمام و تاکید کی غرض سے یہ بات یاد دلائی جاتی ہے کہ اے مسلمانوں تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ عہد و پیمان جس کی پابندی کی تاکید بار بار تم کو کی جاتی ہے خاص تمہیں سے لیا گیا۔ نہیں بلکہ تم سے پہلی امتوں سے بھی ایسا ہی عہد لیا گیا تھا اور جن کی خلاف ورزی پر خدا کی جانب سے ان پر قہر اور طرح طرح کی بلاؤں میں گرفتار کئے گئے اور سختی اور ذلت کی مار ان پر دنیا میں پڑی۔

بنی اسرائیل کی بدعہدی کو سنا کر اہل اسلام کو تنبیہ و تاکید کرنا ہے کہ تم یہود کی طرح نہ ہو جانا بلکہ اسلام سے جو ذمہ داریاں تم پر عائد ہوتی ہیں ان کو پورا کرنا اور ہر کلمہ گو مسلمان لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر جو عہد و پیمان حق تعالیٰ سے کر لیتا ہے اور خدا اور رسول کی اطاعت اور احکام شرعیہ کے اتباع کا جو وعدہ اور میثاق کر لیتا ہے اس کا پابند رہے۔

اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے بھی ایک عہد لیا تھا اور ان سے عہد لینے کی یہ صورت اختیار کی گئی تھی کہ پوری قوم بنی اسرائیل جو بارہ خاندانوں یا قبیلوں پر مشتمل تھی ان میں سے ہر خاندان سے ایک سردار چنا گیا اور ہر خاندان کی طرف سے اس کے سردار نے ذمہ داری اٹھائی کہ میں اور میرا پورا خاندان اس

میثاق الٰہی کی پابندی کرے گا۔اس طرح ان بارہ سرداروں نے پوری قوم بنی اسرائیل کی ذمہ داری لے لی۔

الغرض بنی اسرائیل سے معاہدہ لینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ خاندانوں کے بارہ سرداروں کو ذمہ دار ٹھہرایا اور مزید تاکید عہد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے یوں بھی فرمادیا اِنِّیْ مَعَکُمْ کہ میں تمہارے پاس ہوں یعنی کسی وقت تم اپنے سے مجھے دور نہ سمجھو جو کچھ معاملہ تم سراً یا علانیۃً کرو گے وہ ہر جگہ اور ہر وقت میں دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں۔اس لئے جو کچھ کرنا خبردار ہو کر کرنا اور اِنِّیْ مَعَکُمْ کا مطلب بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی میری امداد و نصرت تمہارے ساتھ ہوگی اگر تم نے میثاق کی پابندی کی اور دوسروں سے بھی پابندی کرانے کا عزم کیا۔

عہد کی اہم دفعات

عہد کی جان بتوں کا ذکر یہاں فرمایا گیا ہے ان میں سب سے پہلے اقامت صلوٰۃ ہے اور پھر اداء زکوٰۃ ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور زکوٰۃ کے فرائض حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر بھی عائد تھے۔ اب اس کی جو شکل بھی اس وقت رہی ہو اور دوسرے قرآنی آیات و اشارات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ فرائض صرف بنی اسرائیل ہی کے ساتھ مخصوص نہیں تھے بلکہ ہر پیغمبر اور ہر شریعت میں عائد رہے ہیں۔

تیسرا عہد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سب رسولوں پر ایمان لاویں اور ان کی مدد کرتے رہیں۔ بنی اسرائیل میں چونکہ بہت سے رسول آنے والے تھے اس لئے ان کو خصوصیت سے اس کی تاکید فرمائی گئی اور ان سے عہد لیا گیا۔

چوتھا عہد یہ تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کو اچھے طور پر قرض دیتے رہو گے۔خدا کو قرض دینے سے مراد اسکے دین اور اس کے پیغمبروں کی حمایت اور نیک کاموں میں مال خرچ کرنا ہے۔جس طرح روپیہ قرض دینے والا اس امید پر دیتا ہے کہ اس کا روپیہ واپس مل جائے گا اور قرض لینے والا اسکے ادا کرنے کو اپنے ذمہ لازم کر لیتا ہے۔اسی طرح خدا کی دی ہوئی جو چیز اس کے راستہ میں خرچ کی جائے گی حق تعالیٰ اس کا بدلہ ضرور مرحمت فرمائیں گے۔

عہد پورا کرنے کا انعام

پھر میثاق کی جملہ دفعات بیان کرنے کے بعد یہ بھی بتلا دیا کہ اگر تم نے میثاق کی پابندی کی اور عہد و پیان کو پورا کیا تو اس کی جزاء یہ ہو گی کہ تمہارے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے اور دائمی راحت و عیش کی جگہ یعنی بہشت کے باغات و محلات میں داخل کیا جائے گا۔ اور جو ایسے واضح بیانات اور پختہ عہد و پیان کے بعد بھی خدا کا وفادار ثابت نہ ہوا اور غداری اور خیانت پر کمر بستہ رہا اور کفر و سرکشی اختیار کی تو سمجھ لو کہ اس نے آخروی کامیابی اور نجات کا راستہ گم کر دیا اب وہ ہلاکت کے کسی گڑھے میں گر کر ہلاک و تباہ برباد ہوگا۔

دعا کیجئے: ہم نے کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور اسلام میں داخل ہو کر جو عہد و پیان اور قول و قرار اللہ پاک اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کر لیا ہے۔حق تعالیٰ اس کو پورا کرنے اور اس عہد پر قائم رہنے کی توفیق کاملہ ہم کو نصیب فرمائیں۔ شریعت مطہرہ کے جملہ احکام کی ظاہراً و باطناً ہم کو کامل پابندی نصیب فرمائیں۔یہود و نصاریٰ کی طرح عہد شکنی سے ہماری حفاظت فرمائیں اور ہر طرح کی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچائیں۔یا اللہ ہماری جان مال قلب و قالب ہر چیز سے آپ کی اطاعت اور وفاشعاری کا اظہار ہو جس کے انجام میں آپ کی مغفرت اور آپ کی پاک جنت میں داخلہ نصیب ہو۔یا اللہ جملہ اہل اسلام کو نماز کی کامل پابندی اور زکوٰۃ کی باقاعدہ ادائیگی نصیب فرما۔یا اللہ ہم آپ کے تمام انبیاء و رسل پر ایمان لائے ہیں ہمیں ان کے اتباع کی توفیق عطا فرما۔یا اللہ دین اسلام کو قبول کر کے ہم نے جو ذمہ داریاں اپنے اوپر عائد کر لی ہیں ان کو کما حقہٗ ادا کرنے اور پورا کرنے کی توفیق عطا فرما اور اسلام پر استقامت عطا فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ

فَبِمَا	نَقْضِهِمْ	مِّيْثَاقَهُمْ	لَعَنّٰهُمْ	وَ	جَعَلْنَا	قُلُوْبَهُمْ	قٰسِيَةً	يُحَرِّفُوْنَ	الْكَلِمَ
سو بسبب (پر)	ان کا توڑنا	ان کا عہد	ہم نے اُن پر لعنت کی	اور	ہم نے کردیا	انکے دل (جمع)	سخت	وہ پھیر دیتے ہیں	کلام

توصرف اُن کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے دُور کردیا اور ہم نے اُن کے قلوب کو سخت کردیا وہ لوگ کلام کو اُس کے مواقع سے بدلتے ہیں

عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ

عَنْ	مَّوَاضِعِهٖ	وَنَسُوْا	حَظًّا	مِّمَّا	ذُكِّرُوْا بِهٖ	وَلَا تَزَالُ	تَطَّلِعُ	عَلٰى	خَآئِنَةٍ	مِّنْهُمْ
سے	اس کے مواقع	اور وہ بھول گئے	ایک بڑا حصہ	اس سے جو	اُنہیں جس کی نصیحت کی گئی	اور ہمیشہ	آپ خبر پاتے رہتے ہیں	پر	خیانت	اُن سے

اور وہ لوگ جو کچھ اُن کو نصیحت کی گئی تھی اُس میں سے ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے اور آپ کو آئے دن کسی نہ کسی خیانت کی اطلاع ہوتی رہتی ہے جو اُن سے صادر ہوتی ہے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾

اِلَّا	قَلِيْلًا	مِّنْهُمْ	فَاعْفُ	عَنْهُمْ	وَاصْفَحْ	اِنَّ اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ
سوائے	تھوڑے	اُن سے	سو معاف کر	ان کو	اور درگزر کر	بیشک اللہ	دوست رکھتا ہے	احسان کرنے والے

بجز اُن میں کے معدودے چند شخصوں کے، سو آپ اُن کو معاف کیجئے اُن سے درگذر کیجئے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوش معاملہ لوگوں سے محبت کرتا ہے۔

بنی اسرائیل کی بدعہدی کی سزا

اس آیت سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو توڑنا کتنا سخت جرم ہے۔ یہود نے ایسا کیا تو ان پر لعنت خداوندی نازل ہوئی کہ وہ رحمت خداوندی سے دور ہو گئے اور ان کے دل سخت ہو گئے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت جاتی رہی اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خدا کے کلام میں تحریف کرنے لگے کبھی اس کے الفاظ میں کبھی معنیٰ میں کبھی تلاوت میں جو مراد حقیقی کلام اللہ کی تھی اس کو پھیر کر اور ہی مطلب سمجھنے اور سمجھانے لگے۔ یہاں تک کہ خدا کی کتاب ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔ وہ اس سے بے عمل ہی نہیں بلکہ بے رغبت ہو گئے۔ دین کی اصل جب ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی پھر فروعی اعمال کیسے قبول ہوتے۔ عمل چھوٹ جانے سے نہ دل ٹھیک رہے نہ فطرت اچھی رہی۔ غداری اور مکاری کو اپنا شیوہ بنا لیا نت نئے جال پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بنتے رہتے۔ گویا عہد توڑنے پر لعنت مرتب ہوئی اور لعنت پر قساوت قلبی مرتب ہوئی اور قساوت پر تحریف اور تحریف پر فوت حفظ عظیم یعنی جو نصیحت ان کو کی گئی تھی اس سے نفع اٹھانا بھول گئے حکومت بھی گئی سلطنت بھی چھنی جابر بادشاہوں کا تسلط بھی ہوا قتل و قید کی ذلت بھی اٹھائی اور ہمیشہ کے لئے سزا اور لعنت قرار دیئے گئے اور یہ سزا ایسی ان کے گلے کا ہار بن گئی کہ ان کی دغابازی اور خیانت کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ اسی کو آیت میں وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ فرمایا گیا یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیشہ ان کی کسی دغا و فریب پر مطلع ہوتے رہیں گے۔ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ یعنی بجز تھوڑے لوگوں کے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی جو اسلام میں داخل ہو کر پکے اور سچے مسلمان ہو گئے تھے۔ اسی لئے آیت کے آخیر میں صلی اللہ علیہ وسلم کو **فاعف عنهم واصفح** کی تلقین فرمائی گئی یعنی جب اس قوم کی عادت قدیمہ ہی یہ ہے تو ایسے لوگوں سے ہر جزء پر الجھنے اور ان کی ہر خیانت کا پردہ فاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ان کو

چھوڑیئے اور درگزر کیجئے ان کی برائی کا بدلہ عفو و احسان سے دیجئے شاید اسی سے کچھ متاثر ہوں۔
الغرض یہاں آیت میں بنی اسرائیل کی عہد شکنی کی سزا کا بیان ہوا جس میں اہل اسلام کے لئے بھی نصیحت اندوزی اور عبرت پذیری کی طرف اشارہ ہے کہ جو ملت اور قوم شریعت الٰہیہ اور قوانین قدرت سے سرتابی کرتی ہے اس کا دیر یا سویر یہی حشر ہوتا ہے پس اہل اسلام کو اس سے سبق لینا چاہیے اور بنی اسرائیل کے انجام بد کو اپنے لئے درس عبرت سمجھنا چاہیے۔

دعا کیجئے

ہم نے دین اسلام کو قبول کر کے اور کلمہ طیبہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر جو عہد و اقرار اللہ تعالیٰ سے کرلیا ہے ہم کو اس عہد کے پورا کرنے کی توفیق کاملہ نصیب ہو۔

یا اللہ عہد شکنی اور اس کے وبال سے ہم کو کامل طور پر بچایئے اور اپنی کامل اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمایئے

یا اللہ بنی اسرائیل نے اپنی بدعہدی بدعملی اور سرکشی کے باعث اپنے کو آپ کی رحمت سے دور کرلیا اور ظاہری و باطنی عذابوں میں گرفتار ہوئے

یا اللہ ہم کو بنی اسرائیل کے بدانجام سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ظاہراً و باطناً ہم کو ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچنے کی ہمت اور عزم عطا فرما

یا اللہ ہم کو اپنی کوتاہیوں پر ندامت کے ساتھ توبہ کی توفیق عطا فرما اور اپنی مغفرت و رحمت کا مورد بنا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَيْنَا

وَمِنَ	الَّذِيْنَ قَالُوْٓا	اِنَّا	نَصٰرٰٓى	اَخَذْنَا	مِيْثَاقَهُمْ	فَنَسُوْا	حَظًّا	مِّمَّا	ذُكِّرُوْا بِهٖ	فَاَغْرَيْنَا
اور سے	جن لوگوں نے کہا	ہم	نصاریٰ	ہم نے لیا	اُن کا عہد	پھر وہ بھول گئے	ایک بڑا حصہ	اس سے جو	جسکی نصیحت کی گئی تھی	تو ہم ن لگادی

اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے اُن سے بھی اُن کا عہد لیا تھا سو وہ بھی جو کچھ اُن کو نصیحت کی گئی تھی اُس میں سے اپنا ایک بڑا حصہ فوت کر بیٹھے

بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

بَيْنَهُمُ	الْعَدَاوَةَ	وَالْبَغْضَآءَ	اِلٰى	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	وَسَوْفَ	يُنَبِّئُهُمُ	اللّٰهُ	بِمَا كَانُوْا	يَصْنَعُوْنَ
ان کے درمیان	عداوت	اور بغض	تک	روز قیامت	اور جلد	انہیں بتادے گا	اللہ	جو وہ	کرتے تھے

تو ہم نے ان میں باہم قیامت تک کے لئے بغض و عداوت ڈال دیا اور عنقریب اُن کو اللہ تعالیٰ اُن کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔

عیسائیوں سے لیا گیا عہد

حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ نصاریٰ سے عہد کا لینا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معرفت ہوا تھا چنانچہ انجیل یوحنا کے باب ۱۴ درس ۱۵ میں ہے ''اگر مجھے پیار کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو'' اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دے کر آپ پر ایمان لانے کی تاکید کی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت کچھ مدح فرمائی تھی جیسا کہ اسی کتاب کے اس باب سے ثابت ہے جس کے بعض جملے یہ ہیں ''اس جہان کا سردار آتا ہے'' اور ''مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں'' اور اسی انجیل یوحنا کے باب ٦ میں فارقلیط کی آمد کی بشارت سنائی گئی ہے جو لفظ احمد کا صحیح ترجمہ ہے جس کی طرف سورۂ صف ۲۸ ویں پارہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَد

الغرض نصاریٰ جو باوجودیکہ آپ کی آمد کے منتظر تھے عہد شکن بن گئے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوئے تو آپ کا انکار کر دیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے عہد کو توڑ ڈالا۔

عیسائیوں کی عہد شکنی کی سزا

اس آیت میں حق تعالیٰ نے نصاریٰ کی عہد شکنی کی یہ سزا بیان کی ہے کہ ان کے درمیان آپس میں مذہبی افتراق اور بغض و عداوت ڈال دیا گیا ہے جو قیامت تک چلتا رہے گا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ نصاریٰ میں اصل تین فرقے تھے۔ ایک نسطوریہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے۔ دوسرا یعقوبیہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد مانتے تھے۔ تیسرا ملکائیہ جو عیسیٰ علیہ السلا کو تین الٰہ میں کا ایک جزو مانتے تھے اور یہ افتراق ترک توحید سے ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ اتنے بڑے اختلاف عقائد کے ساتھ باہم عداوت ضروری ہے اور بھی جبکہ عذاب الٰہی کی شکل میں ہو چنانچہ بموجب ارشاد حق تعالیٰ کے نصاریٰ کے فرقوں میں جیسی کچھ مذہبی عداوت پیدا ہوئی وہ تاریخ کلیسا سے ظاہر ہے کہ باہم صرف مذہبی امور میں ان میں کس قدر قتال وجدال واقع ہوا ہے۔

یہاں آیت میں ''قیامت تک'' کا لفظ ایسا ہے جیسا ہمارے محاورات میں بھی کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص تو قیامت تک فلاں حرکت سے باز نہ آئے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ شخص قیامت تک زندہ رہے گا اور یہ حرکت کرتا رہے گا مراد یہ ہے کہ اگر قیامت تک بھی زندہ رہے تو اس بات کو نہ چھوڑے گا۔ اسی طرح آیت میں اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ کا لفظ آنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نصاریٰ کا وجود قیامت تک رہے گا جیسا کہ اس زمانہ کے بعض مبطلین نے اپنی تصنیف میں لکھ دیا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو عہد شکنی اور اس کے وبال سے بچائیں اور جملہ اہل اسلام کو اپنی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔ مخالفین اور اعدائے دین میں آپس میں بغض و عداوت اور افتراق پیدا فرمائیں اور اہل اسلام کو آپس میں اتحاد و اتفاق عطا فرمائیں۔

یا اللہ اسلام کی برکت سے ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھ اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔

یا اللہ یہود و نصاریٰ کو عہد شکنی کی بناء پر دنیا میں جو سزا دی گئی اس سے ہم اہل اسلام کو سبق و عبرت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور گذشتہ بدعہد قوموں کے انجام بد سے عبرت و نصیحت حاصل کر کے ہر طرح کی بدعہدی سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہم نے جو کلمۂ اسلام پڑھ کر عہد و پیمان کر لیا ہے اس پر سچائی کے ساتھ ہم کو قائم رہنا نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	قَدْ جَآءَكُمْ	رَسُوْلُنَا	يُبَيِّنُ	لَكُمْ	كَثِيْرًا مِّمَّا	كُنْتُمْ	تُخْفُوْنَ
اے اہل کتاب	یقیناً تمہارے پاس آگئے	ہمارے رسول	وہ ظاہر کرتے ہیں	تمہارے لئے	بہت سی باتیں جو	تم تھے	چھپاتے

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے ہیں کتاب میں سے جن امور کا تم اخفا کرتے ہو اُن میں سے بہت سی باتوں کو تمہارے سامنے صاف صاف

مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِىْ

مِنَ الْكِتٰبِ	وَيَعْفُوْا	عَنْ كَثِيْرٍ	قَدْ جَآءَكُمْ	مِّنَ اللّٰهِ	نُوْرٌ	وَ	كِتٰبٌ	مُّبِيْنٌ	يَّهْدِىْ
کتاب سے	اور وہ درگزر کرتا ہے	بہت امور سے	تحقیق تمہارے پاس آگیا	اللہ سے	نور	اور	کتاب	روشن	ہدایت دیتا ہے

کھول دیتے ہیں اور بہت سے امور کو واگذاشت کردیتے ہیں۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور ایک کتاب واضح کہ اس کے ذریعہ سے

بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ

بِهِ	اللّٰهُ	مَنِ اتَّبَعَ	رِضْوَانَهٗ	سُبُلَ	السَّلٰمِ	وَيُخْرِجُهُمْ	مِّنَ	الظُّلُمٰتِ	اِلَى النُّوْرِ	بِاِذْنِهٖ
اس سے	اللہ	جو تابع ہوا	اس کی رضا	راہیں	سلامتی	اور وہ انہیں نکالتا ہے	سے	اندھیرے	نور کی طرف	اپنے حکم سے

اللہ تعالیٰ ایسے شخصوں کو جو کہ رضائے حق کے طالب ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتے ہیں اور اُن کو اپنی توفیق سے تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آتے ہیں

وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾	وَيَهْدِيْهِمْ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ
اور اُن کو راہ راست پر قائم رکھتے ہیں۔	اور انہیں ہدایت دیتا ہے	طرف	راستہ	سیدھا

شانِ نزول

ان آیات کے شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں چند یہودی سنگساری کے حکم کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا تم کو اس خدا کی قسم جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت کو نازل فرمایا تھا۔ سچ بتاؤ کیا تمہاری کتاب میں زنا کے جرم کی سزا سنگساری نہیں ہے؟ ابن صوریا نے جواب دیا کہ آپ نے قسم دلائی اور قسم بھی بڑی سخت دلائی ہے اس لئے واقعی معاملہ ظاہر کرنا پڑا۔

بیشک ہمارے مذہب میں بھی اسلام کی طرح زنا کی سزا سنگساری ہے لیکن جب ہماری قوم میں زنا کی کثرت ہوئی اور خیال ہوا کہ اگر ہم سنگساری کرتے جائیں گے تو ایک دن ہماری جماعت بڑی کمزور پڑ جائے گی اس لئے ہم نے رجم کے حکم کو خود بدل دیا۔ اب اگر کوئی ہماری قوم میں زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو ہم اس کو سو کوڑے مارتے اور سر منڈوا کر منہ کالا کر کے شہر میں پھراتے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

اہل کتاب کے لئے پیغام ہدایت

اس آیت میں تمام اہل کتاب کو خطاب کیا جاتا ہے کہ اے اہل کتاب! تم جو بہت سی باتیں اپنے مذہب کی چھپایا کرتے تھے مثلاً نبی آخر الزماں کی صفات اخلاق۔ حلیہ نبوت وغیرہ اور رجم کی طرح بعض دیگر احکامات کو پوشیدہ رکھتے تھے اب ہمارے رسول تمہارے پاس آگئے جو تمہاری اکثر تحریفات کی قلعی کھول کر رکھ دیتے ہیں اور

تمہارے بہت سے مخفی کردہ امور کو ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ ہاں بہت سے وہ احکام جن کی اصلاح کی ضرورت نہیں ان سے وہ درگزر اور چشم پوشی کرتے ہیں۔۔تم پہلے تاریکی اور گمراہی میں پڑے ہوئے تھے امور ہدایت کو چھپایا کرتے تھے اب خدا کی طرف سے تمہارے لئے روشنی آ چکی ہے، جس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے اور ایک واضح اور روشن کتاب آ چکی ہے جس سے مراد قرآن مجید ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حق و باطل کو واضح فرما دیا ہے اب جو شخص خدا تعالیٰ کی مرضی کا خواستگار ہو اور خوشنودی مولیٰ کا راستہ طلب کرنے والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سے اس کو سلامتی اور نجات کے راستے دکھلا دیں گے اور منزل مقصود تک پہنچا دیں گے۔ اور ان کو اپنی توفیق سے تاریکی اور گمراہی سے نکال کر روشنی اور ہدایت کی طرف لے آئیں گے اور ان کو خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ دکھا دیں گے۔

بعض علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ اگرچہ اس آیت میں خطاب حق تعالیٰ کا اہل کتاب سے ہے مگر سبق اس میں اہل اسلام کیلئے بھی ہے کہ وہ ایسے عالیشان رسول اور ایسی عالی قدر کتاب کی روشنی سے پورا فائدہ اٹھائیں اور اس نعمت عظمیٰ کی قدر کریں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا اور قرآن پاک جیسی کتاب ہماری ہدایت کے لئے عطا کی تو ہم کو ان نعمتوں کی صحیح قدردانی کی توفیق بھی عطا فرمائیں۔

ہم کو ظاہر میں اور باطن میں اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نصیب فرمائیں۔ حضورؐ کے ارشادات کے موافق ہم کو اپنی زندگی گزارنا نصیب ہو۔ قرآن پاک کے احکامات کی اطاعت اور فرمانبرداری نصیب ہو۔ شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب ہو اور دین و دنیا میں مولائے کریم کی رضامندی اور خوشنودی حاصل ہو۔

یا اللہ معصیت اور نافرمانی کی تاریکیوں سے نکال کر ہم کو اطاعت و فرمانبرداری کے نور کی طرف چلنا نصیب فرما۔

یا اللہ یہود و نصاریٰ نے اپنی بدبختی کے باعث نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آخری کتاب قرآن مجید پر ایمان نہ لاکر اپنے کو دائمی اور ابدی نقصان میں مبتلا کیا۔

یا اللہ ہم کو اپنی رضا کا طالب بنا کر زندہ رکھئے اور اپنی ہی طاعت و فرمانبرداری پوری طرح زندگی میں نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ

لَقَدْ كَفَرَ	الَّذِيْنَ قَالُوْٓا	اِنَّ اللّٰهَ	هُوَ الْمَسِيْحُ	ابْنُ مَرْيَمَ	قُلْ	فَمَنْ	يَّمْلِكُ	مِنَ اللّٰهِ
تحقیق کافر ہوگئے	جن لوگوں نے کہا	بیشک اللہ	وہی مسیحؑ	ابن مریم	کہہ دیجئے	تو کس	بس چلتا ہے	اللہ کے آگے

بلا شبہ وہ لوگ کافر ہیں جو یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عین مسیحؑ ابن مریمؑ ہے آپ یوں پوچھئے کہ اگر ایسا ہے تو یہ بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ

شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ

شَيْـًٔا	اِنْ اَرَادَ	اَنْ يُّهْلِكَ	الْمَسِيْحَ	ابْنَ مَرْيَمَ	وَاُمَّهٗ	وَمَنْ	فِي	الْاَرْضِ	جَمِيْعًا
کچھ بھی	اگر وہ چاہے	کہ ہلاک کردیا	المسیح	ابن مریم	اور اسکی ماں	اور جو	میں	زمین	سب

حضرت مسیح مریمؑ کو اور اُن کی والدہ کو اور جتنے زمین میں ہیں اُن سب کو ہلاک کرنا چاہیں تو کوئی شخص ایسا ہے جو خدا تعالیٰ سے اُن کو ذرا بھی بچا سکے

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۷

وَلِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	يَخْلُقُ	مَا يَشَاۗءُ	وَاللّٰهُ	عَلٰي	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
اور اللہ کے لئے	سلطنت	آسمانوں	اور زمین	اور جو	ان دونوں کے درمیان	وہ پیدا کرتا ہے	جو وہ چاہتا ہے	اور اللہ	پر	ہر شے	قدرت والا

اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے حکومت آسمانوں پر اور زمین پر اور جتنی چیزیں اُن دونوں کے درمیان ہیں اور وہ جس چیز کو چاہیں پیدا کردیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے عقیدہ کا رد

عیسائیوں میں ایک فرقہ یعقوبیہ تھا جو ''الوہیت مسیح'' کا عقیدہ رکھتا تھا اور ان کا کہنا تھا کہ حضرت مسیح باوجودیکہ ابن مریم تھے مگر واقع میں وہی خدا تھے اور دنیا کے اندر خدا مسیح کے روپ میں ظاہر ہوا تھا (نعوذ باللہ تعالیٰ) یعنی ان کے نزدیک خدا مسیح کے قالب میں حلول کئے ہوئے تھا (معاذ اللہ) نصاریٰ ایک طرف تو توحید کا بھی زبان سے اقرار کرتے جاتے کہ خدا ایک ہی ہے اور پھر جب ساتھ ہی حضرت مسیح کی نسبت ''الوہیت'' کے قائل ہیں تو ان دونوں دعوؤں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک مسیح کے سوا کوئی خدا نہ ہو۔ بہرحال نصاریٰ کے اس عقیدہ کے کفر صریح ہونے میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

اس آیت میں ان کی تردید ہے۔ دلیل کا خلاصہ یہ ہے کہ الوہیت اسی کو سزاوار ہے جو مارنے اور پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہو اور چونکہ مسیح علیہ السلام میں یہ دونوں وصف نہ تھے اس لئے خدا نہیں ہوسکتے یہاں آیت میں یہ جو فرمایا۔ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (وہ جس چیز کو جس طرح چاہیں پیدا کردیں اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے) تو اس سے ایک تو مقصود ہے استدلال توحید پر اور دوسرے اس میں ایک اشارہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بغیر والد کے پیدا ہونے سے الوہیت کا دھوکہ ہوا ہے تو سمجھ لو کہ یہ سب صورتیں اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے کی ہیں اور یہ سب پیدائش کے طریقے اللہ ہی کی قدرت میں داخل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو غیر جنس مٹی سے پیدا کیا۔ اسی طرح ہم جنس مادہ میں صرف مذکر سے پیدا کرسکتے ہیں جیسے حضرت حوا کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام سے اور کبھی صرف مونث سے جیسے حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش۔ اور کبھی نر مادہ یعنی مذکر و مونث دونوں سے جیسے دنیا میں اکثر توالد کا طریقہ رائج ہے۔ غرض ان سب صورتوں میں سے کسی صورت میں کسی غیر کی الوہیت کا دھوکہ یا شبہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ یعنی اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہوئی اور الوہیت مسیح کے عقیدہ کی پرزور دلیل سے تردید ہوگئی۔

اس آیت میں الوہیت مسیح کے رد میں ایسا مسلمہ نظریہ پیش کیا گیا ہے جس سے کوئی سلیم فطرت رکھنے والا انسان انکار نہیں کر سکتا۔ یہ تمام فرقوں کے عقائد باطلہ پر حاوی ہے جو بھی توحید کے خلاف ہیں خواہ حضرت مسیح کے متعلق خدا کا بیٹا ہونے کا عقیدہ ہو یا تین خداؤں میں سے ایک خدا ہونے کا عقیدۂ فاسد ہو۔ اس دلیل میں تمام منکرین توحید کا جواب اور ان کے مسلک کا ابطال ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام وایمان سے نوازا۔ اور توحید کی دولت عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ ہم کو تازیست ایمان واسلام پر قائم رکھیں اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے اور صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ قادر مطلق ہیں اور سب آپ کی مخلوق اور محکوم ہیں۔ آپ کی قدرت لامحدود ہے۔ آپ کی مشیت اور ارادہ کے سامنے سب عاجز اور بے بس ہیں۔ آپ ہر طرح کی شرکت سے پاک ہیں اور وحدہٗ لاشریک ہیں۔ الوہیت آپ ہی کو سزاوار ہے۔

یا اللہ ہم کو اسی عقیدۂ توحید پر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ

وَقَالَتِ	الْيَهُوْدُ	وَالنَّصٰرٰى	نَحْنُ	اَبْنٰٓؤُا	اللّٰهِ	وَاَحِبَّآؤُهٗ	قُلْ	فَلِمَ	يُعَذِّبُكُمْ
اور کہا	یہود	اور نصاریٰ	ہم	بیٹے	اللہ	اور اس کے پیارے	کہہ دیجئے	پھر کیوں	تمہیں سزا دیتا ہے

اور یہود و نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اُس کے پیارے ہیں آپ یہ پوچھئے کہ پھر وہ تم کو تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیا کرتا ہے

بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ

بِذُنُوْبِكُمْ	بَلْ	اَنْتُمْ	بَشَرٌ	مِّمَّنْ	خَلَقَ	يَغْفِرُ	لِمَنْ	يَّشَآءُ	وَيُعَذِّبُ	مَنْ يَّشَآءُ	وَلِلّٰهِ
تمہارے گناہوں پر	بلکہ	تم	بشر	ان میں سے	اس نے پیدا کیا (مخلوق)	وہ بخشدیتا ہے	جس کو	وہ چاہتا ہے	اور عذاب دیتا ہے	جس کو وہ چاہتا ہے	اور اللہ کیلئے

سچی بات یہ ہے کہ تم بھی اُس کی مخلوق میں سے انسان ہو جس کو چاہے گا وہ بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔ اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَمَا	بَيْنَهُمَا	وَاِلَيْهِ	الْمَصِيْرُ	
سلطنت	آسمانوں	اور	زمین	اور جو	ان دونوں کے درمیان	اور اسی کی طرف	لوٹ کر جانا ہے	

اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اُن میں بھی اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے

شان نزول

ایک بار چند یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ اور ان کو اللہ کی طرف بلایا اور خدا کے عذاب سے ڈرایا۔ اس پر وہ بولے کہ آپ ہم کو خدا کے عذاب سے ڈراتے ہیں ہم تو اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں ہم کو عذاب ہرگز نہ ہوگا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور دونوں فریق یہود و نصاریٰ کے خیالات باطلہ کی تردید فرمادی گئی ۔ چنانچہ آیت میں ارشاد ہوتا ہے۔ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (اور یہود و نصاریٰ دونوں فریق دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں)۔

یہود و نصاریٰ کے جھوٹے دعوے اور ان کا رد

''محبوبیت'' کے دعوے کے رد میں ارشاد ہوا قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ پوچھئے کہ اگر تم خدا کے محبوب تھے تو پھر تمہیں دنیا میں گناہوں کا عذاب کیوں ملتا ہے۔ یعنی اگر تم اللہ کے محبوب و پیارے تھے تو پھر گناہوں کی پاداش میں تم پر یعنی تمہاری قوم پر خدا نے مصائب اور تکالیف کیوں نازل کیں کہ تمہاری قدیمی حشمت و عزت خاک میں مل گئی۔ کبھی تمہیں ایک دوسرے کو قتل کرنے کا حکم ملا۔ کبھی طاعون میں مبتلا ہوئے۔ کبھی صورتیں مسخ ہوگئیں اور سور و بندر بنادیئے گئے۔ کبھی جابر بادشاہوں کا تم پر تسلط ہوا اور کبھی قتل و قید اور جلاوطنی کا عذاب آیا۔ تو کہیں کوئی محبّ اپنے محبوب کو عذاب دیا کرتا ہے۔

آگے دوسرے جملہ میں ''ابنیت'' کے دعوے کا رد فرمایا گیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا اپنے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ یعنی ہم اللہ کے بیٹے ہیں کہنے سے مراد یہ ہو کہ ہم خدا کے خواص اور محبوب ہونے کی وجہ سے گویا اولاد ہی جیسے ہیں اور خدا ہم پر مثل باپ کے شفیق اور مہربان ہے۔ پھر ہم کو کس طرح عذاب ہوسکتا ہے۔ کہیں کوئی باپ اپنے پیارے بیٹے کو بھی عذاب دیتا ہے۔ تو اس کے رد میں ارشاد ہوا بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ

یعنی تمہارا یہ دعویٰ ابنیت محض بیہودہ ہے تم کو دوسرے لوگوں کی نسبت کوئی امتیاز اور خصوصیت نہیں بلکہ تم بھی منجملہ اور مخلوقات کے خدا کے پیدا کئے ہوئے دیگر انسانوں کی طرح انسان ہو اور بلا امتیاز تم سب اس ایک قاعدہ میں داخل ہو کہ اللہ جس کو چاہیں گے بخشیں گے جس کو چاہیں گے سزا دیں گے اور کتب الٰہیہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ مغفرت کی شرط ایمان ہے اور کافر کو ابدی عذاب ہے اور تم تکذیب نبوت محمدیہ کی کر کے کافر بن چکے تو ہمیشہ معذب رہو گے۔ پس خصوصیت تو گئی گزری تم معمولی مومنین کی برابر بھی نہ رہے۔ صرف بشرہ اور شکل صورت کے لحاظ سے خدا کے پیدا کئے ہوئے ایک معمولی آدمی کہلائے جاسکتے ہو۔ آیت کے اخیر میں ارشاد ہوتا ہے وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اللہ ہی کی ہے سب حکومت آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے ان میں بھی تو پھر حق تعالیٰ کو مجرموں کو عذاب دینے سے کون روک سکتا ہے۔ جس کے لئے سزا تجویز کر لی ہے ضرور دیں گے پھر ایسی حالت میں ایسے بیہودہ دعوے عبث ہیں اور اللہ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ یعنی نہ کسی مجرم کے لئے یہ ممکن ہے کہ اس کے قلمرو آسمان و زمین سے باہر نکل جائے نہ یہ کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کہیں اور بھاگ جائے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو یہودیت و نصرانیت سے بچا کر اسلام و ایمان سے نوازا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا اور وفادار امتی بن کر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عظمت عطا فرما اور آپ کی محبت و عظمت کے ساتھ آپ کے اتباع کی بھی دولت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ	قَدْ جَآءَكُمْ	رَسُوْلُنَا	يُبَيِّنُ	لَكُمْ	عَلٰى	فَتْرَةٍ	مِّنَ	الرُّسُلِ	اَنْ	تَقُوْلُوْا
اے اہل کتاب	تحقیق تمہارے پاس آئے	ہمارے رسول	وہ کھول کر بیان کرتے ہیں	تمہارے لئے	پر (بعد)	سلسلہ ٹوٹ جانا	سے (کے)	رسول (جمع)	کہ کہیں	تم کہو

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آپہنچے جو کہ تم صاف صاف بتلاتے ہیں ایسے وقت میں کہ رُسولوں کا سلسلہ موقوف تھا تا کہ تم یوں نہ کہنے لگو

مَا جَآءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ وَاللّٰهُ عَلٰى

مَا جَآءَنَا	مِنْ	بَشِيْرٍ	وَّ لَا	نَذِيْرٍ	فَقَدْ جَآءَكُمْ	بَشِيْرٌ	وَّنَذِيْرٌ	وَاللّٰهُ	عَلٰى
ہمارے پاس نہیں آیا	کوئی	خوشخبری دینے والا	اور نہ	ڈرانے والا	تحقیق تمہارے پاس آ گئے	خوشخبری سنانے والے	اور ڈرانے والے	اور اللہ	پر

کہ ہمارے پاس کوئی بشیر اور نذیر نہیں آیا سو تمہارے پاس بشیر اور نذیر آچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۹﴾

كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
ہر شے	قدرت والا

ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیت میں یہود ونصاریٰ کے اس دعوے کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ باوجود کفر وشرک اور نقض عہد اور طرح طرح کے معصیتوں میں ملوث ہونے کے دعویٰ یہ کرتے تھے کہ ہم انبیاء کی اولاد ہیں۔ خدا تعالیٰ کے محبوب ومقبول اور مقرب ہیں اور اس کے پیارے اور چہیتے ہونے میں مثل اولاد کے ہیں۔ اس لئے ہم پر عذاب نہ ہوگا اور مقصود اس دعوے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنا تھا جس کا دلیل کے ساتھ رد فرمایا گیا تھا۔ اسی سلسلہ میں تمام اہل کتاب کو پھر اس آیت میں خطاب اور تنبیہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اظہار ہے اور نصیحت ہے کہ اے اہل کتاب تم کو چاہئے تھا کہ آپؐ کے وجود کو نعمت عظمیٰ اور غنیمت کبریٰ سمجھتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد ایک طویل مدت سے کوئی دنیا میں نبی ہو کر نہ آیا تھا اور روئے زمین سے ہدایت گم ہو چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح عالم کے لئے اپنے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا کہ جو لوگوں کو راہ حق ظاہر کر دیں اور لوگوں پر اللہ کی حجت پوری کر دیں اور قیامت میں کسی کو یہ عذر کرنے کی گنجائش نہ رہے کہ دین کے معاملہ میں ہم غلطی اور کوتاہی پر معذور تھے کہ ہمارے پاس کوئی رسول جس سے ہم کو دین کا صحیح علم ہوتا اور جو بشیر ونذیر ہوتا ہمارے پاس آیا ہی نہیں تو اب اس عذر کی بھی گنجائش نہیں کیونکہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اب آچکے ہیں۔

شان نزول

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام اہل کتاب کو دعوت اسلام دی اور انہوں نے نہ مانا خصوصاً یہود مدینہ نے تو سخت مخالفت شروع کر دی تو حضرت معاذ بن جبل اور حضرت سعد بن عبادہ نے یہودیوں سے کہا کہ اے جماعت یہود تم خدا سے ڈرو۔ تم خوب جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں ہمارے مسلمان ہونے سے پہلے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے قبل تم ہم کو آنے والے نبی کی یہی تعریف یہی صفات واخلاق اور یہی حلیہ بتایا کرتے تھے۔ اب کیوں انکار کرتے ہو۔ یہ تقریر سنکر یہود لاجواب ہوئے اور انتہائی ڈھٹائی سے کہنے لگے کہ ہم نے تم سے یہ کبھی نہیں کہا نہ کسی نبی کے پیدا ہونے کا تذکرہ کیا۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد کوئی نبی پیدا ہی نہیں کیا اور نہ کوئی

5

کتاب بھیجی تو پھر ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کی کس طرح تصدیق کر سکتے ہیں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اہل کتاب کے لئے اتمام حجت

حاصل یہ ہے کہ اے اہل کتاب مدت سے تمہارے پاس کوئی نبی نہ آیا تھا ایک مدت دراز کے بعد خدا نے اپنا رسول بھیجا تا کہ تمہارے اندر جو جو خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اور شریعت الٰہیہ سے تم نے جو سرتابیاں شروع کر دی ہیں ان کو کھول کر صاف صاف بیان کر دیں اور حجت پوری ہو جائے تا کہ قیامت کے دن تم یہ نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس تو کوئی پیغمبر آیا ہی نہ تھا پھر راہ ہدایت ہم کو کیسے ملتی۔

علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان قریب ۱۹۰۰ سال کا فصل تھا مگر یہ زمانہ پیغمبروں کے انقطاع کا نہ تھا بلکہ بہت سے انبیاء بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو زمانہ ہے وہ زمانہ فترت کہلاتا ہے۔

امام بخاری نے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت کیا ہے کہ یہ زمانہ ۶۰۰ سال کا ہے۔اور اس درمیان میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا اور اس زمانہ میں سلسلہ انبیاء بند رہا اور اس سے پہلے اتنا زمانہ کبھی بھی انبیاء کی بعثت سے خالی نہ رہا۔ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہو کر دنیا میں اس وقت تشریف لائے جبکہ رسولوں کی تعلیم مٹ چکی تھی۔ دین الٰہی کی راہیں بے نشان ہو چکی تھیں۔ دنیا توحید کو بھلا چکی تھی۔ جگہ جگہ مخلوق پرستی ہو رہی تھی۔ سورج چاند ستارے آگے بت پوجے جا رہے تھے۔ خدا کا دین بدل چکا تھا۔ روئے زمین سے ہدایت گم ہو چکی تھی۔ کفر کی تاریکی عالم پر چھائی ہوئی تھی جہالت کا دور دورہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اصلاح عالم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ جن لوگوں کی روحیں سعید تھیں انہوں نے موقعہ سے فائدہ اٹھالیا اور آپ پر ایمان لے آئے۔اس طرح ساری مخلوق پر خدا کی حجت تمام ہو گئی آپ نے فلاح دارین کے راستے بتا دیئے اب خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔

قدرت الٰہی کسی قوم کی محتاج نہیں

اخیر میں ارشاد فرمایا وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ یعنی اگر تم ان پیغمبر عظیم الشان کی بات نہ مانو گے تو خدا کو قدرت ہے کہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے جو ان کے پیغام کو پوری طرح قبول کرے اور پیغمبر کا ساتھ دے۔ خدا کا کام اے اہل کتاب کچھ تمہارے ماننے نہ ماننے پر موقوف نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انصار مدینہ کو اصحاب رسول اللہ بنا کر کھڑا کر دیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم نے جو عہد کلمہ لآ الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللہ پڑھ کر لیا ہے ہم کو اس عہد کو پورا کرنے اور اس کے مطالبات کو سچائی سے ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ یا اللہ آپ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مبعوث فرما کر دنیا والوں کے لئے حجت پوری کر دی۔ آپؐ نے فلاح دارین کے راستہ بتا دیئے۔ یا اللہ اب کسی کو یہ عذر قیامت میں کرنے کی گنجائش نہیں رہی کہ دین کا صحیح راستہ ہم کو معلوم نہ ہو سکا اس لئے دین کے معاملہ میں ہم غلطی اور کوتاہی پر معذور تھے۔ یا اللہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور سچائی کے ساتھ آپ کا اتباع کیا ان سب کی مغفرت فرما دے۔ ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرما۔ ان کو دین دنیا کی اصلاح وفلاح نصیب فرما۔ یا اللہ قیامت تک دین اسلام کو سربلند فرما اور دشمنان ومنکرین دین کو مغلوب خاسر اور ناکام فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ

وَاِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ	اذْكُرُوْا	نِعْمَةَ اللّٰهِ	عَلَيْكُمْ	اِذْ	جَعَلَ	فِيْكُمْ	اَنْۢبِيَآءَ
اور جب	کہا	موسیٰؑ	اپنی قوم کو	اے میری قوم	تم یاد کرو	اللہ کی نعمت	اپنے اوپر	جب	اس نے پیدا کئے	تم میں	نبی (جمع)

اور وہ وقت بھی ذکر کے قابل ہے جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کے انعام کو جو تم پر ہوا ہے یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سے پیغمبر بنائے

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا

وَجَعَلَكُمْ	مُلُوْكًا	وَاٰتٰىكُمْ	مَا	لَمْ يُؤْتِ	اَحَدًا	مِنَ	الْعٰلَمِيْنَ	يٰقَوْمِ	ادْخُلُوْا
اور تمہیں بنایا	بادشاہ	اور تمہیں دیا	جو	نہیں دیا	کسی کو	سے	جہانوں میں	اے میری قوم	داخل ہو

اور تم کو صاحب مُلک بنایا اور تم کو وہ چیزیں دیں جو دنیا جہان والوں میں سے کسی کو نہیں دیں۔اے میری قوم اس متبرک ملک میں داخل ہو

الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا

الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ	الَّتِيْ	كَتَبَ اللّٰهُ	لَكُمْ	وَلَا تَرْتَدُّوْا	عَلٰى	اَدْبَارِكُمْ	فَتَنْقَلِبُوْا
ارض مقدس (اس پاک سرزمین)	جو	اللہ نے لکھ دی	تمہارے لئے	اور نہ لوٹو	پر	اپنی پیٹھ	ورنہ تم جا پڑو گے

کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے حصہ میں لکھدیا ہے اور پیچھے واپس مت چلو کہ پھر بالکل خسارے میں پڑ جاؤ گے

خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا

خٰسِرِيْنَ	قَالُوْا	يٰمُوْسٰى	اِنَّ فِيْهَا	قَوْمًا	جَبَّارِيْنَ	وَاِنَّا	لَنْ نَّدْخُلَهَا	حَتّٰى	يَخْرُجُوْا
نقصان میں	اُنہوں نے کہا	اے موسیٰؑ	بیشک اس میں	ایک قوم	زبردست	اور ہم بیشک	ہرگز داخل نہ ہوں گے	یہاں تک کہ	وہ نکل جائیں

کہنے لگے اے موسیٰؑ وہاں تو بڑے بڑے زبردست آدمی ہیں اور ہم تو وہاں ہرگز قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نہ نکل جائیں

مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

مِنْهَا	فَاِنْ	يَخْرُجُوْا	مِنْهَا	فَاِنَّا	دٰخِلُوْنَ	قَالَ	رَجُلٰنِ	مِنَ الَّذِيْنَ	يَخَافُوْنَ	اَنْعَمَ اللّٰهُ
اس سے	پھر اگر	وہ نکلے	اس سے	تو ہم ضرور	داخل ہوں گے	کہا	دو آدمی	ان لوگوں سے جو	ڈرنے والے	اللہ نے انعام کیا تھا

ہاں اگر وہ وہاں سے کہیں اور چلے جاویں تو ہم بیشک جانے کو تیار ہیں۔ان دو شخصوں نے جو کہ ڈرنے والوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا تھا

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ

عَلَيْهِمَا	ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ	الْبَابَ	فَاِذَا	دَخَلْتُمُوْهُ	فَاِنَّكُمْ	غٰلِبُوْنَ	وَعَلَى اللّٰهِ
ان دونوں پر	تم داخل ہو ان پر (حملہ کردو)	دروازہ	پس جب	تم داخل ہو گے اس میں	تو تم	غالب آؤ گے	اور اللہ پر

کہا کہ تم اُن پر دروازہ تک تو چلو سو جس وقت تم دروازہ میں قدم رکھو گے اُسی وقت غالب آجاؤ گے اور اللہ پر

فَتَوَكَّلُوْا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾

فَتَوَكَّلُوْا	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ
بھروسہ رکھو	اگر تم ہو	ایمان والے

نظر رکھو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

بنی اسرائیل کی سرکشیوں کی دلیل ایک قصہ

جب گذشتہ آیات میں یہود و نصاریٰ کے باطل خیالات اور غلط عقائد اور بے بنیاد دعوؤں کی مدلل تردید فرمائی جا چکی اور نبی کریم پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کا بار بار اعلان کیا جا چکا لیکن پھر بھی یہود مدینہ دعوت حق کی طرف راغب نہ ہوئے اور سرکشی اور طغیان سے باز نہ آئے تو اب بنی اسرائیل کا ایک قصہ بیان فرما کر اس طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ اس قوم کی سرکشی کوئی نئی نہیں ہے۔ بلکہ موسیٰ علیہ السلام کے وقت سے ان کی سرکشی اور بے باکی کی یہی حالت چلی آئی ہے۔

یہ قصہ اس وقت کا ہے جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکل کر بحر قلزم کو پار کر کے عرب کے مغربی شمالی حصہ میں مقیم تھے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن اور قوم کے لوگوں نے آپ کی دعوت توحید قبول نہ کی اور آپ کا کہنا نہ مانا اور بت پرستی ترک نہ کی تو آپ اپنے وطن ملک عراق کو چھوڑ کر ہجرت کر کے شام میں آ کر ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ میں تمہاری اولاد کو ملک شام کا مالک بناؤں گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے جن کا لقب اسرائیل تھا وہ مع اپنی اولاد کے اپنے فرزند حضرت یوسف علیہ السلام کے بلانے پر شام سے مصر چلے آئے تھے۔ اور پھر یہ خاندان وہیں مصر میں آباد ہو گیا اور بنی اسرائیل کہلائے۔ آگے چل کر مصر کے ایک جابر بادشاہ فرعون نے ان کو ستانا اور ان پر ظلم کرنا شروع کیا جس کا کچھ قصہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے اور کچھ آگے سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ میں ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بنا کر فرعون کے پاس بھیجا تا کہ آپ اسے سمجھائیں کہ بنی اسرائیل کو ستانا چھوڑ دے اور اللہ پر ایمان لے آئے۔ لیکن وہ نہ مانا۔ آخر بحکم الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر بحر قلزم پار کر کے دوسرے کنارے پر لے آئے۔ شام وہاں سے تھوڑی دور تھا اور وہاں اس وقت ایک قوم کی حکومت تھی جو عمالقہ کہلاتی تھی۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا اب اس کے پورا ہونے کا وقت آیا ہے۔ ملک شام تمہارا ہے لیکن تمہیں اس کے لئے عمالقہ قوم سے جہاد کرنا ہوگا۔ لہٰذا تمہیں حکم خداوندی کی تعمیل میں ملک شام میں جہاد کے ارادہ سے داخل ہونا چاہیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پہلے بنی اسرائیل کے بارہ سرداروں کو تحقیق حال کے لئے جاسوسی کے طور پر ملک شام بھیجا تھا کہ وہاں کی صحیح خبر لائیں اور آ کر وہاں کے حالات بتائیں۔ انہوں نے واپس آ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ملک شام بڑی خوبیوں کا ملک ہے لیکن جن لوگوں کا آج کل اس پر قبضہ ہے وہ بڑے زبردست قوت والے لحیم شحیم دیو جیسے آدمی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سرداروں سے کہا کہ تم قوم کے سامنے ملک شام کی خوبیاں بیان کرنا لیکن یہ نہ کہنا کہ وہاں بڑی طاقت والے زبردست لوگ ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنی اسرائیل یہ سن کر ہمت ہار دیں۔ سب بارہ سرداروں نے اس کا وعدہ کیا لیکن باہر نکل کر اور قوم میں آ کر دو تو اپنے وعدہ پر قائم رہے اور دس نے قوم میں کہہ دیا کہ شام کے لوگ انسان نہیں دیو ہیں۔ ایسے طاقت ور آدمی نہ دیکھے نہ سنے۔ بنی اسرائیل نے جو یہ سنا تو ہمت ہار دی اور ملک

شام جانے سے صاف انکار کر دیا۔تو ان دو سرداروں نے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے کہنے پر عمل کیا انہوں نے قوم کو نصیحت کی کہ عمالقہ جو شام میں مسلط ہیں ان کی ظاہری قوت وشوکت سے نہ گھبرائیں بلکہ اللہ پر توکل کر کے بیت المقدس کے دروازہ تک چلے چلیں تو فتح اور غلبہ تم ہی کو نصیب ہوگا اور دشمن شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔مگر بنی اسرائیل نے جب اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ مانی تو ان دونوں بزرگوں کی تو کیا سنتے۔ان آیات زیر تفسیر میں یہیں تک مضمون بیان کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اس یہود قوم کی خصلتوں سے اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو بچاویں حق تعالیٰ نے جب اپنے فضل سے ہم کو امت محمدیہ میں پیدا فرما کر ہم کو اس نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے تو ہمیں اس نعمت کے قدر دانی کی توفیق بھی عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب فرمائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی نافرمانی سے کامل طور فر بچاویں۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا

اِنَّا	فَقَاتِلَآ	وَرَبُّكَ	اَنْتَ	فَاذْهَبْ	فِيْهَا	مَا دَامُوْا	اَبَدًا	لَنْ نَّدْخُلَهَا	اِنَّا	يٰمُوْسٰى	قَالُوْا
ہم	تم دونوں لڑو	اور تیرا رب	تو	سو تو جا	اس میں	جب تک وہ ہیں	کبھی بھی	ہرگز وہاں داخل نہ ہوں گے	بیشک ہم	اے موسیٰ	انہوں نے کہا

کہنے لگے اے موسیٰؑ ہم تو ہرگز بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں لڑ بھڑ لیجئے

هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

وَبَيْنَ	بَيْنَنَا	فَافْرُقْ	وَاَخِيْ	اِلَّا نَفْسِيْ	لَآ اَمْلِكُ	اِنِّيْ	رَبِّ	قَالَ	قٰعِدُوْنَ	هٰهُنَا
اور درمیان	ہمارے درمیان	پس جدائی کردے	اور اپنا بھائی	اپنی جان کے سوا	اختیار نہیں رکھتا	میں بیشک	اے میرے رب	(موسیٰ نے) کہا	بیٹھے ہیں	یہیں

ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ موسیٰؑ دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اپنی جان اور اپنے بھائی پر البتہ اختیار رکھتا ہوں سو آپ ہم دونوں کے اور اس بے حکم قوم

الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ

يَتِيْهُوْنَ	سَنَةً		عَلَيْهِمْ	مُحَرَّمَةٌ	فَاِنَّهَا	قَالَ	الْفٰسِقِيْنَ	الْقَوْمِ
بھٹکتے پھریں گے	سال	چالیس	ان پر	حرام کردی گئی	پس یہ	اس نے کہا	نافرمان	قوم

کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ ارشاد ہوا تو یہ ملک ان کے ہاتھ چالیس برس تک نہ لگے گا یوں ہی زمین میں سر مارتے پھرتے رہیں گے

فِى الْاَرْضِ ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾

الْفٰسِقِيْنَ	الْقَوْمِ	عَلَى	فَلَا تَاْسَ	فِى الْاَرْضِ
نافرمان	قوم	پر	تو افسوس نہ کر	زمین میں

سو آپ اس بے حکم قوم پر غم نہ کیجئے۔

بنی اسرائیل کا جہاد سے انکار اور اس کی سزا

بنی اسرائیل نے جب اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات نہ سنی تو ان دونوں بزرگوں کی کیا مانتے بلکہ بنی اسرائیل نے ان کی بات کا جواب تک نہ دیا اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے انکار جہاد کے عزم کو دہرایا اور نہایت گستاخانہ طریقہ سے جہاد میں جانے اور قوم عمالقہ سے جنگ کرنے سے انکار کر دیا جیسا کہ ان آیات زیر تفسیر میں بتلایا جاتا ہے۔ اور انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف کہہ دیا کہ اے موسیٰ ہم تو ایک بات کہہ چکے کہ ہم ہرگز بھی وہاں قدم نہ رکھیں گے جب تک کہ قوم عمالقہ ملک شام میں موجود ہے اور اس انکار پر بس نہ کیا بلکہ نہایت لاابالی پن اور گستاخی کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اگر ان سے جہاد اور لڑنا ہی ضرور ہے تو آپ اور آپ کے اللہ میاں چلے جایئے اور دونوں جا کر لڑ بھڑ لیجئے۔ ہم تو یہاں سے سرکتے نہیں۔ بنی اسرائیل کی یہ سرکشی اور بدتمیزی دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت دلگیر ہوئے اور حق تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار میں کیا کروں۔ قوم عمالقہ پر جہاد کی مہم کو کس طرح سر کیا جائے ان پر کچھ بس نہیں چلتا۔ ہاں اپنی جان اور اپنے بھائی (یعنی حضرت ہارون علیہ السلام) پر پورا اختیار رکھتا ہوں سو آپ ہم دونوں بھائیوں اور اس بے حکم قوم کے درمیان فیصلہ فرما دیجئے۔ اس دعا کا حاصل حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق یہ تھا کہ یہ لوگ جس سزا کے مستحق ہیں ان کو وہ سزا دی جائے اور ہم دونوں جس صورت حال کے مستحق ہیں ہم کو وہ عطا فرمایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو اس طرح قبول فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اچھا ہم یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ چالیس سال تک کے لئے وہ ارض پاک یعنی ملک شام کی زمین ان پر حرام کردی گئی۔ اب اگر یہ وہاں جانا بھی چاہیں تو نہ جاسکیں گے اور پھر

یہی نہیں کہ ملک شام نہ جاسکیں گے بلکہ اگر مصر کو لوٹنا چاہیں گے تو وہاں بھی واپس جانا نصیب نہ ہوگا۔ یونہی چالیس برس تک اسی زمین میں سر مارتے پھریں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ چالیس برس تک بنی اسرائیل ایک محدود حصہ زمین میں حیران و پریشان پھرا کئے۔ دن ورات چلنے کے بعد بھی پھر اسی مقام پر پہنچتے جہاں سے چلتے۔

علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کسی قوم کو جو سزا دیتے ہیں وہ ان کے اعمال بد کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ اس نافرمان قوم نے چونکہ یہ کلمہ کہا تھا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ یعنی ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سزا میں چالیس سال تک کے لئے وہیں قید کر دیا۔ تاریخی روایات میں ہے کہ اس چالیس سال کے عرصہ میں بنی اسرائیل کی موجودہ نسل جس نے نافرمانی کی تھی سبھی مر مرا گئے اور ان کی اگلی نسل باقی رہی جو اس عرصہ میں پیدا ہوئی تھی ان کو رہائی حاصل ہوئی اور وہ چالیس سالہ قید سے نجات پا کر بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان سے تھوڑی مدت پہلے حضرت ہارون علیہ السلام بھی اسی وادی میں انتقال فرما گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو خلیفہ ہوئے ان کی قیادت میں باقی ماندہ قوم جہاد بیت المقدس کے لئے روانہ ہوئی اور ملک شام فتح ہوا۔

الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو حق تعالیٰ کا چالیس سالہ قید کا فیصلہ قوم کے حق میں سنا تو طبعاً مغموم ہوئے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اپنی طبیعت اور فطرت سے اپنی امت کی تکلیف و پریشانی سے مغموم اور متاثر ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی گئی کہ آپ ان کی سزا سے دلگیر نہ ہوں ہم نے ان سرکشوں کے لئے جو سزا تجویز کی ہے یہی مناسب ہے سو آپ اس بے حکم قوم کی حالت زار پر ذرا غم نہ کیجئے ان آیات میں یہی واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔

یہود مدینہ کو نصیحت

یہ پورا قصہ اہل کتاب یہود مدینہ کو سنایا جا رہا ہے کہ تم تو یعنی قوم بنی اسرائیل اپنے پیغمبر کی رفاقت سے انکار کر چکی تھی اور جہاد سے جان چرا بیٹھے تھے تو یہ نعمت اوروں کو نصیب ہوئی۔ اسی طرح تم پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نہ کرو گے جیسا کہ تمہارے اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت چھوڑ دی تھی تو یہ نعمت دوسروں کو نصیب ہو گی۔ چنانچہ بحمد اللہ صحابہ کرام کو نصیب ہوئی۔ غزوۂ بدر کا واقعہ ہے کہ بے سروسامان ۳۱۳ اہل ایمان کے مقابلہ میں ایک ہزار مسلح نوجوانان کفار مکہ کا لشکر آ کھڑا ہوا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس موقعہ پر حق تعالیٰ سے دعائیں فرمانے لگے تو ایک صحابی حضرت مقداد بن اسودؓ آگے بڑھے اور عرض کیا یا رسول اللہ جس چیز کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ خدا کی قسم ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہ کہیں گے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ہم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دائیں اور بائیں آگے اور پیچھے سے لڑیں گے۔ آپ بے فکر ہو کر مقابلہ کی تیاری فرمائیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بے حد مسرور ہوئے اور صحابہ کرام میں بھی جوش و جہاد کی ایک نئی لہر پیدا ہو گئی۔ اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ جتنی مدت بنی اسرائیل فتح سے محروم رہ کر وادی تیہ میں بھٹکتے رہے اس سے کم مدت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے مشرق و مغرب میں ہدایت و ارشاد و فتح و نصرت کا جھنڈا گاڑ دیا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اس یہود قوم کی خصلتوں سے امت مسلمہ کو بچائیں۔ یا اللہ جب آپ نے اپنے فضل سے ہم کو امت محمدیہ میں پیدا فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا تو ہمیں اس نعمت عظمیٰ کی قدردانی کی بھی توفیق مرحمت فرمایئے اور اپنے نبی کریم ﷺ کا اتباع کامل نصیب فرمایئے۔ آپؐ کے ارشادات کو دل و جان سے تسلیم کرنے اور آپ کی سنتوں پر عمل پیرا ہونے کا ذوق شوق عطا فرمایئے۔ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کا ظاہراً و باطناً اتباع نصیب فرمایئے۔ یا اللہ اس ملعون قوم یہود کی خصلتوں سے امت مسلمہ کو بچا لیجئے اور ہمیں اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمایئے۔ یا اللہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جس طرح اطاعت و فرمانبرداری کی اور اپنا جان و مال آپؐ کے حکم پر قربان کیا ہم کو بھی ان حضرات صحابہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ امت مسلمہ میں جو دین سے لاپروائی اور غفلت کی فضا پیدا ہو گئی ہے اس کو کامل طور پر مٹا دے اور ہم کو شمع رسالت کا سچا پروانہ بنا کر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ

وَاتْلُ	عَلَيْهِمْ	نَبَاَ	ابْنَيْ اٰدَمَ	بِالْحَقِّ	اِذْ قَرَّبَا	قُرْبَانًا	فَتُقُبِّلَ	مِنْ	اَحَدِهِمَا	وَلَمْ يُتَقَبَّلْ
اور سنا	انہیں	خبر	آدم کے دو بیٹے	احوال واقعی	جب دونوں نے پیش کی	کچھ نیاز	تو قبول کرلی گئی	سے	ان میں سے ایک	اور نہ قبول کی گئی

اور آپ ان اہل کتاب کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنایئے جبکہ دونوں نے ایک نذر پیش کی، اور ان میں سے ایک کی تو مقبول ہوگئی اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی

مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ

مِنَ الْاٰخَرِ	قَالَ	لَاَقْتُلَنَّكَ	قَالَ	اِنَّمَا	يَتَقَبَّلُ	اللّٰهُ	مِنَ	الْمُتَّقِيْنَ	لَئِنْۢ بَسَطْتَّ
دوسرے سے	اس نے کہا	میں ضرور تجھے مارڈالونگا	اس نے کہا	بیشک صرف	قبول کرتا ہے	اللہ	سے	پرہیزگار (جمع)	البتہ اگر تو بڑھائے گا

وہ دوسرا کہنے لگا کہ میں تجھ کو ضرور قتل کروں گا، اس ایک نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔ اگر تو مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے

اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾

اِلَيَّ يَدَكَ	لِتَقْتُلَنِيْ	مَآ اَنَا	بِبَاسِطٍ	يَّدِيَ	اِلَيْكَ	لِاَقْتُلَكَ	اِنِّيْ	اَخَافُ	اللّٰهَ	رَبَّ	الْعٰلَمِيْنَ
میری طرف	اپنا ہاتھ کہ مجھ قتل کرے	میں نہیں	بڑھانے والا	اپنا ہاتھ	تیری طرف	کہ تجھے قتل کروں	بیشک میں	ڈرتا ہوں	اللہ	پروردگار	سارے جہان

دست درازی کرے گا تب بھی میں تجھ پر تیرے قتل کرنے کے لئے ہرگز دست درازی کرنے والا نہیں میں تو خدائے پروردگار عالم سے ڈرتا ہوں۔

ہابیل قابیل کا قصہ اور اس کی عبرتیں

اہل کتاب اور ان میں یہود مدینہ خصوصاً نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد اور بغض رکھتے تھے۔ اور اوپر سے دعویٰ یہ کرتے کہ ہم اللہ کے پیارے محبوب اور مقبول ہیں کیونکہ ہم انبیاء کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کے اس فخر باطل کو توڑنے کے لئے اور حسد کی برائی ظاہر کرنے کے لئے ان آیات میں حق تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمارہے ہیں کہ آپ ان اہل کتاب کو حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا یعنی ہابیل و قابیل کا قصہ پڑھ کر سنایئے۔ تاکہ ان یہود کو محض انبیاء کی طرف نسبت پیدائش ہونے کا گھمنڈ جاتا رہے۔

واقعہ یہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی پیدائش کا دستور یہ تھا کہ ایک بطن سے دو بچے توام یعنی جڑواں پیدا ہوتے ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ اور اس وقت کی ضرورت اور شریعت کے مطابق خدا کے حکم سے ایک بطن کے لڑکے کا دوسرے بطن کی لڑکی سے نکاح کرادیا جاتا گویا آدم علیہ السلام کی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصی حکم جاری فرمادیا تھا کہ ایک بطن سے جو لڑکا اور لڑکی پیدا ہوں وہ تو آپس میں حقیقی بھائی بہن سمجھے جائیں اور ان کے درمیان نکاح حرام قرار پائے باقی دوسرے بطن سے پیدا ہونے والے لڑکے کے لئے پہلے بطن سے پیدا ہونے والی لڑکی کے لئے رشتہ ازدواج ومناکحت جائز ٹھہرا۔ اسی سلسلہ میں حضرت حوا کے بطن سے قابیل اور اس کی ایک بہن اقلیما پیدا ہوئی جو بہت خوبصورت تھی۔ دوسری بار ہابیل اور ان کی ایک بہن پیدا ہوئی جو خوبصورت نہ تھی۔ اور اس وقت کے دستور کے موافق حضرت آدم علیہ السلام نے ہابیل کا نکاح قابیل کی بہن سے اور قابیل کا نکاح ہابیل کی بہن سے کرنا چاہا مگر قابیل اس پر راضی نہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں اپنی بہن سے خود نکاح کروں گا۔ حضرت آدم علیہم السلام نے فرمایا کہ وہ تیرے لئے حلال نہیں مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حجت قطع کرنے کے لئے یہ فیصلہ فرمایا کہ تم دونوں اللہ کے نام کی نذر اور قربانی کرو جس کی نذر اللہ تعالیٰ قبول فرمائے گا اس سے اقلیما کا نکاح ہو جائے گا۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو وحی سے کامل یقین تھا کہ ہابیل حق پر ہے۔ اسی کی نذر قبول ہوگی اس لئے یہ فیصلہ فرما دیا تا کہ پھر قابیل کو بحث وتکرار کی گنجائش باقی نہ رہے۔ سو دونوں نے اپنی اپنی نذر پیش کی۔ اور آسمان سے ایک آگ آئی اور ہابیل کی نذر کو کھا گئی۔ اس زمانہ میں قبول وعدم قبول کی نشانی یہی تھی کہ جو نذر حق تعالیٰ کے ہاں قبول ہوتی اس کو آسمان سے ایک آگ آ کر جلا دیتی اور جو نامقبول ہوتی اس کے لئے آسمان سے آگ نہ آتی۔ غرضیکہ ہابیل کی نیاز قبول ہوئی اور قابیل کی نیاز قبول نہ ہوئی تو قابیل کے دل میں حسد پیدا ہوا اور ازراہ حسد وغصہ اپنے بھائی کے قتل کا ارادہ کیا اور کھلے طور پر اپنے بھائی سے کہہ دیا کہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ ہابیل نے اس وقت بھی غصے کی بات کا جواب غصہ سے نہیں دیا بلکہ ایک اصولی بات بھائی سے کہی کہ اللہ تعالیٰ کا دستور یہی ہے کہ متقی پرہیز گار کا عمل قبول فرمایا کرتے ہیں یعنی اگر تم تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرتے تو تمہاری نذر بھی قبول ہوتی تم نے ایسا نہ کیا تو تمہاری نذر قبول نہ ہوئی۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ بہر حال اگر تو میرے قتل کے لئے دست درازی کرے گا تب بھی میں مدافعت میں تیرے قتل کے لئے ہرگز ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا کیونکہ میں تو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور بھائی کے خون سے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ حسد جیسی ناپاک ومہلک بیماری سے ہمارے قلوب کو پاک فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ نفس وشیطان کے فریب سے ہماری حفاظت فرما اور ہر حال میں ہم کو دین اسلام پر مضبوطی سے قائم رہنے کی توفیق مرحمت فرما۔

اے اللہ ہم کو تقویٰ کی دولت نصیب فرما اور اپنے کرم سے ہمارے ٹوٹے پھوٹے اعمال کو جو آپ ہی کی توفیق سے ہو جاتے ہیں اپنی رحمت سے قبولیت عطا فرما۔

یا اللہ کسی پر ظلم وزیادتی کرنے سے تو ہم کو محفوظ فرما اور ہر حال میں ہم کو تائید حق پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

اِنِّیْ	اُرِیْدُ	اَنْ تَبُوْٓاَ	بِاِثْمِیْ	وَ اِثْمِكَ	فَتَكُوْنَ	مِنْ	اَصْحٰبِ النَّارِ	وَ ذٰلِكَ	جَزٰٓؤُا
بیشک میں	چاہتا ہوں	کہ تو حاصل کرے	میرا گناہ	اور اپنا گناہ	پھر تو ہو جائے	سے	جہنم والے	اور یہ	سزا

میں یوں چاہتا ہوں کہ تو میرے گناہ اور اپنے گناہ سب اپنے سر پر رکھ لے پھر تو دوزخیوں میں شامل ہو جاوے اور یہی سزا ہوتی ہے ظلم کرنے والوں کی

الظّٰلِمِیْنَ ۟ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۟

الظّٰلِمِیْنَ	فَطَوَّعَتْ	لَهٗ	نَفْسُهٗ	قَتْلَ	اَخِیْهِ	فَقَتَلَهٗ	فَاَصْبَحَ	مِنَ	الْخٰسِرِیْنَ
ظالم (جمع)	پھر راضی کیا	اس کو	اس کا نفس	قتل	اپنے بھائی	سو اس نے اس کو قتل کر دیا	تو ہو گیا وہ	سے	نقصان اٹھانے والے

سو اُس کے جی نے اُس کو اپنے بھائی کو قتل پر آمادہ کر دیا پھر اُس کو قتل ہی کر ڈالا ، جس سے بڑا نقصان اٹھانیوالوں میں شامل ہوگیا

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ یٰوَیْلَتٰۤی

فَبَعَثَ	اللّٰهُ	غُرَابًا	یَّبْحَثُ	فِی الْاَرْضِ	لِیُرِیَهٗ	كَیْفَ	یُوَارِیْ	سَوْءَةَ	اَخِیْهِ	قَالَ	یٰوَیْلَتٰی
پھر بھیجا	اللہ	ایک کوا	کریدتا تھا	زمین میں	تا کہ اُسے دکھائے	کیسے	وہ چھپائے	لاش	اپنا بھائی	اس نے کہا	ہائے افسوس مجھ پر

پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا کہ وہ زمین کھودتا تھا تا کہ وہ اس کو تعلیم کردے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طریقہ سے چھپا وے، کہنے لگا

اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ ۟ۚۛ

اَعَجَزْتُ	اَنْ اَكُوْنَ	مِثْلَ	هٰذَا	الْغُرَابِ	فَاُوَارِیَ	سَوْءَةَ	اَخِیْ	فَاَصْبَحَ	مِنَ	النّٰدِمِیْنَ
مجھ سے نہ ہو سکا	کہ میں ہو جاؤں	جیسا	اس۔یہ	کوا	پھر چھپاؤں	لاش	اپنا بھائی	پس وہ ہو گیا	سے	نادم ہونے والے

افسوس میری حالت پر کیا میں اس سے بھی گیا گذرا کہ اس کوّے ہی کی برابر ہوتا اور اپنے بھائی کی لاش کو چھپا دیتا سو بڑا شرمندہ ہوا۔

قابیل کا ہابیل کو قتل کرنا

اب آگے ان آیات میں قصہ کا بقیہ حصہ بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ہابیل نے قابیل سے یہ بھی کہا کہ میں تو یوں چاہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی گناہ کا کام نہ ہو گو تو مجھ پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ کرے اگر تو میرے قتل سے باز نہ آیا تو قیامت کے دن تیری گردن پر تیرے گناہ کا بھی بوجھ ہوگا اور میرے گناہوں کا بوجھ بھی تجھ پر ڈالا جائے گا اس لئے کہ قیامت کے دن مقتول مظلوم کی برائیاں اور گناہ ظالم قاتل پر ڈال دی جائیں گی اس طرح دونوں کا بوجھ تجھی کو اٹھانا پڑے گا کیونکہ خدا کے ہاں قاتل کی یہی سزا ہے کہ اس کے ذمہ اس کا گناہ بھی لکھا جائے اور اس کے مقتول کا بھی اور اس کو دوہری سزا دی جائے۔ ہابیل نے یہ سب اس لئے کہا کہ شاید قابیل یہ سن کر گناہ سے رک جائے اور قتل کے خیال سے باز آ جائے مگر قابیل تو پہلے ہی قتل کا ارادہ کر چکا تھا بھائی کی برادرانہ نصیحت و موعظت کا کوئی اثر نہ ہوا اور اب جو یہ سنا کہ مدافعت اور انتقامی کارروائی بھی نہیں کرے گا تو بجائے اس کے کہ اس پر دل نرم ہو جاتا وہ اور بھی بے فکر ہو گیا اور اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر پوری طرح آمادہ کر دیا۔ اور بالآخر اس کو قتل ہی کر ڈالا جس سے وہ بڑے نقصان اٹھانے والوں میں شامل ہو گیا۔

بھائی کے قتل کا دینی و دنیاوی نقصان

اس قتل سے اس کو دین و دنیا کا بڑا خسارہ ہوا۔ دنیا کا نقصان تو یہ کہ ایسا نیک بھائی جو قوت بازو بنتا ہاتھ سے کھویا۔ والدین کی ناراضگی مول لی گھر والوں کی لعنت و ملامت ملی اور دنیا میں قیامت تک بدنام ہوا اور بقول بعض مفسرین کے اس کے بدن کا سیاہ پڑ جانا دل کا قابو میں نہ رہنا' مخبوط الحواس ہو جانا اور اسی بدحواسی اور پریشانی میں مر جانا یہ سب تو دنیا کا نقصان و بربادی اور آخرت کا یہ نقصان کہ سخت عذاب میں مبتلا ہو گا۔ اور ظلم قطع رحمی قتل عمد اور بدامنی کا دروازہ دنیا میں کھول دینے سے ان سب گناہوں کی سزا کا مستوجب ہوا۔ اور آئندہ بھی دنیا میں جتنے اس نوعیت کے گناہ کئے جائیں گے سب میں بانی ہونے کی وجہ سے اس کی شرکت رہے گی۔

ہابیل کی تدفین

اب چونکہ مظلوم ہابیل کے قتل سے پہلے دنیا میں کوئی انسان مرا نہ تھا اس لئے قتل کے بعد قابیل کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے جس سے یہ راز پوشیدہ رہے اور بعض روایات میں ہے کہ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا تو عرصہ تک اس کے لاشہ کو پشت پر لادے پھرا کیونکہ یہ سب سے پہلی موت تھی جو روئے زمین پر واقع ہوئی اور اس وقت تک میت کے چھپانے کا کوئی طریقہ معلوم نہ تھا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے دو کوے بھیجے جو آپس میں لڑے اور ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر قاتل کوے نے اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کرید کر اس میں ایک گڑھا بنایا اور مقتول کوے کو اس میں ڈال کر مٹی سے چھپایا۔ قابیل نے یہ تمام کیفیت دیکھی اور اس کوے سے دفن کا طریقہ سیکھا اور اپنی حالت پر سخت ندامت ہوئی کہ میں عقل و فہم میں اس جانور سے بھی گیا گزرا ہوا۔ ہائے میری شامت مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ میں اس کوے ہی جیسا ہو جاتا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ الغرض اپنی اس بدحالی پر قابیل بڑا شرمندہ ہوا۔ مگر یہ جاننا چاہیے کہ یہ ندامت اور پشیمانی توبہ کی ندامت نہ تھی کیونکہ جو ندامت خدا کے خوف سے ہو وہ توبہ ہے اور جو ندامت و پشیمانی دنیا کی ذلت کے ڈر سے ہو اور ایک امر طبعی ہے اور وہ شرعی توبہ نہیں۔ ان آیات زیر تفسیر میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمارے قلوب کو حسد وغیرہ اخلاق ذمیمہ سے پاک فرمائیں۔ نفس و شیطان کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ اس وقت امت مسلمہ میں جو افتراق و اختلاف اور حسد و عناد کی بیماری پھیل رہی ہے اس لعنت سے ہم کو نجات عطا فرما اور ہم کو ظاہراً و باطناً شریعت مطہرہ کی پابندی ہر حال میں ہر آن عطا فرما۔

یا اللہ اس وقت امت مسلمہ میں جو ناحق قتل کی وبا پھیل ہوئی ہے اسے اپنی رحمت سے دور فرما دے۔ اور ایک دوسرے کی جان کو اپنی جان سے زیادہ عزیز سمجھنے کی توفیق عطا فرما دے۔

یا اللہ ان قرآنی واقعات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی سعادت عطا فرما اور نفسانی و شیطانی حرکات جیسے حسد' تکبر' ظلم و ستم بدعہدی' قتل ناحق وغیرہ کے کبیرہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ

بِغَیْرِ نَفْسٍ	نَفْسًا	مَنْ قَتَلَ	اَنَّهٗ	بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ	عَلٰى	كَتَبْنَا	ذٰلِكَ	اَجْلِ	مِنْ
کسی جان کے بغیر	کوئی جان	کوئی قتل کرے	کہ جو۔جس	بنی اسرائیل	پر	ہم نے لکھدیا	اس	وجہ	سے

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا تھا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے

اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ

النَّاسَ	اَحْیَا	فَكَاَنَّمَا	اَحْیَاهَا	وَمَنْ	جَمِیْعًا	النَّاسَ	قَتَلَ	فَكَاَنَّمَا	فِی الْاَرْضِ	اَوْ فَسَادٍ
لوگ	اس نے زندہ رکھا	تو گویا	اسکو زندہ رکھا	اور جو۔جس	تمام	لوگ	اس نے قتل کیا	تو گویا	زمین (ملک) میں	یا فساد کرنا

یابدوں کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو قتل کرڈالے تو گویا اُس نے تمام آدمیوں کو قتل کرڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچالیوے تو گویا اُس نے تمام آدمیوں کو بچالیا

جَمِیْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ

بَعْدَ ذٰلِكَ	مِّنْهُمْ	كَثِیْرًا	اِنَّ	ثُمَّ	بِالْبَیِّنٰتِ	رُسُلُنَا	لَقَدْ جَآءَتْهُمْ	وَ	جَمِیْعًا
اس کے بعد	ان میں سے	اکثر	بیشک	پھر	روشن دلائل کے ساتھ	ہمارے رسول	ان کے پاس آچکے	اور	تمام

اور بنی اسرائیل کے پاس ہمارے بہت سے پیغمبر بھی دلائل واضحہ لے کر آئے پھر اُس کے بعد بھی بہتیرے اُن میں سے

	لَمُسْرِفُوْنَ	فِی الْاَرْضِ	فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾
	حد سے بڑھنے والے	زمین (ملک) میں	دنیا میں زیادتی کرنے والے ہی رہے۔

قتل ناحق کی سزا

قابیل پہلا آدمی تھا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا۔ جب دنیا میں ایک دفعہ قتل کا دروازہ کھل گیا تو پھر اور لوگ بھی اس کے مرتکب ہونے لگے۔ اور بنی اسرائیل کے زمانہ تک اس برائی نے پورے طور پر جڑ پکڑلی۔ اس لئے اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ خون ناحق قتل اور بدامنی کو روکنے کے لئے بنی اسرائیل کے لئے یہ قانون مقرر کیا گیا کہ کوئی کسی کو قتل نہ کرے اور توریت میں فرمایا گیا کہ ایک آدمی کا مارنا تمام آدمیوں کے مارنے کے برابر ہے یعنی ایک کے خون ناحق کرنے سے دوسرے بھی اس جرم پر دلیر ہوتے ہیں تو اس حیثیت سے جو شخص ایک کو قتل کر کے بدامنی کی جڑ کو قائم کرتا ہے گویا وہ سب انسانوں کے قتل اور عام بدامنی کا دروازہ کھول رہا ہے اور اسی طرح توریت میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ایک آدمی کا زندہ رکھنا تمام آدمیوں کے زندہ رکھنے کے برابر ہے کیونکہ اس سے ہر ایک کو امن وامان کا یقین ہوجاتا ہے۔ الغرض چونکہ ناحق قتل کرنا نہایت مضر چیز ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس کی ممانعت کا قانون بنی اسرائیل کی شریعت میں بھی مقرر فرمادیا تھا۔

بنی اسرائیل کے بہت سے لوگ ایسے کھلے احکام سن کر بھی اپنے ظلم وطغیان اور دست درازیوں سے باز نہ آئے انبیائے معصومین کو قتل اور آپس میں خون ناحق کرنا ان کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے اور آج بھی نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے (معاذ اللہ) قتل یا ایذارسانی اور مسلمانوں کی تذلیل کے لئے ہر قسم کی ناپاک سازشیں کرتے رہتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حکم تورات کے موافق کسی ایک آدمی کا مار ڈالنا اتنا بڑا جرم ہے کہ گویا اس کا قاتل تمام دنیا کے انسانوں کا قاتل ہے تو دنیا کے سب سے زیادہ کامل اور اکمل

انسان اور سب سے زیادہ مقبول اور مقدس جماعت کے قتل اور ایذا رسانی کے درپے ہونا اوران سے لڑائی اور مقابلہ کے لئے کمر باندھنا	خدا کے نزدیک کتنا بھاری جرم ہوگا خدا کے پیغمبر اور سفیر سے لڑائی تو درحقیقت خدا ہی سے لڑائی کرنا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ بنی اسرائیل جیسی ناپاک خصلتوں سے اہل اسلام کو بچادیں اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے احکامات اور شریعت اسلامیہ کی پوری اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دنیا میں ہم ہدایت اور امن کے پھیلانے والے ہوں اور ظلم وطغیان اور بدامنی سے کامل طور پر بچنے اور بچانے والے ہوں۔

یا اللہ قتل ناحق ظلم وزیادتی یا اس کی اعانت سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔آمین

یا اللہ شریعت اسلامیہ نے جس جس چیز کو فساد فی الارض قرار دیا ہے۔اُن تمام فسادات کے ارتکاب سے ہماری حفاظت فرمایئے اور گذشتہ میں ہم سے جو کوتاہیاں اس قسم کی سرزد ہوگئی ہوں اُن سے توبہ کی توفیق مرحمت فرما کر ہماری توبہ قبول فرمایئے۔

یا اللہ دنیا میں انسانیت اور امن امان جو اسلام نے دنیا والوں کو بخشا ہے ہمیں اُس کو پھیلانے اور مخلوق خدا کو اذیت نہ دینے کی توفیق نصیب فرمایئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا

اِنَّمَا	جَزٰٓؤُا	الَّذِيْنَ	يُحَارِبُوْنَ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَ	يَسْعَوْنَ	فِي الْاَرْضِ	فَسَادًا	اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا
یہی	سزا	جولوگ	جنگ کرتے ہیں	اللہ	اوراس کارسولؐ	اور	سعی کرتے ہیں	زمین (ملک) میں	فساد کرنے	کہ وہ قتل کئے جائیں

جولوگ اللہ تعالیٰ سے اور اُس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اُن کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں

اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ

اَوْ	يُصَلَّبُوْٓا	اَوْ	تُقَطَّعَ	اَيْدِيْهِمْ	وَاَرْجُلُهُمْ	مِّنْ	خِلَافٍ	اَوْ يُنْفَوْا	مِنَ الْاَرْضِ	ذٰلِكَ
یا	وہ سولی دیئے جائیں	یا	کاٹے جائیں	ان کے ہاتھ	اوران کے پاؤں	سے	ایکدوسرے کے مخالف سے	یا ملک بدر کردیئے جائیں	ملک سے	یہ

یا سولی دیئے جائیں یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین پر سے نکال دیئے جائیں، یہ

لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ

لَهُمْ	خِزْيٌ	فِي الدُّنْيَا	وَلَهُمْ	فِي الْاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ	اِلَّا	الَّذِيْنَ تَابُوْا	مِنْ قَبْلِ
ان کیلئے	رسوائی	دنیامیں	اوران کے لئے	آخرت میں	عذاب	بڑا	مگر	وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی	اس سے پہلے

اُن کیلئے دنیا میں سخت رسوائی ہے اور اُن کو آخرت میں عذابِ عظیم ہوگا۔ہاں مگر جو لوگ قبل اس کے کہ تم اُن کو گرفتار کر لو توبہ کر لیں

اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۴﴾

اَنْ	تَقْدِرُوْا	عَلَيْهِمْ	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	
کہ	تم قابو پاؤ	اُن پر	تو جان لو	کہ	اللہ	بخشنے والا	مہربان	

تو جان لو کہ بیشک اللہ تعالیٰ بخش دیں گے مہربانی فرمائیں گے۔

ڈکیتی ور ہزنی کی سزا

یہاں آیت میں ان لوگوں کی سزا کا ذکر ہے جو اللہ اور رسول سے مقابلہ ومحاربہ کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں اور اکابرین مفسرین نے یہاں فساد فی الارض سے رہزنی اور ڈکیتی مراد لی ہے۔اور یہاں ڈاکہ ورہزنی کی چار سزائیں مذکور ہوئی ہیں۔ اور اس ڈکیتی و رہزنی کو اللہ اور رسولؐ کے ساتھ محاربہ یعنی جنگ فرمایا گیا ہے بایں معنی کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قانون شرعی سے جس کا اظہار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہوا ہے امن دیا ہو تو جو طاقت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کو توڑنا چاہے اور امن عامہ کو برباد کرے تو اگرچہ ظاہر میں یہ مقابلہ عوام اور انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس کی جنگ حکومت کے ساتھ ہے اور اسلامی حکومت میں جب قانون اللہ اور رسول کا نافذ ہو تو یہ محاربہ اور جنگ بھی اللہ اور رسول ہی کے مقابلہ میں کہا جاوے گا کہ اس نے اللہ کے دیئے ہوئے امن کو توڑا اور چونکہ رسول کے ذریعہ سے اس کا ظہور ہوا اس لئے رسول کا تعلق بھی بڑھا دیا۔غرض جو لوگ یا جو جماعت ڈاکہ ورہزنی کی حرکت کرے اس کی چار سزائیں یہاں مذکور ہوئیں کیونکہ حکومت شرعیہ سے بغاوت' لوٹ مار' قزاقی' رہزنی کا فساد چار ہی قسم کا ہوسکتا ہے۔

۱۔کسی مسلمان یا غیر مسلم ذمی کو قتل کردیا لیکن مال نہ لوٹ سکے اس کی سزا یقتلوا فرمائی گئی۔یعنی وہ ڈاکو یا راہزن سزا میں قتل کردیئے جائیں۔

۲۔قتل کرکے مال بھی لوٹ لیا ہو تو ان کی سزا یصلبوا فرمائی گئی

یعنی ان کو سولی چڑھایا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ ان کو زندہ سولی پر لٹکایا جائے اور پھر نیزہ وغیرہ سے پیٹ چاک کی جائے۔

۳۔ اگر ان لوگوں نے صرف مال لوٹا اور چھین لیا اور کسی کو قتل نہیں کیا تو ان کی سزا تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ فرمائی گئی۔ یعنی ان کے ہاتھ اور پاؤں مختلف جانبوں سے کاٹ دیئے جائیں یعنی ان کے داہنے ہاتھ گٹے پر سے اور بائیں پاؤں ٹخنے پر سے کاٹ دیئے جائیں۔

۴۔ اور اگر ابھی تک قتل وغارت گری کا کوئی جرم ان سے صادر نہیں ہوا صرف لوگوں کو گھیر لیا تھا کہ گرفتار کر لئے گئے تو ان کی سزا يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ فرمائی گئی یعنی ان کو زمین سے نکال دیا جائے۔ زمین سے نکالنے کا مفہوم ایک جماعت فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ ان کو دارالاسلام سے نکال دیا جائے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ جس مقام پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کی وہاں سے نکال دیا جائے امیر المومنین حضرت فاروق اعظمؓ نے اس قسم کے معاملات میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر مجرم کو ایک جگہ سے نکال کر دوسرے شہروں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہاں کے لوگوں کو ستائے گا اس لئے ایسے مجرم کو قید خانہ میں بند کر دیا جائے یہی اس کا زمین سے نکالنا ہے کہ زمین میں کہیں گھوم پھر نہیں سکتا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بھی یہی جیل میں بند کر دینے کا مسلک اختیار فرمایا ہے الغرض امام اور امیر وقت کو اختیار ہوگا کہ ان چاروں سزاؤں میں سے جو مجرموں کے مناسب حال دیکھے وہ ان پر جاری کرے۔

اب آج کل عام طور پر اس طرح کے مسلح حملوں میں صرف مال کی لوٹ کھسوٹ۔ یا قتل وخون ریزی ہی پر اکتفا نہیں ہوتا بلکہ اکثر عورتوں کی عصمت دری اور اغوا وغیرہ کے واقعات بھی پیش آتے ہیں تو اگر بدکاری کا شرعی ثبوت بہم پہنچ جائے تو حد زنا جاری کی جاوے گی

اور اگر نہ کسی کو قتل کیا نہ مال لوٹا مگر کچھ لوگوں کو زخمی کر دیا تو زخموں کے قصاص کا قانون نافذ کیا جائے گا۔

آخرت کا عذاب

آیت کے اخیر میں فرمایا گیا ہے لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ یعنی یہ سزائے شرعی جو ان پر دنیا میں جاری کی گئی ہے یہ تو دنیا کی رسوائی اور ذلت ہے اور آخرت کی سزا اس سے بھی سخت اور عذاب عظیم ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیاوی سزاؤں حدود وقصاص، یا تعزیرات سے بغیر توبہ کے آخرت کی سزا معاف نہیں ہوتی۔ ہاں سزا یافتہ شخص دل سے اس گناہ اور جرم سے توبہ بھی کرے تو آخرت کی سزا معاف ہو جائے گی۔

ڈاکو کی توبہ

اگلی آیت میں ایک استثنا ان سزاؤں سے ذکر کیا گیا ہے وہ یہ کہ ڈاکو یا رہزن اگر حکومت کے قبضہ میں آنے اور گرفتاری سے پہلے پہلے جب کہ اس کی قوت اور طاقت بحال ہے اگر توبہ کر کے ڈاکہ و رہزنی سے خود ہی باز آجائے تو ڈاکہ کی یہ حد شرعی ان سے ساقط ہو جائے گی۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر ڈاکو یا رہزن اپنی گرفتاری سے پہلے ہی اپنے گناہ سے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اپنے حقوق کو معاف فرما دیں گے باقی حقوق عباد وہ بغیر بندوں کے معافی کے ساقط نہیں ہوتے پس اگر کسی کا مال لیا ہے تو اس کا ضمان دینا پڑے گا اور اگر کسی کی جان لی ہے تو قصاص لازم ہوگا مگر اس ضمان اور قصاص کے معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہوگا اور ولی مقتول اگر اس کو قتل کرے تو وہ قتل بطور قصاص کے ہوگا نہ کہ بطور حد۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ادا کرنے والے ہوں۔ احکام شریعت پر چلنے اور چلانے والے ہوں۔ خدائی احکام کی پابندی کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں جہان میں رسوائی اور ذلت سے ہم کو محفوظ و مامون فرمائیں اور اپنی مغفرت ورحمت سے دونوں جہان میں نوازیں۔ یا اللہ اس وقت جور وئے زمین فسادیوں سے بھر گئی ہے ان کے دنیا سے دور ہونے کی غیب سے صورتیں ظاہر فرما دے اور دنیا کو پھر امن چین سکون عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اتَّقُوا	اللّٰهَ	وَابْتَغُوْٓا	اِلَيْهِ	الْوَسِيْلَةَ	وَجَاهِدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اے	جولوگ ایمان لائے	ڈرو	اللہ	اور تلاش کرو	اسکی طرف	قرب	اور جہاد کرو	میں	اس کا راستہ	تاکہ تم	فلاح پاؤ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرواور خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈو اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا کروامید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ

اِنَّ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لَوْ	اَنَّ	لَهُمْ	مَا	فِي الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	وَّمِثْلَهٗ	مَعَهٗ	لِيَفْتَدُوْا	بِهٖ	مِنْ
بیشک	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اگر	یہ کہ	انکے لئے	جو	زمین میں	سب کا سب	اور اتنا	اسکے ساتھ	کہ فدیہ (بدلہ میں) دیں	اسکے ساتھ	سے

یقیناً جو لوگ کافر ہیں اگر اُن کے پاس تمام دنیا بھر کی چیزیں ہوں اور اُن چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تاکہ وہ اُس کو دے کر

عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۳۶﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا

عَذَابِ	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	مَا	تُقُبِّلَ	مِنْهُمْ	وَلَهُمْ	عَذَابٌ اَلِيْمٌ	يُرِيْدُوْنَ	اَنْ	يَّخْرُجُوْا
عذاب	قیامت کا دن	نہ	قبول کیا جائے گا	اُن سے	اور ان کیلئے	عذاب دردناک	وہ چاہیں گے	کہ	وہ نکل جائیں

روز قیامت کے عذاب سے چھوٹ جاویں تب بھی وہ چیزیں ہرگز اُن سے قبول نہ کی جاویں گی اور انکو دردناک عذاب ہوگا۔اس بات کی خواہش کریں گے

مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۷﴾

مِنَ	النَّارِ	وَمَا	هُمْ	بِخٰرِجِيْنَ	مِنْهَا	وَ	لَهُمْ	عَذَابٌ	مُّقِيْمٌ
سے	آگ	حالانکہ نہیں	وہ	نکلنے والے	اس سے	اور	ان کیلئے	عذاب	ہمیشہ رہنے والا

کہ دوزخ سے نکل آویں اور وہ اُس سے کبھی نہ نکلیں گے اور اُن کو عذاب دائمی ہوگا۔

خوف خدا کی ترغیب اور قرب خداوندی

قرآن کریم کا عام اسلوب بیان یہی ہے کہ وہ محض حاکمانہ طور پر کسی جرم کی سزا اور تعزیر کا قانون بیان کر کے نہیں چھوڑ دیتا بلکہ مربیانہ انداز میں قلوب کو جرائم سے متنفر بنانے کے لئے خدا تعالیٰ اور آخرت کا خوف۔ مطیعین کے لئے جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں و راحتیں اور مجرمین کے لئے آخرت کی سزائیں یاد دلاتا ہے تاکہ ذہنی انقلاب پیدا ہو کر جرائم سے انسان باز رہے اسی لئے اکثر قانون جرم وسزا کے بیان کے ساتھ اتَّقُوا اللّٰهَ وغیرہ کا اعادہ کیا جاتا ہے کیونکہ خوف خداوندی ہی وہ چیز ہے جو انسان کو حقیقی طور پر خفیہ اور اعلانیہ جرائم سے روک سکتی ہے لیکن یہ اللہ سے ڈرنا ایسا نہیں جیسے آدمی سانپ بچھو یا شیر بھیڑیے سے ڈر کر دور بھاگتا ہے۔ بلکہ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں اس کی خوشنودی اور رحمت سے دور نہ جا پڑے۔ اسی لئے پہلے اتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا یعنی اللہ سے ڈرتے رہو اس کے بعد فرمایا ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ یعنی اس کی ناخوشی اور بعد وہجر سے ڈر کر قرب ووصول حاصل کرنے کی کوشش کرو اور ظاہر ہے کہ کسی چیز سے قریب ہم اسی وقت ہوسکتے ہیں جبکہ درمیانی راستہ قطع کرلیں جس پر چل کر اس کے پاس پہنچ سکتے ہوں۔

اسی کو آگے فرمایا وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ جہاد کرو اس کی راہ میں یعنی اس پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرو لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم اس کا قرب ونزدیکی حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکو۔

نیز اہل ایمان کو خطاب کر کے ان کاموں سے نفرت دلائی گئی کہ تم تو

اللہ پر ایمان لائے ہو تم ہرگز کوئی کام ایسا نہ کرو جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں۔ تمہیں تو ہمیشہ ایسے کام کرنے چاہئیں جن سے تمہیں اللہ کی نزدیکی اور قرب حاصل ہو۔ تم ہر وقت اسی دھن میں لگے رہو کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور تم اس سے نزدیک ہوتے چلے جاؤ پھر ظاہر ہے کہ جو کوئی اس دھن میں لگے گا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کو خوش رکھے اور کوئی کام ایسا نہ ہو کہ جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں تو اس کی کامیابی میں کیا شبہ ہے۔ پھر یہ بھی بتلا دیا گیا کہ اصل وسیلہ اور ذریعہ قرب خداوندی حاصل کرنے کے لئے ایمان وطاعات ہیں۔ لہٰذا اطاعات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا قرب ڈھونڈھنا چاہیے۔ اور خدا تک پہنچنے کے لئے اس کے حکم کی تعمیل اطاعت اور فرمانبرداری کرنا چاہیے اور جان مال تن من دھن سے اس کی کوشش کرنا چاہیے تاکہ تم پورے کامیاب ہو جاؤ۔

قرب الٰہی کا وسیلہ

ان آیات کے تحت حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ ہر وہ چیز ہے جو بندہ کو رغبت ومحبت کے ساتھ اپنے معبود کے قریب کر دے اور وسیلہ کے درجات میں ترقی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر موقوف ہے۔ اور محبت پیدا ہوتی ہے اتباع سنت سے۔ جتنا کوئی اپنی عبادات معاملات اخلاق معاشرت اور زندگی کے تمام شعبوں میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت کا اتباع کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کی محبت اس کو حاصل ہو گی اور جتنی محبت زیادہ بڑھے گی اتنا ہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گا۔

قرب حاصل کرنے کی ہدایت کے بعد کفر وشرک اور نافرمانی کا انجام ایسے انداز میں سمجھایا گیا کہ انسان غور کرے تو اس کی زندگی میں ایک ذہنی انقلاب عظیم پیدا ہو کر کفر وشرک اور معصیت خداوندی سب کو چھوڑنے پر مجبور کر دے اور وہ اس طرح کہ اس دنیا میں عام طور پر انسان جن گناہوں اور معصیتوں میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنی خواہشات یا ضروریات یا اہل وعیال کی خواہشات کے لئے ہوتا ہے اور ان سب کا حصول مال دولت جمع کرنے سے ہوتا ہے اس لئے مال دولت کی طمع میں اس کے جمع کرنے میں حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر لگ جاتا ہے۔ اس ناجائز ہوس کا انجام بتلایا گیا کہ جب دنیا میں کی ہوئی اللہ کی نافرمانی کا عذاب آخرت میں سامنے آئے گا تو اس وقت اگر ایسے لوگ چاہیں کہ دنیا میں حاصل کئے ہوئے مال ودولت ساز وسامان سب کچھ فدیہ دے کر اپنے آپ کو عذاب خداوندی سے بچا لیں تو یہ ناممکن ہو گا۔ بلکہ فرض کرو کہ ساری دنیا کا مال دولت اور پورا ساز وسامان اسی ایک شخص کو مل جائے اور پھر اسی پر بس نہیں اتنا ہی اور بھی مل جائے اور یہ سب کو اپنے عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ بنانا چاہے تو کوئی چیز قبول نہ ہو گی اور اس کو عذاب آخرت سے نجات نہ ہو گی اور پھر یہ عذاب دائمی ہو گا جس سے کبھی نجات نہ ہو گی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں تقویٰ و پرہیزگاری کی دولت عطا فرمائیں اور اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا طاعت گزار بنا کر زندہ رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہمیں ہر حال میں ظاہراً وباطناً شریعت مطہرہ کی پابندی عطا فرما اور دین ودنیا دونوں جہان کی اصلاح وفلاح نصیب فرما۔

یا اللہ اس دنیا میں ہم کو آپ کے راضی کرنے کی دھن اور فکر نصیب ہو جائے یا اللہ ہمیں اتباع سنت کی دولت عطا فرما اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور پکی محبت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ

وَالسَّارِقُ	وَالسَّارِقَةُ	فَاقْطَعُوٓا	اَیْدِیَهُمَا	جَزَآءًۢ	بِمَا كَسَبَا	نَكَالًا	مِّنَ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ
اور چور مرد	اور چور عورت	کاٹ دو	اِن دونوں کے ہاتھ	سزا	اُسکی جو اُنہوں نے کیا	عبرت	سے	اللہ	اور اللہ

اور جو مَرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سو اُن دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو اُن کے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے، اور اللہ

عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۳۸﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ

عَزِیْزٌ	حَكِیْمٌ	فَمَنْ	تَابَ	مِنْ	بَعْدِ	ظُلْمِهٖ	وَاَصْلَحَ	فَاِنَّ	اللّٰهَ	یَتُوْبُ عَلَیْهِ	اِنَّ	اللّٰهَ
غالب	حکمت والا	بس جو۔جس	توبہ کی	سے	بعد	اپنا ظلم	اور اصلاح کی	تو بیشک	اللہ	اسکی توبہ قبول کرتا ہے	بیشک	اللہ

بڑے قوت والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔ پھر جو شخص توبہ کرلے اپنی اس زیادتی کرنے کے بعد اور اعمال کی درستی رکھے تو بیشک اللہ تعالیٰ

غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ

غَفُوْرٌ	رَّحِیْمٌ	اَلَمْ تَعْلَمْ	اَنَّ	اللّٰهَ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	یُعَذِّبُ	مَنْ یَّشَآءُ
بخشنے ولا	مہربان	کیا تو نہیں جانتا	کہ	اللہ	اسکی	سلطنت	آسمانوں	اور زمین	عذاب دے	جسے چاہے

بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے ثابت ہے حکومت سب آسمانوں کی زمین کی، وہ جس کو چاہیں سزا دیں

وَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۰﴾

وَیَغْفِرُ	لِمَنْ یَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ شَیْءٍ	قَدِیْرٌ
اور بخش دے	جس کو چاہے	اور اللہ	پر	ہر شے	قدرت والا

اور جس کو چاہیں معاف کردیں، اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

چوری کی سزا

یہاں آیت میں سارق اور سارقہ کی سزا بیان فرمائی۔ سرقہ لغت میں چوری کو کہتے ہیں یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کا مال کسی محفوظ جگہ سے بغیر اس کی اجازت کے چھپ کر لے لے۔ یہی سرقہ کی شرعی تعریف ہے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں کہ جو مرد چوری کرے اور اسی طرح جو عورت چوری کرے سو ان کا حکم یہ ہے کہ اے حکام ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کے اس کردار کے عوض میں اور یہ عوض بطور سزا کے ہے۔ اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے ہیں جو سزا چاہیں مقرر فرمادیں اور بڑی حکمت والے ہیں کہ مناسب ہی سزا مقرر فرماتے ہیں۔

اب یہاں اس آیت میں کوئی قید نہیں کہ کس قدر مال چرانے پر یہ سزا دی جائے اور نہ آیت میں اس کی تصریح ہے کہ کونسا ہاتھ کاٹا جائے اور کہاں سے کاٹا جائے۔ چونکہ یہ سزا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں دی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اور آپ کے بعد خلفائے راشدین سے لے کر خلفائے بنی عباس تک اسی قانون الٰہی پر عملدرآمد ہوتا رہا اس لئے جمہور فقہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کی سزا سے یہی ثابت کیا ہے کہ اول بار چوری کرنے سے گٹہ پر سے داہنا ہاتھ کاٹا جاتا ہے اور پھر اس کو داغ دیتے ہیں تا کہ سارے بدن کا خون نہ نکل جائے اور اگر دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں ٹخنہ پر سے کاٹا جائے گا اگر تیسری بار چوری کرے تو امام شافعی فرماتے ہیں کہ بایاں ہاتھ کاٹ دیا

جائے اور چوتھی بار کرے تو دایاں پاؤں بھی کاٹ ڈالنا چاہیے مگر ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہاتھ یا پاؤں کاٹنے کا حکم صرف دو بار تک کا ہے اگر تیسری یا چوتھی بار چوری کرے تو حبس یعنی قید کی سزا دی جائے گی۔ جب تک کہ توبہ نہ کرے اور کتنی مالیت کی چوری پر یہ سزا دی جائے گی اس کا تعین بھی احادیث سے کیا گیا ہے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ سزا ہاتھ کاٹنے کی کم از کم دس درہم کی قیمت کی چیز پر دی جائے گی۔ اگر دس درہم سے کم قیمت کی چیز ہوگی تو یہ سزا ہاتھ کاٹنے کی نہیں ہوگی۔ (نوٹ:۔ دس درہم کی مقدار پاکستانی وزن میں دو تولہ ساڑھے سات ماشہ چاندی ہوئی (اوزان شرعیہ از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

چوری کی سزا ہاتھ کاٹنے کے بعد آیت میں بتلایا گیا کہ یہ سزا جو چور کو دی جارہی ہے وہ اس کے کرتوت کے باعث ہے۔ چوری کے جرم کی دو حیثیتیں ہیں ایک یہ کہ اس نے کسی دوسرے انسان کا مال بغیر حق کے لے لیا جس سے اس پر ظلم ہوا۔ دوسرے یہ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ پہلی حیثیت سے یہ سزا مظلوم کا حق ہے۔ اور اس کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جس کا حق ہے اگر وہ سزا معاف کر دے تو معاف ہو جائے گی جیسا قصاص کے تمام مسائل میں یہی معمول ہے۔ دوسری حیثیت سے یہ سزا حق اللہ کی خلاف ورزی کرنے کی ہے اس کا مقتضا یہ ہے کہ جس شخص کی چوری کی ہے اگر وہ بھی معاف کر دے تو معاف نہ ہو جب تک خود حق تعالیٰ معاف نہ فرماویں۔ یہاں آیت میں نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ فرما کر یعنی یہ ہاتھ کاٹنا بطور سزا کے ہے اللہ کی طرف سے۔ اس دوسری حیثیت کو متعین کر دیا یعنی یہ سزا حد ہے اور سرکاری جرم کی حیثیت سے یہ سزا دی گئی ہے۔ اس لئے جس کی چوری کی ہے اس کے معاف کرنے سے بھی سزا ساقط نہیں ہوگی چور کا ہاتھ ضرور کاٹا جائے گا۔

اب کسی کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں کہ خدا نے چوری کی ایسی سنگین سزا کیوں مقرر کی۔ اس کا جواب وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ فرما کر دے دیا گیا کہ خدائے قدوس غالب اور حکیم ہے۔ چونکہ وہ ہر جرم کی حقیقت سے واقف ہے اور اس سے جو نقصان اس کی مخلوق کو پہنچتا ہے اور دنیا میں جو فساد پھیلتا ہے اس کی مقدار اور حد کو وہی اچھی طرح جانتا ہے اس لئے اس کی مناسبت سے سزا مقرر کرتا ہے۔

چور اگر توبہ کر لے تو اس کا کیا حکم ہے

دوسری آیت میں ہے کہ چوری کی سزا کے بعد جس معافی کا ذکر ہے اس میں دنیوی سزا سے استثنا نہیں بلکہ آخرت کے اعتبار سے ان کی توبہ مقبول ہونے کا بیان ہے۔ حکام وقت اس توبہ کی وجہ سے شرعی سزا نہ چھوڑیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے جرم کو معاف فرما کر آخرت کی سزا سے نجات دیں گے۔ رہا مال مسروقہ کی واپسی یا تاوان تو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اگر مال مسروقہ موجود ہو تو واپس کیا جائے اگر تلف ہو گیا تو قیمت کا تاوان نہ پڑے گا خواہ سارق دولتمند ہو یا نہ ہو۔

سزا و معافی کا اختیار اللہ کو ہے

اخیر میں تیسری آیت ہے کہ جب حقیقی سلطنت اور حکومت اسی کی ہے تو بلاشبہ اسی کو یہ اختیار ہوگا کہ جسے مناسب جانے معاف کر دے اور جسے اپنے حکمت و عدل کے موافق سزا دینا چاہے سزا دے اور نہ صرف یہ کہ اسے سزا دینے اور معاف کرنے کے اختیار کلی حاصل ہیں بلکہ ان اختیارات کے استعمال سے کوئی روکنے والا بھی نہیں کیونکہ ہر چیز پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری تمام گناہوں سے حفاظت فرمائیں اور اپنی طاعات اور مرضیات کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیں یا اللہ ہم سے گذشتہ دور میں جو تقصیرات اور خطائیں سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہمیں سچی توبہ کی توفیق عطا فرما اور اپنی شان مغفرت اور رحمت سے ہماری تمام خطاؤں کو معاف فرما۔ اے اللہ ہمیں اس ملک میں جملہ شرعی اور قرآنی قوانین کے نفاذ کی ہمت و توفیق عطا فرما۔ اور شرعی حکومت سلطنت کے ثمرات و برکات دیکھنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

يٰٓاَيُّهَا	الرَّسُوْلُ	لَا يَحْزُنْكَ	الَّذِيْنَ	يُسَارِعُوْنَ	فِى	الْكُفْرِ	مِنَ	الَّذِيْنَ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا
اے	رسولؐ	آپکو غمگین نہ کریں	جولوگ	جلدی کرتے ہیں	میں	کفر	سے	جولوگ	انہوں نے کہا	ہم ایمان لائے

اے رسول جولوگ کفر میں دَوڑ دَوڑ کر گرتے ہیں آپکو مغموم نہ کریں خواہ وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے

بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ

بِاَفْوَاهِهِمْ	وَ	لَمْ تُؤْمِنْ	قُلُوْبُهُمْ	وَمِنَ	الَّذِيْنَ هَادُوْا	سَمّٰعُوْنَ	لِلْكَذِبِ	سَمّٰعُوْنَ
اپنے منہ سے (جمع)	اور	مومن نہیں	اُن کے دل	اور سے	وہ لوگ جو یہودی ہوئے	جاسوسی کرتے ہیں	جھوٹ کیلئے	وہ جاسوس ہیں

اور اُن کے دل یقین لائے نہیں، اور خواہ وہ اُن لوگوں میں سے ہوں جو کہ یہودی ہیں یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں

لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا

لِقَوْمٍ	اٰخَرِيْنَ	لَمْ يَاْتُوْكَ	يُحَرِّفُوْنَ	الْكَلِمَ	مِنْۢ بَعْدِ	مَوَاضِعِهٖ	يَقُوْلُوْنَ	اِنْ اُوْتِيْتُمْ	هٰذَا
جماعت کیلئے	دوسری	وہ آپ تک نہیں آئے	وہ پھیر دیتے ہیں	کلام	بعد	اسکے ٹھکانے	کہتے ہیں	اگر تمہیں دیا جائے	یہ

آپ کی باتیں دوسری قوم کی خاطر سے کان دھر دھر کے سنتے ہیں۔ جس قوم کے یہ حالات ہیں کہ وہ آپ کے پاس نہیں آئے کلام کو بعد اس کے کہ وہ اپنے مواقع پر ہوتا ہے بدلتے رہتے ہیں کہتے ہیں

فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ

فَخُذُوْهُ	وَاِنْ	لَّمْ تُؤْتَوْهُ	فَاحْذَرُوْا	وَمَنْ	يُّرِدِ اللّٰهُ	فِتْنَتَهٗ	فَلَنْ تَمْلِكَ	لَهٗ	مِنَ
اسکو قبول کرلو	اور اگر	یہ تمہیں نہ دیا جائے	تو اس سے بچو	اور جو۔جس	اللہ چاہے	گمراہ کرنا	تو ہرگز نہ آسکے گا	اسکے لئے	سے

کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تب تو اسکو قبول کر لینا اور اگر تم کو یہ حکم نہ ملے تو احتیاط رکھنا، اور جس کا خراب ہونا خدا ہی کو منظور ہو تو اسکے لئے اللہ سے تیرا کچھ زور نہیں چل سکتا،

اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ

اللّٰهِ	شَيْـًٔا	اُولٰۗىِٕكَ	الَّذِيْنَ	لَمْ يُرِدِ	اللّٰهُ	اَنْ	يُّطَهِّرَ	قُلُوْبَهُمْ	لَهُمْ	فِي الدُّنْيَا	خِزْيٌ
اللہ	کچھ	یہی لوگ	وہ لوگ جو	نہیں چاہا	اللہ	کہ	پاک کرے	انکے دل	ان کیلئے	دنیا میں	رسوائی

یہ لوگ ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ کو اُن کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا ان لوگوں کیلئے دنیا میں رسوائی ہے

وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿41﴾

وَلَهُمْ	فِي	الْاٰخِرَةِ	عَذَابٌ	عَظِيْمٌ
اور انکے لئے	میں	آخرت	عذاب	بڑا

اور آخرت میں اُن کیلئے سزائے عظیم ہے۔

شانِ نزول یہود کی احکام الٰہی میں خیانت

جس وقت یہود خیبر میں آباد تھے تو وہاں ایک رئیس اور معزز گھرانے کے ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت زنا کے مرتکب ہوئے اور

تورات میں زنا کی سزا سنگسار کرنا لکھی ہوئی تھی لیکن جب یہود اس سزا کو معزز اور بڑے گھرانوں پر جاری نہ کر سکے تو اپنی طرف سے یہ سزا بنالی کہ زانی اور زانیہ کا منہ کالا کر کے ان کو ایک گدھے پر سوار کر کے شہر میں پھراتے اور سو تازیانے لگاتے۔ خیبر میں جب یہ واقعہ پیش آیا تو ان لوگوں نے مشورہ کیا کہ یہ مقدمہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔ دیکھو وہ کیا حکم دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہوا کہ شاید ان کی شریعت میں کوئی حکم نرم ہو اور وہ یہ جانتے تھے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم امی ہیں۔ آپ کو کیا خبر کہ تورات میں کیا لکھا ہے جو ہمارا معمول اور دستور سنیں گے اسی کے مطابق فیصلہ کر دیں گے اور جن لوگوں کے ساتھ مجرموں کو آپ کے پاس بھیجا ان کو سمجھا دیا کہ اگر آپ درے لگانے کا حکم دیں تو قبول کر لینا ورنہ پھر اس پر عمل نہ کرنا چنانچہ جب یہ یہود مقدمہ لے کر آپ کے پاس آئے تو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی کے آپ کو خبردار کر دیا کہ توریت میں زانی کا حکم رجم ہے۔ الغرض آپ نے ان یہود سے پوچھا کہ توریت میں زانی کی کیا سزا ہے۔ انہوں نے کہا یہی سزا ہے کہ منہ کالا کر کے شہر میں گھمانا اور تازیانے لگانا۔ آپ نے یہودیوں سے دریافت کیا کہ تم میں سب سے بڑا عالم توریت کا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابن صوریا۔ آپ نے کہا ابن صوریا۔ آپ نے اسے بلا کر دریافت کیا کہ بتلاؤ توریت میں شادی شدہ زانی کی کیا سزا ہے؟ اس نے اور دیگر علمائے یہود نے کہا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھما دیا جائے اور تازیانے مارے جائیں۔ آپ نے فرمایا تم غلط کہتے ہو۔ توریت کو لاؤ اس کو میرے سامنے پڑھو۔ چنانچہ توریت منگوائی گئی۔ آخر وہ آیت جس میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم تھا جب نکلی اور پڑھ کر سنائی جانے لگی تو ان میں سے ایک شخص نے اپنا ہاتھ آیت رجم پر رکھ دیا اور ماقبل اور مابعد پڑھ کر سنا دیا۔ حضرت عبداللہ بن سلام جو یہود کے بڑے عالم تھے اور اب اسلام لاچکے تھے انہوں نے کہا کہ اے عدو اللہ اپنا ہاتھ اٹھا اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اس کے نیچے سے آیت رجم نکلی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں توریت کے مطابق رجم کا حکم دیتا ہوں اور آپ کے اس حکم کے بعد دونوں مجرموں کو سنگسار کیا گیا۔ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

یہود و منافقین کی حقیقت کھول کر حضور علیہ ﷺ کو تسلی کہ یہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

کیونکہ احکام خداوندی کی مخالفت عموماً اور شرعی سزاؤں کی مخالفت خصوصاً اہل نفاق اور اہل غرض اور اہل ہوا و ہوس کا شیوہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے لوگوں کی ناشائستہ حرکات سے رنج و ملال ہوتا تھا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور تسکین فرمائی کہ اے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے کفریات سے رنجیدہ اور مغموم نہ ہوں اور یہ کفر میں سعی کرنے والے خواہ منافقین میں سے ہوں جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ان کے دل مسلمان نہیں اور خواہ یہود میں سے ہوں۔ یہ دونوں گروہ جھوٹ سننے کے عادی ہیں۔ اپنے سرداروں اور رئیسوں سے جھوٹی باتیں سنتے ہیں اور اس کو قبول کرتے ہیں اور اگر کسی وقت آپ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں تو آپ کی سچی باتیں سننے کے لئے حاضر نہیں ہوتے بلکہ آپ کی باتیں دوسرے لوگوں کے لئے سنتے ہیں جو آپ کے پاس نہیں آئے۔ یعنی یہ لوگ جاسوس ہیں جو باتیں آپ سے سنتے ہیں ان کی خبر اپنی قوم کو جا کر دیتے ہیں اور حق کی عداوت میں توریت کے کلمات اور الفاظ میں تحریف اور تغیر اور تبدل کر ڈالتے ہیں اور مزید برآں یہ کہ جس کسی کو آپ کی خدمت میں بھیجتے ہیں تو اس سے کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے یہ حکم دیا جائے جو ہم نے تمہارے لئے تجویز کیا ہے تو اسے قبول کر لینا اور اگر تم کو آپ کی بارگاہ سے ایسا حکم نہ دیا جائے تو اس سے احتراز کرنا۔ یعنی اگر زنا کی سزا میں منہ

کالا کرنے اور کوڑے لگانے کا حکم ملے تو قبول کرنا ورنہ نہیں گویا کہ خدا کی شریعت کو اپنی ہوائے نفسانی کے تابع رکھنا چاہتے تھے اور یہ ایک عظیم فتنہ ہے کہ خود تو شریعت کا تابع نہ بنے بلکہ شریعت کو اپنی خواہشوں کے تابع رکھنا چاہے۔ ایسے شخص کی راہ ہدایت پر آنے کی کیا امید کی جاسکتی ہے اور اصل حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے گمراہی میں پڑا رہنے دیں تو اس کو ہدایت کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔ اور جس کے دل کو اللہ تعالیٰ ہی کفر اور گمراہی کی گندگی سے پاک نہ کرے تو اس کے لئے دنیا میں بھی ذلت و رسوائی ہے اور آخرت میں بھی بڑا عذاب ہے۔

یہود کی حیلہ جوئی

اب یہاں سوال ہوسکتا ہے کہ یہود آپ کی خدمت میں آئے کیوں تھے؟ تو اس کے جواب میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور شریعت اسلام کے اکثر احکام یہود کے سامنے بھی آئے جن میں سہولت اور آسانی کی بڑی رعایتیں تھیں اور جرائم کے انسداد کے لئے سزاؤں کا معقول انتظام بھی تھا تو یہود کو توقع ہوئی کہ شاید اس جرم زنا کی سزا میں بھی کوئی تخفیف ہو اور آپ کی شریعت کے آسان اور نرم احکام سے فائدہ اٹھائیں اور توریت کی سزا رجم کو بدل کر جو انہوں نے آسان سزا تجویز کر لی تھی تو تحریف توراۃ کے مجرم بھی نہ بنیں۔ رجم سے بھی بچ جاویں اور ایک آڑ کام بننے کے لئے مل جائے تا کہ قائلین نبوت کے سامنے تو یہ کہنے کو ہو کہ یہ بھی ایک نبی کا حکم ہے اور منکرین کے سامنے یہ کہ سلطان کا حکم ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو یہود و منافقین کی خصلتوں سے پاک رکھیں اور ہم کو اسلام صادق ایمان کامل اور اپنی کتاب اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔
یا اللہ ہمارے دلوں کو نور ہدایت سے منور فرما اور دنیا و آخرت دونوں جہان کی ذلت و رسوائی سے محفوظ و مامون فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ

سَمّٰعُوْنَ	لِلْكَذِبِ	اَكّٰلُوْنَ	لِلسُّحْتِ	فَاِنْ	جَآءُوْكَ	فَاحْكُمْ	بَيْنَهُمْ	اَوْ	اَعْرِضْ	عَنْهُمْ
جاسوسی کرنے والے	جھوٹ کیلئے	بڑے کھانے والے	حرام	پس اگر	آپ کے پاس آئیں	تو فیصلہ کردیں آپ	انکے درمیان	یا	مُنہ پھیرلیں	اُن سے

یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں بڑے حرام کے کھانے والے ہیں تو اگر یہ لوگ آپ کے پاس آویں تو خواہ آپ اُن میں فیصلہ کر دیجئے یا اُنکو ٹال دیجئے

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْــًٔا ؕ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ

وَاِنْ	تُعْرِضْ	عَنْهُمْ	فَلَنْ	يَّضُرُّوْكَ	شَيْــًٔا	وَاِنْ	حَكَمْتَ	فَاحْكُمْ	بَيْنَهُمْ	بِالْقِسْطِ
اور اگر	آپ مُنہ پھیرلیں	اُن سے	تو ہرگز	آپ کا نہ بگاڑ سکیں گے	کچھ	اور اگر	آپ فیصلہ کریں	تو فیصلہ کریں	انکے درمیان	انصاف سے

اور اگر آپ اُن کو ٹال ہی دیں تو اُن کی مجال نہیں کہ آپ کو ذرا بھی ضرر پہنچا سکیں اور اگر آپ فیصلہ کریں تو اُن میں عدل کے موافق فیصلہ کیجئے

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا

اِنَّ اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُقْسِطِيْنَ	وَكَيْفَ	يُحَكِّمُوْنَكَ	وَعِنْدَهُمُ	التَّوْرٰىةُ	فِيْهَا
بیشک اللہ	دوست رکھتا ہے	انصاف کرنے والے	اور کیسے	وہ آپ کو مُنصِف بنائیں گے	جبکہ انکے پاس	توریت	اس میں

بیشک حق تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں اور وہ آپ سے کیسے فیصلہ کراتے ہیں حالانکہ اُن کے پاس توراۃ ہے جس میں اللہ کا حکم ہے

حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾

حُكْمُ اللّٰهِ	ثُمَّ	يَتَوَلَّوْنَ	مِنْۢ بَعْدِ	ذٰلِكَ	وَمَا	اُولٰٓئِكَ	بِالْمُؤْمِنِيْنَ
اللہ کا حکم	پھر	پھر جاتے ہیں	بعد	اس	اور نہیں	وہ لوگ	ماننے والے

پھر اُس کے بعد ہٹ جاتے ہیں اور یہ لوگ ہرگز اعتقاد والے نہیں۔

شانِ نزول....احکام قصاص ودیت میں یہودیوں کی خیانت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ کے قرب وجوار میں یہود کے دو قبیلہ بنوقریظہ اور بنونضیر آباد تھے۔ ان میں بنونضیر مال ودولت قوت شوکت وعزت کے لحاظ سے بنوقریظہ سے زیادہ تھے۔ اس لئے آئے دن قبیلہ بنونضیر والے قبیلہ بنو قریظہ پر ظلم کرتے رہتے تھے اور بنوقریظہ چاروناچار اس کو برداشت کرتے رہتے تھے۔ بنوقریظہ کو اس کمزوری کے باعث اس ذلت آمیز معاہدہ پر مجبور کیا گیا کہ اگر بنونضیر کا کوئی آدمی بنوقریظہ کے کسی شخص کو قتل کردے تو اس کا قصاص یعنی جان کے بدلہ میں جان لینے کا ان کو حق نہ ہوگا بلکہ صرف ۸۰ وسق کھجوریں اس کے خون بہا کے طور پر ادا کی جائیں گی۔ (وسق اس زمانہ میں عربی تول کا ایک پیمانہ تھا جو پاکستانی وزن کے اعتبار سے تقریباً ۵ من دس سیر کا ہوا (معارف القرآن) اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو یعنی بنوقریظہ کا کوئی آدمی بنو نضیر کے کسی شخص کو قتل کردے تو اس کے قاتل کو قتل بھی کیا جائے گا اور اس سے خون بہا بھی لیا جائے گا اور وہ بھی بنونضیر کے خون بہا سے دگنا یعنی ۱۴۰ وسق کھجوریں اور اگر بنونضیر کی کوئی مقتول عورت ہوگی تو اس کے بدلہ میں بنوقریظہ کے ایک مرد کو قتل کیا جائے گا اور اگر بنونضیر کے غلام کو قتل کیا گیا ہے اس کے بدلہ میں بنوقریظہ کے آزاد کو قتل کیا جائے

گا اور اگر بنونضیر کے آدمی کا کسی نے ایک ہاتھ کاٹا ہے تو بنوقریظہ کے آدمی کے دونوں ہاتھ کاٹے جائیں گے اسی طرح اگر بنونضیر کے آدمی کا ایک کان کاٹا گیا ہے تو بنوقریظہ کے آدمی کے دونوں کان کاٹے جائیں گے۔ بہرحال اسلامی قوانین سے پہلے یہ ظلم و جور کا قانون ان دونوں قبیلوں میں مدینہ میں رائج تھا اور قبیلہ بنوقریظہ اپنی کمزوری کی بنا پر اس کے ماننے پر مجبور تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور مدینہ دارالاسلام بن گیا تو یہ دونوں قبائل جو ابھی اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے اور نہ کسی معاہدہ کی رو سے اسلامی احکام کے پابند تھے مگر اسلامی قوانین کا عدل وانصاف اور سہولتیں سب دیکھ رہے تھے۔ اس عرصہ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ بنوقریظہ کے ایک آدمی نے بنونضیر کے کسی آدمی کو مار ڈالا تو بنونضیر نے اپنے رائج پرانے معاہدہ کے مطابق خون بہا کا مطالبہ کیا اور دوگنی دیت طلب کی۔ بنوقریظہ اگرچہ اس وقت تک اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ان کا کوئی معاہدہ تھا لیکن چونکہ یہ یہود اہل کتاب تھے ان میں کے پڑھے لکھے لوگ بہت سے اپنی توراۃ کی پیشین گوئیوں کے مطابق جانتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نبی آخرالزمان ہیں جن کے آنے کی بشارت اور خوشخبری توریت نے دی ہے مگر اسوقت تک مذہبی تعصب یا دنیوی لالچ کی بناء پر ایمان نہ لائے تھے مگر اسلام کی خوبیاں اسلامی مساوات اور عدل وانصاف کو وہ بھی علانیہ دیکھ رہے تھے اس لئے بنونضیر کے قبیلہ کے ظلم سے بچنے کے لئے انہوں نے اسلامی قانون کا سہارا لیا اور دوگنی دیت دینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم تم ایک ہی خاندان سے ہیں۔ ایک ہی وطن کے باشندے ہیں اور دونوں کا ایک ہی مذہب یعنی یہودیت ہے لہذا یہ غیر منصفانہ اور ظلم و جور کا معاملہ جو آج تک تمہاری زبردستی اور ہماری کمزوری کے باعث ہوتا رہا اب ہم اس کو گوارا نہ کریں گے۔ اس پر بنونضیر میں بڑا اشتعال پیدا ہوا اور قریب تھا کہ دونوں قبیلوں میں جنگ چھڑ جائے مگر ان کے کچھ بڑے بوڑھوں کے مشورہ سے آپس میں یہ طے پایا کہ اس معاملہ کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا جائے۔ بنوقریظہ کی تو یہ دلی خواہش تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنونضیر کے ظلم کو برقرار نہ رکھیں گے۔ بنونضیر بھی باہمی گفت وشنید اور صلح کی بنا پر اس کے لئے مجبور تو ہو گئے مگر اس میں یہ سازش کی کہ آپ کے پاس مقدمہ لے جانے سے پہلے کچھ ایسے لوگوں کو آگے بھیجا جو حقیقت میں تو انہی کے ہم مذہب یہودی تھے مگر منافقانہ طور پر اسلام کا اظہار کر کے اور اسلام کے مدعی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے جاتے تھے اور اس سے غرض ان کی یہ تھی کہ وہ لوگ اس معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عندیہ اور نظریہ پہلے سے معلوم کر لیں تاکہ اگر فیصلہ ہمارے مطالبہ کے موافق ہونے کی امید ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو قبول کر لیا جائے اور اگر ان کے خلاف حکم ہونے کی امید ہو تو آپ کے فیصلہ ماننے کا وعدہ نہ کیا جائے۔ یہی واقعہ ان آیات کے نزول کا سبب ہوا جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی کہ یہ لوگ مخلصانہ طور پر آپ کو حکم نہیں بنا رہے بلکہ ان کی نیتوں میں فساد ہے بہرحال آپ کو اختیار دیا گیا کہ آپ چاہیں تو ان کے معاملہ کا فیصلہ فرما دیں اور نہ چاہیں تو ان کو ٹال دیں اور اگر آپ ان کو ٹال ہی دیں تو یہ اندیشہ نہ کیجئے کہ شاید ناخوش ہو کر عداوت نکالیں کیونکہ ان کی مجال نہیں کہ ذرا بھی آپ کو ضرر پہنچا سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کے نگہبان ہیں اور اگر آپ کی رائے فیصلہ کرنے پر قرار پائے تو ان میں عدل یعنی قانون اسلام کے موافق فیصلہ کیجئے۔ بیشک حق تعالیٰ عدل کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

یہاں یہود کی چند بری خصلتوں کا بیان فرما کر مسلمانوں کو سنایا گیا اور متنبہ کیا گیا کہ وہ ان باتوں سے محفوظ رہیں اور ان کافرانہ خصلتوں سے بچنے کا اہتمام کریں ان آیات اور گذشتہ آیات میں یہود اور منافقین کے چند اعمال بالخصوص ذکر کیے گئے۔

یہودیوں کی بری خصلتیں

ہمیشہ جھوٹ اور باطل کی طرف جھکنا اہل حق کے خلاف جاسوسی کرنا، بدباطن اور شریر جماعتوں کو مدد پہنچانا ہدایت کی باتوں کو تحریف کر کے بدل ڈالنا اپنی خواہش اور مرضی کے خلاف کسی حق بات کو قبول نہ کرنا۔

دعا کیجئے حق تعالیٰ ہم کو قرآن پاک کی سچی محبت وعظمت عطا فرمائیں تاکہ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب ہو۔ یا اللہ ہم کو شریعت مطہرہ کی کامل پابندی ظاہراً نصیب فرما اور یہود بے یہود کی خصلتوں سے ہمارے قلوب کو محفوظ و مامون فرما۔ یا اللہ ہم سے جو اس وقت اپنی کتاب قرآن کریم کے حقوق میں کوتاہیاں ہو رہی ہیں ان کی اصلاح کی صورت غیب سے ظاہر فرما اور ہم کو قرآن وسنت کی حکومت دیکھنا نصیب فرما آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّآ أَنزَلْنَا ٱلتَّوْرَىٰةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا ٱلنَّبِيُّونَ ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟ لِلَّذِينَ

إِنَّآ	أَنزَلْنَا	ٱلتَّوْرَىٰةَ	فِيهَا	هُدًى	وَنُورٌ	يَحْكُمُ	بِهَا	ٱلنَّبِيُّونَ	ٱلَّذِينَ أَسْلَمُوا۟	لِلَّذِينَ
بیشک ہم	ہم نے نازل کی	تورات	اس میں	ہدایات	اور نور	حکم دیتے تھے	اسکے ذریعہ	نبی (جمع)	جو فرماں بردار تھے	ان لوگوں کیلئے جو

ہم نے توریت نازل فرمائی تھی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا، انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اسکے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے

هَادُوا۟ وَٱلرَّبَّـٰنِيُّونَ وَٱلْأَحْبَارُ بِمَا ٱسْتُحْفِظُوا۟ مِن كِتَـٰبِ ٱللَّهِ وَكَانُوا۟ عَلَيْهِ شُهَدَآءَ

هَادُوا۟	وَٱلرَّبَّـٰنِيُّونَ	وَٱلْأَحْبَارُ	بِمَا	ٱسْتُحْفِظُوا۟	مِن	كِتَـٰبِ ٱللَّهِ	وَكَانُوا۟	عَلَيْهِ	شُهَدَآءَ
یہودی ہوئے (یہود کو)	اللہ والے (درویش)	اور علماء	اسلئے کہ	وہ نگہبان کئے گئے	سے (کی)	اللہ کی کتاب	اور تھے	اس پر	نگران (گواہ)

اور اہل اللہ اور علماء بھی بوجہ اسکے کہ انکو اس کتاب اللہ کی نگہداشت کا حکم دیا گیا تھا اور وہ اسکے اقراری ہوگئے تھے۔

فَلَا تَخْشَوُا۟ ٱلنَّاسَ وَٱخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوا۟ بِـَٔايَـٰتِى ثَمَنًا قَلِيلًا ۚ وَمَن

فَلَا تَخْشَوُا۟	ٱلنَّاسَ	وَٱخْشَوْنِ	وَ	لَا تَشْتَرُوا۟	بِـَٔايَـٰتِى	ثَمَنًا	قَلِيلًا	وَمَن
پس نہ ڈرو	لوگ	اور ڈرو مجھ سے	اور	نہ خریدو (نہ حاصل کرو)	میری آیتوں کے بدلے	قیمت	تھوڑی	اور جو

سو تم بھی لوگوں سے اندیشہ مت کرو اور مجھ سے ڈرو اور میرے احکام کے بدلہ میں متاع قلیل مت لو۔اور جو شخص

لَّمْ يَحْكُم بِمَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ فَأُو۟لَـٰٓئِكَ هُمُ ٱلْكَـٰفِرُونَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ

لَّمْ يَحْكُم	بِمَآ	أَنزَلَ ٱللَّهُ	فَأُو۟لَـٰٓئِكَ	هُمُ	ٱلْكَـٰفِرُونَ	وَكَتَبْنَا	عَلَيْهِمْ	فِيهَآ
فیصلہ نہ کرے	اسکے مطابق جو	اللہ نے نازل کیا	سو یہی لوگ	وہ	کافر (جمع)	اور ہم نے لکھا (فرض کیا)	ان پر	اس میں

خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔اور ہم نے ان پر اُس میں یہ بات فرض کی تھی

أَنَّ ٱلنَّفْسَ بِٱلنَّفْسِ وَٱلْعَيْنَ بِٱلْعَيْنِ وَٱلْأَنفَ بِٱلْأَنفِ وَٱلْأُذُنَ بِٱلْأُذُنِ

أَنَّ	ٱلنَّفْسَ	بِٱلنَّفْسِ	وَٱلْعَيْنَ	بِٱلْعَيْنِ	وَٱلْأَنفَ	بِٱلْأَنفِ	وَٱلْأُذُنَ	بِٱلْأُذُنِ
کہ	جان	جان کے بدلے	اور آنکھ	آنکھ کے بدلے	اور ناک	ناک کے بدلے	اور کان	کان کے بدلے

کہ جان بدلے جان کے اور آنکھ بدلے آنکھ کے اور ناک بدلے ناک کے اور کان بدلے کان کے

وَٱلسِّنَّ بِٱلسِّنِّ وَٱلْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن تَصَدَّقَ بِهِۦ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُۥ ۚ وَمَن

وَٱلسِّنَّ	بِٱلسِّنِّ	وَٱلْجُرُوحَ	قِصَاصٌ	فَمَن	تَصَدَّقَ	بِهِۦ	فَهُوَ	كَفَّارَةٌ	لَّهُۥ	وَمَن
اور دانت	دانت کے بدلے	اور زخموں (جمع)	بدلہ	پھر جو۔جس	معاف کردیا	اسکو	تو وہ	کفارہ	اسکے لئے	اور جو

اور دانت بدلے دانت کے اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے، پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو وہ اس کیلئے کفارہ ہوجائے گا اور جو شخص

لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ أَنۡزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۝

لَمۡ	يَحۡكُمۡ	بِمَآ	اللّٰهُ	فَأُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوۡنَ
فیصلہ نہیں کرتا	اسکے مطابق جو	نازل کیا	اللہ	تو یہی لوگ	وہ	ظالم (جمع)

خداتعالیٰ کے نازل کئے ہوئے موافق حکم نہ کرے سوایسے لوگ بالکل ظالم ہیں۔

احکام تورات کی ناقدری پر یہود کو تنبیہ

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ توریت اللہ کی اتاری ہوئی کتاب تھی جو سراپا نور اور ہدایت تھی اور تمام بنی اسرائیل کے کثیر التعداد انبیاء اور اللہ والے سب اسی توراۃ سے فیصلہ کیا کرتے تھے مگر اب یہ علمائے یہود جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے انہوں نے اس میں تحریف کر کے اس کے احکام کو ضائع کیا اور ہوا وہوس کے بندے بن گئے کہ احکام الٰہی کے خلاف فیصلہ کرنے لگے اس لئے یہود کو خطاب کیا گیا کہ اے یہود توریت تو وہ کتاب ہے کہ جس کو ہمیشہ سے تمہارے پیشوا مانتے چلے آئے۔ تم کیسے ناخلف ہو کہ تم نے ان کے طریقہ کو بالکل چھوڑ دیا۔ وہ تو توریت کی حفاظت کرتے تھے اور تم اس میں تحریف کرتے ہو۔ وہ تو اس کے حکموں پر چلتے تھے تم اس کے حکموں سے بھاگتے ہو۔

علمائے یہود کو تنبیہ کہ توراۃ کے احکام صحیح صحیح بیان کرو

پھر مخاطب علمائے یہود کو سمجھایا گیا کہ تم خدا کے حکم بیان کرنے میں بزدل نہ بنو۔ بے خوف وخطر توریت کے احکام کو لوگوں کے سامنے بیان کرو اور توراۃ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشین گوئیاں موجود ہیں ان کو چھپانے اور ان کے معنی ہیر پھیر کر غلط بیانی سے کام لینے سے باز آ جاؤ۔ اور دنیا کا حقیر معاوضہ لے کر احکام خداوندی میں تحریف مت کرو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ جو اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے اور غیر حکم شرعی کو شرعی حکم بتلا کر اس کے مطابق فیصلہ کرے تو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔

قصاص کے قانون میں یہود کی تحریف

پھر بتلایا گیا کہ قصاص کا حکم شریعت موسوی میں بھی مقرر تھا یعنی توریت کا یہ قانون تھا کہ اگر کوئی کسی کو ناحق عمداً قتل کر دے یا کسی عضو کو زخمی کر دے تو قاتل یا زخم پہنچانے والے پر قصاص کا حکم جاری کرو یعنی برابر کا بدلہ۔ جو اس نے نقصان پہنچایا ہے اس کے بدلہ اتنا ہی اسے نقصان پہنچایا جائے لیکن یہود نے اس حکم قصاص کے خلاف بھی عمل مقرر کر لیا تھا اور امیر غریب کی تفریق پیدا کر لی تھی اسلئے مکرر وعید سنائی گئی کہ اے یہود سن لو کہ جو شخص اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ ظالم ہیں یعنی بہت برا کام اور بڑا ظلم کر رہے ہیں۔ ان آیات زیر تفسیر میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فائدہ

یہاں ان آیات زیر تفسیر میں پہلی آیت کے خاتمہ پر فرمایا گیا وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ أَنۡزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ جو شخص خداتعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں دوسری آیت کے خاتمہ پر فرمایا ومن لم یحکم بمآ انزل اللہ فاولٰٓئک ھم الظّٰلمون جو شخص خداتعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ ظالم ہیں۔ تو پہلی آیت میں کافرون فرمانے اور دوسری آیت میں ظالمون فرمانے کی وجہ مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ پہلی آیت میں چونکہ زنا کی سزا "رجم" کے حکم شرعی ہونے سے انکار کیا تھا اس لئے وہاں کافرون فرمایا اور دوسری آیت میں قصاص کے حکم شرعی ہونے سے تو انکار نہیں کیا بلکہ آپس کی مفاہمت سے خلاف حکم شرعی ایک دستور قائم کر لیا تو قانون قصاص کی یہ اعتقادی مخالفت یہود کی نہ تھی بلکہ صرف عملی مخالفت کی تھی اس لئے یہاں کافرون کی جگہ ظالمون فرمایا۔

قصاص کے متعلق ضروری مسائل

(۱) قصاص اس قتل یا جرم میں ہے جب ناحق ہو ورنہ بحق قتل کرنا درست ہے اور عمداً ہو کیونکہ قتل خطا میں دیت ہے جس کے مسائل سورۂ نسآء آیت نمبر ۹۲ (یعنی جلد دوم کے درس نمبر ۲۹۲) میں ذکر کئے گئے ہیں (بیان القرآن)

(۲) یہاں جو فرمایا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ (جان بدلے جان کے) تو اس میں آزاد اور غلام۔ مسلمان اور کافر ذمی مرد اور عورت کبیر اور صغیر شریف اور رذیل بادشاہ اور رعیت سب داخل ہیں البتہ خود اپنے مملوک غلام اور اپنی اولاد کے قصاص میں نہ مارا جانا اجماع وحدیث سے ثابت ہے (بیان القرآن)

(۳) قتل میں ولی مقتول کو معاف کرنے کا حق حاصل ہے (بیان القرآن)

(۴) اگر ولی مقتول کئی شخص ہوں اور ایک معاف کر دے تو قصاص ساقط ہو کر بقیہ اولیاء اگر چاہیں دیت یعنی خون بہا لے سکتے ہیں (بیان القرآن)

(۵) غیر جانی قصاص یعنی قطع اعضا یا زخموں میں جہاں مماثلت و مساوات ممکن ہے وہاں قصاص آئے گا مثلاً کسی کا ہاتھ یا پاؤں اگر جوڑ بند سے کاٹے ہوں تو قصاص میں اس کا ہاتھ یا پاؤں جوڑ بند ہی سے کاٹا جائے گا یا مثلاً اگر کسی کی آنکھ پر چوٹ مار کر بینائی سلب کر دی تو اس کا قصاص جیسا کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے ماثور ہے اس طرح لیا جائے گا کہ آئینہ گرم کر کے اور روئی تر کر کے جس سے بدلہ لیا جا رہا ہے اس کے چہرہ پر رکھ کر گرم آئینہ کو اس کی آنکھ کے بالمقابلہ کر دیا جائے تو بینائی سلب ہو جائے گی۔ اسی طرح ناک کے اوپر کا جتنا حصہ کاٹا ہوا اتنا ہی بدلہ میں کاٹ لیا جائے۔ کان جتنا کاٹا ہوا اتنا ہی کاٹ لیا جائے۔ دانت اگر توڑا یا ٹھنڈا کر دیا تو دوسرے کا دانت توڑا یا ٹھنڈا کیا جا سکتا ہے لیکن جن قطع اعضاء اور زخموں میں مساوات اور مماثلت ممکن نہیں تو وہاں قصاص نہیں آئے گا بلکہ حکومتی عدل آئے گا جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے (کمالین شرح اردو جلالین)

دعا کیجئے

اہل کتاب کی ان خصلتوں سے جن کے باعث ان کو کافرون اور ظالمون فرمایا گیا حق تعالیٰ ہم کو کامل طور پر بچائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو جملہ قرآنی احکام کا اتباع نصیب فرما اور شریعت مطہرہ کی کامل پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَفَّيۡنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمۡ بِعِيۡسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ

التَّوۡرٰىةِ	مِنَ	بَيۡنَ يَدَيۡهِ	لِمَا	مُصَدِّقًا	ابۡنِ مَرۡيَمَ	بِعِيۡسَى	اٰثَارِهِمۡ	عَلٰٓى	وَقَفَّيۡنَا
توریت	سے	اس سے پہلے	اسکی جو	تصدیق کرنے والا	ابن مریم	عیسیٰؑ	اُن کے نشان قدم	پر	اور ہم نے پیچھے بھیجا

اور ہم نے اُن کے پیچھے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کو اس حالت میں بھیجا کہ وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق فرماتے تھے

وَاٰتَيۡنٰهُ الۡاِنۡجِيۡلَ فِيۡهِ هُدًى وَّنُوۡرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ التَّوۡرٰىةِ

التَّوۡرٰىةِ	مِنَ	بَيۡنَ يَدَيۡهِ	لِمَا	وَمُصَدِّقًا	وَنُوۡرٌ	هُدًى	فِيۡهِ	الۡاِنۡجِيۡلَ	وَاٰتَيۡنٰهُ
توریت	سے	اس سے پہلے	اسکی جو	اور تصدیق کرنے والی	اور نُور	ہدایت	اس میں	انجیل	اور ہم نے اسے دی

اور ہم نے اُن کو انجیل دی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا اور وہ اپنے سے قبل کی کتاب یعنی توریت کی تصدیق کرتی تھی

وَهُدًى وَّمَوۡعِظَةً لِّلۡمُتَّقِيۡنَ ۝٤٦ وَلۡيَحۡكُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِيۡلِ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ

فِيۡهِ	اللّٰهُ	اَنۡزَلَ	بِمَا	اَهۡلُ الۡاِنۡجِيۡلِ	وَلۡيَحۡكُمۡ	لِلۡمُتَّقِيۡنَ	وَمَوۡعِظَةً	وَهُدًى
اس میں	اللہ	نازل کیا	اسکے ساتھ جو	انجیل والے	اور فیصلہ کریں	پرہیزگاروں کیلئے	اور نصیحت	اور ہدایت

اور وہ سراسر ہدایت اور نصیحت تھی خدا سے ڈرنے والوں کیلئے۔ اور انجیل والوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ اس میں نازل فرمایا ہے اُس کے موافق حکم کیا کریں۔

وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝٤٧

الۡفٰسِقُوۡنَ	هُمۡ	فَاُولٰٓئِكَ	اللّٰهُ	اَنۡزَلَ	بِمَا	لَمۡ يَحۡكُمۡ	وَمَنۡ
فاسق (نافرمان)	وہ	تو یہی لوگ	اللہ	نازل کیا	اسکے مطابق جو	فیصلہ نہیں کرتا	اور جو

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے تو ایسے لوگ بالکل بے حکمی کرنے والے ہیں۔

تفسیر و تشریح

توراۃ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اس کا اپنے زمانہ میں حجت ہونا اوپر مذکور ہوا تھا۔ ساتھ ہی یہود کی شرارتوں اور خیانتوں کا ذکر ہوا تھا کہ کس طرح یہود اپنی آسمانی کتاب توراۃ سے منحرف ہوئے۔ اب یہود کے ذکر کے بعد آگے ان آیات میں نصاریٰ کے انحراف اور کجروی کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ نصاریٰ بھی اپنی آسمانی کتاب انجیل سے منحرف ہیں۔ اسی سلسلہ میں توراۃ کی طرح انجیل کی بھی مدح فرمائی گئی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔

چنانچہ ارشاد ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل عطا کردی تو ان کو حکم دے دیا کہ تمہاری امت پر لازم ہے کہ انجیل میں جو احکام نازل کئے گئے ہیں ان کے مطابق فیصلے کریں اور جو لوگ انجیل کے احکام کے موافق عملدرآمد نہیں کریں گے اور خدا کے نازل کردہ قوانین کے بموجب فیصلے نہ دیں گے وہ سرکش و نافرمان ہوں گے۔ اور انجیل میں نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت موجود تھی اور جن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کو ہدایت کر گئے تھے کہ جب وہ روح حق آئے گی تو تمہیں سچائی کی راہیں بتائے گی۔ اس کی تکذیب کر کے خدا کے غضب اور لعنت کو مول نہ لینا۔

انجیل کی چار صفات

یہاں حق تعالیٰ نے انجیل کی چار صفات بیان فرمائیں اول فیہ ھدی اس میں ہدایت تھی یعنی عقائد اور اعمال کی گمراہی سے بچاتی تھی اور توحید کی رہنمائی کرتی تھی کہ بت پرستی اور تثلیث جیسے شرک میں مبتلا نہ ہوں۔ دوسرے فیہ نور اس انجیل میں نور اور روشنی تھی جس سے طالب حق کو صحیح راستہ نظر آ جاتا تھا اور شکوک و شبہات کی ظلمتیں دور ہو جاتی تھیں۔ تیسرے یہ کہ انجیل اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتی تھی کہ وہ کتاب منزل من اللہ تھی۔ چوتھے یہ کہ انجیل خدا سے ڈرنے والوں کے لئے سراپا ہدایت و نصیحت تھی۔

ہر شریعت اپنے دور میں واجب العمل ہے

توریت کی مدح کے بعد انجیل کی مدح اس لئے بھی فرمائی کہ یہود کو تنبیہ ہو جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے رسول برحق تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ اور ان آیات میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جب تک سابق کتاب بغیر ردو بدل کے اصلی حالت پر رہتی ہے خدا تعالیٰ نئی کتاب نہیں بھیجتے اور جدید شریعت کو نازل نہیں فرماتے۔ جب پہلی کتاب میں تحریف اور ردو بدل ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ نئی کتاب اور نئی شریعت جاری فرماتے ہیں چنانچہ جب تک توریت اصلی حالت میں باقی رہی خواہ لوگوں نے عمل کیا یا نہ کیا اس وقت تک خدا نے کوئی نئی کتاب نہیں بھیجی اور نہ کوئی جدید شریعت جاری کی۔ جب توریت میں ردو بدل ہو گیا اور لوگوں نے الفاظ معانی کو بگاڑ دیا تو خدا تعالیٰ نے انجیل بھیج کر ایک نئی تجدیدی شریعت قائم کی پھر جب اہل انجیل نے انجیل میں بھی ردو بدل اور تحریف شروع کر دی اور اس کے احکام کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا تو خدائے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قریب ۶۰۰ سال بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپؐ پر قرآن نازل فرمایا۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جب اپنے فضل و کرم سے یہودیت و نصرانیت سے بچا کر قرآن کریم جیسی کتاب اور شریعت محمدی جیسی شریعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی ہم کو عطا فرمائے تو ہم کو اللہ تعالیٰ ان انعامات و احسانات کے قدر کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قرآن پاک کا فرمانبردار اور شریعت اسلامیہ کا پابند اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا

وَاَنْزَلْنَا	اِلَیْكَ	الْكِتٰبَ	بِالْحَقِّ	مُصَدِّقًا	لِّمَا	بَیْنَ یَدَیْهِ	مِنَ	الْكِتٰبِ	وَمُهَیْمِنًا
اور ہم نے نازل کی	آپکی طرف	کتاب	سچائی کے ساتھ	تصدیق کرنیوالی	اسکی جو	اس سے پہلے	سے	کتاب	اور نگہبانی ومحافظ

اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں اُن کی بھی تصدیق کرتی ہے اور اُن کتابوں کی محافظ ہے

عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ

عَلَیْهِ	فَاحْكُمْ	بَیْنَهُمْ	بِمَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	وَ	لَا تَتَّبِعْ	اَهْوَآءَهُمْ	عَمَّا	جَآءَكَ	مِنَ	الْحَقِّ
اس پر	سو فیصلہ کریں	انکے درمیان	اس سے جو	نازل کیا	اللہ	اور	نہ پیروی کریں	انکی خواہشات	اس سے	تمہارے پاس آگیا	سے	حق

تو اُن کے باہمی معاملات میں اپنی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر اُن کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ

لِكُلٍّ	جَعَلْنَا	مِنْكُمْ	شِرْعَةً	وَّمِنْهَاجًا	وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	لَجَعَلَكُمْ	اُمَّةً	وَّاحِدَةً	وَّلٰكِنْ
ہر ایک کیلئے	ہم نے مقرر کیا ہے	تم میں سے	دستور	اور راستہ	اور اگر	اللہ چاہتا	تو تمہیں کر دیتا	اُمت	واحدہ (ایک)	اور لیکن

تم میں سے ہر ایک کیلئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی، اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت میں کر دیتے لیکن ایسا نہیں کیا

لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا

لِّیَبْلُوَكُمْ	فِیْ	مَا	اٰتٰىكُمْ	فَاسْتَبِقُوا	الْخَیْرٰتِ	اِلَى	اللّٰهِ	مَرْجِعُكُمْ	جَمِیْعًا	فَیُنَبِّئُكُمْ	بِمَا
تاکہ تمہیں آزمائے	میں	جو	اس نے تمہیں دیا	پس سبقت کرو	نیکیاں	طرف	اللہ	تمہیں لوٹنا	سب کو	وہ تمہیں بتلا دے گا	جو

تاکہ جو جو دین تم کو دیا ہے اُس میں تم سب کا امتحان فرما دیں تو مفید باتوں کی طرف دوڑو تم سب کو خدا ہی کے پاس جانا ہے پھر وہ تم سب کو جتلا دے گا

كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

كُنْتُمْ	فِیْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ
تم تھے	اس میں	اختلاف کرتے

جس میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔

شانِ نزول.......رشوتی اسلام منظور نہیں

اس آیت اور اگلی آیات کے ضمن میں ایک قصہ کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے اور وہ یہ کہ یہود میں باہم کچھ نزاع ہو گیا تھا۔ ایک فریق جس میں ان کے بڑے بڑے رئیس اور علماء شامل تھے مشورہ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مقدمہ کے فیصلہ کی درخواست کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عموماً قوم یہود ہمارے اختیار اور زیر اقتدار ہے اگر آپ فیصلہ ہمارے موافق کر دیں گے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے اور ہمارے اسلام لانے سے بہت سے یہود اسلام لے آئیں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رشوتی اسلام کو منظور نہ فرمایا اور ان کی خواہشات کی پیروی سے صاف انکار فرما دیا جس پر آپ کی تصویب کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں جن میں آپ کے طرزِ عمل کی تائید کی گئی۔" اور توریت و انجیل کے بعد ہم نے یہ کتاب یعنی قرآن کریم آپ کے پاس بھیجی ہے

جو خود بھی صدق و راستی کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو آسمانی کتابیں آ چکی ہیں جیسے توراۃ، انجیل زبور ان کی بھی تصدیق کرتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی تھیں اور جو اصول و ضوابط پہلی کتابوں میں موجود تھے وہ قرآن میں بھی ہیں اس لئے یہ کتاب ان کی محافظ اور نگران بھی ہے۔ یا جو پہلی کتابوں میں غلط باتیں شامل ہوگئی ہیں ان کو بتلا کر اصل حقیقت کو قرآن واضح کرتا ہے اس طرح گویا قرآن ان کتابوں کا محافظ اور امین اور نگہبان ہے اور جب قرآن ایسی کتاب ہے تو ان اہل کتاب کے باہمی معاملات میں جب کہ آپ کے اجلاس میں پیش ہوں اسی بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خلاف شرع خواہشوں اور فرمائشوں پر آئندہ بھی عملدرآمد نہ کیجئے جیسا اب تک باوجود ان کی درخواست اور التماس کے آپ نے صاف انکار فرما دیا یعنی آپ کی یہ رائے نہایت ہی درست ہے اسی پر ہمیشہ قائم رہیے اور اے اہل کتاب تم کو اس قرآن کے حق جاننے سے اور اس کا فیصلہ ماننے سے کیوں انکار ہے۔ کیا دین جدید کا آنا کچھ تعجب کی بات ہے آخر تم میں سے ہر ایک امت کے لئے اس کے قبل ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔ مثلاً یہود کی شریعت اور طریقت توراۃ تھی اور نصاریٰ کی شریعت اور طریقت انجیل تھی پھر اگر امت محمدیہ کے لئے شریعت و طریقت قرآن مقرر کیا گیا جس کا حق ہونا بھی دلائل سے ثابت ہے تو پھر انکار کی کیا وجہ اور اگر اللہ تعالیٰ کو سب کا ایک ہی طریقہ رکھنا منظور ہوتا تو وہ اس پر بھی قدرت رکھتے تھے۔

دعوت عام کہ اب نجات قرآن ہی پر ایمان و عمل میں منحصر ہے

پس گذشتہ سے سلسلہ کلام اس طرح ہوا کہ حق تعالیٰ نے اولاً توریت کی مدح فرمائی اور بنی اسرائیل کے لئے اس کا موجب ہدایت ہونا بیان کیا مگر یہود نے اس نور ہدایت سے اعراض و انحراف کیا اس کے بعد انجیل کی مدح فرمائی اور نصاریٰ کا اس سے انحراف بیان کیا اب سب سے اخیر میں حق تعالیٰ نے قرآن کریم کو مشعل ہدایت بنا کر آسمان سے نازل کیا جو آخری نبی پر نازل ہوئی اس لئے یہود و نصاریٰ کو متنبہ کیا گیا کہ وہ موقعہ کو غنیمت سمجھیں اور صحابہ کرام کی طرح اس نور ہدایت کی روشنی میں چلیں کہ یہ وہی کتاب ہے جس کے نزول کی انبیاء سابقین نے خبر دی تھی۔ اس طرح اہل کتاب کو یہ تبلیغ کی گئی کہ اختلاف بیجا کو چھوڑ کر حق کو جو کہ اب منحصر ہے قرآن میں قبول کرلو اور تعصب اور ہوا پرستی کو چھوڑ کر مرنے سے پہلے ان بہترین عقائد اور مکارم اخلاق کی طرف دوڑو اور ان کی طلب میں سرگرم ہو جاؤ جن کی طرف تم کو شریعت محمدیہ دعوت دیتی ہے اب نجات اس آخری شریعت کے اتباع ہی میں منحصر ہے جیسے حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے بعد نجات حضرت عیسیٰؑ کے اتباع میں منحصر تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کے بعد حضرت موسیٰؑ کی شریعت کا اتباع نجات کے لئے کافی نہ تھا اسی طرح خاتم الانبیاء کی بعثت کے بعد نجات آپ کے اتباع میں منحصر ہے اور اسی میں خیر ہے پس اگر میدان سعادت میں سبقت لے جانا چاہتے ہو تو بلا تردد اس خیر کی طرف دوڑو اور یہ نہ سمجھو کہ ہمیشہ دنیا ہی میں بیٹھے رہو گے ایک دن لوٹ کر سب کو اللہ ہی کی طرف آنا ہے اور وہاں پہنچ کر حق و باطل کی حقیقت منکشف ہو جائے گی اور نتیجہ سامنے آ جائے گا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل سے ہم کو شریعت محمدیہ کا متبع بنایا۔ اللہ تعالیٰ شریعت اسلامیہ کا ہم کو ظاہراً و باطناً کامل اتباع نصیب فرمائیں اور جملہ قرآنی احکام کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔ اے اللہ اسلام کی ہمارے دلوں میں وہ قدر و عظمت عطا فرما دے کہ جو ہم کو دنیا و مافیہا میں نعمت اسلام سب سے بڑھ کر محبوب و مطلوب ہو جائے اور یہودیت و نصرانیت سے کامل طور پر بیزاری اور اجتناب نصیب فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ

يَفْتِنُوْكَ	اَنْ	وَاحْذَرْهُمْ	اَهْوَآءَهُمْ	لَا تَتَّبِعْ	وَ	اللّٰهُ	اَنْزَلَ	بِمَا	بَيْنَهُمْ	احْكُمْ	وَاَنِ
بہکا نہ دیں	کہ	اوران سے بچتے رہو	انکی خواہشیں	نہ چلو	اور	اللہ	نازل کیا	اس سے جو	انکے درمیان	فیصلہ کریں	اور یہ کہ

اور ہم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور اُن کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے اور ان سے یعنی

عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ

يُّصِيْبَهُمْ	اَنْ	اللّٰهُ	يُرِيْدُ	اَنَّمَا	فَاعْلَمْ	تَوَلَّوْا	فَاِنْ	اِلَيْكَ	اللّٰهُ	اَنْزَلَ	مَا	بَعْضِ	عَنْ
انہیں پہنچادے	کہ	اللہ	چاہتا ہے	صرف یہی	توجان لو	وہ منہ پھیرلیں	پھر اگر	آپکی طرف	اللہ	نازل کیا	جو	بعض (کسی)	سے

اُن کی اس بات سے احتیاط رکھیئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھی بچلا دیں، پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو یہ یقین کر لیجئے کہ

بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ

يَبْغُوْنَ	الْجَاهِلِيَّةِ	اَفَحُكْمَ	لَفٰسِقُوْنَ	النَّاسِ	مِنَ	كَثِيْرًا	وَاِنَّ	ذُنُوْبِهِمْ	بِبَعْضِ
وہ چاہتے ہیں	جاہلیت	کیا حکم	نافرمان	لوگ	سے	اکثر	اور بیشک	انکے گناہ	بسبب بعض

بس خدا ہی کو منظور ہے کہ اُن کے بعض جرموں پر اُن کو سزا دیدیں اور زیادہ آدمی تو بے حکم ہی ہوتے ہیں۔ یہ لوگ کیا پھر زمانہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں

وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع

يُّوْقِنُوْنَ	لِقَوْمٍ	حُكْمًا	اللّٰهِ	مِنَ	اَحْسَنُ	وَمَنْ
یقین رکھتے ہیں	لوگوں کیلئے	حکم	اللہ	سے	بہترین	اور کس

اور فیصلہ کرنے میں اللہ سے کون اچھا ہوگا یقین رکھنے والوں کے نزدیک

یہودیوں کی فریب کاریوں سے خبردار رہنے کی تاکید

ان آیات میں بھی وہی مضمون جاری ہے جس کا بیان گذشتہ آیت میں تھا۔ اور جس کا سبب نزول جیسا کہ گذشتہ درس میں بیان کیا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ جو شریعت اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے آپ اپنی اسی شریعت کے مطابق اہل کتاب کے درمیان فیصلہ فرمائیں اگرچہ وہ ان کے رسم و رواج کے خلاف ہو اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجئے اور ان سے احتیاط رکھئے کہ مبادا کسی وقت یہ لوگ اپنی چرب زبانی اور ظاہری ملمع کاری سے آپ کو خدا کے نازل کردہ حکم سے کچھ بچلا نہ دیں جیسا کہ بعض علمائے و روسائے یہود نے آپ کے پھسلانے اور فریب دینے کی یہ تدبیر کی کہ آپ کے پاس جاویں اور جا کر یہ کہیں کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری قوم میں آپس میں کچھ نزاع ہو گیا ہے۔ آپ کے پاس فیصلہ لائیں گے۔ اگر ہمارے موافق فیصلہ کر دیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور ہمارے مسلمان ہو جانے سے یہود کی ایک عظیم جماعت ہماری متابعت میں اسلام قبول کر لے گی۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایمان و ہدایت کے دلدادہ تھے۔ اس لئے یہود نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پھسلانے کے لئے یہ رشوتی اسلام آپ پر پیش کیا مگر آپ نے اسے ٹھکرا دیا اور ان کی منشاء و خواہش پر چلنے سے صاف انکار کر دیا۔ حق تعالیٰ نے آپ کے اس عمل کی تائید و تصدیق فرمائی اور آئندہ کے لئے بھی ایسی

ہی شان عصمت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمائی گئی۔اور بتلایا گیا کہ جولوگ آپ کے فیصلہ سے اعراض کریں اور آپ کے فیصلہ کو نہ مانیں تو آخرت میں اس کی پوری سزا تو ملے ہی گی لیکن دنیا میں مبتلائے سزا ہوں گے۔نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ آپ ان لوگوں کے اعراض و انحراف سے ملول نہ ہوں دنیا میں فرمانبردار بندے ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں زیادہ تو فرمان اور بے حکم ہی ہوتے ہیں۔ہاں جو ایمان ویقین والے ہیں ان کے نزدیک تو دنیا میں کسی کا حکم خدا کے حکم کے سامنے لائق التفات نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ کے فیصلہ سے اچھا کس کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو بھی قرآن پاک کا اتباع کامل نصیب فرماویں اور جملہ قرآنی احکام پر ہم کو کاربند بنادیں۔یا اللہ ہم کو وہ ایمان ویقین عطا فرمادے کہ ہم احکام الٰہیہ کو سب پر مقدم رکھیں۔یا اللہ ہمیں اپنے فرمانبردار بندوں میں شامل فرمالے اور بے حکمی ونافرمانی سے کامل طور پر بچالے۔یا اللہ ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے اور حق سے وابستہ رہنے اور حق پر مستقیم رہنے کی دولت وسعادت عطا فرمادے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

7

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ۘؔ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوا	الْيَهُوْدَ	وَالنَّصٰرٰۤى	اَوْلِيَآءَ	بَعْضُهُمْ	اَوْلِيَآءُ	بَعْضٍ
اے	جولوگ	ایمان لائے	نہ بناؤ	یہود	اور نصاریٰ	دوست	ان میں سے بعض	دوست	بعض (دوسرے)

اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں،

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱ فَتَرَى الَّذِيْنَ

وَمَنْ	يَّتَوَلَّهُمْ	مِّنْكُمْ	فَاِنَّهٗ	مِنْهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَهْدِى	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ	فَتَرَى	الَّذِيْنَ
اور جو	ان سے دوستی رکھے گا	تم میں سے	تو بیشک وہ	ان سے	بیشک	اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظالم	پس تُو دیکھے گا	وہ لوگ جو

اور جو شخص تم میں سے اُن کے ساتھ دوستی کریگا بیشک وہ اُن ہی میں سے ہوگا یقیناً اللہ تعالیٰ سمجھ نہیں دیتے اُن لوگوں کو جو اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

فِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ

فِىْ	قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	يُّسَارِعُوْنَ	فِيْهِمْ	يَقُوْلُوْنَ	نَخْشٰى	اَنْ	تُصِيْبَنَا	دَآئِرَةٌ	فَعَسَى	اللّٰهُ	اَنْ
میں	انکے دل	روگ	دوڑتے ہیں	ان میں (انکی طرف)	کہتے ہیں	ہمیں ڈر ہے	کہ	ہم پر (نہ) آجائے	گردش	سو قریب ہے	اللہ	کہ

اسی لئے تم ایسے لوگوں کو کہ جن کے دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھستے ہیں کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جاوے

يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ؕ۝۵۲

يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ	اَوْ اَمْرٍ	مِّنْ	عِنْدِهٖ	فَيُصْبِحُوْا	عَلٰى	مَا	اَسَرُّوْا	فِىْ	اَنْفُسِهِمْ	نٰدِمِيْنَ
لائے + فتح	یا کوئی حکم	سے	اپنے پاس	تو رہ جائیں	پر	جو	وہ چھپاتے تھے	میں	اپنے دل (جمع)	پچھتانے والے

سو قریب امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کامل فتح کا ظہور فرماوے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ

وَيَقُوْلُ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	اَهٰٓؤُلَآءِ	الَّذِيْنَ	اَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ	جَهْدَ	اَيْمَانِهِمْ	اِنَّهُمْ	لَمَعَكُمْ
اور کہتے ہیں	جولوگ ایمان لائے (مومن)	کیا یہ وہی ہیں	جولوگ	قسمیں کھاتے تھے	اللہ کی	پکی	اپنی قسمیں	کہ وہ	تمہارے ساتھ

پھر اپنے پوشیدہ دلی خیالات پر نادم ہوں گے۔ اور مسلمان لوگ کہیں گے ارے کیا یہ وہی لوگ ہیں کہ بڑے مبالغہ سے قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝۵۳

حَبِطَتْ	اَعْمَالُهُمْ	فَاَصْبَحُوْا	خٰسِرِيْنَ
اکارت گئے	انکے عمل	پس رہ گئے	نقصان اٹھانے والے

ان لوگوں کی ساری کاروائیاں غارت گئیں جس سے ناکام رہے۔

گذشتہ سے اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے۔ اب یہاں ان آیات میں منافقین جو ظاہراً اسلام کے مدعی تھے اور اہل کتاب سے بعض مصلحتوں اور وہمی نفع ونقصان کے خیال سے دوستی رکھتے تھے اس کو ناپسند کیا جارہا ہے اور اہل ایمان کو یہود ونصاریٰ سے دوستی کرنے کو منع کیا جارہا ہے نیز منافقین کی مذمت اور ان کا انجام کار بطور پیشین گوئی کے ذکر فرمایا گیا۔

شانِ نزول

جب غزوۂ احد میں اہل اسلام کو ظاہراً کچھ شکست ہوئی اور نقصان اٹھانا پڑا تو منافقین سخت اندیشہ میں پڑے اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ مسلمانوں کے غالب آنے کی تو کچھ امید نہیں رہی۔ اپنی کہیں پناہ لگائے رکھنا چاہیے کہ وقت پر کام دے کسی نے کہا کہ میں فلاں یہودی سے امان لئے لیتا ہوں اور ایسے وقت پر یہودی بن جاؤں گا۔ کسی نے کہا کہ میں فلاں نصرانی سے پناہ لئے لیتا ہوں اور ایسے وقت پر نصرانی بن جاؤں گا ان واقعات میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

منافقین کا انجام

چنانچہ منافقین کے متعلق جو پیشین گوئی فرمائی گئی وہ صادق ہوئی۔ ان منافقین کی زیادہ دوستی مدینہ کے یہود اور مکہ کے مشرکین سے تھی جب مکہ فتح ہوگیا اور یہود مدینہ خستہ خراب ہوئے بہت سے مارے گئے اور بہت سے جلاوطن ہوگئے منافقین کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور مسلمانوں کے سامنے صریح طور پر جھوٹے ثابت ہوئے۔

یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ

یہاں اہل اسلام کو یہود و نصاریٰ کو "اولیاء" بنانے کی ممانعت کی گئی ہے۔ اولیا ولی کی جمع ہے۔ ولی دوست کو بھی کہتے ہیں قریب کو بھی۔ ناصر اور مددگار کو بھی۔ غرض یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ بلکہ تمام کفار سے جیسا کہ سورہ نسآء میں تصریح کی گئی ہے مسلمان دوستانہ تعلقات اور دلی محبت کو قائم نہ کریں اور راز اس میں یہ ہے کہ دلی محبت اور صحبت کا بڑا اثر انسان کے دل پر پڑتا ہے خدا تعالیٰ کے باغیوں کی دلی محبت اور میل جول سے رفتہ رفتہ ان کے بددینی کے جراثیم اس میں بھی سرایت کر جاتے ہیں اور فی الحال باطن کے اعتبار سے اگرچہ ان میں سے نہیں لیکن ان کی محبت اور صحبت سے اندیشہ ہے کہ آئندہ چل کر انہی میں سے نہ ہو جائے یعنی اسلام سے مرتد نہ ہو جائے جیسا کہ آئندہ آیت میں اسی فتنہ ارتداد کی خبر دی گئی ہے۔ جس طرح کسی حکومت کی رعایا بن جانے کے بعد قانون حکومت پر نکتہ چینی حکومت سے ارتداد ہے اسی طرح اسلام میں داخل ہونے کے بعد قانون شریعت اور احکام اسلام پر نکتہ چینی اسلام سے ارتداد اور کافروں سے دلی تعلق ارتداد کی علامت اور اس کا پیش خیمہ ہے اور اگر وہ اس کو چھپائیں اور اسلام کو ظاہر کریں تو وہ نفاق ہے۔ جو شخص حکومت کے دشمنوں اور باغیوں سے میل جول ربط ضبط اور دوستانہ تعلقات رکھے تو حکومت کی نظر میں اس کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے اسی طرح کافروں سے دوستانہ تعلقات اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کی نظر میں اسلام کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے۔

موالات اور مروت کا فرق

مگر یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ موالات جس کی کفار کے ساتھ ممانعت ہے اور چیز ہے اور مروت و حسن سلوک اور مصالحت رواداری اور عدل و انصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں۔ اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور عہد و پیمان مشروع طریقہ پر کر سکتے ہیں رہا عدل و انصاف کا حکم وہ مسلم کافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے۔ مروت حسن وسلوک یا رواداری کا برتاؤ ان کفار کے ساتھ ہو سکتا ہے جو جماعت اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں۔ اس لئے یہ چیزیں کفار کے ساتھ جائز ہیں باقی موالات یعنی دوستانہ تعلقات اور برادرانہ مناصرۃ و معاونت اور ایسی گہری دوستی اور خلط ملط جس سے اسلام کے امتیازی نشان گڈمڈ ہو جائیں اس کی اجازت نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو ان قرآنی احکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیں۔
یا اللہ ہم کو اسلام اور مسلمانوں سے محبت اور دلی تعلق نصیب ہو اور کفار و یہود و نصاریٰ سے دلی بغض اور ترک موالات نصیب ہو۔ یا اللہ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور سچا ایمان اور پکا اسلام ہم کو نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	مَنْ	يَّرْتَدَّ	مِنْكُمْ	عَنْ	دِيْنِهٖ	فَسَوْفَ	يَاْتِى اللّٰهُ	بِقَوْمٍ	يُّحِبُّهُمْ
اے	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	جو	پھرے گا	تم سے	سے	اپنا دین	توعنقریب	لائے گا اللہ	ایسی قوم	وہ انہیں محبوب رکھتا ہے

اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی

وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

وَيُحِبُّوْنَهٗۤ	اَذِلَّةٍ	عَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	اَعِزَّةٍ	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	يُجَاهِدُوْنَ	فِىْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَ
اور وہ اسے محبوب رکھتے ہیں	نرم دل	پر	مومن (جمع)	زبردست	پر	کافر (جمع)	جہاد کرتے ہیں	میں	راستہ	اللہ	اور

اور اُن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر، تیز ہونگے کافروں پر جہاد کرتے ہوں اللہ کے راہ میں اور

لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَاۤئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا

لَا يَخَافُوْنَ	لَوْمَةَ	لَاۤئِمٍ	ذٰلِكَ	فَضْلُ	اللّٰهِ	يُؤْتِيْهِ	مَنْ يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	وَاسِعٌ	عَلِيْمٌ	اِنَّمَا
نہیں ڈرتے	ملامت	کوئی ملامت کرنیوالا	یہ	فضل	اللہ	وہ دیتا ہے	جسے چاہتا ہے	اور اللہ	وسعت والا	علم والا	اسکے سوانہیں (صرف)

وہ لوگ کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کا چاہیں عطا فرماویں، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں

وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ

وَلِيُّكُمُ	اللّٰهُ	وَرَسُوْلُهٗ	وَ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا	الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَيُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ	وَهُمْ
تمہارا رفیق	اللہ	اور اسکا رسول	اور	جولوگ ایمان لائے	جولوگ	قائم کرتے ہیں	نماز	اور دیتے ہیں	زکوٰۃ	اور وہ

تمہارے دوست تو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول اور ایماندار لوگ ہیں جو کہ اس حالت سے نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع

رٰكِعُوْنَ	وَمَنْ	يَّتَوَلَّ	اللّٰهَ	وَ	رَسُوْلَهٗ	وَ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	فَاِنَّ	حِزْبَ اللّٰهِ	هُمُ	الْغٰلِبُوْنَ
رکوع کرنیوالے	اور جو	دوست رکھتے ہیں	اللہ	اور	اس کا رسول	اور	جولوگ ایمان لائے (ایمان والے)	تو بیشک	اللہ کی جماعت	وہ	غالب (جمع)

کہ اُن میں خشوع ہوتا ہے۔اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اُس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بلاشک غالب ہے۔

دین اسلام کی ابدی حفاظت کی پیشگوئی

حق تعالیٰ نے ان آیات میں اسلام کی ابدی بقا اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیش گوئی فرمادی ہے اور صاف صاف کہہ دیا گیا کہ یہ مت سمجھنا کہ اسلام دنیا میں رہنے کے لئے تمہارا محتاج ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تم اچھی زندگی بسر کرنے کیلئے اور دین ودنیا کی صلاح وفلاح کے لئے اسلام کے محتاج ہو۔اگر کوئی اسلام چھوڑ دے گا تو وہ اسلام کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اللہ کو منظور یہ ہے کہ دنیا میں اسلام باقی رہے اور وہ اس کو ہمیشہ قائم رکھے گا۔کوئی چھوڑ دے گا تو کیا ہے۔حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں یا ان کے مقابلہ پر ایسی قوم لے آئے گا جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہوں گے اور وہ بھی اللہ کے ساتھ خلوص ومحبت

رکھتے ہوں گے۔ وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان اور دشمنان اسلام کے ساتھ سخت ہوں گے۔ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کریں گے۔ یہ تو اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے اور جس سے چاہے اسلام کی سربلندی کا کام لے۔

مسلمانوں کی محبت اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے ہے

اوپر جب یہود و نصاریٰ کی دوستی اور رفاقت سے منع کیا گیا تو اس کے سننے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات محبت و دوستی اور معاملات و رفاقت کن سے ہونے چاہیں؟ اس کے متعلق بتلایا گیا کہ مسلمانوں کو گہری دوستی اور رفاقت خاص کا تعلق سب سے پہلے اللہ اور پھر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہونا چاہیے اور اس کے بعد مسلمانوں کے رفیق اور مخلص دوست وہ مسلمان ہیں جو صرف نام کے مسلمان نہیں بلکہ سچے اور پکے مسلمان ہیں اور جن کی صفات و علامات یہ بتلائی گئیں کہ اول وہ نماز کو اس کے پورے آداب و شرائط کے ساتھ وقت کی پابندی سے ادا کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے مال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں تیسرے یہ کہ وہ لوگ متواضع اور فروتنی کرنے والے ہیں۔ اپنی نیکوکاری اور اعمال خیر پر ناز و تکبر نہیں کرتے۔

فتح کا راز

اب کفار کی کثرت اور ان کی ظاہری شان و شوکت اور مسلمانوں کی قلت اور ظاہری ضعف و کمزوری کو دیکھتے ہوئے ممکن تھا کہ کوئی ضعیف القلب اور ظاہر بیں مسلمان اس تردد میں پڑ جاتا کہ تمام دنیا سے موالات منقطع کر لینے اور چند مسلمانوں کی رفاقت پر اکتفا کر لینے کے بعد غالب ہونا تو درکنار کفار کے حملوں سے اپنی زندگی اور بقاء کی حفاظت بھی دشوار ہے ایسے لوگوں کی تسلی کے لئے بتلایا گیا اور بشارت دی گئی کہ جو ان احکام قرآنی کی تعمیل کر کے غیروں کی گہری دوستی اور محبت قلبی سے باز آ جائیں اور صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان والوں کو اپنا دوست ولی اور رفیق بنائیں تو ان کو فتح نصرت اور غالب آنے کی بشارت سنائی گئی اور ان کے غالب آنے کی دلیل یہ دی گئی کہ ایسے مسلمان حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ ہیں اور اللہ کا گروہ ہی انجام کار سب پر غالب آ کر رہے گا۔ لہذا اللہ اور رسول اور مسلمانوں کے رفیقوں ہی کو انجام میں فتح، نصرت اور غلبہ ہوگا۔ خدا کے خالص بندے ہی آخر میں کامیاب ہوں گے اور حق ہی غالب رہے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور صحابہ کے لئے بشارت

جمہور مفسرین نے لکھا ہے کہ جہاں ان آیات میں جو فتنہ ارتداد کا ذکر فرمایا ہے تو یہ درحقیقت آنے والے فتنہ ارتداد کی پیشین گوئی اور اس کا ہمت و جرات کے ساتھ مقابلہ کر کے کامیاب ہونے والی جماعت کے لئے بشارت ہے۔ ارتداد کا سب سے بڑا فتنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں پھیلا اور پورے جزیرۃ العرب میں اس کا طوفان کھڑا ہو گیا اور کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ مگر حضرت صدیق اکبرؓ کی ایمانی جرات اور اعلیٰ تدبیر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدمات اسلام نے اس آگ کو بجھایا اور تمام آفات و مصائب کا پورے عزم و ہمت کے ساتھ مقابلہ کیا اور بالآخر کامیاب ہوئے اور سارے عرب کو متحد کر کے از سر نو اخلاص اور ایمان کے راستہ پر گامزن کر دیا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہم کو بھی حزب اللہ کے گروہ میں داخل ہونے کی سعادت نصیب فرمائیں۔ اور جملہ صفات ایمانیہ سے ہمارے قلوب کو مزین و منور فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو مسلمانوں کے لئے نرم و شفیق بنا دیں اور کافروں اور دشمنان دین کے مقابلہ میں ہم کو سختی عطا فرمائیں۔ یا اللہ دین کے معاملہ میں ہم کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنے والے ہوں اور یا اللہ آپ کو اور آپ کے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اور ایمان والوں کو اپنا رفیق اور ولی بنانے والے ہوں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوْا	الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا	دِيْنَكُمْ	هُزُوًا	وَّلَعِبًا	مِنَ	الَّذِيْنَ
اے	جولوگ (ایمان لائے (ایمان والے)	نہ بناؤ	جولوگ ٹھہراتے ہیں	تمہارادین	ایک مذاق	اور کھیل	سے	وہ لوگ۔ جو

اے ایمان والو جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا

اُوْتُوا الْكِتٰبَ	مِنْ قَبْلِكُمْ	وَالْكُفَّارَ	اَوْلِيَآءَ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	وَاِذَا
کتاب دیئے گئے	تم سے قبل	اور کافر	دوست	اور ڈرو	اللہ	اگر تم ہو	ایمان والے	اور جب

اُن کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔اور جب تم نماز کے لئے اعلان کرتے ہو تو وہ لوگ اس کے ساتھ

نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾

نَادَيْتُمْ	اِلَى	الصَّلٰوةِ	اتَّخَذُوْهَا	هُزُوًا	وَّلَعِبًا	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَوْمٌ	لَا يَعْقِلُوْنَ
تم پکارتے ہو	طرف (لئے)	نماز	وہ اسے ٹھہراتے ہیں	ایک مذاق	اور کھیل	یہ	اس لئے کہ وہ	آگ	عقل نہیں رکھتے ہیں (بے عقل)

ہنسی اور کھیل کرتے ہیں یہ اِس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ بالکل عقل نہیں رکھتے۔

سب کفار سے موالات کی ممانعت اور اسکی ایک وجہ

ان آیات میں عام کفار سے موالات کی ممانعت ہے جس میں یہود و نصاریٰ کے علاوہ عام کفار و مشرکین بھی داخل ہیں۔ گویا کہ ان آیات کا حکم، حکم سابقہ کا تتمہ ہے اور وہی مضمون یعنی یہود و نصاریٰ اور دوسرے کفار و مشرکین سے دوستی کی ممانعت کا بیان یہاں بھی کیا گیا ہے مگر یہاں یہ حکم ایک دوسری وجہ کی بنا پر فرمایا جاتا ہے اور وہ وجہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ اور دوسرے کفار و مشرکین دین اسلام سے مضحکہ کرتے ہیں اور مسلمانوں کے دین کی ہنسی اڑاتے ہیں اس لئے ان کی دوستی سے نفرت دلائی گئی ہے۔

ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اپنے دین سے زیادہ معظم و محترم نہیں ہو سکتی لہذا اسے بتایا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب پر طعن اور استہزاء کرتے ہیں اور شعائر اللہ اذان وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اسلام اور اکابر اسلام سے متعلق آئے دن یورپ والے اہانت آمیز فلمیں بنا کر در پردہ اسلام کی اہانت کرتے ہیں۔

کفار کی ان احمقانہ اور کمینہ حرکات پر مطلع ہو کر کوئی فرد مسلم جس کے دل میں غیرت ایمان کا ذرا بھی شائبہ ہو تو کیا ایسی قوم سے موالات اور دوستانہ راہ و رسم پیدا کرنے یا قائم رکھنے کو ایک منٹ کے لئے گوارا کرے گا۔ اگر ان کے کفر و عناد اور عداوت اسلام سے بھی قطع نظر کر لی جائے تب بھی دین اسلام کے ساتھ ان کا تمسخر اور استہزاء ہی علاوہ دوسرے اسباب کے ایک مستقل سبب ترک موالات کا ہے۔

کافروں کی بے عقلی

اگر ان کو ذرا عقل ہوتی تو سمجھتے کہ خالق کی عبادت اور بندگی اور اس کی تعظیم و تکبیر اور اس کی توحید کا اظہار و اعلان جس کی تمام کتب سماویہ اور انبیاء سابقین کی شریعتیں مصدق ہیں کسی طرح قابل استہزاء اور تمسخر نہیں۔ کلمات اذان میں اس کے سوا کیا ہے کہ خداوند قدوس کی عظمت اور بڑائی کا اظہار ہے توحید کا اعلان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کے مصدق ہیں ان کی رسالت کا اقرار ہے۔ نماز جو غایت درجہ کی

بندگی پر دال ہے اس کی طرف دعوت ہے فلاح دارین اور اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لئے بلاوا ہے۔ پھر ان میں کونسی ایسی چیز ہے جو ہنسی اڑانے کے لائق ہو ایسی نیکی اور حق وصداقت کی آواز پر مسخرا پن کرنا صرف اسی کا کام ہو سکتا ہے جس کا دماغ عقل سے یکسر خالی ہو اور جسے نیک و بد کی قطعاً تمیز باقی نہ رہے۔ اگر غور کیا جائے تو اذان میں تمام انسانوں کے لئے امن وامان کا اعلان ہے اور ان کی زندگی کا صحیح راستہ اس میں بتا دیا گیا ہے۔

آگ میں جل مرنے والا بے عقل

تفسیر مظہری میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ مدینہ میں ایک نصرانی تھا۔ جب وہ اذان میں اشھد ان محمدًا رسول اللہ سنتا تو یہ کہتا ''اللہ جھوٹے کو آگ میں جلائے''۔ آخر کار اس کا یہ کلمہ ہی اس کے پورے گھرانے کے جل کر خاک ہو جانے کا سبب بن گیا جس کا واقعہ یہ ہوا کہ ایک رات اس کی خادمہ آگ لا رہی تھی اور وہ نصرانی اور اس کے سب گھر والے پڑے سو رہے تھے اتفاق سے اس کے ہاتھ میں سے اس آگ سے ایک چنگاری اڑ کر کسی کپڑے پر گر پڑی۔ جس سے وہ گھر اور وہ نصرانی اور اس کے سب گھر والے جل کر خاکستر ہو گئے اور اس نصرانی کے قول کے مطابق خدا نے جھوٹے کو جلا دیا اور خدا نے یہ دکھلا دیا کہ صادق امین کو جھوٹا بتلانے والا جہنم میں جانے سے پہلے ہی کس طرح آگ میں جلایا جا سکتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ کفار و مشرکین یہود و نصاریٰ کی موالات اور دوستی سے ہم کو بچائیے اور جملہ قرآنی احکام پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرمائیے۔

یا اللہ جو اعدائے دین ہماری اذان اور نماز کی ہنسی اڑاتے ہیں اور مذہب اسلام کی اہانت کرتے ہیں ان سے ہم کو ترک موالات نصیب فرمائیے۔ ایسے بے عقل لوگوں سے ہم کو قطع تعلق کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہماری نظروں میں دین کو سب سے زیادہ معظم و محترم بنا دیا اور شعار اسلام کی محبوبیت کو ہم عطا فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ

قُلْ	یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	هَلْ تَنْقِمُوْنَ	مِنَّاۤ	اِلَّاۤ	اَنْ	اٰمَنَّا	بِاللّٰهِ	وَمَاۤ	اُنْزِلَ	اِلَیْنَا	وَمَاۤ	اُنْزِلَ
آپ کہدیں	اے اہل کتاب	کیا ضدر کھتے ہو	ہم سے	مگر	یہ کہ	ہم ایمان لائے	اللہ پر	اور جو	نازل کیا گیا	ہماری طرف	اور جو	نازل کیا گیا

آپ کہیئے کہ اے اہل کتاب تم ہم میں کونسی بات معیوب پاتے ہو بجز اِس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہمارے پاس بھیجی گئی ہے اور اس

مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝۵۹ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

مِنْ قَبْلُ	وَاَنَّ	اَكْثَرَكُمْ	فٰسِقُوْنَ	قُلْ	هَلْ	اُنَبِّئُكُمْ	بِشَرٍّ	مِّنْ	ذٰلِكَ	مَثُوْبَةً	عِنْدَ	اللّٰهِ
اس سے قبل	اور یہ کہ	تم میں اکثر	نافرمان	آپ کہدیں	کیا	تمہیں بتلاؤں	بدتر	سے	اس	ٹھکانہ (جزا)	ہاں	اللہ

کتاب پر جو پہلے بھیجی جاچکی ہے باوجود اس کے کہ تم میں اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ آپ کہیئے کہ کیا میں تم کو ایسا طریقہ بتلاؤں جو اس سے بھی خدا کے یہاں

مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَیْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِیْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ

مَنْ	لَعَنَهُ	اللّٰهُ	وَغَضِبَ	عَلَیْهِ	وَجَعَلَ	مِنْهُمُ	الْقِرَدَةَ	وَالْخَنَازِیْرَ	وَعَبَدَ	الطَّاغُوْتَ
جو۔جس	اس پر لعنت کی	اللہ	اور غضب کیا	اس پر	اور بنادیا	ان سے	بندر (جمع)	اور خنزیر (جمع)	اور غلامی	طاغوت

پاداش ملنے میں زیادہ براہو وہ اُن اشخاص کا طریقہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے دُور کردیا ہو اُن پر غضب فرمایا ہو اور اُن کو بندر اور سُور بنادیا ہو اور انہوں نے شیطان کی پرستش کی ہو

اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝۶۰

اُولٰٓئِكَ	شَرٌّ	مَّكَانًا	وَّاَضَلُّ	عَنْ	سَوَآءِ	السَّبِیْلِ
وہی لوگ	بدترین	درجہ میں	بہت بھکے ہوئے	سے	سیدھا	راستہ

ایسے اشخاص ٹھکانے کے اعتبار سے بھی بہت بُرے ہیں اور راہ راست سے بھی بہت دُور ہیں۔

تمسخر کے لائق یہود و نصاری کا کردار ہے

اب حقیقت حال کو بتلایا جاتا ہے اور ان اقوام کی نشاندہی کی جاتی ہے جو فی الحقیقت موردِ الزام اور لعنت ملامت کی مستحق رہی ہیں اور جن پر خدا کا غضب اور لعنت ہوئی اور جنہوں نے نافرمانی کو اپنا شعار بنایا وہ اصل معنیٰ میں طعن اور تمسخر کی مستحق ہوسکتی ہیں نہ کہ دین اسلام کے پیروکار۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کا پڑنا اور بندر اور سور کی صورتیں بن جانا اور شیطان کی پرستش کرنا۔ یہ سب یہود و نصاریٰ میں پائی جاتی تھی اور اس کو وہ بھی تسلیم کرتے تھے چنانچہ گوسالہ پرستی کا وقوع یہود میں جو کہ شرک بامر شیطانی تھا۔

مشہور ہے بندر اور سور کی شکلوں میں مسخ ہو جانا اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں یہود پر سنیچر کے روز شکار کرنے کی وجہ سے گزرا تھا کہ خدا نے ان کے چہرے کو طاعون کے مرض میں مبتلا کر کے ایسا سجا پھلا دیا تھا کہ بعض کی بندر کی صورت اور بعض کی سور کی صورت معلوم ہوتی تھی اور تین روز کے اندر اندر اسی میں سب ہلاک ہو گئے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی امت میں اہل مائدہ کا کفران مائدہ سے بندر اور خنزیر ہو جانا بھی مشہور ہے تو جس قوم پر خدا کا غضب اور لعنت ہوئی اور بندر اور سور بنائے جانے کی ان کو سزا ملی اور جنہوں نے خدا کی بندگی سے نکل کر شیطان کی

بندگی اختیار کی پس اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ قوم قابل ملامت ولعن طعن وتمسخر ہوسکتی ہے اور وہ خود انہی یہود ونصاریٰ کی قومیں ہیں تو پھر یہ کیا منہ لے کر مسلمانوں پر ہنستے ہیں اور ان کا تمسخر کرتے ہیں یہ قومیں تو باعتبار جزا وسزا کے اور باعتبار مرتبہ اور ٹھکانے کے بدترین خلائق ہیں اور سب سے زیادہ سیدھے راستہ سے بہکے ہوئے ہیں اور جو برے مکان یعنی دوزخ کے مستحق ہیں تو ایسی قومیں طعن اور استہزا کی مستحق ہوسکتی ہیں نہ کہ اہل اسلام اور ان کا دین۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اسلامی طریق جس پر مومنین قائم تھے اور اہل کتاب کے طریق میں مقابلہ کر کے تنبیہ فرمائی گئی کہ تمسخر اور تکذیب کے لائق کونسا دین ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اسلام پر استقامت نصیب فرما اور اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے غصہ اور غضب سے بچایئے گا اور دنیا میں ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت اور آخرت میں اپنی رضا کے مقام جنت میں ہمارا ٹھکانہ بنایئے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا

وَاِذَا	جَآءُوْكُمْ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	وَقَدْ دَّخَلُوْا	بِالْكُفْرِ	وَهُمْ	قَدْ خَرَجُوْا	بِهٖ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِمَا	كَانُوْا
اور جب	تمہارے پاس آئیں	کہتے ہیں	ہم ایمان لائے	حالانکہ وہ داخل ہوئے (آئے)	کفر کی حالت میں	اور وہ	نکلے چلے گئے	اس (کفر) کیساتھ	اور اللہ	خوب جانتا ہے	وہ جو	تھے

اور جب یہ لوگ تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے حالانکہ وہ کفر ہی کو لے کر آئے تھے اور کفر ہی کو لے کر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ تو خوب جانتے ہیں

يَكْتُمُوْنَ ۝٦١ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ

يَكْتُمُوْنَ	وَتَرٰى	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	يُسَارِعُوْنَ	فِى	الْاِثْمِ	وَالْعُدْوَانِ	وَاَكْلِهِمُ	السُّحْتَ
چھپاتے	اور تو دیکھے گا	بہت	ان سے	وہ جلدی کرتے ہیں	میں	گناہ	اور سرکشی	اور اُن کا کھانا	حرام

جس کو یہ پوشیدہ رکھتے ہیں۔اور آپ اُن میں بہت آدمی ایسے دیکھتے ہیں جو دوڑ دوڑ کر گناہ اور ظلم اور حرام کھانے پر گرتے ہیں

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٦٢ لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ

لَبِئْسَ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	لَوْ	لَا يَنْهٰهُمُ	الرَّبّٰنِيُّوْنَ	وَالْاَحْبَارُ	عَنْ	قَوْلِهِمُ	الْاِثْمَ
بُرا ہے	جو	وہ کررہے ہیں	کیوں	انہیں منع نہیں کرتے	اللہ والے (درویش)	اور علماء	سے	ان کے کہنے کے	گناہ

واقعی اُن کے یہ کام بُرے ہیں۔اُن کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے

وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝٦٣

وَاَكْلِهِمُ	السُّحْتَ	لَبِئْسَ	مَا	كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ
اوران کا کھانا	حرام	بُرا ہے	جو	وہ کررہے ہیں

واقعی اُن کی یہ عادت بُری ہے۔

منافق یہودیوں کا تذکرہ

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ یہ یہود و نصاریٰ جو مسلمانوں اوران کی عبادات اذان ونماز وغیرہ کا مذاق اڑاتے ہیں تو درحقیقت یہ خود مستحق لعن اور استہزاء ہیں۔

اب آگے انہی استہزا کرنے والوں میں سے ایک خاص جماعت کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو منافق تھے اور غائبانہ تو مذہب اسلام پر طعن وتشنیع کرتے اور مسلمان کا مذاق اڑاتے لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مجلس میں آتے یا مخلص مسلمانوں سے ملتے تو ازراہ نفاق اپنے کومسلمان ظاہر کرتے حالانکہ شروع سے آخر تک انہیں ایک لمحہ کے لئے بھی اسلام سے صحیح اور سچا تعلق نہ ہوا کیونکہ یہ اندرونی طور پر یہودی تھے۔اسی مضمون کو یہاں پہلی آیت میں ذکر فرمایا گیا۔

یہودیوں کی اخلاقی وعملی بربادی

آگے یہاں دوسری وتیسری آیت میں بھی انہی یہود و بدباطنوں کا ذکر ہے اوران کی اخلاقی اور عملی بربادی کو ظاہر فرمایا گیا ہے۔

بنی اسرائیل یعنی یہود کا یہی حال تھا کہ یہ لوگ عموماً دنیوی لذات وشہوات میں منہمک ہوکر خدا تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اس کے قوانین واحکام کو بھلا بیٹھے اور جو مذہبی پیشوا کہلاتے تھے انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کردیا کیونکہ دنیا کی حرص اوراتباع شہوات میں وہ اپنے عوام سے بھی آگے تھے۔مخلوق کا خوف یا دنیا کا لالچ حق کی آواز بلند کرنے سے مانع ہوتا تھا علمائے یہود کی اس غلط روش کو سخت بری عادت بتلایا گیا کہ جو اپنا فرض منصبی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ بیٹھے تھے اور یہ جانتے بوجھتے ہوئے

کہ اگر ہم عوام کو ان کی غلط باتوں پر روک ٹوک اور منع کریں گے تو وہ ہماری بات سنیں گے اور باز آ جائیں گے پھر بھی عوام کے نذرانوں کے لالچ یا ان کے بد اعتقاد ہو جانے کے خوف سے ان مذہبی پیشوا اور علمائے یہود کے دلوں میں حمایت حق کا کوئی داعیہ پیدا نہ ہوتا اور سکوت و مداہنت برتتے اور یہ ان کے عوام بدکاروں کے اعمال بد سے بھی زیادہ اشد جرم تھا۔

علماء و مشائخ کی مداہنت کے نتائج

علماء و مشائخ کے اسی سکوت اور مداہنت سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں۔اس لئے امت محمدیہ کو قرآن و حدیث کے بیشمار نصوص میں بہت ہی سخت تاکید و تہدید کی گئی ہے کہ کسی وقت اور کسی شخص کے مقابلہ میں اس فرض ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کے ادا کرنے سے تغافل نہ برتیں۔چنانچہ بلیغ اشارہ اس امر کی طرف اس آیت میں بھی ہے کہ مشائخ اور علماء پر لازم ہے کہ عوام کو حق تعالیٰ کی نافرمانی اور دینی اور اخلاقی تباہی سے روکیں اور جہاں تک ممکن ہو قولی اور عملی کوششیں لوگوں کی اصلاح و نصیحت کے واسطے صرف کریں۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مشائخ اور علماء کی ڈانٹ اور تنبیہ کے لئے اس سے زیادہ سخت آیت قرآن پاک میں کوئی نہیں ہے۔حضرت علیؓ نے اپنے ایک خطبہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔لوگو! تم سے اگلے لوگ اسی بناء پر ہلاک کر دیئے گئے کہ وہ برائیاں کرتے تھے اور ان کے عالم و عابد مذہبی پیشوا خاموش رہتے تھے۔جب یہ عادت ان میں پڑ گئی تو خدا نے انہیں قسم قسم کی سزائیں دیں پس تمہیں چاہیے کہ بھلائی کا حکم کرو۔ برائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہی عذاب آ جائیں جو تم سے پہلے والوں پر آئے۔ یقین رکھو کہ اچھائی کا حکم اور برائی سے ممانعت نہ تو تمہاری روزی گھٹائے گا نہ تمہاری موت قریب کر دے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے۔اسلام اور ایمان کی سچی اور پکی محبت نصیب فرمایئے

یا اللہ ہمارے علماء و مشائخ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کا کما حقہٗ اہتمام نصیب فرما اور عوام مسلمین کو ان کے ہدایات پر عمل پیرا ہونے کی ہدایت و توفیق نصیب فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ۭ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ

وَقَالَتِ	الْيَهُوْدُ	يَدُ اللّٰهِ	مَغْلُوْلَةٌ	غُلَّتْ	اَيْدِيْهِمْ	وَلُعِنُوْا	بِمَا	قَالُوْا	بَلْ	يَدٰهُ	مَبْسُوْطَتٰنِ
اور کہا (کہتے ہیں)	یہود	اللہ کا ہاتھ	بندھا ہوا	باندھ دیئے جائیں	انکے ہاتھ	اور ان پر لعنت کی گئی	اس سے جو	انہوں نے کہا	بلکہ	اسکے (اللہ کے) ہاتھ	کشادہ ہیں

اور یہود نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بند ہو گیا ہے اُن ہی کے ہاتھ بند ہیں اور اپنے اس کہنے سے یہ رحمت سے دُور کر دیئے گئے بلکہ اُن کے دونوں ہاتھ کھلے ہوتے ہیں

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا

يُنْفِقُ	كَيْفَ	يَشَآءُ	وَلَيَزِيْدَنَّ	كَثِيْرًا	مِنْهُمْ	مَا اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَبِّكَ	طُغْيَانًا
وہ خرچ کرتا ہے	جیسے	وہ چاہتا ہے	اور ضرور بڑھے گی	بہت سے	اُن سے	جو نازل کیا گیا	آپکی طرف	سے	آپ کا رب	سرکشی

جس طرح چاہتے ہیں خرچ کرتے ہیں اور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ اُن میں سے بہتوں کی سرکشی

وَّكُفْرًا ۭ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا

وَكُفْرًا	وَاَلْقَيْنَا	بَيْنَهُمُ	الْعَدَاوَةَ	وَالْبَغْضَآءَ	اِلٰى	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	كُلَّمَا	اَوْقَدُوْا	نَارًا
اور کفر	اور ہم نے ڈالدیا	ان کے اندر	دشمنی	اور بغض (بیر)	تک	قیامت کا دن	جب کبھی	بھڑکاتے ہیں	آگ

اور کفر کی ترقی کا سبب ہو جاتا ہے اور ہم نے اُن میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں

لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾

لِلْحَرْبِ	اَطْفَاَهَا	اللّٰهُ	وَيَسْعَوْنَ	فِي الْاَرْضِ	فَسَادًا	وَاللّٰهُ	لَا يُحِبُّ	الْمُفْسِدِيْنَ
لڑائی کی	اسے بجھا دیتا ہے	اللہ	اور وہ دوڑتے ہیں	زمین (ملک) میں	فساد کرتے	اور اللہ	پسند نہیں کرتا	فساد کرنے والے

حق تعالیٰ اس کو فرو کر دیتے ہیں اور مُلک میں فساد کرتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتے۔

یہودیوں کی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں

اس آیت میں یہود کا ایک سنگین جرم اور گستاخی کا ذکر فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان یہود بے بہبود کی جسارت اور بے باکی اتنی بڑھ چکی ہے کہ ان کو مخلوق سے گزر کر خالق اور بارگاہ ربوبیت میں بھی گستاخی کرنے سے باک نہیں رہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت یہود مدینہ کے قلوب ان کی شرارت کفر و طغیان بدکاری اور نافرمانی کی وجہ سے ایسے مسخ ہو گئے تھے کہ حق تعالیٰ کی جناب میں بے تکلف ایسے واہی تباہی کلمات بک دیتے تھے جنہیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گویا خداوند قدوس کا رتبہ ان کے نزدیک ایک انسان سے زیادہ نہ رہا تھا۔ کبھی کہہ دیتے جیسا کہ سورۂ آل عمران آیت ۱۸۱ میں بیان ہوا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ یعنی جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرو۔ صدقہ و خیرات دو اور اس کو یوں سمجھو کہ اللہ کو گویا قرض دے رہے ہو وہ تمہیں اس کے بدلہ دوگنا تگنا دے گا تو یہ ایسے منہ پھٹ اور گستاخ تھے کہنے لگتے (نعوذ باللہ) اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار ہیں۔ جبھی تو وہ ہم سے مال مانگتا ہے کبھی یہ الفاظ منہ سے نکالتے جو یہاں آیت میں بیان ہوئے ہیں یعنی يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ (خدا کا ہاتھ بند ہو گیا) یعنی معاذ اللہ خدا بخل کرنے لگا۔ اس سے ان کی مراد یا تو وہی ہو گی جو اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ سے تھی کہ معاذ اللہ خدا تنگدست ہو گیا اس کے خزانہ میں کچھ رہا نہیں اور یا یہ مراد ہو کہ تنگدست تو نہیں مگر آج کل بخل کرنے لگا ہے۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ عزوجل) اور یا شاید یہ خیال ہوا ہو

کہ ہم تو پیغمبروں کی اولاد بلکہ خدا کے محبوب اور پیارے تھے پھر یہ کیا معاملہ ہونے لگا کہ بنی اسماعیل تو پھیلتے جا رہے ہیں زمینی فتوحات اور آسمانی برکات ان پر کشادہ کر دی گئی ہیں اور ہم بنی اسرائیل کہ خدا صرف ہمارا اور ہم اس کے تھے اس طرح ذلیل اور مغلوب اور تنگ ہو کر در بدر بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ ہم تو وہی اسرائیل کی اولاد آج بھی ہیں جو پہلے تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ جس خدا کے ہم محبوب تھے (نعوذ باللہ) اس کے خزانہ میں کمی آ گئی یا آج کل بخل و امساک نے اس کا ہاتھ بند کر دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت اور واقعہ یہ تھا جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ نے مدینہ کے یہود کو مال دار صاحب وسعت بنایا تھا اور انہیں ہر طرح کی فارغ البالی اور عیش و عشرت عطا کر رکھی تھی مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور آپ کی دعوت ان کو پہنچی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور آپ کو جھٹلایا اور آپ کی مخالفت اور ایذا دہی پر کمر باندھی تو اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان پر روزی بھی تنگ کر دی اور وہ تنگ دست ہو گئے اور ذلت و مسکنت اور بدحالی مسلط فرما دی تو بجائے اس کے کہ اپنی سیہ کاریوں اور شرارتوں پر متنبہ اور نادم ہوتے الٹے حق تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرنے لگے اور ان نالائقوں کی زبان سے ایسے کلمات نکلنے لگے کہ معاذ اللہ اللہ تنگ دست ہو گیا یا اللہ نے بخل اختیار کر لیا یا خدائی خزانہ میں کمی آ گئی۔ ان کے اس کفریہ قول پر یہ آیت نازل ہوئی اور جواباً بتلایا گیا کہ ہاتھ تو درحقیقت انہی کہنے والوں کے بند ہیں اور واقع میں یہ خود عیب بخل میں مبتلا ہیں اور خدائے ذوالجلال والاکرام پر عیب لگاتے ہیں۔ ان کی ان گستاخیوں پر یہ رحمت الٰہی سے دور کر دیئے گئے جس کا اثر آخرت میں عذاب اور دنیا میں ذلت و رسوائی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ تو ہمیشہ کھلے ہوئے ہیں اس کی جود و سخا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی مگر جس طرح وہ جواد و کریم ہے اسی طرح حکیم بھی ہے۔ اس لئے حکمت کے ساتھ اپنے خزانہ میں سے خرچ فرماتا ہے اور جس پر مناسب سمجھتا ہے وسعت فرماتا ہے اور کشادگی عطا فرماتا ہے اور جس پر مناسب سمجھتا ہے تنگی و تنگدستی مسلط فرما دیتا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ یہ سرکش لوگ ہیں آپ پر جو قرآنی آیات اترتی ہیں ان سے فائدہ اٹھانے کی بجائے ان کا کفر و انکار اور سخت ہوتا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کے شر سے بچانے کے لئے خود ان کے فرقوں میں اختلاف شدید ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف نہ ان کو کھلی جنگ کرنے کا حوصلہ ہو سکتا ہے نہ خدا تعالیٰ ان کی تدبیروں کو آپ کے مقابلہ میں چلنے دیتا ہے اور جب وہ ناکام ہو جاتے ہیں تو اور طرح سے زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں اور طرح طرح کی سازشیں اور اسلام کو مٹانے کی کوششیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ چونکہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتے بلکہ مبغوض رکھتے ہیں اس لئے ان کی فتنہ پردازی کی ان کو سزا ضرور دے گا پوری سزا تو آخرت میں ہوگی البتہ بطور تنبیہ کے دنیا میں رزق کی تنگی میں مبتلا کیا جا سکتا ہے اس آیت زیر تفسیر میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ قرآن و حدیث میں جہاں حق تعالیٰ کے لئے ہاتھ پاؤں منہ آنکھ وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے تو ان سے بھول کر بھی یہ وہم نہ ہونا چاہیے کہ معاذ اللہ حق تعالیٰ مخلوق کی طرح کوئی جسم یا اعضائے جسمانی رکھتے ہیں۔ نہیں۔ اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیت اور تمام عوارض مادی سے پاک ہیں۔ لہذا جہاں ایسے الفاظ آئے ہیں ان پر اسی طرح ایمان رکھنا چاہیے کہ اس سے وہی معنیٰ مراد ہیں کہ جو اس کی شان اقدس کے لائق ہوں یا مفسرین نے ان سے مجازی معنیٰ مراد لئے ہیں مثلاً اس آیت میں ید یعنی ہاتھ کا لفظ آیا ہے تو ان سے مجازی معنیٰ جود و فیض و کرم کے لئے ہیں اس طرح آیت میں یداہ مبسوطتٰن جس کا لفظی ترجمہ ہوا کہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اس کے مطلب لئے کہ وہ غایت درجہ کریم ہے دونوں ہاتھوں سے دیتا ہے۔ اس کے جود و کرم کی کوئی حد و نہایت نہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اس مغضوب اور ملعون قوم یہود کے حالات سے ہمیں عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ہم کو دین اسلام کی سچی عظمت و قدر دانی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ دین کے معاملہ میں بے باکی اور گستاخی سے ہمیں کامل طور پر بچایئے اور ہم کو اپنی کوتاہیوں پر نادم رہنے اور توبہ کرنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ

وَلَوْ	اَنَّ	اَهْلَ الْكِتٰبِ	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا	لَكَفَّرْنَا	عَنْهُمْ	سَيِّاٰتِهِمْ	وَ	لَاَدْخَلْنٰهُمْ
اور اگر	یہ کہ	اہل کتاب	ایمان لاتے	اور پرہیزگاری کرتے	البتہ ہم دور کر دیتے	ان سے	انکی برائیاں	اور	ضرور ہم انہیں داخل کرتے

اور اگر یہ اہل کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور اُن کی تمام برائیاں معاف کر دیتے اور ضرور اُن کو چین کے باغوں میں داخل کرتے۔

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	اَقَامُوا	التَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْهِمْ
نعمت کے باغات	اور اگر	وہ	قائم رکھتے	توریت	اور انجیل	اور جو	نازل کیا گیا	اُن کی طرف (اُن پر)

اور اگر یہ لوگ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب اُن کے پروردگار کی طرف سے اُن کے پاس بھیجی گئی

مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ

مِنْ	رَّبِّهِمْ	لَاَكَلُوْا	مِنْ	فَوْقِهِمْ	وَمِنْ	تَحْتِ	اَرْجُلِهِمْ	مِنْهُمْ	اُمَّةٌ	مُّقْتَصِدَةٌ
سے	انکا رب	تو وہ کھاتے	سے	اپنے اوپر	اور سے	نیچے	اپنے پاؤں	ان سے	ایک جماعت	سیدھی راہ پر (میانہ رو)

اُس کی پوری پابندی کرتے تو یہ لوگ اوپر سے اور نیچے سے خوب فراغت سے کھاتے اُن میں ایک جماعت راہ راست پر چلنے والی ہے

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

وَكَثِيْرٌ	مِنْهُمْ	سَآءَ	مَا يَعْمَلُوْنَ
اور اکثر	اُن سے	برا	جو وہ کرتے ہیں

اور زیادہ اُن میں ایسے ہی ہیں کہ اُن کے کردار بہت برے ہیں

یہود ونصاریٰ کو ایمان کی دعوت

یہود ونصاریٰ کو ایمان کی برکات واخرویہ اور فوائد دنیویہ سنا کر ایمان کی ترغیب دی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر وہ ایمان لے آتے اور اللہ سے ڈر کر کام کرتے تو ان کی برائیاں مٹ جاتیں اور انہیں دنیا میں بھی آرام وآسائش نصیب ہوتی اور مرنے کے بعد آخرت میں بھی جنت نصیب ہوتی ان کے پاس تو پہلے ہی سے آسمانی کتابیں موجود تھیں اور ان میں یہ لکھا ہوا ہے کہ آخری نبی عرب میں ظہور فرمائیں گے اور ان کی پیروی کرنا لازم ہے لیکن کچھ ہی لوگ ان اہل کتاب میں سمجھدار ہیں کہ جوانہوں نے اپنی کتاب پر عمل کیا اور اسلام قبول کر لیا باقی زیادہ تر آدمی ان اہل کتاب کے بدکردار ہی ہیں۔ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا۔

یہاں ان آیات میں آخرت کی نعمتوں کے ساتھ دنیاوی راحت وآرام کا جو وعدہ فرمایا گیا یہ خاص وعدہ اہل کتاب اور یہود مدینہ کے ساتھ کیا گیا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں موجود اور آپ کے مخاطب تھے اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ یہود کی بدعملی اور اپنی کتابوں میں تحریف وتاویل اور حق پوشی کی بڑی وجہ ان یہود کی دنیا پرستی اور حرص مال تھی اور یہی وہ آفت تھی جس نے ان کو قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی نشانیاں دیکھنے کے باوجود آپ کی اطاعت سے روکا ہوا تھا۔ان کو یہ خطرہ اور وہم تھا کہ اگر ہم مسلمان ہو جائیں گے تو ہماری یہ چودھراہٹ ختم ہو جائے گی اور عوام یہود سے جو دینی پیشوا ہونے کی وجہ سے نذرانہ اور ہدایا ملتے ہیں وہ بند ہو جائیں گے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے اس وسوسہ کو دور

صفحہ نمبر ۱۰۹ تا ۱۲۳ نمبر ڈبل ہیں لیکن مضمون ترتیب کے لحاظ سے بالکل درست ہے

کرنے کے لئے یہ بھی وعدہ فرمالیا کہ اگر وہ سچے طور پر ایمان اور عمل صالح اختیار کرلیں تو ان کی دنیوی دولت وراحت میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ ان کے رزق میں اور زیادتی ہوجائے گی اور دنیا میں بھی ان پر رزق کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

اہل کتاب کے بعض صالح لوگ

اخیر میں بتقاضائے عدل وانصاف یہ بھی فرمادیا کہ جو کج روی اور بدعملی یہود کی بیان کی گئی ہے یہ سب یہود اور تمام اہل کتاب کا حال نہیں۔ بلکہ ان میں ایک تھوڑی سی جماعت راہ راست پر بھی ہے لیکن ان کی اکثریت بدکار بدعمل ہے۔ راہ راست پر ہونے والوں سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو پہلے یہودی یا نصرانی تھے پھر نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور قرآن کریم کو بھی آخری آسمانی کتاب تسلیم کرلیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ جب یہود و نصاریٰ کے لئے بھی وعدہ فرمایا گیا کہ اگر یہ ایمان لے آتے اور اسلام قبول کر لیتے اور تقویٰ و پرہیز گاری کو اختیار کر لیتے تو دنیا میں ان کی تمام گذشتہ برائیاں معاف کر دی جاتیں اور آخرت میں بہشت کے باغات میں داخل کردیئے جاتے تو ہم امت مسلمہ کے افراد جو آپ پر ایمان اور آپ کے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اور تمام انبیاء سابقین پر ایمان لائے ہیں یا اللہ ہم سے جو کوتاہیاں اور تقصیرات گذشتہ میں سرزد ہوچکی ہیں ہم ان پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ یا اللہ ہماری توبہ کو قبول فرمالے اور دنیا میں ہمارے قصور معاف فرمادے اور آخرت میں اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دے اور اپنی رضا کے مقام جنت میں ہم کو داخلہ نصیب فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ

يٰۤاَيُّهَا	الرَّسُوْلُ	بَلِّغْ	مَآ اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	وَ	اِنْ	لَّمْ تَفْعَلْ	فَمَا	بَلَّغْتَ	رِسٰلَتَهٗ
اے	رسول	پہنچادو	جو نازل کیا گیا	تمہاری طرف (تم پر)	سے	تمہارا رب	اور	اگر	یہ نہ کیا	تو نہیں	آپ نے پہنچایا	اس کا پیغام

اے رسول جو جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾

وَاللّٰهُ	يَعْصِمُكَ	مِنَ	النَّاسِ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَهْدِى	الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ	
اور اللہ	آپ کو بچالے گا	سے	لوگ	بیشک	اللہ	ہدایت نہیں دیتا	قوم کفار	

اور اللہ تعالیٰ آپ لوگوں سے محفوظ رکھے گا' یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے تسلی

گذشتہ آیات میں دور سے اہل کتاب کی شرارت۔ کفر اور سیہ کاریوں کا ذکر ہوتا چلا آ رہا ہے۔ چنانچہ یہاں تک جو مضامین بیان کئے گئے ان میں اہل کتاب کی مذمت تھی۔ اور مذمت بھی سخت الفاظ میں۔ چونکہ عرب کی مشرک قومیں تو مکہ ہی سے بسبب اظہار توحید کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سخت مخالف اور دشمن ہو گئی تھیں اور شب و روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کی ایذا اور تکلیف دہی میں سرگرم رہتی تھیں حتیٰ کہ ان کے مظالم کی وجہ سے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنا پڑا۔ یہاں یہود و نصاریٰ کے گروہ زور آور اور سرکش تھے۔ یہ بھی امر حق کے ظاہر کرنے سے جو کہ ان کی طبائع کے برخلاف تھا سخت دشمن ہو گئے۔ رہے بیچارے انصار اور غریب مفلس مہاجرین سو وہ بظاہر تمام قبائل عرب اور یہود و نصاریٰ کے دفع ظلم و ستم پر پورے قادر نہ تھے۔ ایسی صورت میں ان مضامین کی اشاعت پر جن کا گذشتہ آیات میں ذکر ہوا اور جن میں یہود و نصاریٰ کی سخت مذمت فرمائی گئی طبعی طور پر ایک جھجک اور خوف کا احتمال ہو سکتا تھا اس لئے حق تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تاکید کے ساتھ تبلیغ کا حکم فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ آپ کی حفاظت کا بھی اطمینان دلاتے ہیں تا کہ طبعی خوف اور جھجک آپ کی طبیعت سے دور ہو جائے۔ اور خوف طبعی انبیاء سے بھی مستبعد نہیں۔ مادی اسباب کے پیش نظر بشری اور طبعی تقاضہ سے خطرات سے دوچار ہونا کمال اور رسالت کے منافی بھی نہیں۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کو تبلیغ کے لئے حکم کیا گیا تو ان کو وہی خوف طبعی دامنگیر ہوا اور انہوں نے حق تعالیٰ سے جیسا کہ قرآن پاک میں بتلایا گیا صاف لفظوں میں اس کا اظہار کیا اور کہا کہ اے اللہ ہمیں اس سے (یعنی فرعون مصر سے) خطرہ ہے کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اطمینان دلایا کہ ڈرو نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ حضور اقدس سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی کافروں سے مطمئن نہ تھے۔ خصوصاً یہودی ہر وقت مار آستین بنے ہوئے تھے۔ اس لئے شب کے وقت مکان پر پہرہ لگا دیتے تھے کیونکہ مکان بالکل معمولی قسم کے تھے۔ دشمن سے حفاظت کا ان میں کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باری باری سے پہرہ دیتے تھے اور حضور والا اندر استراحت فرماتے تھے۔ جنگ احد کے بعد ایک شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہہ کر پہرہ ہٹا دیا کہ تم سب ہٹ جاؤ اور اپنے گھر چلے جاؤ۔ اللہ نے میری حفاظت کر لی ہے۔ اسی روز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہرہ چوکی موقوف فرما

دیااور یہ بھی دلیل نبوت ہے کیونکہ اس درجہ اعتماد بلاوحی نہیں ہوسکتا۔

جو پیش گوئی اور وعدہ اس آیت میں فرمایا گیا وہ اسی طرح صادق ہوا۔ ہر چند کہ آپ غزوات میں زخمی بھی ہوئے اور مصائب کا سامنا بھی ہوا۔ زہر بھی دیا گیا۔ راستہ میں کانٹے بھی بچھائے گئے اوپر سے پتھر بھی لڑھکائے گئے۔ نیچے سے گڑھے بھی کھودے گئے مگر کفار کی سب ہی تدبیریں ناکام ہوگئیں اور آپ کے ہلاک کرنے کے منصوبے میں کسی طرح کامیاب نہ ہو سکے۔ اور یہاں مفسرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار سے جو جسمانی تکلیفیں پہنچی ہیں وہ اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے پہلے پہنچی ہیں۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد کوئی شخص آپ کو جسمانی تکلیف بھی نہیں پہنچا سکا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ کا پورا پورا حق بلاشک وشبہ ادا فرما دیا۔ اور امت کو آپ کے احکام پہنچا دیئے۔ ہمیں نصیحت وہدایت کی ساری باتیں بتلا دیں مگر ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور آپ کے سچے اور وفادار امتی ہونے کا حق ادا نہ کر سکے۔ یا اللہ نفس وشیطان کے پھندوں سے ہمیں اب بچالے اور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ

قُلْ	يٰاَهْلَ الْكِتٰبِ	لَسْتُمْ	عَلٰى شَيْءٍ	حَتّٰى	تُقِيْمُوا	التَّوْرٰىةَ	وَالْاِنْجِيْلَ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ
آپ کہدیں	اے اہل کتاب	تم نہیں ہو	کسی چیز پر (کچھ بھی)	جب تک	تم قائم کرو	توریت	اورانجیل	اور جو	نازل کیا گیا	تمہاری طرف (تم پر)

آپ کہیے کہ اہل کتاب تم کسی راہ پر بھی نہیں جب تک کہ توریت کی اور انجیل کی اور جو کتاب تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بھیجی گئی ہے

مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ

مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَلَيَزِيْدَنَّ	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	مَّآ اُنْزِلَ	اِلَيْكَ	مِنْ رَّبِّكَ	طُغْيَانًا	وَّكُفْرًا	فَلَا تَاْسَ
سے	تمہارا رب	اور ضرور بڑھ جائیگی	اکثر	اُن سے	جو نازل کیا گیا	آپکی طرف (آپ پر)	آپکے رب کیطرف سے	سرکشی	اور کفر	تو افسوس نہ کریں

اُس کی بھی پوری پابندی نہ کروگے اور ضرور جو مضمون آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے بھیجا جاتا ہے وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر کی ترقی کا سبب ہوجاتا ہے

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٦٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى

عَلَى	الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ	اِنَّ	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَالَّذِيْنَ	هَادُوْا	وَالصّٰبِئُوْنَ	وَ	النَّصٰرٰى
پر	قوم کفار	بیشک	جولوگ ایمان لائے	اور جولوگ	یہودی ہوئے	اور صابی	اور	نصاریٰ

تو آپ ان کافر لوگوں پر غم نہ کیا کیجئے۔ یہ تحقیقی بات ہے کہ مسلمان اور یہودی اور فرقہ صابئین اور نصاریٰ

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٩﴾

مَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	وَعَمِلَ	صَالِحًا	فَلَا خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ	يَحْزَنُوْنَ
جو	ایمان لائے	اللہ پر	اور آخرت کے دن	اور اس نے عمل کئے	اچھے	تو کوئی خوف نہیں	ان پر	اور نہ وہ	غمگین ہوں گے

جو شخص یقین رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور کارگذاری اچھی کرے ایسوں پر نہ کسی طرح کا اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے

اہل کتاب کو تنبیہ کی تعلیمات الٰہیہ پر عمل کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی

آسمانی کتابوں میں یہود کو توراۃ ملی تھی اور نصاریٰ کو انجیل اور ان دونوں کتابوں میں نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب قرآن مجید پر ایمان لانے کی ہدایت اور حکم موجود تھا تو اگر یہود و نصاریٰ اپنی اپنی کتاب پر پورا پورا عمل کرتے تو ان کے اوپر لامحالہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب قرآن مجید پر ایمان لانا لازم ہوجاتا کیونکہ ان کی اپنی کتاب کا یہی حکم تھا کہ نبی آخرالزمان کی فرمانبرداری کریں۔ آپ پر اور آپ کی کتاب پر ایمان لاویں۔ تو اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تو اس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ وہ اپنی کتاب توراۃ اور انجیل پر بھی ایمان نہیں رکھتے۔ اور جب وہ اپنی کتاب پر بھی عمل نہیں کرتے تو ان کو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ٹھیک راہ عمل پر ہیں اور چونکہ انہیں قرآن مجید سے ایک ضد سی ہوگئی تھی کہ جو قرآن کہے وہی نہ کرنا۔ اس لئے اس ضد و عناد کی وجہ سے قرآن کریم الشان کے لئے گمراہی اور کفر و عناد میں زیادتی کا سبب ہوگیا۔

توراۃ اور انجیل کے بعد سب سے اخیر میں قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے پاس بھیجا گیا۔ حقیقت میں یہ اہل کتاب خوب جانتے تھے کہ یہی وہ آخری نبی ہیں جنکی بشارت پہلے توراۃ اور انجیل میں دی جا چکی ہے اور جن کی آمد کی حضرت ابراہیم

علیہ السلام نے دعا کی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی لیکن ان کو دنیا کے وہمی فائدہ کے خیال نے اور اپنی خواہشوں کے جوش نے اندھا کر دیا اور مخالفت پر تل گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انکار پر اپنی ضد پر اڑ گئے اور اس پر دعویٰ یہ کہ ہم ہی اللہ کے محبوب اور مقبول بندے ہیں اور نجات ہم ہی کو ملے گی اور عذاب ہم کو نہ ہوگا ان کے اس خیال کو شدت سے غلط بتایا گیا اور صاف بتا دیا گیا کہ نجات اخروی اور حقیقی فلاح اور دائمی کامیابی اور اللہ کی محبوبیت اور مقبولیت کا دار و مدار و معیار ایمان اور عمل صالح ہے۔ تو جو قوم اپنے مقرب الٰہی یا کامیاب ہونے کا دعویٰ کرے اس کو اس کسوٹی پر کس کر دیکھا جائے گا۔ لہذا جب تک کوئی خداوند قدوس کے وجود با جود اس کی واحدانیت اور اس کے صفات کمالیہ اور اس کے احکام و قوانین اور اس کے پیغمبر انبیاء والمرسلین پر اور روز جزاء پر ایمان نہ لائے اور اللہ رب العزت کے حکم کے موافق نیک کام نہ کرے کہ یہ تمام باتیں ایمان باللہ میں داخل ہیں اس وقت تک رضائے خداوندی اور فلاح ابدی سے ہمکنار ہونا ناممکن اور محال ہے۔

نجات کا قانون

آگے نجات کا ایک قانون عام جو اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب کو شامل ہے بیان فرمایا جاتا ہے۔

حاصل اس قانون کا ظاہر ہے کہ ہمارے دربار میں کسی کی تخصیص نہیں جو شخص پوری اطاعت اعتقاد اور اعمال میں اختیار کرے گا خواہ وہ پہلے سے کیسا ہی ہو ہمارے یہاں مقبول اور اس کی خدمت مشکور ہے اور ظاہر ہے کہ بعد نزول قرآن کے پوری اطاعت محمدی یعنی مسلمان ہونے میں منحصر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جو مسلمان ہو جائے گا مستحق اجر و نجات اخروی ہوگا۔

الغرض لطیف پیرایہ میں یہاں اہل کتاب کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ اتنی شرارتوں اور نافرمانیوں کے بعد بھی اگر مسلمان ہو جائیں تو گذشتہ تقصیرات سب معاف کر دیجائیں گی۔

یہاں تمثیلاً چند مشہور مذاہب کا ذکر کیا گیا یعنی مسلمان، یہود و نصاریٰ اور صابئین حضرت ابراہیم حنیف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت نمرود کی قوم صابی العقیدہ ستارہ پرست تھی جس کے رد اور ابطال میں خدا کے خلیل اور پیغمبر نے جانبازی دکھلائی خلاصہ یہ کہ حنفاء کے مقابلہ میں صابئین کی جماعت تھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس قانون میں مسلمانوں کا ذکر کی ظاہر میں ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ تو مسلمان ہیں ہی مگر یہاں یہود نصاریٰ صابئین کے ساتھ مسلمان کا بھی ذکر کرنے سے کلام میں ایک خاص بلاغت پیدا ہوگئی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرمائیں
اور ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔
یا اللہ ہم کو شریعت اسلامیہ کی ظاہر و باطن میں کامل پابندی نصیب فرما اور اپنے
ان بندوں میں شامل فرما جن کو کہ آخرت میں نہ کسی قسم کا خوف ہوگا نہ غم ہوگا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا

لَقَدْ	اَخَذْنَا	مِیْثَاقَ	بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	وَاَرْسَلْنَا	اِلَیْهِمْ	رُسُلًا	كُلَّمَا	جَآءَهُمْ	رَسُوْلٌ	بِمَا
بیشک	ہم نے لیا	پختہ عہد	بنی اسرائیل	اور ہم نے بھیجے	انکی طرف	رسول (جمع)	جب بھی	آیا انکے پاس	کوئی رسول	اسکے ساتھ جو

ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے اُن کے پاس بہت سے پیغمبر بھیجے جب کبھی اُن کے پاس کوئی پیغمبر ایسا حکم لایا جس کو اُن کا جی نہ چاہتا تھا

لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا

لَا تَهْوٰٓى	اَنْفُسُهُمْ	فَرِيْقًا	كَذَّبُوْا	وَفَرِيْقًا	يَقْتُلُوْنَ	وَ	حَسِبُوْٓا	اَلَّا تَكُوْنَ	فِتْنَةٌ	فَعَمُوْا
نہ چاہتے تھے	اُنکے دل	ایک فریق	جھٹلایا	اور ایک فریق	قتل کر ڈالتے	اور	انہوں نے گمان کیا	کہ نہ ہوگی	کوئی خرابی	سو وہ اندھے ہوئے

سو بعضوں کو جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل ہی کر ڈالتے تھے۔ اور یہی گمان کیا کہ کچھ سزا نہ ہوگی اس سے اور بھی اندھے اور بہرے بن گئے

وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾

وَ	صَمُّوْا	ثُمَّ	تَابَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	ثُمَّ	عَمُوْا	وَصَمُّوْا	كَثِيْرٌ	مِّنْهُمْ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ
اور	بہرے ہوگئے	تو	توبہ قبول کی	اللہ	ان کی	پھر	اندھے ہوگئے	اور بہرے ہوگئے	اکثر	اُن سے	اور اللہ	دیکھ رہا ہے	جو	وہ کرتے ہیں

پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر توجہ فرمائی لیکن پھر بھی اُن میں سے بہتیرے اندھے اور بہرے بنے رہے اور اللہ تعالیٰ اُن کے اعمال کو خوب دیکھنے والے ہیں

یہود کی عہد شکنی

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ لئے تھے کہ وہ خدائی احکام پر عامل اور وحی کے پابندر ہیں گے لیکن انہوں نے وہ عہد توڑ دیا اور اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے۔ کتاب اللہ کی جو بات انہوں نے اپنی منشا کے موافق پائی مان لی اور جس میں خلاف نظر آیا ترک کردی اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ اللہ کے نبیوں کے مخالف ہو کر بہت سے انبیاء کو جھوٹا بتلایا اور بعضوں کو قتل بھی کر دیا کیونکہ ان کے لائے ہوئے احکام ان کی رائے اور منشا کے خلاف تھے اور اتنے بڑے جرم و گناہ کے بعد بھی خدا تعالیٰ کے عذاب سے نڈر اور اپنے جرائم کے انجام سے بے فکر ہو بیٹھے اور سمجھ لیا کہ ہمیں کوئی سزا نہ ملے گی اور نہ ہم پر کوئی مصیبت و بلا آئے گی۔ یہ خیال کر کے خدائی نشانات اور خدائی کلام کی طرف سے بالکل اندھے اور بہرے ہو گئے کہ نہ حق کو سنیں نہ ہدایت کو دیکھ سکیں۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان پر ایک جابر بادشاہ بخت نصر کو مسلط کیا جس نے یہود کو قتل و قید کی ذلت و رسوائی میں عرصہ تک گرفتار رکھا۔ پھر ایک مدت دراز کے بعد بخت نصر کی قید سے چھٹکارا ملا۔ اس وقت ان لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح احوال کی طرف متوجہ ہوئے لیکن کچھ عرصہ کے بعد پھر وہی شرارتیں سوجھیں حتیٰ کہ حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کے قتل کی جرات کی اور پھر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے تو ان کے قتل کے بھی درپے ہوئے حتیٰ کہ جب نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ کے ساتھ بھی تکذیب و شرارت کا برتاؤ کیا۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اعمال سے باخبر ہیں

آیت کے اخیر جملہ **واللہ بصیر بما یعملون** اللہ دیکھتے ہیں جو کچھ کہ وہ کرتے ہیں فرما کر یہ ظاہر کر دیا کہ وہ اگرچہ خدا کے غضب اور قہر کی طرف سے اندھے ہو گئے ہیں لیکن خدا ان کی تمام حرکات کو برابر دیکھتا رہا ہے چنانچہ ان کی حرکات کی سزا دینا میں بھی ملتی رہی کبھی طاعون کبھی قتل کبھی ذلت کبھی قید وغیرہ سے اور آخرت میں بھی سزا بھگتنی پڑے گی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ

لَقَدْ كَفَرَ	الَّذِيْنَ قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	هُوَ	الْمَسِيْحُ	ابْنُ مَرْيَمَ	وَقَالَ	الْمَسِيْحُ	يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ
بیشک کافر ہوئے	وہ جنہوں نے کہا	تحقیق	اللہ	وہی	مسیح	ابن مریم	اور کہا	مسیح	اے بنی اسرائیل

بیشک وہ لوگ کافر ہو چکے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ عین مسیح ابن مریم ہے حالانکہ مسیح نے خود فرمایا تھا کہ اے بنی اسرائیل

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

اعْبُدُوا	اللّٰهَ	رَبِّيْ	وَ	رَبَّكُمْ	اِنَّهٗ	مَنْ	يُّشْرِكْ	بِاللّٰهِ	فَقَدْ حَرَّمَ	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	الْجَنَّةَ
عبادت کرو	اللہ	میرا رب	اور	تمہارا رب	بیشک وہ	جو	شریک ٹھہرائے	اللہ کا	تو تحقیق حرام کردی	اللہ	اس پر	جنت

تم اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے بیشک جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک قرار دیگا سو اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام کردیگا

وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ

وَمَاْوٰىهُ	النَّارُ	وَمَا	لِلظّٰلِمِيْنَ	مِنْ	اَنْصَارٍ	لَقَدْ كَفَرَ	الَّذِيْنَ قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	ثَالِثُ
اور اسکا ٹھکانہ	دوزخ	اور نہیں	ظالموں کیلئے	کوئی	مددگار	البتہ کافر ہوئے	وہ لوگ جنہوں نے کہا	بیشک	اللہ	تین کا

اور اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔ بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا ایک ہے

ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ

ثَلٰثَةٍ	وَمَا	مِنْ	اِلٰهٍ	اِلَّآ اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	وَاِنْ	لَّمْ يَنْتَهُوْا	عَمَّا	يَقُوْلُوْنَ	لَيَمَسَّنَّ
تیسرا (ایک)	اور نہیں	کوئی	معبود	سوائے معبود	واحد	اور اگر	وہ باز نہ آئے	اس سے جو	وہ کہتے ہیں	ضرور پہنچے گا

حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں، اور اگر یہ لوگ اپنے اقوال سے باز نہ آئے تو جو لوگ اُن میں کافر رہیں گے اُن پر دردناک عذاب واقع ہوگا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	مِنْهُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ	اِلَى اللّٰهِ	وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ	وَ	اللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
جنہوں نے کفر کیا	ان سے	عذاب	دردناک	پس وہ کیوں توبہ نہیں کرتے	اللہ کیطرف (آگے)	اور اس سے بخشش مانگتے	اور	اللہ	بخشنے والا	مہربان

کیا پھر بھی خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنیوالے ہیں بڑی رحمت فرمانے والے ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ماننے والوں کا رد

نزول قرآن کے وقت نصاریٰ کا ایک فرقہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کو خدا کہتا تھا۔ان کا اعتقاد یہ تھا کہ خدا دنیا کے گناہ معاف کرنے کے لئے حضرت مریم کے پیٹ سے مجسم ہو کر بشکل مسیح دنیا میں ظاہر ہوا گویا ان کا قول یہ تھا کہ خدا ہی تھا کہ جو مسیح کی صورت میں آیا۔ یہ بالکل ایسا ہی عقیدہ تھا جیسا کہ ہندوؤں کا اپنے اوتاروں کے متعلق عقیدہ ہے کہ ایشور یعنی خدا شیر اور انسانوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے چونکہ یہ اعتقاد بالکل لغو تھا اس لئے حق تعالیٰ نے اس قول باطل کے رد میں دلائل بیان نہیں فرمائے بلکہ صرف مسیح علیہ السلام کے قول کو نقل فرما دیا گیا کہ خود

حضرت مسیح علیہ السلام توحید کے داعی تھے اور شرک سے منع کرتے تھے اور ڈراتے تھے اس لئے نصاریٰ کا یہ عقیدہ خود حضرت مسیح علیہ السلام کی صریح تعلیم اور صاف کھلی ہوئی ہدایت اور واضح نصیحت کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت مسیحؑ کا یہ قول یبنی اسرآء یل اعبدوا اللہ ربی و ربکم (اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا) حق تعالیٰ نے نصاریٰ پر بطور حجت پیش کیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ مسیحؑ تو لوگوں کو خود خدا کی عبادت کی طرف بلایا کرتے تھے اور خود بھی خدا کی عبادت اور بندگی کیا کرتے تھے اور اس سے دعا مانگا کرتے تھے۔ اور حضرت مسیحؑ فقط خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی طرف دعوت دینے میں اکتفانہ کرتے تھے بلکہ شرک کرنے والوں کو خدا کے بے پناہ عتاب سے ڈراتے تھے اور یہ کہتے تھے انہٗ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ و ماوٰہ النار و ما للظٰلمین من انصار تحقیق جو شخص اللہ کیساتھ کسی کو شریک گردانے سو اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے وہ کبھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا یعنی مشرک کی کبھی بخشش نہ ہو سکے گی۔ اور آخرت میں مشرک کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آگ ہے اور ایسے ظالموں کا جو خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک گردانیں کوئی یار و مددگار نہیں جو ان کی مدد کرے اور ان سے عذاب کو دور کرے۔ مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ اس میں دو احتمال ہیں کہ یا تو آیت کا یہ جزو انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ و ماواہ النار و ما للظٰلمین من انصار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے اور یا یہ کہ یہ عیسیٰؑ کا کلام نہیں بلکہ حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ بہر حال ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے اور اسی کو اکثر مفسرین اکابر مثل ابن کثیرؒ نے اختیار کیا ہے۔

عقیدہ تثلیث والوں کا رد

آگے دوسری آیت نصاریٰ کے ان فرقوں کا رد ہے جو تثلث کے قائل ہیں اور جو یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اور عیسیٰ اور روح القدس ان تینوں میں خدائی دائر ہے یعنی ان میں کا ہر ایک خدا ہے اور تینوں کا مجموعہ ایک خدا ہے گویا کہ خدائی تین حصوں میں منقسم ہو گئی۔ ایک اللہ رہا۔ ایک مسیح اور ایک روح القدس اور بعضے نصاریٰ بجائے روح القدس کے حضرت مریم کو تثلیث میں شامل کرتے ہیں اور مسیح کے ساتھ ان کی والدہ حضرت مریم کی بھی عبادت کرتے ہیں یعنی اللہ اور مسیح اور مریم تین معبود ہیں اور الوہیت ان تینوں کے درمیان مشترک ہے۔ غرض کہ تثلیث جس قسم کی بھی ہر بہر حال سراسر شرک ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے تثلیث کو کفر قرار دیا اور یہاں دوسری آیت میں صاف ارشاد فرمایا گیا لقد کفر الذین قالوآ ان اللہ ثالث ثلثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد بلاشبہ وہ لوگ بھی کافر ہوئے جنہوں نے یہ کہا کہ خدا تین معبودوں میں کا تیسرا معبود ہے یا خدا تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ نہیں ہے کوئی معبود مگر ایک ہی ذات۔

آگے الوہیت مسیح یا تثلیث کے قائل ہونے والوں کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ اگر یہ دونوں عقیدہ کے لوگ اپنے اقوال کفریہ سے باز نہ آئے تو سمجھ رکھیں کہ جو لوگ ان میں کافر رہیں گے ان پر آخرت میں دردناک عذاب واقع ہوگا۔ اور تعجب ہے کہ ان مضامین توحید و وعید کو سن کر پھر بھی اپنے عقائد اور اعمال سے خدا تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ تعالیٰ سے جب کوئی توبہ کرتا ہے اور اس سے اپنا گناہ بخشواتا ہے تو وہ سچی توبہ سے بڑے سے بڑے گناہ معاف فرما دیتا ہے کیونکہ وہ بڑی مغفرت کرنیوالے اور بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو کفر و شرک یہودیت و نصرانیت سے بچا کر امت مسلمہ میں پیدا فرمایا۔

یا اللہ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اور پکا امتی بن کر زندہ رہنے اور اسی حال میں مرنے کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ ہم سے جواب تک تقصیرات اور کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور ایمان صادق اور اسلام کامل ہم کو نصیب فرما دے اور ہر طرح کے جلی اور خفی شرک سے ہمارے ایمانوں کو محفوظ فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ

صِدِّيْقَةٌ	وَاُمُّهٗ	الرُّسُلُ	مِنْ قَبْلِهٖ	قَدْ خَلَتْ	رَسُوْلٌ	اِلَّا	ابْنُ مَرْيَمَ	الْمَسِيْحُ	مَا
صدیقہ (سچی-ولی)	اور اس کی ماں	رسول	اس سے پہلے	گزر چکے	رسول	مگر	ابن مریم	مسیح	نہیں

مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں صرف ایک پیغمبر ہیں، جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گذر چکے ہیں، اور اُن کی والدہ ایک ولی بی بی ہیں،

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ

قُلْ	يُؤْفَكُوْنَ	اَنّٰى	انْظُرْ	ثُمَّ	الْاٰيٰتِ	لَهُمُ	نُبَيِّنُ	كَيْفَ	اُنْظُرْ	الطَّعَامَ	كَانَا يَاْكُلٰنِ
کہہ دیں	اوندھے جارہے ہیں	کہاں (کیسے)	دیکھو	پھر	آیات (دلائل)	انکے لئے	ہم بیان کرتے ہیں	کیسے	دیکھو	کھانا	وہ دونوں کھاتے تھے

دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھئے تو ہم کیونکر دلائل اُن سے بیان کر رہے ہیں پھر دیکھئے وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں۔ آپ فرمایئے

اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾

الْعَلِيْمُ	السَّمِيْعُ	هُوَ	وَاللّٰهُ	وَلَا نَفْعًا	ضَرًّا	لَكُمْ	لَا يَمْلِكُ	مَا	دُوْنِ اللّٰهِ	مِنْ	اَتَعْبُدُوْنَ
جاننے والا	سننے والا	وہی	اور اللہ	اور نہ نفع	نقصان	تمہارے لئے	مالک نہیں	جو	اللہ کے سوا	سے	کیا تم پوجتے ہو

کیا خدا کے سوا ایسے کی عبادت کرتے ہو جو تم کو نہ کوئی ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا حالانکہ اللہ تعالیٰ سب سنتے ہیں سب جانتے ہیں

عقیدۂ تثلیث کے باطل ہونے کے دلائل

ان آیات میں عقیدہ الوہیت مسیح کو دوسرے متعدد دلائل سے رد فرمایا جاتا ہے چنانچہ یہاں آیات میں پہلے جملہ میں ارشاد ہوتا ہے **ما المسیح ابن مریم الا رسول** مسیح ابن مریم کچھ بھی نہیں نہ خدا نہ جزو خدا بلکہ صرف ایک پیغمبر ہیں۔ اس جملہ میں اول دلیل تو یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ابن مریم تھے ایک عورت کے پیٹ سے وجود میں آئے اور کسی عورت کا بیٹا ہو کر اور عورت کے پیٹ سے وجود میں آ کر وہ خدا یا جزو خدا کیسے ہو سکتے ہیں؟ دوسری دلیل اس جملہ میں یہ ہے کہ حضرت مسیح محض رسول تھے اور رسول کا خدا ہونا یا جزو خدا ہونا محال ہے اس لئے کہ جب پیغمبر خود ہی خدا یا جزو خدا ہے تو پیغمبری کس کی طرف سے کرتا ہے؟

تیسری دلیل اگلے جملہ **قد خلت من قبله الرسل** میں ارشاد ہے یعنی حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے اور بہت سے پیغمبر گزر چکے ہیں صرف بنی اسرائیل ہی میں ہزاروں پیغمبر ہوئے ہیں۔ پھر ان کو خدا کیوں نہیں کہا جاتا۔ جب ان کو خدا نہیں کہا جاتا تو پھر حضرت مسیح کو کیوں شریک فی الالوہیت سمجھا جاتا ہے؟ جس طرح کے خوارق و معجزات حضرت مسیح سے ظاہر ہوئے اسی طرح معجزات دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی ظہور میں آئے۔ معجزات کا ظاہر ہونا الوہیت کی دلیل نہیں بلکہ نبوت و رسالت کی دلیل ہے اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا الوہیت کی دلیل ہے تو حضرت آدم اور ملائکہ اس شان میں حضرت مسیح سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔

چوتھی دلیل **وامه صديقة كانا يا كلٰن الطعام** میں دی گئی یعنی حضرت عیسیٰ کی والدہ ماجدہ صدیقہ تھیں یعنی بڑی ولیہ تھیں اور دونوں کھانا کھاتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے رسول تھے اور صاحب معجزات تھے اور ان کی والدہ ولیہ تھیں اور صاحب کرامات تھیں مگر خدائی میں شریک کوئی نہ تھا نہ یہ نہ وہ اس لئے کہ دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے یعنی حوائج بشری میں وہ سب انسانوں کی طرح تھے جس طرح سب لوگوں کو بھوک پیاس لگتی ہے اسی طرح وہ بھی کھانا کھا کر زندہ رہتے تھے اور ان کو بھی بھوک پیاس

لگتی تھی۔ اور غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص کھانے پینے کا محتاج ہے وہ تقریباً دنیا کی ہر چیز کا محتاج ہے۔ زمین، ہوا، پانی، گرمی، روشنی چاند سورج حتیٰ کہ حیوانات سے بھی اسے استغنا نہیں۔ ان کا سلسلہ کہاں تک جاتا ہے تو جو کھانے پینے سے مستغنی نہ ہو وہ دنیا کی کسی چیز سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ تو جو ذات کہ تمام انسانوں کی طرح اپنی بقا میں عالم اسباب سے مستغنی نہ ہو وہ خدا کیونکر بن سکتی ہے؟

جہالت کے شیدائی

دلائل مذکورہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے **انظر کیف نبین لهم الأیٰت ثم انظر انی یؤفکون** دیکھئے تو سہی ہم کیونکر صاف صاف دلائل اور کھلی کھلی دلیلیں بیان کرتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کو دیکھو کہ وہ الٹے کدھر جا رہے ہیں۔ حق و صداقت کو چھوڑ کر کہاں جہالت کی تاریکیوں میں گھوم رہے ہیں یعنی تعجب کی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت و بشریت کو ایسے دلائل و براہین سے واضح بیان کر دیا گیا کہ جو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں مگر بایں ہمہ یہ نصاریٰ قبول حق سے روگرداں ہی ہیں اور ان کو خدا یا خدا کا بیٹا ہی کہے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے
اس پر نئے انداز کا استدلال

دوسری آیت زیر تفسیر میں بھی الوہیت غیر اللہ کے ابطال کی دلیل ہے مگر نوعیت استدلال میں فرق ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے **قل اتعبدون من دون الله مالا یملک لکم ضرًا و لا نفعاً والله هو السمیع العلیم** اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کیا خدا کے سوا ایسی مخلوق کی عبادت کرتے ہو جو نہ تم کو ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتا ہو اور نہ نفع پہنچانے کا یعنی جب حضرت مسیح کو نصاریٰ نے خدا کہا تو لازم ہے کہ معبود بھی کہیں مگر معبود بننا صرف اسی ذات کے ساتھ مخصوص ہے جو تمام عالم کے نفع و ضرر کا مالک ہو اور جو نفع و ضرر پہنچانے پر قادر نہیں ہو سکتا بلکہ وہ عبد ہے کیونکہ عجز منافی الوہیت کے ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے عیسائیت اور یہودیت کی گمراہیوں سے بچا کر ہم کو اسلام و ایمان کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

یا اللہ ہم کو سچی توحید نصیب فرما۔ اور اپنی ہی بندگی اور عبادت کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ ہر طرح کے نفع و نقصان پہنچانے کے مالک آپ ہی ہیں۔

ہمیں اس عقیدہ پر یقین کامل نصیب فرما اور ہر حال میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا

قَدْ ضَلُّوْا	قَوْمٍ	اَهْوَآءَ	لَا تَتَّبِعُوْۤا	وَ	غَیْرَ الْحَقِّ	دِیْنِكُمْ	فِیْ	لَا تَغْلُوْا	یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ	قُلْ
گمراہ ہوچکے	وہ لوگ	خواہشات	نہ پیروی کرو	اور	ناحق	اپنا دین	میں	غلو (مبالغہ) نہ کرو	اے اہل کتاب	کہہ دیں

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب تم اپنے دین میں ناحق کا غلو مت کرو اور اُن لوگوں کے خیالات پر مت چلو جو پہلے خود بھی غلطی میں پڑ چکے ہیں

مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ﴿۷۷﴾ لُعِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ

مِنْ	الَّذِیْنَ كَفَرُوْا	لُعِنَ	السَّبِیْلِ	سَوَآءِ	عَنْ	وَضَلُّوْا	كَثِیْرًا	وَاَضَلُّوْا	مِنْ قَبْلُ
سے	جن لوگوں نے کفر کیا	لعنت کئے گئے (ملعون ہوئے)	راستہ	سیدھا	سے	اور بھٹک گئے	بہت سے	اور انہوں نے گمراہ کیا	اس سے قبل

اور بھی بہتوں کو غلطی میں ڈال چکے ہیں اور وہ لوگ راہ راست سے دور ہو گئے تھے۔ بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے اُن پر لعنت کی گئی تھی

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾

یَعْتَدُوْنَ	وَكَانُوْا	عَصَوْا	بِمَا	ذٰلِكَ	ابْنِ مَرْیَمَ	وَعِیْسَى	دَاوٗدَ	لِسَانِ	عَلٰى	بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ
حد سے بڑھتے	اور وہ تھے	انہوں نے نافرمانی کی	اس لئے کہ	یہ	ابن مریم	اور عیسیٰ	داؤد	زبان	پر	بنی اسرائیل

داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔

كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

یَفْعَلُوْنَ	مَا كَانُوْا	لَبِئْسَ	فَعَلُوْهُ	مُّنْكَرٍ	عَنْ	كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ
کرتے	جو وہ تھے	البتہ برا ہے	وہ کرتے تھے	برے کام	سے	ایک دوسرے کو نہ روکتے تھے

جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اُس سے باز نہ آتے تھے واقعی اُن کا یہ فعل بیشک برا تھا

اہل کتاب کی گمراہی کا سبب

غلو کی معنیٰ حد سے نکل جانے کے ہیں۔ دین میں غلو کا مطلب یہ ہے کہ اعتقاد اور عمل میں دین نے جو حدود مقرر کی ہیں ان سے آگے بڑھ جانا۔ مثلاً انبیاء کی تعظیم کی حد یہ ہے کہ ان کو خلق خدا میں سب سے افضل جانے ان کی قدر و منزلت پہنچانے اور ان کی تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے احکام و ہدایات کا اتباع کرے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہ غلو کیا کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا قرار دیا اور یہود نے ان کو ایسا گھٹایا کہ ان کی نبوت کو بھی نہ مانا اور معاذ اللہ ان کو ساحر اور کذاب بتلایا اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ پر معاذ اللہ زنا کی تہمت لگائی۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نصاریٰ نے افراط سے کام لیا اور یہود نے تفریط سے اور دین کے بارہ میں افراط و تفریط دونوں ہی مذموم ہیں۔

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان اہل کتاب سے کہہ دیجئے کہ تم اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو اور حد سے تجاوز نہ کرو یعنی صداقت کے برخلاف اپنے مذہبی خیالات میں نہ زیادتی کرو نہ افراط و تفریط سے کام لو۔ جو اصل بات ہے اس پر قائم رہو اور اصل بات یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے مقرب اور برگزیدہ بندے اور رسول ہیں اور ان کی

پیدائش خدا کی قدرت یعنی کلمہ کن سے ہوئی اس لئے نہ وہ خدا ہیں نہ خدا کے بیٹے جیسا نصاریٰ کا خیال ہے اور نہ کذاب و مفتری ہیں جیسا کہ یہود کا خیال ہے۔

اہل کتاب کو تبلیغ کہ خواہش پرستوں سے بچو

تمہارے اسلاف نے اپنی کتابوں میں تحریف کی ہیں اور خود تراشیدہ اقوال ان میں شامل کئے ہیں اس لئے تم ان بندگان نفس کی پیروی مت کرو جو خود بھی گمراہ تھے۔ اور بہتوں کو انہوں نے اپنی باطل تحریفات اور خیالات سے گمراہ کیا۔ مقصد یہ کہ جب ان کی غلطی دلائل سے ثابت ہوگئی پھر ان کا اتباع کیوں نہیں چھوڑتے۔

اہل کتاب کے اسلاف کی گمراہی کے بعض واقعات

آگے یہود و نصاریٰ کو ان کے اسلاف کی گمراہی کے بعض واقعات یاد دلائے جاتے ہیں مقصود جس سے اہل کتاب کو اپنے اسلاف کے اتباع سے روکنا ہے چنانچہ بتلایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی جن لوگوں پر حضرت داؤد علیہ السلام کی زبانی لعنت ہوئی وہ اصحاب السبت ہیں اور جن لوگوں پر حضرت عیسی علیہ السلام کی زبانی لعنت ہوئی وہ اصحاب المائدہ ہیں یہودیوں کو سبت یعنی ہفتہ کے دن شکار کھیلنے سے منع کر دیا گیا تھا لیکن بنی اسرائیل میں ایک گروہ نے انتہائی حیلہ سازی سے اس حکم کی اعتقاداً اور عملاً مخالفت کی اور حکم الٰہی کے خلاف سنیچر کو شکار کھیلنے لگے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے ان کے حق میں بددعا کی۔ یہ لوگ طاعون میں مبتلا ہوئے اور ان کی شکلیں مسخ ہو کر سوروں کی طرح ہوگئیں اور یونہی خواری کے ساتھ چیخ چیخ کر مر گئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جب آسمان سے کھانے کا خوان اترنا شروع ہوا اور لوگوں نے حکم الٰہی کے خلاف اس میں سے ذخیرہ جمع کرنا شروع کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے واسطے بددعا کی ان کی صورتیں بھی مسخ کردی گئیں۔

ملعون ہونے کے اسباب

آگے بتلایا گیا کہ ان پر یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔ اور وہ آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے منع نہیں کرتے تھے یعنی نہ مجرم کسی طرح ارتکاب جرم سے باز آتا تھا اور نہ غیر مجرم مجرم کو روکتا تھا۔ بلکہ سب شیر و شکر ہو کر بے تکلف ایک دوسرے کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ بنے ہوئے تھے۔ منکرات و فواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض، تکدر اور ترشروئی کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا۔

نیز اس میں اہل کتاب کو یہ بھی تنبیہ ہے کہ اگر تم نے اب اپنی حالت کو نہ سنبھالا اور حق کی طرف رجوع نہ کیا اور اللہ کے رسول اور نبی آخر الزمان کا اتباع نہ کیا تو پھر تم شدید لعنت کے مورد بنو گے جو خدا تعالیٰ سید الانبیاء خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان پر بھیجے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ شریعت کے مطابق ہم خود بھی چلنے والے ہوں اور دوسروں کو چلانے والے ہوں۔ نیکی کے کام ہم خود بھی کرنے والے ہوں اور دوسروں سے بھی کرانے والے ہوں۔ گناہوں سے خود بھی بچنے والے ہوں اور دوسروں کو بچانے والے ہوں۔ ظلم اور زیادتی سے خود بھی الگ رہنے والے ہوں اور دوسروں کو بھی الگ رکھنے والے ہوں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ

تَرٰى	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	يَتَوَلَّوْنَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	لَبِئْسَ	مَا قَدَّمَتْ	لَهُمْ	اَنْفُسُهُمْ	اَنْ	سَخِطَ اللّٰهُ
آپ دیکھیں گے	اکثر	ان سے	دوستی کرتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	البتہ برا ہے	جو آگے بھیجا	اپنے لئے	اُنکی جانیں	کہ	غضبناک ہوا اللہ

آپ اُن میں بہت آدمی دیکھیں گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں جو کام انہوں نے آگے کے لئے کیا ہے وہ بیشک برا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن پر ناخوش ہوا

عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۞ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

عَلَيْهِمْ	وَ	فِي الْعَذَابِ	هُمْ	خٰلِدُوْنَ	وَلَوْ	كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَالنَّبِيِّ	وَمَا	اُنْزِلَ	اِلَيْهِ
اُن پر	اور	عذاب میں	وہ	ہمیشہ رہنے والے	اور اگر	وہ ایمان لائے	اللہ پر	اور رسول	اور جو	نازل کیا گیا	اسکی طرف

اور یہ لوگ عذاب میں دائم رہیں گے۔ اور اگر یہ لوگ اللہ پر ایمان رکھتے اور پیغمبر پر اور اُس کتاب پر جو اُن کے پاس بھیجی گئی تھی تو اُن کو کبھی دوست نہ بناتے لیکن ان

مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً

مَا	اتَّخَذُوْهُمْ	اَوْلِيَآءَ	وَلٰكِنَّ	كَثِيْرًا	مِّنْهُمْ	فٰسِقُوْنَ	لَتَجِدَنَّ	اَشَدَّ	النَّاسِ	عَدَاوَةً
نہ	انہیں بناتے	دوست	اور لیکن	اکثر	اُن سے	نافرمان	تم ضرور پاؤ گے	سب سے زیادہ	لوگ	دشمنی

میں زیادہ لوگ ایمان سے خارج ہی ہیں۔ تمام آدمیوں سے زیادہ مسلمانوں سے عداوت رکھنے والے آپ ان یہود اور ان مشرکین کو پاویں گے اور ان میں

لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	الْيَهُوْدَ	وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا	وَلَتَجِدَنَّ	اَقْرَبَهُمْ	مَوَدَّةً	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
اہل ایمان (مسلمانوں) کیلئے	یہود	اور جن لوگوں نے شرک کیا	اور البتہ ضرور پاؤ گے	سب سے زیادہ قریب	دوستی	ان کیلئے جو	ایمان لائے (مسلمان)	جن لوگوں نے کہا

مسلمانوں کے ساتھ دوستی رکھنے کے قریب تر اُن لوگوں کو پایئے گا جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں یہ اس سبب سے ہے کہ اُن میں بہت سے علم دوست عالم ہیں اور بہت

اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۞

اِنَّا	نَصٰرٰى	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	مِنْهُمْ	قِسِّيْسِيْنَ	وَرُهْبَانًا	وَاَنَّهُمْ	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
ہم	نصاری	یہ	اس لئے کہ	ان سے	عالم	اور درویش	اور یہ کہ وہ	تکبر نہیں کرتے

سے تارک دنیا درویش ہیں اور اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ متکبر نہیں ہیں

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

مدینہ کے بعض یہود کعب بن اشرف وغیرہ مشرکین عرب کو جوش دلا کر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی پر ابھارتے تھے۔ ان کی اس حرکت سے معلوم ہوا کہ دراصل ان کا ایمان اللہ اور اپنے تسلیم کردہ پیغمبر موسیٰ علیہ السلام اور اپنی کتاب توریت پر ہی نہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو خود سید الانبیاء نبی آخر الزمان پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی تھی اور توریت میں اس امر کی بشارت دی گئی تھی چنانچہ ان آیات میں انہی یہود مدینہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان میں کے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ پیغمبر اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی میں بت پرست کفار و مشرکین مکہ سے دوستی رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں کفار مکہ کی مدد کرتے ہیں حالانکہ خوب جانتے ہیں کہ نبی آخر الزمان حق پر ہیں اور

کفار مکہ باطل پرست ہیں۔ان کی اس بدعملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ ان پر ناراض ہوا اور وہ خدا کے غضب اور دائمی عذاب کا مستحق بنے۔

مسلمانوں کی بدخواہ اقوام

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ مسلمانوں کی عداوت و دشمنی میں سب لوگوں سے زیادہ سخت یہود کو پائیں گے اور ان کو کہ جو مشرک ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا ان میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین اسلام اور مسلمانوں کی شدید ترین دشمن تھیں۔ ہجرت سے قبل مکہ کے اندر ۱۳ سال کے واقعات اور مشرکین مکہ کے ظالمانہ سلوک اور ایذا رسانیوں کے بیان سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر کیا کیا آفتیں مشرکین مکہ نے برپا نہ کیں اور کونسی تکلیف تھی کہ جو نہ پہنچائی گئی مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں تو اپنی جگہ ظاہر ہی ہیں لیکن ملعون یہود نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اٹھا نہ رکھی۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے خبری میں پتھر کی چٹان گرا کر شہید کرنا چاہا۔کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی سحر اور جادو کرائے غرض یہود بے بہود غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔

عیسائیوں کی نفسیات

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان یہود مدینہ کے مقابلہ نصاریٰ باوجودیکہ وہ بھی کفر میں مبتلا تھے اور مسلمانوں کا عروج ان کو بھی ایک نظر نہ بھاتا تھا تاہم ان میں قبول حق کی استعداد ان دونوں گروہوں یعنی یہود و مشرکین سے زیادہ تھی ان کے دل اسلام اور مسلمانوں سے دوستی کرنے کی طرف نسبتاً جلد مائل ہو جاتے تھے اور اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت تک نصاریٰ میں علم دین کا چرچا دوسری قوموں سے زیادہ تھا اپنے طریقہ کے موافق ترک دنیا اور زاہدانہ زندگی اختیار کرنے والے اس وقت ان میں بکثرت پائے جاتے تھے۔نرم دلی اور تواضع ان کی خاص صفت تھی اور جس قوم میں یہ عادتیں کثرت سے پائی جائیں اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ اس میں قبول حق اور سلامت روی کا مادہ دوسری اقوام سے زیادہ ہو کیونکہ قبول حق سے عموماً تین ہی چیزیں مانع ہوتی ہیں جہل حب دنیا یا حسد و تکبر۔اس وقت کے نصاریٰ میں قسیسین یعنی ان کے دین کے عالموں کا موجود ہونا جہل کو کم کرتا تھا۔رہبانوں یعنی ان کے زاہدانہ زندگی گزارنے والے درویشوں کی کثرت حب دنیا کو کم کرتی تھی اور نرم دلی اور تواضع کی صفت کبر و غرور کو کم کرتی تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو نصاریٰ تھے ان میں قبول حق اور سلامت روی کا مادہ دوسری قوموں سے زیادہ تھا چنانچہ قیصر روم اور مقوقس شاہ مصر اور نجاشی شاہ حبشہ جو عیسائی مذہب رکھتے تھے انہوں نے جو معاملہ اور جو کچھ برتاؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رسالت کے ساتھ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کیا وہ اس کا شاہد ہے کہ بہ نسبت یہود کے نصاریٰ نے زیادہ اسلام قبول کیا اور مسلمانوں سے دوستی کی صلاحیت نسبتہً دوسری قوموں سے زیادہ انہوں نے اس وقت ظاہر کی۔

اسلام کی اعلیٰ ظرفی

ان آیات سے جہاں ایک طرف یہ معلوم ہوا کہ اخلاق حمیدہ خواہ کسی قوم میں ہوں وہ حمیدہ ہی رہیں گے وہیں دین اسلام اور قرآن کی عظیم الشان رواداری اور کشادہ قلبی اور عالی ظرفی اور وسیع النظری بھی معلوم ہوتی ہے کہ دوسروں کی کسی اچھائی کو سراہنے میں بخل یا عار نہیں۔ پھر جیسا کہ ہر مضمون میں انصاف و عدل رکھنا قرآن مجید کے لوازم سے ہے اسی طرح یہاں بھی یہود سے متعلق لفظ کثیر شروع آیت میں بھی اور اخیر میں بھی استعمال فرمایا کیونکہ قلیل تعداد یہود کی توریت کی بشارت کے موافق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لے آئی تھی اور وہ مخلص مومنین کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور آپ کے دوسرے ساتھی وغیرہ۔

دعا کیجئے: کہ وہ اسلام جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر طرح جانی و مالی قربانیوں سے پھلا پھولا اور ہم تک پہنچا اللہ تعالیٰ اسی اسلام کا ہم کو بھی قدر داں اور اس پر مر مٹنے والا بنائیں اور ہم کو اسلام کی دین کی مومنین کی سچی محبت نصیب فرمائیں ۔ دشمنان دین کی عداوت اور چالوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ
وَاِذَا سَمِعُوْا

أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ

وَاِذَا	سَمِعُوْا	مَآ اُنْزِلَ	اِلَى	الرَّسُوْلِ	تَرٰٓى	اَعْيُنَهُمْ	تَفِيْضُ	مِنَ	الدَّمْعِ	مِمَّا	عَرَفُوْا	مِنَ
اور جب	سنتے ہیں	جو نازل کیا گیا	طرف	رسول	تو دیکھے	اُن کی آنکھیں	بہہ پڑتی ہیں	سے	آنسو	اس (وجہ سے)	انہوں نے پہچان لیا۔	سے کو

اور جب وہ اُس کو سُنتے ہیں جو کہ رُسول کی طرف بھیجا گیا ہے تو آپ اُن کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اِس سبب سے کہ اُنہوں نے حق کو پہچان لیا

الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللهِ وَمَا جَآءَنَا

الْحَقِّ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَآ	اٰمَنَّا	فَاكْتُبْنَا	مَعَ	الشّٰهِدِيْنَ	وَمَا	لَنَا	لَا نُؤْمِنُ	بِاللهِ	وَمَا	جَآءَنَا
حق	وہ کہتے ہیں	اے ہمارے رب	ہم ایمان لائے	پس ہمیں لکھ لے	ساتھ	گواہ (جمع)	اور کیا	ہم کو	ہم ایمان نہ لائیں	اللہ پر	اور جو	ہمارے پاس آیا

یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہوگئے تو ہم کو بھی اُن لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔ اور ہمارے پاس کونسا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر

مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللهُ

مِنَ	الْحَقِّ	وَنَطْمَعُ	اَنْ	يُّدْخِلَنَا	رَبُّنَا	مَعَ	الْقَوْمِ	الصّٰلِحِيْنَ	فَاَثَابَهُمُ	اللهُ
سے۔ پر	حق	اور ہم طمع رکھتے ہیں	کہ	ہمیں داخل کرے	ہمارا رب	ساتھ	قوم	نیک لوگ	پس اُن کو دیئے	اللہ

اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اُس پر ایمان نہ لاویں اور اس بات کی اُمید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کردے گا۔ سو اُن کو اللہ تعالیٰ

بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾

بِمَا قَالُوْا	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	وَذٰلِكَ	جَزَآءُ	الْمُحْسِنِيْنَ
اُسکے بدلے جو انہوں نے کہا	باغات	بہتی ہیں	سے	اسکے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے	اس (ان) میں	اور یہ	جزا	نیکوکار (جمع)

اُن کے قول کے پاداش میں ایسے باغ دیں گے جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہ اُن میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے، اور نیکوکاروں کی یہی پاداش ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾

وَالَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	وَكَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَآ	اُولٰۗىِٕكَ	اَصْحٰبُ	الْجَحِيْمِ
اور جو لوگ	اُنہوں نے کفر کیا	اور جھٹلایا	ہماری آیات	یہی لوگ	ساتھی (والے)	دوزخ

اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔

شانِ نزول: ان چار آیات زیرِ تفسیر کا تعلق چھٹے پارہ کی آخری آیت جس کا بیان گذشتہ درس میں ہوا تھا اسی سے ہے اور یہ آیات بھی خاص جماعت حبشہ کے نصاریٰ ہی کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ گذشتہ درس میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب مکہ کے ظالم مشرکین نے مسلمانوں کو بے حد تنگ کرنا شروع کیا اور اہلِ ایمان ان کی اذیتوں سے تنگ آ گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کی اجازت دی اور فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ حبشہ کا بادشاہ نہ خود ظلم کرتا ہے نہ کسی کو کسی پر ظلم کرنے دیتا ہے۔ اس لئے مسلمان کچھ عرصہ کے لئے وہاں چلے جائیں۔

نجاشی شاہ حبشہ جو نصرانی مذہب کے پیرو تھے اسلام کی حقانیت' قرآن کی صداقت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا قائل ہو گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ جانے کا عزم کیا اس وقت نجاشی شاہ حبشہ نے ان کے ساتھ اپنے ہم مذہب نصاریٰ کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جو ستر آدمیوں پر مشتمل تھا۔ یہ وفد مدینہ طیبہ پہنچ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درویشانہ اور راہبانہ لباس پہن کر حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سورہ یٰس پڑھ کر سنائی تو کلام الٰہی کو سن کر ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور زبان پر رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ آ گیا۔ اور سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ان آیات زیر تفسیر میں اسی جماعت کا حال بیان فرمایا گیا ہے۔

نصاریٰ کے انصاف پسند لوگوں کی تعریف اور ضدیوں کی مذمت

بتلایا جاتا ہے کہ یہ رقیق القلب حق طلب نصاریٰ قرآن کو جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنتے ہیں تو معرفت حق اور جوش قلب سے ان کے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور بے اختیار وہ کہنے لگتے ہیں کہ یاالٰہی ہم کو ان لوگوں میں شامل کر دے جنہوں نے تیری وحدانیت تیرے رسول کی رسالت اور تیرے قرآن کی صداقت کی شہادت دی اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کھلی ہوئی صداقت اور حقانیت موجود ہے تو ہم کیوں خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت اور قرآن کی سچائی پر ایمان نہ لائیں اور کیوں نیکوکار حق پرست فرقہ کے ساتھ شامل ہونے کے خواستگار نہ بنیں۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ جب انہوں نے اپنے خلوص ایمان کا اس طرح اظہار کیا تو حق تعالیٰ نے بھی ان کو اس اقرار ایمان کے عوض بشارت سنا دی کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ان کے اس قول و اعتقاد کی جزا میں ایسے باغات بہشت کے دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور نیکوکاروں کی یہی جزا ہے۔ اب رہے وہ لوگ جو آیات الٰہی کے منکر اور حق سے سرتابی کرنے والے ہیں تو ان کی سزا کا حال بھی ساتھ ہی فرما دیا کہ جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات و احکام کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ جہنم میں رہنے والے ہیں ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

الغرض یہاں غیر متعصب اور انصاف پسند اور اسلام قبول کرنے والے عیسائیوں کا ذکر ہوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے اور رقت قلب کی وجہ سے جو گریہ شوق یا نالۂ ندامت یا خوف خداوندی ان پر طاری ہوا اس کی اشارۃً مدح فرمائی جاتی ہے نیز ان کی کیفیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو قرآن کو شوق و اعتقاد کے ساتھ سنتے ہیں ان کی روحیں خطاب الٰہی کی حلاوت سے لطف حاصل کرتی ہیں اور پھر روح کے ساتھ جسم پر بھی اثر نمودار ہوتا ہے اور وہ مضطرب ہو کر آنکھوں سے شوق و خوف کے آنسو بہاتے ہیں اور ان کے دل عشق و محبت الٰہی کی آگ سے بھڑک اٹھتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں صدق دل سے ایمان لانے والوں کو بشارت سنائی گئی اور کافروں کو کفر پر رہنے کی وعید سنائی گئی اور حق پرستی کی مدح فرمائی گئی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! حق کو پہچان لینے اور اس پر راستی سے جم جانے کی توفیق کاملہ ہم کو نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نیک اور مقبول صادقین بندوں کی معیت دنیا میں نصیب فرما اور آخرت میں انہی کی معیت میں اپنی جنت میں داخل ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما اور اپنے غصہ و غضب کی جگہ جہنم سے جو کفار منکرین کے لئے تیار کی گئی ہے ہم کو بچنا نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا تُحَرِّمُوْا	طَيِّبٰتِ	مَآ اَحَلَّ	اللّٰهُ	لَكُمْ	وَ	لَا تَعْتَدُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا	يُحِبُّ
اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے	نہ حرام ٹھہراؤ	پاکیزہ چیزیں	جو حلال کیں	اللہ	تمہارے لئے	اور	حد سے نہ بڑھو	بیشک	اللہ	نہیں	پسند کرتا

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں اُن میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے

الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

الْمُعْتَدِيْنَ	وَكُلُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	حَلٰلًا	طَيِّبًا	وَّاتَّقُوا	اللّٰهَ	الَّذِيْٓ	اَنْتُمْ	بِهٖ	مُؤْمِنُوْنَ
حد سے بڑھنے والے	اور کھاؤ	اس سے جو	تمہیں دیا	اللہ	حلال	پاکیزہ	اور ڈرو	اللہ	وہ جس	تم	اسکو	مانتے ہو

اور خدا تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں اُن میں سے حلال مرغوب چیزیں کھاؤ او ر اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

شان نزول

ایک روایت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے اندوہناک حالات اور عذاب جہنم وغیرہ کی کیفیت سنی اور نصاریٰ کی رہبانیت اور ترک دنیا کی مدح اوپر ذکر کی ہوئی آیت میں سن چکے تھے تو ایک جماعت صحابہ کرام کی ایک جگہ جمع ہوئی اور سب نے بالاتفاق قسم کھائی کہ بقیہ عمر راہبوں کی طرح گزار دیں گے۔ دن میں ہمیشہ روزہ رکھیں گے رات بھر نماز پڑھیں گے۔ گوشت اور چکنائی نہ کھائیں گے۔ بستر پر نہ سوئیں گے۔ عورتوں سے بالکل علیحدہ رہیں گے۔ کمبل اور ٹاٹ لپیٹے پھریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رہبانیت یعنی حلال اور پاک اور لذت والی اور مرغوب چیزوں کا کھانا پینا ترک کر بیٹھنا اور نکاح وغیرہ کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی اجازت نہیں دی اور یہ آیات نازل فرمائیں۔ اور چونکہ یہ حضرات عہد کرنے کے وقت قسم کھا چکے تھے اس لئے بعد میں ان کو فکر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ہم قسم کی تلافی کیا کریں تو اس وقت کفارہ قسم کے بارہ میں اگلی آیات نازل ہوئیں۔

ایک دوسری روایت میں شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض صحابہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گھر کے اندر کی شب و روز کی عبادت کا حال دریافت کیا جس پر حضرت عائشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت شاقہ کا اظہار کر دیا۔ یہ سن کر وہ کہنے لگے کہ کہاں ہم اور کہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضور کی تو تمام فروگذاشتوں کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے اور ہم گنہ گار ہیں۔ اس کے بعد سب نے الگ الگ ایک ایک بات کا عہد کر لیا۔ کسی نے کہا کہ میں رات بھر نماز پڑھوں گا۔ کسی نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ کسی نے بیوی کے قریب نہ جانے کا عہد کر لیا۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع پہنچی تو آپ نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہوا کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے۔ میں تو روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ میں سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طور طریق سے ہٹ گیا وہ مجھ سے نہیں اور یہ آیات نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام نہ بناؤ اور نہ حد سے بڑھو

ان آیات میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو صاف طور پر اس سے روک دیا کہ وہ کسی لذیذ، حلال اور طیب چیز کو اپنے اوپر عقیدۃً یا عملاً حرام ٹھہرالیں۔ اور نہ صرف یہی بلکہ ان کو خدا کی پیدا کی ہوئی اور دی ہوئی حلال اور طیب نعمتوں سے متمتع ہونے کی ترغیب دی ہے مگر ہاں دو شرطوں کے ساتھ ایک لَا تَعْتَدُوْا یعنی حد سے آگے نہ بڑھو۔

8

دوسرے وَاتَّقُوا اللّٰهَ یعنی اللہ سے ڈرتے رہو۔
لَا تَعْتَدُوْا حد سے آگے نہ بڑھو۔اللہ کے حکم سے آگے نہ نکلو اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔(۱) حلال چیزوں کے ساتھ حرام کا سا معاملہ کرنے لگیں اور نصاریٰ کی طرح رہبانیت میں مبتلا ہو جائیں۔ یا (۲) لذائذ و طیبات سے تمتع کرنے میں حد اعتدال سے گزر جائیں حتیٰ کہ شہوات و لذات میں منہمک ہو کر یہود کی طرح حیات دنیا ہی کو اپنا مطمع نظر بنا لیں۔ الغرض غلو اور جفا اور افراط و تفریط کے درمیان متوسط اور معتدل راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ نہ تو لذائذ دنیا میں غرق ہونے کی اجازت ہے اور نہ از راہ رہبانیت مباحات و طیبات کو بالکل چھوڑنے کی۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اگر جسم یا نفس کی عارضی مصلحتوں کی خاطر طبًا یا علاجًا کسی حلال یا مباح چیز کو عارضی طور پر ترک کر دیا ہے تو یہ مذکورہ ممانعت میں داخل نہیں۔ بزرگوں سے اکثر مجاہدات اسی قبیل سے منقول ہیں ان پر اعتراض کرنا نادانی ہے۔ نیز مسلمان تقویٰ کے مامور ہیں جس کے معنیٰ ہیں خدا سے ڈر کر ممنوعات سے اجتناب کرنا اور تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ بعض مباحات کا استعمال بعض اوقات کسی حرام یا ممنوع کے ارتکاب کی طرف لے جاتا ہے ایسے مباحات کو عہد اور قسم کے طور پر نہیں بلکہ بطریق احتیاط اگر کوئی شخص کسی وقت باوجود اعتقاد اباحت ترک کر دے تو یہ رہبانیت نہیں بلکہ ورع اور تقویٰ میں شامل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے احکام کی خلاف ورزی سے ہمیں بچائیں۔ اللہ تعالیٰ کے حلال کو ہم حلال سمجھیں اور حرام کو حرام جانیں۔

یا اللہ آپ کی نعمتوں کو ہم تقویٰ و پرہیز گاری کے ساتھ استعمال کرنے والے ہوں۔ اور کسی معاملہ میں حدود شریعت سے آگے نہ بڑھنے والے ہوں۔

یا اللہ ہماری اپنی پسند اور مرضی قوانین شرعیہ کے ماتحت بنا دے۔

یا اللہ ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقہ پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما دے۔

یا اللہ ہر معاملہ میں سنت کا اتباع ہم کو نصیب فرما دے۔

یا اللہ دین میں غلو اور افراط و تفریط جو آپ کو ناپسند ہے اس سے ہم کو ہر حال میں بچا کر صراط مستقیم اور شریعت اسلامیہ کا پابند رکھئے اور اتباع قرآن و سنت پر استقامت نصیب فرمائیے۔

یا اللہ جو آپ کی حلال اور طیب نعمتیں ہم کو میسر ہوں ان کو استعمال کر کے ہم کو شکر گزاری اور ان نعمتوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق کاملہ نصیب ہو۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ فَکَفَّارَتُہٗٓ

لَا یُؤَاخِذُکُمُ	اللّٰہُ	بِاللَّغْوِ	فِیْٓ	اَیْمَانِکُمْ	وَلٰکِنْ	یُؤَاخِذُکُمْ	بِمَا	عَقَّدْتُّمُ	الْاَیْمَانَ	فَکَفَّارَتُہٗٓ
تمہارا مواخذہ نہیں کرتا	اللہ	بیہودہ	میں۔پر	تمہاری قسمیں	اور لیکن	مواخذہ کرتا ہے تمہارا	اس پر جو	مضبوط باندھا	قسم	سو اس کا کفارہ

اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کردو سو اُس کا کفارہ

اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰکِیْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِیْکُمْ اَوْ کِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ

اِطْعَامُ	عَشَرَةِ	مَسٰکِیْنَ	مِنْ	اَوْسَطِ	مَا	تُطْعِمُوْنَ	اَهْلِیْکُمْ	اَوْ کِسْوَتُهُمْ	اَوْ تَحْرِیْرُ	رَقَبَةٍ
کھانا کھلانا	دس	محتاج (جمع)	سے۔کا	اوسط	جو	تم کھلاتے ہو	اپنے گھر والے	یا انہیں کپڑے پہنانا	یا آزاد کرنا	ایک گردن

دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے کو دیا کرتے ہو یا اُن کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا

فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ

فَمَنْ	لَمْ یَجِدْ	فَصِیَامُ	ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ
پس جو	نہ پائے	تو روزہ رکھے	تین دن

اور جس کو مقدور نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں

قسم اور اس کا کفارہ

گذشتہ آیات کے شان نزول میں یہ بیان ہوا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ طیبات کو ترک کرنے کی ممانعت ہوگئی اور ان کو کھانے پینے کا حکم دیا گیا تو جو صحابہ ترک لذائذ کی قسم کھا چکے تھے ان کو فکر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے دریافت کیا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے اور قسم کی تلافی کس صورت سے ممکن ہے؟ اس پر یہ پوری آیت نازل ہوئی جس میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے۔ یعنی کفارہ واجب نہیں کرتے تمہاری لغو قسم توڑنے پر۔ لغو وہ قسم ہوتی ہے جو بطور تکیہ کلام کے صادر ہو جو زبان سے بلا قصد عرف و عادت کے طور پر نکل جاتی ہے جیسے بعض کی واللہ۔ باللہ کہنے کی بات بات میں عادت ہوتی ہے چونکہ اس میں قسم کا قصد وارادہ نہیں ہوتا اس لئے یہ قسم لایعنی اور لغو ہے۔ اس میں کفارہ مشروع نہیں مگر یہ عادت مکروہ اور قابل ترک ہے۔ لیکن جو قسم دیدہ دانستہ کھائی اور اس کو پورا کرنے کا عزم ہو سو ایسی قسم توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دس محتاجوں کو کھانا کھلانا اوسط درجہ کا جو اپنے گھر والوں کو معمولی طور پر کھانے کو دیا کرتے ہو یا ان دس محتاجوں کو کپڑا دینا اوسط درجہ کا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا یعنی تینوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرلے اور جس کو ان تینوں میں سے ایک کا بھی مقدور نہ ہو تو اس کا کفارہ تین دن کے روزے ہیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہماری زندگی۔ ظاہر میں اور باطن میں بھی۔ شریعت مطہرہ کے احکام کے موافق گزرے۔ یا اللہ آپ کے جملہ قوانین واحکام ہمارے لئے نعمت ہیں اور جن پر عمل کرنا ہمارے لئے واجب اور لازمی ہے۔ یا اللہ گذشتہ میں ہم سے جو آپ کے احکام کی بجا آوری میں کوتاہیاں اور تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہم کو ندامت قلب کے ساتھ توبہ کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور ان کی تلافی کی جو شریعت نے بتلائی ہے اس پر عمل کر کے تلافی کی توفیق عطا فرمائیے۔ یا اللہ ہم کو اپنے تمام معاملات اور احوال میں شریعت کے مسائل جاننے اور معلوم کرنے کی توفیق نصیب ہو اور جہالت کی گمراہی سے بچنا نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

لَكُمْ	اللّٰهُ	يُبَيِّنُ	كَذٰلِكَ	اَيْمَانَكُمْ	احْفَظُوْٓا	وَ	حَلَفْتُمْ	اِذَا	اَيْمَانِكُمْ	ذٰلِكَ كَفَّارَةُ
تمہارے لئے	اللہ	بیان کرتا ہے	اسی طرح	اپنی قسمیں	حفاظت کرو	اور	تم قسم کھاؤ	جب	تمہاری قسمیں	یہ کفارہ

یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جبکہ تم قسم کھالو اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو اِسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے

اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾

تَشْكُرُوْنَ	لَعَلَّكُمْ	اٰيٰتِهٖ
شکر کرو	تاکہ تم	اپنے احکام

اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم شکر کرو۔

کفارہ کے احکام بتلا کر جتلایا گیا کہ دیکھو حق تعالیٰ اس طرح تمہارے لئے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم احسان مانو اور شکر کرو۔ یہ قوانین تمہارے واسطے ایک نعمت ہیں جن پر عمل کرنا تمہارے لئے واجب ہے۔ اس آیت میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

کفارۂ قسم کے تفصیلی احکام

یہاں قسم کے کفارہ کا بیان فرمایا گیا کہ اگر تم نے کسی جائز امر پر صحیح طریقہ سے قسم کھائی ہے تو اُس کو پورا کرو اور اگر کسی وجہ سے اُس کو پورا نہ کر سکو یا اُس کے توڑنے میں کوئی خوبی اور مصلحت دیکھو تو اس کا کفارہ دو اور کفارہ یہ فرمایا گیا کہ دس محتاجوں کو کھانا کھلا دے۔ یا دس محتاجوں کو کپڑا پہنا دے یا ایک غلام یا باندی آزاد کر دے اور جس کو ان تینوں میں سے کسی پر مقدورت نہ ہو تو وہ تین روزے لگاتار رکھے۔ اب ان کی تفصیلات کہ محتاج کیسے ہوں۔ بالغ ہوں یا نابالغ ہوں۔ بھوکے ہوں یا شکم سیر ہوں۔ کپڑا کیسا ہو۔ کتنا ہو تو اس کو فقہا اور ائمہ دین نے احادیث وغیرہ سے اخذ کر کے فقہی مسائل کی شکل میں بیان فرما دیا ہے۔ اس لئے چند ضروری مسائل قسم کھانے اور قسم کے کفارہ کے بارہ میں حسب ذیل ہیں)۔ (ماخذ بیان القرآن و بہشتی زیور)

مسئلہ ۱: بے ضرورت بات بات میں قسم کھانا بری عادت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام کی بے تعظیمی اور بے حرمتی ہوتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے سچی بات پر بھی قسم نہ کھانا چاہیے۔

مسئلہ ۲: اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم کھانا بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں اس کی بڑی ممانعت آئی ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی قسم کی قسم کھانا ایک طرح کا شرک فرمایا گیا ہے۔

مسئلہ ۳: جس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی مثلاً یوں کہہ دیا اللہ کی قسم۔ خدا کی قسم۔ خدا کی بزرگی اور بڑائی کی قسم۔ اللہ کے عزت وجلال کی قسم۔ کلام اللہ کی قسم۔ رب کعبہ کی قسم تو ان سب سے قسم ہوگئی اور اب اُس کے خلاف کرنا درست نہیں۔ ایسی قسم کھا کر خواہ پھر جان کر توڑے یا بھول کر ٹوٹ جاوے دونوں میں کفارہ واجب ہے۔

مسئلہ ۴: خدا کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی مثلاً بعض کہہ دیتے ہیں اپنی جوانی کی قسم' اپنے ہاتھ پیروں کی قسم' اپنے باپ کی قسم' اپنے بچہ کی قسم' اپنے سر کی قسم' اپنے جان کی قسم یا تمہارے جان کی قسم اس طرح قسم کھانے سے قسم نہیں ہوتی۔ اور اس طرح کی قسم کھا کر پھر اُس کے خلاف کرے تو کفارہ دینا نہیں پڑے گا۔ مگر اس طرح کی قسم کھانا گناہ ہے۔

مسئلہ ۵: اگر کسی نے یوں کہا کہ خدا گواہ ہے۔ خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں۔ خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں تو یہ قسم ہوگئی۔

مسئلہ ۶: کسی دوسرے کے قسم دلانے سے قسم نہیں ہوتی مثلاً کسی نے کہا کہ تمہیں خدا کی قسم یہ کام کرنا ہوگا تو یہ قسم نہیں ہوئی اس کے خلاف کرنا درست ہے۔

مسئلہ ۷: قسم کھا کر اُس کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کا لفظ کہہ دیا مثلاً کسی نے کہا کہ خدا کی قسم فلاں کام ان شاء اللہ نہ کروں گا تو یہ قسم نہیں ہوئی۔

مسئلہ۸: جو بات ہو چکی اور گذشتہ سے متعلق ہو اُس پر جھوٹی قسم کھانا بڑا گناہ ہے جیسے کسی نے نماز نہیں پڑھی اور کسی نے پوچھا تو کہدیا کہ خدا کی قسم میں نماز پڑھ چکا تو ایسی جھوٹی قسم کا گذشتہ کے متعلق کوئی کفارہ نہیں باقی گناہ بہت بڑا ہے۔ سوائے توبہ استغفار کے اس کا کوئی علاج نہیں۔

مسئلہ۹: اگر ایسی بات پر قسم کھائی کہ جو ابھی نہیں ہوئی بلکہ آئندہ ہو گی جیسے کوئی کہے کہ خدا کی قسم آج میرا بھائی آوے گا پھر وہ نہیں آیا تو کفارہ دینا پڑے گا۔

مسئلہ۱۰: کسی نے اگر کسی گناہ کی بات کی قسم کھائی۔ مثلاً خدا کی قسم اپنے ماں باپ سے کبھی نہیں ملوں گا یا خدا کی قسم فلانے کی چیز چرا لاؤں گا۔ تو ایسی قسم کا توڑ دینا واجب ہے۔ توڑ کر کفارہ دیدے۔ نہیں توڑے گا تو گنہگار رہے گا۔

مسئلہ۱۱: کسی نے قسم کھائی کہ آج میں فلاں چیز نہ کھاؤں گا۔ پھر بھولے سے کھالی یا زبردستی کسی نے منہ چیر کر کھلادی تو بھی کفارہ لازم آجائیگا۔

مسئلہ۱۲: غصہ میں قسم کھائی کہ فلاں کو پیسہ نہ دوں گا اور پھر اُس کو روپیہ پیسہ دے دیا تو بھی قسم ٹوٹ گئی کفارہ دیوے۔

مسئلہ۱۳: کفارہ قسم توڑنے کے بعد لازم ہوتا ہے۔ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ۱۴: کفارہ میں فقراء اور مساکین کو کھانا دینے میں اختیار ہے خواہ دس آدمیوں کو دونوں وقت بٹھلا کر پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔ یا ایک آدمی کو دس روز تک دونوں وقت کھلا دے۔ لیکن کوئی محتاج و مسکین کمسن اور نابالغ نہ ہو اور نہ کوئی فقیر شکم سیر ہو۔ اسی طرح ہر مسکین کو بجائے کھانا کھلانے کے صدقہ فطر کی برابر یعنی دو سیر گیہوں (یہ مقدار احتیاطی ہے) یا اس کی قیمت دے دے اس سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔

مسئلہ۱۵: کفارہ میں اُن ہی مساکین کو کپڑا یا کھانا دینا درست ہے جن کو زکوۃ دینا درست ہے۔

مسئلہ۱۶: کسی کے ذمہ اگر کئی کفارہ قسموں کے جمع ہیں تو ہر ایک کا جدا کفارہ دینا چاہیے۔ اگر زندگی میں نہ دے تو مرتے وقت وصیت کر جانا واجب ہے۔

مسئلہ۱۷: اگر کپڑا دے تو ہر مسکین کو اتنا کپڑا دے جس سے بدن کا زیادہ حصہ ڈھک جاوے مثلاً ایک کرتہ اور ایک پاجامہ یا ایک لنگی اور چادر اور یہ حکم مرد کا ہوا اگر کسی غریب عورت کو کپڑا دیا تو اتنا کپڑا ہونا چاہیے کہ سارا بدن ڈھک کر وہ نماز پڑھ سکے۔ اس سے کم ہوگا تو کفارہ ادا نہ ہوگا۔

مسئلہ۱۸: غلام یا باندی کا اس وقت اکثر و بیشتر ممالک میں وجود نہیں اس لئے اس کے مسائل بیان نہیں کئے گئے۔

یہ چند ضروری متعلقہ مسائل تھے جو بیان کئے گئے۔ باقی اس میں جزئیات بہت ہیں جو ضرورت پڑنے پر کسی عالم دین یا مفتی سے دریافت کئے جاسکتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہماری زندگی۔ ظاہر میں اور باطن میں بھی۔ شریعت مطہرہ کے احکام کے موافق گزرے۔

یا اللہ آپ کے جملہ قوانین و احکام ہمارے لئے نعمت ہیں اور جن پر عمل کرنا ہمارے لئے واجب اور لازمی ہے۔

یا اللہ گذشتہ میں ہم سے جو آپ کے احکام کی بجا آوری میں کوتاہیاں اور تقصیرات سرزد ہو چکی ہین ان پر ہم کو ندامت قلب کے ساتھ توبہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور ان کی تلافی کی جو شریعت نے بتلائی ہے اس پر عمل کر کے تلافی کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اپنے تمام معاملات اور احوال میں شریعت کے مسائل جاننے اور معلوم کرنے کی توفیق نصیب ہو اور جہالت کی گمراہی سے بچنا نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اِنَّمَا الْخَمْرُ	وَالْمَيْسِرُ	وَالْاَنْصَابُ	وَالْاَزْلَامُ	رِجْسٌ	مِّنْ	عَمَلِ	الشَّيْطٰنِ
اے	ایمان والو	اسکے سوانہیں کہ شراب	اور جواء	اور بُت	اور پانسے	ناپاک	سے	کام	شیطان

اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جُوا اور بُت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں

فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

فَاجْتَنِبُوْهُ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
سوان سے بچو	تا کہ تم	تم فلاح پاؤ

سو اس سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔

شراب اور جوئے وغیرہ کی ممانعت

اہل عرب اسلام سے پہلے شراب اور جوئے کو حلال اور طیب سمجھتے تھے۔ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو شراب نوشی اور جوئے بازی وغیرہ سے ممانعت کا حکم فرما دیا اور بتلا دیا کہ یہ چیزیں حلال اور طیب نہیں بلکہ خبیث اور رجس ہیں۔ان آیات سے پہلے بھی شراب کے متعلق آیات نازل ہو چکی تھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو عربوں میں شراب کا بڑا استعمال تھا۔شراب بچہ بچہ کی غذا کا جزو لازم تھا۔بغیر شراب کے ان کی زندگی دشوار تھی۔جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو پہلی مرتبہ یہ وحی نازل ہوئی جو سورۂ بقرہ میں گزری یعنی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ۗ آپ سے شراب اور جوئے کے بارہ میں پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے۔اور فائدہ بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ بڑا ہے ان کے فائدہ سے۔اس میں شراب اور جوئے کی برائی ظاہر کی گئی مگر اس کے حرام ہونے کا صاف حکم نہ تھا۔اس لئے حضرت عمرؓ نے یہ حکم سن کر کہا کہ اے اللہ شراب کے بارہ میں کوئی حکم فیصل نازل فرما دے۔اس کے بعد دوسری آیت آئی جو سورۂ نسآء میں گزری یعنی يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو جب تک کہ تمہیں ہوش نہ ہو کہ کیا پڑھتے ہو کیا نہیں۔اس میں بھی گو نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت تھی مگر صاف حرام ہونے کا حکم نہ تھا۔اس لئے کسی قدر ترک شراب کے خوگر ہوئے۔پھر ایک موقع پر دو انصاری قبیلہ کسی ضیافت میں جمع ہوئے وہاں شراب نوشی ہوئی اور بھائی بھائی ہونے کے باوجود نشہ کی حالت میں ایک دوسرے پر دست درازی کرنے لگے اور بری طرح بدمزدگی پیدا ہوئی اور دلوں میں نفرت کے جذبات ابھرے۔اس کی خبر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی پہنچی۔اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔یہ کیفیت سن کر پھر حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ الٰہی شراب کے بارہ میں کوئی فیصل اور قطعی حکم نازل فرما دے کیونکہ اس سے مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا ہونے لگی۔چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور یہ آیات زیر تفسیر نازل ہوئیں جن میں پوری طرح سے برائی کا پہلو ظاہر کر کے شراب کو ہمیشہ کے لئے قطعی طور پر حرام کر دیا گیا روایات میں ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں اور ان کا اعلان کیا گیا تو مٹکوں میں جس قدر شراب بھری ہوئی تھی وہ مسلمانوں نے سب گرا دی اور شراب کے برتن توڑ دیئے حتیٰ کہ شراب مدینہ کی گلیوں اور نالیوں میں بہتی پھر رہی تھی۔

یہاں ان آیات میں اہل اسلام کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا کہ شراب اور جوا اور انصاب اور ازلام یہ سب نجس۔گندے اور شیطانی کام ہیں سو اس سے بالکل الگ رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔یہاں مقصود تو

شراب اور جوئے کی ممانعت ہے جس کے کہ اس وقت اہل عرب عادی تھی۔ انصاف اور ازلام محض شراب اور جوئے کی برائی اور مذمت ظاہر کرنے کیلئے بیان کئے گئے ہیں کہ شراب و جوا یہ دونوں بت پرستی کے درجہ کی ناپاک اور کفر کے قریب کی چیزیں ہیں۔ انصاب جمع ہے نصب کی۔ نصب ان بغیر گھڑے ہوئے پتھروں کو کہتے ہیں جن کو مشرکین پوجتے اور نذر نیاز کے لئے کھڑا کر لیتے تھے اور اصنام وہ بت ہوتے تھے جن میں صورت کھدی ہوئی ہوتی تھی۔ ایام جاہلیت میں مشرکین عرب کہیں تو تراشے اور کھدے ہوئے پتھر کھڑے کر لیتے تھے اور کبھی ایسے ہی بغیر گھڑے ہوئے پتھر کھڑے کر کے ان پر اپنے دیوی اور دیوتاؤں کے نام سے قربانیاں کرتے اور کچھ خون بھی ان پر چھڑک دیتے تھے۔ یہ تو ہوئی انصاب کی تشریح اور ازلام جمع ہے زلم کی۔ اس سے مراد وہ تیر ہیں جو ایام جاہلیت میں بتوں کے پاس رکھے رہتے تھے۔ جن پر اس طرح کے حکم جیسے ''یہ کرو'' ''یہ نہ کرو'' ''یہ اچھا ہے'' ''یہ برا ہے'' وغیرہ لکھے ہوئے تھے۔ جب ان مشرکین کو کوئی کام کرنا ہوتا تو ایک تیر ان میں سے کھینچ لیتے اور جو اس میں لکھا نکلتا اس کے مطابق عمل کرتے تھے۔ گویا یہ بات کا حکم حاصل کرنے کا ایک طریقہ تھا۔

دعا کیجئے:

یا اللہ اپنے اور رسول پاکؐ کے احکام پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے والا جذبہ عطا فرما دے۔

یا اللہ اس شراب خواری کی لعنت کو ہمارے ملک سے نیست و نابود فرما دے۔ قرآن اور سنت کے احکام کو رائج فرما دے جس میں کہ ہماری دینی و دنیا دونوں جہان کی صلاح و فلاح ہے۔ یا اللہ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ

اِنَّمَا	يُرِيْدُ	الشَّيْطٰنُ	اَنْ يُّوْقِعَ	بَيْنَكُمُ	الْعَدَاوَةَ	وَالْبَغْضَآءَ	فِى	الْخَمْرِ	وَالْمَيْسِرِ	وَيَصُدَّكُمْ
اسکے سوا نہیں	چاہتا ہے	شیطان	کہ ڈالے وہ	تمہارے درمیان	دشمنی	اور بیر	میں۔سے	شراب	اور جواء	اور تمہیں روکے

شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جُوئے کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی

عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾

عَنْ	ذِكْرِ اللّٰهِ	وَ	عَنِ الصَّلٰوةِ	فَهَلْ	اَنْتُمْ	مُّنْتَهُوْنَ
سے	اللہ کی یاد	اور	نماز سے	پس کیا	تم	باز آؤ گے

یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ گے

شراب اور جوئے کے نقصانات

یہاں آیت میں چار چیزوں کا ذکر ہوا۔شراب' جوا' انصاف اور ازلام لیکن مقصود شراب اور جوئے کا ذکر کرنا تھا۔ اس لئے آگے شراب اور جوئے کے خصوصی نقصانات کو بتلایا گیا۔نقصان دو قسم کے ہوتے ہیں۔ دنیوی اور دینی۔ دنیوی نقصان یہ بتلایا گیا کہ شراب اور جوئے سے معاش انسانی میں تباہی اور فساد ہوتا ہے۔آپس میں کینہ' عداوت نا اتفاقی اور اختلاف نمودار ہو جاتا ہے۔کیونکہ شراب کے نشہ میں عقل تو ٹھکانے رہتی نہیں۔گالی گلوچ دنگا فساد ہو جاتا ہے۔اور بسا اوقات مار پیٹ اور قتل تک نوبت پہنچتی ہے۔اور اس طرح ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت بیٹھ جاتی ہے اور جوئے سے باہم عداوت یوں پیدا ہوتی ہے کہ بعض وقت آدمی جوئے میں اپنا کل مال ہار جاتا ہے اور وہ بالکل مفلس اور قلانچ رہ جاتا ہے۔پھر جب وہ اپنا مال دوسرے کے پاس دیکھتا ہے تو اس کو غصہ اور غیظ آتا ہے اور اس سے عداوت ہو جاتی ہے۔غرض یہ کہ شراب اور جوا عداوت اور نفرت کے قوی ترین اسباب میں سے ہیں۔یہ تو شراب اور جوئے کی ایک دنیوی مضرت ہوئی اور دینی مضرت یہ بتلائی گئی کہ شیطان شراب اور جوئے میں لگا کر یاد الٰہی اور نماز سے غافل کرنا چاہتا ہے کیونکہ شراب اور جوئے میں پھنس کر یاد الٰہی اور نماز کا ہوش ہی نہیں رہتا اور اس کی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے۔

پس جب شراب اور جوئے کی دینی اور دنیاوی مضرتیں ظاہر کر دی گئیں تو اخیر میں ارشاد فرمایا گیا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ سو بتلاؤ اب بھی ان گندی اور پلید چیزوں سے باز آؤ گے یعنی جب یہ شراب نوشی اور قمار بازی ایسی قبیح چیزیں ہیں تو تم کو ان چیزوں سے ضرور بچنا چاہیے۔

اب یہاں موقع کی مناسبت سے حکماء اور اطباء نے جو شراب کی مضرتیں بیان کی ہیں اور جن کو بعض تفاسیر میں نقل کیا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

۱- شراب کی سب سے بڑی مضرت یہ ہے کہ شرابی کی عقل نشہ کی حالت میں بالکل جاتی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد ہوش وحواس کی حالت میں بھی اُس سے دیوانہ وار حرکتیں سرزد ہونے لگتی ہیں۔اُس کی زبان اُس کے اختیار اور قابو سے باہر ہو جاتی ہے اور اُس کو اپنے اقوال وافعال کے عواقب اور انجام کا ہوش نہیں رہتا۔

۲- دوسرے یہ کہ شراب شہوانی خواہشوں کو بڑھاتی ہے اور بسا اوقات اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ عصمت وعفت کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ پھینکتی ہے اور زنا بدکاری اور بے حیائی پر آمادہ کرتی ہے۔

۳- تیسرے یہ کہ شرابی عبادت اور ذکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے بلکہ فرائض زندگی کی بھی کوئی قدر وقیمت اُس کی نگاہ میں نہیں رہتی۔

۴- چوتھے یہ کہ شراب مال دولت کی بربادی کا ذریعہ ہے۔ شرابی کی دولت وثروت سب شراب کی نذر ہو جاتی ہے اور بسا اوقات اس قدر تنگ آجاتا ہے کہ زندگی سے تنگ آکر خودکشی کر لیتا ہے۔

۵- پانچویں یہ کہ شراب خواری باہم دشمنی اور عداوت پیدا کرتی ہے اور باہمی تعلقات کو توڑ ڈالتی ہے۔

٦- چھٹے یہ کہ شرابی کا مزاج اعتدال سے منحرف ہو جاتا ہے اور صحت بدنی میں فرق آ جاتا ہے۔ تمام جسمانی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں اس لئے کہ شراب میں غذائیت نہیں ہے کہ وہ ہضم ہو سکے۔ شراب چونکہ معدہ میں جا کر تحلیل نہیں ہوتی اس لئے دن بدن معدہ کو کمزور کرتی جاتی ہے اور جس قدر خون پیدا ہوتا ہے اُس میں شراب کی سمیت موجود ہوتی ہے جس سے نظام عصبی میں فرق آتا جاتا ہے۔ رگیں اور پٹھوں میں بگاڑ آنے لگتا ہے۔ پھیپھڑا گلنے لگتا ہے اور کھانسی اور سل شروع ہو جاتی ہے۔ اکثر اطبا کا بیان ہے کہ اگرچہ سل کی بیماری بغیر شراب پینے کے بھی ہو جاتی ہے لیکن ٩٥ فی صد مریض سل کے شرابی ہی ہوتے ہیں اور شاذ و نادر ہی بچتے ہیں۔

٧- ساتویں یہ کہ شرابی قویٰ کے ضعیف ہو جانے کی وجہ سے اکثر کام کاج سے جی چرانے لگتا ہے اور بغیر نشہ کے کام نہیں کر سکتا۔ کام کرنے کے لئے بھی اُسے شراب پینی پڑتی ہے یہاں تک کہ اُس کے قویٰ بالکل جواب دے جاتے ہیں۔

اس لئے قرآن پاک نے شراب کو نجس اور عمل شیطان اور حرام قرار دیا اور اس کے پینے والے پر حد مقرر کی گئی۔ اور اسلامی تعلیم جہاں پہنچی اُس نے شراب اور شراب خواری کا قلع قمع کر دیا اور پورے ملک کو اس لعنت سے محفوظ کر دیا۔

دعا کیجئے:

یا اللہ اپنے اور رسول پاکؐ کے احکام پر ہم کو دل و جان سے عمل پیرا ہونے والا جذبہ عطا فرما دے۔

یا اللہ اس شراب خواری کی لعنت کو ہمارے ملک سے نیست و نابود فرما دے۔ قرآن اور سنت کے احکام کو رائج فرما دے جس میں کہ ہماری دینی و دنیا دونوں جہان کی صلاح و فلاح ہے۔ یا اللہ ہم کو دین کی سمجھ عطا فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾

وَاَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَ	اَطِيْعُوا	الرَّسُوْلَ	وَاحْذَرُوْا	فَاِنْ	تَوَلَّيْتُمْ	فَاعْلَمُوْٓا	اَنَّمَا	عَلٰى	رَسُوْلِنَا	الْبَلٰغُ	الْمُبِيْنُ
اورتم اطاعت کرو	اللہ	اور	اطاعت کرو	رسول	اور بچتے رہو	پھر اگر	تم پھر جاؤ گے	تو جان لو	صرف	پر (ذمہ)	ہمارا رسول	پہنچا دینا	کھول کر

اورتم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اور اگر اعراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف پہنچا دینا تھا۔

ہر حال میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو

گذشتہ آیات میں شراب اور جوئے کے نقصانات بتلا کر ان کی ممانعت کا حکم فرمایا گیا تھا۔ گویا ایک حکم خاص کے امتثال کا امر فرمایا تھا۔ اب آگے مطلقاً تمام احکامات میں اہل اسلام کو اطاعت کرنے کا امر فرمایا جا رہا ہے اور عام ہدایت دی جا رہی ہے کہ تمام امور کی حلت اور حرمت میں خدا اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق عمل کرو اور ہر قسم کی نافرمانی اور قانون الٰہی کی خلاف ورزی سے بچتے رہو۔ پھر یہ بھی بتلا دیا کہ اگر ایسا نہ کرو گے اور خدا اور اس کے رسول کے احکام کو نہ مانو گے تو اس میں نہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان ہے نہ اس کے رسول کا۔ اطاعت و نافرمانی سے تمہارا ہی نفع نقصان وابستہ ہے خدا کی کوئی غرض متعلق نہیں ہے نہ اس کے رسول کی۔ اس کے رسول کا کام صرف علی الاعلان واضح طور پر احکام الٰہی کی تبلیغ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح پہنچا چکے۔ اب اگر تم خلاف ورزی کرو گے تو نتیجہ خود سوچ لو۔

مومن کی شان

یہاں اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کے ساتھ وَاحْذَرُوْا یعنی احتیاط رکھو۔ پرہیز رکھو کا لفظ استعمال فرما کر مومن کی شان کی طرف بھی اشارہ فرما دیا کہ مومن کی شان تو اللہ اور رسول کی اطاعت کرنا ہی ہے اس کی تو یہ شان ہی نہیں کہ دیدہ دانستہ دلیری اور بے باکی سے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی مخالفت کرے۔ ہاں بشریت کی کمزوری کی بناء پر کبھی تقصیرات ہو سکتی ہیں۔ کبھی خطائیں اور لغزشیں ممکن ہیں۔ اس لئے ہدایت فرمائی کہ غور اور اہتمام سے اللہ اور رسول کے احکامات میں تقصیرات اور لغزشوں اور خطاؤں سے بچتے رہنا۔

اسوۂ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اہمیت

یہاں آیت میں اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ علیحدہ علیحدہ فرمایا اور کئی جگہ قرآن پاک میں اہل ایمان کو مخاطب کرکے یہ حکم دیا گیا ہے گویا اس حکم میں "اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ" کو "اَطِيْعُوا اللّٰهَ" سے الگ مستقل جملہ میں ذکر کیا گیا ہے جس کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ اللہ کی اطاعت کی طرح اہل ایمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بھی مستقلاً فرض ہے۔ نیز اللہ اور رسول کی اطاعات کو الگ الگ بیان فرمانے میں اشارہ ہے کلام اللہ اور اسوۂ رسول دونوں کی اطاعات کا۔ اگرچہ حقیقت میں اسوۂ رسول اور کلام اللہ دو مختلف چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی چیز ہے۔ اسوہ احکام قرآنی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کرنے کی ایک صورت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر احکام قرآنی پر عمل کون کر سکتا ہے۔ لہٰذا قرآن مجید اگر حکم الٰہی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اس کی تعمیل کا بہترین نمونہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف کلام الٰہی کے پہنچا دینے والے تھے بلکہ تعمیل احکام الٰہی کے لئے بہترین نمونہ بھی تھے۔ اور اسی طرح مقصد تبلیغ تکمیل کو پہنچ سکتا تھا۔ آپؐ نے احکام الٰہی پر عمل کر کے دکھلا دیا تاکہ امت اسی نمونہ پر عامل ہو جائے اور اس طرح تبلیغ احکام الٰہی کی تکمیل فرمائی۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی کامل اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرما اور ظاہراً و باطناً وحالاً و قالاً شریعت مطہرہ کی پابندی عطا فرما۔ یا اللہ آپ کے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو آپ کے تمام احکام کو صاف صاف امت تک پہنچا دیا مگر ہم نے احکام الٰہیہ سے اعراض کر کے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے۔ یا اللہ ہمارے اس جرم عظیم کو اپنی رحمت سے معاف فرما دے اور گذشتہ پر توبہ اور تلافی کی توفیق عطا فرما دے۔ اور آئندہ کے لئے ہر معاملہ میں اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا

لَيْسَ	عَلَى	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	جُنَاحٌ	فِيْمَا	طَعِمُوْٓا	اِذَا	مَا اتَّقَوْا	وَّ اٰمَنُوْا
نہیں	پر	جولوگ ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے نیک	کوئی گناہ	میں۔جو	وہ کھا چکے	جب	انہوں نے پرہیز کیا	اور وہ ایمان لائے

جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے تو جو کچھ کہ وہ پہلے کھا پی چکے اُس میں اُن پر کچھ بھی گناہ نہیں جب کہ وہ آئندہ پرہیز گار ہو گئے اور ایمان لے آئے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	ثُمَّ اتَّقَوْا	وَّ اٰمَنُوْا	ثُمَّ	اتَّقَوْا	وَّ اَحْسَنُوْا	وَاللّٰهُ	يُحِبُّ	الْمُحْسِنِيْنَ
اور انہوں نے عمل کئے نیک	پھر وہ ڈرے	اور ایمان لائے	پھر	وہ ڈرے	اور انہوں نے نیکوکاری کی	اور اللہ	دوست رکھتا ہے	نیکوکار (جمع)

اور نیک کام کرنے لگے پھر وہ ممنوعات سے ڈرے اور ایمان پر قائم رہے پھر وہ پرہیز گار اور نیک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں سے محبت رکھتے ہیں۔

شان نزول

اس آیت کے شان نزول میں مختلف روایات ہیں لیکن سب کا اجمالی خلاصہ یہ ہے کہ جب شراب کی حرمت ہو گئی اور اس کے دینی ودنیوی مفاسد بیان کر دیئے گئے تو بعض صحابہ کو ان لوگوں پر نہایت تاسف ہوا جو اس کی حرمت قطعی سے پہلے اس کو استعمال میں لائے تھے۔ نیز بعض منافقین و یہود نے مسلمانوں پر طعنہ زنی شروع کی اور کہنے لگے کہ اس سے قبل تمہارے جتنے ساتھی کسی جنگ یا اپنی طبعی موت سے مر چکے ان کا کیا بنے گا۔ مسلمانوں کے دل میں بھی شبہ پیدا ہوا اور بعض لوگ آپس میں کہنے لگے کہ خداوند تعالیٰ نے شراب پینے کو شیطانی حرکت قرار دیا ہے حالانکہ بہت سے مسلمان غزوۂ احد اور دیگر جہادوں میں شہید ہو گئے اور ان کے پیٹ میں شراب موجود تھی خدا جانے ان کا کیا حال ہو چنانچہ بعض حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں صاف صراحت فرما دی گئی کہ اس سے قبل جن لوگوں نے شراب پی یا مال قمار کھایا تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں۔

شان صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

اس آیت میں نہ صرف یہ بتلایا گیا کہ جو پاکباز صحابہ ایمان اور تقویٰ میں عمر گزار کر خدا کی راہ میں شہید ہو چکے ان کی نسبت اس طرح کے شک وشبہات پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے جو اس وقت تو حرام نہ تھی مگر بعد کو قطعی حرام ہوئی بلکہ ان مرحومین کی فضیلت اور محبوبیت کی طرف لطیف اشارہ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ فرما کر کر دیا۔

ذخیرہ احادیث صحیحہ میں دو موقع ایسے ہیں جہاں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس قسم کا سوال کیا ہے۔ ایک موقع تو یہی "تحریم خمر" کے متعلق تھا جس کے جواب میں آیت نازل ہوئی اور ایک تحویل قبلہ کے وقت سوال کیا گیا تھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جولوگ تحویل قبلہ سے پہلے وفات پا گئے اور ایک نماز بھی کعبہ کی طرف نہیں پڑھی ان کی نمازوں کا کیا حال ہوگا۔ چنانچہ اس کے جواب میں سورۂ بقرہ کی آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ نازل ہوئی تھی کہ جب تم نے بیت المقدس کی طرف نماز محض مقتضائے ایمانی اور اطاعت حکم خداوندی کے سبب پڑھی تو اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور اجر وثواب میں کسی طرح کا نقصان نہیں ڈالیں گے۔ تو وہاں پر بھی یہی قانون بیان فرمایا گیا تھا کہ سابقہ پر کوئی گرفت نہیں۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ "اس آیت کے عموم الفاظ اور دوسری روایات کو دیکھتے ہوئے اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ زندہ ہوں یا مردہ جولوگ ایمان اور عمل صالح رکھتے

ہیں ان کے لئے کسی مباح چیز کے بوقت اباحت کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ خصوصاً جب کہ وہ لوگ عام احوال میں تقویٰ اور ایمان کی خصال سے متصف ہوں۔ پھر ان خصال میں برابر ترقی کرتے رہتے ہوں حتیٰ کہ مدارج تقویٰ و ایمان میں ترقی کرتے کرتے مرتبۂ احسان تک جا پہنچے ہوں جو ایک مومن کے لئے روحانی ترقیات کا انتہائی مقام ہوسکتا ہے۔ جہاں پہنچ کر حق تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ خصوصی محبت کرتا ہے۔ پس جو پاکباز صحابہ ایمان و تقویٰ میں عمر گزار کر اور نسبت احسان حاصل کر کے خدا کی راہ میں شہید ہو چکے ان کی نسبت اس طرح کے خلجان اور توہمات پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں جو اس وقت حرام نہیں تھی مگر بعد کو حرام ہوئی۔ اور جن حضرات صحابہ کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس کا جواب ایک عام و تام ضابطہ بیان فرما کر ایسے عنوان سے دے دیا گیا جس میں ان مرحومین کی فضیلت و منقبت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہو گیا۔"

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی ہر حال میں اپنے احکام کا اطاعت گزار اور فرمانبردار بندہ بنا کر زندہ رکھیں۔

یا اللہ تقویٰ اور عمل صالح کی توفیق ہم کو نصیب فرما اور جملہ ممنوعات شرعیہ سے ہم کو احتراز اور بچنے کی ہمت اور توفیق عطا فرما۔

یا اللہ اپنے محسنین بندوں میں ہم کو شامل ہونے کی سعادت عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗٓ اَيْدِيْكُمْ وَرِمَاحُكُمْ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَيَبْلُوَنَّكُمُ	اللّٰهُ	بِشَيْءٍ	مِّنَ	الصَّيْدِ	تَنَالُهٗٓ	اَيْدِيْكُمْ	وَرِمَاحُكُمْ
اے	ایمان والو	ضرور تمہیں آزمائے گا	اللہ	کچھ (کسی قدر)	سے	شکار	اس تک پہنچتے ہیں	تمہارے ہاتھ	اور تمہارے نیزے

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تا کہ اللہ تعالیٰ معلوم کرلے کہ کون شخص اُس سے

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

لِيَعْلَمَ اللّٰهُ	مَنْ	يَّخَافُهٗ	بِالْغَيْبِ	فَمَنِ	اعْتَدٰى	بَعْدَ ذٰلِكَ	فَلَهٗ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
تا کہ اللہ معلوم کرلے	کون	اس سے ڈرتا ہے	بن دیکھے	سو جو۔جس	زیادتی کی	اسکے بعد	سو اسکے لئے	عذاب	دردناک	اے	ایمان والو

بن دیکھے ڈرتا ہے سو جو شخص اسکے بعد حد سے نکلے گا اُس کے واسطے دردناک سزا ہے اے ایمان والو وحشی شکار کو قتل مت کرو جبکہ تم حالت احرام میں ہو

لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاۗءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ

لَا تَقْتُلُوا	الصَّيْدَ	وَاَنْتُمْ	حُرُمٌ	وَمَنْ	قَتَلَهٗ	مِنْكُمْ	مُّتَعَمِّدًا	فَجَزَاۗءٌ	مِّثْلُ	مَا قَتَلَ
نہ مارو	شکار	جبکہ تم	حالتِ احرام میں	اور جو	اس کو مارے	تم میں سے	جان بوجھ کر	تو بدلہ	برابر	جو وہ مارے

اور جو شخص تم میں اُس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اُس پر پاداش واجب ہوگی جو کہ مساوی ہوگی اُس جانور کے جس کو اُس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں

مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ

مِنَ النَّعَمِ	يَحْكُمُ	بِهٖ	ذَوَا عَدْلٍ	مِّنْكُمْ	هَدْيًۢا	بٰلِغَ	الْكَعْبَةِ	اَوْ كَفَّارَةٌ	طَعَامُ	مَسٰكِيْنَ
مویشی سے	فیصلہ کریں	اس کا	دو معتبر	تم سے	نیاز	پہنچائے	کعبہ	یا کفارہ	کھانا	محتاج (جمع)

سے دو معتبر شخص کر دیں خواہ وہ پاداش خاص چوپایوں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کعبہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دیدیا جاوے

اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ

اَوْ عَدْلُ	ذٰلِكَ	صِيَامًا	لِّيَذُوْقَ	وَبَالَ اَمْرِهٖ	عَفَا اللّٰهُ	عَمَّا	سَلَفَ	وَمَنْ	عَادَ	فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ
یا برابر	اس	روزے	تا کہ چکھے	اپنے کام (کئے) کی سزا	اللہ نے معاف کیا	اس سے جو	پہلے ہو چکا	اور جو	پھر کرے	تو اللہ بدلہ لے گا

اور خواہ اسکے برابر روزے رکھ لئے جاویں تا کہ اپنے کئے کی شامت کا مزہ ہے اللہ تعالیٰ نے گذشتہ کو معاف فرمادیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کریگا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیں گے

مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾

مِنْهُ	وَاللّٰهُ	عَزِيْزٌ	ذُو انْتِقَامٍ
اس سے	اور اللہ	غالب	بدلہ لینے والا

اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔

شان نزول: ان آیات کا نزول حدیبیہ کے موقعہ پر ہوا جب ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ مکہ سے باہر مقام حدیبیہ میں احرام باندھے رکے ہوئے تھے۔اس موقعہ پر بہت سے وحشی چرند پرند یعنی شکار کے جانور مسلمانوں کے جائے قیام اور خیموں ڈیروں میں گھس گھس آتے تھے اور ان کے سامان خورد و نوش کو نقصان پہنچاتے تھے۔چونکہ صحابہ کرام عمرہ کا احرام باندھے ہوئے تھے اس لئے

ان سے تعرض نہ کرتے تھے اور اس طرح سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں کہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اے مسلمانو تمہاری یہ آزمائش ہے اس امتحان میں ثابت قدم رہنا۔

حالت احرام میں شکار کی ممانعت کے مسائل

مسئلہ ۱: صید جو کہ حرم اور احرام میں شکار کرنا ممنوع اور حرام ہے وہ عام ہے خواہ ماکول یعنی حلال جانور ہو یا غیر ماکول یعنی حرام جانور ہو۔

مسئلہ ۲: صید یعنی شکار ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو وحشی ہوں۔ عادۃً انسانوں کے پاس نہ رہتے ہوں۔ پس جو جانور خلقۃً اہلی ہوں جیسے بھیڑ بکری گائے اونٹ ان کا ذبح کرنا اور کھانا درست ہے۔

مسئلہ ۳: وحشی شکار جس کا حرم اور احرام میں پکڑنا یا مارنا ممنوع ہے۔ اس میں بعض استثنیٰ بدلیل شریعت ہیں۔ ان کو پکڑنا اور قتل کرنا حلال ہے جیسے دریائی جانور کا شکار جس کی اجازت اگلی آیت اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ میں دی گئی اور بعضے خشکی کے جانور جیسے کواچیل۔ بھیڑیا۔ سانپ۔ بچھو۔ اور کاٹنے والا کتا۔ اسی طرح جو درندہ خود حملہ کرے اس کا قتل بھی جائز ہے۔ حدیث میں ان کا استثنا مذکور ہے۔

مسئلہ ۴: جو حلال شکار غیر احرام اور غیر حرم میں کیا جائے اس کا کھانا محرم یعنی احرام میں ہونے والے کو جائز ہے جبکہ یہ اس کے قتل وغیرہ میں معین یا مشیر یا بتلانے والا نہ ہو۔

مسئلہ ۵: شکار حرم کو جس طرح قصداً قتل کرنے پر جزا واجب ہے اسی طرح خطاء اور نسیان میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۶: جیسا پہلی بار میں حرم یا احرام میں شکار کے قتل پر جزاء واجب ہے اسی طرح دوسری' تیسری بار قتل کرنے میں بھی واجب ہے۔

مسئلہ ۷: حاصل جزاء کا یہ ہے کہ جس زمان اور جس مکان میں یہ جانور قتل ہوا ہے بہتر تو یہ ہے کہ دو عادل شخص سے اور جائز بھی یہ ہے کہ ایک ہی عادل شخص سے اس قتل کئے ہوئے جانور کی قیمت کا تخمینہ کرائے پھر اس میں یہ تفصیل ہے کہ وہ مقتول جانور اگر غیر ماکول ہے تب تو یہ قیمت ایک بکری کی قیمت سے زیادہ واجب نہ ہوگی اور اگر وہ جانور ماکول تھا تو جس قدر تخمینہ ہوگا وہ سب واجب ہوگا اور دونوں حال میں آگے اس کو تین صورتوں میں اختیار ہے خواہ تو (۱) اس قیمت کا کوئی جانور حسب شرائط قربانی کے خرید لے۔ اور حدود حرم کے اندر ذبح کر کے فقراء کو بانٹ دے اور یا (۲) اس قیمت کے برابر غلہ حسب شرائط صدقۂ فطر کے فی مسکین نصف صاع فقراء کو دیدے اور یا (۳) بحساب فی مسکین نصف صاع جتنے مساکین کو وہ غلہ پہنچ سکتا ہو اتنے شمار سے روزہ رکھ لے اور تقسیم غلہ اور روزوں میں حرم کی قید نہیں اور اگر قیمت نصف صاع سے بھی کم واجب ہوئی ہے تو اختیار ہے خواہ ایک مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ لے۔ اسی طرح اگر فی مسکین نصف صاع دے کر نصف صاع سے کم بچ گیا تو بھی یہی اختیار ہے کہ خواہ وہ بقیہ ایک مسکین کو دے دے یا ایک روزہ رکھ لے۔ (نصف صاع کا وزن پاکستانی موجودہ وزن کے اعتبار سے ایک قول کے موافق پونے دو سیر ہوتا ہے اور ایک قول کے موافق آدھ چھٹانک اوپر پونے دو سیر ہوتا ہے اس لئے احتیاطاً بعض نے دو سیر لکھا ہے)

مسئلہ ۸: اگر اس قیمت کے برابر ذبح کے لئے جانور تجویز کیا گیا مگر کچھ قیمت بچ گئی تو اس بقیہ میں اختیار ہے خواہ دوسرا جانور خرید لے یا اس کا غلہ دے دے یا غلہ کے حساب سے روزے رکھ لے۔

مسئلہ ۹: جس طرح قتل میں جزاء واجب ہے اسی طرح ایسے جانور کو زخمی کرنے میں بھی تخمینہ کرایا جائے گا کہ اس سے جانور کی کس قدر قیمت کم ہوگئی۔ اس مقدار قیمت میں پھر وہی تین صورتیں مذکور نمبرے جائز ہوں گی۔

مسئلہ ۱۰: محرم کو جس جانور کا شکار کرنا حرام ہے اس کا ذبح کرنا بھی حرام ہے۔ اگر اس کو ذبح کرے گا تو اس کا حکم مردار کا سا ہوگا۔

مسئلہ ۱۱: جس طرح صید یعنی شکار حرم اور احرام میں مارنا یا پکڑنا ممنوع اور حرام ہے اسی طرح اشارہ دلالت واعانت شکار میں مثل شکار کے حرام ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ شریعت مطہرہ کے احکام کی پابندی زندگی کے ہر شعبہ میں ہم کو نصیب فرما۔
ہم کسی ابتلاء اور امتحان کے قابل نہیں ہمیں ہر حال میں دین پر قائم رہنے میں ہماری مدد فرما۔
اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا

اُحِلَّ	لَكُمْ	صَيْدُ الْبَحْرِ	وَطَعَامُهٗ	مَتَاعًا	لَّكُمْ	وَلِلسَّيَّارَةِ	وَحُرِّمَ	عَلَيْكُمْ	صَيْدُ الْبَرِّ	مَا
حلال کیا گیا	تمہارے لئے	دریا کا شکار	اور اس کا کھانا	فائدہ	تمہارے لئے	اور مسافروں کیلئے	اور حرام کیا گیا	تم پر	جنگل کا شکار	جب تک

تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اُس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے فائدہ کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے

دُمْتُمْ حُرُمًا ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

دُمْتُمْ	حُرُمًا	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	الَّذِيْٓ	اِلَيْهِ	تُحْشَرُوْنَ
تم ہو	حالت احرام میں	اور ڈرو	اللہ	وہ جو	اسکی طرف	تم جمع کئے جاؤ گے

جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔

تمہارے لئے حالت احرام میں دریا یعنی پانی کا شکار پکڑنا اور اُس کا کھانا سب حلال کیا گیا ہے تمہارے نفع کے واسطے اور مسافروں کے نفع کے واسطے کہ سفر میں اُس کو توشہ بنا سکیں اور خشکی کا شکار پکڑنا یا اُس میں معین ہونا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے ڈرو جس کے پاس جمع کر کے حاضر کئے جاؤ گے۔

حالت احرام میں سمندر کے شکار کی اجازت

پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ حالت احرام میں دریا کا شکار یعنی مچھلی حلال ہے اور مچھلی پانی سے جدا ہو کر مر گئی ہو اور شکار نہ کی گئی ہو وہ بھی حلال ہے۔ اسی طرح تالاب، گڑھے، حوض وغیرہ جہاں پانی بھرا ہو اور اس میں مچھلیاں ہوں سب دریا کے حکم میں ہیں اور ان کے شکار کی اجازت ہے چاہے خود پکڑے یا دوسرے سے پکڑوائے۔ یہ اجازت ہر وقت ہے۔ ممانعت احرام میں و حرم میں صرف خشکی کے جانوروں کی ہے۔

دعا کیجئے:

یا اللہ اپنے جملہ احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ہم کو سعادت نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانیوں سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرما۔

یا اللہ حرم محترم اور خانہ کعبہ کی عزت و حرمت کی حفاظت آپ ہی نے اب تک فرمائی ہے اور کوئی دشمن دین و ایمان اپنے ابلیسانہ مقصد میں اب تک کامیاب نہ ہو سکا۔

یا اللہ آئندہ بھی آپ ہی بیت اللہ شریف کی حفاظت فرمائیں اور اس کی عظمت اور بزرگی کو بلند فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ

جَعَلَ	اللّٰهُ	الْكَعْبَةَ	الْبَيْتَ الْحَرَامَ	قِيٰمًا	لِّلنَّاسِ	وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ	وَالْهَدْيَ	وَالْقَلَآئِدَ	ذٰلِكَ
بنایا	اللہ	کعبہ	احترام والا گھر	قیام کا باعث	لوگوں کیلئے	اور حرمت والے مہینے	اور قربانی	اور پٹے پڑے ہوئے جانور	یہ

خداتعالیٰ نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربانی ہونے والے جانور کو بھی اور اُن جانوروں کو بھی جن کے گلے میں

لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾

لِتَعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	يَعْلَمُ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي الْاَرْضِ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ	
تاکہ تم جان لو	کہ	اللہ	اسے معلوم ہے	جو	آسمانوں میں	اور جو	زمین میں	اور یہ کہ	اللہ	ہر	چیز	جاننے والا	

پٹے ہوں یہ اس لئے تاکہ تم اس بات کا یقین کرو کہ بیشک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں

بیت اللہ کی عظمت

اب چونکہ حالت احرام میں اور حرم میں خشکی کے شکار کو حرام فرمایا اور تحریم اکثر نفس پر گراں ہوتی ہے۔ اس لئے اس ممانعت شکار کے حکم کی گرانی کم کرنے کے لئے بیت اللہ کی عظمت اور اس سے متعلق منافع اور مصالح کی تفصیل بیان فرمائی جاتی ہے چنانچہ دوسری آیت میں کعبہ شریف یعنی بیت اللہ کو لوگوں کے قیام کا باعث فرمایا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کعبہ شریف دینی اور دنیوی دونوں حیثیتوں سے لوگوں کے قیام کا باعث ہے۔ حج اور عمرہ تو وہ عبادات ہیں جن کا ادا کرنا براہ راست کعبہ ہی سے متعلق ہے۔ لیکن نماز کے لئے بھی استقبال قبلہ شرط ہے۔ اس طرح کعبہ لوگوں کی دینی عبادات کے قیام کا سبب ہو گیا۔ پھر حج وغیرہ کے موقع پر تمام بلاد اسلامیہ سے لاکھوں مسلمان جب وہاں جمع ہوتے ہیں تو بے شمار تجارتی، سیاسی، اخلاقی مذہبی اور روحانی فوائد حاصل کرتے ہیں۔ خدا نے اس جگہ کو "حرم آمن" بنایا۔ اس لئے انسانوں بلکہ بہت سے جانوروں تک کو وہاں رہ کر امن نصیب ہوتا ہے۔ عہد جاہلیت میں جب کہ خون ریزی اور فتنہ فساد محض معمولی بات تھی ایک آدمی اپنے باپ کے قاتل سے بھی حرم شریف میں تعرض نہ کرتا تھا۔ مادی حیثیت سے انسان یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ اس وادی غیر ذی زرع میں اتنی افراط سے سامان خورد و نوش اور نفیس قسم کے پھل اور میوے کہاں کہاں سے کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہ سب حیثیات قِيٰمًا لِّلنَّاسِ میں معتبر ہو سکتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علم الٰہی میں پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا کہ نوع انسان کے لئے اسی جگہ سے عالمگیر اور ابدی ہدایت کا چشمہ پھوٹے گا اور مصلح اعظم سید کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مولد و مسکن مبارک بننے کا شرف بھی سارے جہاں میں سے اسی خاک پاک کو حاصل ہوگا۔ ان سب وجوہ سے کعبہ کو قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کہہ سکتے ہیں کیونکہ کعبہ تمام روئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاح اخلاق، تکمیل روحانیت اور علوم ہدایت کا مرکزی نقطہ ہے اور کسی چیز کا قیام اپنے مرکز کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ بعض محققین کے نزدیک قِيٰمًا لِّلنَّاسِ کا مطلب یہ ہے کہ کعبۃ اللہ کا مبارک وجود کل عالم کے قیام اور بقا کا باعث ہے۔ دنیا کی آبادی اسی وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے۔ جس وقت خدا کا ارادہ یہ ہوگا کہ کارخانہ عالم کو ختم کیا جائے تو سب کاموں سے پہلے اسی مبارک مکان کو جسے بیت اللہ شریف کہتے ہیں اٹھالیا جائے گا جیسا کہ بنانے کے وقت بھی سب سے پہلے زمین پر پہلا مکان یہی بنایا گیا تھا۔

بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ ایک سیاہ فام حبشی عمارت کعبہ کا ایک ایک پتھر کھیٹر کر ڈال دے گا۔ جب تک خدا کو اس دنیا کا نظام قائم رکھنا منظور ہے کوئی طاقتور سے طاقتور قوم جس کا ارادہ کعبہ کو ہدم کرنا ہو اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اصحاب

فیل کا قصہ تو ہر شخص نے سنا ہے لیکن اُن کے بعد بھی ہر زمانہ میں کتنی قوموں اور شخصوں نے ایسے منصوبے باندھے ہیں اور باندھتے رہیں ہیں۔ یہ محض خدائی حفاظت اور اسلام کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے کہ باوجود سامان اور اسباب ظاہرہ کے کمی اور فقدان کے آج تک کوئی شخص اس ابلیسانہ مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا اور نہ ہوسکے گا۔ اور جب عمارت کعبہ کے گرادینے میں قدرت کی طرف سے مزاحمت نہ رہے گی تو سمجھ لو کہ عالم کی ویرانی کا حکم آن پہنچا۔ دنیا کی حکومتیں اپنے دارالسلطنت اور قصر شاہی کی حفاظت کے لئے لاکھوں سپاہی کٹوادیتی ہیں لیکن کبھی اگر خود ہی قصر شاہی کو کسی مصلحت سے تبدیل یا ترمیم کرنا چاہیں تو معمولی مزدوروں سے اُس کے گرادینے کا کام لے لیا جاتا ہے۔ بہر حال اس آیت میں احکام محرم بیان فرمانے کے بعد کعبہ شریف کی عظمت و حرمت بیان کرنا مقصود ہے۔ پھر کعبہ اور احرام کی مناسبت سے شہر حرام۔ ہدی۔ اور قلائد کا بھی ذکر فرمایا۔

محترم مہینے اور قربانی کے جانور وغیرہ

شَهْرَ الْحَرَامَ یعنی عزت اور عظمت کا مہینہ جس سے عام مفسرین نے مراد ذی الحجہ کا مہینہ لیا ہے جسمیں حج کے ارکان و اعمال ادا کئے جاتے ہیں۔

ھدی اس جانور کو کہا جاتا ہے جس کی قربانی حرم شرف میں کی جائے ایسے جانور جس شخص کے ساتھ ہوتے ایام جاہلیت میں بھی عام عرب کا معمول تھا کہ اس کو کچھ نہ کہتے تھے اور وہ لوٹ مار سے محفوظ امن و امان کے ساتھ سفر کرتا اور اپنا مقصد پورا کرتا۔

قلائد جمع ہے قلادہ کی جس کے معنیٰ ہیں گلے کا ہار۔ ایام جاہلیت میں عرب میں رسم تھی کہ جو شخص حج کے لئے نکلتا تو اپنے گلے میں ایک ہار بطور علامت کے ڈال لیتا تھا تا کہ اس کو دیکھ کر لوگ سمجھ لیں کہ یہ حج کے لئے جارہا ہے کوئی تکلیف نہ پہنچائیں۔ اسی طرح قربانی کے جانوروں کے گلے میں بھی اس طرح کے ہار ڈالے جاتے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حج کو جانے والوں کے گلے میں جو ہار ڈالنے کی رسم ہے یہ ایام جاہلیت کی یاد ہے اور اسی وجہ سے اہل اللہ متقی پرہیزگار اور دین دار حضرات اس کو خلاف سنت ہونے کے باعث ناپسند کرتے ہیں۔

یہ تینوں چیزیں بھی یعنی **شھر حرام ھدی اور قلائد** بیت اللہ ہی کے متعلقات میں سے ہیں۔ ان کا احترام بھی بیت اللہ ہی کے احترام کا ایک شعبہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ بیت اللہ اور اس کے متعلقات کو اللہ تعالیٰ نے پورے عالم کے لئے لوگوں کے قیام اور بقاء کا سبب بنادیا ہے اسی لئے آیت کے اخیر میں ارشاد فرمایا ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ یعنی ہم نے بیت اللہ کو اور اس کے متعلقات کو لوگوں کے لئے ذریعہ امن و امان اور قیام و بقا بنا دیا ہے جس کا مشاہدہ اہل عرب خصوصیت کے ساتھ کرتے رہتے ہیں یہ اس لئے کہا گیا کہ سب لوگ یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کی ہر چیز کو پورا پورا جانتے ہیں اور وہی اس کا انتظام کرسکتے ہیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنے جملہ احکام کی اطاعت اور فرمانبرداری کی ہم کو سعادت نصیب فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانیوں سے کامل طور پر بچنے کا عزم نصیب فرما۔ یا اللہ حرم محترم اور خانہ کعبہ کی عزت و حرمت کی حفاظت آپ ہی نے اب تک فرمائی ہے اور کوئی دشمن دین و ایمان اپنے ابلیسانہ مقصد میں اب تک کامیاب نہ ہوسکا۔ یا اللہ آئندہ بھی آپ ہی بیت اللہ شریف کی حفاظت فرمائیں اور اس کی عظمت اور بزرگی کو بلند فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

9

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۚ وَاللّٰهُ

اِعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	مَا	عَلَى الرَّسُوْلِ	اِلَّا الْبَلٰغُ	وَاللّٰهُ
جان لو	کہ	اللہ	سخت	عذاب	اور یہ کہ	اللہ	بخشنے والا	مہربان	نہیں	رسول پر۔ رسول کے ذمے	مگر پہنچا دینا	اور اللہ

تم یقین جان لو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں۔ رسول کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ

يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ۝ قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ

يَعْلَمُ	مَا تُبْدُوْنَ	وَمَا	تَكْتُمُوْنَ	قُلْ	لَا يَسْتَوِى	الْخَبِيْثُ	وَالطَّيِّبُ	وَلَوْ	اَعْجَبَكَ	كَثْرَةُ	الْخَبِيْثِ
وہ جانتا ہے	جو تم ظاہر کرتے ہو	اور جو	تم چھپاتے ہو	کہہ دیجئے	برابر نہیں	ناپاک	اور پاک	خواہ	تمہیں اچھی لگے	کثرت	ناپاک

سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔ آپ فرما دیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

فَاتَّقُوْا	اللّٰهَ	يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
سو ڈرو	اللہ	اے عقل والو	تاکہ تم	تم فلاح پاؤ

تو خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو۔

نجات و بھلائی احکام الٰہی پر عمل میں ہے

گذشتہ آیات میں مختلف احکام ارشاد ہوئے تھے۔ اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو احکام حالت احرام یا احترام کعبہ و حرم وغیرہ کے متعلق دیئے گئے ہیں۔ عین حکمت و مصلحت ہیں۔ ان کی تعمیل ہی میں خیر ہے۔ ان کی خلاف ورزی سخت وبال و عذاب ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ انسانی بھول اور غفلت سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے: تو اللہ تعالیٰ فوراً عذاب نہیں دیتے بلکہ توبہ کرنے والوں اور شرمندہ ہونے والوں کے لئے مغفرت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے بھول چوک سے کچھ تقصیر ہو جائے پھر کفارہ وغیرہ سے اس کی تلافی کر لو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان بھی ہے آگے بتلایا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ تو اتنا ہی کام ہے کہ اللہ کے احکام مخلوق کو پہنچا دیں پھر وہ مانیں یا نہ مانیں۔ اس کا نفع ضرر انہی کو پہنچتا ہے ان کی نافرمانی سے اللہ کے رسول کا کچھ نقصان نہیں اور یہ بھی سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی فریب نہیں دیا جا سکتا۔ وہ تمہارے ظاہر و باطن اور کھلے و چھپے ہر کام سے واقف ہے۔ خدا کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کا قانون اور پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا اور خدا کی حجت بندوں پر تمام ہو چکی۔ اب ظاہر و باطن میں جیسا عمل کرو گے وہ سب خدا کے سامنے ہے۔ حساب و جزا کے وقت ذرہ ذرہ تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

آخری آیت کا شان نزول:

بعض روایات میں ہے کہ جب اسلام میں شراب کو حرام اور اس کی خرید و فروخت کو بھی ناجائز اور ممنوع قرار دے دیا گیا تو ایک صاحب نے جن کا کاروبار شراب فروشی کا تھا اور اس ذریعہ سے جو کچھ مال دولت انہوں نے جمع کر رکھا تھا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ مال جو شراب کی تجارت سے میرے پاس جمع ہوا ہے اگر میں اس کو کسی نیک کام میں خرچ کروں تو کیا وہ میرے لئے مفید ہوگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس کو حج یا جہاد وغیرہ میں بھی خرچ کرو گے تو وہ اللہ کے

نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی قیمت نہ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ پاک اور حلال چیز کے سوا کسی چیز کو قبول نہیں فرماتے۔

حلال مال کی برکت

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب سابق امراء کے زمانہ کے عائد کئے ہوئے ناجائز ٹیکس بند کئے اور جن لوگوں سے ناجائز طور پر اموال لئے گئے وہ واپس کئے اور سرکاری بیت المال خالی ہوگیا اور آمدنی بہت محدود ہوگئی تو ایک صوبہ کے گورنر نے ان کی خدمت میں لکھا کہ بیت المال خالی ہوگیا۔ آمدنی بہت گھٹ گئی فکر ہے کہ حکومت کے کاروبار کس طرح چلیں گے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جواب میں یہی قرآنی آیت تحریر فرمادی لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ اور لکھا کہ تم سے پہلے لوگوں نے ظلم و جور کے ذریعہ جتنا خزانہ بھرا تھا تم اس کے بالمقابل عدل وانصاف قائم کر کے اپنے خزانہ کو کم کرلو اور کوئی پروانہ کرو۔ ہماری حکومت کے کام اسی کم مقدار سے پورے ہوں گے۔

اخیر میں اہل عقل کو خطاب فرما کر فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ کی نصیحت فرمائی جاتی ہے یعنی اے عقل والو اللہ سے ڈرو تا کہ تم کو فلاح نصیب ہو جس میں اشارہ فرما دیا کہ عقلمند دراصل وہی ہے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نجات وفلاح کے حاصل کرنے والے ہیں۔

حق وباطل کا معیار کثرت وقلت نہیں ہے

آخری آیت سے صاف معلوم ہوا کہ دنیا میں پاک کم اور ناپاک زیادہ رہیں گے اور اگر دنیا کے ہر طبقہ کے حالات پر غور سے نظر ڈالی جائے تو سارے عالم میں بھلائی کی تعداد و مقدار کم اور برائی کی تعداد میں کثرت نظر آئے گی۔ ایمان کے مقابلہ میں کفر، تقویٰ وطہارت اور امانت کے مقابلہ میں فسق وفجور، عدل وانصاف کے مقابلہ میں ظلم وجور، علم کے مقابلہ میں جہل۔ عقل کے مقابلہ میں بے عقلی کی کثرت کا مشاہدہ ہوگا جس سے اس کا یقین لازمی ہو جاتا ہے کہ کسی چیز یا کسی جماعت کی تعدادی کثرت اس کے اچھے یا حق پر ہونے کی قطعاً دلیل نہیں ہوسکتی بلکہ کسی چیز کی اچھائی اور بہتری اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر موقوف ہے۔ اگر چہ ناپاک ہر طرف پھیل جائے اور لوگ اسے بکثرت کرنے لگیں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اچھی بھی ہو جائے گی۔ کسی چیز کا اچھا برا ہونا محض اللہ کے حکم پر موقوف ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم سے گذشتہ میں جو کوتاہیاں سرزد ہو چکی ہیں ان پر ہم کو توبہ واستغفار کی توفیق عطا فرما کر ہماری تقصیرات سے درگزر فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو حلال اور طیب کو اختیار کرنے کی توفیق نصیب ہو اور ناپاک اور حرام سے کامل طور پر بچنے کا عزم عطا فرمایئے۔

یا اللہ خبیث چیزوں کی کثرت سے ہم مرعوب نہ ہوں۔ ان سے ہماری حفاظت فرمایئے اور ہمیں ہر معاملہ میں انجام آخرت سامنے رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَسْـَٔلُوْا	عَنْ	اَشْيَآءَ	اِنْ تُبْدَ	لَكُمْ	تَسُؤْكُمْ	وَاِنْ	تَسْـَٔلُوْا	عَنْهَا	حِيْنَ
اے	ایمان والے	نہ پوچھو	سے متعلق	چیزیں	جو ظاہر کی جائیں	تمہارے لئے	تمہیں بُری لگیں	اور اگر	تم پوچھو گے	انکے متعلق	جب

اے ایمان والو ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کردی جاویں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں اُن باتوں کو پُوچھو گے تو تم سے ظاہر کردی

يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ

يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ	تُبْدَ لَكُمْ	عَفَا اللّٰهُ	عَنْهَا	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	حَلِيْمٌ	قَدْ سَاَلَهَا	قَوْمٌ	مِنْ قَبْلِكُمْ
نازل کیا جارہا ہے قرآن	ظاہر کردی جائینگی تمہارے لئے	اللہ نے درگزر کی	اس سے	اور اللہ	بخشنے والا	بُردبار	اس کے متعلق پوچھا	ایک قوم	تم سے قبل

جاویں گی سوالات گذشتہ اللہ تعالیٰ نے معاف کردیئے، اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑے حلم والے ہیں۔ ایسی باتیں تم سے پہلے اور لوگوں نے بھی پوچھی تھیں

ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾

ثُمَّ	اَصْبَحُوْا	بِهَا	كٰفِرِيْنَ
پھر	وہ ہوگئے	اس سے	انکار کرنے والے (منکر)

پھر اُن باتوں کا حق نہ بجالائے۔

فضول سوالات سے پرہیز کرنے کا حکم

ان آیات زیر تفسیر میں غیر ضروری اور لایعنی سوالات سے ممانعت فرمائی جاتی ہے اور تنبیہ فرمائی جاتی ہے کہ اول تو ایمان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ادب کو ملحوظ رکھا جائے اس لئے لایعنی اور فضول سوال کرنا جرات اور جسارت اور گستاخی ہے اور سراسر خلاف ادب ہے۔ جو حکم آجائے اس پر عمل کرو۔ جو نہ آئے خاموش رہو۔ علاوہ ازیں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں موجود ہیں اور نزول وحی کا سلسلہ جاری ہے اس وقت تک اگر تم کوئی بات پوچھو گے تو اس کا جواب تم کو ضرور دیا جائے گا۔ پس تمہارے سوال کے بعد ممکن ہے کہ اللہ کے رسول جواب میں ایسی بات بیان کریں جو تمہارے لئے باعث ناگواری اور موجب شرمساری ہو یا سبب گرانی ہو کہ تمہارے سوال کی وجہ سے وہ چیز تم پر فرض ہوجائے اور پھر تم کو اس پر عمل کرنا دشوار ہو۔ تو یہ سخت شرم کی بات ہوگی کہ جو چیز خود مانگ کرلی ہے اس کو نبھا نہ سکیں اور سہولت واباحت ختم ہوجائے اور تم مشقت میں پڑجاؤ۔ جس طرح حلال وحرام کے بارہ میں شارع علیہ السلام کا بیان موجب ہدایت وبصیرت ہے۔ اس کا سکوت بھی ذریعہ رحمت وسہولت ہے۔ خدا نے جس چیز کو کمال حکمت وعدل سے حلال یا حرام کردیا وہ حلال یا حرام ہوگئی اور جس میں سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی۔ اب اگر ایسی چیزوں کے متعلق خوامخواہ کھود کرید اور بحث وسوال کا دروازہ کھولا جائے گا تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جوابات میں بحالیکہ قرآن شریف کے نزول کا زمانہ جاری ہے بعضے ایسے احکام نازل ہوجائیں جن کے بعد تمہاری سہولت ختم ہوجائے اور آزادی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ لہٰذا زمانہ نزول وحی میں اس قسم کے فضول سوالات سے غایت درجہ احتیاط ضروری ہے۔

شانِ نزول

بعضے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے کہ میرا باپ کون ہے؟ چنانچہ ایک شخص کے نسب میں لوگوں کو شبہ تھا اس لئے یہ سوال کیا تھا۔ کوئی پوچھتا کہ میری اونٹنی گم ہوگئی ہے وہ کہاں ہے؟ اور جب حج کی فرضیت نازل ہوئی تو ایک صحابی نے سوال کیا کہ کیا ہر سال ہمارے ذمہ حج فرض ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور ان کے سوال کا جواب نہ دیا۔ تو مکرر سوال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی سکوت فرمایا۔ انہوں نے تیسری مرتبہ پھر سوال کیا تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ اگر میں تمہارے جواب میں یہ کہہ دیتا کہ

ہاں ہر سال فرض ہے تو ایسا ہی ہو جاتا اور پھر تم اس کو پورا نہ کر سکتے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جن چیزوں کے متعلق میں تمہیں کوئی حکم نہ دوں ان کو اسی طرح رہنے دو۔ ان میں کھید کرید کر کے سوالات نہ کرو۔ تم سے پہلے بعض امتیں اسی کثرت سوال کے ذریعہ ہلاک ہو چکی ہیں۔ کہ جو چیزیں اللہ اور اس کے رسول نے فرض نہیں کی تھیں سوال کر کر کے ان کے فرض کرالیا اور پھر اس کی خلاف ورزی میں مبتلا ہو گئے۔ تمہارا کام یہ ہونا چاہئے کہ جس کام میں حکم دوں اس کو مقدور بھر پورا کرو اور جس چیز سے منع کر دوں اس کو چھوڑ دو۔ (مراد یہی ہے کہ جن چیزوں سے سکوت کیا جائے ان کے متعلق کھود کرید نہ کرو)

فضول سوال کی وجہ سے سابقہ امتوں پر مشقت

قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال کی بدولت بہت سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو چکی ہیں۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے گائے کی تشریح میں لایعنی سوالات کئے اور سختی میں مبتلا ہوئے جس کا بیان سورۂ بقرہ میں گزر چکا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے آپ سے سوال کیا کہ پتھر سے اونٹنی نکالو۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کا سوال پورا کر دیا اور وہ اس معجزہ کے منکر ہوئے اور اونٹنی کو قتل کر ڈالا تو پھر پوری قوم پر عذاب آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم نے مائدہ کا سوال کیا اور پھر اس کی ناشکری کی تو اس کا انجام بد بھگتا۔

اب بھی فضول سوالات وتحقیقات ممنوع ہیں

یہاں آیت میں جو یہ جملہ ارشاد فرمایا گیا اِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ یعنی نزول قرآن کے زمانہ میں اگر تم ایسے سوالات کرو گے تو بذریعہ وحی ان کا جواب آ جائے گا تو اس میں نزول قرآن کے زمانہ کے ساتھ مقید کر کے فضول سوالات کی ممانعت فرمائی گئی۔ ختم نبوت اور سلسلہ وحی کے انقطاع کے بعد ایسے سوالات کا اگرچہ یہ اثر نہ ہوگا کہ نئے احکام آ جائیں جو چیزیں فرض نہیں ہیں وہ فرض ہو جائیں یا بذریعہ وحی کسی کا خفیہ راز آشکارا ہو جائے لیکن بے ضرورت سوالات گھڑ گھڑ کر ان کی تحقیقات میں پڑنا یا بے ضرورت چیزوں کے متعلق سوالات کرنا بعد انقطاع نبوت کے بھی مذموم اور ممنوع ہی رہے گا کیونکہ اس میں اپنا اور دوسروں کا وقت ہی ضائع کرنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **من حسن اسلام المرء ترکه' مالا یعنیه** یعنی مسلمان ہونے کی ایک خوبی یہ ہے کہ آدمی فضول باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمان جو بالکل فضول چیزوں کی تحقیق میں لگے رہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا کیا نام تھا اور نوح علیہ السلام کی کشتی کا طول وعرض کیا تھا جن کا کوئی اثر انسان کے عمل پر نہیں ایسے سوالات کرنا مذموم ہے۔ خصوصاً جبکہ یہ بھی معلوم ہو کہ ایسے سوالات کرنے والے حضرات اکثر ضروری اور اہم مسائل دین سے بے خبر ہوتے ہیں فضول کاموں میں پڑنے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ آدمی ضروری کاموں سے محروم ہو جاتا ہے رہا یہ معاملہ کہ حضرات فقہا نے خود ہی بہت سی مفروضہ صورتیں مسائل کی نکال کر اور سوالات قائم کر کے ان کے احکام بیان کر دیئے ہیں سو یہ بے ضرورت چیز نہ تھی۔ آنے والے واقعات نے بتلا دیا کہ آئندہ نسلوں کو اس کی ضرورت تھی۔ اس لئے وہ فضول اور لایعنی سوالات نہ تھے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنے جملہ احکام کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرمائیے۔

یا اللہ گذشتہ امتوں کے حالات سے ہم کو عبرت و سبق حاصل کرنے کی توفیق نصیب ہو اور لایعنی باتوں اور کاموں سے بچنا نصیب ہو۔ یا اللہ ہمیں اپنی رضا کے کاموں اور باتوں میں لگا رہنے کی توفیق میسر ہو اور بے کار فضول باتوں اور کاموں کو چھوڑ دینے کی ہدایت نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ

مَا جَعَلَ	اللّٰهُ	مِنْ بَحِيْرَةٍ	وَّلَا	سَآئِبَةٍ	وَّلَا	وَصِيْلَةٍ	وَّلَا حَامٍ	وَّلٰكِنَّ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	يَفْتَرُوْنَ
نہیں بنایا	اللہ	بحیرہ	اور نہ	سائبہ	اور نہ	وصیلہ	اور نہ حام	اور لیکن	جن لوگوں نے کفر کیا	وہ بہتان باندھتے ہیں

اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں،

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ

عَلَى اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَ	اَكْثَرُهُمْ	لَا يَعْقِلُوْنَ	وَاِذَا	قِيْلَ	لَهُمْ	تَعَالَوْا	اِلٰى	مَآ	اَنْزَلَ اللّٰهُ	وَاِلَى	الرَّسُوْلِ
اللہ پر	جھوٹے	اور	ان کے اکثر	نہیں رکھتے عقل	اور جب	کہا جائے	ان سے	آؤ تم	طرف	جو	اللہ نے نازل کیا	اور طرف	رسول

اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں اُن کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو

قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾

قَالُوْا	حَسْبُنَا	مَا وَجَدْنَا	عَلَيْهِ	اٰبَآءَنَا	اَوَلَوْ كَانَ	اٰبَآؤُهُمْ	لَا	يَعْلَمُوْنَ	شَيْئًا	وَّلَا يَهْتَدُوْنَ
وہ کہتے ہیں	ہمارے لئے کافی	جو ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا	کیا خواہ ہوں	انکے باپ دادا	نہ	جانتے	کچھ	اور نہ ہدایت یافتہ ہوں

تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا ہے۔ کیا اگرچہ اُن کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔

رسم پرستی کی ممانعت

ایام جاہلیت میں اسلام سے کئی سو سال قبل مکہ میں جاہل مشرکوں نے بغیر حکم خداوندی اپنی طرف سے بہت سے بے اصل مراسم ایجاد کر کے اپنی طرف سے چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی تھیں۔ اور ان کو مذہب کا جزو قرار دے کر دین ابراہیمی میں ترمیم کر لی تھی اور ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنی ان مشرکانہ رسوم کو حق تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کا ذریعہ تصور کرتے تھے اور ان مراسم کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے ان آیات میں اس کا بھی رد فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ رسوم ہرگز مقرر نہیں کیں۔ یہ محض افتراء ہے ان کے بڑوں نے اللہ پر یہ بہتان باندھا ہے اور اکثر بے عقل عوام نے اسے قبول کر لیا ہے۔ اور جب ان جاہل مشرکوں سے کہا جاتا ہے کہ اس کو ترک کر کے اللہ اور اس کے رسول کا بتلایا ہوا طریقہ اختیار کرو تو جواب میں سب سے بڑی حجت ان کی یہی ہوتی ہے کہ جو کام باپ دادا سے ہوتا آیا ہے اس کے خلاف کیسے کریں۔ اس پر ان کو بتلایا گیا کہ اگر تمہارے اسلاف بے عقلی یا بے راہی سے ہلاکت کے گڑھے میں جا گرے ہوں تو کیا تم بھی انہی کے راہ چلو گے۔ تقلید اور پیروی تو ایسے کی کرنی چاہیے جو علم و ہدایت پر ہو اور تمہارے آباء اور اجداد تو جاہل اور گمراہ تھے۔ انہیں حق و باطل کی کوئی تمیز نہ تھی تو ان کے پیچھے کیوں چلتے ہو۔

مشرکین کی چار رسوم اور ان کا باطل ہونا

یہاں کفار و مشرکین عرب کے چار رسوم بد یعنی **بحیرہ**، **سائبہ**، **وصیلہ** اور **حام** کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ سب زمانہ جاہلیت کی رسوم و شعائر سے متعلق ہیں۔ **بحیرہ** اس جانور کو کہتے تھے جس کا دودھ بتوں کے نام پر وقف کر دیا جاتا تھا۔ دوسرا کوئی اپنے کام میں نہ لاتا۔ **سائبہ** اس جانور کو کہتے تھے جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیئے جاتے تھے اور کوئی کام اس سے نہیں لیتے تھے۔ **وصیلہ** اس اونٹنی کو کہتے تھے جس کے بچہ مسلسل مادہ ہوتے تھے۔ ایسی اونٹنی کو متبرک سمجھ کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ **حام** اس نر اونٹ کو کہتے تھے جس کی نسل سے متواتر دس بچے پیدا ہو جاتے تھے۔ ایسے اونٹ کو بھی کام کاج سے سبکدوش کر کے بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔ نہ ایسے جانوروں سے سواری لیتے نہ ان کو ذبح کرتے نہ ان پر بوجھ لادتے۔ نہ ان کو کسی پانی اور چراگاہ سے

روکتے وہ جہاں چاہتے چرتے پھرتے نہ ان کا دودھ حلال سمجھتے۔ یہ رسمیں مشرکین عرب میں مدتوں سے چلی آتی تھیں اور ان کی نسبت ان کا یہ اعتقاد تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان رسموں کو مشروع کیا ہے۔ اس کی تردید فرمائی گئی۔ کہ یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان رسموں کو ہرگز مشروع نہیں کیا کہ جس جانور کے گوشت یا دودھ یا سواری وغیرہ سے منتفع ہونے کو حق تعالیٰ نے جائز رکھا اس کی حلت پر اپنی طرف سے قیود لگانا اور اپنی رائے سے حلال و حرام تجویز کرنا یہ تو گویا اپنے لئے منصب تشریع تجویز کرنا ہوا جس کا کسی کو حق نہیں۔

جاہل آباؤ اجداد کی پیروی کی ممانعت

یہاں دوسری آیت میں اسلام کی ایک اصولی تعلیم نہایت لطیف انداز میں بتلائی گئی کہ اسلام چاہتا ہے کہ جو کچھ اللہ اور اس کا رسول کہے اس پر عمل کیا جائے۔ باپ دادا کے طریقہ اور رسم و رواج اگر اللہ اور رسول کے احکام کے خلاف ہوں تو انہیں بالکل نظر انداز کر دیا جائے اور چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ ان طریقوں اور رسموں کے اچھا ہونے کی کوئی دلیل نہیں اور اللہ اور اس کا رسول جو کہتے ہیں اس کی دلیل موجود ہے اور اس کیساتھ ہی کامیابی اور نجات کی ذمہ داری بھی ہے۔ اس لئے شریعت کے کسی حکم کے مقابلہ میں یہ کہنا کہ یہ بات ہمارے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے اسے کیسے چھوڑ دیں سراسر لغو۔ بالکل لچر' بے عقلی اور جہالت کی بات ہے اور اس کی لغویت ظاہر کرنے کے لئے قرآن کریم نے یہ دلیل دی کہ کوئی ان بے عقلوں سے یہ تو پوچھے کہ تمہارے باپ دادا کا اصلی باتوں سے ناواقف ہونا ممکن ہے یا نہیں؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ انہیں ٹھیک راستہ کا پتہ ہی نہ چلا ہو تو کیا ایسی حالت میں بھی تم ان ہی کے پیچھے چلنا پسند کرو گے۔ یہ بات تو عقل کے خلاف ہے آدمی کو اچھے برے پر خود بھی غور کرنا چاہیے۔ محض آبا و اجداد کے رسوم کی پیروی اور بغیر سوچے سمجھے اور بغیر دلیل کے ان کی رفتار زندگی اور راہ عمل کو حق جان لینا گمراہی ہے۔ ایسی کورانہ اور اندھی تقلید کی آیت سے ممانعت صاف ظاہر ہے۔

مجتہد حضرات کی تقلید ممنوع نہیں ہے

ارشاد فرمایا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (اگر چہ ان کے بڑے دین کی نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ کسی آسمانی کتاب کی ہدایت رکھتے ہوں)۔ غور کرنے کے لئے قرآن کے اس ایک جملہ نے کسی شخص یا جماعت کی اقتداء کرنے کا ایک صحیح اصول بیان کر کے اندھوں کے لئے بینائی کا اور جاہل و غافل کے لئے انکشاف حقیقت کا مکمل سامان فراہم کر دیا ہے۔ وہ یہ کہ یہ بات تو معقول ہے کہ نہ جاننے والے جاننے والوں کی ناواقف لوگ واقف کاروں کی پیروی کریں۔ جاہل آدمی عالم کی اقتدا کرے لیکن یہ کوئی معقول بات نہیں کہ علم و عقل اور ہدایت کے معیار سے ہٹ کر اپنے باپ دادا یا کسی بھائی بند کی اقتدا کو اپنا طریقہ کار بنا لیا جائے۔ قرآن کریم کے اس جملہ نے سب کو ایک واضح حکمت کا سبق دیا کہ ان میں سے کوئی چیز مقتدا و پیشوا بنانے کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ بلکہ ہر انسان پر سب سے پہلے تو یہ لازم ہے کہ اپنی زندگی کا مقصد اور اپنے سفر کا رخ متعین کرے۔ پھر اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ دیکھے کہ کون ایسا انسان ہے جو اس مقصد کا راستہ جاننے والا بھی ہو اور اس راستہ پر چل بھی رہا ہو۔ جب کوئی ایسا انسان مل جائے تو بے شک اس کے پیچھے لگ لینا اس کو منزل مقصود پر پہنچا سکتا ہے۔

یہی حقیقت ہے ائمہ مجتہدین کی تقلید کی کہ وہ دین کو جاننے والے بھی ہیں اور اس پر عمل پیرا بھی۔ اس لئے نہ جاننے والے ان کا اتباع کر کے دین کے مقصد یعنی اتباع خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل کر سکتے ہیں۔

قرآن کریم کے اس جملہ نے اقتدا کا نہایت معقول اور واضح معیار دو چیزوں کو بنایا ہے۔ علم اور اہتدا علم سے مراد منزل مقصود اور اس تک پہنچنے کے طریقوں کا جاننا ہے۔ اہتداء سے مراد اس مقصد کی راہ چلنا یعنی صحیح علم پر عمل مستقیم۔

دعا کیجئے: یا اللہ گمراہ مقتدا اور لیڈروں کا اتباع جو اس ملک اور قوم کی خرابی کا سب سے بڑا سبب بنا ہے اس سے قوم کو بچنا نصیب فرمایئے۔ اور اپنی رحمت سے اس ملک اور قوم کو صاحب فہم و عقل اور دین دار مقتدا اور رہبران نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ

يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	عَلَيْكُمْ	اَنْفُسَكُمْ	لَا يَضُرُّكُمْ	مَّنْ	ضَلَّ	اِذَا	اهْتَدَيْتُمْ	اِلَى اللّٰهِ	مَرْجِعُكُمْ
اے	ایمان والے	تم پر	اپنی جانیں	نہ نقصان پہنچائے گا	جو	گمراہ ہوا	جب	ہدایت پر ہو	اللہ کی طرف	تمہیں لوٹنا ہے

اے ایمان والو اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں، اللہ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے

جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

جَمِيْعًا	فَيُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
سب	پھر وہ تمہیں جتلا دے گا	جو	تم کرتے تھے

وہ تم سب کو جتلا دیں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے۔

کافروں کی ضد اور ہٹ دھرمی سے تمہیں کوئی نقصان نہیں ہے

گذشتہ یات میں رسم پرست کفار کی ایک جہالت کا ذکر تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو۔ حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھو تو وہ جواباً کہتے ہم کو ان احکام اور رسول کی ضرورت نہیں ہم کو تو اپنے باپ دادوں کا طریقہ کافی ہے۔ تو کفار کی یہ جہالت اور ایسی ایسی جہالتیں ان کی بکثرت تھیں۔ جن کو سن کو مومنین کو رنج وافسوس ہوتا اس لئے مومنین کو اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ کفار رسوم شرکیہ اور آباء واجداد کی اندھی تقلید سے باوجود اس قدر نصیحت اور فہمائش کے باز نہیں آتے تو تم زیادہ ان معاندین کی فکر میں مت پڑو۔ تم اپنی اصلاح اور ہدایت کی فکر کرو۔ کسی کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔ سیدھی راہ یہی ہے کہ آدمی ایمان وتقویٰ اختیار کرے۔ خود برائی سے رکے اور دوسروں کو روکنے کی امکانی کوشش کرے۔ پھر بھی لوگ اگر برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ سب اگلے پچھلے جب خداوند قدوس کے سامنے پیش ہوں گے تب ہر ایک کو اپنا عمل اور انجام نظر آ جائے گا۔

نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا ضروری ہے

آیت کا یہ مطلب نہیں کہ کسی کو برا کام کرتے دیکھا جائے تو اس کو منع نہ کیا جائے کہ ہمیں اس کی برائی کیا نقصان کرے گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرو اس کے بعد بھی اگر کوئی ضد وعناد اور ہٹ دھرمی سے اپنی گمراہی پر جما رہے تو پھر اس کی گمراہی تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی کیونکہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر چکے۔

حضرت قیس ابی حازمؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک خطبہ کے دوران حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ لوگو! تم یہ آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ پڑھتے ہو اور اس کا مطلب غلط سمجھتے ہو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری نہیں حالانکہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو لوگ کوئی گناہ ہوتا ہوا دیکھیں اور مقدور بھر اس کو روکنے کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجرموں کے ساتھ ان دوسرے لوگوں کو بھی عذاب عام میں پکڑ لے۔

دعا کیجئے: یا اللہ اسلام وایمان پر ہم کو استقامت نصیب فرمائیے اور ہر حال میں شریعت مطہرہ کے احکام کی پابندی نصیب فرمائیے۔ یا اللہ اس وقت اس ملک اور قوم میں جو خلاف شرع رسوم جاری اور ساری ہیں ان کے اصلاح کی توفیق ہماری قوم کو نصیب فرمائیے۔ یا اللہ ایسے غلط کاروں کو ہم کو مقدور بھر حق کی تبلیغ وتعلیم نصیحت وخیر خواہی سے سمجھانے کی توفیق وصلاحیت عطا فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ

يَاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	شَهَادَةُ	بَيْنِكُمْ	اِذَا	حَضَرَ	اَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ	حِيْنَ	الْوَصِيَّةِ	اثْنٰنِ	ذَوَا عَدْلٍ
اے	ایمان والے	گواہی	تمہارے درمیان	جب	آئے	تم میں سے کسی کو	موت	وقت	وصیت	دو	انصاف والے (معتبر)

اے ایمان والوتمہارے آپس میں دو شخص وصی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کوموت آنے لگے جب وصیت کرنے کا وقت ہووہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں

مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ

مِنْكُمْ	اَوْ	اٰخَرٰنِ	مِنْ	غَيْرِكُمْ	اِنْ	اَنْتُمْ	ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ	فَاَصَابَتْكُمْ	مُصِيْبَةُ	الْمَوْتِ
تم سے	یا	اور دو	سے	تمہارے سوا	اگر	تم	سفر کر رہے ہو + زمین میں	پھر تمہیں پہنچے	مصیبت	موت

اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جاوے

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِىْ بِهٖ ثَمَنًا

تَحْبِسُوْنَهُمَا	مِنْ بَعْدِ	الصَّلٰوةِ	فَيُقْسِمٰنِ	بِاللّٰهِ	اِنِ	ارْتَبْتُمْ	لَا نَشْتَرِىْ	بِهٖ	ثَمَنًا
ان دونوں کو روک لو	بعد	نماز	دونوں قسم کھائیں	اللہ کی	اگر	تمہیں شک ہو	ہم مول نہیں لیتے	اسکے عوض	کوئی قیمت

اگر تم کو شبہ ہو تو ان دونوں کو بعد نماز روک لو پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے

وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا

وَلَوْكَانَ	ذَا قُرْبٰى	وَلَا نَكْتُمُ	شَهَادَةَ	اللّٰهِ	اِنَّا	اِذًا	لَمِنَ	الْاٰثِمِيْنَ	فَاِنْ	عُثِرَ	عَلٰى	اَنَّهُمَا
خواہ ہوں	رشتہ دار	اور ہم نہیں چھپاتے	گواہی	اللہ	بیشک ہم	اس وقت	سے	گنہ گاروں	پھر اگر	خبر ہو جائے	اس پر	کہ وہ دونوں

اگرچہ کوئی قرابتدار بھی ہوتا اور اللہ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے ہم اس حالت میں سخت گنہگار ہوں گے۔ پھر اگر اسکی اطلاع ہو

اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ

اسْتَحَقَّا	اِثْمًا	فَاٰخَرٰنِ	يَقُوْمٰنِ	مَقَامَهُمَا	مِنَ	الَّذِيْنَ	اسْتَحَقَّ	عَلَيْهِمُ	الْاَوْلَيٰنِ	فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ
دونوں سزاوار ہوئے	گناہ	تو دو اور	کھڑے ہوں	ان کی جگہ	سے	وہ لوگ	حق مارنا چاہا	اُن پر	سب سے زیادہ قریب	پھر وہ قسم کھائیں اللہ کی

کہ وہ دونوں وصی کسی گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ

لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٧﴾ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ

لَشَهَادَتُنَا	اَحَقُّ	مِنْ	شَهَادَتِهِمَا	وَمَا	اعْتَدَيْنَا	اِنَّا	اِذًا	لَمِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	ذٰلِكَ	اَدْنٰى	اَنْ
کہ ہماری گواہی	زیادہ صحیح	سے	ان دونوں کی گواہی	اور نہیں	ہم نے زیادتی کی	بیشک ہم	اس صورت میں	البتہ سے	ظالم (جمع)	یہ	زیادہ قریب	کہ

دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں خدا کی قسم کھاویں کہ بالیقین ہماری یہ قسم اُن دونوں کی اُس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم نے ذرا تجاوز

يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

يَّاْتُوْا	بِالشَّهَادَةِ	عَلٰى	وَجْهِهَآ	اَوْ	يَخَافُوْٓا	اَنْ	تُرَدَّ	اَيْمَانٌ	بَعْدَ	اَيْمَانِهِمْ	وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وہ لائیں (ادا کریں)	گواہی	پر	اس کا رُخ (صحیح طریقہ)	یا	وہ ڈریں	کہ رَد کردی جائے گی	قسم	بعد	اُن کی قسم	اور ڈرو	اللہ

نہیں کیا ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے۔ یہ بہت قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ اُلٹی پڑے

وَاسْمَعُوْا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

وَاسْمَعُوْا	وَاللّٰهُ	لَا	يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ
اور سنو	اور اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	قوم	نافرمان (جمع)

گی قسم ہماری اُن کی قسم کے بعد اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سنو اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو رہنمائی نہ کریں گے۔

شان نزول

قبیلہ بنی سہم کے ایک مسلمان کچھ مال تجارت لے کر شام کو تجارت کرنے گئے۔ ان کے پاس ایک چاندی کا کٹورا بھی تھا جس میں سونے کا کام ہوا تھا اور وہ بادشاہ شام کے پاس اس کو لے جانا چاہتے تھے۔ ان کے ساتھ دو عیسائی سوداگر تمیم داری اور عدی بھی تھے۔ جو ملک شام کو تجارت کرنے جا رہے تھے اور جو مدینہ کے باشندے تھے دوران سفر میں سہمی اتفاق سے بیمار ہو گئے اور ان کا آخری وقت آ پہنچا چونکہ وہاں کوئی دوسرا مسلمان موجود نہ تھا اس لئے سہمی نے اپنا تمام مال جس میں وہ چاندی کا کٹورہ بھی تھا انہی دو عیسائیوں تمیم اور عدی کے سپرد کر دیا اور وصیت کر دی کہ وطن پہنچ کر میرے وارثوں کو یہ مال دے دینا اور چھپا کر مال کی فہرست مال میں رکھ دی۔ اس کے بعد سہمی کا انتقال ہو گیا۔ تمیم اور عدی عیسائیوں نے سہمی کا مال مدینہ پہنچ کر ان کے وارثوں کے حوالہ کیا لیکن کٹورا چرا کر ایک ہزار درہم کو فروخت کر دیا۔ سہمی کے وارثوں نے جب فہرست سے مال ملایا تو کٹورا ندارد تھا چنانچہ ان وارثوں نے ان دونوں عیسائیوں پر کٹورے کا دعویٰ کیا اور بارگاہ نبوت میں مقدمہ پیش ہوا۔ سہمی کے وارث چونکہ مدعی تھے کہ دونوں نصرانیوں نے خیانت کی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عدم خیانت پر تمیم اور عدی کو قسم دلائی اور دونوں نے قسم کھالی کہ ہم کو کٹورا کا حال معلوم نہیں۔ چونکہ مدعیان کے پاس گواہ نہ تھے اس لئے تمیم اور عدی سے جو کہ مدعا علیہ تھے قسم لی گئی اور جب ان دونوں نے قسم کھالی معاملہ ختم ہو گیا۔ مگر تھوڑے ہی دنوں بعد وہ کٹورا مکہ میں ایک سنار کے ہاں برآمد ہوا۔ سنار سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ تمیم اور عدی نے ایک ہزار درہم کو فروخت کیا ہے اور قیمت وصول کر چکے ہیں۔ اسی عرصہ میں تمیم داری تو مسلمان ہو گئے اور اس کٹورا کی قیمت میں سے ۵۰۰ درہم جو ان کے حصہ میں آئے تھے وہ سہمی کے وارثوں کے پاس لا کر حاضر کر دئے لیکن عدی نے اقرار نہ کیا اگرچہ تمیم داری نے تمام قصہ ظاہر کر دیا اور سہمی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی فہرست بھی نکل آئی مگر عدی منکر ہی رہا۔ اس لئے دوبارہ یہ مقدمہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا۔ سہمی کے ورثا میں سے دو نزدیکی قرابتدار تھے۔ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ ہماری قسم عدی کی قسم سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ اس پر عدی سے ۵۰۰ درہم لئے گئے اور معاملہ طے ہو گیا۔ سرقہ کا چونکہ کوئی چشم دید گواہ نہ تھا اس لئے ہاتھ نہیں کاٹا گیا۔

دوران سفر اگر موت کا خدشہ ہو تو وصیت کا حکم

اس واقعہ کے موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ اہل ایمان کو خطاب کر کے ہدایت دی گئی کہ جب تم سفر میں ہو اور اتفاقاً موت کا وقت

قریب آ جائے اور تم اپنے مال کے متعلق کچھ وصیت کرنا چاہو جب مال ورثاء کے سپرد کرنے کی ضرورت ہو تو اس کو چاہئے کہ مسلمانوں میں سے دو معتبر شخصوں کو وصیت کرے تا کہ وہ اس کی وصیت کو پورا کریں اور اس کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہ کریں۔ یا اگر مسلمان نہ ملیں اور رفیق سفر سب غیر یعنی کفار میں سے ہوں تو دو شخص انہی میں سے گواہ بنا لئے جائیں یعنی ان دونوں کو وصیت کر کے ان کو اپنی وصیت پر گواہ بنا لیا کرو۔ تو معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں جب مسلمان موجود نہ ہو تو غیر مسلم کو وصی بنانا جائز ہے۔ اب اگر وصی حسب مال و اسباب وارثوں کو پہنچا دیں اور وارث اس کو قبول کر لیں اور کوئی جھگڑا اور نزاع نہ پیدا ہو تو خیر ورنہ اگر وارثوں کو ان وصی پر کچھ خیانت کا شبہ ہو اور ان کی امانت و صداقت کے بارہ میں شک و تردد ہو تو ایسی حالت میں ان دونوں کو نماز عصر یا کسی اور نماز کے بعد روک لیا جائے اور وہ دونوں خدا کی قسم کھائیں کہ ہم اس خیانت کے جس کا ہم پر الزام لگایا گیا ہے مرتکب نہیں ہوئے۔ ہم جھوٹ نہیں اور نہ ہم جھوٹی قسم کھاتے ہیں۔ نہ ہم خدا کی فرض کی ہوئی شہادت کو چھپائیں گے۔ اگر ہم ایسا کریں تو بلاشبہ ہم سخت گنہ گار ہوں گے۔ جب وہ قسم کھا لیں تو اس وقت تو وہ بری ہو گئے پھر اگر بعد میں کسی طریقہ سے یہ اطلاع ملے کہ وہ دونوں شاہد یعنی وصی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں یعنی انہوں نے میت کے مال میں خیانت کی ہے اور جھوٹی قسم کھائی ہے تو میت کے ورثہ میں سے دو شخص جو میت کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہوں وہ کھڑے ہوں اور خدا کی قسم کھا کر یہ کہیں کہ ہماری شہادت اور قسم ان اوصیا کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے اور ہم جھوٹ نہیں کہہ رہے۔ ہم نے اپنی قسم میں کسی قسم کی زیادتی نہیں کی اگر ہم نے ایسا کیا ہو تو بیشک ہم ظالموں میں سے ہیں۔ اگر اس طرح کی قسم یہ قربت دار کھا لیں گے اور مال خیانت برآمد بھی ہو گیا تو بقدر دعویٰ ان کو وصی سے مال دلوایا جائے گا چنانچہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو سہمی کے دو وارث کھڑے ہوئے اور نماز عصر کے بعد انہوں نے یہ قسم کھائی کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ معتبر ہے تب اس پیالہ کی قیمت ورثاء کو دلوائی گئی۔

تمام نیکیوں کی بنیاد تقویٰ ہے

اخیر میں ہدایت کی گئی کہ تم سب کو خدا سے ڈرنا چاہئے اور احکام کو بگوش ہوش سننا چاہئے۔ ایسی حالت میں نہ کوئی خیانت کرے گا۔ نہ قسموں کی ضرورت ہو گی۔ نہ کوئی جھوٹا الزام لگائے گا اور یہ احکام بھی انہی کے لئے مفید ہیں جو اطاعت پر آمادہ ہیں ورنہ جو لوگ خدا کا حکم ماننا ہی نہیں چاہتے ان کے لئے یہ بھی مفید نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے نافرمانوں کو ہدایت نہیں کرتے جو نافرمانی پر مصر ہوں۔

غیر مسلموں کی گواہی مسلمانوں کے بارے میں

تفسیر مظہری میں ہے کہ "کسی معاملہ میں مسلمان کے خلاف کافر کی شہادت قابل قبول نہیں یہ مسئلہ مسلمہ ہے لیکن اکثر اہل تفسیر نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں منکم سے مراد مسلمانوں میں سے اور من غیر کم سے مراد کافروں (غیر مسلموں) میں سے ہونے کی صراحت کی ہے اس تفسیر پر لازم آتا ہے کہ مسلمان پر کافر کی شہادت قابل قبول ہو لہذا علماء کی ایک جماعت نے تو اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ ابتدائی دور میں یہ حکم تھا اور مسلمان پر کافر کی شہادت مان لینے کا جواز تھا لیکن پھر یہ حکم منسوخ کر دیا گیا اب مسلمان پر کافر کی شہادت نا قابل سماعت ہے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ آیت محکم ہے۔ اگر مسلمان نہ ملیں تو کافروں کو شاہد بنانا درست ہے اور یہ حکم صرف وصیت کا گواہ بنانے کا ہے وصیت کے علاوہ اور کسی مسئلہ کا گواہ کافروں کو نہیں بنایا جا سکتا۔"

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ تقویٰ اور خوف خداوندی ہمارے دلوں میں پیدا فرما دیں کہ ہم سے کسی حال اور کسی معاملہ میں احکام کی نافرمانی نہ ہو۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں سچی شہادت ادا کرنے اور حق کو ظاہر کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۗ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۗ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾

الْغُيُوْبِ	عَلَّامُ	اَنْتَ	اِنَّكَ	لَنَا	لَا عِلْمَ	قَالُوْا	اُجِبْتُمْ	مَاذَا	فَيَقُوْلُ	الرُّسُلَ	اللّٰهُ	يَجْمَعُ	يَوْمَ
چھپی باتیں	جاننے والا	تو	بیشک تو	ہمیں	نہیں خبر	وہ کہیں گے	تمہیں جواب ملا	کیا	پھر کہے گا	رسول (جمع)	اللہ	جمع کرے گا	دن

جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے پھر ارشاد فرماویں گے کہ تم کو کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں آپ بیشک پوشیدہ باتوں کے پورے جاننے والے ہیں۔

قیامت کے دن انبیاء کرام علیہم السلام سے امتوں کے بارے میں سوال

اس آیت میں قیامت کے متعلق ایک مضمون کو اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ محشر کے ہولناک دن میں جب خدائے قہار کی شان جلالی کا انتہائی ظہور ہوگا۔ اکابر و اعاظم کبھی ہوش بجا نہ رہیں گے۔ اولوالعزم انبیاء کی زبان پر بھی اس وقت نفسی نفسی ہوگا۔ اور حق تعالیٰ جل شانہٗ کے انتہائی خوف وخشیت سے متاثر ہوں گے۔ پھر جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور محبوب رب العالمین۔ شافع محشر کے طفیل میں سب کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی نظر لطف ورحمت ہوگی تب کچھ عرض کرنے کی جرأت کریں گے۔ تو قیامت میں اگرچہ اول سے آخر تک دنیا میں پیدا ہونے والے تمام جن وانس ایک میدان میں کھڑے ہوں گے اور سب سے ان کے عمر بھر کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔

لیکن یہاں آیت میں خصوصیت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا اور فرمایا گیا یَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ یعنی وہ دن بھی کیسا ہولناک ہوگا جس دن اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے۔ مراد یہ ہے کہ جمع تو سارے عالم کے اولین وآخرین کو کیا جائے گا مگر سب سے پہلے سوال انبیاء علیہم السلام سے ہوگا۔ پھر رسولوں سے جو سوال کیا جائے گا وہ یہ کہ مَاذَآ اُجِبْتُمْ یعنی جب آپ لوگوں نے اپنی اپنی امتوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین حق اور اسکے احکام کی طرف بلایا تو ان لوگوں نے آپ کو کیا جواب دیا تھا اور کیا انہوں نے آپ کے بتلائے ہوئے احکام پر عمل کیا؟ تمہارے وعظ ونصیحت اور تبلیغ کا کیا جواب دیا تھا؟ اس سوال کے مخاطب اگرچہ انبیاء علیہم السلام ہوں گے لیکن درحقیقت سنانا ان کی امتوں کو مقصود ہوگا کہ ان کی امتوں نے جو نیک یا بد اعمال کئے ہیں ان کی شہادت سب سے پہلے ان کے رسولوں سے لی جائے گی۔

انبیائے کرام کا جواب

آگے بتلایا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس سوال کا جواب یہ دیں گے قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۗ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ یعنی پیغمبر کہیں گے کہ خداوندا آپ کے علم کامل اور محیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں آپ عالم الغیب ہیں۔ آپ کے مقابلہ میں ہم کیا جان سکتے ہیں۔ ہمارے علم کی کیا حقیقت۔ ہمارے علم کی بنیاد محض ظاہر پر ہے اور آپ کا علم تو باطن اور چھپی ہوئی باتوں پر بھی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جو کچھ جواب انہوں نے دیا ہمارا کام یہ تھا کہ جب تک ہم ان میں رہے ان کو آپ کا پیغام پہنچاتے رہے اور اس پر خود عمل کر کے انہیں دکھاتے رہے۔ اس مدت میں بھی ان کے دل کا اصلی پوشیدہ حال ہمیں معلوم نہ تھا۔ پھر جب ہماری وفات ہوگئی اس کے بعد تو ان کے ماننے نہ ماننے کا حال آپ ہی کو معلوم ہے جو چیز ہماری نظروں سے غائب رہی اس کا علم آپ ہی رکھتے ہیں۔

الغرض مقصود بیان آیت سے یہی ہے کہ ایک دن ایسا ہوگا کہ سب جمع کئے جاؤ گے اور ہر ایک کے تمام اعمال واحوال ظاہری و باطنی کی تفتیش ہوگی اس لئے ہر کسی کو مخالفت احکام الٰہی اور معصیت خداوندی سے ڈرتے رہنا چاہئے اور اس سے باز رہنا چاہئے۔ اور اخلاص کے ساتھ اطاعت خداوندی بجالانا چاہئے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہماری تقصیرات اور کوتاہیوں پر میدان حشر میں گرفت اور مواخذہ نہ فرمایئے گا یا اللہ ہم اپنی بداحوالی اور بداعمالی کے معترف ہیں۔ یا اللہ ہماری اس ندامت قلب پر ہم پر رحم فرمایئے اور آخرت کی ذلت اور رسوائی سے ہم کو بچا لیجئے۔ یا اللہ ہم کو اس دنیا میں توفیق نصیب فرما دیجئے کہ ہم اپنی بقیہ زندگی آپ کی مرضیات میں خرچ کردیں اور آپ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ بجالائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ إِذْ أَيَّدْتُّكَ

إِذْ قَالَ	اللّٰهُ	يٰعِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	اذْكُرْ	نِعْمَتِيْ	عَلَيْكَ	وَ	عَلٰى	وَالِدَتِكَ	إِذْ أَيَّدْتُّكَ
جب کہا	اللہ	اے عیسیٰ	ابن مریم	یاد کر	میری نعمت	تجھ (آپ) پر	اور	پر	تیری (اپنی) والدہ	جب میں نے تیری مدد کی

جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویں گے اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جبکہ میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی

بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

بِرُوْحِ الْقُدُسِ	تُكَلِّمُ	النَّاسَ	فِي الْمَهْدِ	وَكَهْلًا	وَإِذْ	عَلَّمْتُكَ	الْكِتٰبَ	وَالْحِكْمَةَ
روح پاک	تو باتیں کرتا تھا	لوگ	پنگھوڑہ میں	اور بڑھاپا	اور جب	تجھے سکھائی	کتاب	اور حکمت

تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جبکہ میں نے تم کو کتابیں اور سمجھ کی باتیں

وَالتَّوْرٰىةَ وَالْإِنْجِيْلَ ۚ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ

وَالتَّوْرٰىةَ	وَالْإِنْجِيْلَ	وَإِذْ	تَخْلُقُ	مِنَ	الطِّيْنِ	كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ	بِإِذْنِيْ	فَتَنْفُخُ فِيْهَا	فَتَكُوْنُ
اور توریت	اور انجیل	اور جب	تو بناتا تھا	سے	مٹی	پرندہ کی صورت	میرے حکم سے	پھر پھونک مارتا تھا اس میں	تو وہ ہو جاتا

اور توریت اور انجیل تعلیم کیں اور جبکہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے پھر تم اسکے اندر پھونک مار دیتے تھے

طَيْرًا بِإِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْأَكْمَهَ وَالْأَبْرَصَ بِإِذْنِيْ ۚ وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِإِذْنِيْ ۚ وَإِذْ كَفَفْتُ

طَيْرًا	بِإِذْنِيْ	وَتُبْرِئُ	الْأَكْمَهَ	وَالْأَبْرَصَ	بِإِذْنِيْ	وَإِذْ	تُخْرِجُ	الْمَوْتٰى	بِإِذْنِيْ	وَإِذْ	كَفَفْتُ
اُڑنے والا	میرے حکم سے	اور شفا دیتا	مادرزاد اندھا	اور کوڑھی	میرے حکم سے	اور جب	نکال کھڑا کرتا	مُردہ	میرے حکم سے	اور جب	میں نے روکا

جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے مادرزاد اندھے کو اور برص کے بیمار کو میرے حکم سے، اور جبکہ تم مُردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے

بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ إِنْ هٰذَآ إِلَّا

بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ	عَنْكَ	إِذْ جِئْتَهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	فَقَالَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	مِنْهُمْ	إِنْ	هٰذَا	إِلَّا
بنی اسرائیل	تجھ سے	جب تو ان کے پاس آیا	نشانیوں کے ساتھ	تو کہا	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اُن سے	نہیں	یہ	مگر (صرف)

میرے حکم سے، اور جبکہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم اُن کے پاس دلیلیں لے کر آئے تھے پھر اُن میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ بجز

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١١٠﴾ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيّٖنَ أَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ	وَإِذْ	أَوْحَيْتُ	إِلَى	الْحَوَارِيّٖنَ	أَنْ	اٰمِنُوْا بِيْ	وَبِرَسُوْلِيْ	قَالُوْا	اٰمَنَّا
جادو	کھلا	اور جب	میں نے دل میں ڈال دیا	طرف	حواری (جمع)	کہ	ایمان لاؤ مجھ پر	اور میرے رسول پر	انہوں نے کہا	ہم ایمان لائے

کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں۔ اور جبکہ میں نے حواریین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے

	مُسۡلِمُوۡنَ	بِاَنَّنَا	وَاشۡهَدۡ	وَاشۡهَدۡ بِاَنَّنَا مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾	
	فرمانبردار	کہ بیشک ہم	اور آپ گواہ رہیں	اور آپ شاہد رہیے کہ ہم پورے فرمانبردار ہیں۔	

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خصوصی انعامات کا تذکرہ:

گذشتہ آیت میں بالاجمال تمام انبیاء کرام سے روزِ محشر سوال کا ذکر فرمایا تھا اور اس کے بعد انبیاء میں سے خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا جاتا ہے جن کو عیسائیوں نے خدائی درجہ دے رکھا ہے اور خدا کا بیٹا بنا رکھا ہے (نعوذ باللہ) اس لئے حق تعالیٰ نے ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے متعدد انعامات واحسانات کا ذکر فرمایا جس سے اصل مقصود تو نصاریٰ کے عقائد کی تردید ہے جو اُنہیں خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اپنے انعامات واحسانات ذکر فرما کر ایک طرف تو ان کا بندہ اور محتاج خدا ہونا ثابت فرمایا اس لئے کہ انعام واحسان کی ضرورت بندہ کو ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کو اور دوسری طرف ان کا اللہ کا برگزیدہ رسول ہونا ظاہر ہو گیا۔ پھر قیامت کے دن ان احسانات کے یاد دلانے سے یہود ونصاریٰ کی زجر وتوبیخ بھی مقصود ہو گی یعنی ان احسانات وانعامات کو یاد دلا کر اُن پر یہ امر ظاہر کیا جائے گا کہ دنیا میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں دونوں گروہ غلطی پر تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن کا محسن ہے اُن میں جو خوبی تھی وہ خدا ہی کی دی ہوئی تھی پس نصاریٰ کو کیا حق تھا کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو تو خدا بنا لیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے محسن کو بھول گئے اور یہودیوں کے لئے کب مناسب تھا کہ جس ذات پر خدا تعالیٰ کے ایسے عجیب وغریب انعامات واحسانات ہوئے ہوں اُس کو مفتری۔ کذاب اور ساحر سمجھیں اور اُن کی نبوت ورسالت سے انکار کریں۔

غرض کہ اس تذکرہ سے مقصود یہ ہے کہ عیسائی جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدائی کا حصہ دار سمجھتے ہیں اُن کے عقائد باطلہ کو غلط ثابت کیا جائے۔ ابتدائے ولادت سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اخیر عمر تک کا حال جو سراسر اُن کی عبودیت پر دلالت کرتا ہے قیامت میں ان کو گنا کر اور جتلا کر سوال کیا جائے گا کہ کیا آپ نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو خدا بنا لیجیو۔ اس کا جو کچھ جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیں گے اُن کا بیان ان شاء اللہ اگلے رکوع میں آئے گا۔ یہاں ان آیات میں پہلے وہ انعامات بیان کئے جاتے ہیں جو حق تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جتلاویں گے۔

قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی انعامات کی یاددہانی

یہاں حسب ذیل وہ آٹھ انعامات گنائے گئے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت میں جتلائے جائیں گے۔

پہلا انعام:۔ روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام سے تمہاری مدد کی گئی یعنی جو تمہاری تائید اور تقویت کے لئے ہر وقت تمہارے ساتھ رہتے تھے اور ان کے انوار وبرکات ہر وقت تمہارے محافظ اور نگہبان تھے۔ نیز منجانب اللہ یہ روح القدس کی تائید اس کی دلیل تھی کہ آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ معاذ اللہ خدا نہیں۔ خدا کو کسی کی تائید وتقویت کی کیا ضرورت۔

دوسرا انعام:۔ یہ کہ آپ گہوارے یعنی شیر خوارگی کے زمانہ میں بھی لوگوں سے ایسی ہی باتیں کرتے تھے جیسے بڑی عمر میں۔ یعنی زمانہ طفولیت اور زمانہ کہولت کے کلام میں باعتبار فصاحت وبلاغت وباعتبار موعظت وحکمت کوئی فرق نہ تھا۔ دونوں یکساں تھے۔ یہ بھی من جانب اللہ ایک عظیم معجزہ تھا۔ جو آپ کے حق میں اور آپ کی والدہ حضرت مریم کے حق میں نعمت عظیمہ تھی۔

تیسرا انعام:۔ یہ کہ حق تعالیٰ نے آپ کو توریت وانجیل کی تعلیم دی اور حکمت الٰہیہ کے معلومات عطا کئے۔

چوتھا انعام:۔ یہ کہ تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل

وصورت بناتے پھر اس مصنوعی شکل وصورت میں پھونک مارتے تو تمہاری بنائی ہوئی صورت حقیقۃً پرندہ بن جاتی تھی۔اوران معجزات کو دیکھ کر کسی کو ان کی خدائی پر شبہ نہ ہو اس لئے ہر جگہ باذنی کی قید ارشاد فرمائی یعنی میرے حکم سے یہ ہوتا تھا۔

پانچواں انعام:۔ یہ کہ تم مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے ہاتھ پھیر کر اچھا اور چنگا کر دیتے تھے یعنی بیمار پر ہاتھ پھیرنا تمہارا کام تھا اور شفا اور تندرستی عطا کرنا اور چنگا کر دینا یہ حق تعالیٰ ہی کا کام تھا۔

چھٹا انعام: عیسیٰ علیہ السلام جب یہ چاہتے کہ کوئی مردہ زندہ ہو تو اول نماز پڑھتے اور خدا سے دعا مانگتے اس کے بعد وہ مردہ زندہ ہو جاتا۔

ساتواں انعام:۔ یہ کہ بنی اسرائیل کے شر سے تم کو محفوظ رکھا یعنی یہود نے جو تمہارے قتل اور صلب کا منصوبہ بنایا تھا اس کو حق تعالیٰ نے ملیا میٹ کر دیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صحیح سالم زندہ آسمان پر اٹھالیا۔

آٹھواں انعام:۔ یہ کہ جب یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ یہ صریح جادو ہے تو اس وقت میں نے اپنے خاص لطف وعنایت سے حواریین کے دل میں یہ القا کیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ چنانچہ وہ ایمان لے آئے۔

یہود ونصاریٰ کو تنبیہ

یہ مخاطبت جو اس آیت میں بیان فرمائی گئی اگرچہ قیامت میں حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائیں گے مگر سنانا یہود ونصاریٰ کو مقصود ہے جس سے ایک طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برگزیدہ خداوندی ہونا ثابت ہوا جس سے یہود کا رد ہوا اور دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت ثابت ہوئی اور ان کی الوہیت کی نفی ہوئی جس سے نصاریٰ کی تردید ہوئی۔

دعا کیجئے:

یا اللہ اس وقت دنیا میں جو نصرانیت ویہودیت کا فتنۂ عظیم پھیلا ہوا ہے اس سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب فرمایئے۔ یا اللہ یہود ونصاریٰ جس افراط وتفریط میں گرفتار ہو کر گمراہ ہوئے اس سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو بچنا نصیب فرمایئے اور صراط مستقیم پر ہم کو استقامت عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً

إِذْ قَالَ	الْحَوَارِيُّونَ	يٰعِيسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	هَلْ	يَسْتَطِيعُ	رَبُّكَ	أَنْ	يُنَزِّلَ	عَلَيْنَا	مَآئِدَةً
جب کہا	حواری (جمع)	اے عیسیٰؑ	ابن مریم	کیا	کر سکتا ہے	تمہارا رب	کہ وہ	اتارے	ہم پر	خوان

وہ وقت قابل یاد ہے جبکہ حواریین نے عرض کیا اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرمادیں

مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَّأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ

مِنَ	السَّمَآءِ	قَالَ	اتَّقُوا اللّٰهَ	إِنْ	كُنْتُمْ	مُؤْمِنِينَ	قَالُوا	نُرِيدُ	أَنْ	نَأْكُلَ	مِنْهَا	وَ	تَطْمَئِنَّ
سے	آسمان	اس نے کہا	اللہ سے ڈرو	اگر	تم ہو	مومن (جمع)	انہوں نے کہا	ہم چاہتے ہیں	کہ	ہم کھائیں	اس سے	اور	مطمئن ہوں

آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اُس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہوجاوے

قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِينَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

قُلُوبُنَا	وَنَعْلَمَ	أَنْ	قَدْ صَدَقْتَنَا	وَنَكُونَ	عَلَيْهَا	مِنَ	الشّٰهِدِينَ	قَالَ	عِيسَى	ابْنُ مَرْيَمَ
ہمارے دل	اور ہم جان لیں	کہ	تم نے ہم سے سچ کہا	اور ہم رہیں	اس پر	سے	گواہ (جمع)	کہا	عیسیٰؑ	ابن مریم

اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جاوے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے اور گواہی دینے والوں میں سے ہو جاویں عیسیٰ ابن مریم نے دُعا کی

اللّٰهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً

اللّٰهُمَّ	رَبَّنَا	أَنْزِلْ	عَلَيْنَا	مَآئِدَةً	مِنَ	السَّمَآءِ	تَكُونُ	لَنَا	عِيدًا	لِأَوَّلِنَا	وَآخِرِنَا	وَآيَةً
اے اللہ	ہمارے رب	اُتار	ہم پر	خوان	سے	آسمان	ہو	ہمارے لئے	عید	ہمارے پہلوں کے لئے	اور ہمارے پچھلے	اور نشان

کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائیے کہ وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اول ہیں اور جو بعد ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہوجاوے

مِّنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِينَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ

مِنْكَ	وَارْزُقْنَا	وَأَنْتَ	خَيْرُ	الرّٰزِقِينَ	قَالَ	اللّٰهُ	إِنِّي	مُنَزِّلُهَا	عَلَيْكُمْ	فَمَنْ	يَكْفُرْ	بَعْدُ
تجھ سے	اور ہمیں روزی دے	اور تو	بہتر	روزی دینے والا	کہا	اللہ	بیشک میں	وہ اتاروں گا	تم پر	پھر جو	ناشکری کریگا	بعد

اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہوجاوے اور آپ ہم کو عطا فرمایئے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں۔حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل

مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۱۵﴾

مِنْكُمْ	فَإِنِّي	أُعَذِّبُهُ عَذَابًا	لَا	أُعَذِّبُهُ	أَحَدًا	مِنَ	الْعٰلَمِينَ
تم سے	تو میں	اسے عذاب دوں گا ایسا عذاب	نہ	عذاب دوں گا	کسی کو	سے	جہان والے

کرنیوالا ہوں پھر جو شخص تم میں سے اُسکے بعد ناحق شناسی کریگا تو میں اُس کو ایسی سزا دونگا کہ وہ سزا دُنیا جہاں والوں میں سے کسی کو نہ دونگا

حواریوں کی تمنا کے مطابق آسمان سے دسترخوان کا اترنا

مائدہ عربی زبان میں کھانے سے سجے ہوئے خوان کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے ان سے درخواست کی تھی کہ آسمان سے ان پر کھانا چنا ہوا خوان اترے۔ اسی مائدہ کے نازل ہونے کے درخواست کے واقعہ کی نسبت سے اس سورۃ کا نام بھی سورہ مائدہ ہو گیا۔

حواری حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے اور ان کا ساتھ دینے والوں کا خطاب ہے۔ تو ان آیات میں حواریوں کی طرف سے درخواست مائدہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آسمان سے ہمارے لئے پکا پکایا تیار کھانا اترے اور اس درخواست کا منشا یہ بیان کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں کہ بے مشقت رزق حاصل ہو جائے اور ہمارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور ہمارے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو جائے۔ اور ہم کو آپ کی نبوت کا اور آپ کی سچائی کا پورا یقین ہو جائے اور ہم کو قدرت الٰہی کا مشاہدہ ہو جائے۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان کے جواب میں فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم میری نبوت و رسالت پر یقین رکھتے ہو یعنی اول تو یہ تمہارا سوال خلاف ادب ہے۔ خلاف عادت امور کی فرمائش خلاف ادب ہے۔ اس قسم کی فرمائشیں معاندین کا طریقہ ہے۔ علاوہ ازیں اس سوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں میری نبوت و رسالت میں شک ہے جب ہی تو تم نے مجھ سے اس معجزہ اور خارق عادت امر کی فرمائش کی۔ نیز مجھ کو یہ ڈر ہے کہ یہ خوان تمہارے فتنہ کا سامان نہ بن جائے لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور ایسی چیز کا سوال نہ کرو جو تمہارے لئے فتنہ کا سبب بنے۔ اور میری نسبت شک میں پڑ کر اپنے ایمان کو متزلزل نہ کرو۔ اس پر حواریین بولے کہ ہم آپ پر پورا ایمان رکھتے ہیں اور ہمیں ذرہ برابر شک نہیں لیکن ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان میں سے کھائیں جو آسمان سے نازل ہو کیونکہ جو رزق آسمان سے نازل ہو گا وہ سراسر مبارک ہو گا اور اس کے کھانے سے ظاہری و باطنی صحت و شفا حاصل ہو گی۔ اور اللہ کی عبادت اور بندگی میں قوت کا ذریعہ بنے گا۔ بہر حال ان کی درخواست پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے ایک خوان کھانے کا نازل فرما۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا میں تمہاری درخواست کے مطابق تم پر اس کو اتار دوں گا مگر اس کے اترنے کے بعد اس کا پورا حق ادا کرنا ہو گا ورنہ جو شخص اس کے نزول کے بعد ناقدری کرے گا تو سزا بھی پھر ایسی ملے گی کہ جہان بھر میں ایسی سزا کسی کو نہ ملے گی۔ اب قرآن پاک اس بارہ میں خاموش ہے کہ آیا یہ مائدہ نازل ہوا یا نہیں مگر حدیث کی بعض رویت سے پتہ چلتا ہے کہ مائدہ نازل ہوا اور صرف ایک دن ہی نہیں بلکہ بہت دنوں تک اترتا رہا۔ بالآخر بنی اسرائیل نے شرائط معاہدہ کی خلاف ورزی کی کہ اس میں خیانت کی اور چرا کر دوسرے روز کے واسطے رکھ چھوڑا جس پر نزول مائدہ موقوف ہو گیا اور خلاف ورزی کرنے والو ں پر عذاب الٰہی نازل ہوا اور ان کی صورتوں کو مسخ کر کے سور اور بندر بنا دیا گیا اور تین دن کے بعد وہ ہلاک ہو گئے۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مائدہ آسمان سے نازل ہوا اس میں روٹی اور گوشت تھا۔

مذکورہ قصہ کی عبرتیں

اس قصۂ نزول مائدہ کو جو کہ دنیا میں ہوا یہاں لانے سے ایک امر تو یہ ثابت کرنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام خود اپنا رازق اور معبود اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے جب تو اللہ کے حضور میں درخواست پیش کی اور اپنے مدعا اور حاجت کو عرض کیا جس سے ان کی عبودیت ثابت ہوئی نہ کہ الوہیت جس کا کہ نصاریٰ دعویٰ کرتے ہیں۔ دوسرے اس واقعہ کو یہاں اطلاع دینے سے ایک تاکید یہ بھی مقصود معلوم ہوتی ہے کہ دیکھو جس طرح اصحاب مائدہ کو کفر آیات الٰہیہ سے دنیا میں کیسی سخت سزا دی گئی اسی طرح ان افراط و تفریط کرنے والوں کو (مراد یہود و نصاریٰ ہیں) کفر آیات الٰہیہ سے عقبیٰ میں سزا دی جائے گی۔

ان آیات زیر تفسیر میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ ’’وہ وقت قابل یاد ہے جبکہ حوارین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے عیسیٰ ابن مریمؑ کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا پکا پکایا نازل فرما دیں آپ

نے فرمایا کہ خدا سے ڈرو اگر تم ایماندار ہو۔ مطلب یہ کہ تم ایماندار ہو اس لئے خدا سے ڈرو اور معجزات کی فرمائش سے کہ یہ بات ادب کے خلاف ہے بچو۔ وہ بولے کہ ہمارا مقصود بے ضرورت فرمائش کرنا نہیں ہے جو کہ خلاف ادب ہے بلکہ ایک مصلحت سے اس کی درخواست کرتے ہیں وہ یہ کہ ہم ایک تو یہ چاہتے ہیں کہ برکت حاصل کرنے کو اُس میں سے کھائیں اور دوسرے یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے دلوں کو ایمان پر پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے دعوئ رسالت میں ہم سے سچ بولا ہے اور تیسرے یہ چاہتے ہیں کہ ہم اور لوگوں کے سامنے جنہوں نے یہ معجزہ نہیں دیکھا گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں کہ ہم نے ایسا معجزہ دیکھا ہے۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ اس درخواست میں ان کی غرض صحیح ہے تو حق تعالیٰ سے دعاء کی کہ اے اللہ اے ہمارے پروردگار ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمایئے کہ وہ مائدہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جو اوّل موجودہ زمانہ میں ہیں اور جو بعد کے زمانہ میں آنے والے ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جاوے اور میری پیغمبری پر آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جاوے اور آپ ہم کو وہ فائدہ عطا فرمایئے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے بڑھ کر ہیں۔ حق تعالیٰ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر آسمان سے نازل کرنے والا ہوں پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد اُس کی ناحق شناسی کرے گا یعنی اس کے حقوق واجبہ عقلاً ونقلاً ادا نہ کرے گا تو میں اُس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا اس وقت کے جہان والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا"۔

دعا کیجئے:

یا اللہ آپ ہم کو ناشکری کے عذاب میں گرفتار نہ فرمایئے۔ ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرمایئے۔ اور ہم کو اپنے رسولؐ پاک کے بتلائے طریقہ پر ہر نعمت کی شکر گزاری کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ

وَاِذْ	قَالَ	اللّٰهُ	يٰعِيْسَى	ابْنَ مَرْيَمَ	ءَاَنْتَ	قُلْتَ	لِلنَّاسِ	اتَّخِذُوْنِيْ	وَاُمِّيَ	اِلٰهَيْنِ	مِنْ	دُوْنِ
اور جب	کہا	اللہ	اے عیسیٰؑ	ابن مریم	کیا۔تو	تونے کہا	لوگوں سے	مجھے ٹھہرالو	اور میری ماں	دو معبود	سے	سوائے

اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جبکہ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے کہ اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ کیا تم نے ان لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ خدا کے معبود قرار دے لو

اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ

اللّٰهِ	قَالَ	سُبْحٰنَكَ	مَا	يَكُوْنُ	لِيْ	اَنْ	اَقُوْلَ	مَا لَيْسَ	لِيْ	بِحَقٍّ	اِنْ	كُنْتُ قُلْتُهٗ	فَقَدْ عَلِمْتَهٗ	تَعْلَمُ
اللہ	اس نے کہا	تو پاک ہے	نہیں	ہے	میرے لئے	کہ	میں کہوں	نہیں	میرے لئے	حق	اگر	میں نے یہ کہا ہوتا	تو تجھے ضرور اسکا علم ہوتا	تو جانتا ہے

عیسیٰ علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو منزّہ سمجھتا ہوں مجھ کو کسی طرح زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا

مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۱۶﴾ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا

مَا	فِيْ	نَفْسِيْ	وَ	لَاۤ اَعْلَمُ	مَا	فِيْ نَفْسِكَ	اِنَّكَ	اَنْتَ	عَلَّامُ	الْغُيُوْبِ	مَا قُلْتُ	لَهُمْ	اِلَّا
جو	میں	میرا دل	اور	میں نہیں جانتا	جو	تیرے دل میں	بیشک تو	تو	جاننے والا	چھپی باتیں	میں نے نہیں کہا	انہیں	مگر

آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اُس کو نہیں جانتا،تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔میں نے تو اُن سے اور کچھ نہیں کہا

مَاۤ اَمَرْتَنِيْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ

مَاۤ اَمَرْتَنِيْ	بِهٖ	اَنِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	رَبِّيْ	وَرَبَّكُمْ	وَكُنْتُ	عَلَيْهِمْ	شَهِيْدًا	مَا دُمْتُ	فِيْهِمْ
جو تونے مجھے حکم دیا	اسکا	کہ	تم عبادت کرو	اللہ	میرا رب	اور تمہارا رب	اور میں تھا	ان پر	خبردار	جب تک میں رہا	اُن میں

مگر وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے،میں اُن پر مطلع رہا جب تک اُن میں رہا

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۱۱۷﴾

فَلَمَّا	تَوَفَّيْتَنِيْ	كُنْتَ	اَنْتَ	الرَّقِيْبَ	عَلَيْهِمْ	وَاَنْتَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	شَهِيْدٌ		
پھر جب	تونے مجھے اٹھالیا	تو تھا	تو	نگران	ان پر	اور تو	پر۔سے	ہر شے	باخبر		

پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھا لیا تو آپ اُن پر مطلع رہے اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عیسائیوں کے عقیدۂ الوہیت مسیح کے متعلق سوال اور عیسائیوں کے جرم کا حتمی ثبوت

گذشتہ آیات میں ان احسانات اور انعامات کا ذکر تھا جو حق تعالیٰ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے۔ان عظیم الشان احسانات اور ممتاز انعامات کو یاد دلا کر حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ ابن مریم بتلاؤ کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو معبود بنالو یا ان لوگوں نے خود اپنی طرف سے یہ عقیدہ تراش لیا تھا؟ اللہ تعالیٰ تو علیم وخبیر ہیں وہ تو ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال اس لئے نہیں فرمائیں گے کہ اس کا جواب معلوم نہیں بلکہ درحقیقت قیامت کے دن یہ سوال

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محض ان کی امت کی ملامت اور سرزنش کے لئے کیا جائے گا۔ تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کے جواب سے وہ جھوٹے ٹھہریں اور ان پر اللہ کی حجت قائم ہو۔

الغرض جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال کریں گے تو لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سوال سے کانپ اٹھیں گے اور تمام بدن پر لرزہ طاری ہو جائے گا۔ جب سکون ہو جائے گا تو نہایت ادب سے عرض کریں گے۔ سُبْحٰنَكَ یعنی آپ پاک ہیں میں آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں کہ آپ شریک سے پاک اور منزہ میں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ کی ذات وصفات اور افعال میں شریک ہو سکے۔ نیز میرے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ میں زبان سے ایسی بات کہتا کہ جو میرے لئے کسی طرح زیبا نہیں اور پھر میں آپ کا نبی ہو کر ایسی جھوٹی بات کیوں کہنے لگا جو نہ بحیثیت عبدیت مجھ کو سزاوار ہے اور نہ بحیثیت نبوت کے۔ اس لئے کہ منصب نبوت ہدایت خلق کے لئے عطا کیا گیا تھا نہ کہ بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے اور شرک کی دعوت دینے کے لئے۔ اگر بالفرض محال میں نے یہ بات کہی ہوگی تو آپ کے علم میں ہوگی اس لئے کہ آپ تو میرے باطن اور ضمیر کے حال کو خوب جانتے ہیں کیونکہ آپ تو علام الغیوب ہیں۔ پس جب میں اس قدر عاجز اور لاچار ہوں اور اس درجہ بے خبر ہوں کہ بغیر آپ کے بتلائے ہوئے کسی غیب کا مجھے علم نہیں ہو سکتا تو میں الوہیت کا دعویٰ کیسے کر سکتا تھا۔ اے خداوند عالم آپ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا تھا۔ میں نے ان سے صرف وہی کہا تھا جس کا آپ نے مجھ کو حکم دیا تھا اور وہ یہی کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار ہے۔ یہاں تک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے متعلق عرض معروض کی آگے قوم کے متعلق عرض کریں گے کہ اے پروردگار عالم میں قوم کا نگراں اور نگہبان تھا۔ جب تک میں ان میں رہا یعنی مجھے ان کے صرف وہ حالات معلوم ہیں جو میرے سامنے پیش آئے پھر جب آپ نے مجھے دنیا سے اٹھا لیا تو میری نگرانی ختم ہو گئی اور اس وقت آپ ہی ان پر نگران اور نگہبان تھے یعنی آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد جو کچھ ہوا مجھے اس کی خبر نہیں کہ کس طرح یہ لوگ گمراہ ہوئے اور ان کی گمراہی کا کیا سبب ہوا۔ مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کس طرح مجھ کو اور میری والدہ کو خدائی کا درجہ دیدیا۔ یہ جو کچھ کیا سب میری تعلیم وتلقین کے خلاف کیا۔

یہ سوال اور جواب بھی اسی امر کو ثابت ہو چکا کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور پیغمبر تھے اور خدا کے فرمان کے مطابق اپنی زندگی میں توحید کا اعلان اور تبلیغ فرمائی اور نصاریٰ کا عقیدۂ تثلیث یہ محض افتراء بندی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بہتان سے بری ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ نصاریٰ کا عقیدۂ الوہیت مسیح اور عقیدۂ ابنیت اور عقیدۂ تثلیث یہ سب بدعتیں اور گمراہیاں ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد دین مسیح میں داخل ہوئیں اور عیسیٰ علیہ السلام ان سب سے بری اور بیزار ہیں۔ یہ سارا رکوع اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت وجلال اور اُس کے سامنے انسان کی بندگی وعاجزی سے پر ہے اور نہایت بلیغ انداز میں عیسائیوں کے باطل عقائد کی تردید کر دی گئی اور بتلایا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو دعوت تھی وہ ایک رسول ہی کی دعوت تھی یعنی یہ کہ ہمیشہ توحید الٰہی کی دعوت دیتے رہے اور شرک سے منع کرتے رہے اور اپنی عبدیت کا اقرار کرتے رہے اور دن رات خدائے قدوس ہی کی عبادت اور بندگی میں لگے رہے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن لوگوں سے براءت وبیزاری ظاہر فرمائیں گے جنہوں نے اُن کو اُلوہیت کا درجہ دیا۔

یہاں تک تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا اور اپنی امت کا معاملہ عرض کیا آگے اپنی امت کے جزاوسزا کے متعلق عرض ہے۔ اور پھر اُس پر حق تعالیٰ جو ارشاد فرمائیں گے وہ اگلی خاتمہ کی آیات میں ظاہر کیا گیا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو سچی توحید کا عقیدہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور قیامت کے روز ہم کو اپنے نبی پاک فخر الانبیاء سید المرسلین رحمت اللعالمین محبوب رب العالمین کے جھنڈے کے نیچے جمع ہونا نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو دنیا میں ایسے اعمال وعقائد کی توفیق عطا فرمایئے کہ جو میدان حشر میں ہم کو شافع محشر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخروئی نصیب ہو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور شفاعت نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ

اِنْ	تُعَذِّبْهُمْ	فَاِنَّهُمْ	عِبَادُكَ	وَاِنْ	تَغْفِرْ	لَهُمْ	فَاِنَّكَ	اَنْتَ	الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ	قَالَ	اللّٰهُ
اگر	تو انہیں عذاب دے	تو بیشک وہ	تیرے بندے	اور اگر	تو بخشدے	انکو	تو بیشک تو	تو	غالب	حکمت والا	فرمایا	اللہ

اگر آپ اُن کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ اُن کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے

هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ۭ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

هٰذَا	يَوْمُ	يَنْفَعُ	الصّٰدِقِيْنَ	صِدْقُهُمْ	لَهُمْ	جَنّٰتٌ	تَجْرِيْ	مِنْ تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
یہ	دن	نفع دے گا	سچے	انکا سچ	انکے لئے	باغات	بہتی ہیں	انکے نیچے	نہریں	ہمیشہ رہیں گے وہ	ان میں

کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے اُن کا سچا ہونا اُن کے کام آوے گا اُن کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اَبَدًا	رَضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُمْ	وَ رَضُوْا	عَنْهُ	ذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ	لِلّٰهِ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
ہمیشہ	راضی ہوا	اللہ	ان سے	اور وہ راضی ہوئے	اس سے	یہ	کامیابی	بڑی	اللہ کیلئے	بادشاہت	آسمانوں	اور زمین

اللہ تعالیٰ اُن سے راضی اور خوش اور یہ اللہ سے راضی اور خوش، یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔ اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی۔ اور اُن

وَمَا فِيْهِنَّ ۭ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾

وَ	مَا	فِيْهِنَّ	وَهُوَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ
اور	جو	انکے درمیان	اور وہ	پر	ہر شے	قدرت والا۔ قادر

چیزوں کی جو اُن میں موجود ہیں، اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی امت کے لئے سفارش

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوال کے جوابات عرض کر کے حق تعالیٰ کے حضور میں اپنا بے قصور ہونا ظاہر فرمادیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خیال آئے گا کہ حق تعالیٰ کا اتنا بڑا سوال بے وجہ نہیں۔ ضرور اس سوال سے یہ غرض ہوگی کہ میری امت ہونے کے دعویداروں کا اس طریقہ سے قصور ثابت کر کے ان کو ان کے کرتوتوں کی سزا دی جائے۔ اس لئے ایک رحم دل پیغمبر کی حیثیت سے آپ نہایت مناسب الفاظ میں انکی سفارش فرمائیں گے جو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔

ایک زبردست حاکم کے سامنے مجرم کی بخشش کی درخواست کرنے کے لئے اس سے بہتر طریقہ نہیں ہوسکتا خصوصاً جب کسی مجرم کا جرم بلاشبہ ثابت ہو جائے اور حاکم بھی ایسا ہو کہ جس کے فیصلہ کو نہ کوئی ٹال سکے نہ اس کی اپیل ہو سکے تو سفارش کرنے کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے مجرم کی بے بسی کا اور حاکم کی بے پناہ قدرت و طاقت کا اقرار کیا جائے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام اسی طرز کا ہوگا اور چونکہ محشر میں کفار کے حق میں کوئی شفاعت اور استدعا رحم وغیرہ نہیں ہوسکتی اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی درخواست میں غفور رحیم وغیرہ صفات باری تعالیٰ کو اختیار نہیں فرمایا بلکہ عزیز حکیم فرمایا یعنی آپ زبردست غالب اور حکمت والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا جواب

ان تمام مکالمات کے بعد اللہ تعالیٰ ارشاد فرماویں گے کہ یہ قیامت کا دن وہ دن ہے کہ جو لوگ دنیا میں باعتبار عقائد و اعمال و اقوال کے سچے تھے کہ وہ سچا ہونا اب ظاہر ہو رہا ہے جن میں انبیاء جن سے خطاب ہو رہا ہے اور مومنین جن کے ایمان کی انبیاء و ملائکہ سب شہادت دیں گے سب داخل ہیں ان کا سچا ہونا آج ان کے کام آوے گا اور وہ کام آنا یہ ہے کہ ان کو جنت کے باغ رہنے کو ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔ اور یہ نعمتیں ان کو کیوں نہ ملیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہوں گے اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہوں گے اور یہ جو کچھ مذکور ہوا بڑی بھاری کامیابی ہے یعنی دنیا کی کوئی کامیابی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

سورۂ مائدہ کا تتمہ

اس تمام سورۃ کے خاتمہ پر ارشاد ہوتا ہے لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ گویا یہ آیت پوری سورۃ کا تتمہ ہے۔ اس سورۃ میں چند خصوصی مباحث کا بیان تھا یعنی بندوں کو میثاق الٰہی کی تکمیل کی ہدایت۔ بیان بعض احکام شرعیہ۔ اہل کتاب کے باطل عقائد کا رد۔ خصوصاً نصاریٰ کے عقائد کی بیخ کنی۔ اخیر میں قیام حشر کا بیان۔ توحید پرستوں کی وحدانیت اور صداقت کا سودمند ہونا اور ان کو سعادت ابدی حاصل ہونا۔ سورۃ کی ابتدا اللہ سے کئے ہوئے عہدوں کو پورا کرنے کی ہدایت سے ہوئی تھی اور خاتمہ پر اس کا نتیجہ بیان کر دیا گیا یعنی ابدی سعادت کا حاصل ہونا۔ جب یہ امور مکمل طور پر بیان کر دیئے گئے تو اخیر میں ذات پاک کی عظمت و کبریائی کا اظہار اور قدرت و جلال کا بیان کر کے اسی پر کلام کو ختم کیا جاتا ہے تو اس اخیر آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ کائنات و موجودات سب خدا کی مخلوق اور مملوک اور ان کی مطیع فرمان ہے وہ ہر طرح اس میں تصرف کر سکتا ہے اور کرتا ہے کسی کو سرتابی کی مجال نہیں۔ تمام عالم اس کے دائرہ قدرت کے اندر ہے اور وہ ہر چیز پر پورا اختیار رکھتا ہے۔ اس لئے افراد انسانی کو بھی اس کے احکام سے سرتابی کسی طرح درست نہیں۔

ان آیات زیر تفسیر میں پہلی آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ جن الفاظ میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی امت کی سفارش کی درخواست پیش کریں گے عجیب شان کی آیت ہے۔ حدیث میں ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک اسی آیت کو نماز میں پڑھتے رہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات اسی آیت کو پڑھتے رہے حتیٰ کہ رکوع اور سجدے میں بھی یہی آیت پڑھی۔ صبح کو جب اس کی وجہ میں نے پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ میں رب عزوجل سے شفاعت امت کے لئے سوال کرتا رہا چنانچہ شرک کے سوا سب کو بخشنے کا اُس نے وعدہ فرمایا۔ ایک دوسری طویل حدیث میں حضرت ابوذرؓ کا بیان مروی ہے کہ حضرت ابوذرؓ کہہ رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ اُس کے بعد لوگ اپنی اپنی الگ نمازیں پڑھنے لگے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مسکن پر جا بیٹھے اور جب دیکھا کہ لوگ اپنے گھر چلے گئے ہیں تو پھر مصلے پر آ کر نماز میں مشغول ہو گئے اب میں بھی آ گیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔ آپ نے داہنی طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ میں داہنی طرف ہو گیا پھر ابن مسعودؓ ہمارے پیچھے کھڑے ہو گئے تو انہیں بائیں طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ اب ہم تینوں اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے لیکن آپ نے نماز میں ایک ہی آیت جو شروع کی تو اُسے کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی۔ میں نے عبداللہ ابن مسعودؓ سے کہا کہ رات بھر ایک ہی آیت پڑھنے کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں تو انہوں نے کہا کہ نہیں جب تک حضور خود ہی بیان نہ فرمائیں میں تو نہیں پوچھوں گا۔ اب میں نے جرات کر کے دریافت کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ سارا قرآن اپ کے سینہ میں ہے لیکن آپ قرآن کی صرف ایک ہی آیت پڑھ رہے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو اُس پر اعتراض ہوتا تو آپ نے فرمایا کہ میں خدا سے امت کے لئے دعا کر رہا تھا میں نے پوچھا کہ پھر خدا سے کیا جواب ملا تو فرمایا جس

بات کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اگر اُس کو تم لوگ سن پاؤ تو اکثر تو نماز پڑھنا ہی چھوڑ دو گے اور خدا کی رحمت کا بہانہ لے لو گے۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا اس کی خوشخبری نہ پہنچادوں؟ فرمایا ہاں پہنچادو۔ میں کچھ دور ہی چلا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ اگر لوگوں کو یہ بات پہنچا دی جائے گی تو عبادت ہی چھوڑ بیٹھیں گے تو آپ نے مجھے واپس بلالیا اور وہ یہ آیت تھی اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ پھر آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اَللّٰهُمَّ اُمَّتِىۡ (اے میرے اللہ۔ میری امت) اور زار وقطار رو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ جبرئیل علیہ السلام نے رونے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے جو جواب دینا تھا جبرئیل علیہ السلام کو دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جبرئیل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے جا کر کہو کہ ہم تمہاری امت کے بارے میں تمہیں راضی کر دیں گے اور آزردہ نہ کریں گے۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمۡ عَلٰى رَسُوۡلِ اللهِ۔

اب یہاں ہمیں بھی اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر غور کرنا چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی امت کے لئے رات رات بھر دعائیں فرماتے رہیں تو کچھ ہم امتیوں پر بھی حق ایسے رسول رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ہے یا نہیں۔ اگر ہے اور یقیناً ہے تو پھر ہمیں بھی اُن حقوق کی ادائیگی کی فکر ہونی چاہئے۔ اے اللہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آنسوؤں کے طفیل میں کہ جو امت کے درد میں آپ نے بہائے ہم کو بھی اپنے رسول پاک کی سچی محبت عطا فرمادے اور آپ کی محبت وعظمت کے ساتھ آپ کے اتباع کی بھی توفیق عطا فرمادے۔ آمین

دعا کیجئے

اے اللہ قیامت کے جو احوال آپ نے اپنے کلام پاک میں بیان فرمائے ہیں اے اللہ ہم اس پر صدق دل سے ایمان لاتے ہیں۔

اے اللہ میدان حشر میں ہمیں شافع محشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے تلے جمع فرمائیے گا۔

اے اللہ آپ نے اس امت کی مغفرت کے لئے جو وعدہ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمائے ہیں ہمیں بھی ان وعدوں کا مصداق بنا دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

تفسیر وتشریح: بفضلہ تعالیٰ سورۂ مائدہ جو چھٹے پارہ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کے قریب رُبع سے شروع ہوئی تھی اور ساتویں پارہ وَاِذَا سَمِعُوْا کے قریب رُبع کے گذشتہ درس پر ختم ہوئی۔ اُس کا بیان پورا ہو گیا تھا جس میں ۱۶ ارکوع تھے۔ اب ہر رکوع کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے تا کہ پوری سورۃ کے جملہ مضامین کا مفہوم پھر تازہ ہو جائے۔

اِس سورۃ کی ابتدا ایمان والوں سے مخاطب سے ہوئی تھی جس میں کہا گیا تھا کہ جو عہد و پیمان تم اپنے ذمہ لے لو اُسے پورا کرو پھر کھانے پینے میں بعض حرام چیزوں کو بیان کیا گیا جیسے مُردار۔ خون۔ سُور کا گوشت وغیرہ۔ عورتوں سے حسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی نیز بتلایا گیا کہ عورت و مرد کے درمیان نکاح ہی کے ذریعہ جائز تعلق ہونا چاہیئے پھر اسی پہلے رکوع میں اسلام کے آخری مذہب ہونے اور اس دین کے مکمل ہونے کا اعلان کیا گیا۔

دوسرے رکوع میں وضو اور غسل کا طریقہ و احکام بتلائے گئے۔ پھر حالتِ مرض میں یا پانی نہ ملنے کی شکل میں تیمم کی اجازت دی گئی۔ پھر اُمّتِ مُسلمہ کے فریضہ عدل و انصاف اور شہادتِ حق کی یاد دہانی کرائی گئی عدل و انصاف کی تلقین کے ساتھ توکل علی اللہ کا درس دیا گیا۔

تیسرے رکوع میں اُن صفات و شرائط کو بتایا گیا ہے جن کی وجہ سے رضائے الٰہی اور قربِ الٰہی کا درجہ حاصل ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہیں نماز۔ زکوٰۃ۔ سارے انبیاء پر ایمان صادق۔ تبلیغ دین۔ جہاد۔ جہاد کے لئے مالی امداد۔ پھر یہود کی دنیا پرستی کا تذکرہ ہے کہ انہوں نے چند روزہ زندگی کے عوض آخرت بیچ ڈالی ہے۔ ساتھ میں یہود کو اسلام کی دعوت دی گئی اور کہا گیا کہ کل قیامت میں نہ کہنا کہ کوئی نذیر و بشیر نہ آیا۔ دیکھو یہ نبی آخر الزمان آگئے اور اب اتمام حجت ہو گئی ہے۔

چوتھے رکوع میں اُس واقعہ کا تذکرہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت اور جہاد کے لئے اُن کی پکار کا جواب کس طرح اور کتنے حیلوں اور بہانوں سے یہودیوں نے دیا تھا کیونکہ یہود کی تو ہمیشہ سے یہ خصلت رہی کہ حق اختیار نہ کرتے تھے۔ طرح طرح کے حیلہ اور بہانہ نکالتے تھے یہاں تک کہ ایک موقع پر اُنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ تک کہہ دیا کہ آپ اور آپ کا رب دونوں جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ ساتھ ہی بُزدلی کی مذمت کی گئی اور بتایا گیا کہ دنیا و اخرت میں فوز و فلاح دلیری اور ثباتِ قدمی سے حاصل ہو سکتی ہے۔

پانچویں رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے ہابیل و قابیل کے مشہور واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے سبق دیا گیا ہے کہ حسد نہایت بُری چیز ہے اس سے بچے رہنا چاہیئے۔ پھر بتایا گیا کہ کسی برائی اور گناہ کی بنیاد جو قائم کرتا ہے تو جب تک دنیا میں وہ بُرائی اور گناہ ہوتا رہے گا اس کے عذاب میں وہ بانی بھی شریک رہے گا۔ اِسی طرح جو نیکی کی کوئی بنیاد رکھے گا تو جب تک وہ نیکی ہوتی رہے گی اس کے ثواب کا ایک حصہ اُس بانی کو بھی ملتا رہے گا۔ پھر اللہ اور رسول سے دشمنی اور ان کے احکام سے سرتابی کی قیامت میں ہولناک سزا کا تذکرہ کیا گیا۔

چھٹے رکوع میں اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کی تلقین ہے۔ پھر چوری کی سزا کا بیان ہے۔ چور مَرد ہو یا عورت ہو اُن کے ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ پھر یہودیوں کی شرارتوں اور بداعمالیوں کا ذکر ہے۔ اور اکثر و بیشتر جو اہل کتاب کی ضلالات و شرارت کے تذکرے ہوئے ہیں وہ مسلمانوں کو خبردار کرنے کیلئے ہیں تا کہ یہ امت یہود و نصاریٰ جیسی سرگرمیوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔

ساتویں رکوع میں توراۃ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا کہ توراۃ میں بھی اللہ کے دین کو ہی قائم کرنے کی ہدایت تھی اور قرآن میں بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا اللہ کے دین کو قائم کرنا مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے اور جو اللہ کے احکام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کفر کی روش پر ہیں۔ پھر قصاص کے متعلق چند احکام بیان ہوئے جان کے بدلے جان۔ آنکھ کے بدلے آنکھ۔ ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان۔

آٹھویں رکوع میں یہود و نصاریٰ سے دوستی رکھنے کو منع کیا گیا اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ منجملہ اور خرابیوں کے یہ بھی ہوگا کہ صحبت کے اثر سے تم بھی اُنہیں کی طرح ہو جاؤ گے۔ پھر اسلام سے پھرنے یعنی مُرتد ہونے کی مذمت بیان کر کے اُس پر دردناک عذاب کی خبر دی گئی۔

نویں رکوع میں تمام ایسے لوگوں سے دوستی کے تعلقات رکھنے سے منع کیا گیا جو دین کو مذاق بنائے ہوئے ہیں۔ پھر قرآن سے سرکشی کرنیوالوں کو سخت تنبیہ کی گئی ہے۔ ساتھ ہی اہل کتاب کے مقتدا اور علماء کا بیان ہے کہ وہ حرام کھاتے ہیں اور وہ بھی دنیا پرستی میں گرفتار ہیں۔

دسویں رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر عیسائیوں کے مشرکانہ عقائد کا تذکرہ ہے۔ پھر حضرت عیسٰیؑ کے اصل منصب کا بیان ہے اور فرمایا گیا کہ وہی شخص کامیاب ہوگا جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔

گیارھویں رکوع میں یہودیوں اور عیسائیوں کی خصلتوں کے بیان کا سلسلہ جاری رہا۔ ساتھ ہی اہل کتاب کی گمراہی کا یہ سب سے بڑا سبب بتایا گیا کہ قوم میں گناہ ہوتے رہتے تھے مگر اُس سے روکنے والا کوئی نہ تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غفلت قوم کو ہلاکت کے قریب کر دیتا ہے۔ نیز اِس رکوع میں بعض عیسائی نو مسلموں کی ایک صفت بیان کی گئی ہے کہ جب وہ قرآن سنتے ہیں تو اُن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں اور ان کی سلامت روی کا تذکرہ ہے اور یہ کہ یہ لوگ قبولیت حق کی استعداد رکھتے ہیں۔

بارھویں رکوع میں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ وہ شریعت کی حدود کو نہ توڑیں۔ کسب حلال اور اکل حلال کی تلقین کی گئی ہے۔ شراب۔ جوا۔ پانسہ وغیرہ شیطانی کاموں سے روکا گیا ہے نیز اللہ اور اُس کے رسول کی سختی کے ساتھ اطاعت کا حکم ہے اور ایمان تقویٰ کی تلقین کی گئی ہے۔

تیرھویں رکوع میں احرام کی حالت میں جو کام کرنا ممنوع ہیں اُن کا بیان ہے اور جو جائز ہیں اُن کا تذکرہ ہے مثلاً خشکی کا شکار ممنوع ہے لیکن مچھلی کا شکار جائز ہے پھر خانہ کعبہ کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

چودھویں رکوع میں بیکار اور لغو باتوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے منع کیا گیا۔ پہلی امتیں اِسی قسم کے سوالات کرنے سے گمراہ ہوئیں۔ پھر چند مشرکانہ رسموں کا بیان ہے اور اُن سے بچنے کی تاکید ہے۔ پھر وصیت کے متعلق گواہی کا بیان ہے اور گواہی کے بعض احکام بیان ہوئے۔

پندرھویں رکوع میں قیامت اور اُس کی ہولناکیوں کا تذکرہ کر کے سبق دیا گیا ہے کہ اگر آخرت میں سُرخروئی کی تمنا ہے تو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے متعلق بیان ہوا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے نہ تھے بلکہ اللہ کے بندے اور رسول تھے اور اُن کے چند معجزوں کا بیان ہوا جیسے گہوارہ میں بات کرنا۔ اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دینا۔ مُردوں کو زندہ کر دینا اللہ کے حکم سے۔ پھر چونکہ حضرت عیسٰیؑ کی بشریت و رسالت کا ذکر آ گیا تو یہ سمجھانے کیلئے کہ اُن کے حواری بھی اُن کو اللہ کا رسول اور بندہ ہی سمجھتے تھے مائدہ کے نازل ہونے کا واقعہ بیان فرمایا جس کے لئے حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی۔

سولھویں اور آخری رکوع میں نہایت بلیغ انداز میں عیسائیوں کے باطل عقیدوں کی تردید کی گئی ہے اور بتایا گیا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی جو دعوت تھی وہ ایک رسول ہی کی دعوت تھی یعنی یہ کہ ایک خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اُسی کی اطاعت و بندگی کرو۔ پھر خاتمہ پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کبریائی اور عظمت بیان کر کے سورۃ کو ختم فرمایا۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.**

اب اگلی سورۂ اَنْعَام کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس سے شروع ہوگا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ قرآن پاک کا ذوق و شوق ہم کو عطا فرمائیں۔ اس کا علم اور اس پر عمل نصیب فرمائیں۔ جو احکام اور نصیحتیں اس سورۃ میں پڑھی اور سنی گئیں اُن کا ہم کو اتباع نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ایمان کامل اور اسلام صادق نصیب فرما اِسی پر جینا اور اُسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ اس وقت یہودیت و نصرانیت کا جو فتنہ عظیم پھیل رہا ہے اُس سے امت مسلمہ کے ہر فرد کو بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ اِس مُلک اور قوم میں بے دینی کی جو فضا پھیلی ہوئی ہے اُس کو مٹنا اور اس کی جگہ دین کی فضا کا پھیلنا ہم کو دیکھنا نصیب فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خَمْسٌ وَّسِتُّوْنَ اٰيَةً وَّعِشْرُوْنَ رُكُوْعًا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِيْنَ

اَلْحَمْدُ	لِلّٰهِ	الَّذِيْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	وَجَعَلَ	الظُّلُمٰتِ	وَالنُّوْرَ	ثُمَّ	الَّذِيْنَ
تمام تعریفیں	اللہ کیلئے	وہ جس نے	پیدا کیا	آسمان (جمع)	اور زمین	اور بنایا	اندھیروں	اور روشنی	پھر	جنہوں نے

تمام تعریفیں اللہ ہی کیلئے لائق ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں کو اور نور کو بنایا پھر بھی

كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ①	كَفَرُوْا	بِرَبِّهِمْ	يَعْدِلُوْنَ	
کافر لوگ اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں	کفر کیا (کافر)	اپنے رب کے ساتھ	برابر کرتے ہیں	

سورۃ کا نام انعام کیوں رکھا گیا

اس سورۃ کا نام انعام ہے۔ انعام نعم کی جمع ہے۔ نعم کے معنی ہیں جانور، چوپایہ، مویشی، اس سورۃ کے سولھویں اور سترہویں رکوع میں بعض جانور اور مویشیوں کے حرام ہونے اور بعض کے حلال ہونے کے متعلق اہل عرب کے ایام جاہلیت کے توہمات کی تردید کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں انعام کا لفظ کئی جگہ آیا ہے۔ اس لئے اس سورۃ کا نام ہی انعام قرار پایا۔

سورۃ کا نزول فضیلت وغیرہ

یہ سورت مکی ہے اور ایک ہی دفعہ ساری کی ساری مکہ میں نازل ہوئی۔ بجز ۶ آیتوں کے جو مدینہ میں نازل ہوئیں۔ اس سورت کے نزول کا زمانہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ گویا مکی دور کے آخری زمانے میں نازل ہوئی۔ مکہ میں ایک ہی رات کے اندر اس شان سے نازل ہوئی کہ اس کو ستر ہزار فرشتے لے کر حاضر ہوئے تھے اور تسبیح پڑھتے جا رہے تھے۔ ملائکہ زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھے اور فرشتوں کی تسبیح **سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم** کی گونج سے زمین و آسمان میں ہنگامہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی تسبیح پڑھتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے اور اسی وقت رات میں اس سورت کو لکھ لینے کا حکم دیا۔ پس جو سورۃ ۷۰ ہزار فرشتوں کی تسبیح وتحمید کی گونج کے ساتھ اتری ہو تو اس کی عظمت ظاہر ہے۔

اس سورت میں ۲۰ رکوعات ۱۶۵ آیات ۳۱۰۰ کلمات اور ۱۲۹۳۵ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔

سورۂ انعام کے مضامین

اس سورۃ کا اصل مضمون توحید کی تعلیم ہے اور ان سب غلط خیالات کا رد ہے۔ جن میں ایک سے زیادہ خدا مانے جاتے ہیں اور لوگ اللہ کے سوا دوسری چیزوں کے سامنے جھکتے ہیں۔ اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔ عقیدہ توحید کی دعوت کے ساتھ عقیدۂ رسالت کا اثبات۔ عقیدۂ آخرت کی تبلیغ جاہلیت کے بعض توہمات کی تردید۔ اسلامی معاشرہ کی تعمیر جن بڑے بڑے اصول و بنیاد پر ہے ان کا تذکرہ دعوت نبوی اور منکرین رسالت کے اعتراضات کا جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو جو مشکلات پیش آ رہی تھیں۔ ان پر ان کی تسلی، منکرین اور مخالفین کی غفلت پر تنبیہ و وعید۔ بت پرستی کی مذمت خدا پرستی کی دعوت۔ حضرت ابراہیم کا بت پرستوں اور ستارہ پرستوں سے مباحثہ اور مناظرہ کے مضامین بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔

سورۂ انعام کی پہلی آیت کا خلاصہ

پہلی آیت میں وہ اصل بات جو اسلام انسانوں کو سکھانا چاہتا ہے

بڑی خوبی سے بیان کردی گئی ہے۔ یعنی تمام جہان کا اور اس کی ساری چیزوں کا پیدا کرنے والا اور خالق صرف ایک اللہ ہے کیونکہ وہی ایک ذات ہے جس میں ساری خوبیاں، ساری صفات، ساری تعریفیں، ساری قوتیں اور ساری قدرتیں موجود ہیں۔ قرآن مجید کے نازل ہونے سے پہلے دنیا میں شاید ہی کوئی چیز بچی ہو جسے معبود بنا کر اس کی پرستش اور عبادت نہ کی گئی ہو۔

وہ ذات پاک جو تمام صفات وکمال کی جامع اور ہر قسم کی خوبیوں کا منبع ہونے کی وجہ سے سب تعریفوں اور ہر طرح کی حمد وثنا کی بلاشرکت غیرے مستحق ہے جس نے آسمان وزمین اور رات دن اندھیرا اجالا علم وجہل ہدایت وضلالت موت وحیات غرض متقابل کیفیات اور متضاد احوال ظاہر فرمائے۔

نہ اس کی معبودیت اور الوہیت میں کوئی شریک۔ نہ اس کی ربوبیت میں کوئی ساتھی۔ اس لئے سب کا معبود وہی ایک ات بننے کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں پھر تعجب ہے کہ ان حقائق کے ہوتے ہوئے کس طرح لوگ کسی چیز کو خدائی کا مرتبہ دے دیتے ہیں۔

غرضیکہ مقصود اس آیت کا توحید کی حقیقت اور اس کی واضح دلیل کو بیان فرما کر دنیا کے تمام انسانوں کو تنبیہ کرنا ہے کہ یہ زمین وآسمان کی وسیع عمارت خود بخود بن کر نہیں کھڑی ہوگئی بلکہ ان کا صانع کوئی ضرور ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی توحید پر قائم رکھنا اور صرف اپنی بندگی اور اطاعت اور پرستش وعبادت ان کو نصیب فرمانا۔

یا اللہ آپ ہی کی وہ ذات پاک ہے جو تمام خوبیوں، صفات وکمال کی جامع ہے اور ہر طرح کی حمد وثنا کا مستحق ہے۔

یا اللہ ہماری اس حمد وثنا کو قبول فرمالے اور اپنے مومن بندوں میں ہمارا شمار فرمالے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰٓى اَجَلًا ۭ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ②

هُوَ	الَّذِيْ	خَلَقَكُمْ	مِنْ	طِيْنٍ	ثُمَّ	قَضٰى	اَجَلًا	وَاَجَلٌ	مُّسَمًّى	عِنْدَهٗ	ثُمَّ	اَنْتُمْ	تَمْتَرُوْنَ
وہ	جس نے	تمہیں پیدا کیا	سے	مٹی	پھر	مقرر کیا	ایک وقت	اور ایک وقت	مقرر	اسکے ہاں	پھر	تم	شک کرتے ہو

وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر ایک وقت معین کیا اور دوسرا معین وقت خاص اللہ ہی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ۭ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ③

وَهُوَ	اللّٰهُ	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	فِي	الْاَرْضِ	يَعْلَمُ	سِرَّكُمْ	وَجَهْرَكُمْ	وَيَعْلَمُ	مَا تَكْسِبُوْنَ
اور وہ	اللہ	میں	آسمان (جمع)	اور	میں	زمین	وہ جانتا ہے	تمہارا باطن	اور تمہارا ظاہر	اور جانتا ہے	جو تم کماتے ہو

اور وہی ہے معبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں اور تم جو عمل کرتے ہو اُس کو جانتے ہیں

وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ④ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ

وَ	مَا تَاْتِيْهِمْ	مِنْ	اٰيَةٍ	مِنْ	اٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	اِلَّا	كَانُوْا	عَنْهَا	مُعْرِضِيْنَ	فَقَدْ كَذَّبُوْا	بِالْحَقِّ
اور	انکے پاس نہیں آئی	سے۔کوئی	نشانی	سے	نشانیاں	انکا رب	مگر	وہ ہوتے ہیں	اس سے	منہ پھیرنے والے	پس بیشک انہوں نے جھٹلایا	حق کو

اور اُن کے پاس کوئی نشانی بھی اُن کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اُس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں سو انہوں نے اس سچی کتاب کو بھی جھوٹا بتلایا

لَمَّا جَآءَهُمْ ۭ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑤ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ

لَمَّا	جَآءَهُمْ	فَسَوْفَ	يَاْتِيْهِمْ	اَنْۢبٰٓؤُا	مَا كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ	اَلَمْ يَرَوْا	كَمْ	اَهْلَكْنَا	مِنْ
جب	اُن کے پاس آیا	سو جلد	انکے پاس آجائے گی	خبر (حقیقت)	جو وہ تھے	اسکا	مذاق اُڑاتے وہ	کیا انہوں نے نہیں دیکھا	کتنی	ہم نے ہلاک کردیں	سے

جبکہ وہ اُن کے پاس پہنچی سو جلد ہی ان کو خبر مل جاوے گی اُس چیز کی جس کے ساتھ یہ لوگ استہزا کیا کرتے تھے۔کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم اُن سے

قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا

قَبْلِهِمْ	مِنْ	قَرْنٍ	مَكَّنّٰهُمْ	فِي الْاَرْضِ	مَا	لَمْ نُمَكِّنْ	لَكُمْ	وَاَرْسَلْنَا	السَّمَآءَ	عَلَيْهِمْ	مِدْرَارًا
ان سے قبل	سے	امتیں	ہم نے انہیں جمادیا تھا	زمین (ملک) میں	جو	نہیں جمایا	تمہیں	اور ہم نے بھیجا	بادل	اُن پر	موسلا دھار

پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دُنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے اُن پر خوب بارشیں برسائیں

وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ⑥

وَجَعَلْنَا	الْاَنْهٰرَ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهِمْ	فَاَهْلَكْنٰهُمْ	بِذُنُوْبِهِمْ	وَاَنْشَاْنَا	مِنْ	بَعْدِهِمْ	قَرْنًا	اٰخَرِيْنَ
اور ہم نے بنائیں	نہریں	بہتی ہیں	سے	انکے نیچے	پھر ہم نے انہیں ہلاک کیا	ان کے گناہوں کے سبب	اور ہم نے کھڑی کیں	سے	اُنکے بعد	امتیں	دوسری

اور ہم نے اُن کے نیچے سے نہریں جاری کیں پھر ہم نے اُن کو اُن کے گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور اُن کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا۔

انسان کی پیدائش و موت کا تذکرہ کر کے انسان کو غفلت سے بیدار کرنا

گذشتہ آیت میں تمام عالم و جہان کی پیدائش کا ذکر تھا۔ اب ان آیات میں انسان کی پیدائش اور خلقت کو بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ دیکھو شروع میں بیجان مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام جو اول انسان ہیں ان کا پتلا تیار کر کے کس طرح حیاۃ اور کمالات انسانی فائض کئے اور آج بھی مٹی سے غذائیں نکلتی ہیں اور غذاؤں سے نطفہ اور نطفہ سے انسان بحکم الٰہی بنتے رہتے ہیں غرضیکہ اس طرح انسان کو عدم سے وجود میں لایا گیا۔ پھر ہر انسان کی موت کا ایک وقت مقرر کر دیا جبکہ آدمی دوبارہ اسی مٹی میں جاملتا ہے جس سے پیدا کیا گیا تھا۔ تو جہان کی پیدائش کا تذکرہ کرنے اور یہ بتلانے میں کہ ہر شخص کو ایک معین وقت تک زندہ رہنے کے بعد موت ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انسان کی طرح اس جہان کا بھی فنا کا ایک وقت مقرر ہے جسے قیامت کبریٰ کہتے ہیں۔ قیامت صغریٰ یعنی شخصی موتیں چونکہ ہمیں پیش آتی رہتی ہیں۔ ان کا علم بھی لوگوں کو ہوتا رہتا ہے۔ لیکن قیامت کبریٰ کی ٹھیک مدت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ پھر اس پر تنبیہ کی جاتی ہے کہ انسانوں میں زندگی اور فنا کا سلسلہ دیکھتے ہوئے بھی اس تمام عالم کی فنا میں آدمی کیوں شک و تردد کرتا ہے۔ تو گویا اس لطیف پیرایہ میں آثار قدرت بیان کر کے انسان فانی کو خواب غفلت سے بیدار کیا جاتا ہے اور تنبیہ کی جاتی ہے کہ انسان کے پیدا ہونے کے بعد موت آنی لازمی ہے اور اسی طرح سارا عالم ایک دن فنا ہو جائے گا اور قیامت آجائے گی اس لئے شرک و کفر سے پرہیز کرو اور توحید خداوندی قبول کرو۔

معبود فقط اللہ ہے پھر تم کیوں شرک کرتے ہو

پھر آگے توحید الٰہی پر زور دیا جاتا ہے اور اوپر کے مضمون سے بطور نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو آسمانوں اور زمین میں لائق عبادت و طاعت ہے اور وہی تمہارے ظاہر و باطن کے ہر حال اور ہر قول و فعل سے پورا واقف ہے۔ مطلب یہ کہ تمہاری ذات اور تمہارا عمل اس کے احاطہ قدرت اور علم سے خارج نہیں پھر کیوں اس کو چھوڑ کر دوسروں کی پرستش کرتے ہو اور صفات الوہیت میں بتوں اور خیالی معبودوں کو اس کا شریک جانتے ہو۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعتراف کرنا چاہئے کہ وہی تمام نفوس کا خالق اور غیب و شہادت کا عالم ہے اور ایسی ہی ذات مستحق الوہیت و عبادت ہوسکتی ہے۔

کافروں کو تنبیہ کہ سابقہ اقوام سے عبرت پکڑو

آگے کفار مشرکین کا آیات الٰہیہ سے اعراض کرنا۔ قرآن کی صداقت سے منہ موڑنا اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنا اور اس کی وجہ سے وہ جس سزا کے مستحق اپنے کو بنا رہے تھے اس کو بتلایا جاتا ہے اور اگرچہ یہ آیات مشرکین مکہ کے حق میں نازل ہوئی ہیں مگر حکم میں عموم ہے اور ہر سرکش و معاند کو شامل ہیں۔ تو ان مشرکین اور معاندین کے بارے میں حق تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کوئی دلیل واضح یا رسول کی صداقت کی کوئی نشانی یا معجزہ یا حق بات ان کے پاس آئی تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں اور اس کی پرواہ تک نہیں کرتے اور حق کو جھٹلانے اور تکذیب کرنے لگتے ہیں اور اس سے بڑھ کر حق کا استہزا اور اس سے تمسخر کرتے ہیں۔ اس لئے ان منکرین اور تکذیب کرنے والوں کو وعید شدید سنائی جارہی ہے کہ اس تکذیب کا نتیجہ انہیں دیکھنا ضروری ہے۔ اور ان کو ڈرانے اور سمجھانے کے لئے پہلے لوگوں کا حال بتلایا جاتا ہے کہ جو ان سے زیادہ قوی۔ اور کثیر التعداد تھے اور اموال واولاد بھی زیادہ رکھتے تھے۔ دولت و حکومت بھی حاصل تھی۔ پھر بھی انہیں ان کی نافرمانیوں اور گناہوں اور تکذیب انبیاء کے سبب ہلاک و تباہ و برباد کیا گیا اور ان کی جگہ دوسری قومیں آباد کی گئیں۔ اس طرح کفار کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا کہ اے اہل مکہ پہلی امتوں کے حالات پر نظر کرو کہ کس طرح عیش و آرام میں تھیں۔ جب انہوں نے خدا کے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ان کا انجام کیسا خراب ہوا۔ پس جب وہ امتیں ہلاکت سے نہ بچ سکیں جو ہر بات میں تم

سے بڑھ چڑھ کرتھیں تو تمہاری ہلاکت کیا مشکل ہے اور تم پر عذاب الٰہی نازل ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔

کافروں کے لئے دنیا کی ذلت

یہاں ان آیات میں معاندین اور منکرین و مکذبین کے متعلق جو یہ فرمایا فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ سو عنقریب ہی ان کو خبر مل جائے گی اس چیز کی جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے یعنی اس تمسخر اور عناد کا انجام ان کی نظر کے سامنے آ جائے گا تو اس میں عذاب آخرت کی تہدید تو موجود ہی ہے لیکن مفسرین نے اس کو آئندہ واقعات کے واسطے ایک پیشین گوئی بھی قرار دیا ہے یعنی دنیوی عذاب اور پکڑ کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اور مشرکین مکہ کے متعلق اس پیشین گوئی کا پورا ہونا اس طرح لکھا ہے کہ مکہ کے بڑے بڑے کافر سرداروں کا جنگ بدر میں ذلت سے مارا جانا۔ قریش کا ہمت شکن مصائب اور قحط میں مبتلا ہونا اور نہایت ذلت کے ساتھ فتح مکہ کے بعد اہل اسلام کا مسخر ہونا اور بالآخر چار و ناچار قرآن کی صداقت کو ماننا یہ سب کچھ ان کی نظروں کے سامنے پورا ہوا۔ ان آیات میں فَأَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوبِهِمْ (پھر ان کے گناہوں پر ہم نے ان کو ہلاک کر دیا) کی خبر سے معلوم ہوا کہ گناہوں کی شامت اعمال دنیا میں بھی تباہی و بربادی لاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہم آپ ہی کو اپنا خالق و رازق مانتے ہیں آپ ہی نے ہمیں مقررہ زندگی عطا فرمائی ہے اور آپ ہی کے پاس بیشک ہم کو دوبارہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر پہنچنا ہے۔

اے اللہ جب ہم آپ کے پاس حاضر ہوں تو ہم پر اپنا فضل و کرم فرمایئے گا۔

اے اللہ ہمارے عیوب کی پردہ پوشی فرمایئے گا اور اپنے اطاعت گزار بندوں کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمایئے گا۔

یا اللہ گذشتہ امتوں کی ہلاکت و تباہی کی جو خبر قرآن پاک نے دی ہے اس سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا

وَلَوْ	نَزَّلْنَا	عَلَيْكَ	كِتٰبًا	فِىْ	قِرْطَاسٍ	فَلَمَسُوْهُ	بِاَيْدِيْهِمْ	لَقَالَ	الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا	اِنْ هٰذَآ	اِلَّا
اور اگر	ہم اتاریں	تم پر	کچھ لکھا ہوا	میں	کاغذ	پھر اُسے چھولیں	اپنے ہاتھوں سے	البتہ کہیں گے	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	نہیں یہ	مگر

اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اُس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ۭ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ﴿۸﴾

سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ	وَقَالُوْا	لَوْ	لَآ اُنْزِلَ	عَلَيْهِ	مَلَكٌ	وَلَوْ	اَنْزَلْنَا	مَلَكًا	لَّقُضِيَ	الْاَمْرُ	ثُمَّ	لَا يُنْظَرُوْنَ
جادو	کھلا	اور وہ کہتے ہیں	کیوں	نہیں اتارا گیا	اس پر	فرشتہ	اور اگر	ہم اتارتے	فرشتہ	تو تمام ہوگیا ہوتا	کام	پھر	انہیں مہلت نہ دی جاتی

صریح جادو ہے اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اُن کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر اُن کو ذرا مہلت نہ دی جاتی

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ﴿۹﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ

وَلَوْ	جَعَلْنٰهُ	مَلَكًا	لَّجَعَلْنٰهُ	رَجُلًا	وَ	لَلَبَسْنَا	عَلَيْهِمْ	مَّا يَلْبِسُوْنَ	وَلَقَدِ	اسْتُهْزِئَ	بِرُسُلٍ
اور اگر	ہم اُسے بناتے	فرشتہ	تو ہم اُسے بناتے	آدمی	اور	ہم شبہ ڈالتے	ان پر	جو وہ شبہ کرتے ہیں	اور البتہ	ہنسی کی گئی	رسولوں کیساتھ

اور اگر ہم اُس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اُس کو آدمی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر اُن پر وہی اشکال ہوتا جواب اشکال کر رہے ہیں۔ اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں

مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ

مِنْ	قَبْلِكَ	فَحَاقَ	بِالَّذِيْنَ	سَخِرُوْا	مِنْهُمْ	مَا	كَانُوْا	بِهٖ	يَسْتَهْزِءُوْنَ	قُلْ	سِيْرُوْا	فِى الْاَرْضِ
سے	آپؐ سے پہلے	تو گھیر لیا	ان لوگوں کو جنہوں نے	ہنسی کی	ان سے	جو۔جس	وہ تھے	اس پر	ہنسی کرتے	آپ کہدیں	سیر کرو	زمین (ملک)

اُن کے ساتھ بھی استہزا کیا گیا ہے پھر جن لوگوں نے اُن سے تمسخر کیا تھا انکو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اُڑاتے تھے۔ آپ فرما دیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو

ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾

ثُمَّ	انْظُرُوْا	كَيْفَ	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُكَذِّبِيْنَ
پھر	دیکھو	کیسا	ہوا	انجام	جھٹلانے والے

پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔

کفارِ مکہ کے عناد کا اظہار اور اس کا جواب

کفار مکہ قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں کبھی تو یہ شبہ کرتے کہ آسمان سے لکھی ہوئی کتاب کیوں نہیں اتری۔ کبھی یہ مطالبہ کرتے کہ چار فرشتہ اپنی اصلی شکل میں نمودار ہو کر ہمارے سامنے آکر آپ کے صدق کی گواہی دیں۔ کبھی یہ کہتے کہ نبی بشری اور انسانی صورت میں کیوں بھیجا گیا۔ کسی فرشتہ کو نبی بنا کر کیوں نہیں بھیجا۔ ان آیات میں کفار کی ان خرافات ومہملات کا رد فرمایا گیا اور حق تعالیٰ شانہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے جواباً بتلایا کہ یہ سب ان کفار معاندین کی مسخرے پن کی باتیں ہیں۔ ان کے یہ

مطالبات کسی غرض اور مقصد کے لئے نہیں۔ یہ لوگ تو اس درجہ معاند اور ضدی ہٹ دھرم ہیں کہ جو کچھ یہ طلب کر رہے ہیں اگر اس سے بھی زیادہ واضح صورتیں آپ کی سچائی کی ان کے سامنے آ جائیں جب بھی یہ قبول نہ کریں۔ مثلاً اگر ہم ان کی فرمائش کے مطابق آسمان سے لکھی ہوئی کتاب بھی اتار دیں اور یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے اس کتاب کو چھو بھی لیں کہ محض تخیل یا نظر بندی نہیں ہے تب بھی یہ یہی کہیں گے کہ یہ تو کھلا ہوا صریح جادو ہے۔ رہا فرشتہ کا آنا اور ان کا یہ مطالبہ کرنا کہ آپ پر کوئی فرشتہ ایسا کیوں نہیں اتارا گیا جو ہمارے روبرو ہو کر آپ کی صداقت کی شہادت دے اس کے متعلق جواب دیا گیا کہ اگر ہم ان کی فرمائش کے مطابق اسی طرح کوئی فرشتہ اتارتے تو بات فیصل ہو جاتی اور سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا اور وہ اس طرح کہ اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آئے تو یہ لوگ ایک منٹ کے لئے بھی اس کا تحمل نہ کر سکیں۔ اس کے رعب و ہیبت سے ان کا دم نکل جائے چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ یہ صرف انبیاء علیہم السلام کا ہی ظرف ہوتا ہے جو اصلی صورت میں فرشتہ کی رویت کا تحمل کر سکتے ہیں۔

پھر اگر ان لوگوں کی ایسی فرمائش پوری کر دی جائے اور اس پر بھی نہ مانے جیسا کہ ان کے معاندانہ احوال و اطوار سے ظاہر ہے تو پھر سنت اللہ کے موافق ان کو مہلت قطعاً نہیں دی جائے گی اور ایسا عذاب آئے گا جو فرمائش کرنے والوں کو بالکل نیست و نابود کر دے گا۔ اس لحاظ سے بھی اس طرح کی فرمائشوں کا پورا نہ کرنا عین رحمت ہے۔

اب چونکہ فرشتہ کو اصلی صورت میں نہ بھیجنے کی وجہ بتلا دی گئی۔ اس لئے کفار معاندین کے دوسرے احتمال کا جواب بھی دیا گیا وہ یہ کہ اگر کفار کے سمجھانے کے لئے اگر فرشتہ ہی بھیج دیں تو بھی وہ اپنا کام اسی صورت میں کر سکتا ہے جب وہ ان کے درمیان آدمی کی شکل وصورت میں آئے اور رہے اور پھر ان کے لئے اس کے بعد بھی یہ کہنے کا موقع رہے گا کہ ہمیں کیسے یقین ہو یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔ تو اس وقت بھی یہی کہیں گے کہ فرشتہ ہوتا تو ہم مان لیتے۔ نہ ماننے کا بہانہ جیسا اب کر رہے ہیں ویسے ہی جب بھی کریں گے کیونکہ جب ارادہ دل میں ماننے کا نہیں ہوتا تو ہر دلیل میں کوئی نہ کوئی بات نکال لی جاتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ غایت عناد سے یہ ایسی باتیں نکالتے ہیں جو ہدایت اور حق واضح ہونے کا طریق نہیں اور جو اس کا طریقہ ہے کہ آیات الٰہیہ و معجزات موجودہ میں غور کریں اس سے کام نہیں لیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی

چونکہ کفار کے انکار و تکذیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج و غم ہوتا تھا اس لئے آپ کی تسلی کے لئے آپ کو خطاب فرمایا گیا کہ آپ ان کفار کے استہزا اور تمسخر سے مغموم اور دلگیر نہ ہوں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں اور آپ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ انبیاء سابقین کو بھی انہی حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ پھر جو ان مکذبین اور دشمنان انبیاء کا حشر ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔ ان موجودہ کفار کو بھی خدا اسی طرح سزا دے سکتا ہے جو اگلے مجرموں کو دی گئی۔ انبیاء کی تکذیب کرنے والی قوموں کا جو انجام دنیا میں ہوا وہ ملکوں کی سیر و سیاحت اور تباہ شدہ اقوام کے آثار کا ملاحظہ کرنے سے اور نظر عبرت سے ان کے واقعات دیکھنے سے صاف نظر آ جائے گا کہ تکذیب انبیاء نے ان کو کس طرح برباد کیا کہ ان کا نام لینے والا باقی نہ رہا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو ہر حال میں حق کا اتباع نصیب فرما اور کفار کی خصلت عناد اور ضد سے کامل طور پر بچا۔

ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی بن کر زندہ رہنے اور اسی پر مرنے کی سعادت نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلْ لِّلّٰهِ ۭ كَتَبَ عَلٰي نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

قُلْ	لِمَنْ	مَا	فِي السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	قُلْ	لِلّٰهِ	كَتَبَ	عَلٰى نَفْسِهِ	الرَّحْمَةَ	لَيَجْمَعَنَّكُمْ
آپ پوچھیں	کس کیلئے	جو	آسمانوں میں	اور	زمین	کہدیں	اللہ کیلئے	لکھی ہے	اپنے (نفس) آپ+پر)	رحمت	نہیں ضرور جمع کریگا

آپ کہیئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی مِلک ہے آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی مِلک ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرمالیا ہے

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ وَلَهٗ مَا سَكَنَ

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	لَا رَيْبَ	فِيْهِ	اَلَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	فَهُمْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	وَلَهٗ	مَا	سَكَنَ
قیامت کادن	نہیں شک	اسمیں	جولوگ	خسارہ میں ڈالا	اپنے آپ	تو وہی	ایمان نہیں لائیں گے	اوراسکے لئے	جو	بستا ہے

تم کوخداتعالیٰ قیامت کے روز جمع کریں گے اس میں کوئی شک نہیں جن لوگوں اپنے کوضائع کرلیا ہے سو وہ یمان نہ لاویں گے اللہ ہی کی مِلک ہے سب جو کچھ

فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۱۳ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ

فِي	الَّيْلِ	وَالنَّهَارِ	وَهُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ	قُلْ	اَغَيْرَ	اللّٰهِ	اَتَّخِذُ	وَلِيًّا	فَاطِرِ	السَّمٰوٰتِ
میں	رات	اوردن	اوروہ	سُننے والا	جاننے والا	آپ کہدیں	کیاسوائے	اللہ	میں بناؤں گا	کارساز	بنانے والا	آسمان (جمع)

رات میں اوردن میں رہتے ہیں اوروہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا آپ کہیئے کہ کیا اللہ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں

وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۭ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ

وَالْاَرْضِ	وَهُوَ	يُطْعِمُ	وَلَا يُطْعَمُ	قُلْ	اِنِّىْٓ اُمِرْتُ	اَنْ	اَكُوْنَ	اَوَّلَ	مَنْ	اَسْلَمَ	وَ	لَا تَكُوْنَنَّ
زمین	اوروہ	کھلاتا ہے	اوروہ کھاتا نہیں	آپ کہدیں	بیشک مجھ حکم دیا گیا	کہ	میں ہوجاؤں	سب سے پہلا	جو۔جس	حکم مانا	اور	تو ہرگز نہ ہو

اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں اور انکو کوئی کھانے کو نہیں دیتا اور کسی کو معبود قرار دوں، آپ فرمادیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۴ قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۱۵ مَنْ يُّصْرَفْ

مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ	قُلْ	اِنِّىْٓ	اَخَافُ	اِنْ	عَصَيْتُ	رَبِّيْ	عَذَابَ	يَوْمٍ عَظِيْمٍ	مَنْ	يُصْرَفْ
سے	شرک کرنے والے	آپ کہدیں	بیشک میں	میں ڈرتا ہوں	اگر	میں نافرمانی کروں	اپنا رب	عذاب	بڑادن	جو۔جس	پھیردیاجائے

اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔جس شخص سے

عَنْهُ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ۭ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ۝۱۶ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ

عَنْهُ	يَوْمَىِٕذٍ	فَقَدْ	رَحِمَهٗ	وَذٰلِكَ	الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ	وَاِنْ	يَمْسَسْكَ	اللّٰهُ	بِضُرٍّ	فَلَا	كَاشِفَ
اس سے	اس دن	تحقیق	اس پر رحم کیا	اور یہ	کامیابی کھلی	اور اگر	تمہیں پہنچائے	اللہ	کوئی سختی	تو نہیں	دور کرنے والا

اُس روز وہ عذاب ہٹا دیا جاوے گا تو اُس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ صریح کامیابی ہے۔ اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچادیں تو اُس کا دور کرنے والا

11

لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱۷ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ													
لَهٗ	اِلَّا هُوَ	وَاِنْ	يَّمْسَسْكَ	بِخَيْرٍ	فَهُوَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	قَدِيْرٌ	وَهُوَ	الْقَاهِرُ	فَوْقَ	عِبَادِهٖ	
اسکا	اسکے سوا	اور اگر	وہ پہنچائے تمہیں	کوئی بھلائی	تو وہ	پر	ہر شے	قادر	اور وہ	غالب	اوپر	اپنے بندے	
سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں اور اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچا دیں تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ اور وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں													

	وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۱۸	وَهُوَ	الْحَكِيْمُ	الْخَبِيْرُ	
	اور وہی بڑی حکمت والے پوری خبر رکھنے والے ہیں۔	اور وہ	حکمت والا	خبر رکھنے والا	

کافروں پر اتمام حجت

ان آیات میں پھر وہی مضمون توحید اور صفات باری تعالیٰ بیان فرمایا جاتا ہے اور ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان معاندین سے بطور الزام اور اتمام حجت کے یہ پوچھئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ کس کی ملک ہے؟ اول تو وہ خود ہی یہ جواب دیں گے کہ اللہ کی ملک ہے۔ جس سے توحید ثابت ہو جائے گی اور اگر بالفرض وہ کسی خوف یا ڈر یا دباؤ یا لالچ یا شرم وحیا کی بناء پر اس کا جواب نہ دیں تو آپ کہہ دیجئے کہ یہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اور تمہارے بت کسی چیز کے بھی مالک نہیں اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم اور وعدہ سے توبہ کرنے والوں کے ساتھ مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرما لیا ہے۔ وہ اپنی رحمت سے عقوبت میں جلدی نہیں کرتا اور فوری سزا میں نہیں پکڑتا بلکہ توبہ و انابت کو قبول کرتا ہے لہٰذا اگر تم کفر وشرک سے توبہ کرو گے اور اس کی طرف متوجہ ہو گے تو وہ ارحم الراحمین تمہارے پچھلے گناہ معاف فرما دے گا۔

غرض یہ کہ ان سرکشوں کو باوجود حجت پوری ہو جانے کے جب توحید واقع میں بھی حق ہے اور کفر وشرک سے توبہ موجب رحمت بھی ہے تو ان کو توحید اختیار کر لینا چاہئے

کافروں کو آخرت کے حساب کے بارے میں تنبیہ

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اگر تم نے توحید کو قبول نہ کیا تو پھر سزا بھی بھگتنی ہوگی کیونکہ تم کو خدا تعالیٰ قیامت کے روز زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کریں گے اور سب کا حساب لیں گے پھر جیسا عمل ہوگا ویسا برتاؤ فرمائیں گے۔ اور روز قیامت کے متعلق یہ ہے کہ اس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ مگر جن لوگوں نے اپنے آپ کو یعنی اپنی عقل ونظر اور فکر صحیح کو ضائع اور معطل کر لیا ہے وہ ایمان نہ لاویں گے گو آپ رحمت وعذاب وعدہ وعید کتنا ہی بیان کریں کیونکہ کسی مطلوب کو حاصل کرنے کے لئے استعمال قوت فکریہ کا ضروری ہے اور یہ اس سے کام نہیں لینا چاہتے پھر ایمان کیونکر لاویں گے۔

توحید کے اثبات کے لئے ایک اور انداز استدلال

تاہم ان سے اثبات توحید کے لئے مکرر یوں بھی کہہ دیجئے کہ اللہ ہی کی ملک ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتے ہیں یعنی جتنی چیزیں کسی مکان میں ہیں۔ یا زمان میں سب اللہ کی مملوک ہیں اور وہی ہے بڑا سننے والا اور بڑا جاننے والا کہ ہر ایک کی پکار کو سنتا ہے اور سب کی حوائج وضروریات کو بخوبی جانتا ہے پھر تم ہی بتاؤ کہ ایسے پروردگار کو چھوڑ کر کسی اور کو معبود بنانا یا کسی اور سے مدد طلب کرنا کہاں تک درست ہے۔

کفار کی طرف سے مال ودولت کی پیشکش کا جواب

روایات میں ہے کہ کفار قریش نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ افلاس کی وجہ سے نبوت کا دعویٰ کرنے لگے ہیں اور اس تدبیر سے مال جمع کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ اس دعوے سے باز آ جائیں اور ہم کو اپنے پرانے دین سے نہ روکیں تو

ہم چندہ جمع کر کے اتنا مال جمع کر کے آپ کو دے دیں گے کہ آپ سب سے زیادہ مالدار ہو جائیں گے۔ کفار کے ان لغو اقوال کے رد میں حق تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر جواب تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ کیا میں مال کی لالچ میں پڑ کر اللہ کو چھوڑ دوں اور اس کے علاوہ کسی اور معبود بنا لوں حالانکہ اسی نے زمین و آسمان کو ایجاد کیا تمام عالم کو نیست سے ہست کیا اور پھر سب کی پرورش بھی وہی کرتا ہے۔ سب کو روزی بھی وہی دیتا ہے۔ گویا کہ کل کائنات اپنی بقاء وجود میں اسی کی محتاج ہے اور وہ کسی کا کسی بات میں محتاج نہیں پھر کس طرح میں کسی کو اس کے علاوہ معبود بنا سکتا ہوں اور کس طرح مالی یا کسی اور لالچ میں پڑ کر اس کو چھوڑ سکتا ہوں۔ مزید جواب حق تعالیٰ کی طرف سے تلقین فرمایا جاتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ خدا کی طرف سے مجھے حکم ملا ہے کہ میں خدائے برحق کا جس کی صفات اوپر مذکور ہوئیں سب سے پہلا فرمانبردار بنوں اور میں سب سے پہلا وہ شخص ہوں کہ جس نے اللہ کے سامنے گردن جھکائی ہو اور مشرکوں کے ساتھ شامل نہ ہوں۔ پھر کس طرح میں حکم الٰہی کے خلاف کر سکتا ہوں کیونکہ اپنے رب کی نافرمانی کرنے سے مجھے روز عظیم کے عذاب کا خوف ہے اور وہ قیامت کا یوم عظیم ایسا ہوگا کہ اس روز جس شخص سے عذاب ہٹا دیا جائے تو گویا اللہ نے اس پر بڑا رحم کیا اور یہی کھلی کامیابی ہے۔

اللہ کی نافرمانی پر عذاب ہونے کی مخصوص تنبیہ

یہاں اس آیت میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا عذاب ایک خاص انداز سے بیان فرمایا گیا ہے کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر بالفرض میں بھی اپنے رب کے حکم کی مخالفت کروں تو مجھے بھی قیامت کے عذاب کا خوف ہے۔ حالانکہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ آپ سے نافرمانی کا صدور ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن آپ کی طرف منسوب کر کے امت کو یہ بتلانا ہے اور دوسروں کو یہ سنانا ہے کہ بفرض محال اگر خدا کے کسی معصوم اور برگزیدہ نبی سے بھی عصیان سرزد ہو جائے تو عذاب الٰہی کا اندیشہ ہے پھر کسی کو کب لائق ہے کہ کفر و شرک اور معصیت میں ملوث ہو کر عذاب الٰہی سے بے فکر اور مامون ہو کر بیٹھ جائے۔

مرض و شفاء تنگی و خوشحالی وغیرہ سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے

اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بھی سنا دیجئے کہ اے انسان اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دیں تو اس کا دور کرنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں۔ وہ چاہیں دور کریں یا نہ کریں خواہ دیر میں دور کریں یا جلدی دور کریں اور اسی طرح اگر تجھ کو کوئی نفع پہنچا دیں تو اس کا بھی کوئی ہٹانے والا نہیں اور اس خداداد نعمت کو کوئی روک نہیں سکتا۔ نفع نقصان تکلیف و رحت تنگی و فراخی بیماری و تندرستی سب کچھ اسی کے دست قدرت میں ہے نہ کہ کسی معبود باطل کے قبضہ میں پھر کیوں خدا کو چھوڑ کر کسی غیر خدا کی پرستش کی جائے اور اسی مضمون کی تاکید کے لئے یہ بھی فرما دیجئے کہ وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر غالب ہیں۔ برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں۔ پس علم سے سب کا حال جانتے ہیں اور قدرت سے سب کو جمع کر لیں گے اور حکمت سے مناسب جزا و سزا دیں گے پس اس کی شان فوقیت اور قہر اور شان علم و حکمت کا مقتضی بھی ہے کہ اس کے سوا کسی کو اپنا ولی کارساز اور معبود نہ بنایا جائے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہر طرح کے نفع نقصان اور تکلیف و راحت اور تنگی و فراخی کے مالک آپ ہی ہیں سب کچھ آپ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ یا اللہ اپنی رحمت کے دروازے ہم پر کھول دیجئے اور اپنی مغفرت و فضل سے ہم سب کو نواز دیجئے۔ یا اللہ آپ ہی ہمارے ملجا و ماویٰ ہیں ہماری ہر حال میں اپنی مرضیات پر قائم رہنے میں مدد فرمایئے۔ اور ہر حال میں اپنی ہی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۣ شَهِیْدٌۢ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ ۣ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَکُمْ

قُلْ	اَیُّ	شَیْءٍ	اَکْبَرُ	شَهَادَةً	قُلِ	اللّٰهُ	شَهِیْدٌ	بَیْنِیْ	وَبَیْنَکُمْ	وَ	اُوْحِیَ	اِلَیَّ	هٰذَا	الْقُرْاٰنُ	لِاُنْذِرَکُمْ
آپ کہیں	کونسی	چیز	سب سے بڑی	گواہی	آپ کہدیں	اللہ	گواہ	میرے درمیان	اور تمہارے درمیان	اور	وحی کیا گیا	مجھ پر	یہ	قرآن	تاکہ میں تمہیں ڈراؤں

آپ کہئے کہ سب سے بڑھ کر چیز گواہی دینے کیلئے کون ہے، آپ کہیئے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے

بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّکُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰی ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ

بِهٖ	وَمَنْ	بَلَغَ	اَئِنَّکُمْ	لَتَشْهَدُوْنَ	اَنَّ	مَعَ	اللّٰهِ	اٰلِهَةً	اُخْرٰی	قُلْ	لَّآ اَشْهَدُ	قُلْ	اِنَّمَا	هُوَ
اس سے	اور جس	وہ پہنچے	کیا تم بیشک	تم گواہی دیتے ہو	کہ	ساتھ	اللہ	کوئی معبود	دوسرا	آپ کہدیں	میں گواہی نہیں دیتا	آپ کہدیں	صرف	وہ

تاکہ میں اس قرآن کے ذریعہ سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے سب کو ڈراؤں کیا تم سچ مچ یہی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں، آپ کہدیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا،

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۝۱۹ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ

اِلٰهٌ	وَّاحِدٌ	وَّاِنَّنِیْ	بَرِیْٓءٌ	مِّمَّا	تُشْرِکُوْنَ	اَلَّذِیْنَ	اٰتَیْنٰهُمُ	الْکِتٰبَ	یَعْرِفُوْنَهٗ	کَمَا	یَعْرِفُوْنَ
معبود	یکتا	اور بیشک میں	بیزار	اس سے جو	تم شرک کرتے ہو	وہ جنہیں	ہم نے دی انہیں	کتاب	وہ اسکو پہچانتے ہیں	جیسے	وہ پہچانتے ہیں

آپ کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں

اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ

اَبْنَآءَهُمْ	اَلَّذِیْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ	فَهُمْ	لَا یُؤْمِنُوْنَ	وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰی	عَلَی	اللّٰهِ
اپنے بیٹے	وہ جنہوں نے	خسارہ میں ڈالا	اپنے آپ	سو وہ	ایمان نہیں لاتے	اور کون	سب سے بڑا ظالم	اس سے جو	بہتان باندھے	پر	اللہ

جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لاویں گے اور اس سے زیادہ اور کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے

کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۱

کَذِبًا	اَوْ کَذَّبَ	بِاٰیٰتِهٖ	اِنَّهٗ	لَا یُفْلِحُ	الظّٰلِمُوْنَ
جھوٹ	یا جھٹلائے	اسکی آیتیں	بلاشبہ وہ	فلاح نہیں پاتے	ظالم (جمع)

یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلا دے ایسے بے انصافوں کو فلاح نہ ہوگی

شانِ نزول: کفار مکہ نے ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ کیا خدا کو آپ کے سوا کوئی رسول نہیں ملا۔ ہم تو نہیں سمجھتے کہ آپ کے دعوے کی کوئی تصدیق کر سکتا ہے اور ہم نے تو یہود و نصاریٰ جو اہل کتاب ہیں ان سے بھی پوچھ کر دیکھ لیا۔ وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں آپ کا ذکر ہی نہیں سو ہم کو کوئی بتلایئے کہ جو اس بات کی گواہی دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ نیز بعض کفار و مشرکین نے آپؐ سے یہ بھی کہا کہ کیا آپ کے علم میں سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقع میں بھی سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں۔ میں تو یہی دعوت دے کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کی دعوت دیتا ہوں تو کفار کے ان اقوال کے متعلق ان آیات زیر تفسیر میں حق تعالیٰ کی جانب سے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کو جواب تلقین فرمایا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اعتراض کا جواب

مشرکین نے آپ سے کہا تھا کہ آپ کے نبی ہونے پر گواہ کون ہے؟ اس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تلقین فرمایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اللہ میری سچائی پر گواہ ہے اور وہ میری نبوت کی تصدیق کرتا ہے اور خدا سے بڑھ کر شہادت اور گواہی کس کی ہو سکتی ہے یعنی خدا سے بڑھ کر شہادت اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔ اور خدا کی تصدیق میرے نبوت کی یہ ہے کہ یہ قرآن اس نے میرے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا ہے تا کہ میں حاضر و غائب کو اس قرآن کا حکم پہنچا کر شرک و کفر سے منع کروں اور خدا کے عذاب سے خوف دلاؤں۔ تو کیا اے مشرکین اس شہادت کبریٰ کے بعد بھی تم یہ گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں۔ اور اگر وہ ہٹ دھرمی اور ضد و عناد سے اس پر بھی کہہ دیں کہ ہم تو یہی گواہی دیں گے تو اس وقت ان سے بحث کرنا لاحاصل ہے بلکہ آپ صرف اپنے عقیدہ کو ظاہر کر دیجئے کہ میں تو اس کی گواہی نہیں دیتا کیونکہ یہ امر باطل ہے اور آپ باطل کی نفی کر کے حق کے اثبات کے لئے کہہ دیجئے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بیشک میں تمہارے شرک سے بیزار اور نفور ہوں۔

اہل کتاب کے علماء کی طرف سے تصدیق

پھر یہ جو مشرکین نے کہا تھا کہ ہم نے تو اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے پوچھ لیا ہے اور وہ تو یوں کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں آپ کا ذکر ہی نہیں۔ اس کا جواب حق تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ بھی اپنے دلوں میں پورا یقین رکھتے ہیں کہ نبی آخر الزماں آپ ہی ہیں جن کی بشارت انبیاء سابقین دیتے چلے آئے ہیں۔ ان علمائے یہود و نصاریٰ نے آپ کے چہرہ کو دیکھ کر آپ کو اس طرح پہچان لیا ہے جس طرح انسان اپنے بیٹے کی صورت دیکھ کر پہچان لیا کرتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ جو پہلے علمائے یہود میں سے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے ان سے حضرت فاروق اعظمؓ نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں خبر دی ہے کہ تم لوگ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہو جیسے اپنی اولاد کو۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ ہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اوصاف کے ساتھ جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے توراۃ میں نازل فرمائے۔ اس لئے اس کا علم ہمیں یقینی اور قطعی طور پر ہے۔ بخلاف اپنی اولاد کے کہ اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری اولاد ہے بھی یا نہیں۔

اہل کتاب اور مشرکین کی بدبختی

جو اہل کتاب بھی تورات و انجیل کو پڑھتا اور اس پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے اس کا امکان ہی نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پہچانے۔ اس لئے آیت کے اخیر میں فرمایا گیا کہ یہ اہل کتاب جو پوری طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے باوجود مسلمان نہیں ہوتے اور آپ پر ایمان نہیں لاتے یہ اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو برباد کر رہے ہیں اور خسارہ میں پڑ رہے ہیں۔ اور بتلایا گیا کہ اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا اور اس کی آیتوں کو جھٹلایا۔ یہود اور نصاریٰ اور مشرکین عرب طرح طرح سے خدائے وحدہٗ لاشریک پر جھوٹ باندھتے مثلاً یہود و نصاریٰ یہ کہتے کہ ہم اللہ کے پیارے ہیں اور جنت ہمارے لئے ہے اور اگر آگ ہمیں چھوئے گی بھی تو صرف چند روز اور عزیر اور مسیح اللہ کے بیٹے ہیں اور مشرکین عرب کہتے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں اور اللہ نے سردار جنوں کی بیٹیوں سے شادی کی ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض یہ اور اس قسم کے صدہا بہتان اللہ پر باندھتے تھے اور توحید اور رسالت کے مسئلہ میں عقلاً بھی نہایت بے انصافی سے کام لے رہے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آخیر میں ان سب کے لئے فرمایا کہ یہ لوگ بڑے ظالم ہیں کہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور ایسے ظالموں کا حال یہ ہوگا کہ ان کو قیامت کے روز چھٹکارا اور فلاح نہ ہوگی اور کبھی عذاب الٰہی سے رستگاری نہ ہوگی۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو کفر و شرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے تو اس دولت اور نعمت کا ہم کو قدرداں بنائیں اور توحید پر ہم کو مضبوطی کے ساتھ تازندگی قائم رکھیں اور اسی لا الٰہ الا اللہ کی شہادت اور گواہی پر ہم کو موت نصیب فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا أَيْنَ شُرَكَاؤُكُمُ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٢٢﴾

وَيَوْمَ	نَحْشُرُهُمْ	جَمِيعًا	ثُمَّ	نَقُولُ	لِلَّذِينَ	أَشْرَكُوا	أَيْنَ	شُرَكَاؤُكُمُ	الَّذِينَ	كُنتُمْ	تَزْعُمُونَ
اور جس دن	اُنکو جمع کرینگے	سب	پھر	ہم کہیں گے	انکو جنہوں نے	شرک کیا (مشرکوں)	کہاں	تمہارے شریک	جن کا	تم تھے	دعویٰ کرتے

اور وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام خلائق کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے کہیں گے کہ تمہارے وہ شرکاء جنکے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں گئے

ثُمَّ لَمْ تَكُن فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ﴿٢٣﴾ انظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَىٰ

ثُمَّ	لَمْ تَكُن	فِتْنَتُهُمْ	إِلَّا	أَن	قَالُوا	وَاللَّهِ	رَبِّنَا	مَا كُنَّا	مُشْرِكِينَ	انظُرْ	كَيْفَ	كَذَبُوا	عَلَىٰ
پھر	نہ ہوگی۔ نہ رہی	اُنکی شرارت	سوائے	کہ	وہ کہیں	قسم اللہ کی	ہمارا رب	نہ تھے ہم	شرک کرنے والے	تم دیکھو	کیسے	انہوں نے جھوٹا باندھا	پر

پھر اُنکے شرک کا انجام اسکے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ قسم اللہ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔ ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی

أَنفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٢٤﴾

أَنفُسِهِمْ	وَ	ضَلَّ	عَنْهُم	مَا	كَانُوا يَفْتَرُونَ
اپنی جانوں	اور	کھوئی گئیں	ان سے	جو	وہ باتیں بناتے تھے

جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہو گئے۔

قیامت کے دن مشرکین کی بے بسی

گذشتہ آیات میں کفار و مشرکین کا آخرت میں فلاح نہ پانا مذکور ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں اس فلاح نہ پانے کی کچھ کیفیت مذکور ہے۔ قیامت کے دن مشرکوں کو جمع کر کے پوچھا جائے گا کہ تمہارے وہ معبود جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے کہاں ہیں؟ ان سے کہو کہ وہ آج تمہارے کام آئیں اور تمہیں تمہارے کرتوں کی سزا سے بچائیں۔ اس سوال سے مشرکین کے حواس گم ہو جائیں گے اور بجز انکار واقعات کے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گی۔ باطل معبودین کی جس عقیدت و محبت میں دنیا میں فریفتہ تھے اس کی حقیقت صرف اتنی رہ جائے گی کہ ساری دنیوی عمر کے عقیدے اور تعلق سے بھی انکار کر بیٹھیں گے اور رب العزت کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم تو کسی کو اللہ کا شریک دنیا میں نہیں ٹھہراتے تھے۔ ہم تو صرف اللہ ہی کو اپنا معبود مانتے تھے اور کسی سے ہمارا تعلق نہ تھا۔ اس صریح جھوٹ سے جو مشرکین انتہائی بدحواسی کے عالم میں اپنے کو جرم سے بری ثابت کرنے کے لئے بولیں گے اور ان کی جان آفت و مصیبت میں پھنس جائے گی۔

یہاں پہلی آیت میں جو یہ فرمایا گیا وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ (یعنی جس روز ہم تمام خلائق کو میدان حشر میں جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے کہیں گے) تو یہاں آیت میں لفظ ثم اختیار فرمایا گیا ہے جو دیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محشر میں جمع ہونے کے بعد فوراً ہی سوال و جواب نہیں ہوگا بلکہ عرصہ دراز تک حیرت و استعجاب اور تذبذب کے عالم میں کھڑے رہیں گے۔ مدت کے بعد حساب کتاب اور سوال جواب شروع ہوں گے۔ ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو میدان حشر میں اسی طرح جمع کر دیں گے جیسے تیروں کو ترکش میں جمع کر دیا جاتا ہے اور پچاس ہزار سال اسی طرح رہو گے۔

پھر دوسری آیت میں مشرکین کی طرف سے جو جواب مذکور ہے وہ بھی لفظ ثم کے ساتھ آیا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مشرکین بھی کافی وقفہ کے بعد اپنی دانست میں بہت کچھ سوچ کر یہی جواب دیں گے

وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ یعنی اللہ رب العالمین کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم تو مشرک نہ تھے۔ اخیر آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ ذرا آپ دیکھئے کہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر کیسا جھوٹ بولا ہے کہ جو شرک ان سے صادر ہوا تھا اس کی صاف نفی کر دی اور جن چیزوں کے معبود ہونے کے دعوے کو وہ جھوٹ موٹ تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہو گئے یعنی ان کے کوئی کام نہ آئے گا۔

مشرکین کا قیامت کا حال بیان کرنے کا مقصد

مشرکین کی قیامت والے دن کی حالت بیان کرنے سے مقصد یہی ہے کہ مشرکین اس رسوا کن انجام کو دنیا ہی میں سمجھ لیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارا حشر و نشر اپنے مقبولین مومنین مخلصین کے ساتھ ہونا نصیب فرما۔ اور قیامت میں میدان حشر کی ہولناکیوں اور ذلت و رسوائیوں سے اپنی پناہ میں رکھنا۔

یا اللہ ہمارے ساتھ دنیا و آخرت دونوں جہان میں رحمت کا معاملہ فرما اور اپنے فضل و کرم سے ہمارے حساب کتاب کو آسان فرما۔ بلکہ بلا حساب کتاب اپنی رضا کے مقام جنت میں داخل ہونا نصیب فرما۔

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں خالص لوجہ اللہ ایک دوسرے سے ملاقات و محبت کرنا نصیب فرما تا کہ قیامت کے روز ہمارے چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکدار ہوں اور بے حساب کتاب جنت میں پہنچنا نصیب ہو۔

یا اللہ رات کی تنہائی اور تاریکی میں ہمیں بھی حضور قلب سے اپنے ذکر فکر کی توفیق عطا فرما تا کہ محشر میں سادات الناس کا خطاب پانے کے مستحق ہو کر بے حساب کتاب جنت میں داخلہ نصیب ہو۔

یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنی حمد و ثناء اور ذکر و طاعت کی دنیا میں توفیق نصیب ہو تا کہ محشر میں اشرف الناس کے لقب سے خطاب کئے جانے کے مستحق ہو کر آپ کی رضا کے مقام جنت میں جانا نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ

وَمِنْهُمْ	مَنْ	يَسْتَمِعُ	اِلَيْكَ	وَجَعَلْنَا	عَلٰى	قُلُوْبِهِمْ	اَكِنَّةً	اَنْ	يَفْقَهُوْهُ	وَ	فِيْٓ اٰذَانِهِمْ
اور اُن سے	جو	کان لگاتا تھا	آپ کی طرف	اور ہم نے ڈالدیا	پر	انکے دل	پردے	کہ	وہ (نہ) سمجھیں اسے	اور	اُن کے کانوں میں

اوران میں بعضے ایسے ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پرحجاب ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اسکو سمجھیں اور انکے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے

وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

وَقْرًا	وَاِنْ	يَرَوْا	كُلَّ	اٰيَةٍ	لَا يُؤْمِنُوْا	بِهَا	حَتّٰٓى	اِذَا	جَاۗءُوْكَ	يُجَادِلُوْنَكَ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا
بوجھ	اور اگر	وہ دیکھیں	تمام	نشانی	نہ ایمان لائیں گے	اس پر	یہانتک کہ	جب	آپکے پاس آتے ہیں	آپ سے جھگڑتے ہیں	کہتے ہیں	جن لوگوں نے	انہوں نے کفر کیا

اور اگر وہ لوگ تمام دلائل کو دیکھ لیں ان پر بھی ایمان نہ لاویں، یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں یہ لوگ کافریوں کہتے ہیں

اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ

اِنْ	هٰذَا	اِلَّا	اَسَاطِيْرُ	الْاَوَّلِيْنَ	وَهُمْ	يَنْهَوْنَ	عَنْهُ	وَ	يَنْئَوْنَ	عَنْهُ	وَاِنْ	يُهْلِكُوْنَ
نہیں	یہ	مگر (صرف)	کہانیاں	پہلے لوگ (جمع)	اور وہ	روکتے ہیں	اس سے	اور	بھاگتے ہیں	اس سے	اور نہیں	ہلاک کرتے ہیں

کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آرہی ہیں۔ اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں

اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝

اِلَّا	اَنْفُسَهُمْ	وَ	مَا يَشْعُرُوْنَ
اگر (صرف)	اپنے آپ	اور	وہ شعور نہیں رکھتے

اور لوگ اپنے ہی کو تباہ کررہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔

شان نزول

روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ ابوجہل، ابوسفیان، ولید بن مغیرہ، نضر بن حارث اور عتبہ اور شیبہ پسران ربیعہ اور حارث بن عامر اور ابی بن خلف اور امیہ بن خلف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوئے۔ آپ اس وقت قرآن کریم پڑھ رہے تھے۔ ان لوگوں نے آپ کا قرآن سنا۔ پھر سب نے نضر بن حارث سے پوچھا کہ اے ابوقتیلہ کچھ سمجھ میں آتا ہے کہ محمد کیا کہتے ہیں۔ نضر بن حارث کافر نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ کیا کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنی زبان کو ہلاتے ہیں اور اگلے لوگوں کی کہانیاں بیان کرتے ہیں جیسے میں تمہیں گذشتہ لوگوں (یعنی رستم اور اسفند یار اور اہل فارس) کے قصہ سناتا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے خیال میں ان کی بعض باتیں تو سچی معلوم ہوتی ہیں۔ ابوجہل نے کہا ہرگز نہیں۔ تم ان کی کسی بات کے سچا ہونے کا اقرار ہرگز نہ کرنا۔ ہمیں مرنا قبول ہے مگر ان کی بات کو ماننا اور ان پر ایمان لانا ہرگز قبول نہیں۔ اس پر یہ آیات ان کفار مکہ کے متعلق نازل ہوئیں جو لوگوں کو قرآن سننے اور اس کا اتباع کرنے سے روکتے اور منع کرتے تھے اور خود بھی اس سے دور رہتے۔

قرآن کریم کا انکار کرنے والوں کی ہلاکت

ان آیات میں منکرین قرآن کی شناعت بیان کی جاتی ہے اور مکہ کے بعض کافروں کا رویہ بیان کیا جاتا ہے کہ ان میں نہ فہم ہے نہ انصاف، ایمان لانا اور ہدایت ربانی سے نفع اٹھانا تو کجا ان کی غرض تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے سے صرف مجادلہ اور آپ سے جھگڑنا اور تمسخر کرنا منظور ہے۔ چنانچہ قرآنی حقائق

وبیانات کو معاذ اللہ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ یعنی صرف پہلے لوگوں کی قصہ کہانیاں کہتے ہیں پھر اس تکذیب وتمسخر پر بھی اکتفانہیں۔کوشش یہ ہے کہ دوسرے بھی حق سے دور رہیں اس طرح کہ خود بھی حق سے دور بھاگتے ہیں اور دوسروں کو بھی حق سے نفور اور بیزار کرتے ہیں گویا اپنے قول وعمل دونوں ذریعہ قرآن کی حقانیت اور صداقت کو نیست ونابود کرنا چاہتے ہیں۔اور اسلام کو مٹانے کی کوشش میں مصروف ہیں لیکن اس کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ یہ نادان لوگ خود نیست ونابود ہو جائیں گے اور اسلام دنیا میں پھیلے گا اور قرآنی صداقت وحقانیت دنیا میں پھیل کر رہے گی۔ چنانچہ بحمد اللہ تعالیٰ قرآن نے جو فیصلہ سنایا تھا وہ پورا ہو کر رہا۔مکہ سے کفار ومشرکین نیست ونابود ہو گئے اور اسلام غالب ہو کر رہا۔اس لئے مشرکین کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ احمق خود اپنے لئے ہلاکت ابدی کا سامان فراہم کر رہے ہیں اور سمجھتے بھی نہیں کہ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کا سچا قدردان بنا کر زندہ رکھئے اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا وسچا امتی ہونا نصیب فرمائیے۔

یا اللہ دنیا میں قرآن پاک کا ہمیں سچا اتباع اور اس کا عشق نصیب فرما اور اس کی تعلیم اور احکام کو پھیلانے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ مخالفین ومعاندین ومنکرین قرآن جیسا کہ سرزمین عرب سے مٹ گئے اور ان کی کوئی تدبیر اسلام کو مٹانے کی نہ چل سکی۔

یا اللہ اسی طرح اب بھی مخالفین ومعاندین قرآن کے دنیا سے مٹ جانے کا وقت قریب کر دے اور دشمنان اسلام کی چالوں کو ملیامیٹ فرمادے۔

یا اللہ ان نام نہاد مسلمانوں کو جو باوجود قرآن پر ایمان کے دعوے کے قرآنی تعلیمات وہدایات سے اعراض کرتے ہیں خود بھی قرآن سے بھاگتے ہیں اور دوسروں کو بھی قرآن سے روکتے ہیں یا اللہ ان کو ہدایت کی توفیق نصیب فرما اور پکا وسچا مسلمان بنادے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ

وَلَوْ	تَرٰى	اِذْ وُقِفُوْا	عَلَى	النَّارِ	فَقَالُوْا	يٰلَيْتَنَا	نُرَدُّ وَ	لَا نُكَذِّبَ	بِاٰيٰتِ	رَبِّنَا	وَنَكُوْنَ	مِنَ
اور اگر (کبھی)	تم دیکھو	جب کھڑے کئے جائیں گے	پر	آگ	تو کہیں گے	اے کاش ہم	واپس بھیجے جائیں اور	نہ جھٹلائیں ہم	آیتوں کو	اپنا رب	اور ہو جائیں ہم	سے

اور اگر آپ انکو اس وقت دیکھیں جب کہ یہ دوزخ کے پاس کھڑے کئے جاوینگے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیئے جاویں اور اگر ایسا ہو جاوے

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ

الْمُؤْمِنِيْنَ	بَلْ	بَدَا لَهُمْ	مَا	كَانُوْا يُخْفُوْنَ	مِنْ قَبْلُ	وَلَوْ	رُدُّوْا	لَعَادُوْا	لِمَا نُهُوْا	عَنْهُ
ایمان والے	بلکہ	ظاہر ہو گیا اُن پر	جو	وہ چھپاتے تھے	اس سے قبل	اور اگر	واپس بھیجے جائیں	تو پھر کرنے لگیں	وہی رو کے گئے	اس سے

تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتاویں اور ہم ایمان والوں سے ہو جاویں۔ بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے وہ انکے سامنے آگئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس ہی بھیج دیئے جاویں

وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ

وَ	اِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ	وَقَالُوْا	اِنْ	هِيَ	اِلَّا	حَيَاتُنَا	الدُّنْيَا	وَمَا	نَحْنُ	بِمَبْعُوْثِيْنَ	وَلَوْ
اور	بیشک وہ	جھوٹے	اور وہ کہتے ہیں	نہیں	ہے	مگر (صرف)	ہماری زندگی	دنیا	اور نہیں	ہم	اٹھائے جانے والے	اور اگر (کبھی)

تب بھی یہ وہی کام کریں جس سے انکو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں۔

تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا

تَرٰى	اِذْ وُقِفُوْا	عَلٰى	رَبِّهِمْ	قَالَ	اَلَيْسَ	هٰذَا	بِالْحَقِّ	قَالُوْا	بَلٰى	وَرَبِّنَا	قَالَ	فَذُوْقُوا
تم دیکھو	جب وہ کھڑے کئے جائیں گے	پر (سامنے)	اپنا رب	وہ فرمائے گا	کیا نہیں	یہ	سچ	وہ کہیں گے	ہاں	قسم ہمارے رب کی	وہ فرمائے گا	پس چکھو

اور اگر آپ انکو اس وقت دیکھیں جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے، اللہ تعالیٰ فرمادے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے وہ کہیں گے بیشک قسم اپنے رب کی، اللہ تعالیٰ فرمادے گا

	الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾	الْعَذَابَ	بِمَا	كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ	
.	تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو۔	عذاب	اس لئے کہ	تم کفر کرتے تھے	

قیامت کے دن کافروں کی حسرتناک حالت

ان آیات میں کفار و مشرکین ہی کی حسرتناک حالت جو ان کو روز قیامت پیش آئے گی وہ بیان کی گئی ہے اور اس طرح انہیں ان کے انجام نار جہنم سے ڈرایا گیا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ غیر مومنین جس میں کفار و مشرکین سب آگئے انکا توحید و رسالت و قرآن سے انکار و استہزاء وغیرہ یہ سب فوں فاں اسی وقت تک ہے جب تک خدائی سزا کا ہولناک اور ہوش ربا منظر سامنے نہیں۔ جس وقت دوزخ کی ذرا سی ہوا بھی لگ جائے گی تو ساری شیخی کرکری ہو جائے گی۔ اور اس وقت بہ ہزار تمنا یہ درخواست کریں گے کہ ہم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تا کہ آئندہ کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور پکے ایماندار بن کر رہیں۔ ان آیات میں ان کی اس وقت کی تمنا اور قول و قرار کی قلعی بھی کھول دی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ یہ اب بھی جھوٹ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں واپس ہو کر ایمان دار بن جائیں گے۔ ان کے اس قول و قرار میں کوئی

حقیقت نہیں۔ دنیا میں یہ جن باتوں کے ماننے کے لئے تیار نہ تھے اور جن کو دبانے چھپانے اور تکذیب و تمسخر کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے اب وہ کھلم کھلا ان کے سامنے آگئی ہیں اور جس دکھ درد اور عذاب سے ان کو ڈرایا جاتا تھا کہ دنیا میں تمہارے لئے موقع ہے۔ اس سے بچنے کا سامان کرو وہ آج سچ مچ سامنے آ گیا ہے۔ غیب کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اس لئے فقط اس سے بچنے کے لئے ایسی باتیں کر رہے ہیں اگر ان کو پھر دنیا میں بھیج دیا اور یہ عذاب ان کی نظروں سے غائب ہو جائے تو بے فکر ہو کر پھر وہی کرنے لگیں گے جو پہلے کر چکے ہیں۔ اس لئے کہ یہ تو اس کے قائل ہیں کہ جو آنکھوں کے سامنے ہو اسی کو مانو اور غیب کی چیزوں کی پرواہ مت کرو۔ اسی کے مطابق ان کو عمل کرنے کی عادت پڑ چکی ہے اس لئے دنیا میں واپس جاتے ہی اس کی چھل پھل میں پھر پھنس جائیں گے اور وہی کرنے لگیں گے جو پہلے کر چکے ہیں۔ یہ جس مصیبت سے گھبرا کر واپس جانے کی تمنا کر رہے ہیں اسے خواب و خیال کی طرح فراموش کر دیں گے اس لئے ان کی یہ بات کہ اب کے ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تو پورے ایماندار بن کر دکھاویں گے یہ بھی جھوٹ ہے۔

کفار کی مادہ پرستی اور اس کا انجام

پھر کفار کی ایک حالت اور بیان کی گئی ہے کہ دنیا میں ان کی نگاہ دنیا کی بے حقیقت مادی چیزوں سے اونچی نہیں اٹھتی۔ ان کے نزدیک جو کچھ ہے بس اسی دنیا کی زندگی ہے۔ بس جو کچھ ہو دنیا کے مزے اڑا لو۔ کہاں کی آخرت اور کیسی قیامت وہ اس کے قائل ہی نہیں کہ ہم مرنے کے بعد بھی پھر کبھی دوبارہ بھی زندہ کئے جائیں گے۔ اور ایک نئی زندگی شروع ہو گی جس کے بعد موت پھر کبھی نہ آئے گی۔ تو ایسے منکرین آخرت و جزا و سزا کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ یہ ساری باتیں یہیں دنیا میں بنا رہے ہیں جب قیامت آ جائے گی اور حقیقت ان کی آنکھوں کے سامنے ہو گی اور جب یہ باز پرسی اور جواب دہی کے لئے رب کے سامنے لا کھڑے کئے جائیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ اب تمہیں کچھ حقیقت معلوم ہوئی؟ جو کچھ تم سے کہا گیا تھا اور جس کے تم دنیا میں منکر تھے وہ سچ ہے یا نہیں؟ اس وقت ان کی زبان سے بے ساختہ نکلے گا کہ قسم ہے ہمارے رب کی سب بالکل سچ ہے اس پر حکم ہو گا کہ دنیا میں تم سے نہ ہو سکا کہ میری بات کو سچ مانتے اور میرے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے۔ اچھا اب دنیا میں جو نافرمانی کی تھی اس کا عذاب چکھو اور سزا بھگتو۔ جس کے بعد ان کو جہنم کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

دنیا میں پڑ کر آخرت کو نہ بھلاؤ

ان آیات کا خلاصہ جو سوچنے اور یاد رکھنے کے لائق ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کی خرافات میں پڑ کر آخرت کو نہ بھولنا چاہئے اور قیامت و حشر نشر اور عذاب دوزخ وغیرہ کو بے دیکھے مان لینا چاہئے ورنہ دیکھ کر ماننا کچھ کام نہ آئے گا۔ یہی وہ اصل روح ہے جس کے مطابق اسلام انسان کو اس دنیا میں زندگی بسر کرنا سکھانا چاہتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جس نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو اس دنیا میں اسلام و ایمان کی دولت عطا فرمائی۔ یا اللہ ہمیں اس نعمت کی قدر دانی اور شکر گزاری کی توفیق نصیب ہو یا اللہ گذشتہ میں ہم سے جو آپ کی طاعت میں غفلت اور کوتاہی ہوئی اس کو اپنی رحمت سے درگزر فرمائیے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى

قَدْ	خَسِرَ	الَّذِيْنَ + كَذَّبُوْا	بِلِقَآءِ	اللّٰهِ	حَتّٰى	اِذَا	جَآءَتْهُمُ	السَّاعَةُ	بَغْتَةً	قَالُوْا	يٰحَسْرَتَنَا	عَلٰى
تحقیق	گھاٹے میں پڑے	وہ لوگ جنہوں نے جھٹلایا	ملنا	اللہ	یہانتک کہ	جب	آپہنچی اُن پر	قیامت	اچانک	وہ کہنے لگے	ہائے ہم پر افسوس	پر

بیشک خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ سے ملنے کی تکذیب کی، یہاں تک کہ جب وہ معین وقت ان پر دفعۃً آپہنچے گا کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس

مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ

مَا فَرَّطْنَا	فِيْهَا	وَهُمْ	يَحْمِلُوْنَ	اَوْزَارَهُمْ	عَلٰى	ظُهُوْرِهِمْ	اَلَا	سَآءَ	مَا يَزِرُوْنَ	وَمَا	الْحَيٰوةُ
جو ہم نے کوتاہی کی	اس میں	اور وہ	اٹھائے ہوں گے	اپنے بوجھ	پر	اپنی پیٹھ (جمع)	آگاہ رہو	بُرا	جو وہ اٹھائیں گے	اور نہیں	زندگی

ہماری کوتاہی پر جو اسکے بارہ میں ہوئی اور حالت انکی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار اپنی کمر پر لادے ہوں گے، خوب سن لو کہ بُری ہوگی وہ چیز جس کو لادیں گے۔ اور دنیوی زندگانی

الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

الدُّنْيَا	اِلَّا	لَعِبٌ	وَلَهْوٌ	وَ	لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ
دنیا	مگر (صرف)	کھیل	اور جی کا بہلاوا	اور	آخرت کا گھر	بہتر	انکے لئے جو	پرہیزگاری کرتے ہیں	سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے

تو کچھ بھی نہیں بجز لعب و لہو کے، اور پچھلا گھر متقیوں کیلئے بہتر ہے، کیا تم سوچتے نہیں ہو

منکرین خداوند و منکرین آخرت کا انجام

قرآن پاک نے جو باتیں واقعات اور حالات قیامت وآخرت، حشر ونشر، ثواب وعذاب، جزاوسزا، دوزخ وجنت کے متعلق بتلائی ہیں ہونا تو وہ سب یقیناً اسی طرح ہیں چاہیے کوئی مانے یا نہ مانے۔ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی اور قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے سب کو حاضر ہونا ہے۔ لیکن جنہوں نے اس سے انکار کیا یا غفلت برتی تو قیامت میں ان کے پاس حسرت اور افسوس کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ اسوقت ان کی آنکھیں کھلیں گی اور کہیں گے افسوس بڑی نادانی کی کہ اس دن کے لئے کوئی تیاری نہ کی اور حالت یہ ہوگی کہ دنیا میں انہوں نے جتنے کام کئے ہوں گے اور جتنے مزے قرآن اور اللہ اور رسول کے احکام پس پشت ڈال کر اڑائے ہوں گے ان سب کا بوجھ اور اپنی اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے۔ بوجھ کے مارے کمریں جھکی ہوں گی۔ نہ اس بوجھ کو اتار کر رکھ سکیں گے نہ پھینک سکیں گے۔ اس دن انہیں پتہ چلے گا کہ ان گناہوں کا بوجھ کس قدر بھاری اور کیسا تباہ کن ہے۔ مقصد یہ بتلانے سے یہی ہے کہ انسان آج ہی اس بات کو سمجھ لے تو بہتر ہے اور لقاء اللہ یعنی اللہ کے سامنے حاضر ہونے کے لئے تیاری کرلے اور عقل او رسمجھ سے کام لے اور عقل سے کام لینا یہی ہے کہ اپنی خواہشوں کا غلام نہ بنے بلکہ اپنے پیدا کرنے والے خالق اور رازق کو پہچانے اور اپنی خواہشوں کو اس کے حکم کے تابع کردے۔

رسول کو اپنا رہنما سمجھے اور قرآن مجید کے حکموں کے مطابق چلے اور ہمیشہ یاد رکھے کہ مرنے کے بعد قیامت میں اللہ رب العزت کے روبرو جانا ہوگا اور جو کچھ دنیا میں کیا ہے اس کا حساب دینا ہوگا۔

دنیوی زندگی کی حقیقت

چونکہ آدمی اپنی خواہشات کے جنجال میں پھنس کر دنیا میں اللہ کے حکموں کو پیٹھ پیچھے پھینک دیتا ہے اس لئے دنیوی زندگی کی حقیقت بیان کی گئی کہ دنیا کی زندگی کھیل کود اور دل بہلاوے کے سوا کچھ نہیں یعنی جیسا کہ کھیل کود صرف تھوڑی دیر کی تفریح کا نام

ہے اسی طرح یہ دنیا چند دن کی عارضی چیز ہے ہمیشہ اس میں نہ کوئی رہا ہے اور نہ رہ سکتا ہے تو جو شخص دنیا ہی کے دھندوں میں پھنسا رہتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی اپنا سارا وقت کھیل کود ہی میں گنوا دے۔ کوئی عقلمند ایسے شخص کو کام کا آدمی نہیں کہہ سکتا۔ اس دنیا کے مقابلہ میں اصلی گھر آخرت کا گھر اور حقیقی زندگی آخرت کی زندگی۔ اور دائمی راحت کی جگہ آخرت کو بتلایا گیا جو تقویٰ اختیار کرنے والوں کو نصیب ہوگی۔

خلاصہ اور حاصل مطلب ان آیات کا یہ ہے کہ انسان کی بڑی بدبختی اور شقاوت یہ ہے کہ لقاء اللہ" سے انکار کرے اور زندگی کے اس بلند ترین مقصد سے غفلت برتے۔ یہاں تک کہ جب موت یا قیامت سر پر آ کھڑی ہو تب بے فائدہ کف افسوس ملتا رہ جائے کہ ہائے میں نے اپنی دنیوی زندگی میں یوم قیامت کے لئے تیاری کرنے میں کیسی ناقابل تلافی کوتاہی کی۔ مگر اس وقت اس حسرت وافسوس سے کچھ نہ ہوگا۔ یہ فانی زندگانی حیات اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے۔ یہاں کی زندگی کے صرف انہی لمحات کو زندگی کہا جاسکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کئے جائیں بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر و تیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو ولعب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں بھی آخرت کی درستی کی فکر عطا فرماویں۔ اس دنیا کی زندگی میں اس آخرت کی زندگی کو بنانے کی توفیق عطا فرمائیں۔

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں اپنی خواہشوں کا غلام بننے سے بچا لیجئے اور اپنے احکامات کا فرمانبردار اور تابعدار بنا کر زندہ رکھئے

یا اللہ دین کو ہم ہر معاملہ میں مقدم رکھیں اور ہر لمحہ کو ذکر و فکر آخرت کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾

قَدْ نَعْلَمُ	اِنَّهٗ	لَيَحْزُنُكَ	الَّذِيْ	يَقُوْلُوْنَ	فَاِنَّهُمْ	لَا يُكَذِّبُوْنَكَ	وَلٰكِنَّ	الظّٰلِمِيْنَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	يَجْحَدُوْنَ
بیشک ہم جانتے ہیں	کہ وہ	آپکوضرور رنجیدہ کرتی ہے	وہ جو	وہ کہتے ہیں	سو وہ یقیناً	نہیں جھٹلاتے آپ کو	اور لیکن (بلکہ)	ظالم لوگ	آیتوں کا	اللہ	انکار کرتے ہیں

ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو انکے اقوال مغموم کرتے ہیں سو یہ لوگ آپ کو نہیں جھٹلاتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ	رُسُلٌ	مِنْ قَبْلِكَ	فَصَبَرُوْا	عَلٰى	مَا كُذِّبُوْا	وَاُوْذُوْا	حَتّٰى	اَتٰهُمْ	نَصْرُنَا
اور البتہ جھٹلائے گئے	رسول (جمع)	آپ سے پہلے	پس صبر کیا انہوں نے	پر	جو وہ جھٹلائے گئے	اور ستائے گئے	یہانتک کہ	اُن پر آگئی	ہماری مدد

اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں اُنکی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا کہ اُن کی تکذیب کی گئی اور اُنکو ایذائیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد انکو پہنچی

وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۴﴾

	وَ	لَا مُبَدِّلَ	لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ	وَ	لَقَدْ	جَآءَكَ	مِنْ	نَبَاِی	الْمُرْسَلِيْنَ	
	اور	نہیں بدلنے والا	اللہ کی باتوں کو	اور	البتہ	آپکے پاس پہنچی	سے (کچھ)	خبر	رسول (جمع)	

اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا کائی بدلنے والا نہیں، اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کے قصہ پہنچ چکے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور مخالفین کو تنبیہ

اوپر سے کفار و مشرکین کے انکار و تکذیب اور اس کا جو انجام قیامت میں ان کو بھگتنا پڑے گا اس کا مسلسل بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ادھر کفار و مشرکین کے ضد و عناد کا یہ حال ادھر خلائق کے حال پر شفقت و ہمدردی سارے جہان سے زیادہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالی گئی تھی۔ قوم کی تکذیب و اعراض ان کے مستقبل کی تباہی اور ان کے مشرکانہ و ملحدانہ کلمات سے سخت رنج اور صدمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محسوس فرماتے تھے۔ آپ کی تسلی و تشفی کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے بار بار تسلی آمیز کلمات فرمائے جاتے تھے۔ اسی طرح یہاں ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی و تشفی اور منکرین کو تنبیہ فرمائی گئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا گیا کہ آپ ان کفار و مشرکین کے اعراض و تکذیب سے اس قدر دلگیر اور بے چین نہ ہوں۔ یہ لوگ جو تکذیب کر رہے ہیں فی الحقیقت آپ کو نہیں جھٹلاتے کیونکہ آپ کو تو پہلے سے بالاتفاق صادق و امین سمجھتے تھے بلکہ خدا کی آیات و نشانات کا جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق و تبلیغ کے لئے بھیجی گئی ہیں جان بوجھ کر از راہ ظلم و عناد ان کا انکار کر رہے ہیں تو آپ بھی ان ظالموں کا معاملہ خدا کے سپرد کر کے مطمئن ہو جائیے۔ وہ خود ان کے ظلم اور آپ کے صبر کا پھل دینے والا ہے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی جن کے کچھ حالات آپ کو سنائے جا چکے ہیں ان کی قوموں نے تکذیب کی اور ایذا رسانی کا برتاؤ کیا جس پر خدا کے معصوم پیغمبر نہایت اولوالعزمی سے صبر کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حسب وعدہ خدا کی مدد پہنچی اور بڑے بڑے زبردست متکبرین کے مقابلہ میں ان کو مظفر اور منصور کیا گیا۔ اس لئے آپ سے جو نصرت اور کامیابی کے وعدے کئے گئے ہیں ایک ایک کر کے پورے ہوں گے۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں مگر خدائے قدوس کا وعدہ نہیں ٹل سکتا۔ کس کی طاقت ہے جو خدا کی باتوں کو بدل ڈالے یعنی جو اس نے کہا ہے اسے واقع نہ ہونے دے۔ مکذبین و منکرین کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان

کی جنگ حقیقۃً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نہیں بلکہ اللہ رب العزت سے ہے جس نے ان کو اپنا پیغمبر بنا کر کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے۔ پس آپ کی تکذیب ان خدا کے نشانات کی تکذیب ہے۔ اس طرح یہ کفار درحقیقت آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ آیات اللہ کی تکذیب کرتے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ ایک بار ابوجہل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم نے تم سے کبھی کوئی غلط بات نہیں سنی۔ اس لئے تم کو ہم جھوٹا نہیں کہتے اور نہ کاذب سمجھتے ہیں بلکہ جو دین اور کتاب تم لائے ہو اس کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ (معاذ اللہ) تو خلاصہ مضمون تسلی کا یہ ہے کہ جب ان منکرین کی اصل تکذیب آیات اللہ سے متعلق ہے تو انکا یہ معاملہ خدا کے ساتھ ہوا سو اللہ تعالیٰ خود ہی ان کو سمجھ لیں گے۔ آپ غم وفکر میں نہ پڑیئے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ اپنے فضل سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ایمان باللہ وبالرسول پر استقامت عطا فرمائیں اور اسی پر تازندگی قائم رکھیں اور اسی پر موت نصیب فرمائیں۔ یا اللہ جیسی امداد ونصرت آپ نے ابتداء میں فرما کر اسلام کا بول بالا فرمایا اے اللہ اب بھی اپنے دین کی مدد فرما اور دین کے بلند وبالا ہونے کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما اور ہم کو بھی کسی درجہ میں دین کے خدمت گزاروں میں شامل فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا

وَاِنْ	كَانَ	كَبُرَ	عَلَيْكَ	اِعْرَاضُهُمْ	فَاِنِ	اسْتَطَعْتَ	اَنْ	تَبْتَغِيَ	نَفَقًا	فِي الْاَرْضِ	اَوْ	سُلَّمًا
اور اگر	ہے	گراں	آپ پر	اُنکا منہ پھیرنا	تو اگر	تم سے ہو سکے	کہ	ڈھونڈلو	کوئی سرنگ	زمین میں	یا	کوئی سیڑھی

اور اگر آپ کو انکا اعراض گراں گذرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان میں کوئی سیڑھی ڈھونڈلو

فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۳۵

فِي السَّمَآءِ	فَتَاْتِيَهُمْ	بِاٰيَةٍ	وَلَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	لَجَمَعَهُمْ	عَلَى الْهُدٰى	فَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْجٰهِلِيْنَ
آسمان میں	پھر لے آؤ اُنکے پاس	کوئی نشانی	اور اگر	چاہتا اللہ	تو انہیں جمع کر دیتا	ہدایت پر	سو آپ نہ ہوں	سے	بے خبر (جمع)

پھر کوئی معجزہ لاؤ تو کرو ، اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ راست پر جمع کر دیتا سو آپ بے خبروں میں سے نہ ہو جئے۔

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ۭ وَالْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ۝۳۶ وَقَالُوْا

اِنَّمَا	يَسْتَجِيْبُ	الَّذِيْنَ	يَسْمَعُوْنَ	وَالْمَوْتٰى	يَبْعَثُهُمُ	اللّٰهُ	ثُمَّ	اِلَيْهِ	يُرْجَعُوْنَ	وَقَالُوْا
صرف وہ	مانتے ہیں	جو لوگ	سُنتے ہیں	اور مُردے	اُنہیں اٹھائے گا	اللہ	پھر	اسکی طرف	وہ لوٹائے جائیں گے	اور وہ کہتے ہیں

وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں، اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اُٹھاویں گے پھر سب اللہ ہی کی طرف لائے جاویں گے۔ اور یہ لوگ کہتے ہیں

لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ

لَوْلَا نُزِّلَ	عَلَيْهِ	اٰيَةٌ	مِّنْ	رَّبِّهٖ	قُلْ	اِنَّ	اللّٰهَ	قَادِرٌ	عَلٰٓي	اَنْ	يُّنَزِّلَ	اٰيَةً	وَّلٰكِنَّ
کیوں نہیں اتاری گئی	اس پر	کوئی نشانی	سے	اسکا رب	آپ کہدیں	بیشک	اللہ	قادر	پر	کہ	اُتارے	کوئی نشانی	اور لیکن

کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا، آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کو بیشک پوری قدرت ہے اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرماویں

اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۷

اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ
ان میں اکثر	نہیں جانتے

لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں۔

کفار کے منہ مانگے معجزات نہ دکھانے کی حکمت

کفار مکہ کا دستور تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر بے سروپا باتیں کیا کرتے اور فرمائشی معجزات کے طالب ہوتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ چند کفار قریش نے حاضر ہو کر کسی خاص معجزہ کے ظاہر ہونے کی فرمائش کی۔ یا تو یہ کہا کہ مکہ کی زمین پہلے سے وسیع ہو جائے۔ یا کوہ صفا سونے کا ہو جائے یا مکہ میں باغات و نہریں جاری ہو جائیں۔ غرض اس طرح کی درخواستیں کیں اور چونکہ عادت الٰہی یہ ہی جاری ہے کہ کسی معاند کی خواہش پر جب تک اس کو جستجوِ حق مدنظر نہ ہو اللہ تعالیٰ معجزات ظاہر نہیں فرماتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کفار کی خواہش کے موافق کوئی فرمائشی معجزہ اپنے رسول کے ہاتھ پر ظاہر نہ فرمایا اور کافروں کی وہ جماعت منہ مانگا معجزہ نہ دیکھ کر مسلمان نہ ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مسلمان ہونے کی کمال رغبت تھی۔ جب وہ مسلمان نہ ہوئے تو رنج ہوا اور آپ کے دل نے چاہا ہوگا کہ ان کے فرمائشی معجزات

ہی واقع ہو جائیں تو شاید یہ ایمان لے آویں۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کی حکمت ایسے فرمائشی معجزات دکھلانے کو مقتضی نہ ہو تو مشیت الٰہی کے خلاف کسی کو یہ طاقت کہاں ہے کہ وہ زمین یا آسمان میں سے سرنگ یا سیڑھی لگا کر ایسے فرمائشی معجزات نکال کر دکھلا دے۔ اس لئے حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے بتلایا کہ یوں تو خدا اس پر بھی قادر تھا کہ بدوں توسط پیغمبروں کے اور معجزات کے شروع ہی سے سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دیتا مگر اس کی حکمت و مصلحت اس بات کو مقتضی نہیں کہ ساری دنیا کے انسانوں کو ایمان لانے پر مجبور کر دیا جائے۔ اس لئے ان تمام منکرین سے توقع نہ رکھئے کہ یہ سب ایمان لے آویں گے۔ جن کے دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں۔ وہ سنتے ہی نہیں پھر مانیں کس طرح؟ ہاں یہ منکرین جو قلبی و روحانی حیثیت سے مردوں کی طرح ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے اور ان چیزوں کو مانیں گے جن کا اب انکار کرتے ہیں۔ ویسے تو آپ پر بے شمار علمی و عملی معجزات و نشانات بارش کی طرح اترتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرمائشی معجزات دکھلانے سے بھی عاجز نہیں لیکن جن قوانین حکمت و رحمت پر نظام تکوین کی بنیاد ہے ان قوانین کا اقتضا یہی ہے کہ تمام فرمائشی معجزات نہ دکھلائے جائیں۔

پھر کفار یہ بھی کہتے تھے کہ ہمارے کہنے کے موافق خدا کی طرف سے معجزہ کیوں نہیں نازل کیا جاتا اور کیوں ایسی کوئی نشانی ظاہر نہیں کی گئی جو صدق نبوت پر محسوس طور پر دلالت کرے۔ اور پھر کسی قسم کا شک وشبہ نہ رہے۔ اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا کہ آپ ان سے کہدیں کہ خدا ہر طرح کی نشانیاں اور ہر قسم کے معجزات ظاہر کر سکتا ہے مگر تم کو نازل نہ کرنے کی حکمت کا علم نہیں ہے تم اللہ کی مصلحت نہیں سمجھتے اور فرمائشی معجزہ کے انجام سے بے خبر ہو۔ یعنی فرمائشی نشان اور معجزہ کا انجام یہ ہے کہ اگر اس کو دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے اور پیغمبر کی تصدیق نہ کی تو پھر سب ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ ورنہ خدا تعالیٰ تو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہر طرح کی نشانیاں اور معجزہ ظاہر کر سکتا ہے طالب حق کے ہدایت کے لئے وہ نشانات بہت کافی ہیں جو آپ سے ظاہر ہو چکے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا ہم کو پورا اتباع نصیب ہو اور قیامت میں ہمارا حشر نشر مومنین کاملین کے ساتھ ہو۔

یا اللہ اپنی مشیت اور حکمت پر ہم کو راضی رہنے کی توفیق نصیب ہو اور آپ کے جملہ احکام وہدایات دل وجان سے قبول کرنا نصیب ہو۔

یا اللہ ہمیں اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرما اور ہر حال میں اپنی مرضیات پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ۭ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ

وَمَا	مِنْ	دَآبَّةٍ	فِي الْاَرْضِ	وَ	لَا	طٰٓئِرٍ	يَّطِيْرُ	بِجَنَاحَيْهِ	اِلَّآ	اُمَمٌ	اَمْثَالُكُمْ	مَا فَرَّطْنَا	فِي الْكِتٰبِ
اور نہیں	کوئی	چلنے والا	زمین میں	اور	نہ	پرندہ	اُڑتا ہے	اپنے دو پروں سے	مگر	اُمتیں (جماعتیں)	تمہاری طرح	نہیں چھوڑی ہم نے	کتاب میں

اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اُڑتے ہیں اُن میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہارے ہی طرح کے گروہ نہ ہوں

مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ

مِنْ	شَيْءٍ	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّهِمْ	يُحْشَرُوْنَ	وَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	صُمٌّ	وَّبُكْمٌ	فِي	الظُّلُمٰتِ
کوئی	چیز	پھر	طرف	اپنا رب	جمع کیے جائیں گے	اور	وہ لوگ جو کہ	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات	بہرے	اور گونگے	میں	اندھیرے

ہم نے دفتر لوح محفوظ میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جاویں گے۔اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو بہرے اور گونگے ہو رہے ہیں

مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ

مَنْ	يَّشَاِ	اللّٰهُ	يُضْلِلْهُ	وَمَنْ يَّشَاْ	يَجْعَلْهُ	عَلٰي	صِرَاطٍ	مُّسْتَقِيْمٍ	قُلْ	اَرَءَيْتَكُمْ	اِنْ	اَتٰىكُمْ
جو۔جس	چاہے	اللہ	اسے گمراہ کردے	اور جسے چاہے	اسے کردے (چلادے)	پر	راستہ	سیدھا	آپ کہدیں	بھلا دیکھو	اگر	تم پر آئے

طرح طرح کی ظلمتوں میں۔اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بے راہ کردیں،اور وہ جس کو چاہیں سیدھی راہ پر لگادیں۔آپ کہیئے کہ اپنا حال تو بتلاؤ کہ اگر تم خدا کا

عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ

عَذَابُ	اللّٰهِ	اَوْ	اَتَتْكُمُ	السَّاعَةُ	اَغَيْرَ اللّٰهِ	تَدْعُوْنَ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	بَلْ	اِيَّاهُ	تَدْعُوْنَ
عذاب	اللہ	یا	آئے تم پر	قیامت	کیا اللہ کے سوا	تم پکاروگے	اگر	تم ہو	سچے	بلکہ	اُسی کو	تم پکارتے ہو

کوئی عذاب آپڑے یا تم پر قیامت ہی آپہنچے تو کیا خدا کے سوا کسی اور کو پکاروگے،اگر تم سچے ہو بلکہ خاص اُسی کو پکارنے لگو پھر جس کے لئے تم پکارو

فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَاۗءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾

فَيَكْشِفُ	مَا تَدْعُوْنَ	اِلَيْهِ	اِنْ	شَاۗءَ	وَتَنْسَوْنَ	مَا	تُشْرِكُوْنَ	
پس کھول دیتا ہے (دور کردیتا ہے)	جسے پکارے ہو	اس کے لئے	اگر	وہ چاہے	اور تم بھول جاتے ہو	جو۔جس	تم شریک کرتے ہو	

اگر وہ چاہے تو اسکو ہٹا بھی دے اور جن جن کو تم شریک ٹھیراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ۔

انسان تو انسان جانوروں کا بھی حساب ہوگا

گذشتہ آیات میں منکرین کے دوبارہ زندہ ہو کر قیامت میں جمع کرنے کا ذکر ہوا تھا۔میدان حشر میں تمام خلائق کے جمع ہونے کی تاکید اور اسی مضمون کی مزید تقویت کے لئے اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کا حشر تو ایسا عام ہوگا کہ انسان تو انسان جانور اور چرند پرند بھی محشور کئے جائیں گے اور ان میں بھی عدل وانصاف جاری کیا جائے گا۔تو جب غیر مکلف جانور بھی عدل وانصاف کے تقاضوں سے باہر نہیں ہوں گے تو انسان جیسے مکلفین کو کہاں چھوڑا جائے گا۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ قیامت کے دن چوپائے مویشی اور تمام مخلوق اٹھائی جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے درمیان انصاف کرے گا۔ یہاں تک کہ سینگوں والے جانور نے بے سینگوں والے جانور کو اگر مارا ہوگا تو اسکا بدلہ بھی دلوایا جائے گا۔ پھر حق تعالیٰ کے حکم سے تمام جانور خاک ہو جائیں گے۔ جب جانوروں کو خاک ہونے کا حکم ملے گا تو کفار بھی یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے۔ غرض کہ مقصود منکرین کو حشر ونشر سے ڈرانا ہے۔

حقوق العباد کی اہمیت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"یہ سب کو معلوم ہے کہ جانور کسی شریعت اور احکام کے مکلف نہیں۔ ان کے مکلف صرف انسان اور جن ہیں اور ظاہر ہے کہ غیر مکلف سے جزاء وسزا کا معاملہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے علماء نے فرمایا ہے کہ محشر میں جانوروں کا انتقام ان کے مکلف ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ رب العالمین کے غایت عدل وانصاف کی وجہ سے ہے کہ ایک جاندار کسی جاندار پر دنیا میں ظلم وزیادتی کرے تو اس کا بدلہ قیامت میں دلوایا جائے گا۔ باقی ان کے کسی اور عمل پر جزا وسزا نہ ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ خلق اللہ کے باہمی حقوق ومظالم کا معاملہ اتنا سنگین ہے کہ غیر مکلف جانوروں کو بھی اس سے آزاد نہیں کیا گیا مگر افسوس ہے کہ بہت سے عبادت گزار اور دین دار آدمی بھی اس میں غفلت برتتے ہیں۔"

دعا کیجئے

اے اللہ ہم آپ کی ذات پاک پر۔ آپ کے کلام پر اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے ہیں۔

اے اللہ ہم کو مومنین کی فہرست میں شمار فرمالیجئے اور اسی ایمان اور اسلام پر ہمارا جینا اور اسی پر ہماری موت مقدر فرما۔

یا اللہ ہر طرح کے حقوق العباد جو ہمارے ذمہ ہوں گے ان کی ادائیگی میں ہماری مدد فرما۔ اور ان کے بارے میں ہم کو سبکدوش فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ

وَ	لَقَدْ اَرْسَلْنَا	اِلٰى	اُمَمٍ	مِنْ قَبْلِكَ	فَاَخَذْنٰهُمْ	بِالْبَاْسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	لَعَلَّهُمْ	يَتَضَرَّعُوْنَ	فَلَوْلَآ
اور	تحقیق ہم نے بھیجے (رسول)	طرف	اُمتیں	تم سے پہلے	پس ہم نے اُنہیں پکڑا	سختی میں	اور تکلیف	تا کہ وہ	گڑگڑائیں	پھر کیوں نہ

اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے سو ہم اُن کی تنگدستی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں۔ سو جب اُنکو

اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

اِذْ	جَآءَهُمْ	بَاْسُنَا	تَضَرَّعُوْا	وَلٰكِنْ	قَسَتْ	قُلُوْبُهُمْ	وَزَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
جب	آیا اُن پر	ہمارا عذاب	وہ گڑگڑائے	اور لیکن	سخت ہو گئے	دل اُنکے	آراستہ کر دکھایا	انکو	شیطان	جو	وہ کرتے تھے

ہماری سزا پہنچی تھی تو وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے بات یہ تھی کہ اُن کے قلوب تو سخت ہو گئے تھے اور شیطان اُن کے اعمال کو اُن کے خیال میں آراستہ کر کے دکھلاتا رہا۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا

فَلَمَّا	نَسُوْا	مَا ذُكِّرُوْا	بِهٖ	فَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	اَبْوَابَ	كُلِّ شَيْءٍ	حَتّٰى	اِذَا	فَرِحُوْا	بِمَا	اُوْتُوْا
پھر جب	وہ بھول گئے	جو نصیحت کی گئی	اسکے ساتھ	تو ہم کے کھول دیئے	ان پر	دروازے	ہر چیز	یہاںتک کہ	جب	خوش ہو گئے	اس سے جو	اُنہیں دی گئی

پھر جب وہ لوگ اُن چیزوں کو بھولے رہے جن کی اُن کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے اُن پر ہر چیز کو دروازے کشادہ کر دیئے' یہاں تک کہ جب اُن چیزوں پر جو کہ اُن کو ملی تھیں وہ

اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

اَخَذْنٰهُمْ	بَغْتَةً	فَاِذَا	هُمْ	مُّبْلِسُوْنَ	فَقُطِعَ	دَابِرُ الْقَوْمِ	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا	وَ	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
ہم نے پکڑا انکو	اچانک	پس اس وقت	وہ	مایوس رہ گئے	پھر کاٹ دی گئی	جڑ قوم	جن لوگوں نے ظلم کیا (ظالم)	اور	ہر تعریف	اللہ کیلئے	سارے جہانوں کا رب

خوب اترا گئے ہم نے اُن کو دفعۃً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے۔ پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے

ماضی کی اقوام پر عذاب الٰہی کی سرگذشت

ان آیات میں ایک خاص ترتیب سے پہلی امتوں میں عذاب دنیوی کا وقوع بیان کیا جا رہا ہے تا کہ مخاطب منکرین حضور کی زبانی عذاب کی خبر کو محض فرضی دھمکی اور تنبیہ نہ سمجھیں اس لئے واقعات کا حوالہ دے کر بتلایا جا رہا ہے کہ پہلے زمانہ میں اس طرح کے عذاب آ چکے ہیں اور قوموں کی ہلاکت ہو چکی ہے اور گذشتہ قوموں کی ہلاکت کا ذکر ایک خاص طور پر فرمایا ہے کیونکہ بعض مصائب جب آ کر ٹل جاتے ہیں تو نادانوں کو دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ سزائے اعمال نہ تھی۔ ورنہ ٹلتی کیوں اس لئے منکرین کو سنا دیا کہ گذشتہ قوموں کی پکڑ اور ہلاکت کی ترتیب بھی یہی ہوئی تھی کہ اول نزول بلیات ہوا۔ قحط سالی' گرانی' جان مال کا نقصان اور دیگر مصائب و امراض وغیرہ میں مبتلا کر کے ان کی گرفت کی تا کہ وہ اب بھی خدائے قادر مطلق کے سامنے عاجزی کا اظہار کر کے گڑگڑائیں۔ اس کی طرف رجوع کریں۔ انبیاء کی تصدیق کریں۔ ان کی نصیحت پر چلیں۔ ان کے احکام کو مانیں۔ سرکشی اور طغیان چھوڑ کر اعمال کی اصلاح کر لیں۔ مگر جب ان ہلاک ہونے والی قوموں نے اللہ کی اس آزمائش اور پکڑ سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح اور درستی نہ کی اور مصائب میں مبتلا ہو کر بھی خدا کی طرف رجوع نہ کیا اور انبیاء کی ہدایتوں کو ٹھکرایا اور تمام وعظ

ونصیحت پس پشت ڈال دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے طریقہ سے ان کی آزمائش کی اور ان پر وسعت اور عیش کے دروازہ کھول دیئے۔ دولت، حکومت طاقت اولاد مال و جاہ کی کثرت سب کچھ ان کو دیا۔ جب نعمتوں کی شکر گزاری اور انعام و احسان سے متاثر ہونے کی بجائے وہ عیش و عشرت میں پڑ کر غافل اور مست ہو گئے اور گناہوں میں خوب غرق ہو گئے اور اپنی رسائی عقل کے نشہ میں چور ہو کر اترانے لگے تو پھر اس وقت اچانک ان کی گرفت کر لی گئی۔ تمام عیش و آرام ان کا خاک میں مل گیا۔ دولت و حکومت کا نشہ سب ہرن ہو گیا اور انجام کار ان ظالموں کی جڑ بالکل کاٹ دی گئی۔ کوئی ان کا نام لیوا نہ رہا۔ عالم ہستی میں ان کی شان و شوکت کی نمود، دولت و ثروت کا نشان، حکومت کے آثار کچھ بھی نہ رہا۔ دوسرے ان کے جانشین بنے۔

دولت وثروت حقیقی کامیابی کا معیار نہیں ہے بلکہ امتحان ہے

ان آیات میں عام انسانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ دنیا میں کسی شخص یا جماعت پر عیش و عشرت کی فراوانی دیکھ کر دھوکہ نہ کھائیں کہ یہی لوگ کامیاب زندگی کے مالک ہیں۔ اور یہی صحیح راستہ پر ہیں بلکہ بسا اوقات یہ حالت ان مبتلائے عذاب نافرمانوں کی بھی ہوتی ہے جن کو سخت عذاب میں دفعۃً پکڑنا طے کر لیا جاتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اس کے معاصی کے باوجود دنیاوی عیش و نعم اللہ نے اسے دے رکھا ہے یعنی باوجود گناہوں اور نافرمانیوں پر جمے رہنے کے نعمت و دولت اس پر برس رہی ہے تو یقین کر لو کہ یہ خدا کی ڈھیل کا وقت گزر رہا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ

ظالموں کی ہلاکت اللہ تعالیٰ کی نعمت ورحمت ہے

یہاں ان آیات کے اخیر میں وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ فرمایا۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ اس میں اشارہ کیا گیا کہ مجرموں اور ظالموں پر جب کوئی عذاب اور مصیبت و بلا آئے اور ان کی ہلاکت ہو تو پورے عالم کے لئے یہ ایک نعمت ہے جس پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ ظالموں کا استیصال بھی اس کی ربوبیت عامہ کا اثر اور مجموعہ عالم کے لئے رحمت عظیم ہے۔ اسی لئے آخر میں حمد و شکر کا اظہار فرمایا کہ اللہ نے ان مفسدین فی الارض کو فنا کر کے دنیا کو ان کے شر سے بچایا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو جو نعمتیں دینی و دنیاوی آپ نے عطا فرمائی ہیں ان پر حقیقی شکر گزاری کی توفیق عطا فرمایئے۔ اور اس میں جو کوتاہی ہم سے اب تک ہوئی ہو اس کو اپنی رحمت سے درگزر فرمایئے۔ اور ان پر ہماری پکڑ نہ فرمایئے۔

یا اللہ ہم کو اپنا بھولا ہوا سبق پھر یاد کرنے کی توفیق عطا فرما دیجئے اور قرآن و سنت کی طرف رجوع ہونے کی توفیق مرحمت فرما دیجئے۔

یا اللہ اپنی ربوبیت عامہ کے طفیل میں اس ملک سے ظلم اور ظالموں کا خاتمہ فرما اور ظلم و ستم اور جبر و استبداد کی جس چکی میں عوام پس رہے ہیں یہاں سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

قُلْ	اَرَءَيْتُمْ	اِنْ	اَخَذَ اللّٰهُ	سَمْعَكُمْ	وَاَبْصَارَكُمْ	وَخَتَمَ	عَلٰى	قُلُوْبِكُمْ	مَّنْ	اِلٰهٌ	غَيْرُ	اللّٰهِ
آپ کہدیں	بھلا تم دیکھو	اگر	لے (چھین لے) اللہ	تمہارے کان	اور تمہاری آنکھیں	اور مہر لگا دے	پر	تمہارے دل	کون	معبود	سوائے	اللہ

آپ کہیئے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت وبصارت بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر ڈالے تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تمکو پھر

يَأْتِيْكُمْ بِهٖ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿٤٦﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ

يَأْتِيْكُمْ	بِهٖ	اُنْظُرْ	كَيْفَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	ثُمَّ	هُمْ	يَصْدِفُوْنَ	قُلْ	اَرَءَيْتَكُمْ	اِنْ	اَتٰىكُمْ
تم کو لا دے	یہ	دیکھو	کیسے	بدل بدل کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	پھر	وہ	کنارہ کرتے ہیں	آپ کہدیں	تم دیکھو تو سہی	اگر	تم پر آئے

دے دے، آپ دیکھئے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر یہ اعراض کرتے ہیں۔آپ کہئے کہ یہ بتلاؤ کہ اگر تم پر

عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرْسِلُ

عَذَابُ اللّٰهِ	بَغْتَةً	اَوْ جَهْرَةً	هَلْ	يُهْلَكُ	اِلَّا	الْقَوْمُ	الظّٰلِمُوْنَ	وَ	مَا نُرْسِلُ
عذاب اللہ کا	اچانک	یا کھلم کھلا	کیا	ہلاک ہوگا	سوائے	لوگ	ظالم (جمع)	اور	نہیں بھیجتے ہم

اللہ کا عذاب آپڑے خواہ بے خبری میں یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور کوئی بھی ہلاک کیا جاوے گا۔اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

الْمُرْسَلِيْنَ	اِلَّا	مُبَشِّرِيْنَ	وَ	مُنْذِرِيْنَ	فَمَنْ	اٰمَنَ	وَاَصْلَحَ	فَلَا خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ
رسول (جمع)	مگر	خوشخبری دینے والے	اور	ڈرسنانے والے	پس جو	ایمان لایا	اور سنور گیا	تو کوئی خوف نہیں	ان پر	اور نہ وہ

کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈراویں پس جو شخص ایمان لے آوے اور درستی کرے سو اُن لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔

يَحْزَنُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿٤٩﴾

يَحْزَنُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَمَسُّهُمْ	الْعَذَابُ	بِمَا	كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ	
غمگین ہوں گے	اور وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیتوں کو	انہیں پہنچے گا	عذاب	اس لئے کہ	وہ کرتے تھے نافرمانی	

اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو اُنکی نافرمانی کرنے کی سزا میں ان پر عذاب کی مصیبت آئے گی۔

توحید الٰہی کی فطری دلیل

یہاں توحید والوہیت باری تعالیٰ کی فطری دلیل پیش کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ انسان جو اپنے ہوش وحواس کی درستگی اور عقل کی رسائی پر ناز کرتا ہے تو اگر خدا تعالیٰ کسی کے ہوش حواس اور عقل زائل کردے کانوں سے قوت سماعت' آنکھوں سے بینائی اور دلوں سے سوچنے اور سمجھنے کی قوت کو دور کردے تو کیا اور کوئی ایسا ہے کہ جو یہ چیزیں خدا سے چھین کر انسان کو واپس دے دے۔ یعنی اگر کان آنکھ دل یہ تینوں اعضاء جو اشرف الاعضاء

ہیں اگر بیکار ہو جائیں اور ان کے بیکار ہو جانے کی وجہ سے تمہارے جسم کا ناظم درہم برہم ہو جائے تو بتلاؤ کہ اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تم کو یہ چیزیں لا کر دیدے۔ مطلب یہ کہ مستحق عبادت وہ ذات ہے جو ان اعضا اور قوائے ادراکیہ کے دینے اور چھیننے پر قادر ہو اور یہ بت جن کو یہ مشرکین پوجتے ہیں کس طرح مستحق عبادت ہوئے۔

یہ دلیل الوہیت بیان کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیکھئے تو سہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں کس طرح پھیر پھیر کر مختلف طریقوں سے اپنی توحید و الوہیت کی نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر بھی یہ مشرکین ان کے ماننے اور قبول کرنے سے اعراض کرتے ہیں اور منہ پھیرتے ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ بتلاؤ تو سہی کہ اگر عذاب الٰہی تم پر اچانک اور ناگہاں آ جائے کہ پہلے سے جس کی کوئی علامت اور نشان نہ ہو یا روبرو آشکارا طور پر آنکھوں دیکھتے۔ دن رات میں کسی وقت آسمان یا زمین کی طرف سے کوئی مصیبت پیدا ہو جائے تو ظالموں کی تباہی سے بچنے کی کیا صورت ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ عذاب آنے سے پہلے ہی اپنے ظلم و شرک سے توبہ کر لو۔

انبیاء کا کام دعوت الی الحق ہے جنت و جہنم ہر کسی نے اپنے عمل سے بنانی ہے

پھر منکرین و مکذبین کو بتلایا جاتا ہے کہ تم جو عذاب الٰہی سے نڈر اور بے فکر ہو کر بیہودہ فرمائشیں اور دور از کار سوالات کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دق کرتے ہو اور آپ کی تصدیق کے لئے خود ساختہ معیار تراشتے ہو اور فرمائشی معجزات طلب کرتے ہو جیسے مکہ کے پہاڑ سونے کے ہو جائیں مکہ کی زمین میں باغات اور نہریں جاری ہو جائیں وغیرہ وغیرہ تو خوب سمجھ لو کہ پیغمبر دنیا میں اس لئے نہیں بھیجے گئے کہ تمہاری ایسی واہی تباہی فرمائشیں پوری کرتے رہیں ان کی بعثت کی غرض تبشیر و انذار ہے اور تبلیغ وارشاد ہے وہ خدا کی طرف سے اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ فرمانبرداروں کو بشارت سنائیں اور نافرمانوں کو ان کے انجام بد پر متنبہ کر دیں اور ڈرائیں آگے ہر شخص کی کمائی اس کے ساتھ ہے۔ جس نے نبی علیہ السلام کی باتوں پر یقین کیا اور اعتقاداً اور عملاً اپنی حالت درست کر لی یعنی کفر و شرک و نافرمانی سے توبہ کر لی تو اس کو آخرت میں حقیقی امن و چین نصیب ہوگا اور جس نے خدا کی آیات کو جھٹلا کر ہدایت الٰہی سے روگردانی کی وہ نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے سخت تباہی اور عذاب عظیم میں گرفتار ہوگا۔

یہاں سے یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ اللہ کے رسول اللہ کی طرف سے لوگوں کو ایک پیغام پہنچانے آتے ہیں اور وہ پیغام یہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی میں وہی کام کرنے چاہئیں جن کے کرنے کی اللہ نے اجازت اور حکم دیا ہے اور ان کاموں سے جن سے اس نے روکا ہے رک جانا چاہئے اور باز رہنا چاہئے۔ بس یہی وہ طریقہ ہے جس سے انسان آخرت کے خوف و غم سے چھٹکارا پا سکتا ہے۔ جس نے اس قانون کی دنیا کی زندگی میں پرواہ نہ کی وہ نافرمان لکھا جائے گا اور اس کو اس نافرمانی کی سزا ملے گی اور جس نے اس قانون کے موافق دنیا کی زندگی گزاری ان پر نہ آخرت میں خوف ہوگا نہ غم اور وہ مطمئن ہوں گے۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے موافق اپنی دنیا کی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو اپنا تابعدار بندہ اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانبردار امتی بنا کر زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمائیے۔
یا اللہ ہمیں اپنے ان بندوں میں شامل فرما لیجئے جن پر آخرت میں نہ غم ہوگا نہ خوف۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ

مَلَكٌ	اِنِّیْ	لَكُمْ	وَلَآ اَقُوْلُ	الْغَیْبَ	اَعْلَمُ	وَلَآ	اللّٰهِ	خَزَآئِنُ	عِنْدِیْ	لَكُمْ	لَآ اَقُوْلُ	قُلْ
فرشتہ	کہ میں	تم سے	اور نہیں کہتا میں	غیب	میں جانتا	اور نہیں	اللہ	خزانے	میرے پاس	تم سے	نہیں کہتا میں	آپ کہدیں

آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیبوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۚ قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ ۚ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاَنْذِرْ

وَاَنْذِرْ	اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ	وَالْبَصِیْرُ	الْاَعْمٰی	یَسْتَوِی	هَلْ	قُلْ	اِلَیَّ	مَا یُوْحٰٓی	اِلَّا	اِنْ اَتَّبِعُ
اور ڈرا دیں	سو کیا تم غور نہیں کرتے	اور بینا	نابینا	برابر ہے	کیا	آپ کہدیں	میری طرف	جو وحی کیا جاتا ہے	مگر	میں نہیں پیروی کرتا

میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اسکا اتباع کر لیتا ہوں، آپ کہیئے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہوسکتا ہے؟ سو کیا تم غور نہیں کرتے؟ اور ایسے لوگوں کو ڈرایئے

بِهِ الَّذِیْنَ یَخَافُوْنَ اَنْ یُّحْشَرُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ لَیْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِیٌّ وَّلَا شَفِیْعٌ

شَفِیْعٌ	وَلَا	وَلِیٌّ	دُوْنِهٖ	مِّنْ	لَهُمْ	لَیْسَ	رَبِّهِمْ	اِلٰی	یُّحْشَرُوْٓا	اَنْ	یَخَافُوْنَ	الَّذِیْنَ	بِهِ
سفارش کرنے والا	اور نہ	کوئی حمایتی	اسکے سوا	کوئی	انکے لئے	نہیں	اپنا رب	طرف (سامنے)	وہ جمع کئے جائیں گے	کہ	خوف رکھتے ہیں	وہ لوگ جو	اس سے

جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت سے جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی انکا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا

لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾

یَتَّقُوْنَ	لَعَلَّهُمْ
بچتے رہیں	تا کہ وہ

اس امید پر کہ وہ ڈر جاویں۔

منصب رسالت کی حقیقت

مشرکین مکہ محض عناد سے اور حجت بازی کے طور پر ایسے ایسے دور از کار سوالات اور فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے مثلاً کسی نے کہا کہ آپ مکہ کی زمین وسیع کر دیجئے اس میں باغات اور نہریں جاری ہو جائیں۔ کسی نے کہا کہ آپ مکہ کا کوہ صفا سونے کا ہو جائے کسی نے کہا کہ ہم کو اتنی اتنی دولت دے دیجئے کسی نے کہا کہ جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے وہ کب آئے گا اور قیامت کب ہوگی وغیرہ وغیرہ اور ان فرمائشی معجزات کے پورا ہونے اور سوالات کے جوابات دیئے جانے پر نبی علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کو موقوف رکھتے اور پیغمبری کا یہ خودساختہ معیار بنایا تھا۔ تو ان کے ان تمام بیہودہ اقوال کے رد میں منصب رسالت کی حقیقت پر ان آیات میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

ان آیات زیر تفسیر سے صاف معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں چار امور کے اعلان کا حکم فرمایا۔

اول یہ کہ میں اللہ کے خزائن کا مالک و مختار نہیں ہوں کہ جو کچھ مجھ سے طلب کیا جاوے فوراً دیدوں یا جو مطالبہ کیا جائے پورا کردوں۔

دوم یہ کہ میں غیب نہیں جانتا ہوں کہ جو تم آئندہ کی باتیں پوچھا کرو میں فوراً بتلا دیا کروں۔

سوم یہ کہ میں فرشتہ نہیں ہوں میں تو اللہ کا نبی اور رسول ہوں جو جنس بشر سے ہوتے چلے آئے اور جب بنی نوع بشر سے ہوگا تو لوازم بشریت سے کیسے پاک اور منزہ ہوگا۔ میں رسالت کے ساتھ ملکیت کا مدعی نہیں کہ جو مجھ پر یہ طعن کیا جاتا ہے کہ یہ کیسے نبی ہیں کہ جو کھاتے پیتے ہیں اور بازار میں چلتے پھرتے ہیں اور بیوی بچے رکھتے ہیں۔

چہارم میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھ پر اللہ کی وحی نازل ہوتی ہے اور میں صرف اس چیز کی پیروی کرتا ہوں کہ جو بذریعہ وحی مجھ پر نازل کی جائے۔ اور اس کے اتباع کی دوسروں کو دعوت دیتا ہوں۔

اس اعلان اور ہدایت نامہ سے منصب رسالت کی حقیقت کو بھی واضح کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جو کفار قریش اور منکرین و مکذبین نے غلط تصورات قائم کر رکھے تھے ان کا ازالہ بھی فرما دیا گیا۔ اور ضمناً اس میں مسلمانوں کو بھی ہدایت کر دی گئی کہ وہ عیسائیوں کی طرح اپنے رسول کو خدائی درجہ نہ دیں اور خدائی کا مالک نہ قرار دیں۔ آپ کی محبت اور عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کے متعلق یہود و نصاریٰ کی طرح افراط و تفریط میں اور غلو میں نہ پڑ جائیں۔ کہ یہود نے تو قتل انبیاء تک سے گریز نہ کیا۔ اور نصاریٰ نے اپنے رسول کو خدائی درجہ دیدیا۔ اسی اعلان یا ہدایت نامہ سے مسئلہ علم غیب کی بھی وضاحت ہو گئی کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق میں سے انبیائے کرام کو منتخب فرمایا اور پھر تمام انبیاء علیہم السلام میں سے نبی آخر الزماں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خوبیاں اور کمالات عطا فرمائے جو اور کسی کو نہیں دیئے گئے اور علم و حکمت میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں ممتاز فرمایا۔ اور غیب کی ہزاروں لاکھوں چیزوں کا علم عطا فرمایا۔ بلکہ تمام ملائکہ اور اولین و آخرین کو جتنا علم دیا گیا ان سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم عطا فرمایا گیا لیکن ساتھ ہی قرآن و سنت کی بے شمار تصریحات کے مطابق تمام ائمہ دین سلف و خلف کا یہی عقیدہ ہے کہ تمام کائنات کا علم محیط صرف حق تعالیٰ شانہٗ کی مخصوص صفت ہے۔

عناد کرنے والوں اور حسد کرنے والوں کی طرف توجہ نہ دو اپنے کام میں لگے رہو

ان آیات کے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی گئی کہ ان واضح بیانات اور روشن دلائل کے بعد بھی اگر یہ منکرین و معاندین اپنی ضد و ہٹ دھرمی سے باز نہ آئیں تو ان سے بحث و مباحثہ کو موقوف کیجئے اور جو اصل کام ہے رسالت کا یعنی تبلیغ و ارشاد اس میں مشغول ہو جایئے اور جو قیامت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے اور حساب کتاب کا عقیدہ رکھتے ہیں ان لوگوں کو قرآن کے ذریعہ متنبہ کرنے کا اہتمام فرمایئے کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے اثر قبول کرنے کی زیادہ توقع ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنے عقائد قرآن و سنت کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی کجی و افراط و تفریط سے ہم کو بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت پر ہم کو ظاہراً و باطناً استقامت نصیب فرما تا کہ میدان حشر میں آپ کے سامنے ہمیں سرخروئی نصیب ہو۔

یا اللہ تمام امت مسلمہ کو افراط و تفریط کی گمراہی سے بچایئے اور صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ

وَ	لَا تَطْرُدِ	الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	رَبَّهُمْ	بِالْغَدٰوةِ	وَالْعَشِيِّ	يُرِيْدُوْنَ	وَجْهَهٗ	مَا	عَلَيْكَ	مِنْ
اور	دور نہ کریں آپ	وہ لوگ جو	پکارتے ہیں	اپنا رب	صبح	اور شام	وہ چاہتے ہیں	اسکا رخ (رضا)	نہیں	آپ پر	سے

اور اُن لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اُسکی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں، اُنکا حساب ذرا بھی آپکا متعلق

حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۲

حِسَابِهِمْ	مِّنْ شَيْءٍ	وَ	مَا	مِنْ	حِسَابِكَ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ شَيْءٍ	فَتَطْرُدَهُمْ	فَتَكُوْنَ	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ
انکا حساب	کچھ	اور	نہیں	سے	آپ کا حساب	اُن پر	کچھ	کہ تم انہیں دُور کرو گے	تو ہو جاؤ	سے	ظالم (جمع)

نہیں اور آپکا حساب ذرا بھی اُنکے متعلق نہیں کہ آپ اُنکو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہوجاویں گے۔

وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ

وَكَذٰلِكَ	فَتَنَّا	بَعْضَهُمْ	بِبَعْضٍ	لِّيَقُوْلُوْٓا	اَهٰٓؤُلَآءِ	مَنَّ اللّٰهُ	عَلَيْهِمْ	مِّنْ بَيْنِنَا	اَلَيْسَ	اللّٰهُ
اور اسی طرح	آزمایا ہم نے	اُنکے بعض	بعض سے	تا کہ وہ کہیں	کیا یہی ہیں	اللہ نے فضل کیا	اُن پر	ہمارے درمیان سے	کیا نہیں	اللہ

اور اسی طور پر ہم نے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تا کہ یہ لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے

بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ۝۵۳ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ

بِاَعْلَمَ	بِالشّٰكِرِيْنَ	وَاِذَا	جَآءَكَ	الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِاٰيٰتِنَا	فَقُلْ	سَلٰمٌ	عَلَيْكُمْ	كَتَبَ
خوب جاننے والا	شکرگزار (جمع)	اور جب	آپکے پاس آئیں	وہ لوگ	ایمان رکھتے ہیں	ہماری آیتیں	تو کہدیں	سلام	تم پر	لکھ لی

کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے۔اور یہ لوگ جب آپکے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہے

رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ

رَبُّكُمْ	عَلٰى	نَفْسِهِ	الرَّحْمَةَ	اَنَّهٗ	مَنْ	عَمِلَ	مِنْكُمْ	سُوْٓءًا	بِجَهَالَةٍ	ثُمَّ	تَابَ	مِنْۢ بَعْدِهٖ
تمہارا رب	پر	اپنی ذات	رحمت	کہ	جو	کرے	تم سے	کوئی برائی	نادانی سے	پھر	توبہ کرے	اسکے بعد

تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے کہ جو شخص تم میں سے کوئی برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اُسکے بعد توبہ کرلے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی

وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵۴ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۵۵

وَاَصْلَحَ	فَاَنَّهٗ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	وَ	كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	وَلِتَسْتَبِيْنَ	سَبِيْلُ	الْمُجْرِمِيْنَ
اور نیک ہوجائے	تو بیشک اللہ	بخشنے والا	مہربان	اور	اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں	آیتیں	اور تا کہ ظاہر ہوجائے	راستہ طریقہ	گنہگار (جمع)

یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تا کہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہوجاوے

شان نزول

ایک مرتبہ سرداران قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ کی مجلس میں ہمیشہ فقرا اور غربا اور ہمارے آزاد کردہ غلام ہوتے ہیں (جیسے حضرت بلالؓ حضرت صہیبؓ، حضرت عمارؓ اور حضرت مقدادؓ اور حضرت ابن مسعودؓ) ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کے پاس آ کر بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں لیکن آپ کے پاس رذیل لوگ بیٹھے ہوتے ہیں اور ہم اشراف قریش ہیں۔ ہمارا ان کے ساتھ مل کر بیٹھنا ہمارے لئے عیب و عار ہے۔ اس لئے ہم جب آپ کے پاس آیا کریں تو آپ اپنی مجلس سے ان غربا اور فقراء کو اٹھا دیا کریں۔ ممکن ہے کہ پھر ہم آپ کی بات سن کر آپ کی تصدیق اور اتباع کر لیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی مشورہ دیا اور عرض کیا یارسول اللہ ایسا بھی کر دکھایئے۔ دیکھیں اس سے سرداران قریش کا کیا مقصود ہے یعنی امتحاناً ان کی درخواست منظور کر لی جائے شاید اس بہانہ سے یہ لوگ اسلام لے آئیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس درخواست کو منظور کرنے کا ارادہ کر لیا۔ گو عمل اس پر نہیں ہونے پایا تھا کہ اس بارہ میں یہ آیات نازل ہو گئیں اور حق تعالیٰ کی طرف سے ممانعت آ گئی۔

اسلام میں فضیلت کا مدار ایمان و عمل ہے دولت نہیں ہے مومن فقیر کی ذلت برداشت نہیں ہے

ان آیات میں حق تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیحت فرمائی گئی کہ کافر لوگ جو آپ سے کہتے ہیں کہ ہم اس شرط سے آپ کی باتیں سننے کے لئے تیار ہیں کہ یہ کم حیثیت غریب لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں ہمارے ساتھ مجلس میں شریک نہ ہوں کیونکہ اس میں ہماری توہین ہے تو آپ ہرگز اس کو منظور نہ کریں اور آپ ان لوگوں کو جو صبح و شام یعنی علی الدوام خدا کی یاد کرتے ہیں۔ اس سے دعا کرتے ہیں اس کی عبادت میں سرگرم رہتے ہیں اور محض خوشنودی خدا کے طالب ہیں آپ ان کو اپنے پاس سے نہ ہٹایئے۔

یہ فقرائے مسلمین اپنی عبادت میں مخلص ہیں اور اخلاص کا اقتضاء یہ ہے کہ مخلص کے اکرام و احترام کو ہر حال میں ملحوظ رکھا جائے۔ یہ مغرور اور متکبر روسائے قریش خواہ ایمان لائیں یا نہ لائیں آپ بمقابلہ غرباء مسلمین کے ان کی پرواہ نہ کریں کیونکہ ان کے حساب کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے جیسا کہ آپ کے حساب کی ذمہ داری ان پر نہیں مشرکوں کے ایمان نہ لانے کا مواخذہ آپ سے نہ ہوگا اور نہ آپ کے اعمال کی ان سے حساب فہمی ہوگی پھر ان متکبرین کے مسلمان ہونے کی لالچ میں ان غریب مخلصین مومنین کو اپنے پاس سے ہٹانا درست نہیں۔ لہٰذا اگر آپ ان دولتمندوں کی طمع میں ان فقرائے اسلام کو اپنے پاس سے ہٹانے لگیں تو یہ بات بے انصافی کی ہوگی۔ جو سنے اور مانے اس کو سنایئے جو اپنی اکڑفوں میں ہے اس کی پرواہ نہ کیجئے۔ اور یہ خیال نہ کیجئے کہ یہ مالدار اسلام لے آئیں گے تو اسلام کی عزت ہوگی۔ اللہ نے کسی خاص طبقہ پر اسلام کی عزت موقوف نہیں رکھی بلکہ اسلام کو تمام انسانوں کے لئے ذریعۂ عزت بنایا ہے۔ اگر غریب اللہ کی طرف جھکیں گے اور اس کے شکرگزار بندے بنیں گے تو ان کو اسلام کی وجہ سے ضرور عزت حاصل ہوگی یعنی اسلام اپنی عزت کے لئے انسانوں کا محتاج نہیں بلکہ انسان حقیقی عزت حاصل کرنے کے لئے اسلام کا محتاج ہے اور یہ جو آپ کسی کو مفلس اور کسی کو مالدار دیکھ رہے ہیں یہ فقط انسانوں کی ابتلا اور آزمائش کا ایک ذریعہ ہے۔ اللہ کے ہاں مقبول ہونے کی علامت مالدار ہونا نہیں ہے۔ وہ مفلسوں کو بھی خلوص و ایمانداری دے کر ان پر اپنا فضل کر سکتا ہے۔ کیا اللہ اپنے شکرگزار بندوں سے بخوبی واقف نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ کون لوگ حق شناس اور شکرگزار ہیں اور حقیقت کے لحاظ سے شریف و معزز وہی ہے جو اپنے محسن و منعم حقیقی کا حق پہچانے اور شکرگزار ہو اور وہی مستحق انعام و اکرام ہے۔ نہ کہ وہ جو دن رات اپنے منعم و محسن کی نعمتوں میں پلنے کے باوجود اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ ان غربائے اسلام نے منعم حقیقی کا حق پہچانا۔ طلب حق میں لگ گئے۔ دین حق قبول کیا اس لئے عنداللہ قبولیت

سے مشرف کئے گئے اور ان رؤسا نے کفران کیا تو اس نعمت حق یعنی اسلام سے محروم رہے تو اس می غریبی اور امیری کو کیا دخل۔

غریب صحابہ کی دلجوئی اور اعزاز

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ ان کفار کی درخواست کو منظور نہیں فرمایا تاہم ان مالدار کفار اور رؤسائے قریش کے اس قول اور مطالبہ سے غریب اور مفلس اور نادار صحابہ کا دل دکھا ہوگا کیونکہ اس میں ان مفلس مومنین کی تحقیر و تذلیل تھی۔ اس لئے آگے حق تعالیٰ ان فقرائے اسلام کی دلجوئی فرمانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ غربا جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں اور عابد بھی ہیں۔ مخلص بھی ہیں آپ کے پاس آویں تو ان کی عزت افزائی کے طور پر ان کو سلام کہہ کر دعاء خیر دیں۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان حضرات کو دیکھتے تو سلام کی ابتداء خود فرماتے۔ اور پھر اس سلام یعنی دین کی سلامتی کی دعاء کے بعد ان کو خوشخبری اور بشارت سناتے کہ تمہارے رب نے تمہارے لئے اپنی ذات پر رحمت لازم کرلی ہے۔ تم میں سے اگر کسی سے کوئی خطا یا قصور بھی نادانی سے ہوجائے کیونکہ مومن جان بوجھ کر تو گناہ کرتا ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ اسے توبہ کرنے پر معاف فرما دے گا۔ اور تم اللہ کو معافی مانگنے پر غفور الرحیم پاؤ گے۔

اخیر میں بتلایا گیا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر مومنین اور کفار کے حال اور مال کی تفصیل کردی اسی طرح حق تعالیٰ آیات کی جو کہ دونوں فریق کے حال اور مآل پر مشتمل ہوں تفصیل کرتے رہتے ہیں تاکہ مومنین کا طریقہ بھی ظاہر ہو جاوے اور کفار مجرمین کا طریقہ بھی ظاہر ہوجائے اور اس طرح حق و باطل کا واضح ہونا بالکل سہل اور آسان ہوجائے۔

الغرض ان آیات میں درویشان اسلام کے اعزاز و اکرام اور ان کے احترام کا حکم فرمایا گیا اور متکبر کفار و مشرکین کی درخواست نامنظور کی گئی اور اہل اسلام کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کی بشارت سنائی گئی۔

دعا کیجئے

یا اللہ بے دین متکبروں کی صحبت اور مجلس سے ہم کو علیحدہ رہنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے مخلص محبوب مقبول اور صادق بندوں سے ہم کو محبت کا تعلق نصیب فرما۔

یا اللہ اپنے مخلص بندوں کا اکرام و احترام ہم کو نصیب فرما۔

یا اللہ اسلام اپنی عزت کے لئے انسانوں کا محتاج نہیں بلکہ ہم دنیا اور آخرت میں حقیقی عزت کے لئے اسلام کے محتاج ہیں۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ

قُلْ	اِنِّیْ	نُهِیْتُ	اَنْ اَعْبُدَ	الَّذِیْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	قُلْ	لَآ اَتَّبِعُ	اَهْوَآءَكُمْ
کہدیں	بیشک میں	مجھے روکا گیا ہے	کہ میں بندگی کروں	وہ جنہیں	تم پکارتے ہو	سے	اللہ کے سوا	کہدیں	میں پیروی نہیں کرتا	تمہاری خواہشات

آپ کہہ دیجئے کہ مجھکو اس سے ممانعت کی گئی ہے کہ انکی عبادت کروں جنکی تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، آپ کہہ دیجئے کی میں تمہارے خیالات کا اتباع نہ کروں گا

قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ۞ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَكَذَّبْتُمْ

قَدْ ضَلَلْتُ	اِذًا	وَمَآ اَنَا	مِنَ	الْمُهْتَدِیْنَ	قُلْ	اِنِّیْ	عَلٰی	بَیِّنَةٍ	مِّنْ	رَّبِّیْ	وَكَذَّبْتُمْ
بیشک میں بہک جاؤں گا	اس صورت میں	اور میں نہیں	سے	ہدایت پانے والے	آپ کہدیں	بیشک میں	پر	روشن دلیل	سے	اپنا رب	اور تم جھٹلاتے ہو

کیوں کہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے میرے رب کیطرف سے اور تم اُسکی

بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ۞

بِهٖ	مَا عِنْدِیْ	مَا	تَسْتَعْجِلُوْنَ	بِهٖ	اِنِ	الْحُكْمُ	اِلَّا	لِلّٰهِ	یَقُصُّ	الْحَقَّ	وَهُوَ	خَیْرُ	الْفٰصِلِیْنَ
اسکو	نہیں میرے پاس	جس	تم جلدی کر رہے ہو	اسکی	صرف	حکم	مگر (صرف)	اللہ کیلئے	بیان کرتا ہے	حق	اور وہ	بہتر	فیصلہ کرنے والا

تکذیب کرتے ہو، جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتلا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ۞

قُلْ	لَّوْ	اَنَّ	عِنْدِیْ	مَا	تَسْتَعْجِلُوْنَ	بِهٖ	لَقُضِیَ	الْاَمْرُ	بَیْنِیْ	وَبَیْنَكُمْ	وَاللّٰهُ	اَعْلَمُ	بِالظّٰلِمِیْنَ
کہدیں	اگر	ہوتی	میرے پاس	جو	تم جلدی کرتے ہو	اسکی	البتہ ہو چکا ہوتا	فیصلہ	میرے درمیان	اور تمہارے درمیان	اور اللہ	خوب جاننے والا	ظالموں کو

آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم تقاضا کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا باہمی قصہ فیصل ہو چکا ہوتا، اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثال عزم کا اظہار

ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرماتے ہوئے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے فرما دیجئے کہ میرا ضمیر۔ میری فطرت' میری عقل' میرا نور اور وحی الٰہی جو مجھ پر اترتی ہے یہ سب مجھ کو اس سے روکتے ہیں کہ میں توحید کامل کے راستہ سے ذرا بھی قدم ہٹاؤں۔ خواہ تم کتنے ہی حیلہ اور تدبیریں کرو میں کبھی تمہاری خوشی اور خواہش کی پیروی نہیں کر سکتا۔ بفرض محال اگر پیغمبر کسی معاملہ میں وحی الٰہی کو چھوڑ کر عوام کی خواہشات کا اتباع کرنے لگیں تو خدا نے جنہیں ہادی بنا کر بھیجا تھا معاذ اللہ وہ ہی خود بہک گئے پھر ہدایت کا بیج دنیا میں کہاں رہ سکتا ہے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ میرے پاس خدا کی صاف صریح شہادت اور واضح دلائل پہنچ چکیں۔ جن کے قبول سے سرمو انحراف نہیں کر سکتا۔ تم اس کو جھٹلاتے ہو تو اس کا انجام سوچ لو۔

رجعت پسند مشرکین کی کٹ حجتی کا جواب

اور اے مشرکین تم جو عذاب الٰہی کی جلدی مچا رہے ہو اور کہتے ہو کہ اگر یہ حق ہے جس کی ہم تکذیب کر رہے ہیں تو آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش کر دیجئے یا ہم پر اور کوئی سخت عذاب بھیج دیجئے۔ تو جواباً

سن لو کہ یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے وہ جس پر چاہے جب چاہے اور جس قسم کا چاہے عذاب بھیجے یا نہ بھیجے۔ ویسے ہی توبہ کی توفیق مرحمت فرمادے۔ کسی کا زور اور حکم اس کے سوا نہیں چلتا۔ وہ دلائل و براہین کے ساتھ حق کو بیان کر دیتا ہے پھر جو نہ مانیں ان کے متعلق بہترین فیصلہ کرنے والا بھی وہی ہے۔ اگر یہ فیصلہ کرنا اور سزا دینا میرے قبضۂ اختیار میں ہوتا اور یہ نزول عذاب میں جلدی چاہنے والے مجھ سے عذاب کا مطالبہ کرتے تو اب تک کبھی کا جھگڑا ختم ہو چکا ہوتا۔ یہ تو خدا ہی کے علم محیط، حلم عظیم، حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ کا پرتو ہے کہ بے شمار مصالح و حکم کی رعایت کرتے ہوئے باوجود پوری طرح جاننے اور قدرت رکھنے کے ظالموں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا منصب واضح کر دیا کہ ان کا کام کسی کی بے جا رعایت یا خوشامد کرنا نہیں نہ وہ کسی کو ایمان لانے پر مجبور کر سکتے ہیں اور نہ وہ کسی کے ایمان نہ لانے پر سزا دے سکتے ہیں۔ سزا اور عذاب کا معاملہ تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ان کا کام تو فقط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ ان کے پاس جو حکم آئے وہ اس کے بندوں تک پہنچا دیں اور اس کو تلقین، تفہیم اور عمل کے ذریعہ سے اچھی طرح سمجھا دیں کہ سب کچھ اللہ کے اختیار اور قبضۂ قدرت میں ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو سچی توحید نصیب فرما اور ہدایت کے راستہ پر چلنا اور اس پر قائم رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب فرما اور قرآن پاک کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ ہم نے بھی آپ کی بعض نافرمانیاں کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور یہ آپ کا کرم تھا کہ جو آپ نے گرفت اب تک نہ فرمائی۔

یا اللہ ہم کو اپنی تقصیرات پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمادے اور ہماری توبہ کو اپنی رحمت سے قبولیت سے سرفراز فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ

وَعِنْدَهٗ	مَفَاتِحُ	الْغَيْبِ	لَا	يَعْلَمُهَا	اِلَّا	هُوَ	وَيَعْلَمُ	مَا	فِى الْبَرِّ	وَالْبَحْرِ	وَمَا	تَسْقُطُ	مِنْ	وَّرَقَةٍ
اور اسکے پاس	کنجیاں	غیب	نہیں	اُن کو جانتا	سوا	وہ	اور جانتا ہے	جو	خشکی میں	اور تری	اور نہیں	گرتا	کوئی	کوئی پتا

اور اللہ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے، اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ سمندر میں ہیں اور

اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾

	اِلَّا	يَعْلَمُهَا	وَلَا حَبَّةٍ	فِىْ	ظُلُمٰتِ	الْاَرْضِ	وَلَا رَطْبٍ	وَلَا	يَابِسٍ	اِلَّا	فِىْ	كِتٰبٍ	مُّبِيْنٍ	
	مگر	وہ اسکو جانتا ہے	اور نہ کوئی دانہ	میں	اندھیرے	زمین	اور نہ کوئی تر	اور نہ	خشک	مگر	میں	کتاب	روشن	

کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسکو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں

اللہ تعالیٰ کامل وعمیق علم رکھتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی وسعت کا بیان فرمایا جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ظالموں کے ظاہری و باطنی احوال اور ان کی سزا دہی کے مناسب وقت و محل کا پورا پورا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے وہی جب مناسب سمجھے گا سزا دے گا۔ چونکہ انسانی عقل، فکر و ذہن بہرحال محدود ہیں اس لئے بہت سی چیزیں اس کی آنکھ سے اوجھل۔ اس کی محسوسات سے بالاتر اور اس کے علم سے باہر ہیں جو اس کے لئے غیب ہیں مگر اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے سارے غیب کے خزانہ اسی کے پاس ہیں اور اس کے کھولنے کی کنجیاں بھی اسی کے قبضہ میں ہیں۔ غرض کہ پردۂ غیب میں جو کچھ ہے وہی اس کا مالک اور عالم ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم ایسا وسیع ہے کہ کائنات کی ہر چیز اور ہر مخلوق خواہ چھوٹی ہو یا بڑی۔ زمین میں ہو یا آسمان میں۔ خشکی میں ہو یا تری میں سب کا علم اسی کو ہے۔ حتیٰ کہ جو پتہ درخت سے گرتا ہے اس کی حرکت و جنبش سے واقف ہے اور جو دانہ زمین کے اندر پردۂ تاریکی میں چھپا ہوا ہے اس کو بھی وہ بخوبی جانتا ہے اور خشک و تر اچھی بری زندہ مردہ آسمانی زمینی، بحری و بری کوئی چیز ایسی نہیں جس کی کیفیت مقدار، ہیئت، صورت اور کل احوال لوح محفوظ میں ثبت نہ ہو اور اللہ کے علم میں نہ ہو غرض کہ آسمانی اور زمینی کائنات، بحری اور بری موجودات۔ زیر زمین کی مخلوقات اور فضا کے مکنونات سے اللہ تعالیٰ کلی طور پر واقف ہے یہاں تک کہ فلک رسا پہاڑوں کی انتہائی چوٹیوں پر تاریک رات میں ایک چیونٹی کی چال اور حرکت سب اس کے پیش نظر ہے اور کائنات عالم کی ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کی تفصیل اس کے علم ازلی و ابدی میں موجود ہے۔ تو یہاں اللہ تعالیٰ اپنے علم کی قدرت و وسعت بتلا کر اپنی کبریائی بڑائی و بزرگی اور توحید کی طرف بھی انسانی دماغوں کو متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو اس تمام سورۃ کا اصل مضمون و مقصود ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم آپ کے علم محیط کے طفیل میں آپ سے آپ کی رحمت کاملہ طلب کرتے ہیں اور آپ کے قدرت تامہ کے واسطہ سے آپ کے عذاب سے آپ کی پناہ چاہتے ہیں۔

یا اللہ اپنے علم کی قدرت و وسعت کا یقین کامل ہم کو عطا فرما اور اس طرح اپنی کبریائی، بڑائی اور بزرگی کی معرفت اور توحید خالص نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ یَبْعَثُكُمْ فِیْهِ لِیُقْضٰۤى اَجَلٌ

وَهُوَ	الَّذِیْ	یَتَوَفّٰىكُمْ	بِالَّیْلِ	وَیَعْلَمُ	مَا جَرَحْتُمْ	بِالنَّهَارِ	ثُمَّ	یَبْعَثُكُمْ	فِیْهِ	لِیُقْضٰۤى	اَجَلٌ
اور وہ	جو کہ	قبض کر لیتا ہے تمہاری (رُوح)	رات میں	اور جانتا ہے	جو تم کما چکے ہو	دن میں	پھر	تمہیں اُٹھاتا ہے	اسمیں	تا کہ پوری ہو	مدت

اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اُس کو جانتا ہے پھر تم کو دن میں جگا اٹھاتا ہے تا کہ میعادِ معین

مُّسَمًّى ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ

مُّسَمًّى	ثُمَّ	اِلَیْهِ	مَرْجِعُكُمْ	ثُمَّ	یُنَبِّئُكُمْ	بِمَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ	وَهُوَ	الْقَاهِرُ	فَوْقَ	عِبَادِهٖ
مقررہ	پھر	اسکی طرف	تمہارا لوٹنا	پھر	تمہیں جتاوے گا	جو	تم کرتے تھے	اور وہی	غالب	پر	اپنے بندے

تمام کر دی جاوے پھر اُسی کیطرف تم کو جانا ہے پھر تم کو بتلاوے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور تم پر نگہداشت

وَیُرْسِلُ عَلَیْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا یُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾

وَیُرْسِلُ	عَلَیْكُمْ	حَفَظَةً	حَتّٰى	اِذَا	جَآءَ	اَحَدَكُمُ	الْمَوْتُ	تَوَفَّتْهُ	رُسُلُنَا وَهُمْ	لَا یُفَرِّطُوْنَ
اور بھیجتا ہے	تم پر	نگہبان	یہانتک کہ	جب	آپہنچے	تم میں سے ایک۔ کسی	موت	قبضہ میں لیتے ہیں اسکو	ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) اور وہ	نہیں کرتے کوتاہی

رکھنے والے بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آپہنچتی ہے اسکی روح ہمارے بھیجے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔

ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ﴿۶۲﴾

ثُمَّ	رُدُّوْا	اِلَى اللّٰهِ	مَوْلٰىهُمُ	الْحَقِّ	اَلَا	لَهُ	الْحُكْمُ	وَهُوَ	اَسْرَعُ	الْحٰسِبِیْنَ
پھر	لوٹائے جائیں گے	اللہ کیطرف	انکا مولیٰ	سچا	سن رکھو	اسی کا	حکم	اور وہ	بہت جلد	حساب لینے والا

پھر سب اپنے مالکِ حقیقی کے پاس لائے جاویں گے، خوب سُن لو فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس سے آخرت کے حساب کتاب پر استدلال اور تنبیہ

ان آیات میں قدرت الٰہی کی وسعت اور حشر ونشر کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے اور ایک عام اور نا قابل انکار مثال دے کر قیامت کے دن زندہ ہو کر اٹھنے کو ثابت کیا جا رہا ہے۔ تا کہ یہ انسان جو بن دیکھے خدا پر اور بن دیکھے مرنے کے بعد کے حالات پر تردد کرتا ہے یقین ہو جائے چنانچہ ان آیات زیر تفسیر میں بتلایا گیا ہے کہ تم جو راتوں کو عموماً سوتے ہو تو یہ نیند نہیں بلکہ ایک طرح کی موت ہوتی ہے کہ نیند کی حالت میں تمہارے حواس ظاہری اور بعض حواس باطنی معطل ہو جاتے ہیں اس طرح رات کو سوتے وقت ظاہری احساس وشعور باقی نہیں رہتا اور آدمی اپنے گرد و پیش بلکہ اپنے جسم کے احوال تک سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ گویا اس وقت یہ قوتیں اس سے لے لی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہر ایک انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہے جب انسان سوتا ہے تو فرشتہ اس کی روح یعنی روح تمیز لے لیتا ہے۔ اب اگر خدا نے اس کی روح حیاۃ قبض کرنے کا حکم دے دیا تو موت آ جاتی ہے ورنہ فرشتہ روح تمیز کو واپس کر دیتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کر اٹھنے کے بعد کی دعا تلقین فرمائی ہے۔ الحمد للہ الذی احیانی بعد ما اماتنی و الیہ النشور شکر ہے اللہ کا جس نے

مجھے زندہ کیا بعد مار دینے کے اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔ اور ایک حدیث میں نیند کو موت کا بھائی فرمایا ہے۔

تو انسان کے سوچنے کی بات ہے کہ رات کو جب سو جاتا ہے تو اس کے کام کرنے کی طاقتیں کہاں چلی جاتی ہیں اس کے بس میں نہ سوچنا رہتا ہے نہ کام کرنا حتیٰ کہ اسے اپنے دن بھر کے کاموں کا بھی رات کو سوتے وقت کچھ ہوش نہیں رہتا پھر انسان کو یہ بھی اختیار نہیں کہ سونے کے بعد آپ سے آپ اٹھ کھڑا ہو اللہ ہی اسے اٹھاتا ہے اور موت آنے تک اسی طرح رات کو سلاتا اور دن کو اٹھاتا رہے گا۔ موت کے بعد جسے ایک لمبی نیند سمجھنا چاہئے وہ ایک دن پھر اٹھائے گا اور جو کچھ اس نے کیا ہوا ہو گا وہ سب اس کے سامنے ہو گا۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اللہ ہر طرح اپنے بندوں پر غالب ہے اور ان کے کاموں کی نگرانی کرنے والے فرشتہ روزانہ ان کے پاس بھیجتا ہے۔ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ان اعمال کے نگہبان فرشتوں کے بدلہ موت کے فرشتہ آ جائیں گے اور اپنا کام پورے طور پر بغیر رو رعایت کے انجام دیں گے اور انسان قیامت تک کے لئے سو جائے گا جب اس نیند کی مدت ختم ہو جائے گی۔ تو پھر اللہ تعالیٰ انسان کو جگائے گا اور وہ اپنے مالک حقیقی کے روبرو جا کر کھڑا ہو گا اس وقت اسے پورا پورا پتہ چل جائے گا کہ اس کی قسمت کا فیصلہ فقط اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے اور اللہ کے ہاں اس دن دیر کا کام نہیں انسان کی دنیا کی ساری زندگی کا کارنامہ چشم زدن میں اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا۔ اور ساری عمر کی بھلائی برائی کو ایک لحظہ میں واضح کر دیا جائے گا اور باوجود بے شمار مخلوقات کے ایک کا حساب دوسرے کے حساب سے مانع نہ ہو گا۔ جس طرح وہ تمام عالم کی مخلوقات کو بیک وقت رزق دینے پر قادر ہے اسی طرح قیامت کے دن تمام عالم کی مخلوقات کا بیک وقت حساب کرنے پر قادر ہو گا۔

دعا کیجئے

اے اللہ ہم آپ کی قدرت کاملہ اور علم محیط پر ایمان لاتے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ ہماری حیات اور موت آپ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

یا اللہ قیامت کے روز ہمارا حشر آپ کے نیک بندوں اور انعام پانے والے بندوں کے ساتھ ہو جائے۔

اے اللہ ہمارا حساب کتاب آسان فرمایئے گا۔ اور ہمارے حق میں رحمت کا فیصلہ فرمایئے گا۔

اور دین و دنیا دونوں جہان میں اپنے انعامات اور احسانات سے نوازیئے گا۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

13

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ

قُلْ	مَنْ	يُنَجِّيْكُمْ	مِنْ	ظُلُمٰتِ	الْبَرِّ	وَالْبَحْرِ	تَدْعُوْنَهٗ	تَضَرُّعًا	وَّخُفْيَةً	لَئِنْ	اَنْجٰىنَا	مِنْ
آپ کہدیں	کون	بچاتا ہے تمہیں	سے	اندھیرے	خشکی	اور دریا	تم پکارتے ہو۔اسکو	گڑگڑا کر	اور چپکے سے	کہ اگر	بچالے ہمیں	سے

آپ کہیئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دے دیتا ہے کہ تم اُسکو پکارتے ہو تذلل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے، کہ اگر آپ

هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

هٰذِهٖ	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ	قُلِ	اللّٰهُ	يُنَجِّيْكُمْ	مِنْهَا	وَ	مِنْ	كُلِّ كَرْبٍ	ثُمَّ	اَنْتُمْ	تُشْرِكُوْنَ
اس	تو ہم ہوں	سے	شکر ادا کرنے والے	آپ کہدیں	اللہ	تمہیں بچاتا ہے	اس سے	اور	سے	ہر سختی	پھر	تم	شرک کرتے ہو

ہم کو ان سے نجات دے دیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جاویں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور ہر غم سے تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا اظہار اور اس کے آثار

مشرکین عرب تجارت وغیرہ کے سلسلہ میں بری و بحری سفر کیا کرتے تھے۔ اپنے ان سفروں میں جب کبھی وہ لق و دق میدان، بیابان، اور جنگلوں کی تاریکیوں یا سمندر کی اندھیریوں میں راہ بھول جاتے یا سمندر میں طوفان آ جاتا یا کسی اور سخت مصیبت میں گرفتار ہو جاتے اور موت کے دروازہ پر اپنے کو پہنچا ہوا خیال کرتے تو اس وقت تمام بتوں اور دیوی دیوتاؤں کو بھول جاتے اور سب سے منہ پھیر کر نہایت گریہ وزاری سے اسی کارساز حقیقی سے دعا و فریاد کرتے اور کبھی علانیہ طور پر اپنی ذلت و عاجزی کا اعتراف کرتے کہ اس مصیبت سے تو سوائے اللہ کے کوئی بچا نہیں سکتا اور کبھی دل میں اس کا اقرار کرتے کہ اگر اللہ نے اس مصیبت سے ہمیں نجات دے دی تو ہم حق شناس بن کر ہمیشہ اللہ کا شکر کیا کریں گے۔ تو اس حال کو حق تعالیٰ یاد دلا کر فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں اور اسی طرح ہر بیقراری کے وقت وہی معبود حقیقی نجات دیتا ہے اور پھر جب تم کو مصیبت سے نجات مل جاتی ہے اور آرام حاصل ہو جاتا ہے تو تم پھر شرک میں مبتلا ہو جاتے ہو اور بتوں کی پوجا پاٹ میں لگ جاتے ہو اور جو وعدہ حق شناسی کا کیا تھا اس کو بھول جاتے ہو۔

مقصود یہاں یہ بتلانا ہے کہ ایسے شدائد و مصائب کے وقت انسان فطرتی طور پر اپنے اصلی مرکز کارساز معبود حقیقی کی طرف رجوع کرتا ہے کیونکہ اس وقت عوارض و ہمانیہ دور ہو جاتے ہیں پس اگر دراصل صرف ایک وہی مدبر عالم، کارساز، معبود حقیقی نہیں ہے تو اس کی طرف ایسی بے قراری میں رجوع کیوں ہے اور اس رجوع کے بعد مشکل کشائی کیوں ہے۔ تو ایسی بے بسی اور بے کسی کے وقت میں جب اپنے بس کا کچھ نہیں رہتا اور اپنے عجز کا پورا احساس ہوتا ہے تو بے ساختہ ایک زبردست طاقت و قدرت والے کا دھیان آتا ہے۔ لیکن جب انسان اس تہلکہ سے نجات پا جاتا ہے تو پھر اپنی اس حالت کو بھول جاتا ہے اور پھر بغاوت و نافرمانی شروع کر دیتا ہے۔

قرآن پاک کی یہ آیات بتلاتی ہیں کہ مصائب سے بچنے کی صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ یہی کہ خالق کائنات معبود حقیقی کی طرف سچائی سے رجوع کیا جائے۔ اور مادی تدابیر کو بھی اسی کی عطا کی ہوئی نعمت کے طور پر استعمال کیا جائے اس کے سوا سلامتی کی کوئی صورت نہیں۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ ہم کو سچی توحید نصیب فرمائیں اور اپنے حق شناس بندوں میں ہم کو شامل فرمائیں۔ یا اللہ ہماری ہر مصیبت غم والم کو دور کرنے والے آپ ہی ہیں۔ یا کریم کارساز اپنی رحیمی و کریمی اور کارسازی پر ہم کو سچا یقین و اعتماد اور کامل بھروسہ عطا فرما۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنی ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ

قُلْ	هُوَ	الْقَادِرُ	عَلٰى	اَنْ	يَّبْعَثَ	عَلَيْكُمْ	عَذَابًا	مِّنْ	فَوْقِكُمْ	اَوْ	مِنْ	تَحْتِ	اَرْجُلِكُمْ
آپ کہدیں	وہ	قادر	پر	کہ	بھیجے	تم پر	عذاب	سے	تمہارے اوپر	یا	سے	نیچے	تمہارے پاؤں

آپ کہیئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کرکے سب کو بھڑادے

اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ

اَوْ يَلْبِسَكُمْ	شِيَعًا	وَّيُذِيْقَ	بَعْضَكُمْ	بَاْسَ	بَعْضٍ	اُنْظُرْ	كَيْفَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	لَعَلَّهُمْ
یا بھڑادے تمہیں	فرقہ فرقہ	اور چکھائے	تم میں سے ایک	لڑائی	دوسرا	دیکھو	کس طرح	ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں	آیات	تاکہ وہ

اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھادے۔ آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جاویں۔ اور آپ کی قوم کے لوگ

يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۶۶﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ

يَفْقَهُوْنَ	وَكَذَّبَ	بِهٖ	قَوْمُكَ	وَهُوَ	الْحَقُّ	قُلْ	لَّسْتُ	عَلَيْكُمْ	بِوَكِيْلٍ	لِكُلِّ	نَبَاٍ	مُّسْتَقَرٌّ
سمجھ جائیں	اور جھٹلایا	اس کو	تمہاری قوم	حالانکہ وہ	حق	آپ کہدیں	میں نہیں	تم پر	داروغہ	ہر ایک کیلئے	خبر	ایک ٹھکانہ

اس عذاب کی تکذیب کرتے ہیں حالانکہ وہ یقینی ہے، آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر عذاب واقع کرنے کیلئے تعینات نہیں کیا گیا ہوں ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے

وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۷﴾	وَّسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ
اور جلدی ہی تم کو معلوم ہو جاوے گا۔	اور جلد	تم جان لوگے

قدرت الٰہی کے غلبہ کا ایک اور رخ یعنی عذاب الٰہی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے دوسرے رخ کو ظاہر فرماتے ہیں اور اپنے غلبۂ قہر قدرت و یکتائی پر دوسری دلیل قائم فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ تم کو خدا کی طرف سے مہلت مل جانے یا اس کے درگزر کردینے سے بےفکر نہ ہو جانا چاہئے۔ جس طرح وہ قادر مطلق معبود حقیقی شدائد و مصائب سے نجات دے سکتا ہے اسی طرح اسے یہ بھی قدرت ہے کہ کسی قسم کا عذاب مسلط کرکے ہلاک کردے۔ اور پھر عذاب کی تین قسمیں بیان فرمائیں ایک جو اوپر سے آئے دوسرے جو پاؤں کے نیچے سے آئے۔ تیسرے یہ کہ تم کو آپس میں گروہ گروہ کرکے سب کو آپس میں بھڑادے یعنی آپس کی پھوٹ، جنگ و جدل، باہمی خون ریزی اور فرقہ بندی اور پارٹی بازی میں گرفتار کردے اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل، قید یا ذلت کے عذاب میں مبتلا کردے۔

مشرکین مکہ کا ظلم اور اس پر تنبیہ

پھر تنبیہاً فرمایا گیا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کس طرح وضاحت کے ساتھ بار بار بیان کرتے ہیں تاکہ تم اللہ کی آیات اور اس کے دلائل پر غور کرو اور بات کو سمجھو مگر مشرکین مکہ ان خوف اور عذاب کی باتوں کو سن کر بجائے تصدیق اور عبرت کے ان کی تکذیب کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع عذاب کا معین وقت پوچھتے اور عذاب آنے کا وعدہ مانگتے کہ اگر فلاں روز عذاب آیا تو ہم تمہاری بات مان لیں گے اور اسلام قبول کرلیں گے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب (معاذ اللہ) جھوٹی دھمکیاں ہیں۔ عذاب وغیرہ کچھ نہیں آتا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی قوم اس حق و صداقت کا انکار کرتی ہے اور واقع ہونے والے عذاب کی منکر ہوکر پوچھتی ہے کہ وہ عذاب کب

آئے گا تو آپ جواباً ان سے کہہ دیجئے کہ میرا یہ منصب نہیں کہ تمہاری تکذیب پر خود عذاب نازل کر دوں یا اس کے وقت اور نوعیت وغیرہ کی تفصیل بتلاؤں۔ میں تم پر کوئی داروغہ بن کر نہیں آیا ہوں اور نہ عذاب کے واقع کرنے کی خدمت پر متعین ہوں۔ میرا کام صرف باخبر اور متنبہ کرنا ہے۔ آگے ہر چیز کے وقوع کا علم الٰہی میں ایک وقت مقرر ہے۔ جب وقت آ جائے گا تم خود جان لوگے کہ میں جس چیز سے ڈراتا تھا وہ کہاں تک سچ ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے مانو یا نہ مانو بہرحال جو وعدے وعید قرآن کریم میں کئے گئے ہیں وہ پورے ہو کر رہیں گے۔ البتہ ہر چیز کا وقت عنداللہ مقرر ہے۔ جب وہ وقت آ جائے گا وہ چیز ہو کر رہے گی اور اس کا نتیجہ تمہارے سامنے آ جائے گا۔

عذاب الٰہی کی تین قسمیں

ایک عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ یعنی عذاب جو اوپر سے آئے۔ دوسرے مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ یعنی عذاب جو پاؤں تلے زمین سے آئے۔ اور تیسرے یَلْبِسَكُمْ شِيَعًا یعنی تم کو گروہ گروہ کر کے آپس میں ایک دوسرے سے بھڑا دے۔ اور ایسے عذاب آنے کی مثالیں پچھلی امتوں میں گذر چکی ہیں۔ جیسے نوح علیہ السلام کی قوم پر اوپر سے آسمانی دہانہ بارش کے کھل گئے تھے۔ قوم عاد پر ہوا کا طوفان مسلط ہوا تھا۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر اوپر سے پتھر برسائے گئے تھے۔ اصحاب فیل نے جب مکہ پر چڑھائی کی تو پرندوں کے ذریعہ ان پر ایسی کنکریاں اوپر سے برسائی گئیں کہ جس سے ان کا بھرکس نکل گیا۔ اسی طرح نیچے سے آنے والے عذاب کی بھی مختلف صورتیں پچھلی قوموں میں گزر چکی ہیں۔ مثلاً نوح علیہ السلام کی قوم پر جہاں اوپر کا عذاب آسمانی بارش کے ساتھ آیا اور نیچے کا عذاب بھی آیا اور زمین سے پانی ابلنا شروع ہوا تھا۔ غرض اوپر اور نیچے کے دونوں عذابوں میں بیک وقت گرفتار ہوئے تھے۔ قوم فرعون زمینی عذاب یعنی سمندر کے پانی میں غرق کر کے ہلاک کی گئی۔ قارون بھی زمینی عذاب میں گرفتار ہوا اور بمعہ اپنے خزانوں کے زمین کے اندر دھنس گیا۔ ایک تفسیر تو اوپر اور نیچے کے عذابوں کی یہ ہوئی اور بعض آئمہ تفسیر مثل حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اوپر کے عذاب سے مراد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ اور بے رحم حکام مسلط ہو جاویں اور نیچے کے عذاب سے مراد یہ ہے کہ اپنے نوکر غلام، خدمت گار، ماتحت ملازم بے وفا، غدار، کام چور، خائن جمع ہو جائیں۔

امت محمدیہ کا عذاب: فرقہ پرستی

تیسری قسم عذاب کی جو ذکر کی گئی یعنی تمہاری مختلف پارٹیاں بن کر آپس میں بھڑ جائیں اور باہم ایک دوسرے کے لئے عذاب بن جائیں۔ احادیث میں روایات ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے باعث اس امت مسلمہ کو ان دو قسموں کے عام عذاب سے جو گذشتہ بعض اقوام کی طرح اس امت کا بالکلیہ استیصال کر دے حق تعالیٰ نے نازل نہ فرمانے کا وعدہ فرمالیا۔ ہاں جزئی واقعات پیش آئیں تو اس کی نفی نہیں۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کی برکت سے امت مسلمہ پر اس قسم کے تو عذاب نہ آئیں گے جیسے پچھلی امتوں پر آسمان یا زمین سے آئے جس سے ان کی پوری قوم تباہ و برباد ہو گئی لیکن احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعاء سے کہ میری امت آپس کی جنگ و جدل سے تباہ نہ ہو روک دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیسری قسم کا عذاب جسے اندرونی اور داخلی عذاب کہنا چاہئے اس امت پر بھی آ سکتا ہے اور وہ آپس کی پھوٹ، جنگ جدل، باہمی خون ریزی اور پارٹی بندی اور آپس کا تصادم ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو فرقوں اور پارٹیوں اور گروہ بندیوں میں منقسم ہو کر باہمی جنگ و جدل سے منع کرنے میں نہایت تاکیدی احکام دیئے اور اس سے ڈرایا کہ تم پر اگر خدا تعالیٰ کا عذاب اس دنیا میں آئے گا تو آپس ہی کی جنگ و جدل کے ذریعہ آئے گا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں۔ یا اللہ اگرچہ ہماری بداعمالیاں حد سے تجاوز کر چکی ہیں تاہم ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور آپ کی شان غفور الرحیمی کے صدقہ میں آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ مولائے کریم ہماری حالت پر رحم و کرم فرما۔ ہماری اصلاح کی صورتیں غیب سے ظاہر فرما۔ یا اللہ ہمیں ہر طرح کے عذاب اور گرفت سے بچالے اور ہمیں آپس میں ایک دوسرے کے احترام و اکرام کی توفیق نصیب فرمادے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ

وَاِذَا	رَاَيْتَ	الَّذِيْنَ	يَخُوْضُوْنَ	فِيْ	اٰيٰتِنَا	فَاَعْرِضْ	عَنْهُمْ	حَتّٰى	يَخُوْضُوْا	فِيْ	حَدِيْثٍ	غَيْرِهٖ
اور جب	تو دیکھے	وہ لوگ جو کہ	جھگڑتے ہیں	میں	ہماری آیتیں	تو کنارا کرلے	ان سے	یہانتک کہ	وہ مشغول ہوں	میں	کوئی بات	اسکے علاوہ

اور اے مخاطب جب تو اُن لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو اُن لوگوں سے کنارا کش ہوجا یہانتک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جاویں،

وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ

وَاِمَّا	يُنْسِيَنَّكَ	الشَّيْطٰنُ	فَلَا تَقْعُدْ	بَعْدَ	الذِّكْرٰى	مَعَ	الْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ	وَمَا	عَلَى	الَّذِيْنَ
اور اگر	بھلادے تجھے	شیطان	تو نہ بیٹھ	بعد	یاد آنا	ساتھ(پاس)	قوم(لوگ)	ظالم(جمع)	اور نہیں	پر	وہ لوگ جو

اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔اور جو لوگ احتیاط رکھتے ہیں

يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا

يَتَّقُوْنَ	مِنْ	حِسَابِهِمْ	مِنْ	شَيْءٍ	وَلٰكِنْ	ذِكْرٰى	لَعَلَّهُمْ	يَتَّقُوْنَ	وَذَرِ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا
پرہیز کرتے ہیں	سے	انکا حساب	کوئی	چیز	لیکن	نصیحت کرنا	تا کہ وہ	ڈریں	اور چھوڑ دے	وہ لوگ جو	انہوں نے بنالیا

اُن پر اُنکی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا ولیکن اُنکے ذمہ نصیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں۔اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارا کش رہ

دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ

دِيْنَهُمْ	لَعِبًا	وَلَهْوًا	وَ	غَرَّتْهُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَذَكِّرْ	بِهٖ	اَنْ	تُبْسَلَ	نَفْسٌ	بِمَا	كَسَبَتْ
اپنا دین	کھیل	اور تماشا	اور	انہیں دھوکہ میں ڈالدیا	زندگی	دنیا	اور نصیحت کرو	اس سے	تا کہ	پکڑا(نہ) جائے	کوئی	بسبب جو	اس نے کیا

جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے اُنکو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتا رہ تا کہ کوئی شخص اپنے کردار

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا اُولٰٓئِكَ

لَيْسَ	لَهَا	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	وَلِيٌّ	وَلَا	شَفِيْعٌ	وَاِنْ	تَعْدِلْ	كُلَّ	عَدْلٍ	لَا يُؤْخَذْ	مِنْهَا	اُولٰٓئِكَ
نہیں	اس کیلئے	سے	سوائے اللہ	کوئی حمایتی	اور نہ	کوئی سفارش کرنیوالا	اور اگر	بدلہ میں دے	تمام	معاوضے	نہ لئے جائیں۔اس سے	اس سے	یہی لوگ

کے سبب اسطرح نہ پھنس جاوے کہ کوئی غیر اللہ اُسکا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی ہو، اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اُس سے نہ لیا جاوے

الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾

الَّذِيْنَ	اُبْسِلُوْا	بِمَا كَسَبُوْا	لَهُمْ	شَرَابٌ	مِنْ	حَمِيْمٍ	وَعَذَابٌ	اَلِيْمٌ	بِمَا	كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ
وہ لوگ جو	پکڑے گئے	جو انہوں نے کمایا(اپنایا)	ان کیلئے	پینا (پانی)	سے	گرم	اور عذاب	دردناک	اسلئے کہ	وہ کفر کرتے تھے

یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے۔ اُن کیلئے نہایت تیز کھولتا پانی پینے کیلئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب۔

روکنے کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں جاہل اور بے تمیز مشرکین کی مجلس میں شرکت سے ممانعت

مشرکین مکہ کا رویہ نہ صرف تکذیب اور اعراض عن الحق تھا بلکہ وہ اپنی مجلسوں اور محفلوں میں قرآن و دین اسلام اور ارکان اسلام کا تمسخر اڑاتے۔ ایک احمق مشرک نے کوئی بات کہی دس بیس نے اس کے ساتھ قہقہہ لگایا۔ اس سے مسلمانوں کو جو اتفاقاً ان کی ان مجالس میں جا بیٹھتے بڑا رنج ہوتا تھا اور طبیعت مکدر رہتی تھی۔ اس لئے حکم آیا کہ تم وہاں نہ بیٹھو اور ایسی مجالس سے اٹھ کھڑے ہوا کرو کیونکہ اس وقت منع کرنے اور رد کی تو قوت نہ تھی اس لئے ہدایت دی گئی کہ ایسی مجلسوں سے کنارہ کش ہو جاؤ یہاں تک کہ وہ اس طعن اور استہزا کو چھوڑ کر دوسری باتوں میں لگ جاویں۔ اور اگر کوئی بھولے سے بیٹھ گیا تو یاد آ جانے پر فوراً اٹھ کھڑا ہو۔

دینی ضرورت کے پیش نظر جاہلوں کی مجلس میں جانے والے کے لئے لائحہ عمل

اب جبکہ مسلمانوں کو کافروں کے جلسوں میں شریک ہونے اور ان کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت ہوگئی تو اب وعظ و نصیحت کی کیا صورت ہو سکتی تھی۔ اس لئے مسلمانوں کو فکر ہوا کہ اگر ہم ان کے جلسوں میں شریک نہ ہوئے تو تبلیغ اسلام و وعظ و نصیحت کس طرح کریں گے اور بت پرستی اور کفر و شرک کی ممانعت نہ کرنے پر بھی ہم سے مواخذہ ہوگا۔ نیز بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر ان کی مجلس میں جانے کی مطلق ممانعت رہی تو ہم مسجد حرام میں نماز اور طواف سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ کیونکہ کفار مکہ تو ہمیشہ وہاں بیٹھے ہی رہتے ہیں اور ان کا مشغلہ ہی عیب جوئی اور بدگوئی ہے۔ اس پر آیت نازل ہوئی اور حکم ہوا کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور آیات اللہ پر طعن اور استہزا اور نکتہ چینی کو برا جانتے ہیں اور ایسی مجالس کی شرکت سے حتی الوسع بچتے بھی ہیں وہ اگر اپنے کام سے مسجد حرام میں جائیں یا واقعی کوئی دینی یا دنیوی ضرورت ایسی مجلس میں جانے کی ہو تو ایسے لوگوں پر ان مشرکین کے طعن اور استہزا کے حساب میں سے کوئی مواخذہ اور دارو گیر نہیں یعنی مسلمانوں سے ان کے اعمال قبیحہ کا کوئی مواخذہ نہیں لیکن مسلمانوں کے ذمہ بشرط قدرت اور بقدر ضرورت نصیحت کرنا اور ان کو سمجھانا لازم ہے۔ شاید وہ نصیحت کرنے سے صحیح راستہ پر آ جائیں اور ان باتوں سے باز آ جائیں۔

بہر حال بے دین و بے تمیزوں سے کنارہ کشی ہی بہتر ہے

اب یہاں تک تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کی خاص اس مجلس سے کنارہ کشی کا حکم دیا جہاں آیات اللہ پر طعن اور استہزا کیا جاتا ہو آگے ایسے لوگوں کی عام مجالست اور مصاحبت ترک کر دینے کا ارشاد ہے کہ ایسے ظالموں کی مجالست اور مصاحبت میں مجلس استہزا اور تکذیب کی تخصیص نہیں بلکہ غیرت ایمانی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی صحبت و ہمنشینی بالکل چھوڑ دو کہ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل و تماشہ بنالیا اور دنیا کے نشہ میں مست ہو کر یہ سمجھ بیٹھے کہ جو کچھ ہے وہ یہی دنیا ہے ایسے بے عقل لوگوں سے کہ جنہیں اپنے انجام اور مرنے کے بعد کی فکر نہ ہو۔ رات دن بس دنیا کے حاصل کرنے میں مصروف ہیں خواہ حرام طور پر سے ہو خواہ حلال سے اور اس دنیا طلبی میں نہ ظلم کی پرواہ ہوتی ہے نہ اس بات کا دھیان ہے کہ آخر تا کجے یہاں رہوں گا سو جس کو دوسرے عالم کا خیال ہی نہیں تو وہاں کے سامان کا کیا ذکر۔

ظالموں و بے دینوں کا انجام کہ وہ کسی صورت بھی عذاب سے نہ بچ سکیں گے

پھر ایسے لوگوں کا انجام جو تکذیب اور استہزا میں پڑے ہوئے ہیں۔ بتلایا گیا کہ جب وہ اپنے کرتوتوں میں پکڑے جائیں گے تو نہ ان کو کوئی حمایتی ملے گا جو مدد کر کے عذاب الٰہی سے چھڑا لے نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جو سعی و سفارش سے کام نکال دے اور نہ کسی قسم کا فدیہ اور معاوضہ قبول کیا جائے گا اگر بالفرض ایک مجرم دنیا بھر کو معاوضہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو بھی نہ چھوٹ سکے گا۔

خلاصہ یہ کہ عذاب الٰہی سے بچنے کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی اور

اپنے کرتوتوں کی بدولت تباہی میں پڑیں گے اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اعمال بد کی سزا میں پکڑے جائیں گے۔ اُن کو پینے کے لئے جہنم کا کھولتا ہوا گرم پانی ملے گا جس کے متعلق دوسری جگہ قرآن پاک میں آیا ہے کہ وہ اُن کی انتڑیوں کے ٹکڑے اڑا دے گا۔ اور اس حمیم کے علاوہ اور بھی دردناک قسم قسم کے عذاب ہوں گے اُن کے کفر شعاری اور شرک پرستی کی وجہ سے۔

ان آیات میں جہاں منکرین ومکذبین کو تنبیہ ووعید ہے وہیں اہل اسلام کے لئے بھی عبرت ونصیحت ہے کہ دین کو کھیل تماشہ بنانا اور دنیا پر فریفتہ رہنا اور آخرت سے غافل اور بے فکر رہنا یہ خاص کفار کی خصلتیں ہیں۔ مسلمان کو تو ہر معاملہ میں آخرت کا مفاد پیش نظر رکھنا چاہیے۔

نیز ان آیات میں اہل اسلام کو ایک اصولی ہدایت وتعلیم یہ دی گئی کہ اہل باطل کی مجالس سے پرہیز کریں اور جس کام کا کرنا خود گناہ ہے اس کے کرنے والوں کی مجلس میں شریک رہنا بھی گناہ ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو ہر حال میں قرآن پاک کا اتباع نصیب فرمائیں۔ بے دینوں اور اہل باطل کی صحبت ومجالس سے ہم کو کنارہ کش رکھیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی توفیق ہر حال میں عطا فرمائیں۔

یا اللہ اس دنیا کی عارضی زندگی پر ہم فریفتہ نہ ہوں بلکہ ہماری دنیا کی زندگی آخرت کی کمائی کا ذریعہ ہو۔

یا اللہ ہمیں اس زندگی میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے جو آپ کی مرضیات کا سبب ہوں اور ان اعمال سے بچالے کہ جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما اور اپنی ذات عالی کی صحیح معرفت اور سچا تعلق نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

قُلْ	اَنَدْعُوْا	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	مَا	لَا يَنْفَعُنَا	وَلَا يَضُرُّنَا	وَنُرَدُّ	عَلٰى	اَعْقَابِنَا	بَعْدَ	اِذْ هَدٰىنَا	اللّٰهُ
کہدیں	کیا ہم پکاریں	سے	سوائے اللہ	جو	نہ ہمیں نفع دے	اورنہ نقصان کرے ہمیں	اور ہم پھر جائیں	پر	اپنی ایڑیاں (اُلٹے پاؤں)	بعد	جب ہدایت دی ہمیں	اللہ

آپ کہدیجئے کہ کیاہم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ ہم کو نفع پہنچادے اور نہ وہ ہم کو نقصان پہنچاوے اور کیا ہم الٹے پھر جاویں بعد اسکے کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے ہدایت

كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى

كَالَّذِى	اسْتَهْوَتْهُ	الشَّيٰطِيْنُ	فِى	الْاَرْضِ	حَيْرَانَ	لَهٗ	اَصْحٰبٌ	يَّدْعُوْنَهٗ	اِلَى	الْهُدَى
اسکی طرح جو	بھلادیا اسکو	شیطان	میں	زمین (جنگل)	حیران	اسکے	ساتھی	بلاتے ہو اسکو	طرف	ہدایت

کردی ہے جیسے کوئی شخص ہو کہ اُسکو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کردیا ہو اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو اسکے کچھ ساتھی بھی تھے کہ وہ اسکو ٹھیک رستہ کی طرف بلارہے ہیں کہ

ائْتِنَا قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا

ائْتِنَا	قُلْ	اِنَّ	هُدَى	اللّٰهِ	هُوَ	الْهُدٰى	وَاُمِرْنَا	لِنُسْلِمَ	لِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	وَاَنْ	اَقِيْمُوا
ہمارے پاس آ	کہدیں	بیشک	ہدایت	اللہ	وہ	ہدایت	اور حکم دیا گیا ہمیں	کہ فرمانبردار رہیں	پروردگار کیلئے	تمام جہان	اور یہ کہ	قائم کرو

ہمارے پاس آ، آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کا راہ ہے، اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع ہوجاویں پروردگار کے۔ اور یہ کہ نماز کی پابندی کرو

الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ وَهُوَ الَّذِىٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِى خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

الصَّلٰوةَ	وَاتَّقُوْهُ	وَهُوَ	الَّذِى	اِلَيْهِ	تُحْشَرُوْنَ	وَ	هُوَ	الَّذِى	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	بِالْحَقِّ
نماز	اوراس سے ڈرو	اور وہی	وہ جسکی	اسکی طرف	تم اکٹھے کئے جاؤ گے	اور	وہی	وہ جو۔جس	پیدا کیا	آسمان (جمع)	اور زمین	ٹھیک طور پر

اور اُس سے ڈرو، اور وہی ہے جسکے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے۔ اور وہی ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو بافائدہ پیدا کیا، اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا

وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۗ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ ۗ عٰلِمُ الْغَيْبِ

وَيَوْمَ	يَقُوْلُ	كُنْ	فَيَكُوْنُ	قَوْلُهُ	الْحَقُّ	وَلَهُ	الْمُلْكُ	يَوْمَ	يُنْفَخُ	فِى الصُّوْرِ	عٰلِمُ	الْغَيْبِ
اور جس دن	کہے گا وہ	ہوجا	تو وہ ہوجائے گا	اسکی بات	سچی	اور اسکا	ملک	جس دن	پھونکا جائے گا	صور	جاننے والا	غیب

کہہ دے گا کہ تو ہوجا بس وہ ہو پڑے گا، اسکا کہنا بااثر ہے، اور جبکہ صور میں پھونک ماری جاوے گی ساری حکومت خاص اسکی ہوگی اور وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا

وَالشَّهَادَةِ ۗ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۷۳﴾

وَالشَّهَادَةِ	وَهُوَ	الْحَكِيْمُ	الْخَبِيْرُ
اور ظاہر	اور وہی	حکمت والا	خبر رکھنے والا

اور ظاہر چیزوں کا، اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔

شان نزول: بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست بھی کی تھی۔ اس آیت میں اس کا جواب بھی ہے۔

مسلمان کی شان: اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ مسلمان کی شان یہ ہے کہ گمراہوں کو نصیحت کر کے سیدھی راہ پر لائے اور جو خدا سے

بھاگ کر غیر اللہ کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہیں ان کو خدائے واحد کے سامنے سربسجود کرنے کی فکر کرے۔ مسلمان سے یہ توقع رکھنا بالکل فضول اور خام خیالی ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی ایسی ہستی کے آگے سر جھکائے گا جس کے قبضہ میں نہ نفع ہے نہ نقصان یا اہل باطل کی صحبت میں رہ کر توحید اور ایمان کی صاف سڑک چھوڑ دے گا اور شرک کی بھول بھلیاں کی طرف الٹے پاؤں پھرے گا۔

سچا مسلمان کبھی گمراہی کی بھول بھلیوں میں نہیں گر سکتا

اگر معاذ اللہ مسلمان ایسا کرے تو اس کی مثال اس مسافر کی سی ہو گی جو اپنے راہ جاننے والے رفقاء کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہا تھا کہ ناگاہ غول بیابانی یعنی خبیث جنات نے اسے بہکا کر راستہ سے الگ کر دیا۔ وہ چاروں طرف بھٹکتا پھرتا ہے اور اس کے رفقاء و ساتھی از راہ خیر خواہی اسے آوازیں دے رہے ہیں کہ ادھر آؤ۔ راستہ اس طرف ہے۔ مگر وہ حیران اور مخبوط الحواس ہو کر نہ کچھ سمجھتا ہے نہ ادھر آتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ مسافر آخرت کے لئے سیدھی راہ اسلام و توحید کی ہے اور جن کی رفاقت اور معیت میں یہ سفر طے ہوتا ہے وہ پیغمبر اور ان کے متبعین ہیں جب یہ بدبخت شیاطین اور مضلین کے پنجہ میں پھنس کر صحرائے ضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے اس کے ہادی اور رفقاء از راہ ہمدردی راہ حق کی طرف بلا رہے ہیں مگر یہ نہ کچھ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے نہ ادھر آتا ہے تو اے مشرکین کیا تمہاری یہ غرض ہے کہ ہم اہل اسلام اپنی ایسی مثال بنالیں۔

جن مشرکین نے مسلمانوں سے ترک اسلام کو کہا تھا ان کو جواب دینے کے لئے حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ مضمون تلقین فرمایا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اہل اسلام مشرکین سے صاف کہہ دیں کہ تم ہم سے یہ امید مت رکھو کہ ہم اسلام کو چھوڑ کر، توحید سے پھر کر اور رسول کریم کے اتباع سے منہ موڑ کر شیطان کی بتلائی ہوئی راہوں پر چلیں گے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ! واقعی کبھی مسلمانوں کی یہی شان تھی اور انہوں نے قولاً اور فعلاً دنیا کو دکھلا دیا تھا کہ مسلمان کسی قیمت پر اسلام کی دولت اور توحید کی نعمت کو نہیں چھوڑ سکتا۔

راہ نجات فقط اسلام میں ہے

اس میں غیر مذاہب کی مدلل تردید فرمائی گئی اور جب تمام دیگر ادیان کا بطلان ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ تمام غیر مذاہب کا انجام آخرت کی حیرانی و پریشانی تباہی و بربادی ہے تو ظاہر ہو گیا کہ راہ فطرت اور طریقہ نجات صرف اسلام ہے اور سوائے اسلام کے کوئی مذہب حصول سعادت کا ذریعہ نہیں بن سکتا اور موجب ہدایت صرف وہی قانون ہو سکتا ہے جو خدا کا بنایا ہوا اور جاری کیا ہوا ہو۔

عقیدہ اور اعمال کی اصلاح ضروری ہے

چونکہ قانون ہدایت میں دو باتیں ہونی ضروری ہیں۔ اعتقاد کی درستگی اور اعمال کی بہتری اس لئے حکم ہوتا ہے کہ اے نبیؐ آپ کہہ دیجئے کہ ہم کو خدا کی طرف سے حکم ہو گیا ہے کہ اسی پروردگار اور خلاق عالم کے سامنے سر عبودیت خم کریں جو تمام عالم کا موجد اور باقی رکھنے والا ہے۔ اس کی توحید کو مانیں اور اس کے کل احکام پر ایمان لا کر عمل کریں۔ اور یہ کیوں؟ اس لئے کہ قیامت کے دن اسی کے پاس سب کو جانا اور حساب کتاب کے بعد جزا و سزا بھگتنی ہے۔ اسی نے آسمان اور زمین کو مفید طریقہ پر پیدا کیا اور ان کی پیدائش میں کوئی نقص نہیں چھوڑا پھر جب یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا تو دوبارہ وہ نیستی سے ہستی میں آنے کا حکم دے گا تو فوراً بلا تامل تمام عالم پھر پیدا ہو جائے گا۔ اس کا حکم پورا ہوگا۔ کسی کو انحراف اور سرتابی کی طاقت نہ ہو گی اور اس روز اس کی بادشاہت آنکھوں سے حقیقۃً بھی اور ظاہراً بھی نظر آئے گی۔ پس جو خدا یہ صفات رکھتا ہے جن کا ذکر ان آیات میں ہوا وہی اس لائق ہے کہ ہم اس کے تابع فرمان ہوں۔ اس کیسامنے انتہائی عبودیت اختیار کریں اور ہر آن اس سے ڈرتے رہیں۔ اسی کا ہم کو حکم ہوا ہے جس سے ہم کسی حال میں منہ نہیں موڑ سکتے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح اور سچی توحید نصیب فرمائیں اور اسی پروردگار عالم کو ہم اپنا معبود حقیقی مانیں۔ یا اللہ اپنے احکام کی پوری فرمانبرداری ہم کو نصیب فرما۔ اعمال میں بھی عقائد میں بھی یا اللہ ہم کو اسلام مضبوطی کے ساتھ پکڑنے ہدایت کے راستہ پر قائم رہنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی پوری پوری توفیق عطا فرما۔ اور ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾

وَاِذْ	قَالَ	اِبْرٰهِيْمُ	لِاَبِيْهِ	اٰزَرَ	اَتَتَّخِذُ	اَصْنَامًا	اٰلِهَةً	اِنِّيْٓ	اَرٰىكَ	وَقَوْمَكَ	فِيْ ضَلٰلٍ	مُّبِيْنٍ
اور جب	کہا	ابراہیمؑ	اپنے باپ کو	آزر	کیا تو بناتا ہے	بُت (جمع)	معبود	بیشک میں	تجھے دیکھتا ہوں	اور تیری قوم	گمراہی	کھلی

اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے بیشک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھ رہا ہوں

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ

وَكَذٰلِكَ	نُرِيْٓ	اِبْرٰهِيْمَ	مَلَكُوْتَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	وَلِيَكُوْنَ	مِنَ	الْمُوْقِنِيْنَ	فَلَمَّا	جَنَّ	عَلَيْهِ
اور اسی طرح	ہم دکھانے لگے	ابراہیمؑ	بادشاہی	آسمانوں (جمع)	اور زمین	اور تاکہ ہوجائے وہ	سے	یقین کرنے والے	پھر جب	اندھیرا کرلیا	اس پر

اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھلائیں تاکہ وہ عارف ہوجائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہوجاویں۔ پھر جب رات کی تاریکی

الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا

الَّيْلُ	رَاٰ	كَوْكَبًا	قَالَ	هٰذَا	رَبِّيْ	فَلَمَّا	اَفَلَ	قَالَ	لَآ	اُحِبُّ	الْاٰفِلِيْنَ	فَلَمَّا	رَاَ	الْقَمَرَ	بَازِغًا
رات	اس نے دیکھا	ایک ستارہ	اس نے کہا	یہ	میرا رب	پھر جب	غائب ہوگیا	اس نے کہا	نہیں	میں دوست رکھتا	غائب ہونیوالے	پھر	جب دیکھا	چاند	چمکتا ہوا

اُن پر چھاگئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا، آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہوجانے والوں سے محبت نہیں رکھتا پھر جب چاند کو دیکھا

قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿٧٧﴾ فَلَمَّا

قَالَ	هٰذَا	رَبِّيْ	فَلَمَّا	اَفَلَ	قَالَ	لَئِنْ	لَّمْ يَهْدِنِيْ	رَبِّيْ	لَاَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْقَوْمِ	الضَّآلِّيْنَ	فَلَمَّا
بولے	یہ	میرا رب	پھر جب	غائب ہوگیا	کہا	اگر	نہ ہدایت دے مجھے	میرا رب	تو میں ہوجاؤں	سے	قوم۔لوگ	بھٹکنے والے	پھر جب

چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے، سو جب وہ غروب ہوگیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہوجاؤں۔

رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٨﴾

رَاَ	الشَّمْسَ	بَازِغَةً	قَالَ	هٰذَا	رَبِّيْ	هٰذَآ	اَكْبَرُ	فَلَمَّا	اَفَلَتْ	قَالَ	يٰقَوْمِ	اِنِّيْ	بَرِيْٓءٌ	مِّمَّا	تُشْرِكُوْنَ
اس نے دیکھا	سورج	جگمگاتا ہوا	بولے	یہ	میرا رب	یہ	سب سے بڑا	پھر جب	وہ غائب ہوگیا	کہا	اے میری قوم	بیشک میں	بیزار	اس سے جو	تم شرک کرتے ہو

پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب میں بڑا ہے، سو جب وہ غروب ہوگیا آپ نے فرمایا اے میری قوم بیشک میں تمہارے

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٧٩﴾

اِنِّيْ	وَجَّهْتُ	وَجْهِيَ	لِلَّذِيْ	فَطَرَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	حَنِيْفًا	وَّمَآ اَنَا	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
بیشک میں	میں نے منہ موڑلیا	اپنا منہ	اسکی طرف جس	بنائے	آسمان (جمع)	اور زمین	یک رُخ ہوکر	اور نہیں میں	سے	شرک کرنیوالے

شرک سے بیزار ہوں۔ میں یک سو ہوکر اپنا رخ اُسکی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شہر اور وہاں کا ماحول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تخمیناً ڈھائی ہزار سال پہلے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ۳۰۷۰ سال پہلے ملک عراق میں ایک شہر بابل کی بنیاد پڑی۔ یہ شہر بابل بعد کے زمانہ میں صنعتوں میں بڑا ترقی یافتہ سمجھا جاتا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں بابل اور نینوا کا حاکم نمرود تھا جو شاہ ایران کا باجگذار یا کم از کم تابعدار ضرور تھا۔ اور بڑا سرکش، جابر اور متکبر حاکم تھا۔ یہ لوگ عموماً بت پرست تھے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد بھی بت بنا کر بیچا کرتے تھے اور وہ لوگ آفتاب ماہتاب اور ستاروں کو بھی پوجتے تھے۔ اور عموماً سب لوگ بت پرستی میں سرگرم تھے۔ ایسے عہد ایسے ملک اور ایسی فضا میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ چونکہ اس وقت کے نجومیوں نے پہلے سے اطلاع نمرود کو دے دی تھی کہ عنقریب ایک لڑکا پیدا ہوگا جو اہل بابل کی موجودہ حکومت کو تباہ کر ڈالے گا اس لئے نمرود نے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم عام دے دیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی سفاکی کے سال پیدا ہوئے۔ پیدائش کے بعد والدین نے بادشاہ کے خوف سے کسی غار یا تہ خانہ میں چھپا دیا اور چونکہ ہر نبی فطرۃً معصوم اور شرک سے پاک ہوتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی سرشت کے لحاظ سے شرک سے بیزار تھے۔ والدین اسی مخفی مقام پر آیا جایا کرتے تھے۔ ایام طفلی تو اخفا کی حالت میں گزر گئے جب بچپن ختم ہو کر بلوغ کا زمانہ آیا اور باپ نے اپنے آبائی دین کی ترغیب دی تو یہ مکالمہ ہوا جو ان آیات میں مذکور ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد اور اپنی قوم کو سمجھانا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہوسکتا

حضرت ابراہیم علیہ السلام صبح و شام آنکھ سے دیکھتے تھے کہ ان بیجان مورتوں کو میرا باپ اپنے ہاتھوں سے بناتا اور گھڑتا رہتا ہے اور جس طرح اس کا جی چاہتا ہے ناک کان آنکھیں اور جسم تراش لیتا اور پھر خریدنے والوں کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ کیا یہ خدا ہو سکتے ہیں؟ یا خدا کے مثیل و ہمسر کہے جا سکتے ہیں؟ حاشا وکلاء ہرگز نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اگرچہ بچپن ہی سے توحید کے محقق عارف تھے۔ لیکن بعثت سے سرفراز ہو کر سب سے پہلے انہوں نے اس طرف توجہ فرمائی اور توحید کے سلسلہ میں مناظرہ فرمایا۔ جب باپ نے اپنے آبائی دین کی ترغیب دی تو آپ نے جواباً باپ سے کہا جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس سے زیادہ صریح اور صاف گمراہی کیا ہوگی کہ اکرم المخلوقات ''انسان'' اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے پتھروں کو خدائی کا درجہ دے کر ان کے سامنے سربسجود ہو جائے اور ان کی پرستش کرنے لگے اور انہی سے مرادیں مانگنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بتلایا کہ ہم نے ابراہیمؑ کی نظر میں ان کے والد کی اور قوم کی بت پرستی حقیر اور بے وقت کر دکھائی تھی اور ان پر یہ ظاہر کر دیا تھا کہ بت کسی طرح بھی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی بناء پر نہ تو وہ باپ اور قوم کے طریقہ پر چلے اور نہ ان کے بہکانے سے بہکے۔ اسی طرح آسمانوں اور زمینوں کے عجائبات اور حقائق ان کے دل پر منکشف کر دیئے تھے اور چاند، سورج ستارے وغیرہ بچشم معرفت دکھا کر ان کو عارف کامل اور یقین والا بندہ بنا دیا تھا کہ مخلوق ادنیٰ ہو یا اعلیٰ سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت کے قابل نہیں۔ ایک رات جب تاریکی چھا گئی اور خوب اندھیرا ہو گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس ستارہ کو دیکھ کر جس کی ان کے والد اور قوم والے پرستش کیا کرتے تھے کہا کہ تمہارے خیال میں میرا اور تمہارا رب اور معبود یہ ستارہ ہے! یہی لائق عبادت ہے! لیکن اس کی روشنی اور چمک دمک تھوڑی دیر کی ہے چنانچہ تھوڑی دیر بعد جب وہ تارہ ڈوب گیا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا دیکھا ستارہ غروب ہو گیا اور میں غروب ہو جانے والی چیزوں کو معبود بنانا پسند نہیں کرتا لیکن اس روشن دلیل نے ان کے دلوں میں تاثیر ہدایت نہ پیدا کی اور وہ اپنے عقیدہ سے نہ پھرے تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنے دلیل کو پرزور بنانے کے لئے فرمایا کہ اچھا دیکھو! چاند طلوع ہو گیا اور تمہارے خیال میں یہ میرا اور ساری قوم کا رب ہے اور یہی پرستش کے

لائق ہے لیکن یہ بھی تغیر پذیر ہے اس میں بھی معبود ہونے کی قابلیت نہیں۔تم جو اس کو رب سمجھتے ہو دیکھو یہ غائب ہو گیا اور غائب ہو جانے والا بھی کہیں معبود ہو سکتا ہے تم کو خدا تعالیٰ نے گمراہی میں چھوڑ رکھا ہے۔اگر خدا مجھے بھی ہدایت پر ثابت اور قائم نہ رکھے تو میں بھی گمراہ ہو جاؤں۔جب یہ دلیل بھی اس قوم کے حق میں سودمند نہ ہوئی تو جب صبح ہوئی اور آفتاب عالمتاب نکلا تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ ہاں تمہارے عقیدہ میں یہ سب سے بڑا خدا ہو سکتا ہے بلکہ ہے مگر یہ عقیدہ بھی غلط ہے یہ تو غائب ہو جانے والی چیز ہے اس کو الوہیت اور معبودیت کا کیا حق ہو سکتا ہے۔چنانچہ جب آفتاب بھی ڈوب گیا تو فرمایا اے قوم والو! میں پرستش غیر اللہ سے بیزار ہوں ان میں سے کوئی بھی پروردگار نہیں ہو سکتا کیونکہ سب زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ ہم مختار نہیں مجبور ہیں۔حاکم نہیں محکوم ہیں ایک بالاتر ہستی ہے جو ان سب کا بنانے والا ہے اور جس کے حکم اور ضابطے کے آگے سب جھکے ہوئے ہیں اس لئے میں تو صرف اسی کا ہوں۔میری راہ شرک کرنے والوں کی راہ نہیں ہے میں نے اپنی عبادت اور پرستش کا مرکز خدائے یگانہ کو قرار دے لیا ہے جو خلاق عالم اور وحدہٗ لاشریک ہے۔میں کسی طرح شرک کرنے والوں کے گروہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس حقیقت کو بتلا دیا کہ میرا اور تمہارا پالنے والا رب ان تمام مخلوقات میں سے کوئی نہیں ہو سکتا۔نہ خود تراشیدہ بت، نہ ستارہ، نہ چاند، نہ سورج کہ جو خود اپنے وجود میں دوسرے کے محتاج ہیں۔اور ہر وقت اور ہر آن جو طلوع و غروب کے تغیرات میں گھرے ہوئے ہیں۔جن کے حالات ادل بدل ہوتے رہتے ہوں۔وہ اپنی حرکات میں کسی دوسری طاقت کے تابع ہوں۔ان کا تغیر اور انقلاب اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ سب فانی اور حادث ہیں اور سب کے سب کسی خاص نظام میں جکڑے ہوئے ہیں۔اور کسی اعلیٰ و برتر قاہر ہستی کے حکم کے مسخر ہیں کہ ذرہ برابر اس سے عدول حکمی نہیں کر سکتے۔ان کی چال اور رفتار اور سمت اور جہت اور مسافت سب متعین کر دی ہے کہ ذرہ برابر اس سے باہر نہیں جا سکتے جو ان کی بے بسی کمزوری اور لاچارگی پر دلالت ہے اور یہ کہ یہ کسی عزیز مقتدر کے محکوم ہیں اور اس کے سامنے مجبور ہیں جو انہیں چکر کھلا رہا ہے۔تو یہ ستارے اور شمس و قمر کس طرح خدا ہو سکتے ہیں۔؟ یہ تو سب خدا کے مزدور ہیں اور اس کے سامنے مقہور اور مجبور ہیں۔الوہیت تو اسی کو سزاوار ہے کہ جو ان سب کا خالق و مالک ہے اور جس کی کبریائی عظمت اور جلال کو کبھی فنا اور زوال نہیں۔اس لئے میں سب سے قطع تعلق کر کے صرف ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی پرستش و بندگی کا قائل ہوں جس نے یہ آسمان و زمین اور یہ سب کائنات کو اپنی قدرت سے پیدا کیا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات کی سچی توحید و معرفت کاملہ ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم ظاہر میں اور باطن میں آپ ہی کی طرف اپنا رخ کرنے والے ہوں اور آسمان اور زمین کی مخلوقات سے ہم کو یا اللہ آپ ہی کی معرفت نصیب ہو۔

یا اللہ ہمارے دلوں میں اپنی شان ربوبیت کا پورا یقین عطا فرمادے اور ہر طرح کے شرک اور کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَحَاجَّهٗ قَوْمُهٗ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

وَحَاجَّهٗ	قَوْمُهٗ	قَالَ	اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ	فِی	اللّٰهِ	وَ	قَدْ هَدٰىنِ	وَ	لَآ اَخَافُ	مَا تُشْرِكُوْنَ	بِهٖ	اِلَّآ	اَنْ
اوراس سے جھگڑا کیا	اسکی قوم	اس نے کہا	کیاتم مجھ سے جھگڑتے ہو	میں	اللہ	اور	اس نے مجھے ہدایت دیدی ہے	اور	نہیں ڈرتا میں	جوتم شریک کرتے ہو	اسکا	مگر	یہ کہ

اوراُن سے اُنکی قوم نے حجت کرنا شروع کی، آپ نے فرمایا کیاتم اللہ کے معاملہ میں مجھ سے حجت کرتے ہو حالانکہ اُس نے مجھ کوطریقہ بتلا دیا ہےاور میں اُن چیزوں سے جنکوتم اللہ تعالیٰ کے

یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْئًا وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ

یَّشَآءَ	رَبِّیْ	شَیْئًا	وَسِعَ	رَبِّیْ	كُلَّ شَیْءٍ	عِلْمًا	اَ	فَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ	وَكَیْفَ	اَخَافُ	مَآ اَشْرَكْتُمْ
چاہے	میرارب	کچھ	احاطہ کرلیا	میرارب	ہرچیز	علم	کیا	سوتم نہیں سوچتے	اورکیونکر	میں ڈروں	جوتم شریک کرتے ہو(تمہارے شریک)

ساتھ شریک بناتے ہونہیں ڈرتاہاں لیکن اگر میراپروردگار ہی کوئی امر چاہے، میراپروردگار ہر چیز کواپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے، کیاتم پھر خیال نہیں کرتے۔اور میں اُن چیزوں سے کیسے ڈروں

وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ

وَ	لَا تَخَافُوْنَ	اَنَّكُمْ	اَشْرَكْتُمْ	بِاللّٰهِ	مَا	لَمْ یُنَزِّلْ	بِهٖ	عَلَیْكُمْ	سُلْطٰنًا	فَاَیُّ	الْفَرِیْقَیْنِ	اَحَقُّ
اور	تم نہیں ڈرتے	کہ تم	شریک کرتے ہو	اللہ کا	جو	نہیں اتاری	اسکی	تم پر	کوئی دلیل	سوکون	دونوں فریق	زیادہ حقدار

جن کوتم نے شریک بنایا ہے حالانکہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کوشریک ٹھیرایا ہے جنکی اللہ تعالیٰ نے تم پرکوئی دلیل نازل نہیں فرمائی، سوان دو جماعتوں میں

بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ

بِالْاَمْنِ	اِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	اَلَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَ	لَمْ یَلْبِسُوْٓا	اِیْمَانَهُمْ	بِظُلْمٍ	اُولٰٓئِكَ	لَهُمُ
امن کا	اگر	تم	جانتے ہو	جولوگ	ایمان لائے	اور	نہ ملایا	اپناایمان	ظلم سے	یہی لوگ	ان کیلئے

سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جولوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کوشرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کیلئے امن ہے

الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾

الْاَمْنُ	وَهُمْ	مُّهْتَدُوْنَ
امن (دلجمعی)	اوروہی	ہدایت یافتہ

اوروہی راہ پرچل رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان توحید پرقوم کا ردعمل اوراُنکی استقامت اور تدبر

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں' ستاروں چاند اور سورج سب کونا قابل پرستش قرار دیا اور صرف ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کومعبود حقیقی ماننے کے لئے قوم سے کہا۔ اب قوم میں چرچا ہونے لگا کہ یہ کیا ہوا؟ ابراہیم نے ہمارے تمام ہتھیار بیکار اور ہمارے تمام دلائل پامال کردیئے اور ہمارے تمام معبودان کو باطل قرار دیا۔ اب ہم ابراہیم کے اس مضبوط اور محکم برہان کا کس طرح رد کریں؟ اور اس کی روشن دلیل کا کیا جواب دیں؟ وہ اس کے لئے بالکل عاجز اور درماندہ تھے اور جب کوئی بس نہ چلا تو قائل ہونے اور صدائے حق کو قبول کرنے کے بجائے ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑنے اور اپنے معبودان باطل سے ڈرانے لگے کہ وہ تمہاری توہین کا تم سے ضرور انتقام لیں گے اور تم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کی حجت کے جواب میں جو ارشاد فرمایا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا

ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ اسلام نے فرمایا کیا تم خدا کی وحدانیت' الوہیت اور خلاقیت کے متعلق مجھ سے جھگڑا کرتے ہو اور اپنے بتوں سے مجھ کو ڈراتے ہو اور مجھے گمراہ کرنا چاہتے ہو حالانکہ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو صحیح راہ دکھادی ہے۔ میری ہدایت کے اسباب پیدا فرمادیئے اور میری عقل کو روشن کر دیا۔ تو واضح حقیقت اور بدیہی بات میں جھگڑا کرنے کی گنجائش کس طرح ممکن ہے؟ رہاان بتوں اور دیوتاؤں کی ضرر رسانی کا خوف تو مجھے تمہارے ان بتوں کی مطلق کوئی پروانہیں۔ ان سے مجھے کوئی خوف نہیں۔ یہ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ان کو ضرر رسانی کی طاقت ہی نہیں ہاں جو کچھ میرا رب چاہے گا وہی ہو گا۔ اگر خدا ہی کو میرا ضرر مقصود ہو گا تو لامحالہ ہو کر رہے گا۔ مگر تمہارے باطل معبودان کو ضرر رسانی میں کوئی دخل نہیں۔ میرے پروردگار کے علم میں سب کچھ سما سکتا ہے۔ اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے اگر اس کی مصلحت میری ضرر یابی کی مقتضی ہے تو مجھے چون و چرا کا حق نہیں مگر میں ان دھمکیوں سے کسی طرح مرعوب نہیں ہو سکتا۔ تم کو خدا کی نافرمانی کرنے اور اس کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہرانے میں بھی کوئی خوف نہیں آتا جس کے لئے تمہارے پاس ایک دلیل بھی نہیں اور مجھ سے یہ توقع رکھتے ہو کہ میں خدائے واحدہ کا ماننے والا تمہارے بتوں سے ڈر جاؤں گا۔ میں قادر مطلق مختار کل' خلاق عالم کا پرستار ہوں۔ تم مجبور محض بے اختیار اور بے طاقت باطل معبودوں کی عبادت کرتے ہو۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ہم دونوں فریقوں میں سے کون مفسد ہے اور کون امن پسند۔ اگر تم کو عقل و دانش سے کچھ حصہ ملا ہے تو تم خود فیصلہ کرو اور بتاؤ اور اگر تم نہیں بتا سکتے تو سنو میں بتائے دیتا ہوں۔ جن لوگوں نے خدا کو واحدہ لاشریک جانا اس کی الوہیت' ربوبیت اور خلاقیت پر ایمان لائے اور اس ایمان و یقین میں شرک و کفر کو آمیختہ نہ کیا۔ یہی راہ راست پر ہیں اور آخرت کا امن و نجات انہی کے لئے مخصوص ہے۔

دنیا و آخرت کی بھلائی کے لئے دو شرطیں

یہاں آخری آیت یہ ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں امن اور دنیا میں ہدایت کا وعدہ یا بشارت دو شرطوں کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔ ایک تو الـذیـن امـنـوا فرمایا یعنی جو لوگ ایمان رکھتے ہیں دوسرے وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ فرمایا یعنی جنہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کا پیوند نہیں لگا۔

احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ظلم کی تفسیر شرک سے فرمائی۔ تو حاصل مطلب آیت کا یہ ہوگا کہ مامون اور مہتدی صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو ایمان و یقین لائے اس طرح کہ اس میں شرک کی ملاوٹ بالکل نہ ہو۔ اگر خدا پر ایمان رکھنے کے باوجود شرک کو نہ چھوڑا تو وہ نہ ایمان شرعی ہے نہ اس کے ذریعہ سے امن و ہدایت نصیب ہو سکتی ہے اور شرک یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات' اس کی صفات' اس کے کمالات' اس کی عبادت اور اس کی حدود عظمت میں کسی اور کو شریک بنا لینا۔ خواہ وہ فرشتے ہوں یا انبیاء ہوں یا اولیاء یا کوئی اور۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو توحید حقیقی نصیب فرمادیں۔ اور ہم کو وہ ایمان نصیب فرمائیں جو شرک کی ملاوٹ سے بالکل پاک ہو۔ یا اللہ ہمیں بھی ان مومنین کے زمرہ میں شریک فرمالیجئے جن کے لئے دنیا میں ہدایت اور آخرت میں امن کا وعدہ و بشارت ہے۔ یا اللہ ہمارے دلوں میں بس آپ اپنا خوف عطا فرمائیں اور غیروں کے خوف و ڈر سے ہمارے دلوں کو پاک فرمائیں۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

وَتِلْكَ	حُجَّتُنَآ	اٰتَيْنٰهَآ	اِبْرٰهِيْمَ	عَلٰى	قَوْمِهٖ	نَرْفَعُ	دَرَجٰتٍ	مَّنْ	نَّشَاۗءُ	اِنَّ	رَبَّكَ	حَكِيْمٌ	عَلِيْمٌ
اور یہ	ہماری دلیل	ہم نے یہ دی	ابراہیمؑ	پر	اسکی قوم	ہم بلند کرتے ہیں	درجے	جو۔جس	ہم چاہیں	بیشک	تمہارا رب	حکمت والا	جاننے والا

اور یہ ہماری حجت تھی وہ ہم نے ابراہیمؑ کو اُنکی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جسکو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھا دیتے ہیں، بیشک آپکا رب بڑا علم والا حکمت والا ہے

وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ

وَ	وَهَبْنَا	لَهٗ	اِسْحٰقَ	وَيَعْقُوْبَ	كُلًّا	هَدَيْنَا	وَنُوْحًا	هَدَيْنَا	مِنْ قَبْلُ	وَ	مِنْ	ذُرِّيَّتِهٖ	دَاوٗدَ
اور	بخشا ہم نے	اُنکو	اسحٰقؑ	اور یعقوب	سبکو	ہدایت دی ہم نے	اور نوحؑ	ہم نے ہدایت دی	اس سے قبل	اور	سے	انکی اولاد	داؤدؑ

اور ہم نے اُنکو اسحٰقؑ دیا اور یعقوب ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی، اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوحؑ کو ہدایت کی اور اُنکی اولاد میں سے داؤدؑ کو

وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى

وَسُلَيْمٰنَ	وَاَيُّوْبَ	وَيُوْسُفَ	وَمُوْسٰى	وَهٰرُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ	وَزَكَرِيَّا	وَيَحْيٰى
اور سلیمانؑ	اور ایوبؑ	اور یوسفؑ	اور موسیٰؑ	اور ہارونؑ	اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	نیک کام کرنے والے	اور زکریاؑ	اور یحییٰؑ

اور سلیمانؑ کو اور ایوبؑ کو اور یوسفؑ کو اور موسیٰؑ کو اور ہارونؑ کو، اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔اور نیز زکریاؑ کو اور یحییٰؑ کو

وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا

وَعِيْسٰى	وَ	اِلْيَاسَ	كُلٌّ	مِّنَ	الصّٰلِحِيْنَ	وَاِسْمٰعِيْلَ	وَالْيَسَعَ	وَيُوْنُسَ	وَلُوْطًا	وَ	كُلًّا	فَضَّلْنَا
اور عیسیٰؑ	اور	الیاسؑ	سب	سے	نیک بندے	اور اسمٰعیلؑ	اور الیسعؑ	اور یونسؑ	اور لوطؑ	اور	سب	ہم نے فضیلت دی

اور عیسیٰؑ کو اور الیاسؑ کو، سب پورے شائستہ لوگوں میں تھے۔اور نیز اسمٰعیلؑ کو اور یسعؑ کو اور یونسؑ کو اور لوطؑ کو۔اور ہر ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے

عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَاۗىِٕهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ

عَلَى	الْعٰلَمِيْنَ	وَ	مِنْ	اٰبَاۗىِٕهِمْ	وَذُرِّيّٰتِهِمْ	وَاِخْوَانِهِمْ	وَ	اجْتَبَيْنٰهُمْ	وَهَدَيْنٰهُمْ	اِلٰى	صِرَاطٍ
پر	تمام جہان والے	اور	سے (کچھ)	اُنکے باپ دادا	اور انکی اولاد	اور انکے بھائی	اور	اور ہم نے چنا انہیں	اور ہم نے ہدایت دی انہیں	طرف	راستہ

فضیلت دی۔اور نیز انکے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو، اور ہم نے اُنکو مقبول بنایا اور ہم نے اُنکو راہ راست کی ہدایت کی۔

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ

مُّسْتَقِيْمٍ	ذٰلِكَ	هُدَى	اللّٰهِ	يَهْدِيْ	بِهٖ	مَنْ	يَّشَاۗءُ	مِنْ	عِبَادِهٖ	وَلَوْ	اَشْرَكُوْا	لَحَبِطَ	عَنْهُمْ
سیدھا	یہ	رہنمائی	اللہ	ہدایت دیتا ہے	اس سے	جسے	چاہے	سے	اپنے بندے	اور اگر	وہ شرک کرتے	تو ضائع ہوجاتے	ان سے

اللہ کی ہدایت وہ یہی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اسکی ہدایت کرتا ہے، اور اگر فرضاً یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے تھے

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٨٨﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَٰٓؤُلَآءِ

مَا	كَانُوا يَعْمَلُونَ	أُولَٰٓئِكَ	الَّذِينَ	آتَيْنَاهُمُ	الْكِتَابَ	وَالْحُكْمَ	وَالنُّبُوَّةَ	فَإِن	يَكْفُرْ	بِهَا	هَٰٓؤُلَآءِ
جو کچھ	وہ کرتے تھے	یہ	وہ لوگ جو	ہم نے دی انہیں	کتاب	اور شریعت	اور نبوت	پس اگر	انکار کریں	اسکا	یہ لوگ

اُن سے سب اکارت ہوجاتے۔ یہ ایسے تھے کہ ہم نے انکو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی، سواگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کیلئے

فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ﴿٨٩﴾ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ فَبِهُدَاهُمُ

فَقَدْ وَكَّلْنَا	بِهَا	قَوْمًا	لَّيْسُوا	بِهَا	بِكَافِرِينَ	أُولَٰٓئِكَ	الَّذِينَ	هَدَى	اللَّهُ	فَبِهُدَاهُمُ
تو ہم مقرر کردیتے ہیں	ان کیلئے	ایسے لوگ	وہ نہیں	اسکے	انکار کرنے والے	یہی لوگ	وہ جو	ہدایت دی	اللہ	سو انکی راہ پر

ایسے بہت لوگ مقرر کردیے ہیں جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلئے،

اقْتَدِهْ ۗ قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْعَالَمِينَ ﴿٩٠﴾

	اقْتَدِهْ	قُل	لَّا أَسْأَلُكُمْ	عَلَيْهِ	أَجْرًا	إِنْ	هُوَ	إِلَّا	ذِكْرَىٰ	لِلْعَالَمِينَ	
	چلو	آپ کہدیں	نہیں مانگتا میں تم سے	اس پر	کوئی اُجرت	نہیں	یہ	مگر	نصیحت	تمام جہان والے	

آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن) پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا یہ تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت حق کا استحکام اور ماضی و مستقبل میں اس کا تسلسل

اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ان کو قوم کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے دلائل عطا فرمائے تھے کہ جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سربلندی نصیب ہوئی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے مقابلہ میں جو دلائل و براہین بیان کئے وہ اللہ تعالیٰ ہی کی تعلیم و تلقین تھی۔ کسی معلم بشری یا استاذ انسانی کی تعلیم کا اثر نہ تھا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے فضل و انعام سے سرفراز فرماتے ہیں۔ اور علم و حکمت سے نوازتے ہیں۔ اس کے بعد حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے سولہ انبیاء کا ذکر کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جدامجد حضرت نوح علیہ السلام کا بھی ذکر کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ خدا پرستی اور اتباع توحید کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہی موقوف نہیں۔ ان سے پہلے ان کے جدامجد حضرت نوح علیہ السلام بھی موحد تھے۔ مشرک نہ تھے۔ اور پھر ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی نسل میں سے ایسی شخصیتیں پیدا کیں جن کی بزرگی عرب و عجم میں مشہور تھی وہ بھی سب موحد تھے مشرک نہ تھے۔ ان سب کی راہ راہ ہدایت تھی اور یہ سب خدا تعالیٰ کے ہدایت یافتہ تھے۔ پھر بتلایا گیا کہ اس توحید اور خدا پرستی کے سبب سے نہ صرف ان مذکورہ پیغمبروں کو بلکہ ان حضرات مذکورین کے کچھ باپ دادوں کو اور اور کچھ اولاد اور کچھ بھائیوں کو بھی طریق حق کی ہدایت دی اور ان کو برگزیدہ بنایا اور راہ راست کی طرف ان کو ہدایت کی۔

سلسلۂ حق کے داعیان کے تذکرہ کا مقصد

تو مقصود ان سب مقبولان خدا کے ذکر سے توحید و رسالت کی تائید اور تقویت کرنی ہے اور یہ جتلانا ہے کہ جس کو راہ ہدایت مطلوب ہو وہ ان حضرات کی اقتداء اور ان کی طرح توحید کا قائل ہو اور خدا پرستی اختیار کرے اور شرک سے اجتناب اور نفرت کرے اور ان حضرت انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ خصوصیت سے اہل عرب کے لئے زیادہ مناسب ہوا کہ وہ لوگ اپنے کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی

طرف منسوب کرتے تھے۔ پس اس تذکرہ میں مشرکین عرب کو تنبیہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے منتسبین تو سب موحد تھے اور شرک کو برا سمجھتے تھے پھر تم ان کے کیسے معتقد اور نام لیوا ہو کہ ان کے طریقہ کے خلاف طریقہ اختیار کرتے ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ شرک و بت پرستی کو چھوڑ کر خالص توحید قبول کرو جو منحصر ہے اسلام کے قبول کرنے اور پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے میں اور آپ کی دعوت دین حق قبول کرنے میں۔

شرک ہلاکت ہے

پھر تمام انسانوں کے سنانے کے لئے یہ بتلایا گیا کہ شرک انسان کے تمام اعمال کو برباد کر دیتا ہے اور اس معاملہ میں اور کسی کی تو حقیقت کیا ہے اگر بفرض محال انبیاء ومقربین سے بھی معاذ اللہ اگر شرک کی حرکت سرزد ہو تو ان کا بھی سارا کرادھرا اکارت ہو جائے۔

حق کسی خاص قوم یا گروہ کا محتاج نہیں ہے

پھر بطور پیشین گوئی کے یہ فرمایا کہ اگر مکہ کے کافر یا دوسرے مشرکین اس کتاب اس شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کریں تو خدا کا دین کچھ ان پر موقوف نہیں اللہ ایک گروہ ایسے لوگوں کا پیدا کر دے گا جو اس راہ حق کی حفاظت اور پیروی اپنے ذمہ لے لے گا اور انکار کی جگہ سچائی کا شناسا ہو گا۔ اور طریق حق کو دل وجان سے قبول کرے گا۔ چنانچہ انصار اور مہاجرین کا گروہ پیدا ہوا جنھوں نے اس دین حق کی حفاظت اپنے ذمہ لی اور اس کا پورا پورا اتباع کر کے دکھایا۔

تمام انبیاء کی دعوت ایک ہی دعوت تھی

پھر بتلایا گیا کہ تمام انبیاء علیہم السلام عقائد اور اصول دین اور مقاصد کلیہ میں متحد تھے۔ سب کا بنیادی دستور ایک ہے۔ ہر نبی کو اسی پر چلنے کا حکم ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طریق مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرما دیا کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیاء سابقین کے راستہ سے جدا نہیں۔ رہا فروع کا اختلاف وہ ہر زمانہ کی مناسبت واحوال کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے۔ اور اب بھی واقع ہو تو مضائقہ نہیں۔

پیغمبر کی ذات ذاتی مفاد سے بالاتر ہوتی ہے

اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعلان فرما دینے کا ارشاد ہوا کہ اے لوگو میں تم سے کسی طرح کے اجر کا طالب نہیں۔ اگر تم نہیں مانتے تو میرا تو کوئی نفع فوت نہیں ہوتا۔ میرا اجر تو خدا کے ہاں ثابت ہے۔ ہاں تم نصیحت سے انحراف کر کے خود اپنا نقصان کرو گے۔ سارے جہان میں سے ایک نہیں تو دوسرا نصیحت قبول کرے گا جو انکار کرے گا اسے اپنی محرومی اور بدبختی کا ماتم کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کا اجر

ان آیات میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر انعامات الٰہیہ بیان فرما کر ایک طرف تو اس قانون قدرت کی طرف اشارہ کیا گیا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں اپنی محبوب چیزوں کو قربان کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں بھی اس سے بہتر چیز عطا فرما دیتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں اپنے باپ، برادری گھربار، وطن قوم سب کو چھوڑ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آخرت کے درجات عالیہ اور نعمائے اخرویہ سے پہلے دنیا میں بھی ان کو اپنی برادری سے بہتر برادری اور وطن سے بہتر وطن عطا فرمایا اور وہ خاص عزت عطا ہوئی کہ قیامت تک آنے والی نسلیں خواہ وہ یہودی ہوں یا نصاریٰ یا اہل اسلام سب ہی ان کے تقدس کے قائل اور ان کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور پھر یہ شرف عظیم عطا فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد قیامت تک جتنے انبیاء ورسل مبعوث فرمائے گئے وہ سب آپ ہی کی نسل اور اولاد میں ہیں۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک وتعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ اُس نے ہمیں اسلام وایمان سے نوازا اور کفر وشرک سے بچایا۔ یا اللہ ہمیں اسلام وایمان کی سچی قدر شناسی کی توفیق عطا فرما اور تازیست ہم کو اسلام وایمان پر ثابت قدم رکھنا اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمانا۔ یا اللہ اس قرآن پاک سے ہم کو بھی نصیحت حاصل کرنے والا اور دنیا والوں کو اس کی نصیحت پہنچانے والا بنا دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ

وَمَا	قَدَرُوا	اللّٰهَ	حَقَّ	قَدْرِهٖ	اِذْ قَالُوْا	مَا	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	عَلٰى	بَشَرٍ	مِنْ شَيْءٍ	قُلْ	مَنْ	اَنْزَلَ
اور نہیں	انہوں نے قدر جانی	اللہ	حق	اسکی قدر	جب انہوں نے کہا	نہیں	اتاری	اللہ	پر	کوئی انسان	کوئی چیز	آپ کہدیں	کس	اتاری

اوران لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی جبکہ یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی، آپ یہ کہیئے کہ وہ کتاب

الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَاۗءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا

الْكِتٰبَ	الَّذِيْ	جَاۗءَ + بِهٖ	مُوْسٰى	نُوْرًا	وَّهُدًى	لِلنَّاسِ	تَجْعَلُوْنَهٗ	قَرَاطِيْسَ	تُبْدُوْنَهَا
کتاب	وہ جو	لائے اسکو	موسیٰ	روشنی	اور ہدایت	لوگوں کیلئے	تم نے کردیا اسکو	ورق ورق	تم ظاہر کرتے ہو اسکو

کس نے نازل کی ہے جسکو موسیٰ لائے تھے جسکی یہ کیفیت ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کیلئے وہ ہدایت ہے جسکو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کردیتے ہو

وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَاۗؤُكُمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ

وَتُخْفُوْنَ	كَثِيْرًا	وَعُلِّمْتُمْ	مَا	لَمْ تَعْلَمُوْا	اَنْتُمْ	وَلَا	اٰبَاۗؤُكُمْ	قُلِ	اللّٰهُ	ثُمَّ	ذَرْهُمْ	فِيْ	خَوْضِهِمْ
اور تم چھپاتے ہو	اکثر	اور سکھایا تمہیں	جو	تم نہ جانتے تھے	تم	اور نہ	تمہارے باپ دادا	آپ کہدیں	اللہ	پھر	انہیں چھوڑ دیں	میں	اپنے بیہودہ شغل

اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئیں جن کو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے، آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر انکو انکے

يَلْعَبُوْنَ ۝۹۱ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

يَلْعَبُوْنَ	وَهٰذَا	كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	مُبٰرَكٌ	مُصَدِّقُ	الَّذِيْ	بَيْنَ يَدَيْهِ	وَلِتُنْذِرَ	اُمَّ الْقُرٰى	وَمَنْ
وہ کھیلتے رہیں	اور یہ	کتاب	ہم نے نازل کی	برکت والی	تصدیق کرنے والی	جو	اپنے سے پہلی (کتابیں)	اور تاکہ تم ڈراؤ	اہل مکہ	اور جو

مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے۔ اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جسکو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے

حَوْلَهَا ۭ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰي صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۹۲

حَوْلَهَا	وَالَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	يُؤْمِنُوْنَ	بِهٖ	وَهُمْ	عَلٰى	صَلَاتِهِمْ	يُحَافِظُوْنَ
اسکے اردگرد	اور جو لوگ	ایمان رکھتے ہیں	آخرت پر	ایمان لاتے ہیں	اس پر	اور وہ	پر (کی)	اپنی نماز	حفاظت کرتے ہیں

تاکہ آپ مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو ڈراویں، اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز پر مداومت رکھتے ہیں۔

نزول وحی کے منکرین کے اعتراضات

ان آیات میں ان منکرین ومعاندین کا رد کیا گیا ہے جو اپنی بدفہمی یا جہل سے یا پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کے جوش میں حق تعالیٰ کی اس صفت کا ہی انکار کرنے لگے کہ وہ کسی انسان کو اپنی وحی ومکالمۂ خاص سے مشرف فرمائے۔ گویا کتابوں کے نازل کرنے اور پیغمبروں کو دنیا میں بھیجنے کے سلسلہ ہی کی سرے سے نفی کرنے لگے۔ چنانچہ منکرین نبوت کہہ دیا کرتے تھے کہ خدا نے کچھ بھی کسی بشر پر نازل نہیں کیا۔ حالانکہ مشرکین عرب بھی یہود اہل کتاب سے سن کر نبیوں کو جانتے تھے خاص کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خوب واقف تھے۔ یہود تو از راہ حسد وعناد قرآن کا انکار کرتے تھے اور

مشرکین کو سکھلاتے تھے کہ خدا نے اپنی کوئی کتاب کسی پر نازل نہیں کی۔

منکرین کے اعتراض کا جواب

ان آیات میں ان منکرین کو اس کا جواب دو طرح دیا گیا ہے۔ایک تحقیقی جواب ایک الزامی جواب۔تحقیقی جواب تو یہ دیا گیا کہ تم اللہ کو مانتے تو ہو لیکن اس کے علم وقدرت اور حکمت سے واقف نہیں ہو اس لئے تم نے اس کو پوری طرح نہ پہچانا اور اس کی قدر نہ کی جیسی اس کی قدر کرنی چاہئے تھی۔اس نے انسان کے لئے اپنی حکمت سے طریقہ ہی یہ رکھا ہے کہ اس کی ہدایت کے لئے رسول اس کی کتاب لائیں اور اسے لوگوں کو سمجھائیں۔ پس جس نے کتاب الٰہی کے نزول کا انکار کیا تو اس نے حق تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت کی ناقدری اور ناشکری کی۔نزول وحی اور نزول کتب کا انکار در پردہ اللہ کی صفت علم اور صفت کلام کا انکار ہے۔اور اس کو خدا کی ناقدری اس لئے فرمایا کہ جو شخص انبیائے کرام پر نزول کتاب کا قائل نہیں وہ خدا تعالیٰ کا قدر شناس نہیں اور اس کو خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت نصیب نہیں۔خدا کی صحیح معرفت خدا کی نازل کردہ کتاب ہی سے ہو سکتی ہے۔

دوسرا الزامی جواب اہل کتاب یہود کو دیا گیا جو تعصب اور نفسانیت کی وجہ سے نزول قرآن پر اظہار تعجب کیا کرتے تھے۔کہ اللہ کا کلام اس طرح نازل نہیں ہو سکتا۔ان یہود کے پڑھے لکھے اور باخبر سمجھے جانے کی وجہ سے مشرکین بھی ان کی باتوں کی سند پکڑتے تھے۔ پس علمائے اہل کتاب کو الزامی جواب دیا گیا کہ اگر اللہ نے اپنا کلام کسی بشر پر نازل نہیں کیا تو بتلاؤ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ کس نے اتاری تھی جس کو وہ بنی اسرائیل کے پاس لے کر آئے جس کو اولاً تو تم بھی مانتے ہو۔دوسرے وہ نور ہدایت ہونے کی وجہ سے ماننے کے لائق بھی تھی۔تیسرے ہر وقت وہ تمہارے استعمال میں بھی رہتی ہے اگرچہ وہ استعمال شرمناک ہے لیکن تاہم اس کے باوجود تمہارے لئے گنجائش انکار تو نہیں رہی۔چوتھے تمہارے لئے وہ ایک بہت بڑی قیمتی دولت ہے جس کے بدولت آج تم عالم بنے بیٹھے ہو اور لوگوں سے ہدئے اور نذرانہ وصول کرتے ہو اس لئے بھی تمہارے لئے گنجائش انکار نہیں۔یہ دوسری بات ہے کہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے تم نے اپنی اغراض نفسانیہ کی بنا پر اس کتاب کو دو قسم کے ورقوں میں تقسیم کیا ہوا ہے کہ شرارت نفس کی وجہ سے اصل احکام چھپاتے رہتے ہو۔علمائے یہود نے توریت کے علیحدہ علیحدہ اوراق کر رکھے تھے۔جن اوراق میں ان کی خواہش کے خلاف کوئی امر نہ ہوتا۔ان کو سب پر ظاہر کر دیتے اور جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات وبشارت وغیرہ مذکور تھیں ان کو چھپاتے تھے۔تو یہود سے پوچھا گیا کہ توریت جو سراپا نور اور ہدایت تھی یہ کس نے نازل کی تھی؟ جواب اس کا ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے نازل کی تھی تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح توریت اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی تھی اسی طرح یہ قرآن بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے۔اور ایسا نور ہدایت بجز خدا کے اور کس خزانہ سے آسکتا ہے۔

منکرین نہیں مانتے تو انہیں چھوڑ یئے

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا گیا کہ اگر یہ منکرین ایسی صاف اور بدیہی چیز کو بھی نہیں مانتے تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تبلیغ وتنبیہ کر کے سبکدوش ہو جایئے۔اور ان منکرین کو چھوڑ دیجئے کہ یہ اپنی خرافات اور کج بحثی کے لہو ولعب میں مشغول رہیں۔اگر خدا نے کوئی چیز نہیں اتاری تو یہ مبارک کتاب کہاں سے آئی جس کا نام قرآن ہے۔اور جو تمام پچھلی کتابوں کے مضامین کی تصدیق کرنے والی ہے اگر یہ آسمانی کتاب نہیں تو بتلاؤ کس کی تصنیف ہے جس کا مثل لانے پر جن وانس قادر نہ ہوں۔

حصول ہدایت کی بنیاد

اخیر میں فرمایا گیا کہ جسے آخرت کی زندگی پر یقین اور بعد الموت کا خیال ہوگا اسی کو ہدایت اور طریق نجات کی تلاش ہوگی۔وہی پیغام الٰہی قبول کرے گا۔اور نماز وغیرہ عبادات کی حفاظت کرے گا۔اور جسے آخرت سے بے فکری ہی ہے اور خوف خدا سے نڈر ہے وہ اسے کیوں قبول کرے گا۔

یہود ومشرکین کی مشترکہ بیماری

یہاں جو اخیر میں یہ فرمایا وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یعنی جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ قرآن پر بھی ایمان لاتے ہیں۔اس میں یہود ومشرکین کی اس مشترک بیماری پر تنبیہ کی گئی ہے کہ آخرت سے بے فکری کا مرض یہی ہے کہ جو وہ کفر وشرک پر اصرار کر رہے ہیں ورنہ جس شخص کو آخرت اور یوم الحساب پر ایمان ہوگا اس کو ضرور خوف خدا اس طرف متوجہ کرے گا کہ وہ دلائل میں غور کرنے اور حق بات کو قبول کرنے میں آبائی رسم کی پرواہ نہ کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّمَنْ

وَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰی	عَلَی اللّٰہِ	کَذِبًا	اَوْ	قَالَ	اُوْحِیَ	اِلَیَّ	وَلَمْ یُوْحَ	اِلَیْہِ	شَیْءٌ	وَمَنْ
اور کون	بڑا ظالم	سے۔جو	گھڑے (باندھے)	اللہ پر	جھوٹ	یا	کہے	وحی کی گئی	میری طرف	اور نہیں وحی کی گئی	اسکی طرف	کچھ	اور جو

اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اسکے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو

قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ

قَالَ	سَاُنْزِلُ	مِثْلَ	مَآ اَنْزَلَ	اللّٰہُ	وَلَوْ	تَرٰی	اِذِ	الظّٰلِمُوْنَ	فِیْ غَمَرٰتِ	الْمَوْتِ	وَ	الْمَلٰٓئِکَۃُ
کہے	میں ابھی اُتارتا ہوں	مثل	جو نازل کیا	اللہ	اور اگر	تُو دیکھے	جب	ظالم (جمع)	سختیوں میں	موت	اور	فرشتے

شخص یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جبکہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے

بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْہِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ

بَاسِطُوْٓا	اَیْدِیْہِمْ	اَخْرِجُوْٓا	اَنْفُسَکُمْ	اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ	عَذَابَ	الْھُوْنِ	بِمَا	کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ	عَلَی اللّٰہِ
پھیلائے ہوں	اپنے ہاتھ	نکالو	اپنی جانیں	آج تمہیں بدلہ دیا جائیگا	عذاب	ذلت	بسبب	تم کہتے تھے	اللہ پر (بارہ میں)

اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے، ہاں اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جاوے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی

غَیْرَ الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی کَمَا خَلَقْنٰکُمْ اَوَّلَ مَرَّۃٍ

غَیْرَ الْحَقِّ	وَکُنْتُمْ	عَنْ	اٰیٰتِہٖ	تَسْتَکْبِرُوْنَ	وَلَقَدْ	جِئْتُمُوْنَا	فُرَادٰی	کَمَا	خَلَقْنٰکُمْ	اَوَّلَ	مَرَّۃٍ
جھوٹ	اور تم تھے	سے	اسکی آیتیں	تکبر کرتے	اور البتہ	تم آگئے ہمارے پاس	ایک ایک (اکیلے)	جیسے	ہم نے تمہیں پیدا کیا	پہلی	بار

آیات سے تکبر کرتے تھے۔ اور تم ہمارے پاس تنہا تنہا آگئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اسکو اپنے پیچھے

وَّتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ ظُھُوْرِکُمْ وَمَا نَرٰی مَعَکُمْ شُفَعَآءَکُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّھُمْ فِیْکُمْ

وَتَرَکْتُمْ	مَا	خَوَّلْنٰکُمْ	وَرَآءَ	ظُھُوْرِکُمْ	وَمَا	نَرٰی	مَعَکُمْ	شُفَعَآءَکُمْ	الَّذِیْنَ	زَعَمْتُمْ	اَنَّھُمْ	فِیْکُمْ
اور تم چھوڑ آئے	جو	ہم نے دیا تھا تمہیں	پیچھے	اپنی پیٹھ	اور نہیں	ہم دیکھتے	تمہارے ساتھ	سفارش کرنےوالے تمہارے	وہ جو	تم گمان کرتے تھے	کہ وہ	تم میں

ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جنکی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں

شُرَکٰٓؤُا لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَکُمْ وَضَلَّ عَنْکُمْ مَّا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾

شُرَکٰٓؤُا	لَقَدْ تَّقَطَّعَ	بَیْنَکُمْ	وَضَلَّ	عَنْکُمْ	مَا	کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ
ساجھی ہیں	البتہ کٹ گیا	تمہارے درمیان	اور جاتے رہے	تم سے	جو	تم دعویٰ کرتے تھے

واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہوگیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گذرا ہوا۔

نبوت اور وحی کے منکرین کی دوسری قسم جھوٹی نبوت کے دعویدار

ان آیات میں منکرین نبوت کی دوسری اقسام کا ذکر فرما کر ان کی مذمت بیان کی گئی۔ ان میں ایک تو وہ تھے جو خود اپنے لئے نبوت کے مدعی تھے۔ جیسے مسیلمہ کذاب کہ وہ کچھ تک بندی سی کیا کرتا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ مجھے بھی وحی آتی ہے۔ اسی طرح یمن میں اسود عنسی کو یہ خبط لاحق ہوا اور اس نے بھی وحی اور اپنی نبوت کا دعویٰ کیا۔ دوسرے وہ تھے جو قرآن کے مثل تصنیف کرنے یا کر سکنے کے مدعی تھے۔ بعض مشرکین جیسے نضر بن حارث قرآن کریم کی آیتوں کو سن کر کہہ دیا کرتا تھا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ یعنی اگر ہم چاہیں تو ہم بھی قرآن جیسا کلام کہہ سکتے ہیں اور قرآن جیسی کتاب تصنیف کر سکتے ہیں۔ یہ قرآن کو آسمانی کتاب اور منزل من اللہ نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف سمجھتے تھے اور دعویٰ کرتے کہ ہم بھی اس جیسی کتاب تصنیف کر سکتے ہیں اور مشرک نضر بن حارث یہ بھی کہتا کہ اگر بالفرض مجھ پر کوئی عذاب نازل ہونے لگے تو لات و عزیٰ میری شفاعت کر دیں گے۔ غرض ان تمام معاندین کے جواب میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ اور ان سب منکرین کے متعلق فرمایا گیا کہ اس سے زیادہ ناحق شناس ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جس نے خدا پر بہتان تراشی اور افتراء پردازی کی کہ خدا نے نبوت عطا نہ فرمائی اور اس نے نبی ہونے کا دعویٰ کیا یا دعویٰ کیا کہ میرے پاس وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس وحی نہیں آتی یا وحی کے مقابلہ کا دعویٰ کیا۔

غرض یہ کہ اس قسم کے تمام لوگ بڑے ہی ظالم ہیں اور ظلم میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں جس نے نبوت اور نزول وحی اور نزول کتاب کا انکار کیا وہ بلاشبہ ظالم ہے اور اس سے بڑھ کر ظالم وہ ہے، جو نبوت اور وحی کا اپنے لئے مدعی ہو اور اس سے بڑھ کر ظالم وہ ہے جو اپنے کلام کو کلام خداوندی کی طرح معجز سمجھتا ہو اور اس طرح سے در پردہ الوہیت اور خداوند قدوس کی ہمسری کا مدعی ہو۔ یہ سب اعلیٰ درجہ کے ظالم ہیں۔

ان جھوٹے ظالموں کا انجام

پھر اس کے بعد اس ظلم کا ثمرہ اور ان ظالموں کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ ان کی موت کے وقت عجب حالت ہوگی جب کہ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے اور ملائکہ موت ہاتھ بڑھا کر کہیں گے کہ عالم آخرت کے شدائد دیکھ کر اب کہاں ہٹتے ہو۔ لاؤ اپنی روح خبیث کو نکالو۔ اب تم کو ذلت کا عذاب تمہاری اس ناحق کی گفتگو اور آیات الٰہیہ سے تکبر کرنے پر ہوگا اور یہ بھی کہا جاوے گا کہ تمہاری روح کو جسم کے ساتھ دنیا میں کمالات روحانی اور اسباب جاودانی حاصل کرنے کے لئے پابستہ کیا تھا تم نے اس کے برعکس کیا۔ حب مال و جاہ اور اسباب شہوت اور لذات جسمانیہ میں اس کو صرف کیا تم جیسے خالی گئے تھے ویسے ہی کورے آئے اور جو کچھ مال و جاہ جمع کیا تھا سب پیچھے چھوڑ آئے اور یہ بھی کہا جاوے گا کہ اب تمہارے وہ معبود دکھائی نہیں دیتے جن کی سفارش کا تمہیں بڑا بھروسہ تھا اور جن کو تم سمجھتے تھے کہ آڑے وقت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے۔ اور مصیبت میں ساتھ ہوں گے وہ کہاں چلے گئے اور جو لمبے چوڑے دعوے تم کیا کرتے تھے سب رفو چکر ہو گئے۔ تو یہاں ان آیات میں وقت موت کا نقشہ کس خوبی کے ساتھ اور کتنے مؤثر پیرایہ میں کھینچا گیا ہے۔

دنیا کے سب ساز و سامان یہیں رہ جائیں گے

یہاں آیت میں تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ فرمایا خولنا ماضی کا صیغہ ہے اس کا مصدر تخویل ہے جو خول سے بنا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں نوکر چاکر خادم آرام کے سامان جو امیروں کے پاس ہوتے ہیں۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ سب ساز و سامان جس کے نشہ میں آج دنیا میں انسان مست اور غافل ہے رکھا رہ جائے گا اور یہ ویسے ہی خالی ہاتھ جائے گا جیسا کہ آیا تھا۔ ہاں اس کی محبت کی وجہ سے جان بڑی مشکل سے نکلے گی اور موت کے وقت ڈراؤنی شکل کے فرشتے آئیں گے اور ان کی جان زبردستی نکال کر اللہ کے حضور میں لے جائیں گے۔ تو یہاں غور کا مقام یہ ہے کہ عقلمند آدمی وہ ہے کہ جو دنیا کی بے ثباتی کو دیکھ کر یہاں کے قیام کو بالکل عارضی سمجھے۔ آخرت کا یقین کر لے اور موت کی سختی اور قیامت کے عذاب سے بچنے کے لئے جو کچھ ہو سکے یہیں کر لے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ اللّٰهَ فٰلِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

اِنَّ	اللّٰهَ	فٰلِقُ	الْحَبِّ	وَالنَّوٰى	يُخْرِجُ	الْحَيَّ	مِنَ	الْمَيِّتِ	وَمُخْرِجُ	الْمَيِّتِ	مِنَ	الْحَيِّ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ
بیشک	اللہ	چیرنے والا	دانہ	اور گٹھلی	نکالتا ہے	زندہ	سے	مُردہ	اور نکالنے والا ہے	مُردہ	سے	زندہ	یہ ہے تمہارا	اللہ

بیشک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور وہ بیجان کو جاندار سے نکالنے والا ہے اللہ یہ ہے سو تم کہاں اُلٹے

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۹۵ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ

فَاَنّٰى	تُؤْفَكُوْنَ	فَالِقُ	الْاِصْبَاحِ	وَجَعَلَ	الَّيْلَ	سَكَنًا	وَّالشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	حُسْبَانًا	ذٰلِكَ
پس کہاں	تم بہکے جارہے ہو	چیر کر (چاک کرکے) نکالنے والا	صبح	اور اسنے بنایا	رات	سکون	اور سُورج	اور چاند	حساب	یہ

چلے جارہے ہو۔ وہ صبح کا نکالنے والا ہے اور اُس نے رات کو راحت کی چیز بنائی ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھہرائی ہوئی

تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۹۶ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ

تَقْدِيْرُ	الْعَزِيْزِ	الْعَلِيْمِ	وَهُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَ	لَكُمُ	النُّجُوْمَ	لِتَهْتَدُوْا	بِهَا	فِيْ	ظُلُمٰتِ	الْبَرِّ
اندازہ	غالب	علم والا	اور وہی	وہ جس	بنائے	تمہارے لئے	ستارے	تا کہ تم راستہ معلوم کرو	ان سے	میں	اندھیرے	خشکی

بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تا کہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں بھی

وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۹۷

وَ	الْبَحْرِ	قَدْ فَصَّلْنَا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ
اور	دریا	بیشک ہم نے کھول کر بیان کردی ہیں	آیتیں	لوگوں کیلئے	علم رکھتے ہیں

اور سمندر میں بھی راستہ معلوم کرسکو۔ بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کردیئے ہیں ان لوگوں کیلئے جو خبر رکھتے ہیں

اس پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے توحید کے ثبوت میں کائنات میں پھیلی ہوئی اپنی ربوبیت کی کارسازیوں کی ایک جھلک دکھائی ہے۔ اتنی بڑی کائنات اور اس نظام میں کسی کا کوئی دخل نہیں تو پھر دوسرے کو کس عقل سے خدا بنایا جارہا ہے؟ ساتھ ہی انسانوں کو یہ بتایا جارہا ہے کہ خدا کے یہ انعامات و احسانات پر جو ان کی پرورش کے لئے مہیا ہوئی ہیں کتنی بڑی ناحق شناسی اور بے قدری کی بات ہے کہ ایسے خدا کا انکار کیا جائے اور اس کے احکام سے غفلت اختیار کی جائے۔ ان آیات میں اور اس کے آگے بھی اللہ تعالیٰ اپنے وجود و صفات پر چند دلائل دلچسپ اپنی مخلوقات کی حالات سے بیان فرماتا ہے کہ جن میں غور کرنے سے عاقل کو خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا جلوہ اسی طرح دکھائی دیتا ہے۔

قدرت الٰہی کے آفاقی دلائل

پہلی دلیل: اللہ تعالیٰ دانہ اور گٹھلی کو پھاڑ کر ان سے پودا اور سبزہ اگانے والے ہیں۔ نباتات تخم یا گٹھلی سے پیدا ہوتے ہیں ان کو زمین میں دبایا اور پانی دیا تو دو شاخیں پھوٹ کر نکلتی ہیں ایک زمین کے اندر جڑ بن کر دوڑتی ہے ایک ہوا میں باہر آ کر پتے پھل پھول نکالتی ہے۔ پھر باوجود یکہ ایک ہی تخم ایک ہی زمین ایک ہی پانی ایک ہی ہوا اور ایک ہی روشنی گرمی سردی پھر اس میں مختلف آثار کہ پتہ کی اور صورت پھل کی اور پھول کی اور پھر ہر ایک کی تاثیر رنگ، بُو، مزہ، ساخت، ہیئت جدا جدا۔ یہ سب اسی کی قدرت کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسری دلیل: جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے نکالنا بیان فرمائی یعنی ایک ضد کو دوسری ضد سے نکالتا ہے۔ مثلاً آدمی کو نطفہ سے' نطفہ کو آدمی سے ۔ جانوروں سے انڈے کو' انڈے سے جانوروں کو نکالنا۔ یہ اسی کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتا ہے۔ یہ مادہ نیچر اور طبیعت کا کام نہیں کہ صنعت کے ایسے عجیب غریب کرشمہ دکھا سکے۔ تو ایسے قادر مطلق سے منہ موڑنا اور کفر کرنا کس طرح زیبا ہے؟

تیسری دلیل: وہ رات کے اندھیرے کو چیر کر دن کی روشنی نکالنے والا ہے یعنی رات ختم ہو جاتی ہے اور صبح صادق نمودار ہو جاتی ہے تو رات کے اندھیرے میں سے صبح صادق کا اجالا نکالنا یہ اسی کے کمال قدرت کی دلیل ہے۔

چوتھی دلیل: اسی نے رات کو آرام و سکون کی چیز بنایا کہ دن کا تکان رات کے سونے سے جاتا رہتا ہے۔ انسان حیوان چرند پرند' سب کو رات میں آرام و سکون حاصل ہوتا ہے۔ گویا جس طرح دن کا اجالا ایک نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ انسان دن میں اپنے کاروبار کرتا ہے اسی طرح رات کی تاریکی بھی اللہ کی ایک بڑی نعمت اور قدرت کی نشانی ہے کہ رات میں دن بھر کا تھکا ماندہ انسان آرام کر کے پھر اس قابل ہو جاتا ہے کہ اگلے دن پھر نشاط اور چستی سے کام کر سکے۔

پانچویں دلیل: چاند اور سورج کی رفتار کو حساب سے ایک خاص اندازہ پر رکھا تاکہ ایام و ماہ' سال و موسم سب منضبط اور اپنے اپنے وقت مقررہ پر ہوتے رہیں۔ سردیوں اور گرمیوں میں اپنے اپنے اصول پر چلتے رہتے ہیں۔ دن و رات اسی مرتبہ قاعدہ پر گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں۔ یہ حیرت انگیز مستحکم نظام طلوع و غروب آفتاب و ماہتاب جس میں کبھی ایک منٹ و سیکنڈ کا فرق نہ آئے۔ یہ اسی ذات پاک کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ جو عزیز یعنی ہر چیز پر غالب اور قوی بھی ہے اور علیم بھی ہر چیز اور ہر کام کا جاننے والا بھی ہے۔

چھٹی دلیل: اسی نے ستاروں کو مسافروں کی رہنمائی کا ذریعہ بنایا تاکہ تاریکی شب میں بھولے بھٹکے مسافر ستاروں کو دیکھ کر اپنے سفر کا رخ معلوم کر سکیں۔ عرب میں ستاروں کے حساب سے جنگل اور سمندر میں راستہ طے کرنے کا دستور و طریقہ رائج تھا۔ آج کل بھی جنگلوں کے اندر خشکی کا سفر اور بحری سفر قطب نما کے ذریعہ طے ہوتا ہے۔ رات کی تاریکی کے وقت سمت کا پتہ لگانا آسان نہیں ہے۔ اس وقت انسان ان ستاروں کے ذریعہ اپنا راستہ متعین کر سکتا ہے۔

یہاں ان آیات میں یہ چھ مذکورہ دلائل توحید بیان فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم قدرت کے چند نمونہ ذکر فرمائے۔ جن میں غور و فکر کرنے سے ہر سلیم الفطرت انسان خالق کائنات کی عظمت اور بے مثال قدرت کا قائل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ عظیم الشان کارنامے ساری کائنات میں سوائے ایک واحد ذات خداوند تعالیٰ کے کسی اور کی قدرت میں نہیں۔ ان سے خدا تعالیٰ کی قدرت بے پایاں کا اظہار' ربوبیت اور الوہیت کا اثبات اور مصنوعات سے صانع پر استدلال ہے۔

قدرت الٰہی کے دلائل سے نفع اٹھانے والے

اخیر میں یہ بھی بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دلائل توحید خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اور گو یہ پہنچیں گے سب کو مگر نافع انہی لوگوں کے لئے ہوں گے جو بھلے برے کی کچھ خبر رکھتے ہیں۔ کیونکہ غور ایسے ہی لوگ کیا کرتے ہیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ آپ نے اپنی بے شمار نعمتیں جو ہم کو عطا فرمائی ہیں اور جن کو دن رات ہمہ وقت ہم استعمال کرتے ہیں۔ یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کی قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ اپنی نعمتوں کی بے قدری سے اور کفران نعمت سے ہم کو بچا لیجئے۔ اور ہم سے اس معاملہ میں جو کوتاہیاں اب تک ہوتی رہی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرما دیجئے۔ یا اللہ ہم کو اپنی مخلوقات میں غور و فکر کر کے اپنی توحید کو مضبوط کرنے کی توفیق عطا فرمایئے اور جہل و غفلت سے بچا لیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ

وَهُوَ	الَّذِيْٓ	اَنْشَاَكُمْ	مِّنْ	نَّفْسٍ	وَّاحِدَةٍ	فَمُسْتَقَرٌّ	وَّمُسْتَوْدَعٌ	قَدْ فَصَّلْنَا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ
اور وہی	وہ۔جو۔جس	پیدا کیا تمھیں	سے	وجود۔شخص	ایک	پھر ایک ٹھکانہ	امانت کی جگہ	بیشک ہم نے کھول کر بیان کردیں	آیتیں	لوگوں کیلئے

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ چندے رہنے کی بیشک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان

يَّفْقَهُوْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا

يَفْقَهُوْنَ	وَهُوَ	الَّذِيْ	اَنْزَلَ	مِنَ	السَّمَاۗءِ	مَاۗءً	فَاَخْرَجْنَا	بِهٖ	نَبَاتَ	كُلِّ شَيْءٍ	فَاَخْرَجْنَا
جو سمجھتے ہیں	اور وہی	وہ۔جو۔جس	اتارا	سے	آسمان	پانی	پھر ہم نے نکالی	اس سے	اُگنے والی	ہر چیز	پھر ہم نے نکالی

کردیئے ہیں ان لوگوں کیلئے سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔اور وہ ایسا ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اسکے ذریعہ سے ہر قسم کے نباتات کو نکالا پھر ہم نے

مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ

مِنْهُ	خَضِرًا	نُّخْرِجُ	مِنْهُ	حَبًّا	مُّتَرَاكِبًا	وَمِنَ	النَّخْلِ	مِنْ	طَلْعِهَا	قِنْوَانٌ	دَانِيَةٌ
اس سے	سبزی	ہم نکالتے ہیں	اس سے	دانے	ایک پر ایک چڑھا ہوا	اور	کھجور	سے	گابھا	خوشے	جھکے ہوئے

اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں اور کھجور کے درختوں سے یعنی انکے گچھے میں سے خوشے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں

وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ

وَجَنّٰتٍ	مِنْ اَعْنَابٍ	وَالزَّيْتُوْنَ	وَالرُّمَّانَ	مُشْتَبِهًا	وَغَيْرَ	مُتَشَابِهٍ	اُنْظُرُوْٓا	اِلٰى	ثَمَرِهٖٓ
اور باغات	انگور کے	اور زیتون	اور انار	ملتے جلتے	اور	نہیں بھی ملتے	دیکھو	طرف	اسکا پھل

اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے ہر ایک کے پھل کو تو دیکھو جب وہ

اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

اِذَآ	اَثْمَرَ	وَيَنْعِهٖ	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكُمْ	لَاٰيٰتٍ	لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ
جب	پھلتا ہے	اور اسکا پکنا	بیشک	میں	اس	نشانیاں	لوگوں کیلئے	ایمان رکھتے ہیں

پھلتا ہے اور اسکے پکنے کو دیکھو ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔

قدرت الٰہی کے مزید آفاقی دلائل

گذشتہ آیات بسلسلہ تعلیم توحید اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود وصفات اور الوہیت ووحدانیت کے ثبوت میں چھ دلائل بیان فرمائے تھے۔

اسی سلسلہ میں مزید چند دلائل ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔گویا ساتویں دلیل ان آیات میں یہ فرمائی جارہی ہے کہ اسی نے ایک نفس یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے تم سب کو پیدا کیا۔اور سلسلہ توالد وتناسل جاری کیا۔یعنی ایک اصل نفس واحدہ سے بے شمار مختلف الانواع اور مختلف الاشکال اشخاص کا پیدا کرنا کمال قدرت اور کمال حکمت کی دلیل ہے۔جس پر سوائے خداوند قدوس کے کوئی اور قادر نہیں۔

پھر آٹھویں دلیل یہ فرمائی کہ جس طرح خداوند قدوس نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک نفس واحدہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے مختلف قسم کے انسان پیدا کئے اسی طرح اس خدا نے آسمان یعنی بادل سے ایک قسم کا پانی برسایا۔ پھر اس پانی سے مختلف اقسام کی نباتات اگائیں جس کے اقسام اور انواع کی شمار بھی انسان کی قدرت واختیار سے باہر ہے۔ مختلف قسم کے اناج جن میں تہ بتہ بالیاں ہوتی ہیں۔ اور زمین کی طرف لٹکے اور جھکے ہوئے پھلوں کے گچھے۔ انگوروں وغیرہ کے باغات اور زیتون وانار وغیرہ کے درخت پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان کے بعضے پھل صورت وشکل، رنگ ومزے میں ایک دوسرے کے مشابہ اور ملتے جلتے ہوتے ہیں اور بعض مختلف اور جدا ہوتے ہیں۔ پھر بعضے پھل تاثیر اور خاصیت میں ایک دوسرے کے مشابہ ہوتے ہیں اور بعض مختلف ہوتے ہیں۔ تو اس سے بھی خدا تعالیٰ کی کمال قدرت کا پتہ چلتا ہے کہ مادہ ایک ہے اور خواص وآثار مختلف۔ پھر درختوں کے پھلوں کی طرف غور کیا جائے کہ کس طرح بتدریج بڑھتا ہے اس کا رنگ ومزہ بدلتا جاتا ہے۔ شروع میں کیا حالت ہوتی ہے بالآخر جب پک جاتا ہے تو کیا مخصوص شکل رنگ وذائقہ ہو جاتا ہے۔ یہ سب براہین قدرت ہیں اور خدا تعالیٰ کی کمال قدرت اور کمال صنعت کی نشانیاں ہیں اور علامت وشواہد ہیں۔ اس کی بے مثل کاری گری اور خلاقی کی پھر کس طرح کوئی اس کی ربوبیت اور الوہیت میں شریک ہو سکتا ہے۔

جس نے تمہارے لئے جسم کی پرورش کا سامان کیا ہے اسی نے روح کی غذا بھی اتاری ہے

حاصل مطلب ان دلائل کا اور گذشتہ آیات میں جو دلائل دیئے گئے تھے یہ ہوا کہ جس پروردگار کی ربوبیت اور رحمت کا یہ حال ہو کہ اس نے تمہاری زندگی اور معیشت کے لئے ہر طرح کا سروسامان مہیا کر دیا اور کارخانہ خلقت کی کوئی چیز نہیں جو فیضان افادہ کی شان نہ رکھتی ہو، آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ تمہارے جسم کی ہدایت و پرورش کے لئے تو سب کچھ کر دیتا مگر تمہاری روح کی ہدایت اور پرورش کے لئے کچھ بھی نہ کرتا۔ چنانچہ وحی وتنزیل کی صورت میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ روح ہی کی تو پرورش کا سامان ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ایسا ہونا ضروری نہیں۔ تو یقیناً اس نے خدا کی صنعتوں اور کاموں کو جاننے اور سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور اسے اس مرتبہ ومنزلت سے گرا دینا چاہا جس ہستی کی تمام کائنات شہادت دے رہی ہے۔ وہ جو زمین کی موت کو زندگی سے بدل دیتا ہے کیا تمہاری روح کی موت کو زندگی سے نہیں بدل سکتا؟ جو ستاروں کی روشن علامتوں سے بیابانوں اور سمندروں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے کیا وہ تمہاری روح کو بھٹکتی ہوئی چھوڑ دے گا کہ اس کی رہنمائی کے لئے کوئی روشنی نہ ہو؟ تم اس بات پر تو کبھی متعجب نہیں ہوئے کہ کھیت لہلہا رہے ہیں اور آسمان سے باران رحمت برس رہی ہے۔ پھر اس پر کیوں متعجب ہوتے ہو کہ انسان کی روحانی پرورش کے لئے سامان زندگی مہیا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہو رہی ہے۔ اس میں مشرکین اور منکرین کو اس بات کا بھی جواب دیا گیا جو انہوں نے کہا تھا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ اللہ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔ قرآن کریم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ نظام ربوبیت سے وہ توحید پر استدلال کرتا ہے کہ اگر ایک پروردگار کی ہستی موجود نہیں تو پھر وہ کون ہے جس نے یہ پورا نظام ربوبیت کا قائم کر رکھا ہے؟ اور جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کو معبود بنا رکھا ہے۔ ان میں سے کون ہے جسے اس کارخانہ ربوبیت کے بنانے یا چلانے میں کچھ بھی دخل ہو؟ تو ثابت ہوا کہ اللہ ہی کی واحد ہستی ہے جو معبود ہونے کے لائق ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو پکی اور سچی توحید نصیب فرما اور کائنات کی ہر شے سے اپنی معرفت کاملہ عطا فرما۔ یا اللہ اپنی کمال قدرت کمال صنعت اور کمال حکمت میں غور وفکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر وفکر کی توفیق دائمی نصیب فرما۔ یا اللہ آپ نے اپنی شان ربوبیت سے ہم کو جو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان نعمتوں کی صحیح اور سچی قدردانی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیے۔ یا اللہ کفران نعمت کے وبال سے ہم کو بچائیے اور اپنی ہر عطا کو اپنی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنا دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

وَجَعَلُوْا	لِلّٰهِ	شُرَكَآءَ	الْجِنَّ	وَخَلَقَهُمْ	وَخَرَقُوْا	لَهٗ	بَنِيْنَ	وَبَنٰتٍ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	سُبْحٰنَهٗ	وَتَعٰلٰى
اور انہوں نے ٹھہرایا	اللہ کا	شریک	جن	حالانکہ اُسنے اُنہیں پیدا کیا	اور تراشتے ہیں	اس کیلئے	بیٹے	اور بیٹیاں	علم کے بغیر (جہالت سے)	وہ پاک ہے	اور بلندتر

اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ اُن لوگوں کو خدا نے پیدا کیا ہے اور اُن لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلاسند تراش رکھی ہیں وہ پاک اور برتر ہے

عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝۱۰۰ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ۭ

عَمَّا	يَصِفُوْنَ	بَدِيْعُ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	اَنّٰى	يَكُوْنُ	لَهٗ	وَلَدٌ	وَلَمْ تَكُنْ	لَهٗ	صَاحِبَةٌ
اس سے جو	وہ بیان کرتے ہیں	نئی طرح بنانے والا	آسمان (جمع)	اور	زمین	کیونکر	ہوسکتا ہے	اسکا	بیٹا	جبکہ نہیں	اسکی	بیوی

اُن باتوں سے جنکو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ آسمان اور زمین کا موجد ہے اللہ کے اولاد کہاں ہوسکتی ہے حالانکہ اُسکے (معاذ اللہ) کوئی بی بی تو ہے نہیں

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۰۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ

وَ خَلَقَ	كُلَّ شَيْءٍ	وَهُوَ	بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ	ذٰلِكُمُ	اللّٰهُ	رَبُّكُمْ	لَآ اِلٰهَ -	اِلَّا	هُوَ	خَالِقُ
اور اس نے پیدا کی	ہر چیز	اور وہ	ہر چیز	جاننے والا	یہی	اللہ	تمہارا رب	نہیں کوئی معبود	سوائے	اس	پیدا کرنیوالا

اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا، اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب اُسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا

كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝۱۰۲

كُلِّ شَيْءٍ	فَاعْبُدُوْهُ	وَ	هُوَ	عَلٰى	كُلِّ شَيْءٍ	وَكِيْلٌ	
ہر چیز	سو تم اسکی عبادت کرو	اور	وہ	پر	ہر چیز	کارساز۔ نگہبان	

تو تم لوگ اُسکی عبادت کرو، اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔

یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے باطل عقیدوں کی تردید

پچھلے پورے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے آثار اور اپنی بعض مخلوقات کے عجیب حالات کو بیان فرمایا۔

اب جبکہ حق تعالیٰ کی توحید اور الوہیت اور کمال حکمت وقدرت کی دلیلیں بیان ہو چکیں تو آگے ان آیات میں مشرکین کے عقائد شرکیہ کی تردید فرمائی جاتی ہے اور خاص طور پر نصاریٰ کے عقیدہ ابنیت کا ابطال فرمایا جاتا ہے۔ نیز ایام جاہلیت میں عرب کے بعض فرقے ان چیزوں کو جو آنکھ سے دکھائی نہیں دیتی جیسے ملائکہ ارواح خبیثہ یا جنات ان کو پوجتے اور بوقت مصیبت ان کی دہائی دیتے اور ان کو عالم میں کارساز اور متصرف سمجھتے تھے۔ نیز بعض مشرکین عرب ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (معاذ اللہ) اسلام سے پہلے اطراف یمن میں آتش پرستوں کی حکومت تھی وہ بھی اس عالم کے دو خدا مستقل مانتے تھے ایک خیر کا خالق دوسرا شر کا خالق۔ نجران وغیرہ علاقوں میں نصاریٰ تھے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے۔ اسی طرح یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ ان تمام مشرکانہ عقائد کا رد فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین نے ایک جہالت تو یہ کی کہ غیر اللہ کو معبود بنایا اور دوسری جہالت یہ کہ انہوں نے خدا کا شریک شیاطین کو ٹھہرایا۔ حالانکہ اللہ نے ان سب کو پیدا کیا ہے پھر مخلوق خالق کے ساتھ خدائی میں شریک کیسے ہوسکتی ہے۔ مخلوق مجبور خالق مختار پھر

دونوں میں تناسب اور برابری کیسی۔ وہ خالق کل ہے۔ ہر چھوٹی بڑی چیز اسی نے بنائی ہے۔ تو ان مشرکین نے محض بے جانے بوجھے اور بلا دلیل اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بھی اپنی طرف سے گھڑ لئے ہیں۔ وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں۔ وہ خداوند قدوس تو بے چون و چگوں ہے۔ لیس کمثلہ شیٔ اللہ تعالیٰ موجد ہے آسمانوں اور زمین کا اور مافیہا کا اس لئے جو کچھ ان میں ہے وہ اس کی مخلوق ہونے کے باعث نہ اس کا شریک ہونے کے قابل ہے نہ بیٹا بیٹی بننے کے لائق ہے۔ اور اگر بالفرض محال وہ ان باتوں سے پاک و بالاتر نہ ہو جیسا کہ مشرکین کے عقائد سے ظاہر ہے تو پھر وہ عورت تو ہو ہی نہیں سکتا۔ ضرور مرد ہوگا۔ اور مردوں کے لئے اولاد بیویوں سے ہوتی ہے تو اب تم یہ سمجھو کہ اس کے بیوی تو ہے ہی نہیں۔ اولاد کہاں سے ہوگی۔ تو یہ مشرکین کی مستقل حماقت ہے کہ بلا بیوی کے تم نے اولاد مان لی۔ الغرض وہ عالیشان خدا جس کی صفات اوپر بیان ہوئیں تمہارا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی قابل عبادت و پرستش ہے۔ پس تم اسی کی بندگی کرو اور تم کو اس کے نظر نہ آنے سے اس کا شبہ نہ ہونا چاہئے کہ وہ غائب ہے۔ ہم اس کو دیکھتے نہیں۔ تو تم اگرچہ ان نظروں سے اسے نہیں دیکھ سکتے مگر وہ تم سب کو دیکھتا ہے اور اس کی نگاہ سے کچھ بھی اوجھل اور مخفی نہیں۔ وہ بڑا جاننے والا باریک بین اور نہایت باخبر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ وہ خدا اگرچہ ہم کو دکھائی نہیں دیتا مگر اس کے بصیرت افروز نشانات و دلائل ہمارے سامنے موجود ہیں جو آنکھ کھول کر دیکھے گا وہ خدا کو پالے گا یہاں کافروں کے اس شبہ کا بھی جواب ہوگیا کہ خدا ہم سے غائب کیوں ہے اور وہ ہمیں نظر کیوں نہیں آتا؟ جواب اس کا اس طرح ہوگیا کہ وہ معبود برحق لطیف وخبیر ہے۔ کمال لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ جیسے روح کمال لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی۔ اسی طرح وہ لطیف وخبیر بھی نظر نہیں آتا۔ اور اس عالم اجسام میں ہوا بھی ایک جسم لطیف ہے اپنی لطافت کی وجہ سے نظر نہیں آتی مگر محسوس سب کو ہوتی ہے۔

دعا کیجئے:

یا اللہ ہم کو پکی اور سچی توحید نصیب فرما اور کائنات کی ہر شے سے اپنی معرفت کاملہ عطا فرما۔ یا اللہ اپنی کمال قدرت کمال صنعت اور کمال حکمت میں غور و فکر کی توفیق عطا فرما اور اپنے ذکر و فکر کی توفیق دائمی نصیب فرما۔

یا اللہ آپ نے اپنی شان ربوبیت سے ہم کو جو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان نعمتوں کی صحیح اور سچی قدردانی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمایئے۔

یا اللہ کفران نعمت کے وبال سے ہم کو بچایئے اور اپنی ہر عطا کو اپنی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنا دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

لَا تُدْرِكُهُ	الْأَبْصَارُ	وَهُوَ	يُدْرِكُ	الْأَبْصَارَ	وَهُوَ	اللَّطِيفُ	الْخَبِيرُ
نہیں پاسکتیں اسکو	آنکھیں	اور وہ	پاسکتا ہے	آنکھیں	اور وہ	بھید جاننے والا	خبردار

اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہوجاتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔

جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا

لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ

(اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہوسکتی اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے) سے بعض گمراہ فرقے جیسے معتزلہ شیعہ خوارج وغیرہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے بہشت میں حق تعالیٰ شانہٗ کا دیدار نہ ہوگا اور معتزلہ نے اس آیت سے یہ سمجھا کہ دنیا اور آخرت دونوں جہان میں اللہ کی رویت اور دیدار ناممکن ہے۔

اہل سنت والجماعت کا اعتقاد اس بارہ میں یہ ہے کہ جنت میں حق تعالیٰ کا دیدار افضل ترین نعمت ہے۔ اور اگر سچ پوچھا جائے تو اصل جنت اس کے دیدار کی لذت ہی کا نام ہے۔ وہ جنت ہی کیا ہوئی جس میں محبوب حقیقی کا دیدار نصیب نہ ہو۔ علاوہ ازیں جنت میں رویت باری تعالیٰ متعدد آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ جن کا انکار در پردہ شریعت کا انکار ہے۔ احادیث نبویہ میں صحابہ کی ایک کثیر جماعت سے مروی ہے کہ اہل ایمان اللہ تعالیٰ کو دار آخرت میں بلا اشتباہ اور بلا مزاحمت کے اس طرح دیکھیں گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو بلا مزاحمت دیکھتے ہیں۔

اس آخری آیت کی تشریح کے سلسلہ میں مسئلہ رویت باری تعالیٰ پر شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی تائید میں ایک نہایت جامع اور مفید تحقیق لکھی ہے جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ وھو ھذا

"یہ آیت اہل سنت کے مسلک کے منافی نہیں۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے رویت کی نفی نہیں کی بلکہ ادراک ابصار کی نفی ہے اور ادراک اور رویت میں بڑا فرق ہے۔ ادراک کے معنی لغت میں کسی چیز کو اپنے احاطہ میں لے لینے کے ہیں۔ خدا تعالیٰ موسیٰ علیہا سلام کے قصہ میں (پ ۱۹ سورۃ شعرا) فرماتے ہیں قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمُدْرَكُونَ یعنی جب فرعون کے لشکر نے بنی اسرائیل کا تعاقب کیا اور پیچھا کیا تو موسیٰ علیہ السلام کے اصحاب نے کہا کہ اے موسیٰ اب تو ہم پکڑ لئے گئے اور گھیر لئے گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا کلا وہ ہرگز نہیں پکڑ سکتے۔ معلوم ہوا کہ ادراک کے معنی رویت کے نہیں بلکہ احاطہ تام کر لینے اور قبضہ میں لینے کے ہیں۔ کیونکہ فرعونیوں نے بنی اسرائیل کو دیکھ تو لیا تھا مگر ادراک یعنی پکڑنے سے قاصر اور عاجز رہے۔ معلوم ہوا کہ ادراک اور شے ہے اور رویت اور شے ہے۔ ادراک کے نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی۔ پس آیت لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ کے معنے یہ ہوں گے کہ نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں البتہ وہ لطیف وخبیر تمام ابصار اور مبصرات کا احاطہ کئے ہوئے ہے لہٰذا آخرت میں حق تعالیٰ کی رویت ہوگی مگر احاطہ نہ ہوگا جیسا کہ قرآن کریم میں پ ۱۶ سورہ طٰہٰ میں ہے لَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا بندے اللہ تعالیٰ کا باعتبار علم کے احاطہ نہیں کر سکتے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو جانتے پہچانتے سب ہیں۔ احاطہ کی نفی سے مطلق علم کی نفی لازم نہیں آتی۔ اور حدیث میں ہے لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علیٰ نفسک (میں نہیں کر سکتا ہوں تیری تعریف تو اس تعریف کے لائق ہے جیسا کہ خود کی ہے تو نے اپنی ذات کی تعریف) یعنی کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی ثناء اور توصیف کا احصاء اور احاطہ نہیں کر سکتا مگر اس سے مطلق ثناء کی نفی لازم نہیں آتی۔ امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ کے

معنی یہ ہیں کہ نگاہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر سکتیں اور اللہ تعالیٰ تمام ابصار کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور زجاج امام نحو یہ کہتے ہیں کہ آیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی اللہ کی کنہ اور حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا۔ سو آنکھیں اس کو دیکھ سکتی ہیں مگر احاطہ نہیں کر سکتیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ آیت میں ادراک یعنی احاطہ اور تحدید کی نفی ہے۔ مطلق رویت کی نفی نہیں۔ مطلق رویت باری تعالیٰ آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ آنکھیں شمس وقمر دیکھتی ہیں مگر اس کی حقیقت اور کنہ کا ادراک نہیں کرتیں تو اسی طرح خداوند قدوس کے دیدار پر انوار کو سمجھو کہ نگاہیں اس نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کو دیکھیں گی مگر اس کی حقیقت اور کنہ کے ادراک سے عاجز اور درماندہ ہوں گی۔ اور بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔ پس اس سے آخرت کے نہ دیکھنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں کیونکہ دنیا کی آنکھیں ضعیف ہیں اور آخرت کی آنکھیں قوی ہوں گی۔ اس میں کیا استبعاد ہے کہ جو بات دنیا میں ناممکن ہو وہ آخرت میں ممکن ہو جائے۔ اور شاہ عبدالقادر صاحبؒ یہ فرماتے ہیں کہ مطلب آیت کا یہ ہے کہ آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ سکے ہاں اگر وہ خود از راہ لطف وکرم اپنے کو دکھانا چاہے گا تو آنکھوں میں ویسی قوت پیدا کر دے گا کہ جس سے اہل ایمان حسب مراتب خدا تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے۔"

ہمارے عقائد کے مطابق حق تعالیٰ اپنے کرم سے ہم کو اپنے دیدار پر انوار سے آخرت میں مشرف فرمائیں آمین۔

الغرض جبکہ حق تعالیٰ نے اپنے وجود اور کمال قدرت اور وحدانیت کے دلائل بیان کر دیئے تو اب منکرین اگر اس پر بھی نہ مانیں تو آگے بطور اتمام حجت کے فرمایا گیا کہ حجت پوری ہو چکی اور دلائل اور بصائر تمہارے سامنے آچکے ہیں جو ان سے بصیرت حاصل کرے گا وہ فائدہ اٹھائے گا اور جو اندھے پن کی حالت میں پڑا رہے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں وہ بصیرت عطا فرمائیں کہ ہمیں ہر چیز سے معرفت پروردگار حاصل ہو۔ اور ہر شے اس کی قدرت کاملہ کا نمونہ نظر آئے۔

یا اللہ اپنی ذات کی معرفت کیلئے ہمارے قلوب کی آنکھیں کھول دے تاکہ ہم آپ ہی کو اپنا خالق، رازق اور مالک حقیقی سمجھیں اور آپ کی رضا کی تلاش وجستجو میں لگے رہیں۔

یا اللہ اپنے دیدار پر انوار کا شرف ہم کو آخرت میں نصیب فرمایئے گا اور اس دولت سے ہم میں سے کسی کو محروم نہ فرمایئے گا۔

یا اللہ بلاشبہ آپ ہی ہر شے کے خالق ہیں اور آپ ہی ساری مخلوق کی پرورش فرماتے اور آپ ہی علیم کل ہیں اور ہر چیز کو جانتے ہیں۔

یا اللہ ہمیں صحیح توحیدی عقائد کے ساتھ زندہ رکھئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے اور ہر طرح کے شرک خفی وجلی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَآ اَنَا

قَدْ جَآءَكُمْ	بَصَآئِرُ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	فَمَنْ	اَبْصَرَ	فَلِنَفْسِهٖ	وَ	مَنْ	عَمِيَ	فَعَلَيْهَا	وَمَا	اَنَا
آچکیں تمہارے پاس	نشانیاں	سے	تمہارا رب	سو جو۔جس	دیکھ لیا	سو اپنے واسطے	اور	جو	اندھا رہا	تو اسکی جان پر	اور نہیں	میں

اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں۔جو شخص دیکھ لےگا وہ اپنا فائدہ کرےگا اور جو شخص اندھا رہےگا وہ اپنا نقصان کرےگا اور میں تمہارا

عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

عَلَيْكُمْ	بِحَفِيْظٍ	وَكَذٰلِكَ	نُصَرِّفُ	الْاٰيٰتِ	وَلِيَقُوْلُوْا	دَرَسْتَ	وَلِنُبَيِّنَهٗ	لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ
تم پر	نگہبان	اور اسی طرح	ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	اور تا کہ وہ کہیں	تو نے پڑھا ہے	اور تا کہ ہم واضح کردیں	جاننے والوں کیلئے

نگران نہیں ہوں۔اور ہم اس طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تا کہ آپ سب کو پہنچادیں اور تا کہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کسی سے پڑھ لیا ہے اور تا کہ ہم اسکو دانشمندوں کیلئے

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ

اِتَّبِعْ	مَآ اُوْحِيَ	اِلَيْكَ	مِنْ	رَّبِّكَ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا هُوَ	وَاَعْرِضْ	عَنِ	الْمُشْرِكِيْنَ	وَلَوْ	شَآءَ
تم چلو	جو وحی آئے	تمہاری طرف	سے	تمہارا رب	نہیں کوئی معبود	اسکے سوا	اور منہ پھیر لو	سے	مشرکین	اور اگر	چاہتا

خوب ظاہر کردیں۔آپ خود اس طریق پر چلتے رہیے جسکی وحی آپکے رب کی طرف سے آپکے پاس آئی ہے، اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کیطرف خیال نہ کیجئے۔اور اگر

اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾

اللّٰهُ	مَآ اَشْرَكُوْا	وَمَا	جَعَلْنٰكَ	عَلَيْهِمْ	حَفِيْظًا	وَمَا	اَنْتَ	عَلَيْهِمْ	بِوَكِيْلٍ
اللہ	نہ شرک کرتے وہ	اور نہیں	بنایا تمہیں	اُن پر	نگہبان	اور نہیں	تم	ان پر	داروغہ

اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے، اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا، اور نہ آپ انکے جواب دہ ہیں۔

اب جس کے جی میں آئے وہی پائے روشنی

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات۔اپنی شان خالقیت و ربوبیت۔اپنی وحدانیت و معبودیت پر دلائل بیان فرما کر مشرکین کو ان کے عقائد باطلہ پر کہ وہ اوروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے۔الزام دیا گیا تھا۔

اب بطور نتیجہ اور تمام حجت کے ایک اعلان عام فرمایا جاتا ہے کہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہے یہ خدا کی طرف سے بصیرت کی باتیں ہیں کہ جس سے انسان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں پھر اس کے بعد بھی جو اندھا رہے اور اسی کفر و شرک کی اندھیریوں میں پڑا رہے نور عقل سے کام نہ لے تو اس کا وبال اسی کو بھگتنا ہوگا اور جو کوئی اہل بصیرت ہو کر روشنی میں آئے گا تو اپنے فائدہ کے لئے اسی کو دوامی نجات اور فوز ابدی حاصل ہوگی۔تو یہ اعلان تمام انسانوں کے لئے کیا گیا ہے کہ اللہ نے اپنی نشانیاں اور آیتیں تمہارے پاس بھیج دی ہیں اور وہ تمہارے پاس آ چکی ہیں۔اب یہ تمہارا کام ہے کہ ان سے فائدہ اٹھاؤ ان کے ماننے نہ ماننے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نہ فائدہ اور نہ کوئی نقصان۔ان کے ماننے سے تمہارا ہی فائدہ ہے اور ان کے نہ ماننے سے تمہارا ہی نقصان ہے۔اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ یہ کہدیں کہ میرا کام تبلیغ احکام و دعوت ہے۔ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے میں تمہارا محافظ اور نگران نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ تمہیں ہدایت کرنا میرے ذمہ ہو۔

ضدی اور بدفہیموں کو خاطر میں نہ لاؤ اپنے کام میں لگے رہو

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا کہ ہم اپنی آیتوں کو مختلف پہلوؤں اور عجیب غریب انداز سے اس لئے سمجھاتے ہیں کہ آپ سب لوگوں کو پہنچا دیں اور ان میں استعداد اور احوال کے اختلاف سے دو فریق ہو جاویں۔ ضدی اور بدفہم تو یہ کہیں کہ ایسے علوم ومعارف اور موثر مضامین ایک امی سے کیسے بن پڑتے۔ ضرور مختلف اوقات میں کسی سے سیکھتے رہے ہوں گے پھر پڑھ پڑھا کر ہمارے سامنے پیش کر دیئے لیکن سمجھدار اور انصاف پسند لوگوں پر حق واضح ہو جائے گا اور شیطانی شکوک وشبہات زائل ہو جائیں گے۔ چنانچہ منکرین کا ایک شبہ قرآن مجید کے تدریجاً اور تھوڑا تھوڑا نازل ہونے پر یہ تھا کہ یکبارگی یہ تمام وکمال کتاب آسمان سے کیوں نازل نہ ہوئی یہ جو ٹکڑے ٹکڑے ہو کر وقتاً فوقتاً نازل ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی سے سیکھ کر بیان کرتے ہیں۔ منکرین کے اس شبہ کو زائل کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کافروں ومشرکوں کی بیہودگیوں کی پروا نہ کریں۔ آپ خدائے واحد پر بھروسہ کر کے اس کے حکم پر چلتے رہیں اور وحی الٰہی پر عمل کرتے رہیں اور مشرکین کے جہل وعناد کی طرف خیال نہ فرمائیں۔ ان کے خرافات کی طرف توجہ نہ کریں اور نہ ان کے اصرار کفر پر رنج کریں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت کاملہ اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ وہ ساری دنیا کو زبردستی مومن بنا دے۔ بیشک وہ چاہتا تو روئے زمین پر ایک مشرک کو باقی نہ چھوڑتا لیکن شروع سے انسانی فطرت کا نظام ہی اس نے ایسا رکھا ہے کہ آدمی کوشش کرے تو یقیناً ہدایت قبول کر سکے تاہم قبول کرنے میں بالکل مضطر اور مجبور نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے عقل دی۔ قدرت اور اختیار دیا اور حق و باطل کا فرق واضح کر دیا۔ آپ یہ نہ دیکھئے کہ کون مانتا ہے کون نہیں مانتا۔ آپ خود اس طریق پر چلتے رہئے جس طریق پر چلنے کیلئے آپکے پاس آپکے رب کی طرف سے وحی نازل ہوئی ہے۔ جس میں بڑی چیز یہ اعتقاد ہے کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ نیز اس وحی میں تبلیغ ودعوت کا حکم بھی داخل ہے۔ اس پر قائم رہ کر مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے کہ افسوس انہوں نے کیوں دین حق قبول نہ کیا۔ آپکا فرض بس تبلیغ اور احکام الٰہی کا اتباع ہے انکے اعمال کے ذمہ دار اور جواب دہ آپ نہیں ہیں۔

ہماری ذمہ داری

۱۔ ہمارا کام یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو احکام دیئے گئے ہیں ان کا ہم پورا اتباع کریں اور ان کے موافق چلیں جن میں پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو ہم اپنا رب سمجھیں۔ وہی ہمیں پالتا ہے وہی ہماری حفاظت کرتا ہے اور ضرورت کی سب چیزیں وہی ہمیں دیتا ہے۔ اس کے سوا کسی میں نہ کچھ دینے کی طاقت ہے اور نہ چھیننے کی۔

۲۔ دنیا میں ایسے لوگ بھی ضرور رہیں گے جو قرآن مجید کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔ ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہئے۔ آیت سے سمجھ میں آتا ہے کہ جب تم ان کو قرآن پہنچا دو اور قرآنی احکام پر عمل کر کے دکھا دو تو پھر وہ اپنے عقائد اور اعمال کے خود ذمہ دار ہیں تمہارا کام یہ نہیں ہے کہ تم ان کو زبردستی مسلمان کرو۔

۳۔ اہل کفر وشرک کی بیہودگیوں سے کنارہ کشی لازم ہے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض تبلیغ قرآن تھا۔ بحیثیت آپ کے امتی ہونے کے اس فرض کی ادائیگی کا بار اب ہمارے کندھوں پر بھی ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن پاک کا اتباع کامل نصیب فرماویں۔ ہم خود بھی اس کے احکام پر چلنے والے ہوں اور دوسروں کو اس کے احکام پہنچانے والے ہوں۔ یا اللہ قرآن پاک کی روشنی سے ہماری عقلوں اور دلوں کو منور فرما دے اور ہم کو اس کے بدولت ابدی نجات اور دوامی کامیابی وکامرانی نصیب فرما دے۔ یا اللہ آپ کے رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق اور آپ کے احکام کو کامل طور پر امت کو پہنچا دیا۔ یا اللہ اب دین حق کی تبلیغ کا بار امت مسلمہ کے کاندھوں پر ہے۔ یا اللہ اس فرض تبلیغ دین کی ادائیگی کا احساس اور اس کی اہمیت اور صلاحیت ہم کو نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ

وَ	لَا تَسُبُّوا	الَّذِيْنَ	يَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	فَيَسُبُّوا	اللّٰهَ	عَدْوًا	بِغَيْرِ عِلْمٍ	كَذٰلِكَ	زَيَّنَّا	لِكُلِّ
اور	تم نہ گالی دو	وہ جنہیں	وہ پکارتے ہیں	سے	اللہ کے سوا	پس وہ بُرا کہیں گے	اللہ	گستاخی سے	بے سمجھے بوجھے	اسی طرح	ہم نے بھلا دکھایا	ہر ایک

اور دشنام مت دو انکو جنکی یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے، ہم نے اسی طرح ہر

اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ

اُمَّةٍ	عَمَلَهُمْ	ثُمَّ	اِلٰى	رَبِّهِمْ	مَرْجِعُهُمْ	فَيُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وَاَقْسَمُوْا	بِاللّٰهِ
فرقہ	انکا عمل	پھر	طرف	اپنا رب	انکو لوٹنا	وہ پھر انکو جتادے گا	جو وہ	کرتے تھے	اور وہ قسم کھاتے تھے	اللہ کی

طریقہ والوں کو اُنکا عمل مرغوب بنا رکھا ہے پھر اپنے رب ہی کے پاس اُنکو جانا ہے سو وہ اُنکو جتلادے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔ اور لوگوں نے قسموں

جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا

جَهْدَ + اَيْمَانِهِمْ	لَئِنْ	جَآءَتْهُمْ	اٰيَةٌ	لَيُؤْمِنُنَّ	بِهَا	قُلْ	اِنَّمَا	الْاٰيٰتُ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَمَا
تاکید سے	البتہ اگر	انکے پاس آئے	کوئی نشانی	تو ضرور ایمان لائیں گے	اس پر	آپ کہہ دیں	کہ	نشانیاں	اللہ کے پاس	اور کیا

میں بڑا زور لگا کر اللہ کی قسم کھائی کہ اگر اُنکے پاس کوئی نشان آجاوے تو وہ ضرور ہی اس پر ایمان لے آویں گے، آپ کہہ دیجئے کہ نشان نہ لادیں گے۔

يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا

يُشْعِرُكُمْ	اَنَّهَا	اِذَا جَآءَتْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	وَنُقَلِّبُ	اَفْئِدَتَهُمْ	وَاَبْصَارَهُمْ	كَمَا
خبر نہیں	کہ وہ	جب آئیں	ایمان نہ لائیں گے	اور ہم اُلٹ دیں گے	انکے دل	اور انکی آنکھیں	جیسے

اور ہم بھی اُنکے دلوں کو اور اُنکی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا یہ لوگ اس پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے

لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

لَمْ يُؤْمِنُوْا	بِهٖ	اَوَّلَ مَرَّةٍ	وَ	نَذَرُهُمْ	فِيْ	طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ
وہ ایمان نہیں لائے	اس پر	پہلی بار	اور	ہم چھوڑ دیں گے انہیں	میں	اُن کی سرکشی	وہ بھٹکتے رہیں

اور ہم اُنکو اُن کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔

تبلیغ دین کا اہم اصول......مثبت رویے

گذشتہ آیات میں مشرکین کے عقائد کی تردید اور ان کے طریق کا بطلان کیا گیا تھا اور ساتھ ہی ان کو تبلیغ دین کا امر بھی کیا گیا تھا۔ اب آگے مشرکین کے معبودان باطلہ کو سب وشتم کرنے سے مسلمانوں کو ممانعت فرما کر تبلیغ دین کی حدود قائم فرمائی جاتی ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حق کی تبلیغ میں باطل کی نشاندہی تو کی جائے مگر باطل مذاہب کے پیشواؤں اور باطل معبودوں کو دلخراش اور دل آزار اور سب وشتم کے کلموں سے یاد نہ کیا جائے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جواب میں اللہ تعالیٰ اور دین حق کی شان میں گستاخی اور بدتمیزی کریں گے۔ اس صورت میں اپنے واجب التعظیم معبود برحق اور

قابل احترام بزرگوں کی اہانت اور بے ادبی کا سبب خود مسلمان بنیں گے۔ لہذا اس سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہئے۔ کسی مذہب کے اصول و فروع کی معقول طریقہ سے غلطیاں ظاہر کرنا یا اس کی کمزوری پر تحقیق و الزامی طریقوں سے متنبہ کرنا جداگانہ چیز ہے لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودوں کی نسبت بغرض تحقیر وتوہین دلخراش اور دل آزار الفاظ نکالنا قرآن پاک نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسا کہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو اپنے والدین کو گالیاں دے وہ بڑا ملعون ہے۔ اس پر عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ کوئی اپنے ماں باپ کو کیسے گالیاں دے گا؟ تو فرمایا کہ یہ کسی کے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے اور پھر جواباً اس نے اس کے ماں باپ کو گالیاں دیں تو گویا اسی پہلے شخص نے اپنے ماں باپ کو گالیاں دیں۔

یہاں کسی کو خیال ہو سکتا تھا کہ ایسی گستاخی کرنے والوں کو ساتھ کے ساتھ سزا کیوں نہیں مل جاتی۔ تو اس کا جواب حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دنیا دار امتحان ہے اس کا نظام اللہ تعالیٰ نے ایسا رکھا ہے اور ایسے اسباب جمع کر دیئے ہیں کہ یہاں ہر قوم اپنے اعمال اور طور طریق پر نازاں رہتی ہے اور ان کو اپنا عمل مرغوب اور پسند بنا رہتا ہے۔ انسانی دماغ کی ساخت ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف سچائی اور حق کے قبول کرنے پر مجبور ہو اور غلطی کی طرف جانے کی گنجائش ہی نہ رکھے۔ ہاں خدا کے ہاں جا کر جب تمام حقائق سامنے ہوں گے تب پتہ چل جائے گا کہ جو کام دنیا میں کرتے تھے وہ کیسے تھے۔

مشرکین مکہ کی فرمائش کا جواب

پھر مشرکین مکہ کی ایک خاص حالت کو بیان فرمایا گیا ہے کہ یہ مشرکین اللہ کی قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر انہیں کوئی معجزہ دکھایا جائے تو وہ ایمان لے آئیں گے۔ نقل ہے کہ قریش کے ساتھ ایک مرتبہ اسلامی دعوت کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ہوئی تو کہنے لگے کہ آپ جس طرح پچھلے انبیاء کے معجزہ بیان کرتے ہیں تو اگر آپ نبی ہیں تو خود بھی تو کچھ کر کے دکھلایئے؟ آپ نے ان سے پوچھا کہ کیا معجزہ دیکھنا چاہتے ہو تو کہنے لگے کہ صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے۔ آپ نے ان سے ایمان لانے کا وعدہ لیا تو قسمیں کھا کر اطمینان دلانے لگے آپ دعا کے لئے تیار ہو گئے لیکن جبرئیل علیہ السلام پیغام الٰہی لے کر آئے کہ آپ چاہیں تو ایسا ہو جائے مگر پھر بھی اگر یہ لوگ ایمان نہ لائے تو پھر ان سب پر عذاب نازل ہوگا۔ اب آپ چاہیں اس شق کو اختیار کیجئے اور یا یوں ہی رہنے دیجئے جس کی قسمت میں ہوگا ایمان قبول کرلے گا ورنہ خود اپنا نقصان کرے گا۔ آپ نے پھر اسی شق کو اختیار کر لیا بعض مسلمانوں کو بھی خیال ہوا کہ اچھا ہوا اگر ان کی یہ حجت بھی پوری کر دی جائے تو اس پر ارشاد فرمایا گیا کہ تمہیں کیا خبر ہے؟ یہ سرکش ضدی لوگ فرمائشی نشان بھی دیکھ کر ایمان نہیں لائیں گے پھر سنت اللہ کے مطابق اس کے مستحق ہوں گے کہ فوراً تباہ کر دیئے جائیں پھر کفار و مشرکین کے متعلق حقیقت حال بتلائی گئی کہ باوجود حق کے واضح ہو جانے کے محض عناداً وہ پہلی مرتبہ ایمان نہیں لائے۔ ان کے اس انکار اور کفر کی وجہ سے ان کے دل اور ان کی نگاہیں پھیر دی گئی ہیں اور ان کو ان کی سرکشیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیا جائے گا۔

دلائل کے ساتھ باطل کا رد کرو

پہلی آیت وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ کے تحت بعض محقق مفسرین نے لکھا ہے کہ سب وشتم اور دشنام دہی یعنی گالیاں دینا اور چیز ہے اور معبودات باطلہ کے معائب اور ان کے نقائص اور ان کے عجز اور درماندگی کو اس لئے بیان کرنا کہ یہ بے حقیقت اور حقیر چیزیں ہیں۔ قابل الوہیت اور لائق عبادت نہیں یہ اور چیز ہے۔ مناظرہ و مباحثہ میں تحقیق حقیقت کے لئے کسی شے کے اوصاف اور نقائص بیان کرنا اور چیز ہے اور گالیاں دینا اور چیز ہے قرآن کریم نے مشرکوں کے معبودوں کو برا کہنے سے منع کیا جس سے مسلمانوں کو حسن اخلاق کی تعلیم دینا ہے اور قرآن کریم میں جابجا جو معبودات باطلہ کی تنقیص اور تحقیر مذکور ہے اس سے مقصود ان کی الوہیت کا باطل کرنا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ
وَلَوْ أَنَّنَا

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَىْءٍ قُبُلًا

وَلَوْ	اَنَّنَا	نَزَّلْنَآ	اِلَيْهِمُ	الْمَلٰٓئِكَةَ	وَكَلَّمَهُمُ	الْمَوْتٰى	وَحَشَرْنَا	عَلَيْهِمْ	كُلَّ شَىْءٍ	قُبُلًا
اوراگر	ہم	اتارتے	انکی طرف	فرشتے	اوراُن سے باتیں کرتے	مُردے	اور ہم جمع کردیتے	اُن پر	ہرشے	سامنے

اوراگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اوران سے مُردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات کوان کے پاس ان کی آنکھوں کے روبرو لاکر جمع کر

مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا

مَا	كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا	اِلَّآ	اَنْ	يَّشَآءَ اللّٰهُ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	يَجْهَلُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	جَعَلْنَا
نہ	وہ ایمان لاتے	مگر	یہ کہ	چاہے اللہ	اور لیکن	ان میں اکثر	جاہل (نادان) ہیں	اوراسی طرح	ہم نے بنایا

دیتے تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر خدا ہی چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔اوراسی طرح ہم نے

لِكُلِّ نَبِىٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِىْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ

لِكُلِّ نَبِىٍّ	عَدُوًّا	شَيٰطِيْنَ	الْاِنْسِ	وَالْجِنِّ	يُوْحِىْ	بَعْضُهُمْ	اِلٰى	بَعْضٍ	زُخْرُفَ	الْقَوْلِ
ہرنبی کیلئے	دشمن	شیطان (جمع)	انسان	اورجن	ڈالتے ہیں	انکے بعض	طرف	بعض	ملمع کی ہوئی	باتیں

ہرنبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن میں سے ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ

غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ

غُرُوْرًا	وَلَوْ	شَآءَ	رَبُّكَ	مَا فَعَلُوْهُ	فَذَرْهُمْ	وَمَا	يَفْتَرُوْنَ	وَلِتَصْغٰٓى	اِلَيْهِ
بہکانے کیلئے	اوراگر	چاہتا	تمہارارب	وہ نہ کرتے	پس چھوڑدیں انہیں	اورجو	وہ جھوٹ گھڑتے ہیں	اورتا کہ مائل ہوجائیں	اسکی طرف

میں ڈال دیں، اوراگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کرسکتے سوان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کررہے ہیں اس کو آپ رہنے دیجئے۔اورتا کہ اُس کی طرف

اَفْئِدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

اَفْئِدَةُ	الَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	وَلِيَرْضَوْهُ	وَلِيَقْتَرِفُوْا	مَا	هُمْ	مُّقْتَرِفُوْنَ
دل (جمع)	وہ لوگ جو	ایمان نہیں رکھتے	آخرت پر	اورتا کہ وہ اس کو پسند کرلیں	اورتا کہ وہ کرتے رہیں	جو	وہ	بُرے کام کرتے ہیں

ان لوگوں کے قلوب مائل ہوجاویں جوآخرت پر یقین نہیں رکھتے اورتا کہ اُس کو پسند کرلیں اورتا کہ مرتکب ہوجاویں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے

خوئے بد کے بہانوں کا استیصال: مشرکین اور کفار مکہ محض ضد اور عناد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قسم کے فرمائشی معجزات طلب کیا کرتے تھے۔دراصل بعض مشرکین ایمان لانا تو چاہتے ہی نہ تھے محض کٹ حجتی کے طور پر صرف یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کولاجواب کردیں تا کہ الزام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رکھ کر ستے چھوٹ جائیں۔اس لئے وہ اپنی دانست میں ایسے معجزہ اور ایسی نشانیاں طلب کرتے جن کا ہونا ان کے نزدیک محال تھا۔مثلاً کبھی کہتے کہ مکہ کا کوہ صفا سونے کا ہوجائے۔کبھی کہتے کہ ہمارے پاس فرشتے اتر آئیں اور آپ کی نبوت کی تصدیق کریں تو ہم مانیں۔

کبھی کہتے کہ ہمارے باپ دادا جو صدہا سال پہلے مرچکے ہیں وہ زندہ ہوکر آئیں اور گواہی دیں کہ یہ شخص اللہ کے رسول ہیں اور قیامت ضرور آنی ہے اور حشر نشر ہونا ہے۔غرض اسی قسم کی خرافات بکتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان تمام لغویات کا استیصال فرما دیا اور بتلادیا کہ ان کے عناد کی تو یہ کیفیت ہے کہ اگر ان کے فرمائشی معجزات سے بڑھ کر بھی ان کو معجزات دکھلا دیئے جائیں تب بھی یہ لوگ ضد اور عناد کی بناء پر حق کو ماننے والے نہیں۔اور ان کے عناد کی نوبت تو یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھی بھیج دیتے اور مردہ بھی زندہ ہوکر ان سے باتیں کر لیتے اور ہر چیز کو ان کے مقابل آمنے سامنے لاکر بھی کھڑا کر دیتے تو بھی یہ ایسے نہیں کہ ایمان لے آویں۔ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو جہالت پر کمربستہ ہیں اس لئے جہالت کی باتیں کرتے رہتے ہیں۔اگر ان کو بڑے سے بڑا معجزہ بھی دکھلا دیا جائے تب بھی یہ ایمان نہ لاویں گے۔ہاں مشیت خداوندی ہی ان کو مومن بنانے کی ہو تو اور بات ہے اور اللہ کی یہ سنت نہیں کہ لوگ زبردستی ایمان لائیں۔اس کو تو یہ منظور ہے کہ لوگ عقل سے کام لے کر خوب سوچ سمجھ کر اسلام کو اختیار کریں۔قرآن مجید اسلام کو دلائل کے ذریعہ سمجھانا چاہتا ہے۔زبردستی کا کوئی کام نہیں۔

مخالفوں کے بے جا سوالات سے تنگدل نہ بنو

اب ظاہر ہے کہ کفار کی ان لغویات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعاً رنج ہوتا ہوگا۔اس لئے آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان معاندین کے بے جا سوالات اور فرمائشی معجزات سے تنگ دل اور مغموم نہ ہوں۔یہ بات کچھ آپ کے زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر نبی کے زمانہ میں اس قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں۔جو ان سے دشمنی کرتے تھے اور بے جا سوالات کیا کرتے تھے۔دشمنان دین ہر امت میں ہوئے ہیں اور اپنے اپنے نبیوں کے ساتھ دشمنی کرتے رہے ہیں۔یہ کوئی نئی بات آپ ہی کے ساتھ نہیں چونکہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اسی کو مقتضی ہے کہ اس دنیا کے نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر و شر کی قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست و نابود نہ ہو۔اس لئے نیکی و بدی ہدایت و ضلالت کی جنگ ہمیشہ سے قائم رہی ہے جس طرح اب یہ مشرکین اور معاندین آپ کو بیہودہ فرمائشوں سے دق کرتے اور طرح طرح کی باتوں سے لوگوں کو راہ راست سے ڈگمگانا چاہتے ہیں۔اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں کہ پیغمبروں کو ان کے پاک مقصد میں کامیاب نہ ہونے دیں۔اسی غرض فاسد کے لئے شیاطین جن وانس باہم تعاون کرتے اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے ہیں اور ان کی یہ عارضی آزادی اسی حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو تخلیق عالم میں حق تعالیٰ نے رکھی ہے۔اس لئے آپ ان دشمنان دین کی فتنہ پردازی اور فریب دہی سے زیادہ فکر وغم میں نہ پڑیں۔ان سے اور ان کے کذب و افترا سے قطع نظر کر کے معاملہ خدا کے سپرد کیجئے آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ شیاطین ایک دوسرے کی ملمع کی ہوئی فریب کی باتیں اس لئے سکھلاتے ہیں کہ انہیں سن کر جو لوگ دنیا کی زندگی میں غرق ہیں اور دوسری زندگی کا یقین نہیں رکھتے ان ابلہ فریب باتوں کی طرف مائل ہوجائیں اور ان کو دل سے پسند کرنے لگیں اور پھر کبھی برے کاموں اور کفر وفسق کی دلدل سے نکلنے نہ پائیں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ باطل ہمیشہ سے حق کا دشمن رہا ہے اور داعیان حق کی مخالفت ہمیشہ سے باطل پرستوں نے کی ہے۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ بری باتیں ملمع کاری کے ساتھ کہنا اور اس طرح بہکانا شیاطین کا کام ہے اور باطل دروغ اور فریب کی طرف بے ایمانوں ہی کے دل مائل ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں ہر حال میں حق پر قائم رہنے والا اور باطل سے بچنے والا بنائیں۔شیاطین کے وساوس وفریب سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔دشمنان دین سے اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائیں۔باطل کو مغلوب اور حق کو غالب فرمائیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيٓ أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

أَفَغَيْرَ اللّٰهِ	أَبْتَغِي	حَكَمًا	وَهُوَ	الَّذِيٓ	أَنْزَلَ	إِلَيْكُمُ	الْكِتٰبَ	مُفَصَّلًا	وَالَّذِيْنَ	اٰتَيْنٰهُمُ
تو کیا اللہ کے سوا	میں ڈھونڈوں	کوئی منصف	اور وہ	جو۔جس	نازل کی	تمہاری طرف	کتاب	مفصل (واضح)	اور وہ لوگ جنہیں	ہم نے انہیں دی

تو کیا اللہ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اُس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے اسکی حالت یہ ہے کہ اسکے مضامین

الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ أَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ

الْكِتٰبَ	يَعْلَمُوْنَ	أَنَّهٗ	مُنَزَّلٌ	مِّنْ	رَّبِّكَ	بِالْحَقِّ	فَلَا تَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْمُمْتَرِيْنَ	وَتَمَّتْ
کتاب	وہ جانتے ہیں	کہ یہ	اتاری گئی ہے	سے	تمہارا رب	حق کے ساتھ	سو تم نہ ہونا	سے	شک کرنے والے	اور پوری ہے

خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کیطرف سے واقعیت کیساتھ بھیجا گیا ہے سو آپ

كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَإِنْ تُطِعْ

كَلِمَتُ	رَبِّكَ	صِدْقًا	وَّعَدْلًا	لَا مُبَدِّلَ	لِكَلِمٰتِهٖ	وَهُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ	وَإِنْ	تُطِعْ
بات	تیرا رب	سچ	اور انصاف	نہیں بدلنے والا	اسکے کلمات	اور وہ	سُننے والا	جاننے والا	اور اگر	تو کہا مانے

شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں اور آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے، اسکے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور خوب سُن رہا ہے خوب جان رہا ہے۔اور

أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ

أَكْثَرَ	مَنْ	فِي الْأَرْضِ	يُضِلُّوْكَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	إِنْ	يَّتَّبِعُوْنَ	إِلَّا	الظَّنَّ	وَإِنْ	هُمْ
اکثر	جو	زمین میں	وہ تجھے بھٹکادیں گے	سے	راستہ	اللہ	نہیں	پیروی کرتے	مگر (صرف)	گمان	اور نہیں وہ	وہ

دُنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں

إِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾

إِلَّا	يَخْرُصُوْنَ	إِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	أَعْلَمُ	مَنْ	يَّضِلُّ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	وَهُوَ	أَعْلَمُ	بِالْمُهْتَدِيْنَ
مگر	اٹکل دوڑاتے ہیں	بیشک	تیرا رب	وہ	وہ خوب جانتا ہے	جو	بہکتا ہے	سے	اس کا راستہ	اور وہ	خوب جانتا ہے	ہدایت یافتہ لوگوں کو

بالیقین آپ کا رب اُن کو خُوب جانتا ہے جو اسکی راہ سے بے راہ ہوجاتا ہے اور وہ اُنکو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں

مشرکین کی ناکامی ونامرادی اور قرآن کریم کی حقانیت

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ دنیا کے اندر انسان کو غلط راستہ پر ڈالنے والے شیاطین بہت سے ہیں جو اپنی چکنی چپڑی باتوں سے ناعاقبت اندیش لوگوں کو اپنے پھندے میں پھنسائے رہتے ہیں ۔ جو شیطان کے بہکاوے میں آتے ہیں۔ایسے لوگوں سے اللہ کے نبیوں کو ہمیشہ دکھ پہنچتا رہا ہے گذشتہ انبیاء کی طرح نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایسے انسانوں سے سابقہ پڑا جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ اچھے لوگوں کے ساتھ برے لوگوں کی عداوت کا سلسلہ تو پہلے سے چلا آ رہا ہے۔آپ ان معاندین کی باتوں کی طرف خیال نہ

کیجئے کہ ان کی یہ باتیں شیطانی ملمع کاری ہے۔ چنانچہ جب مشرکین قرآنی دلائل کے مقابلہ میں لاجواب ہوئے اور اپنے معبودان کی باطلہ معبودیت کا کسی طرح اثبات نہ کر سکے تو مجبوراً بول اٹھے کہ اچھا کوئی ثالث اور پنچ مقرر کرلیا جائے۔وہ اس مقدمہ رسالت میں جو فیصلہ کرے گا ہم مان لیں گے۔مشرکین کی اس بات کا جواب ان آیات میں دیا جارہا ہے اور آپ کی نبوت پر ایک دوسری کافی ووافی دلیل پیش کی جارہی ہے یعنی قرآن کریم اور پھر اس کے ماننے اور نہ ماننے والوں کے مابین فرق پر بھی روشنی ڈالی جارہی ہے۔

چنانچہ حق تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب تلقین فرماتے ہیں کہ اے نبی آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ کیا میں خدا کو چھوڑ کر کسی اور کو پنچ مقرر کروں کہ جس نے مجھ پر وہ کتاب نازل کی ہے کہ جس میں اچھے برے، نیک وبد، سعادت وشقاوت، نجات وگرفت کے تمام احوال کھول کھول کر بیان کردیئے گئے ہیں۔اس کتاب کی حقانیت اول تو اسی سے ظاہر ہے کہ اس میں تمام عقائد حقہ اعمال صالحہ اور احکام صحیحہ کی تعلیم دی گئی ہے۔نجات اور عذاب کے اصول انتہائی سچائی کیساتھ واضح طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں۔گذشتہ واقعات کی تفصیل اور آئندہ ہونیوالے امور کا اظہار نہایت صحیح طور پر کردیا گیا اگر آنکھ ہو تو دیکھ لو اور عقل ہو تو سمجھ لو۔پھر اگر خود اتنی بصیرت نہیں رکھتے ہو اور کسی کی شہادت کی ضرورت ہے تو اہل کتاب سے پوچھ لو وہ بھی دل میں اسکے برحق ہونے کے قائل ہیں کیونکہ وہ اپنی کتابوں میں اگرچہ ان میں صدہا تحریفات کردی گئی ہیں تاہم اب تک ان کے اندر قرآن کے برحق ہونے کے نشانات موجود ہیں لہٰذا ان کی کتابوں کی شہادت کا اعتبار کرلو۔پھر قرآن پاک کے کمالات کی طرف اشارہ کیا گیا کہ قرآن پاک باعتبار سچائی کے وبلحاظ عدل کے کامل ہے۔ جس طرح دیگر آسمانی کتابوں میں لوگوں نے تحریف اور ردوبدل کرلیا ویسے قرآن پاک کی تحریف اور تغیر پر کوئی قادر نہ ہوگا بلکہ یہ ہمیشہ محفوظ رہیگا۔

اہل ہدایت ہمیشہ کم ہی رہے ہیں

اس کے بعد بتلایا گیا کہ دنیا میں ہمیشہ فہیم محقق اور بااصول آدمی تھوڑے رہے ہیں۔اکثریت ان ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں تو اگر تم دنیا کے اکثر لوگوں کے کہنے پر چلوگے اور اسی اکثریت کا کہنا ماننے لگوگے اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کردوگے تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤگے۔

یہاں جو فرمایا گیا وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کردیں) اس سے دنیا کی اکثریت کا گمراہ اور اقلیت کا ہدایت یافتہ ہونا معلوم ہوا۔چنانچہ یہ مشاہدہ اور تاریخ سے ظاہر ہے اس جگہ اگرچہ خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا ہے مگر سبق ساری امت کو دینا منظور ہے اور سبق بھی ایسا کہ جو قیامت تک ہر زمانہ اور ہر حال میں ایک مستقل ضابطہ حیات بن کر رہے گا تو گویا اس میں مسلمانوں کو کامیاب زندگی بسر کرنے کا گر بتلایا گیا کہ جس کے مضبوط پکڑ لینے سے وہ کبھی راہ راست سے بھٹک نہیں سکتے اور کبھی ذلت وگمراہی میں مبتلا نہیں ہوسکتے اور اسی سے یہ نتیجہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اس گر کو چھوڑ دیا تو پھر کہیں کے نہ رہیں گے اور طرح طرح کی گمراہی کے شکار ہوں گے اور وہ گر یہ بتلایا گیا ہے کہ اہل اسلام کو سبیل اللہ یعنی اللہ کے راستہ سے ذرا بھی ادھر ادھر نہیں ہٹنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور قرآن مجید کو مضبوطی سے پکڑنے کی ہدایت نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہر طرح کی کجی اور گمراہی سے ہماری حفاظت فرمائیے۔یا اللہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی سعادت عطا فرما تا کہ آخرت میں ہمارا اٹھکانا مہتدین کے گروہ میں ہو۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا

فَكُلُوْا	مِمَّا	ذُكِرَ	اسْمُ اللّٰهِ	عَلَيْهِ	اِنْ	كُنْتُمْ	بِاٰيٰتِهٖ	مُؤْمِنِيْنَ	وَمَا لَكُمْ	اَلَّا تَاْكُلُوْا	مِمَّا
سو تم کھاؤ	اس سے جو	لیا گیا	اللہ کا نام	اس پر	اگر	تم ہو	اسکی آیتوں پر	ایمان لانے والے	اور کیا ہوا تمہیں	کہ تم نہ کھاؤ	اس سے جو

سو جس جانور پر اللہ کا نام لیا جاوے اُس میں سے کھاؤ اگر تم اُس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔ اور تمکو کون امر اس کا باعث ہوسکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ

ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ

ذُكِرَ	اسْمُ اللّٰهِ	عَلَيْهِ	وَ	قَدْ فَصَّلَ	لَكُمْ	مَا حَرَّمَ	عَلَيْكُمْ	اِلَّا	مَا	اضْطُرِرْتُمْ	اِلَيْهِ
لیا گیا	نام اللہ کا	اس پر	حالانکہ	وہ واضح کر چکا ہے	تمہارے لئے	جو اس نے حرام کیا	تم پر	مگر	جس	تم لاچار ہو جاؤ	اسکی طرف (اس پر)

جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اُن سب جانور کی تفصیل بتلا دی ہے جنکو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تمکو سخت ضرورت پڑ جاوے تو حلال ہیں

وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

وَاِنَّ	كَثِيْرًا	لَيُضِلُّوْنَ	بِاَهْوَآئِهِمْ	بِغَيْرِ عِلْمٍ	اِنَّ	رَبَّكَ	هُوَ	اَعْلَمُ	بِالْمُعْتَدِيْنَ
اور بیشک	بہت سے	گمراہ کرتے ہیں	اپنی خواہشات سے	علم کے بغیر	بیشک	تیرا رب	وہ	خوب جانتا ہے	حد سے بڑھنے والوں کو

اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں، اس میں کوئی شخص نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو خوب جانتا ہے

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

وَ	ذَرُوْا	ظَاهِرَ الْاِثْمِ	وَبَاطِنَهٗ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَكْسِبُوْنَ	الْاِثْمَ	سَيُجْزَوْنَ	بِمَا	كَانُوْا	يَقْتَرِفُوْنَ
اور	چھوڑ دو	کھلا گناہ	اور اس کا چھپا ہوا	بیشک	جو لوگ	کماتے (کرتے) ہیں	گناہ	عنقریب سزا پائیں گے	اسکی جو	تھے	وہ بُرے کام کرتے

اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑ دو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑ دو بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں اُن کو اُن کے کئے کی عنقریب سزا ملے گی۔

ذبیحہ کے حلال اور مردہ کے حرام ہونے پر مشرکین کے اشکال کا جواب

بعض مشرکین مکہ کی بے اصول اور الکل پچو باتوں میں سے ایک وہ تھی جو انہوں نے ذبیحہ کے مسئلہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو جانور طبعی موت سے مر جائے یعنی مردار اسے مسلمان حرام کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کا مارا ہوا ہے اور جو خود ان کے ہاتھ کا مارا ہوا اسے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ چنانچہ بعض کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ سوال کیا کہ طبعی موت سے مرنے والے جانور کو کون مارتا ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ۔ اس پر کفار از راہ طنز کہنے لگے کہ اللہ کے مارے ہوئے جانور کو تم نہیں کھاتے ہو اور اپنے مارے ہوئے جانور کو کھا لیتے ہو۔ یہ شبہ بعض سادہ لوح مسلمانوں کے دل میں بھی جم گیا۔ اس کا جواب ان آیات میں دیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ ایسی ملمع وفریب کی باتیں انسانوں کو شبہ میں ڈالنے کیلئے شیطان سکھاتے ہیں تو خوب سمجھ لو کہ حلال حرام وغیرہ میں حکم اللہ کا چلتا ہے۔ محض عقلی ڈھکوسلوں کا اعتبار نہیں اگرچہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اس کے نام کی برکت ہے کہ جو اس کے نام پر ذبح ہوا سو حلال ہے جو بغیر اس کے مر گیا سو مردار ہے۔ پھر مسلمانوں کو سمجھایا گیا کہ جب دلائل صحیحہ کی بناء پر تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم کر لیا اور کلی طور پر اس کے احکام پر ایمان لا

چکے تو اب فروع اور جزئیات کی صحت کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ اگر ہر اصل وفرع اور کلی اور جزئی کا قبول کرنا انسانی قیاسات پر موقوف ہو تو وحی ونبوت کی ضرورت ہی نہ رہے۔ اضطرار اور مجبوری کی حالت کو مستثنیٰ کر کے جو چیزیں حرام ہیں ان کی تفصیل کی جا چکی۔ ان میں وہ حلال جانور داخل نہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے پھر اس کے نہ کھانے کی کیا وجہ یا اس میں کوئی شبہ کیوں ہو؟ مسلمانوں کا تو عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ ہر چیز کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا ہی پیدا کرتا ہے اور خدا ہی مارتا ہے پھر جس طرح اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بعض چیزیں مرغوب اور مفید ہیں اسی طرح بعض چیزیں قابل نفرت یا مضر ہیں جیسے ناپاک گندی چیزیں اور زہریلی اشیاء اسی طرح اس کی ماری ہوئی چیزیں بھی دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جن سے فطرت سلیمہ نفرت کرے یا ان کا کھانا ہماری جسمانی یا روحانی صحت کے لئے خدا کے نزدیک مضر ہو مثلاً وہ خون دار جانور جو اپنی طبعی موت سے مرے اور اس کا خون گوشت میں جذب ہو کر رہ جائے۔ دوسرے وہ حلال اور طیب جانور جو باقاعدہ خدا کے نام پر ذبح ہو یہ بھی خدا ہی کا مارا ہوا ہے مگر عمل ذبح اور خدا کی نام کی برکت سے اس کا گوشت پاک صاف ہو گیا پس جو شخص دونوں قسموں کو ایک کرنا چاہے وہ معتدی یعنی حد سے بڑھنے والا ہو گا پس کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو نہ دل میں شبہ رکھو یعنی ذبیحہ کو نہ حرام سمجھو اور نہ مردار کو حلال۔ کیونکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال جاننا بھی گناہ ہے اور ہر گناہ کی سزا ضرور دی جائے گی۔

پس حاصل جواب کا یہ ہوا کہ چونکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور حکم بردار ہوتے ہیں اس لئے جب انہیں حلال وحرام کی تفصیل بتا دی جائے تو انہیں اس پر چلتے رہنا چاہئے۔ حرام کے حلال یا حلال کے حرام ہونے کا شبہ ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی صحیح معنیٰ میں پکا اور سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرماویں تاکہ ہم قرآن کے حلال کو حلال اور قرآن کے حرام کو حرام سمجھیں۔ اور ہر طرح کے ظاہری وباطنی گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۭ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ

وَلَا تَاْكُلُوْا	مِمَّا	لَمْ يُذْكَرِ	اسْمُ اللّٰهِ	عَلَيْهِ	وَاِنَّهٗ	لَفِسْقٌ	وَاِنَّ	الشَّيٰطِيْنَ	لَيُوْحُوْنَ
اور نہ کھاؤ	اس سے جو	نہیں لیا گیا	اللہ کا نام	اس پر	اور بیشک یہ	البتہ گناہ	اور بیشک	شیطان (جمع)	ڈالتے ہیں

اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بلاشبہ یہ گناہ کی بات ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کررہے ہیں تاکہ یہ تم سے

اِلٰٓى اَوْلِيٰۗـِٕهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾

اِلٰى	اَوْلِيٰۗـِٕهِمْ	لِيُجَادِلُوْكُمْ	وَاِنْ	اَطَعْتُمُوْهُمْ	اِنَّكُمْ	لَمُشْرِكُوْنَ	
طرف (میں)	اپنے دوست	تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں	اور اگر	تم نے اُن کا کہا مانا	تو بیشک تم	مشرک ہوگے	

جدال کریں، اور تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔

جو اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو اسے نہ کھاؤ

گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو حکم دیا گیا تھا کہ تم کفار کی شک اندازی سے شک میں نہ پڑ جانا۔ ان کے بہکانے سے بہک نہ جانا اور ذبیحہ کو حرام نہ سمجھ لینا۔ یعنی جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اس کا گوشت کھانے کا حکم ہوا تھا۔ اب یہاں اس آیت میں اس کے مخالف پہلو کے متعلق ہدایت کی جاتی ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو وہ حرام ہے اس کا گوشت نہ کھانا چاہئے۔ ورنہ گناہ لازم آئیگا کیونکہ قانون شرع کی خلاف ورزی ہوگی۔ شیاطین تو اپنے تابعداروں اور رفیقوں کو یہ سکھلاتے رہتے ہیں کہ وہ تم سے کج بحثی اور کٹ حجتی کریں جس سے مقصد یہ ہے کہ تم کسی طرح شرع کے قانون کی پابندی نہ کرو۔ اگر تم نے ان کا کہنا مانا تو تم میں اور مشرکوں میں فرق کیا رہ گیا؟۔ وہ بھی یہی کرتے ہیں کہ اللہ کو جیسے ماننا چاہئے ویسے نہیں مانتے۔ اس کے حکموں کے خلاف کرتے ہیں۔ حکم خداوندی کے مقابلہ میں دوسروں کے حکم کو ترجیح دیتے ہیں۔ حلال وحرام میں دوسروں یعنی غیر اللہ کا کہا مانتے ہیں اور اللہ کے حکم کو قبول نہیں کرتے۔

حلال وحرام میں اللہ کے سوا کسی اور کا فیصلہ ماننا شرک ہے

یہاں اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ عقائد اور حلال وحرام میں اللہ کے فیصلہ کے خلاف کسی اور کا فیصلہ وحکم ماننا بھی شرک ہے اور شرک کو قرآن پاک نے جیسا سنگین جرم قرار دیا ہے وہ متعدد آیات سے ظاہر ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے ہاں اس کے سوا اور جس گناہ کو چاہے گا بخش دے گا ایک دوسری جگہ ارشاد ہے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ بیشک جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ تعالیٰ نے جنت اس پر حرام کی اور اس کا ٹھکانہ دوزخ رہے گا۔ پس آیت میں یہ جو ارشاد فرمایا گیا وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہوئے اس سے مسلمانوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

مزید یہاں آیت میں یہ جو حکم ہوا وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے اور جس پر خدا کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو نہ کھاؤ تو ان ظاہری الفاظ کی عمومیت کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم کچھ ذبیحہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ ہر کھانے پینے پر بھی بسم اللہ ضرور ہے۔ ورنہ اس چیز کا کھانا جائز نہیں مگر جمہور علماء کے نزدیک اور چیزوں پر بسم اللہ امر مسنون ہے نہ کہ فرض اور وہ اس آیت میں مما سے مراد جانور لیتے ہیں تو گویا اس آیت سے وہ ذبیحہ کہ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو خواہ جھٹکا کیا ہو یا گردن مروڑنے سے مار ڈالا گیا ہو یا بتوں کے نام سے ذبح ہوا ہو یا از خود اپنی موت سے مرا ہو الغرض اس پر بوقت ذبح اللہ کا نام پاک نہ لیا گیا پھر خواہ اس کو کسی نے مارا ہو اہل کتاب نے یا ملحد نے یا کسی اور نے وہ حرام ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ

اَوَ	مَنْ	كَانَ مَيْتًا	فَاَحْيَيْنٰهُ	وَجَعَلْنَا	لَهٗ	نُوْرًا	يَّمْشِيْ	بِهٖ	فِيْ	النَّاسِ	كَمَنْ + مَثَلُهٗ
کیا	جو	مُردہ تھا	پھر ہم نے اسکو زندہ کیا	اور ہم نے بنایا	اسکے لئے	نور	وہ چلتا ہے	اس سے	میں	لوگ	اس جیسا۔ جو

ایسا شخص جو کہ پہلے مُردہ تھا ہم نے اُسکو زندہ بنادیا اور ہم نے اُس کو ایک ایسا نور دیدیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے

فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ

فِيْ	الظُّلُمٰتِ	لَيْسَ	بِخَارِجٍ	مِّنْهَا	كَذٰلِكَ	زُيِّنَ	لِلْكٰفِرِيْنَ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وَكَذٰلِكَ
میں	اندھیرے	نہیں	نکلنے والا	اس سے	اسی طرح	زینت دیئے گئے	کافروں کیلئے	جو	وہ کرتے تھے (عمل)	اور اسی طرح

جسکی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا اسی طرح کافروں کو اُن کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں

جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ۭ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا

جَعَلْنَا	فِيْ	كُلِّ	قَرْيَةٍ	اَكٰبِرَ	مُجْرِمِيْهَا	لِيَمْكُرُوْا	فِيْهَا	وَمَا	يَمْكُرُوْنَ	اِلَّا	بِاَنْفُسِهِمْ	وَمَا
ہم نے بنائے	میں	ہر	بستی	بڑے	اسکے مجرم	تا کہ وہ حیلے کریں	اس میں	اور نہیں	وہ حیلے کرتے	مگر	اپنی جانوں پر	اور نہیں

وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تا کہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں، اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور اُن کو ذرا خبر نہیں، اور جب اُنکو

يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ

يَشْعُرُوْنَ	وَاِذَا	جَآءَتْهُمْ	اٰيَةٌ	قَالُوْا	لَنْ نُّؤْمِنَ	حَتّٰى	نُؤْتٰى	مِثْلَ مَا	اُوْتِيَ	رُسُلُ
وہ شعور رکھتے	اور جب	انکے پاس آتی ہے	کوئی آیت	کہتے ہیں	ہم ہرگز نہ مانیں گے	جب تک	ہم کو دیا جائے	اس جیسا جو	دیا گیا	رسول (جمع)

کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جاوے جو اللہ کے رسولوں کو دی جاتی ہے، اُس موقع کو

اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ

اللّٰهِ	اَللّٰهُ	اَعْلَمُ	حَيْثُ	يَجْعَلُ	رِسَالَتَهٗ	سَيُصِيْبُ	الَّذِيْنَ	اَجْرَمُوْا	صَغَارٌ	عِنْدَ اللّٰهِ
اللہ	اللہ	خوب جانتا ہے	کہاں	رکھے (بھیجے)	اپنی رسالت	عنقریب پہنچے گی	وہ لوگ جو	انہوں نے جرم کیا	ذلت	اللہ کے ہاں

تو خدا ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے، عنقریب اُن لوگوں کو جنہوں نے یہ جُرم کیا ہے خدا کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی

وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

وَعَذَابٌ	شَدِيْدٌ	بِمَا	كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ
اور عذاب	سخت	اسکا بدلہ	وہ مکر کرتے تھے

اور سزائے سخت انکی شرارتوں کے مقابلہ میں۔

مومن وکافر کی مثال: ایمان وکفر یا مومن وکافر کی مثال اس طرح بیان فرمائی جارہی ہے کہ ایک شخص تو وہ ہے جو پہلے مردہ تھا یعنی کفرو شرک کی گمراہی کی حالت میں حیران وسرگرداں تھا۔ اللہ نے اسے زندہ کیا یعنی ایمان وہدایت بخشی۔ قرآن جیسا نور عطا فرمایا جس کے منور احکام کی

روشنی میں وہ اپنی زندگی گزارتا ہے۔ اسلام کی نورانیت اس کے دل میں رچ گئی۔ اتباع رسول کا شوق پیدا ہو گیا دوسرا شخص وہ جو جہالت وضلالت کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہے اور ان سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا تو کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ اسی طرح مسلم و کافر میں نور و ظلمت جیسا فرق ہے۔ تو مقصود یہ بتلانا ہے کہ مومن ہر طرح بہتر ہے کافر سے۔

کفر پر اصرار کی علت

اس کے باوجود کافر کا کفر پر مصر رہنے اور ظلمات سے باہر نہ آنے کی وجہ بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے بد افعال ان کی آنکھوں میں خوشنما معلوم ہوتے ہیں اور ظلمت کو نور اور برائی کو بھلائی سمجھتے ہیں تو پھر کیونکر ظلمت سے نکلیں؟

سرداروں کا کردار

پھر بتلایا جاتا ہے کہ مکہ کے سرداروں اور رئیسوں پر ہی کچھ موقوف نہیں کہ وہ اہل ایمان کے مقابلہ میں لوگوں کو مکر و فریب سے گمراہی کی طرف کھینچتے ہیں بلکہ ہمیشہ سے کافروں کے سردار اور رئیس ایسے حیلہ نکالتے رہے ہیں تا کہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہو جاویں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ موسیٰ سحر کے زور سے سلطنت لینا چاہتے ہیں لیکن ان کے یہ حیلے اور داؤ پیچ بحمد اللہ پکے ایمانداروں پر نہیں چلتے۔ اور حیلہ کرنے والے خود اپنی عاقبت خراب کر کے اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہوتا۔

سرداروں کی حیلہ جوئی

ان کی مکاری اور حیلہ جوئی کی ایک متکبرانہ مثال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق کا جب کوئی نشان دیکھتے تو کہتے کہ ہم ان دلائل و نشانات کو نہیں مانتے۔ ہم تو اس وقت یقین کر سکتے ہیں جب ہمارے اوپر فرشتے نازل ہوں اور پیغمبر کی طرح ہم کو بھی خدا کا پیغام سنائیں یا خود حق تعالیٰ ہی ہمارے سامنے آ جائیں۔ کفار کو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے کہ منصب پیغمبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانت الٰہیہ کا حامل بن سکے۔ یہ نہ کوئی کسبی چیز ہے کہ محنت یا ریاضت یا دنیوی جاہ و دولت وغیرہ سے حاصل ہو سکے اور نہ ہر کس و ناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جا سکتا ہے۔ ہاں ایسے گستاخ متکبر حیلہ جو مکاروں کو آگاہ رہنا چاہئے کہ عنقریب ان کو سخت ذلت اور عذاب شدید ان کے تکبر کے عوض دیا جائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیات حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اور ابوجہل کے بارہ میں ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب اور ابوجہل کے بارہ میں ہیں لیکن اکثر مفسرین نے یہی کہا ہے کہ آیات عام ہیں اس میں ہر مومن و کافر داخل ہے جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسلمان زندہ اور کافر مردہ ہیں۔ مسلمان کے پاس مشعل ہدایت اور نور ایمان ہے اور کافر اندھیرے میں پڑا ہوا ہے۔

ان آیات سے ایک لطیف اشارہ یہ بھی نکلتا ہے کہ جو شخص گناہ کرے مگر اس کو اچھا نہ سمجھے تو امید ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ہدایت کی توفیق عطا فرما دے لیکن جو شخص گناہ کو گناہ نہ سمجھے بلکہ اس کو بہتر سمجھنے لگے یعنی اچھے کو برا اور برے کو اچھا جاننے لگے اس کی فلاح کی امید ہی نہیں ہو سکتی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہم کو جو اسلام اور نور ایمان سے نوازا ہے تو ہم کو اس نعمت کا قدردان اور شکر گزار بنا کر زندہ رکھیں۔ قرآن اور سنت کے نور سے ہم کو راہ ہدایت پر چلنا نصیب فرمائیں۔ اور قرآن اور ایمان کی روشنی میں اپنی زندگی کی راہ کو طے کرنا اور بالآخر نجات ابدی کی منزل پر پہنچ جانا نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ

فَمَنْ	يُّرِدِ	اللّٰهُ	اَنْ يَّهْدِيَهٗ	يَشْرَحْ	صَدْرَهٗ	لِلْاِسْلَامِ	وَمَنْ	يُّرِدْ	اَنْ	يُّضِلَّهٗ	يَجْعَلْ	صَدْرَهٗ
پس جس	چاہتا ہے	اللہ	کہ اسے ہدایت دے	کھول دیتا ہے	اسکا سینہ	اسلام کیلئے	اور جس	چاہتا ہے	کہ	اسے گمراہ کرے	کردیتا ہے	اسکا سینہ

سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہتے ہیں اُس کے سینے کو اسلام کیلئے کشادہ کردیتے ہیں، اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اُسکے سینہ کو تنگ بہت تنگ کردیتے ہیں

ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ۚ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ

ضَيِّقًا	حَرَجًا	كَاَنَّمَا	يَصَّعَّدُ	فِي السَّمَآءِ	كَذٰلِكَ	يَجْعَلُ	اللّٰهُ	الرِّجْسَ	عَلَى	الَّذِيْنَ
تنگ	بھینچا ہوا	گویا کہ	زور سے چڑھتا ہے	آسمانوں میں آسمان پر	اسی طرح	کردیتا ہے (ڈالے گا)	اللہ	ناپاکی (عذاب)	پر	جو لوگ

جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہو، اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھٹکار ڈالتا ہے۔اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے، ہم نے نصیحت

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

لَا يُؤْمِنُوْنَ	وَهٰذَا	صِرَاطُ	رَبِّكَ	مُسْتَقِيْمًا	قَدْ فَصَّلْنَا	الْاٰيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّذَّكَّرُوْنَ
ایمان نہیں لاتے	اور یہ	راستہ	تمہارا رب	سیدھا	ہم نے کھول کر بیان کردی ہیں	آیات	ان لوگوں کیلئے	جو نصیحت پکڑتے ہیں

حاصل کرنے والوں کے واسطے آیتوں کو صاف صاف بیان کردیا۔ان لوگوں کے واسطے انکے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے

لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

لَهُمْ	دَارُ السَّلٰمِ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ	وَهُوَ	وَلِيُّهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
ان کیلئے	سلامتی کا گھر	پاس۔ہاں	ان کا رب	اور وہ	دوستدار۔کارساز	اسکا صلہ جو	وہ کرتے تھے

اور اللہ اُن سے محبت رکھتا ہے اُن کے اعمال کی وجہ سے۔

ہدایت وضلالت کا قانون

ان آیات میں اس کی اصل وجہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ تمام باتیں مشیت الٰہی پر موقوف ہیں اللہ جس شخص کو ہدایت کرنی چاہتا ہے اس کا دل اسلام کے لئے کشادہ کردیتا ہے۔ اسلام کی خوبیاں اس کے دل میں جم جاتی ہیں اور وہ ذرا سی تحریک پر مسلمان ہوجاتا ہے اور جس کو گمراہی میں پڑا رکھنا چاہتا ہے اس کے دل کو تنگ کردیتا ہے وہ اسلام کی خوبیاں سننے سے گھبراتا ہے اس کو اسلام کے قوانین ناقابل عمل معلوم ہوتے ہیں اس طرح کافر کو خیالات خبیثہ اور شیطانی وسوسہ اور مال وزر کی طمع اسلام قبول کرنے سے روکتی ہے۔ اس طرح جو لوگ ایمان لانے کا ارادہ نہیں رکھتے ان پر اسی طرح عذاب وتباہی ڈالی جاتی ہے کہ ان کا سینہ اس قدر تنگ کردیا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی گنجائش نہیں رہتی۔

صراط مستقیم

پھر دین حق کے بارے میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ اسلام سیدھی سڑک ہے نہ اس میں مختلف پگڈنڈیاں ہیں نہ کج مج راہیں۔ نہ افراط ہے نہ تفریط۔ یہ سڑک سیدھی دارالسلام (سلامتی کا گھر) یعنی جنت تک پہنچتی ہے۔ مگر اس پر چلنا ہر ایک کا کام نہیں۔ سمجھنے والے ہی اس پر چلتے ہیں اور چل کر دوامی نجات کے گھر تک پہنچتے ہیں۔ وہ گھر صرف اللہ کے پاس

ہے وہاں وہی ان کا حامی اور کارساز ہوگا اور یہ دارالسلام ان کو خواہ مخواہ یونہی نہیں مل جائے گا بلکہ ان کے اعمال صالحہ اور کوشش کی جزا ہوگی۔

شرح صدر کا معنی

یہاں پہلی آیت میں جو یہ فرمایا گیا فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتے ہیں اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں۔ احادیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرح صدر یعنی سینہ اسلام کے لئے کھول دینے کی تفسیر دریافت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتے ہیں جس سے ان کا دل حق بات کو دیکھنے سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے کھل جاتا ہے (یعنی حق بات کو آسانی سے قبول کرنے لگتا ہے اور خلاف حق سے نفرت و وحشت ہونے لگتی ہے) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے وہ شخص پہچانا جائے جس کو شرح صدر حاصل ہو گیا ہو؟ فرمایا ہاں۔ علامت یہ ہے کہ اس شخص کی ساری رغبت آخرت اور اس کی نعمتوں کی طرف ہو جاتی ہے۔ دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذتوں سے گھبراتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے موت کی تیاری کرنے لگتا ہے۔ یا اللہ ہمارے سینوں کو بھی اسلام اور نور ایمان کے لئے کھول دے۔

سلامتی کا گھر

آخری آیت کا یہ جملہ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی ان لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس دَارُ السَّلٰمِ ہے۔ اس میں لفظ دار کے معنیٰ گھر اور سلام کے معنیٰ تمام آفتوں۔ مصیبتوں اور محنتوں سے سلامتی کے ہیں اس لئے دارالسلام اس گھر کو کہا جا سکتا ہے جس میں کسی تکلیف و مشقت اور رنج و غم اور آفت و مصیبت کا گزر نہ ہو اور یہ ظاہر ہے کہ وہ جنت ہی ہو سکتی ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ سلام اللہ جل شانہٗ کا نام ہے اور دارالسلام کے معنیٰ ہیں اللہ کا گھر اور ظاہر ہے کہ اللہ کا گھر امن اور سلامتی کی جگہ ہوتی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ قرآن اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہم سب کو نصیب فرما اور صراط مستقیم پر چلنا اور اس پر قائم رہنا اور اسی پر موت آنا ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر اور احسان ہے کہ آپ نے ہمارا سینہ ایمان اور اسلام کے لئے کھول دیا۔ یا اللہ ہم کو اسلام اور ایمان پر استقامت نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آخرت کی نعمتوں کی رغبت ہمارے دلوں میں پیدا فرما دیجئے اور دنیا کی بے جا خواہشات اور فانی لذات سے ہمارے دلوں کو پاک فرما دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۚ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ مِّنَ الْإِنْسِ ۚ وَقَالَ أَوْلِيٰٓؤُهُمْ

وَيَوْمَ	يَحْشُرُهُمْ	جَمِيعًا	يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ	قَدِ اسْتَكْثَرْتُمْ	مِنَ	الْإِنْسِ	وَقَالَ	أَوْلِيٰٓؤُهُمْ
اور جس دن	وہ جمع کرے گا	سب	اے جنات کے گروہ	تم نے بہت گھیر لئے (اپنے تابع کرلئے)	سے	انسان۔ آدمی	اور کہیں گے	انکے دوست

اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے، اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں میں بڑا حصہ لیا جو انسان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے

مِّنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَّبَلَغْنَآ أَجَلَنَا الَّذِيٓ أَجَّلْتَ لَنَا ۚ قَالَ النَّارُ

مِنَ	الْإِنْسِ	رَبَّنَا	اسْتَمْتَعَ	بَعْضُنَا	بِبَعْضٍ	وَبَلَغْنَآ	أَجَلَنَا	الَّذِيٓ	أَجَّلْتَ	لَنَا	قَالَ	النَّارُ
سے	انسان	اے ہمارے رب	ہم نے فائدہ اٹھایا	ہمارے بعض	بعض سے	اور ہم پہنچے	میعاد	جو	تو نے مقرر کی تھی	ہمارے لئے	فرمائیگا	آگ

ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اُس معین معیاد تک آپہنچے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرمادیں گے تم

مَثْوٰىكُمْ خٰلِدِينَ فِيهَآ إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي

مَثْوٰىكُمْ	خٰلِدِينَ	فِيهَا	إِلَّا	مَا	شَآءَ اللّٰهُ	إِنَّ	رَبَّكَ	حَكِيمٌ	عَلِيمٌ	وَكَذٰلِكَ	نُوَلِّي
تمہارا ٹھکانہ	ہمیشہ رہو گے	اسمیں	مگر	جسے	اللہ چاہے	بیشک	تمہارا رب	حکمت والا	جاننے والا	اور اسی طرح	ہم مسلط کردیتے ہیں

سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہو گے ہاں اگر خدا ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بیشک آپ کا رب بڑی حکمت والا اور بڑا علم والا ہے۔ اور اسی طرح بعض

بَعْضَ الظّٰلِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ

بَعْضَ	الظّٰلِمِينَ	بَعْضًا	بِمَا	كَانُوا يَكْسِبُونَ	يٰمَعْشَرَ	الْجِنِّ	وَالْإِنْسِ	أَلَمْ يَأْتِكُمْ
بعض	ظالم (جمع)	بعض پر	اسکے سبب	جو وہ کرتے تھے (انکے اعمال)	اے گروہ	جنات	اور انسان	کیا نہیں آئے تمہارے پاس

کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے انکے اعمال کے سبب۔ اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں کے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوا شَهِدْنَا

رُسُلٌ	مِنْكُمْ	يَقُصُّونَ	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِي	وَ	يُنْذِرُونَكُمْ	لِقَآءَ	يَوْمِكُمْ	هٰذَا	قَالُوا شَهِدْنَا
رسول (جمع)	تم میں سے	سُناتے تھے (بیان کرتے تھے)	تم پر	میرے احکام	اور	تمہیں ڈراتے تھے	ملاقات (دیکھنا)	تمہارا دن	اس	وہ کہیں گے ہم گواہی دیتے ہیں

احکام بیان کرتے تھے اور تم کو اِس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے، وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں

عَلٰٓى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كٰفِرِينَ ﴿۱۳۰﴾

عَلٰى	أَنْفُسِنَا	وَغَرَّتْهُمُ	الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	وَشَهِدُوا	عَلٰى	أَنْفُسِهِمْ	أَنَّهُمْ	كَانُوا كٰفِرِينَ
پر (خلاف)	اپنی جانیں	اور انہیں دھوکہ میں ڈالدیا	زندگی	دنیا	اور انہوں نے گواہی دی	پر (خلاف)	اپنی جانیں (اپنے)	کہ وہ	کفر کرنے والے تھے

اور ان کو دنیوی زندگانی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ مقرر ہوں گے کہ وہ کافر تھے۔

کافروں، ظالموں کی قیامت کے دن کی سرگذشت

گذشتہ آیات میں مومنین کی حالت بیان ہوئی تھی۔اب ان کے مقابلہ میں کفار کی جو حالت قیامت کے دن ہوگی ان آیات میں وہ بیان فرمائی جاتی ہے۔اور بتلایا جاتا ہے کہ ایک دن وہ ہوگا جب کہ اللہ تعالیٰ تمام خلائق کو جمع کریں گے جنوں کو بھی انسانوں کو بھی، سب ایک میدان میں کھڑے ہوں گے۔دنیا میں جن وانس دو قسم کی مخلوق ہیں۔جن بھی انسانوں کی طرح دو قسم کے ہوتے ہیں۔نیک و بد۔بد جنات کو شیاطین بھی کہا جاتا ہے۔تو قیامت کے دن حق تعالیٰ ان بد جنات شیاطین سے فرمائیں گے کہ تم نے انسانوں کو خوب بہکایا اور ورغلایا۔تم نے بہت سے آدمیوں سے فائدہ اٹھایا۔ان سے اپنی تعظیم و تکریم کرائی۔پھر انسانوں کو یاد دلایا جائے گا کہ تم سے تو پہلے ہی کہہ دیا گیا تھا کہ شیطان کی نہ ماننا وہ تمہارا دشمن ہے۔اللہ ہی کی عبادت کرتے رہنا اور یہی سیدھی راہ ہے لیکن تم نے سمجھ سے کام نہ لیا۔شیطانی دھوکوں میں آ گئے۔اس وقت شیاطین کے رفیق انسان جواب دیں گے کہ ہاں انہوں نے حکم دیا اور ہم نے عمل کیا۔دنیا میں ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہے اور فائدہ اٹھاتے رہے۔شیطانوں نے ہم پر حکمرانی کی اور ہم نے ان کے ذریعہ سے خوب مزے اڑائے۔دل کھول کر خواہشات کو پورا کیا یہاں تک کہ قیامت کا یہ موعود وقت آ گیا۔اللہ تعالیٰ ان کی لچر باتوں کا جواب ارشاد فرمائیں گے تم سب بہکنے اور بہکانے والوں کا ٹھکانا دوزخ کی آگ ہے۔وہیں تمہیں رہنا ہوگا۔اس میں سے نکلنا نہ تمہارے اپنے بس کا ہوگا نہ کسی اور کے بس کا۔اختیار فقط اللہ کا ہوگا اور تم پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ بات تمہیں دنیا میں ماننی چاہئے تھی۔آج تو تم مجبوراً مان رہے ہو۔یہ کوئی ماننا نہیں ہے آج تم اس کے سوا کچھ مان ہی نہیں سکتے کہ سارے کام اللہ کی مرضی پر موقوف ہیں اور نہ کسی میں کوئی طاقت ہے نہ کسی کو کچھ اختیار ہے۔آگے ارشاد ہے کہ جیسے تم نے شیاطین الجن اور ان کے ماننے والوں کا حال سنا۔اسی طرح تمام ظالموں اور گنہ گاروں کو ان کے ظلم اور سیہ کاریوں کے تناسب سے دوزخ میں ایک دوسرے کے قریب کر دیا جائے گا اور جو جس درجہ کا ظالم و گنہ گار ہوگا اس کو ویسے ہی طبقہ کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔پھر انسانوں اور جنوں کو بطور سرزنش خطاب ہوگا کہ اے جن وبشر! کیا دنیا میں تمہارے پاس ہمارے رسول نہیں آئے تھے اور انہوں نے ہماری آیتیں نہیں سنائی تھیں اور تمہیں آج کے دن سے نہیں ڈرایا تھا؟ اس سوال کے جواب میں سب کہیں گے کہ ہمیں اقرار ہے تیرے پیغمبر ہمارے پاس آئے اور تیرا کلام بھی پہنچایا اور اس دن سے متنبہ بھی کر دیا تھا۔پھر جناب باری تعالیٰ فرماتے ہیں انہوں نے دنیا کی زندگی دھوکے میں گزاری۔دنیا کی لذات و شہوات نے انہیں آخرت سے غافل بنا دیا۔کبھی خیال بھی نہ آیا کہ اس احکم الحاکمین کے سامنے جانا ہے جو ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔قیامت کے دن یہ اپنی زبانوں سے اپنے کفر کا اقرار کریں گے کہ بیشک ہم نے نبیوں کی بات نہیں مانی۔

مسلمانوں کو تنبیہ

جہاں ان آیات میں کفار کو نہایت واضح طور پر تنبیہ ہے کہ کفر و شرک کو چھوڑ دو ورنہ قیامت میں دائمی مصیبت و پشیمانی حاصل ہوگی وہیں مسلمانوں کو بھی نہایت لطیف ترین پیرایہ میں نصیحت ہے کہ قیامت کی ملامت ایک سخت عذاب ہوگی جس سے اس دنیا ہی کی زندگی میں بچنے کی فکر لازمی ہے ورنہ مرنے کے بعد قیامت میں آنکھ کھلی تو سوائے پچھتانے کے اور کیا بنے گا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں سے غفلت کو دور کر دیں۔اور ہم کو آخرت کی تیاری کی فکر عطا فرمائیں۔اس دنیا میں اور اس زندگی میں اپنا اور اپنے رسول پاک کا تابعدار اور مطیع ہم کو بنالیں تاکہ قیامت میں ذلت ورسوائی نہ ہو۔ یا اللہ اپنے مومن اور مخلص بندوں کے ساتھ ہمارا حشر فرمایئے اور دوزخ کے عذاب سے ہم سب کو اپنی پناہ میں رکھیئے گا۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ

ذٰلِكَ	اَنْ	لَّمْ يَكُنْ	رَبُّكَ	مُهْلِكَ	الْقُرٰى	بِظُلْمٍ	وَاَهْلُهَا	غٰفِلُوْنَ	وَلِكُلٍّ	دَرَجٰتٌ
یہ	اسلئے کہ	نہیں ہے	تیرا رب	ہلاک کر ڈالنے والا	بستیاں	ظلم سے (ظلم کی سزا میں)	جبکہ انکے لوگ	بے خبر ہوں	اور ہر ایک کیلئے	درجے

(یہ رسولوں کا بھیجنا) اس وجہ سے ہے کہ آپ کا رب کسی بستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس بستی کے رہنے والے احکام الٰہیہ سے بے خبر ہوں

مِّمَّا عَمِلُوْا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ اِنْ يَّشَاْ

مِمَّا	عَمِلُوْا	وَمَا	رَبُّكَ	بِغَافِلٍ	عَمَّا	يَعْمَلُوْنَ	وَرَبُّكَ	الْغَنِيُّ	ذُو الرَّحْمَةِ	اِنْ	يَّشَاْ
اس سے جو	انہوں نے کیا (انکے اعمال)	اور نہیں	تمہارا رب	بے خبر	اس سے جو	وہ کرتے تھے	اور تمہارا رب	بے پروا (بے نیاز)	رحمت والا	اگر	وہ چاہے

اور ہر ایک کیلئے درجے ملیں گے انکے اعمال کے سبب، اور آپکا رب انکے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ اور آپکا رب بالکل غنی ہے رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو

يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَاۗءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا

يُذْهِبْكُمْ	وَيَسْتَخْلِفْ	مِنْ بَعْدِكُمْ	مَا يَشَاۗءُ	كَمَا	اَنْشَاَكُمْ	مِنْ	ذُرِّيَّةِ	قَوْمٍ	اٰخَرِيْنَ	اِنَّ	مَا
تمہیں لے جائے	اور جانشین بنادے	تمہارے بعد	جسکو چاہے	جیسے	اس نے تمہیں پیدا کیا	سے	اولاد	قوم	دوسری	بے شک	جس

تم سب کو اٹھالیوے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کردے جیسا تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰي مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ

تُوْعَدُوْنَ	لَاٰتٍ	وَمَا	اَنْتُمْ	بِمُعْجِزِيْنَ	قُلْ	يٰقَوْمِ	اعْمَلُوْا	عَلٰى	مَكَانَتِكُمْ	اِنِّىْ
تم سے وعدہ کیا جاتا ہے	ضرور آنیوالی ہے	اور نہیں	تم	عاجز کرنیوالے	فرمادیں	اے قوم	کام کرتے رہو	پر	اپنی جگہ	میں

وہ بیشک آنے والی چیز ہے اور تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے۔ آپ یہ فرمادیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل

عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

عَامِلٌ	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ	مَنْ	تَكُوْنُ	لَهٗ	عَاقِبَةُ	الدَّارِ	اِنَّهٗ	لَا يُفْلِحُ	الظّٰلِمُوْنَ
کام کر رہا ہوں	پس جلد	تم جان لوگے	کس	ہوتا ہے	اس	آخرت	گھر	بیشک	فلاح نہیں پاتے	ظالم

کر رہا ہوں، سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم کا انجام کار کس کیلئے نافع ہوگا، یہ یقینی بات ہے کہ حق تلفی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی۔

پیغمبروں کو بھیجنے کی حکمت

ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ پیغمبروں کے بھیجنے کی علت و وجہ بیان فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت نہیں کہ بدوں آگاہ و خبردار کئے کسی کو اس کے ظلم و عصیان پر دنیا یا آخرت میں پکڑ کر ہلاک کردے اسی لئے رسول و نذیر بھیجے کہ وہ خوب کھول کر تمام جن وانس کو ان کے بھلے برے اور آغاز و انجام سے خبردار کردیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بھیج کر پہلے اس بات کو واضح کردیتے ہیں کہ تمہارے لئے چلنے کا یہ راستہ ہے۔ اس راستہ سے ذرا بھی ہٹنا ظلم ہے اور اس کا نتیجہ تباہی و بربادی ہے خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں یا دونوں میں۔ اسی کے واضح کرنے کیلئے دنیا میں رسول آئے جو زبان سے اس راستہ کو اچھی

طرح واضح کر دیتے ہیں اور خود اس پر عمل کر کے اور اس راستہ پر چل کر دکھا دیتے ہیں۔ جب یہ سب کچھ ہو چکتا ہے تو انسان کو موقع دیا جاتا ہے کہ اس کے مطابق چلے پھر اس کے اعمال دیکھے جاتے ہیں اور جس درجہ کا کسی کا عمل ہو گا حق تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسول بھیج کر اپنی حجت تمام کر دی۔

اللہ تعالیٰ غنی ہے اسے کسی کی اطاعت کی ضرورت نہیں ہے

اب اگر کوئی نہ مانے اور سیدھے راستہ پر نہ چلے تو اللہ تعالیٰ غنی ہے اسے کسی کی کچھ پرواہ نہیں۔ یہ نہ سمجھنا کہ اگر اس کا کہنا نہ مانو گے تو اس کے کام رک جائیں گے۔ جیسے اس دنیا میں ہوتا ہے کہ اگر لوگ بادشاہ یا حاکم کی بات نہ مانیں اور اس سے بغاوت کر دیں تو وہ کہیں کا نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کو نہ کسی کی تابعداری کی ضرورت نہ پروا۔ اس نے جو احکام انسانوں کی طرف بھیجے ہیں یہ اس کی رحمت ہے اور اس کے ماننے میں سراسر انسانوں ہی کا بھلا ہے۔ اس کی سلطنت کا کارخانہ کسی کے برتے پر قائم نہیں ہے۔ وہ چاہے تو نافرمان قوم کو ایک دم میں اٹھا لیوے اور اپنی رحمت سے دوسری قوم کو اس کی جگہ کھڑا کر دے جو خدا کی مطیع اور فرمانبردار ہو اور کسی قوم کو لے جا کر دوسری قوم کا لے آنا خدا کے لئے کیا مشکل ہے۔ آج تم اپنے جن آباؤ اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہو آخر ان کو اٹھا کر تم کو دنیا میں اسی خدا نے جگہ دی ہے۔ بہر حال خدا کا کام رک نہیں سکتا تم نہیں کرو گے دوسرے کھڑے کئے جائیں گے۔ ہاں یہ سوچ رکھو کہ یہی بغاوت و شرارت رہی تو خدا کا عذاب اٹل ہے۔ کوئی اگر سمجھے کہ بھاگ کر یا کسی کی پناہ لے کر سزا سے بچ جائے گا تو یہ محض حماقت ہے۔ خدا کو ساری مخلوق مل کر بھی اس کی مشیت کے نفاذ سے عاجز نہیں کر سکتی۔

قریش مکہ کو چیلنج

آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی قوم یعنی قریش مکہ سے کہہ دیں کہ مجھے جو اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا وہ میں تمہیں بتا چکا اگر تم اب بھی اپنے ہی طریقہ پر جمے رہنا چاہتے ہو تو تم جانو مگر تمہارا طریقہ غلط ہے۔ میں اس پر نہیں چل سکتا۔ میں تو وہی کروں گا جو اللہ نے مجھے بتایا ہے۔ تمہاری ہٹ دھرمی کی وجہ سے اب یہی کہنا پڑتا ہے کہ اب میرا تمہارا راستہ ایک نہیں رہا۔ تم اپنے طریقہ پر عمل کئے جاؤ اور میں اپنے طریقہ پر عمل کرتا ہوں آگے چل کر معلوم ہو جائے گا کہ انجام کس کا اچھا ہوتا ہے۔ میرا یا تمہارا اتنی بات البتہ ضرور سچ ہے کہ ظالم کبھی نہیں پھلتے پھولتے۔ آخر میں انہیں سر پکڑ کر رونا ہی پڑتا ہے۔ جن لوگوں سے یہ کہا گیا ہے وہ مکہ کے کافر ہیں اور اس وقت کوئی آثار نہ تھے کہ یہ کھاتے پیتے طاقتور لوگ بھی نیچا دیکھ سکتے ہیں۔ لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد دنیا نے دیکھ لیا کہ وہ ذات جس کا شروع میں بچہ بچہ مخالف تھا جس کا نام لینا دوبھر تھا جس کے حامی اور مددگاروں کو طرح طرح سے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا جس کی دشمنی ہر ایک کرتا تھا جس کو وطن سے نکلنے پر مجبور کیا گیا۔ خدا نے اسے غلبہ دیا۔ لاکھوں دلوں پر اس کی سلطنت ہو گئی اپنی زندگی ہی میں وہ تمام جزیرۂ نما عرب کا مالک ہو گیا اور منکرین کا جو انجام ہوا وہ بھی سب نے دیکھ لیا کہ سرزمین عرب سے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ یہ تو دنیا میں ان کے کرتوتوں کا پھل تھا۔ ابھی اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد آخرت میں ان کا جو حشر ہو گا وہ الگ رہا اس آیت کا کہنا دنیا میں تو سچ ہو ہی چکا یقیناً آخرت میں بھی سچ ہو گا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو انجام کی خیر خوبی نصیب فرماویں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے عذاب سے محفوظ فرماویں۔ اعمال صالحہ کی ہم سب کو ہدایت فرماویں۔ اور اپنی رحمت سے ہم سے وہ کام لے لیں جن سے یا اللہ آپ راضی ہوں اور ان کاموں سے ہمیں بچا لیں جن سے آپ ناراض ہوں۔ یا اللہ بیشک آپ کے انبیاء اور رسل نے دنیا والوں کو آپ کے احکام سے پوری طرح آگاہ کر دیا اور کسی کے لئے آپ کے احکام سے بے خبر رہنے کا عذر باقی نہیں رہا۔ اب جو بھی آپ کے احکام سے روگردانی کرے گا وہ اس کی سزا بھگتے گا۔ یا اللہ جب آپ نے اپنے کرم سے ہم کو اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور خاتم الانبیاءؐ جیسے نبی عطا فرمائے تو ہم کو اپنے ان انعامات کی سچی قدر دانی کی توفیق بھی عطا فرمائیے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا مطیع اور فرمانبردار امتی ہو کر زندہ رہنے اور اس پر مرنے کی سعادت نصیب فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

16

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا

وَجَعَلُوْا	لِلّٰهِ	مِمَّا	ذَرَاَ	مِنَ الْحَرْثِ	وَالْاَنْعَامِ	نَصِيْبًا	فَقَالُوْا	هٰذَا	لِلّٰهِ	بِزَعْمِهِمْ	وَهٰذَا
اور انہوں نے ٹھہرالیا	اللہ کیلئے	اس سے جو	اس نے پیدا کیا	کھیتی سے	اور مویشی	ایک حصہ	پس انہوں نے کہا	یہ	اللہ کیلئے	اپنے خیال میں	اور یہ

اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ کا مقرر کیا اور بزعمِ خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے

لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى

لِشُرَكَآئِنَا	فَمَا	كَانَ	لِشُرَكَآئِهِمْ	فَلَا	يَصِلُ	اِلَى	اللّٰهِ	وَمَا	كَانَ	لِلّٰهِ	فَهُوَ	يَصِلُ	اِلٰى
ہمارے شریکوں کیلئے	پس جو	ہے	انکے شریکوں کیلئے	تو نہیں	پہنچتا	طرف۔کو	اللہ	اور جو	ہے	اللہ کیلئے	تو وہ	پہنچتا ہے	طرف (کو)

پھر جو چیز اُن کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ کی طرف نہیں پہنچتی ،اور جو چیز اللہ کی ہوتی ہے وہ اُنکے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے،

شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ

شُرَكَآئِهِمْ	سَآءَ	مَا يَحْكُمُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	زَيَّنَ	لِكَثِيْرٍ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ	قَتْلَ	اَوْلَادِهِمْ
انکے شریک	بُرا ہے	جو وہ فیصلہ کرتے ہیں	اور اسی طرح	آراستہ کردیا ہے	بہت کیلئے	سے	مشرک (جمع)	قتل	انکی اولاد

انہوں نے کیا بُری تجویز نکال رکھی ہے۔اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں انکے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ

شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ

شُرَكَآؤُهُمْ	لِيُرْدُوْهُمْ	وَ	لِيَلْبِسُوْا	عَلَيْهِمْ	دِيْنَهُمْ	وَلَوْ شَآءَ	اللّٰهُ	مَا فَعَلُوْهُ
انکے شریک	تاکہ وہ انہیں ہلاک کردیں	اور	گڈمڈ کردیں	ان پر	انکا دین	اور اگر چاہتا	اللہ	وہ نہ کرتے

وہ ان کو برباد کریں اور تاکہ اُن کے دین میں گڑبڑی ڈال دیں، اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ اُن کو اور جو کچھ یہ

	فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾	فَذَرْهُمْ	وَمَا	يَفْتَرُوْنَ	
	غلط باتیں بنا رہے ہیں یوں ہی رہنے دیجئے۔	سو تم انہیں چھوڑ دو	اور جو	وہ جھوٹ باندھتے ہیں	

ان کفار ومشرکین کے چند اعتقادی اور عملی ظلم بیان کئے جاتے ہیں جو ان میں رائج تھے اور جن کو انہوں نے مذہب اور وسیلہ نجات سمجھ رکھا تھا۔

مشرکین کی شرکیہ رسموں کی تردید

ایام جاہلیت میں مشرکین عرب میں بہت سی شرکیہ وکفریہ رسمیں رائج تھیں جن کا کہ ان آیات میں اور آئندہ آیات میں رد فرمایا گیا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان کے لئے اللہ نے اپنی قدرت سے ہری بھری کھیتیاں اور مویشی پیدا کئے اور ان چیزوں کے پیدا کرنے میں ان کے جھوٹے معبودوں اور بتوں وغیرہ کا کوئی دخل نہیں پھر بھی ان کی عقل دیکھو کہ اللہ سے زیادہ اپنے بنائے ہوئے فرضی معبودوں کا خیال کرتے ہیں۔ انہوں نے اس کھیتی میں سے جس کو اللہ نے پیدا کیا ہے اور اس وجہ سے وہ اس کل کا مالک ہے۔ صرف ایک حصہ اللہ کا لگایا اور اپنے گمان باطل کے مطابق کہا کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا۔ پھر غضب یہ کہ جو حصہ ان کے معبودوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں مل سکتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے

معبودوں کو پہنچ جاتا ہے۔ مشرکین جب کھیتی کاٹ کر غلہ جمع کرتے تو ایک حصہ تو خدا کا لگاتے اور ایک حصہ بتوں کے نام کا۔ اللہ کے نام کا حصہ غربا فقراء اور مساکین پر تقسیم کرتے اور بتوں کے نام کا حصہ بت خانہ کے پجاریوں اور نگہبانوں اور خادموں پر صرف کیا کرتے۔ اگر حصہ لگاتے ہوئے خدا کے حصہ میں کچھ بتوں کے حصہ کا گر جاتا تو اس کو فوراً نکال لیتے لیکن اگر بتوں کے حصہ میں خدا کا حصہ کچھ گر جاتا تو اس کو رہنے دیتے اور کہتے کہ خدا کو کیا ضرورت ہے۔ کبھی ایسا کرتے کہ اللہ کے حصہ میں کچھ بڑھیا مال چلا گیا اور بت کے حصہ میں گھٹیا تو اسے بدل دیتے اور گھٹیا اللہ کی طرف اور بڑھیا بتوں کی طرف کر دیتے اس پر خدا تعالیٰ اپنی ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں کہ یہ کیسی بے انصافی اور کیسی بری تقسیم کرتے ہیں اولاً تو یہ تقسیم ہی حماقت کی علامت ہے کہ سب چیزیں خدا کی پیدا کی ہوئی اسی کی ملکیت پھر ان میں سے دوسرے کے نام کی کسی چیز کو کرنے والا کون؟ جو خدا لاشریک ہے اس کے شریک ٹھہرانے کا انہیں کیا منصب؟ پھر اس ظلم کو دیکھو کہ خدا کے حصہ میں سے تو بتوں کو پہنچ جائے اور بتوں کے حصہ میں سے خدا کو نہ پہنچ سکے۔

الغرض ایک رسم جاہلیت کی مشرکین کی یہ تھی کہ وہ اپنی کھیتی اور مویشی میں ایک حصہ بطور نذر نیاز کے خدا کے نام کا نکالتے اور ایک حصہ اپنے بتوں کے نام کا جس کی تردید فرمائی گئی کہ یہ فیصلہ سراسر حماقت وجہالت ہے۔

قتل اولاد کی ظالمانہ رسم کی تردید

اب آگے ایک دوسری رسم اور شیطانی کارنامہ قتل اولاد کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جیسے شیطانوں نے انہیں اس راہ پر لگا دیا ہے کہ اگر وہ خدا کے لئے خیرات نکالیں تو اپنے معبودوں کے نام کا بھی حصہ نکالیں اسی طرح شیاطین نے انہیں اس راہ پر لگا دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو بے وجہ قتل کریں۔ کوئی اس وجہ سے کہ ہم اسے کھلائیں گے کہاں سے؟ کوئی اس وجہ سے کہ ان بیٹیوں کی بناء پر ہم کسی کے خسر بنیں گے اور بعض اوقات منت مانتے تھے کہ اتنے بیٹے ہو جائیں گے یا فلاں مراد پوری ہوگی تو ایک بیٹا فلاں بت کے نام پر ذبح کریں گے پھر اس ظلم و بے رحمی کو بڑی عبادت اور قربت سمجھتے تھے۔ شاید یہ رسم شیطان نے سنت خلیل اللہ کے جواب میں سمجھائی ہوگی۔ یہود میں بھی مدت تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت وقربت کے جاری رہی ہے جس کا انبیائے بنی اسرائیل نے بڑے شدومد سے رد کیا۔ تو اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں عربوں میں یہ بدترین طریقہ رائج پا گیا تھا کہ لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر ان کے چہرے سیاہ کر دیتی اور ان کے منہ سے یہ نہ نکلتا تھا کہ میرے ہاں لڑکی پیدا ہوئی ہے اس لئے لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے اگر کوئی لڑکی ماں کے چھپانے سے شروع میں بچ جاتی اور پھر بڑی ہو جاتی اور باپ کو معلوم ہو جاتا کہ یہ زندہ ہے تو وہ کسی بہانہ سے اس کو جنگل میں لے جاتا اور گڑھا کھود کر اس میں دبا دیتا۔ وہ ہر چند روتی اور رحم کی درخواست کرتی مگر اس ظالم وجاہل کو رحم نہ آتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا واقعہ

یہاں موقع کی مناسبت سے سیرت کی کتابوں میں جو واقعہ حضرت عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے تقرب الٰہی کے لئے ذبح کرنے کا لکھا ہے وہ اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس فرزند عطا فرمائے گا تو وہ ایک بیٹے کو تقرب الٰہی کے لئے قربان کر دیں گے۔ چنانچہ جب عبدالمطلب کے گھر دس فرزند پیدا ہو چکے تب انہوں نے اپنی منت پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ قرعہ ڈالا گیا تو حضرت عبداللہ کے نام نکلا جو عبدالمطلب کے بڑے پیارے اور سب سے چہیتے فرزند تھے۔ جن کو کہ حضور کا والد ماجد ہونا تھا۔ حضرت عبداللہ نے باپ کی خوشنودی اور مرضات الٰہی کے لئے قربان ہونا منظور کر لیا لیکن ابوطالب نے اپنے برادر شفیق کے لئے مزاحمت کی۔ حضرت عبداللہ کے ننھیال بھی اس مزاحمت میں شامل ہو گئی۔ آخر فیصلہ ہوا کہ ایک مشہور کاہنہ جو کچھ کہہ دے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ کاہنہ نے کہا کہ قرعہ اونٹوں پر ڈالنا چاہئے اور جب عبداللہ کو چھوڑ کر اونٹوں کا قرعہ نکلے اتنے اونٹ قربانی کر دینے چاہئیں۔ چنانچہ قرعہ کا آغاز دس اونٹوں سے کیا گیا مگر نام حضرت

عبداللہ کا نکلا' پھر بیس اونٹوں کے ساتھ قرعہ اندازی کی گئی تو پھر حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔اسی طرح ۳۰' ۴۰' ۵۰' ۶۰' ۷۰' ۸۰' ۹۰ تک بڑھاتے گئے۔ ہر دفعہ حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔لیکن جب اونٹوں کی تعداد ایک سو کر دی گئی تب قرعہ اونٹوں کا نکل آیا اور عبدالمطلب نے بیٹے کے فدیہ اور اپنی منت کے بدلے میں سو اونٹ قربان کر دیئے۔تو یہ رسم اس زمانہ تک ہر ایک ملک میں پائی جاتی تھی۔ ہند' یونان' مصر' ایران' چین' افریقہ' ان تمام ممالک میں برابر جاری تھی۔اللہ عزوجل نے احسان فرمایا کہ عبدالمطلب کو بھی ایفائے نذر سے سرخرو کیا اور حضرت عبداللہ کو بھی بچایا۔اس واقعہ سے پیشتر عرب میں انسانی خون بہا کے لئے دس اونٹ مقرر تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت یعنی خون بہا کی مقدار عام طور پر سو اونٹ ہو گئی گویا عبدالمطلب کے خلوص اور سردار عبداللہ کی اطاعت پدری کا یہ نتیجہ نکلا کہ سارے ملک میں انسان کی قدر و قیمت بڑھ گئی اور اس طرح یہ واقعہ تمام ملک اور بنی نوع انسان کے لئے برکت کا موجب بن گیا۔ بیشک جس گرامی سردار کے فرزند ارجمند کو رحمۃ اللعالمین بننا تھا ان کے آبائے کرام کا بھی بنی نوع انسان کے لئے ایسا ہی محسن ہونا ضروری تھا۔سردار عبداللہ کا انتقال ۲۵ سال کی عمر میں اس وقت ہوا جب کہ نبی آخر الزمانؐ ہنوز شکم مادر ہی میں تھے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو اسلام کے سیدھے اور سچے راستہ پر چلائیں اور خود ساختہ رسمیں جو دین یا دنیا کی لوگوں نے رائج کر رکھی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں بچائیں۔

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں جو کچھ آپ نے نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں ان کو آپ کا عطیہ سمجھ کر آپ کی مرضیات کے حصول کا ذریعہ بنانے کی توفیق ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ ان نعمتوں کی حق تلفی اور ناشکری سے ہم کو بچایئے اور ہر نعمت کی صحیح شکر گزاری نصیب فرمایئے۔

یا اللہ خلاف سنت جو رسمیں اس وقت امت میں رائج ہو گئی ہیں ان سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو بچنا نصیب فرمایئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ

وَقَالُوْا	هٰذِهٖ	اَنْعَامٌ	وَحَرْثٌ	حِجْرٌ	لَا يَطْعَمُهَآ	اِلَّا	مَنْ	نَّشَآءُ	بِزَعْمِهِمْ	وَاَنْعَامٌ	حُرِّمَتْ
اور انہوں نے کہا	یہ	مویشی	اور کھیتی	ممنوع	اسے نہ کھائے	مگر	جس کو	ہم چاہیں	انکے جھوٹے خیال کے مطابق	اور کچھ مویشی	حرام کی گئی

اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مواشی ہیں اور کھیت ہیں جنکا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں انکو کوئی نہیں کھا سکتا سوائے انکے جنکو ہم چاہیں اور مواشی ہیں

ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا

ظُهُوْرُهَا	وَاَنْعَامٌ	لَا يَذْكُرُوْنَ	اسْمَ اللّٰهِ	عَلَيْهَا	افْتِرَآءً	عَلَيْهِ	سَيَجْزِيْهِمْ	بِمَا
انکی پیٹھ (جمع)	اور کچھ مویشی	وہ نہیں لیتے	نام اللہ کا	اس پر	جھوٹ باندھتے ہیں	اس پر	ہم جلد انہیں سزا دینگے	انکی جو

جن پر سواری یا بار برداری حرام کردی گئی ہے اور مواشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر ابھی اللہ تعالیٰ انکو انکے افتراء کی سزا

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓي

كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ	وَقَالُوْا	مَا	فِيْ بُطُوْنِ	هٰذِهِ	الْاَنْعَامِ	خَالِصَةٌ	لِّذُكُوْرِنَا	وَمُحَرَّمٌ	عَلٰي
جھوٹ باندھتے تھے	اور انہوں نے کہا	جو	پیٹ میں	اس	مویشی (جمع)	خالص	ہمارے مردوں کیلئے	اور حرام	پر

دیئے دیتا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کیلئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اسمیں

اَزْوَاجِنَا ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ

اَزْوَاجِنَا	وَاِنْ	يَكُنْ	مَيْتَةً	فَهُمْ	فِيْهِ	شُرَكَآءُ	سَيَجْزِيْهِمْ	وَصْفَهُمْ	اِنَّهٗ	حَكِيْمٌ
ہماری عورتیں	اور اگر	ہو	مُردہ	تو وہ سب	اسمیں	شریک	وہ جلد انکو سزا دے گا	انکا باتیں بنانا	بیشک وہ	حکمت والا

سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ انکو انکی غلط بیانی کی سزا دیئے دیتا ہے، بلاشبہ وہ حکمت والا ہے وہ بڑا علم والا ہے۔ واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی

عَلِيْمٌ ۝ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

عَلِيْمٌ	قَدْ خَسِرَ	الَّذِيْنَ	قَتَلُوْٓا	اَوْلَادَهُمْ	سَفَهًا	بِغَيْرِ عِلْمٍ	وَحَرَّمُوْا	مَا	رَزَقَهُمُ	اللّٰهُ
جاننے والا	البتہ گھاٹے میں پڑے	وہ لوگ جنہوں نے	انہوں نے قتل کیا	اپنی اولاد	بیوقوفی سے	بے خبری (نادانی)	اور حرام ٹھہرایا	جو	انہیں دیا	اللہ

اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو دیں تھیں ان کو حرام کر لیا محض اللہ پر افتراء باندھنے کے

افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝

افْتِرَآءً	عَلَى اللّٰهِ	قَدْ ضَلُّوْا	وَمَا كَانُوْا	مُهْتَدِيْنَ
جھوٹ باندھتے ہوئے	اللہ پر	یقیناً وہ گمراہ	اور وہ نہ تھے	ہدایت پانے والے

طور پر۔ بیشک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے۔

چند اور شرکیہ رسموں کی تردید

ان آیات میں بھی ان کی چند اور بیہودہ رسمیں اور کام بیان کئے گئے ہیں جن کو انہوں نے اپنا دین بنا رکھا تھا۔ مثلاً کسی جانور اور کسی کھیت کو بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے۔ اور ان کے کھانے کی عام اجازت نہ تھی۔ کسی کے لئے یہ تھا کہ اس کو عورتیں نہ کھائیں۔ یا شادی شدہ نہ کھائیں۔ کنواری یا بیوہ نہ کھائیں۔ یا یہ کہ صرف مرد کھائیں یا جوان کھائیں بچے اور بوڑھے نہ کھائیں یا اس کے برعکس اسی طرح بعض جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ کہ ان پر کوئی سواری نہ کرے۔ بعض کا دودھ نکالتے وقت یا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام نہ لیتے اس ڈر سے کہ کہیں بتوں کے ساتھ اس میں خدا کا حصہ نہ ہو جائے۔ پھر غضب یہ کہ ان سب باتوں کو اللہ کا حکم بتاتے تھے کہ ہم کو ایسا کرنے کا حکم اللہ نے دیا ہے۔ اسی طرح بتوں کے نام پر آزاد کئے ہوئے جانور جن کے نام بحیرہ' سائبہ' حام' اور وصیلہ ہوتے تھے اگر کوئی بچہ جنیں تو اس کا کھانا عورتوں کو منع بتلاتے تھے اور یہ کہ اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہو تو اسے مرد عورت سب کھا سکتے ہیں۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ اس کی وجہ؟ تو کہتے کہ اللہ کا یہی حکم ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ ان کا یہ کہنا بڑی گستاخی ہے اور وہ انہیں اس کی سزا دے گا۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ ان کے گناہ سراسر ان کے نقصان کا باعث ہیں۔ ایک تو نادانی اور جہالت سے اپنی اولاد کو قتل کرنا خواہ وہ بتوں پر قربانی کے طور پر ہو یا تنگدستی کے خوف سے ہو یا ننگ و عار کے ڈر سے ہو جیسا کہ مشرکین لڑکیوں کی بابت خیال کرتے تھے۔ کہ ان کی دوسرے سے شادی ہوگی اور یہ ان کے لئے باعث شرم ہے۔ یہ ان کی حماقت اور جہالت اور سنگدلی اور بے رحمی کا نتیجہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے اپنی ہی اولاد کو قتل کیا۔ دنیا میں اولاد سے محروم ہوئے اور آخرت کا عذاب سر پر رکھا گیا اس طرح دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھایا۔ پھر یہ کہ اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو حرام کر لینا اور پھر یہ جھوٹ کہنا کہ اللہ نے حرام کیا ہے۔ یہ سب باتیں یقیناً گمراہی کی ہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو لوگ ان ناشائستہ افعال اور بیہودہ خیالات میں مبتلا ہیں سب زیاں کار' بے علم اور بے عقل ہیں اور خدا پر جھوٹ اور افترا کرنے والے گمراہ ہیں۔

آج کل کی بعض غلط رسمیں

اسلام کا اصل سبق جو وہ انسان کو سکھانا چاہتا ہے توحید ہے اور اس سورۃ میں اسی کو خوب واضح کیا گیا ہے اور توحید کو ذہن نشین کرایا گیا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ مسلمان کو توحید پر سختی سے قائم رہنا چاہئے اور ایسی چیز کے پاس بھی نہ پھٹکنا چاہئے جس سے توحید میں ذرا سا بھی خلل آتا ہو۔ آج کل بعض مسلمانوں نے بھی بہت سی غیر شرع رسوم کی پابندیاں اپنے اوپر لازم کر رکھی ہیں اور بعض اسی قسم کی خرافات میں مبتلا ہیں۔ جن کی تردید ان آیات میں کی گئی ہے مثلاً جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ حضرت بی بی فاطمہؓ کے فاتحہ اور صحنک کے کھانے میں بعض جہلا نے یہ بھی قید لگائی ہے کہ مرد نہیں کھا سکتے اور ہر عورت بھی نہ کھائے۔ کوئی پاک صاف نیک بخت عورت کھائے اور نہ وہ عورت کھائے جس نے اپنا دوسرا نکاح کر لیا ہو (بہشتی زیور حصہ ششم) ظاہر ہے کہ یہ پابندیاں اور شرائط اور خصوصیات بالکل ایسی ہی ہیں جس کی تردید ان آیات میں فرمائی گئی ہے اور یہ پابندیاں غیر شرعی اصول کے بالکل خلاف ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں غیر شرع رسموں سے کامل طور پر بچنے کی توفیق نصیب فرمائیں اور قرآنی احکام کی پوری پابندی ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ توحید کامل ہم سب کو نصیب فرماویں اور شرک کی ملاوٹ سے ہمارے ایمانوں کو محفوظ فرماویں۔ یا اللہ اسلام اور قرآن نے جس توحید کا سبق سکھایا ہے وہی خالص توحید ہم کو نصیب فرما۔ اور اسی پر استقامت عطا فرما۔ یا اللہ اس وقت مسلمانوں میں بھی بہت سی غیر شرع رسوم پھیلی ہوئی ہیں جن کے مٹنے کی غیب سے صورت ظاہر فرمادے اور سنت کا اتباع ظاہراً و باطناً ہم کو نصیب فرمادے۔ یا اللہ ہم سے گذشتہ میں جتنی تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر صحیح اور سچی توبہ کی توفیق عطا فرمادے اور ہمارے اسلام و ایمان کو ہر طرح کی کجی و گمراہی سے محفوظ فرمادے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ

وَهُوَ	الَّذِيْٓ	اَنْشَاَ	جَنّٰتٍ	مَّعْرُوْشٰتٍ	وَ	غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ	وَالنَّخْلَ	وَالزَّرْعَ	مُخْتَلِفًا	اُكُلُهٗ
اور وہ	جس نے	پیدا کئے	باغات	چڑھائے ہوئے	اور	نہ چڑھائے ہوئے	اور کھجور	اور کھیتی	مختلف	اسکے پھل

اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور کھجور کے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی

وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ

وَالزَّيْتُوْنَ	وَالرُّمَّانَ	مُتَشَابِهًا	وَ	غَيْرَ مُتَشَابِهٍ	كُلُوْا	مِنْ	ثَمَرِهٖٓ	اِذَآ	اَثْمَرَ	وَاٰتُوْا	حَقَّهٗ
اور زیتون	اور انار	مشابہ (ملتے جلتے)	اور	غیر مشابہ (جدا جدا)	کھاؤ	سے	اسکے پھل	جب	وہ پھل لائے	اور ادا کرو	اسکا حق

چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ

يَوْمَ حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۱۴۱ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ

يَوْمَ حَصَادِهٖ	وَلَا تُسْرِفُوْا	اِنَّهٗ	لَا يُحِبُّ	الْمُسْرِفِيْنَ	وَ	مِنَ	الْاَنْعَامِ	حَمُوْلَةً	وَّفَرْشًا
اسکے کاٹنے کے دن	اور بیجا خرچ نہ کرو	بیشک وہ	پسند نہیں کرتا	بیجا خرچ کرنیوالے	اور	سے	چوپائے	باربردار (بڑے بڑے)	اور زمین سے لگے ہوئے

نکل آوے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اسکے کاٹنے کے دن دیا کرو، اور حد سے مت گذرو، یقیناً وہ حد سے گذرنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور مواشی میں

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۱۴۲

كُلُوْا	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ	وَ	لَا تَتَّبِعُوْا	خُطُوٰتِ	الشَّيْطٰنِ	اِنَّهٗ	لَكُمْ	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ
کھاؤ	اس سے جو	دیا تمہیں	اللہ	اور	نہ پیروی کرو	قدم (جمع)	شیطان	بیشک وہ	تمہارا	دشمن	کھلا

اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے، جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ہم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو، بلاشک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

سب چیز اللہ کی پیدا کردہ ہے حلال وحرام کے فیصلہ کا حق بھی اسی کو ہے

گذشتہ آیات کی طرح ان آیات میں بھی مشرکین کے خودساختہ اور اپنے گھڑے ہوئے احکام پر قدرے تفصیل کے ساتھ رد فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جا رہا ہے کہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ کھیتیاں، باغات، چمن سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ کافروں کو کوئی حق نہیں کہ حرام حلال کی تقسیم از خود کر دیں اور اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو تعظیم وتکریم کریں اور اپنے غلوں، پھلوں اور کھانوں میں بتوں کے نام کا حصہ نکالیں حالانکہ ان جھوٹے معبودوں نے نہ کچھ پیدا کیا اور نہ کر سکتے ہیں۔ اللہ ہی نے زمین سے سب کچھ پیدا کیا۔ اسی نے باغات پیدا کئے جس میں ہر قسم کا سبزہ اور درخت اگائے۔ کہیں ٹٹیوں پر بیلیں چڑھائی جاتی ہیں۔ کہیں تنہ اور ڈنڈی پر درخت اور پودے قائم ہوتے ہیں۔ اسی نے کھجور کے درخت اور مختلف قسم کی کھیتیاں اور پھل پھلار بھی پیدا کئے ہیں جن میں سے ہر ایک کی لذت جدا جدا ہے اور زیتون اور انار بھی پیدا کئے دیکھنے میں بعض پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے مگر پھلوں کے ذائقہ کے لحاظ سے الگ الگ اور حکم عام دیدیا کہ جب پھل آئیں تو تم خود بھی کھاؤ اور مساکین کو بھی واجبی حق ادا کرو اور فضول اور بے موقع خرچ مت کرو۔ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ خدا کا دوست وہ ہے جو حدود شریعت کے اندر رہ کر خرچ کرے۔

زمین کی پیداوار میں عشر کا حکم

مفسرین نے لکھا ہے کہ ابتداء مکہ معظمہ میں کھیتی اور باغ کی پیداوار میں سے کچھ حصہ نکالنا واجب تھا جو مساکین و فقراء پر صرف کیا جاتا تھا۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر اس کی مقدار وغیرہ کی تعین و تفصیل کر دی گئی۔ یعنی بارانی زمین کی پیداوار میں دسواں حصہ اور جس میں پانی دیا جائے بیسواں حصہ واجب ہے۔

جانور اللہ نے پیدا کئے ہیں
انہیں بتوں کی بھینٹ نہ چڑھاؤ

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اسی خدا نے تمہارے لئے چوپائے پیدا کئے ان میں سے بعض تو بوجھ ڈھونے والے ہیں۔ جیسے اونٹ خچر گھوڑے گدھے وغیرہ اور بعض پستہ قد ہیں جیسے بکری بھیڑ وغیرہ پھر اخیر میں فرمایا جاتا ہے کہ خدا کی روزی کھاؤ۔ پھل اناج گوشت وغیرہ اور شیطانی راہ نہ چلو۔ اس کی تابعداری نہ کرو جیسے مشرکوں نے خدا کی چیزوں میں از خود حلال حرام کی تقسیم کر دی۔ تم یہ کر کے شیطان کے ساتھی نہ بنو وہ تمہارا دشمن ہے اسے دوست نہ سمجھو۔ وہ تو اپنے ساتھ تمہیں بھی خدا تعالیٰ کے عذاب میں پھنسانا چاہتا ہے۔ دیکھو کہیں اس کے بہکانے میں نہ آ جانا۔ اس دشمن کو بھولے سے بھی اپنا دوست اور خیر خواہ نہ سمجھنا اس کی ذریت اور اس کے پیروؤں سے بھی بچنا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بارے میں تین حکم

یہاں ان تمام اقسام کے درختوں اور پھلوں کی نعمت کا ذکر فرما کر انسان کو تین حکم دیئے گئے۔ پہلا حکم تو خود انسان کی اپنی خواہش اور نفس کے تقاضہ کو پورا کرنے والا ہے یعنی فرمایا كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ یعنی ان درختوں اور کھیتوں و باغوں کے پھلوں کو کھاؤ جب وہ پھل دار ہو جائیں یعنی یہ اللہ ہی کی قدرت کے کرشمے اور اُسی کی رحمت و عنایت کے نمونہ ہیں کہ اس نے یہ چیزیں تمہاری غزا اور لذت کے لئے پیدا کیں لہذا تم اس کے پھل کھاؤ جبکہ وہ پھل لاوے اور اس کی قدرت کو جانو اور اس کی نعمت کی قدر کرو اور منعم کا شکر کرو۔

دوسرا حکم یہ دیا گیا وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ یعنی کھیتی کٹنے یا پھل توڑنے کے وقت اس کا حق بھی ادا کیا کرو۔ حق سے مراد جمہور علماء کے نزدیک غرباء و مساکین پر صدقہ و خیرات کرنا ہے۔ لیکن بعض مفسرین اور ائمہ کا قول ہے کہ اس میں تمام صدقہ و خیرات بھی شامل ہے اور وہ صدقہ جو زمین کی زکوٰۃ یا عشر کہلاتا ہے وہ بھی شامل ہے یعنی بارانی زمین کی پیداوار کا دسواں حصہ اور جہاں کنویں یا نہری پانی خرید کر اس سے سیراب کیا جائے تو اس میں پیداوار کا بیسواں حصہ بطور زکوٰۃ واجب ہے۔

اور تیسرا حکم یہ دیا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ یعنی اسراف یا فضول خرچ مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ حدود شریعت سے تجاوز کرنا یا ناجائز باتوں میں صرف کرنا اسراف ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ معلوم ہوا کہ خدا کا دوست وہ ہے جو حدود شرع کے اندر رہ کر خرچ کرے اور اسراف نہ کرے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو شریعت کے جملہ احکام کے اتباع کی توفیق نصیب فرماویں۔ شیطان کے نقش قدم پر نہ چلنے کی نصیحت و حکم جو فرمایا گیا ہے اس پر ہم کو کاربند بنائیں۔ شیطان کی گمراہیوں سے ہم سب کو کامل طور پر محفوظ رکھیں اور اپنی جملہ مخلوقات سے اپنی ذات و صفات کی معرفت عطا فرماویں۔ یا اللہ آپ نے جو حقوق ہمارے مالوں میں مسکینوں کے رکھے ہیں ہم کو ان حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب ہو اور ہم آپ کو خوش کرنے کے لئے آپ کے راستہ میں اپنا مال خوش دلی سے خرچ کرنے والے ہوں۔ یا اللہ شیطانی وسواس اور گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمائیے اور ہر معاملہ میں ہم کو قرآن و سنت کے احکام کی پابندی نصیب فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ

ثَمٰنِيَةَ	اَزْوَاجٍ	مِنَ	الضَّاْنِ	اثْنَيْنِ	وَ	مِنَ	الْمَعْزِ	اثْنَيْنِ	قُلْ	آٰلذَّكَرَيْنِ	حَرَّمَ	اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ
آٹھ	جوڑے	سے	بھیڑ	دو	اور	سے	بکری	دو	پوچھیں	کیا دونوں نر	حرام کئے	یا دونوں مادہ

(اللہ نے) آٹھ نر و مادہ (پیدا کئے)۔ بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے

اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ

اَمَّا	اشْتَمَلَتْ	عَلَيْهِ	اَرْحَامُ	الْاُنْثَيَيْنِ	نَبِّئُوْنِيْ	بِعِلْمٍ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ	وَ	مِنَ	الْاِبِلِ
یا جو	لپٹ رہا ہو	اس پر	رحم (جمع)	دونوں مادہ	مجھے بتاؤ	کسی علم سے	اگر	تم	سچے	اور	سے	اونٹ

یا دونوں مادہ کو یا اس کو جسکو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں، تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو۔ اور اونٹ میں دو قسم

اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ آٰلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ

اثْنَيْنِ	وَمِنَ	الْبَقَرِ	اثْنَيْنِ	قُلْ	آٰلذَّكَرَيْنِ	حَرَّمَ	اَمِ	الْاُنْثَيَيْنِ	اَمَّا	اشْتَمَلَتْ
دو	اور سے	گائے	دو	آپ پوچھیں	کیا دونوں نر	اس نے حرام کئے	یا	دونوں مادہ	یا جو	لپٹ رہا ہو

اور گائے میں دو قسم، آپ کہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اسکو جسکو دونوں

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاۗءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِھٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

عَلَيْهِ	اَرْحَامُ	الْاُنْثَيَيْنِ	اَمْ	كُنْتُمْ	شُهَدَاۗءَ	اِذْ	وَصّٰىكُمُ	اللّٰهُ	بِھٰذَا	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ
اس پر	رحم (جمع)	دونوں مادہ	کیا	تم تھے	موجود	جب	تمہیں حکم دیا	اللہ	اس	پس کون	بڑا ظالم	اس سے جو

مادہ پیٹ میں لئے ہوں، کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تمکو اسکا حکم دیا، تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل

افْتَرٰى عَلَي اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۴﴾

افْتَرٰى	عَلَي اللّٰهِ	كَذِبًا	لِّيُضِلَّ	النَّاسَ	بِغَيْرِ	عِلْمٍ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ
بہتان باندھے	اللہ پر	جھوٹ	تاکہ گمراہ کرے	لوگ	بغیر	علم	بیشک	اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظلم کرنے والے

جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے، یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہیں دکھلاتا۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰي طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا

قُلْ	لَّآ اَجِدُ	فِيْ	مَآ اُوْحِيَ	اِلَيَّ	مُحَرَّمًا	عَلٰي	طَاعِمٍ	يَّطْعَمُهٗٓ	اِلَّآ	اَنْ يَّكُوْنَ	مَيْتَةً	اَوْ دَمًا
فرمادیجئے	میں نہیں پاتا	میں	جو وحی کی گئی	میری طرف	حرام	پر	کوئی کھانے والا	اسکو کھائے	مگر	یہ کہ ہو	مُردار	یا خون

آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ہیں اُن میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کیلئے جو اسکو کھاوے مگر یہ کہ وہ مُردار ہو یا یہ کہ بہتا خون ہو

مَسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ

مَسْفُوْحًا	اَوْ لَحْمَ	خِنْزِیْرٍ	فَاِنَّهٗ	رِجْسٌ	اَوْ فِسْقًا	اُهِلَّ	لِغَیْرِ اللّٰهِ	بِهٖ	فَمَنِ	اضْطُرَّ	غَیْرَ بَاغٍ
بہتا ہوا	یا گوشت	سؤر	پس وہ	ناپاک	یا گناہ کی چیز	پکارا گیا	غیر اللہ کا نام	اس پر	پس جو	لاچار ہو جائے	نہ نافرمانی کرنیوالا

یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو، پھر جو شخص بیتاب ہو جاوے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو

وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾

وَّلَا عَادٍ	فَاِنَّ	رَبَّكَ	غَفُوْرٌ	رَّحِیْمٌ
اور نہ سرکش	تو بیشک	تیرا رب	بخشنے والا	نہایت مہربان

اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور رحیم ہے۔

جانوروں کی حلت وحرمت کے بارے میں مشرکین کے موقف کا بطلان

اسلام سے پہلے مشرکین عرب کی حالت [illegible] رعقیدوں کا یہ حال بیان ہوتا چلا آ رہا ہے کہ انہوں نے چوپائے جانوروں کی تقسیم کر کے اپنے طور پر بہت سے حلال بنائے تھے اور بہت سے حرام کر لئے تھے۔ جیسے بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، اور حام جن کا ذکر سورۂ مائدہ میں آ چکا ہے۔ اسی طرح کھیت اور باغات میں بھی تقسیم کر دی تھی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے باغات اور طرح طرح کے درخت اور مختلف پھل پیدا کئے اور ان کے کھانے کی عام اجازت دی۔ اسی طرح مشرکین نے چار پایوں میں ناجائز رسوم کو دخل دے رکھا تھا۔ عرب میں چار قسم کے جانور لوگوں کے پاس زیادہ تھے۔ بھیڑ، بکری، اونٹ و گائے۔ ان کے نر مادہ لئے جائیں تو آٹھ قسم ہوتی ہیں۔ یہی کثیر الاستعمال تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں انہی آٹھ قسموں کی صراحت فرما دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ ان سے پوچھئے کہ ان میں سے خدا نے نر کو حرام کیا ہے یا مادہ کو یا پیٹ کے بچہ کو؟ اگر اس نے نہیں کیا تو تمہیں کیا حق ہے کہ ان میں سے کسی کو حرام یا حلال کرو۔ پھر ان مشرکین سے سوال کیا جاتا ہے کہ اچھا بتاؤ کہ تم ان جانوروں کی تحلیل وتحریم کس قاعدہ سے کرتے ہو۔ اگر تم یہ کہو کہ یہ تو اللہ کے حکم سے کی گئی ہے عقل وقیاس کو اس میں دخل نہیں اور چون وچرا کی گنجائش نہیں تو اس کا کوئی ثبوت وسند پیش کرو۔ ثبوت دو ہی قسم کا ہو سکتا ہے۔ یا تو حلال اور حرام کا علم رسول کی معرفت بذریعہ وحی ہوا ہو گا تو اس کے تو تم قائل ہی نہیں یا حق تعالیٰ نے بلاواسطہ اس کا تم کو حکم دیا ہو گا تو بتاؤ ایسا کب ہوا؟ کیا اس فرمان خدا کے وقت تم موجود تھے؟ اگر نہیں تو پھر کیوں اللہ پر بہتان تراشی کرتے ہو اور کیوں جھوٹ بول کر بے علمی کے ساتھ باتیں بنا کر خدا کی مخلوق کی گمراہی کا بوجھ اپنے اوپر لاد کر سب سے بڑھ کر ظالم بن رہے ہو اور یاد رکھو اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والوں پر راہ نہیں کھولتے۔ اب مشرکین نے کچھ چیزیں از خود حلال وحرام بنا رکھی تھیں کہ بعض حلال جانوروں کو حرام ٹھہرا رکھا تھا اور بعض حرام چیزوں کو مثلاً خون کھانے اور بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنے کو حلال بنا رکھا تھا اس لئے اب دوسرے طریقہ سے مشرکین کے قول کا رد کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کسی چیز کا حرام کرنا خدا تعالیٰ کا کام ہے جو بندوں کی مصلحت پر نظر کر کے بذریعہ وحی اس کے حرام ہونے کی خبر نبی کی معرفت دیتا ہے۔

کھانے کی چیزوں میں چار حرام چیزیں

اس لئے یہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ارشاد فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہہ دیجئے کہ جو کچھ مجھ پر وحی کیا گیا یعنی قرآن اس میں تو میں کھانے کی چیزوں میں بجز ان چار چیزوں کے اور کوئی حرام نہیں پاتا۔ اوّل میتہ یعنی مردار اور اس میں درندوں کا پھاڑا ہوا۔ لٹھ سے مارا ہوا۔ باہم لڑ کر یا ٹکرا کر مرا ہوا۔ پہاڑ سے یا بلندی سے گر کر مرا ہوا۔ دریا میں کنویں میں یا تالاب میں ڈوب کر مرا ہوا۔ گلا گھونٹ کر مارا ہوا یا کسی اور قسم کا مردار سب حرام ہے۔ دوسرے دم مسفوح یعنی وہ خون جو بہہ کر جانوروں میں سے نکلتا ہے بوقت

ذبح یا زخم یا کاٹنے سے۔ تیسرے لحم خنزیر یعنی سور کا گوشت اس میں سور کی ہڈی، بال، کھال سب شامل ہیں اور یہ سب حرام و نجس ہیں۔ چوتھے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور یعنی ان چار قسم کی چیزوں کا کھانا حرام فرمایا گیا کیونکہ وہ ناپاک اور خبیث تھیں۔

اضطرار و جبر کی حالت کا حکم

مگر شدت بھوک کی بے تابی اور جان کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو اور کوئی حلال چیز کھانے کو نہ ملے تو اس وقت جان بچانے کے لئے ان چار چیزوں میں سے بھی کھانے کی اجازت ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ ایک تو کھانے میں طالب لذت نہ ہو اور دوسرے قدر ضرورت اور حاجت سے تجاوز کرنے والا نہ ہو۔ اخیر میں فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ فرما کر اشارہ فرما دیا کہ حرام کھانا تو بہر صورت ناجائز ہے لیکن حالت اضطرار میں شرط مذکورہ کے ساتھ کھایا جائے تو اس ارتکاب حرام کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے گا۔ کیونکہ وہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

ایک بات یہاں یہ سمجھ لی جائے کہ یہاں آیت میں مطلقاً جانوروں کی حلت و حرمت کا بیان نہیں ہے کہ جو یہ شبہ ہو کہ کیا ان چار چیزوں کے علاوہ اور سب چیزیں حلال ہیں حالانکہ بعض اور جانور بھی حرام ہیں۔ بلکہ یہاں ان چیزوں کے متعلق گفتگو ہے جن میں مسلمانوں اور مشرکین میں نزاع تھا اور جن میں پہلے سے کلام ہو رہا ہے یعنی وہ حرام تھیں اور مشرکین ان کو حلال جانتے تھے یا وہ حلال تھیں اور مشرکین ان کو حرام بتلاتے تھے۔ تو اس آیت میں مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ دوسری چیزوں کی حرمت دوسری آیات سے ثابت ہے یا حدیث سے دوسری چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ دین کے معاملہ میں ہم سے جو ظلم و زیادتی گزشتہ دور میں ہو چکی اسے معاف فرما دیجئے اور آئندہ ہم کو راہ راست پر چلنے کی توفیق کاملہ نصیب فرمایئے اور شریعت مطہرہ کی ظاہر میں و باطن میں کامل پابندی نصیب فرمایئے۔

یا اللہ آپ نے جن چیزوں کو حرام فرما دیا ہے ان کے کھانے اور استعمال کرنے سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب ہو اور جن اشیاء کو آپ نے حلال فرمایا ہے ان کو کھا کر اور استعمال کر کے آپ کی شکر گزاری نصیب ہو۔

یا اللہ آپ کے سارے احکام فوائد و مصلحت کے ہوتے ہیں ہر حال میں اپنے احکام کی ہم کو پابندی اور تابعداری نصیب فرمایئے اور اکل حلال ہم کو نصیب فرمایئے اور اکل حرام سے کامل طور پر بچنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفُرٍ ۖ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ

وَعَلَى	الَّذِينَ	هَادُوا	حَرَّمْنَا	كُلَّ	ذِي ظُفُرٍ	وَ	مِنَ الْبَقَرِ	وَالْغَنَمِ	حَرَّمْنَا	عَلَيْهِمْ
اور پر	وہ جو کہ	یہودی ہوئے	ہم نے حرام کردیا	ہرایک	ناخن والا جانور	اور	گائے سے	اور بکری	ہم نے حرام کردی	اُن پر

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے، اور گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی چربیاں اُن پر ہم نے حرام کردی تھیں

شُحُومَهُمَا إِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۚ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم

شُحُومَهُمَا	إِلَّا	مَا حَمَلَتْ	ظُهُورُهُمَا	أَوِ الْحَوَايَا	أَوْ	مَا اخْتَلَطَ	بِعَظْمٍ	ذَٰلِكَ	جَزَيْنَاهُم
اُنکی چربیاں	سوائے	جو اُٹھاتی ہو (لگی ہو)	انکی پیٹھ (جمع)	یا انتڑیاں	یا	جو ملی ہو	ہڈی سے	یہ	ہم نے انکو بدلہ دیا

مگر وہ جو انکی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو، اُنکی شرارت کے سبب ہم نے اُن کو یہ سزا دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔

بِبَغْيِهِمْ ۖ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٤٦﴾ فَإِن كَذَّبُوكَ فَقُل رَّبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يُرَدُّ

بِبَغْيِهِمْ	وَإِنَّا	لَصَادِقُونَ	فَإِن	كَذَّبُوكَ	فَقُل	رَّبُّكُمْ	ذُو رَحْمَةٍ	وَاسِعَةٍ	وَلَا يُرَدُّ
انکی سرکشی کا	اور بیشک ہم	سچے ہیں	پس اگر	آپکو جھٹلائیں	تو کہدیں آپ	تمہارا رب	رحمت والا	وسیع	اور ٹالا نہیں جاتا

پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرما دیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اُس کا

بَأْسُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٤٧﴾

بَأْسُهُ	عَنِ	الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ
اسکا عذاب	سے	مجرموں کی قوم

عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیتوں سے یہ مضمون برابر بیان ہوتا چلا آ رہا ہے کہ حلال و حرام کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اور جو شخص حلال وحرام کا اختیار اللہ کے سوا کسی اور میں مانے تو اس نے شرک کیا۔ یہ اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔ گذشتہ آیات سے یہ صاف معلوم ہوا کہ حلال وحرام کا قاعدہ قانون مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ نہ کسی اور کا مشرکین کے کہنے اور ان کے باطل عقیدہ رکھنے سے نہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیز حرام ہو سکتی ہے اور نہ حرام کی ہوئی چیز حلال کی جاسکتی ہے۔ اللہ نے یہ قاعدہ مقرر کردیا ہے کہ انسان کے لئے سب چیزیں حلال ہیں سوائے ان کے جن کو کہ اللہ نے خود حرام کیا۔

یہود سرکشی کی وجہ سے ان پر حرام کی گئی بعض چیزیں

گذشتہ آیت میں ایسی چار چیزوں کا بیان ہوا یعنی مردار، بہتا ہوا خون سور کا گوشت اور وہ ذبیحہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا جائے جن کا استعمال اللہ نے حرام کیا ہے پھر اپنے اختیار سے اس قانون میں ایک استثنا بیان فرمادیا کہ شدت بھوک کی بے تابی میں جان بچانے کے لئے اگر کوئی چیز اور نہ ہو تو یہ حرام کی ہوئی چیز بھی کھائی جاسکتی ہے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ جس چیز کو جس حالت میں چاہیں اور جب چاہیں حلال فرما سکتے ہیں اور جس حالت میں چاہیں حرام رکھ سکتے ہیں۔ اسی اختیار کو واضح کرنے کے لئے یہاں ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض حلال چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے عارضی طور پر حرام کردی تھیں۔ مثلاً یہود پر ان کی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن یعنی کھر والا جانور جس کی انگلیاں پھٹی اور الگ الگ نہ ہوں۔ جیسے اونٹ، شترمرغ بطخ وغیرہ حرام کیا گیا تھا۔ اسی طرح گائے بکری کی چربی جو پشت یا انتڑیوں پر نہ لگی ہو یا

ہڈی کے ساتھ نہ لگی ہو۔ وہ بھی ان پر حرام کر دی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی اور یہ اس لئے حرام کی گئی کہ وہ شریر تھے۔ اللہ کی نافرمانی کرتے تھے اور اس کے حکم نہ مانتے تھے۔ یہود جو یہ دعویٰ کرتے تھے کہ یہ چیزیں حضرت ابراہیم ونوح علیہما السلام کے زمانہ ہی سے ہمیشہ سے حرام چلی آئی ہیں تو یہ غلط ہے سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز عہد ابراہیمی میں حرام نہ تھی۔ یہ یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی وجہ سے یہ سب چیزیں حرام ہوئیں جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرے جھوٹا ہے۔

مشرکین کے پاس حضورؐ کے انکار کی کوئی دلیل نہیں رہی

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اب اس تحقیق کے بعد بھی اگر یہ مشرکین آپ کو نعوذ باللہ کاذب کہیں اور آپ کی بات نہ مانیں اس مضمون میں صرف اس وجہ سے کہ ان پر عذاب نہیں آتا تو اے نبی آپ جواباً ان مشرکین کو کہہ دیجئے کہ تم کو سزا فوراً اس لئے نہیں ملتی کہ تمہارے رب کی رحمت بہت وسیع ہے۔ وہ جرم کرنے والے کو فوراً نہیں پکڑتا بلکہ اسے ڈھیل دیتا ہے لیکن اس کے معنیٰ یہ نہیں ہیں کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تمہارا طرز عمل ٹھیک ہے اور تم مجرم نہیں ہو۔ اللہ مجرم کو ڈھیل تو دے دیتا ہے لیکن دیر یا سویر اسے سزا ضرور ملے گی۔ کیونکہ اللہ کا عذاب مجرموں کے سر سے کبھی نہیں ٹلتا۔

ان آیات سے یہ صاف حکم نکلتا ہے کہ قرآن مجید کے حکموں کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ہنسی خوشی' چاق و چوبند' چلتے پھرتے اور پھلتے پھولتے دیکھ کر یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ گنہ گاروں کو سزا وعذاب کا اعلان محض دھمکی ہے ورنہ اس کی کیا وجہ کہ ساری نعمتیں گنہ گاروں کو حاصل ہیں اور وہ مزے سے دندناتے پھرتے ہیں کسی کا بال تک بیکا نہیں ہوتا۔ تو یہاں ان آیات سے اور دوسری آیات سے بھی معلوم ہوا کہ مجرموں کو عذاب مل کر رہے گا دیر ہونا کسی مصلحت کی وجہ سے ہوتا ہے جب وقت آ گیا پھر ٹلنے والا نہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس قرآن کریم کے واسطے سے اپنے جتنے احکام نازل فرمائے ہیں ان سب کا ہم کو پورا پورا فرمانبردار بنادیں۔ آخرت کی سزا وعذاب سے اپنی رحمت سے ہم سب کو بچالیں۔ دین اسلام کی بتلائی ہوئی توحید ہم سب کو نصیب فرمادیں اور اپنی نافرمانی سے بچنے کی توفیق کاملہ نصیب فرمادیں۔

یا اللہ ہم سے گزشتہ دور میں جو گناہ اور قصور سرزد ہو چکے ہیں ہم کو ان پر ندامت قلب کے ساتھ توبہ نصیب فرما اور ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور اپنی رحمت واسعہ سے ہم سے مؤاخذہ نہ فرما۔ و ترجوا رحمتک و نخشیٰ عذابک ان عذابک بالکفار ملحق آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ط

سَيَقُوْلُ	الَّذِيْنَ + اَشْرَكُوْا	لَوْ	شَآءَ اللّٰهُ	مَآ اَشْرَكْنَا	وَلَا	اٰبَآؤُنَا	وَلَا	حَرَّمْنَا	مِنْ شَيْءٍ
جلد کہیں گے	جن لوگوں نے شرک کیا (مشرک)	اگر	چاہتا اللہ	ہم شرک نہ کرتے	اور نہ	ہمارے باپ دادا	اور نہ	ہم حرام ٹھہراتے	کوئی چیز

اب مشرکین یوں کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے

كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ

كَذٰلِكَ	كَذَّبَ	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	حَتّٰى	ذَاقُوْا	بَاْسَنَا	قُلْ	هَلْ	عِنْدَكُمْ	مِنْ + عِلْمٍ
اسی طرح	جھٹلایا	جو لوگ	ان سے پہلے	یہاں تک کہ	انہوں نے چکھا	ہمارا عذاب	فرما دیجئے	کیا	تمہارے پاس	کوئی علم (یقینی بات)

اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی تکذیب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا، آپ کہئے کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے

فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (۱۴۸) قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ

فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا	اِنْ	تَتَّبِعُوْنَ	اِلَّا	الظَّنَّ	وَاِنْ	اَنْتُمْ	اِلَّا	تَخْرُصُوْنَ	قُلْ	فَلِلّٰهِ	الْحُجَّةُ
تو اسکو نکالو (ظاہر کرو) ہمارے لئے	نہیں	تم پیچھے چلتے ہو	مگر (صرف)	گمان	اور اگر (نہیں)	تم	صرف	اٹکل چلاتے ہو	فرما دیں	اللہ ہی کیلئے	حجت

تا کہ اسکو ہمارے روبرو ظاہر کرو، تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم لوگ بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔ آپ کہئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی

	الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (۱۴۹)	الْبَالِغَةُ	فَلَوْ شَآءَ	لَهَدٰىكُمْ	اَجْمَعِيْنَ	
	پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لے آتا۔	پوری	پس اگر وہ چاہتا	تو تمہیں ہدایت دیتا	سب کو	

اہل باطل کا ایک آخری حیلہ اور اس کا جواب

عموماً اہل باطل کوتاہ فہم جب دلیل سے عاجز آ جاتے ہیں تو تقدیر کا مسئلہ اور مشیت الٰہی کی بحث نکال کھڑی کرتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اگر ہمارے کام اللہ کو پسند نہ ہوتے اور اس کی مرضی کے مطابق نہ ہوتے تو وہ ہم کو کرنے نہ دیتا۔ ہم کو ایسے کام کرنے سے روک دیتا۔ چنانچہ کفار مکہ بھی قرآنی دلائل کے آگے عاجز ہو کر ایسا ہی کہتے تھے۔ اس آیت میں بطور پیشین گوئی کے پہلے ہی بتا دیا گیا کہ مشرکین مکہ ایسے لچر پوچ اور نامعقول عذر پیش کریں گے اور وہ کہیں گے کہ اگر اللہ کی مشیت نہ ہوتی تو نہ ہم سب شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا یعنی اگر اللہ چاہتا تو اس کو قدرت تھی کہ ہم کو اور ہمارے باپ دادا کو ان تمام مشرکانہ اقوال و افعال سے روک دیتا۔ جب نہ روکا اور یونہی ہوتا چلا آیا تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک ہماری یہ کارروائیاں پسندیدہ ہیں۔ ناپسندیدہ ہوتیں تو ان کے کرنے میں ہم کو اب تک کیوں آزاد چھوڑتا۔ تو مشرکین اس دلیل سے اپنے خرافات و کفریات کا مستحسن ہونا ثابت کرنا چاہتے تھے ان کے اس قول کا رد حق تعالیٰ نے فرما دیا۔

مشرکین کے اس دلیل کا نامعقول ہونا ذرا غور کرنے سے سمجھ دار کے سمجھ میں آ سکتا ہے اس کو ایک مثال سے اس طرح سمجھئے کہ ایک نیک نام گورنمنٹ کسی باغیانہ تحریک میں حصہ لینے والے کو باوجود یقینی اطلاع اور کافی قدرت کے پہلے ہی دن پکڑ کر پھانسی نہیں دے دیتی۔ بلکہ وہ اس کی حرکات کی نگرانی رکھتی ہے۔ کبھی رویہ درست رکھنے کی ہدایت کرتی ہے اور موقع دیتی ہے کہ آدمی ایسی حرکات کا انجام سوچ کر خود سنبھل جائے۔ کبھی اصلاح سے مایوس ہو کر ڈھیل چھوڑتی ہے کہ اس کی بغاوت کا ایسا باضابطہ اور مکمل مواد فراہم ہو جائے جس کے بعد اس کی انتہائی مجرمانہ غداری قانونی حیثیت سے علی الاعلان ثابت کی جا سکے۔ ان تمام صورتوں میں مجرم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینے اور

فوراً سزا نہ دینے سے کیا یہ ثابت ہوگا کہ گورنمنٹ کی نظر میں وہ کارروائی جرم و بغاوت نہیں ہے۔ گورنمنٹ کی نگاہ میں ان افعال کا جرم ہونا اول تو اس کے شائع کئے ہوئے قانون سے ظاہر ہے۔

دوسرے جب یہ مجرم مہلت پوری ہونے پر عدالت کے کٹہرے میں لایا جائے گا اور باضابطہ اظہار و اثبات جرم کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا بھگتے گا تب اس کو مشاہدہ ہوجائے گا کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ کتنا بڑا جرم تھا۔ بہرحال گورنمنٹ کا کسی جرم پر باوجود علم وقدرت رکھنے کے کسی مصلحت سے فوری سزا جاری نہ کرنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ جرم کو جرم نہیں سمجھتی۔ اسی پر قیاس کرلیجئے کہ وہ احکم الحاکمین ابتدائے عالم سے آج تک بتوسط اپنے صادق القول اور پاکباز نائبین کے ہر قسم کے قوانین واحکام سے بندوں کو مطلع فرماتا رہا اور کھول کھول کر بتلادیا کہ کونسی بات اس کے یہاں پسندیدہ اور کونسی ناپسند ہے۔ جو کچھ اللہ کی مرضی تھی وہ تو اللہ اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے ظاہر کرچکا اور لوگوں کو کامل اختیار دے دیا کہ نیک راہ چلیں یا بری راہ چلیں البتہ یہ صاف صاف بتادیا کہ نیک راہ چلنے والوں کا نتیجہ اچھا اور بری راہ اختیار کرنے والوں کا نتیجہ برا ہوگا۔ اب جبکہ پیغمبر اللہ کی مرضی پر چلنے کی ترغیب دینے کے لئے دنیا میں آئے تو بروں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور دیدہ دانستہ بری راہ اختیار کی تو وہ مجرم ٹھہرے اور خدا کی حجت ان پر تمام ہوئی چنانچہ بہت سی قومیں اپنی جرائم کی پاداش کا دنیا میں تھوڑا تھوڑا مزہ چکھ چکے ہیں پھر ان حالات کی موجودگی میں کسی قوم کے چند روز جرائم میں مبتلا رہنے اور فوراً نہ پکڑے جانے سے کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے کہ وہ جرائم معاذ اللہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں ورنہ خدا انہیں ایک گھنٹہ کی بھی مہلت نہ دیتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس عالم میں عقلی اور عملی قوتوں اور کسب واختیار کی آزادی کے ساتھ پیدا کیا اور اپنی رضامندی اور ناراضگی کی باتیں دونوں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے دنیا والوں پر ظاہر کردی گئیں اور نیک وبد صاف صاف بتلادیا گیا۔ تاکہ انسان اپنے قصد اور ارادہ سے راہ راست اختیار کرے۔ اور جنہوں نے قصداً راہ راست اختیار نہ کی اور رسولوں کو جھٹلایا وہ دیدہ دانستہ بہکے اور اپنے باطل خیالات پر چلے اور اپنے اختیار کو موقع پر صحیح استعمال میں نہ لانے سے موردالزام ٹھہرے۔ بیشک خدا چاہتا تو انسان کی ساخت ایسی بناسکتا تھا کہ سب ایک ہی راستہ پر چلنے کے لئے مجبور ہوجاتے۔ لیکن اس نے چاہا کہ لوگ اپنی مشیت اور ارادہ سے راہ راست پر چلنے کے لئے مجبور ہوجاتے لیکن اس نے چاہا کہ لوگ اپنی مشیت اور ارادہ سے راہ راست اختیار کریں اور نیکی اور بدی کے اختیار کرنے میں عقل سے کام لیں۔

خلاصہ یہ کہ مشرکین کا یہ استدلال کہ اگر ہمارا کفر وشرک خدا کو ناپسند ہوتا تو خدا ہم کو یہ افعال کرنے ہی نہ دیتا۔ یہ بالکل مہمل دلیل ہے اس لئے کہ یہ دلیل تو چور، قزاق اور ڈاکو بھی پیش کرسکتا ہے کہ اگر میری چوری اور قزاقی اور ڈاکہ زنی خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہوتی تو خدا مجھے چوری ہی نہ کرنے دیتا بلکہ ہر باطل پرست یہی دلیل پیش کرسکتا ہے۔ تو اس کا رد فرمایا گیا کہ خداوند احکم الحاکمین کا کافروں کو انبیاء کرام کی تکذیب پر فوراً ہی نہ پکڑنا اس امر کی دلیل نہیں کہ خدا کے نزدیک کفر وشرک کوئی جرم نہیں۔ کسی حکومت کا مجرم کو ڈھیل دینا اور فوری طور پر نہ پکڑنا قانوناً یہ کہ فعل کے جواز کی دلیل نہیں ہوسکتی۔ حجت اور دلیل حکومت کا قانون ہے۔ قانون جس چیز اور جس بات کو ممنوع قرار دے گا وہ جرم ہوگا اسی طرح حجت بالغہ قانون شریعت ہے جس چیز کو قانون شریعت ممنوع اور حرام قرار دے وہی جرم ہے۔ جو اس کے خلاف ورزی کرے گا وہ مجرم ہوگا۔ غرض یہ کہ کسی فعل کے جواز اور عدم جواز کی دلیل قانون شریعت ہے اللہ تعالیٰ کے حلم۔ اور اس کی مشیت اور مہلت کو کسی فعل کے جواز کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا۔ ابھی آگے مشرکین کے اس قول کو دوسری طرح سے رد فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس ہوگا۔

دعا کیجئے: یااللہ جب آپ نے اپنے فضل وکرم سے ہم کو کفر وشرک سے بچا کر اسلام اور ایمان کی دولت سے سرفراز فرمایا ہے تو ہم کو سچائی اور وفاداری کے ساتھ شریعت اسلامیہ کا اتباع نصیب فرمایئے اور اسی پر زندہ رہنا اور مرنا نصیب فرمایئے۔ یااللہ آپ کے جو احکام وقوانین آپ کے خاتم الانبیاء وسید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں وہی حق ہیں اور انہیں کے اتباع میں نجات ہے۔ یااللہ ہم کو اپنے احکام کا اتباع کامل نصیب فرمایئے اور باطل سے کامل طور پر بچنے کی توفیق نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ

قُلْ	هَلُمَّ	شُهَدَآءَكُمُ	الَّذِيْنَ	يَشْهَدُوْنَ	اَنَّ	اللّٰهَ	حَرَّمَ	هٰذَا	فَاِنْ	شَهِدُوْا	فَلَا تَشْهَدْ
فرمادیں	تم لاؤ	اپنے گواہ	جو	گواہی دیں	کہ	اللہ	حرام کیا	یہ	پھر اگر	وہ گواہی دیں	تو تم گواہی نہ دینا

آپ کہیئے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کردیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو آپ اس شہادت کی

مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ

مَعَهُمْ	وَلَا تَتَّبِعْ	اَهْوَآءَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَالَّذِيْنَ	لَا	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْاٰخِرَةِ	وَهُمْ
انکے ساتھ	اور نہ پیروی کرنا	خواہشات	جو لوگ	جھٹلایا	ہماری آیتوں کو	اور جو لوگ	نہیں	ایمان لاتے ہیں	آخرت پر	اور وہ

سماعت نہ فرمایئے، اور ایسے لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ

بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ

بِرَبِّهِمْ	يَعْدِلُوْنَ	قُلْ	تَعَالَوْا	اَتْلُ	مَا حَرَّمَ	رَبُّكُمْ	عَلَيْكُمْ	اَلَّا تُشْرِكُوْا	بِهٖ	شَيْئًا	وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اپنے رب کے برابر	ٹھہراتے ہیں	فرمادیں	آؤ	میں پڑھ کرسناؤں	جو حرام کیا	تمہارا رب	تم پر	کہ نہ شریک ٹھہراؤ	اسکے ساتھ	کچھ کوئی	اور والدین کیساتھ

اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔ آپ کہیئے کہ آؤ میں تمکو وہ چیزیں پڑھ کرسناؤں جنکو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ کسی

اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا

اِحْسَانًا	وَلَا تَقْتُلُوْٓا	اَوْلَادَكُمْ	مِّنْ	اِمْلَاقٍ	نَحْنُ	نَرْزُقُكُمْ	وَاِيَّاهُمْ	وَلَا تَقْرَبُوا
نیک سلوک	اور نہ قتل کرو	اپنی اولاد	سے	مفلس	ہم	تمہیں رزق دیتے ہیں	اور اُن کو	اور قریب نہ جاؤ تم

چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو، اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو، ہم انکو اور تمکو رزق دیں گے، اور بے حیائی کے جتنے طریقے

الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ

الْفَوَاحِشَ	مَا ظَهَرَ	مِنْهَا	وَمَا	بَطَنَ	وَلَا تَقْتُلُوا	النَّفْسَ	الَّتِيْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ	اِلَّا بِالْحَقِّ
بے حیائی (جمع)	جو ظاہر ہو	اس سے (ان میں)	اور جو	چھپی ہو	اور نہ قتل کرو	جان	جو۔جس	حُرمت دی	اللہ	مگر حق پر

ہیں انکے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں اور خواہ پوشیدہ ہوں، اور جسکا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر

ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

ذٰلِكُمْ	وَصّٰىكُمْ	بِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ
یہ	تمہیں حکم دیا ہے	اس کا	تاکہ تم	عقل سے کام لو (سمجھو)

اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

مشرکین کو چیلنج کہ کوئی نقلی دلیل ہے تو لاؤ: گذشتہ آیات میں مشرکین کے اقوال کو نقل فرماکران کا رد فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ مشرکین کی حجت و دلیل بالکل مہمل اور باطل ہے لیکن چونکہ کسی بات کے اثبات کرنے کا ایک طریقہ نقل صحیح بھی ہے اس لئے آگے ان آیات میں

مشرکین سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری اس من گھڑت تحریم کا باطل ہونا عقلی دلیل سے تو باطل ثابت ہو گیا اب اگر تمہارے پاس کوئی نقلی ہی دلیل ہو تو لاؤ کیا تمہارے پاس ایسے گواہ موجود ہیں جو یہ بیان کریں کہ ہاں ان کے روبرو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسے واقعی گواہ کہاں دستیاب ہو سکتے ہیں جو یہ بیان کریں کہ جس وقت اللہ نے یہ چیزیں حرام کی تھیں ہم موجود تھے۔ اگر بالفرض دو چار گستاخ جھوٹے بے حیا یہی گواہی دینے کو کھڑے ہو جائیں تو یقیناً وہ جھوٹے ہوں گے۔ اہل ایمان کو ہدایت دی گئی کہ تم ایسوں کی بات پر کان بھی نہ دھرو اور نہ ان کا کہنا مانو چونکہ ان مشرکین کے پاس نہ کوئی دلیل ہے نہ گواہ تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ محض اپنی خواہشوں پر چلتے ہیں اس لئے اہل ایمان کو تلقین فرمائی گئی کہ تم ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی ہرگز نہ کرنا جنھوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔

وہ حرام اعمال مشرکین جن کے مرتکب ہوتے تھے

اب آگے وہ چیزیں بیان کی جاتی ہیں جنھیں خدا نے واقعی حرام کیا اور جو ہمیشہ سے حرام رہی ہیں لیکن یہ مشرکین ان میں مبتلا ہیں۔ گویا نہایت حکیمانہ اسلوب اور طرز سے یہ بتلانا ہے کہ جو واقعی حرام چیزیں ہیں ان کو ان مشرکین نے بالکل نظرانداز کر رکھا ہے بلکہ ان میں مبتلا ہیں اور جو چیزیں حرام نہیں تھیں ان کو محض فرضی طور پر حرام کر رکھا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ ان مشرکین سے کہئے کہ تم تو ناحق خدا پر افترا کرتے ہو کہ خدا نے فلاں چیز حرام کی۔ فلاں حرام کی۔ آؤ میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جو سچ مچ تمہارے رب نے تم پر حرام کی ہیں اور جو میں بذریعہ وحی خدا بیان کرتا ہوں۔ اچھا سنو اس نے تم پر شرک کو حرام کیا ہے۔ اور تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اس نے تم پر والدین کی نافرمانی کو حرام کیا ہے اور تمہیں حکم دیا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ عمدہ سلوک اور برتاؤ کرو۔ اور تم پر قتل اولاد کو حرام کیا ہے۔

اور تم کو حکم دیا ہے کہ تم اپنی اولاد کو افلاس اور غریبی کے سبب قتل نہ کرو اللہ تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی اور تم پر بے حیائی کی باتوں کو حرام کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ بے حیائی کی باتوں کے پاس بھی نہ پھٹکو خواہ وہ علانیہ ہوں یا خفیہ ہوں اور قتل ناحق کو بھی حرام کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو جس کے قتل کو خدا نے حرام کیا ہے۔ ہاں حق شرعی پر قتل جیسے حدود وقصاص میں یا رجم میں یا ارتداد میں جائز ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ ان سب کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم ان کو سمجھو اور سمجھ کر عمل کرو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے پانچ باتیں بیان فرمائیں جن کا تاکیدی حکم دیا گیا اور جن کا کرنا حرام ثابت ہوا۔ پہلی بات شرک باللہ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک وساجھی ٹھہرانا دوسری بات والدین کے ساتھ بدسلوکی اور اچھا برتاؤ نہ کرنا تیسری بات قتل اولاد یعنی فقر و افلاس کے خوف سے اولاد کو قتل کر دینا چوتھی بات بے حیائی کے کام کرنا پانچویں کسی کو ناحق قتل کرنا۔ ان امور کا خطاب اگرچہ بلاواسطہ مشرکین مکہ کی طرف ہے مگر مضمون خطاب عام ہے اور تمام بنی نوع انسان کو شامل ہے خواہ مومن ہوں یا کافر۔ عرب ہوں یا عجم۔ موجودہ حاضر ہوں یا آئندہ آنے والی نسلیں۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو تمام ناجائز اور حرام باتوں سے ظاہراً و باطناً بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور شریعت مطہرہ کے موافق ہم کو زندگی گزارنے اور ظاہر و باطن کو سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہم کو ہر حال میں قرآن و سنت کے احکام کی پابندی نصیب فرما اور من مانی خواہشات کے اتباع سے کامل طور پر بچنے کا عزم عطا فرما۔ یا اللہ آپ نے جن باتوں کا تاکیدی حکم دیا ہے ہم کو ان کی کامل پابندی کی توفیق عطا فرما خصوصاً ہر طرح کے خفی وجلی شرک سے بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ ہم میں سے جن کے والدین زندہ ہیں ہم کو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ بے حیائی اور فحش باتوں اور کاموں سے کامل گریز نصیب فرما۔ یا اللہ ملک میں اس وقت قتل ناحق کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس سے ہمارے دامن کو پاک رکھئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ

وَلَا تَقْرَبُوْا	مَالَ	الْيَتِيْمِ	اِلَّا	بِالَّتِيْ	هِيَ	اَحْسَنُ	حَتّٰى	يَبْلُغَ	اَشُدَّهٗ	وَاَوْفُوا	الْكَيْلَ
اور قریب نہ جاؤ	مال	یتیم	مگر	ایسے جو	وہ	بہترین	یہاں تک کہ	پہنچ جائے	اپنی جوانی	اور پورا کرو	ماپ

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقہ سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سنِ بلوغ کو پہنچ جاوے اور ناپ تول پوری کیا کرو انصاف کیساتھ

وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ

وَالْمِيْزَانَ	بِالْقِسْطِ	لَا نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	وَاِذَا	قُلْتُمْ	فَاعْدِلُوْا	وَلَوْ كَانَ
اور تول	انصاف کیساتھ	ہم تکلیف نہیں دیتے	کسی کو	مگر	اسکی وسعت (مقدور)	اور جب	تم بات کرو	تو انصاف کرو	خواہ ہو

ہم کسی شخص کو اُسکے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو، اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد

ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ

ذَا قُرْبٰى	وَ	بِعَهْدِ	اللّٰهِ	اَوْفُوْا	ذٰلِكُمْ	وَصّٰىكُمْ	بِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ	وَاَنَّ	هٰذَا	صِرَاطِيْ
رشتہ دار	اور	عہد	اللہ	پورا کرو	یہ	اس نے تمہیں حکم دیا	اس کا	تاکہ تم	نصیحت پکڑو	اور یہ کہ	یہ	میرا راستہ

کیا کرو اُسکو پورا کرو ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور یہ کہ یہ دین میرا رستہ ہے جو کہ مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری

مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ

مُسْتَقِيْمًا	فَاتَّبِعُوْهُ	وَلَا تَتَّبِعُوْا	السُّبُلَ	فَتَفَرَّقَ	بِكُمْ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	ذٰلِكُمْ	وَصّٰىكُمْ بِهٖ
سیدھا	پس اس پر چلو	اور نہ چلو	راستے	پس جدا کردیں	تمہیں	سے	اسکا راستہ	یہ	حکم دیا اس کا

راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کردیں گی، اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ
تاکہ تم نافرمانی سے احتیاط رکھو۔	تاکہ تم	پرہیزگاری اختیار کرو

چار مزید اعمال جو مشرکین حلال سمجھتے حالانکہ وہ حرام ہیں

پانچ باتیں گذشتہ آیات میں بیان ہوئی تھیں جن کا حرام ہونا بتلایا گیا تھا۔

١-شرک باللہ　٢-والدین کے ساتھ بدسلوکی　٣-قتل اولاد　٤-بے حیائی کے کام مثل زنا وغیرہ　٥-کسی کو ناحق قتل کرنا

اب مزید چار باتیں ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی یہ کہ یتیم کے مال میں غیر شرعی تصرف' دوسرے یہ کہ ناپ تول میں کمی اور دغا' تیسرے یہ کہ خلاف عدل وانصاف فیصلہ یا شہادت دینا' چوتھے یہ کہ اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا جائے اس کو پورا کیا جائے اور اس کے خلاف کرنا یا اس کو پورا نہ کرنا تو کل یہ نو باتیں ہوئیں۔ جو گذشتہ اور ان آیات میں بیان فرمائی گئیں اور آخیر میں بتلایا گیا کہ احکام مذکورہ بالا کی پابندی اور عملاً واعتقاداً ان کا پورا کرنا یہی صراط مستقیم یعنی سیدھی راہ ہے جو تم کو دکھلا دی گئی۔ اب اس پر چلنا تمہارا کام ہے۔ جو کوئی اس کے سوا

دوسرے راستہ پر چلے گا وہ خدا کے راستہ سے بھٹکا۔

اتحاد و اتفاق کی اہمیت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت میں نیز اسی طرح دیگر آیات میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو اتحاد و اتفاق کا حکم دیا اور ان کو اختلاف و پھوٹ سے منع کیا اور آگاہ کر دیا کہ تم سے اگلے لوگوں کی تباہی کا سبب ہی یہ تھا کہ انہوں نے اللہ کے دین میں جھگڑے اور بحثیں نکال کھڑی کی تھیں۔ تو یہاں بتلایا گیا کہ سبیل الٰہی تو بس ایک صراط مستقیم ہے اور اس سے جدا جو گمراہی کی راہیں ہیں وہ بہت سی ہیں۔ حدیث میں مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک سیدھا خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ تو راہ الٰہی ہے جو راست و مستقیم ہے اور طریق رشد و ہدایت ہے اس کی پیروی کرو پھر اس سیدھے خط کے دائیں بائیں چھوٹے ٹیڑھے خط کھینچ کر فرمایا کہ یہ شیطانی راہیں ہیں ان سے بچو اور تائید میں حضورؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ تو اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین میں اختلافات سے بچنا چاہیے کیونکہ صراط مستقیم تو ایک ہی راستہ ہے جس پر قائم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اگر دین میں اختلاف کیا تو ظاہر ہے کہ سب کا ایک راستہ نہ رہے گا اور مختلف لوگ مختلف راستوں پر پڑیں گے جس سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے کہ ایک راستہ کو چھوڑ کر اور راستے مت ڈھونڈھنا ورنہ بھٹک جاؤ گے۔

یتیم کے مال میں احتیاط

یہاں ان آیات میں پہلا حکم یتیم کا مال ناجائز طور پر کھانے کی حرمت کے متعلق ارشاد ہوا کہ یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے۔ اس میں یتیم نابالغ بچوں کے ولی اور پالنے والے کو خطاب ہے کہ وہ ان کے مال کو ایک آگ سمجھیں اور ناجائز طور پر اس کے کھانے اور لینے کے پاس بھی نہ جائیں جیسا کہ دوسری ایک آیت میں انہی الفاظ کے ساتھ آیا ہے کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناجائز طور پر ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں۔ البتہ یتیم کے مال کی حفاظت کرنا اور کسی ایسی جائز تجارت یا کاروبار میں لگا کر بڑھانا جس میں عادۃً نقصان کا خطرہ نہ ہو یہ طریقہ مستحسن اور ضروری ہے۔ یتیموں کے ولی کو ایسا کرنا چاہئے۔ اس کے بعد مال یتیم کی حفاظت کی ذمہ داری کی حد بتلا دی حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ یعنی یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے تو ولی کی ذمہ داری ختم ہوگئی اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔ (معارف القرآن جلد سوم از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

ناپ تول میں کمی نہ کرو

دوسرا حکم ان آیات میں ناپ تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرنے کا ہے۔ انصاف کا مطلب یہ ہے کہ دینے والا دوسرے فریق کے حق میں کوئی کمی کرے اور لینے والا اپنے حق سے زیادہ نہ لے۔ چیزوں کے لین دین میں ناپ تول میں کمی زیادتی کو قرآن نے شدید جرم قرار دیا ہے اور ایسا کرنے والوں کے لئے تیسویں پارہ سورۂ مطففین میں سخت وعید آئی ہے۔

یاد رہے کہ ناپ تول کی کمی جس کو قرآن میں تطفیف کہا گیا ہے صرف ڈنڈی مارنے اور کم ناپنے کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ کسی کے ذمہ جو دوسرے کا حق ہے اس میں کمی کرنا بھی تطفیف میں داخل ہے جیسا کہ مؤطا امام مالک میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کو نماز کے ارکان میں کمی کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تو نے تطفیف کر دی یعنی جو حق واجب تھا وہ ادا نہیں کیا۔ جو ملازم اپنی ڈیوٹی پوری نہیں کرتا وقت چراتا ہے یا کام میں کوتاہی کرتا ہے وہ کوئی وزیر یا امیر ہو یا معمولی ملازم ہو اور وہ کوئی دفتری کام کرنے والا ہو یا علمی اور دینی خدمت جو حق اس کے ذمہ ہے اس میں کوتاہی کرے تو وہ بھی مطففین میں داخل ہے۔ (معارف القرآن جلد سوم)

عدل وانصاف کے خلاف نہ کرو

تیسرا حکم یہ فرمایا کہ عدل وانصاف کیخلاف کرنا حرام ہے۔ ارشاد ہے وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى یعنی جب تم بات کہو تو

حق کی کہو اگرچہ وہ اپنا رشتہ دار ہی ہو اس جگہ کسی خاص بات کا ذکر نہیں اس لئے جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہر قسم کی بات کو شامل ہے خواہ وہ بات کسی معاملہ کی گواہی ہو یا حاکم کی طرف سے فیصلہ یا آپس میں مختلف قسم کی گفتگو ان سب میں ارشاد قرآنی یہ ہے کہ ہر جگہ ہر حال بات کرتے ہوئے حق وانصاف کا خیال رہنا چاہئے کسی مقدمہ کی گواہی یا فیصلہ میں حق وانصاف قائم رکھنے کے معنی ظاہر ہیں کہ گواہ کو جو بات یقینی طور پر معلوم ہے وہ اپنی طرف سے کسی کمی بیشی کئے بغیر جتنا معلوم ہے صاف صاف کہدے اپنی اٹکل اور گمان کو دخل نہ دے۔

عہد کو پورا کرو

چوتھا حکم اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرنے اور عہد شکنی سے بچنے کا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا یعنی اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو۔ اللہ کے عہد سے مراد وہ عہد بھی ہو سکتا ہے جو ازل میں عالم ارواح میں ہر انسان سے لیا گیا۔ جس میں سب انسانوں سے کہا گیا تھا الست بربکم کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب نے جواب دیا بلیٰ یعنی بلاشبہ آپ ہمارے رب اور پروردگار ہیں۔ اس عہد کا مقتضی یہی ہے کہ پروردگار کے کسی حکم کی سرتابی نہ کریں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو سارے کاموں سے مقدم اور اہم جانیں اور جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کے پاس بھی نہ جائیں اور ان کے شبہات سے بھی بچتے رہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ قرآن وسنت نے جو صراط مستقیم متعین کی ہے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اسی صراط مستقیم پر چلنا اور تازیست قائم رہنا نصیب فرمایئے اور اس کے خلاف سے بچایئے۔

یا اللہ ہم نے کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اور اس پر ایمان لا کر آپ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ ہم کو ہر حال میں شریعت مطہرہ کا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب ہو۔ تاکہ صراط مستقیم سے ہمارا ایک قدم بھی ادھر ادھر نہ پڑنے پائے۔

یا اللہ دین میں افتراق اور اختلاف کی وباء ہم سے ہٹا لیجئے اور آپس میں ہمیں اتحاد واتفاق کی نعمت عطا فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ وَّهُدًى

ثُمَّ اٰتَيْنَا	مُوْسَى	الْكِتٰبَ	تَمَامًا	عَلَى	الَّذِىْ	اَحْسَنَ	وَتَفْصِيْلًا	لِّكُلِّ شَىْءٍ	وَّهُدًى
پھر ہم نے دی	موسیٰ	کتاب	نعمت پوری کرنے کو	پر	جو	نیکوکار ہے	اور تفصیل	ہر چیز کی	اور ہدایت

پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جاوے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو

وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا

وَّرَحْمَةً	لَّعَلَّهُمْ	بِلِقَآءِ	رَبِّهِمْ	يُؤْمِنُوْنَ	وَهٰذَا	كِتٰبٌ	اَنْزَلْنٰهُ	مُبٰرَكٌ	فَاتَّبِعُوْهُ	وَاتَّقُوْا
اور رحمت	تاکہ وہ	ملاقات پر	اپنا رب	ایمان لائیں	اور یہ	کتاب	ہم نے نازل کی	برکت والی	پس اسکی پیروی کرو	اور پرہیزگاری اختیار کرو

تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لاویں۔ اور یہ ایک کتاب ہے جسکو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی سو اسکا اتباع کرو اور ڈرو

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ
تاکہ تم پر	رحم کیا جائے تم پر

تاکہ تم پر رحمت ہو۔

گذشتہ نو احکام کی اہمیت کہ وہ سابقہ انبیاء پر بھی نازل ہوتے رہے

اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ احکام مذکورہ کی تعمیل کوئی نئی بات نہیں اور صرف امت محمدیہ پر ہی واجب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے انبیاء کی معرفت اچھے برے اور نیک و بد احکام کی صراحت کرتے رہے ہیں اور نہ یہ قرآن کوئی نئی کتاب الٰہی ہے بلکہ اس سے پہلے بھی مختلف انبیاء پر ہدایت خلق کے لئے آسمانی کتابیں آتی رہی ہیں چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک کتاب دی گئی تھی یعنی توریت جو نیکوں اور نیکوکاروں کے لئے ناتمام اور ناقص نہ تھی بلکہ دینی ضروریات اس میں سب موجود تھیں۔ اور معاشرت و اخلاق کے ضروری احکامات و قواعد اس میں مذکور تھے اور لوگوں کی نجات آخرت اور سہولت دنیوی کے لئے ہدایت و رحمت تھی تاکہ لوگوں کو اس کتاب کی تعلیم و قواعد و ہدایت دیکھ کر اللہ کے پاس جانے کا یقین ہو جائے اور توریت کا تتمہ انجیل تھی اس میں بھی یہی ہدایتیں اور وصیتیں تھیں۔ اس کے بعد زمانہ اپنی رفتار سے چلتا رہا اور انسان کی حالت اس کے ساتھ بدلتی رہی یہاں تک کہ وہ وقت آ پہنچا کہ انسان کے لئے اس کے تمام ضروری احکام ایک کتاب میں جمع کر دیئے جائیں تاکہ اس کے بعد اس کو ہدایت کے لئے کسی اور کی طرف جانا نہ پڑے اور ہر حالت کے لئے اس میں سے ضروری احکام نکلتے چلے آئیں وہ کتاب مبارک یہ قرآن مجید ہے۔ مبارک اس لئے ہے کہ اس کے اندر سے ہدایت کا ایک چشمہ ابل رہا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا جو چیز شکل کے لحاظ سے محدود ہو لیکن اس کے فائدہ لامحدود ہوں اور کبھی ختم نہ ہوں اسے مبارک کہتے ہیں یعنی برکت والی۔ تو اب انسانوں کی ہدایت کے لئے یہ کتاب نازل کی گئی ہے۔ اس کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی خیر و برکت کبھی ختم نہ ہوگی اور جب تک دنیا قائم ہے انسان کے لئے اس میں سے رہنمائی اور ہدایت ملتی رہے گی۔ انسان جب بھی اس کی طرف رجوع کرے گا اسے اس کی حالت کے مطابق عمل کا راستہ سمجھائے گی۔ اس کے بعد کسی کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں اس لئے اس کتاب کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم دیا گیا اور اس کی مخالفت سے بچنے کو کہا گیا اور بتلایا گیا کہ اگر تم اس کے مطابق چلتے رہے تو تم پر رحمت خداوندی ہوگی۔

قرآن کریم پرعمل دونوں جہانوں کی برکت ہے

اس چھوٹی سی آیت وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ میں قرآن کریم کی اتباع کی رغبت اس میں غور وفکر کی دعوت اور اس پرعمل کرنے کی ہدایت اور اس کی مخالفت سے ڈرنے کی تنبیہ دی گئی ہے اور وصف اس کا مبارک فرمایا گیا یعنی برکت والی۔ کہ جو بھی اس پر کاربند ہو جائے وہ دونوں جہان کی برکتیں و رحمتیں حاصل کرلے گا۔اب اسی سے اس کے خلاف حالت کو بھی سمجھ لیا جائے کہ جو اس کا اتباع نہ کرے گا اور اس کی مخالفت سے نہ ڈرے گا تو وہ رحمت کی بجائے زحمت میں پڑے گا۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

اب آگے مشرکین عرب کو ایک وجہ نزول قرآن کی اور بتلائی جاتی ہے اور ان کا گذشتہ کا ایک عذر کہ ہمارے پاس تو نہ کوئی آسمانی کتاب آئی اور نہ کوئی شریعت آئی کہ جس کا ہم اتباع کرتے اور یہود ونصاریٰ سے بڑھ کر عمل کرتے اگلی آیات میں ان کا یہ حیلہ اور عذر بھی رفع کیا جاتا ہے جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ یہ برکت والی کتاب آپ نے ہم کو عطا فرمائی۔ اس مبارک کتاب کے اتباع کی ہم کو توفیق کاملہ نصیب فرما۔ اس مبارک کتاب کا عشق ومحبت ہم کو نصیب فرما۔ دنیا میں ہم اس کے تابعدار رہیں تا کہ آخرت میں تیرے سامنے یہ مبارک کتاب ہماری سفارش فرمائے۔

یا اللہ اپنی اس مبارک کتاب کی خیر و برکتوں سے ہمیں دنیا میں نواز اور آخرت میں بھی سرخرو فرما۔ ہمیں ہر حالت میں اس کی طرف رجوع کرنے والا بنا۔

اور اے اللہ جس مضبوطی کے ساتھ اس کتاب کو آپ نے پکڑنے کا حکم دیا ہے ہم کو اسی مضبوطی کے ساتھ اس کو پکڑنے کی توفیق عطا فرمادے۔

اے اللہ اس مبارک کتاب کے طفیل میں تو ہم پر دنیا میں بھی رحمت فرمادے اور آخرت میں بھی اپنے انعامات سے نواز دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

اَنْ	تَقُوْلُوْٓا	اِنَّمَآ	اُنْزِلَ	الْكِتٰبُ	عَلٰى	طَآئِفَتَيْنِ	مِنْ قَبْلِنَا	وَاِنْ	كُنَّا	عَنْ	دِرَاسَتِهِمْ
کہ	تم کہو	اسکے سوانہیں	اتاری گئی تھی	کتاب	پر	دوگروہ	ہم سے پہلے	اور یہ کہ	ہم تھے	سے	اُنکے پڑھنے پڑھانے

کبھی تم لوگ یوں کہنے لگتے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرقے تھے یعنی یہودی وعیسائی ان پر نازل ہوئی تھی اور ہم انکے پڑھنے پڑھانے سے محض

لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ

لَغٰفِلِيْنَ	اَوْ تَقُوْلُوْا	لَوْ اَنَّآ	اُنْزِلَ	عَلَيْنَا	الْكِتٰبُ	لَكُنَّآ	اَهْدٰى	مِنْهُمْ	فَقَدْ جَآءَكُمْ
بے خبر	یا تم کہو	اگر ہم	اُتاری جاتی	ہم پر	کتاب	البتہ ہم ہوتے	زیادہ ہدایت پر	اُن سے	پس آگئی تمہارے پاس

بے خبر تھے۔ یا یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے، سو اب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ

بَيِّنَةٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَهُدًى	وَّرَحْمَةٌ	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنْ	كَذَّبَ	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	وَصَدَفَ
روشن دلیل	سے	تمہارا رب	اور ہدایت	اور رحمت	پس کون	بڑا ظالم	اس سے جو	جھٹلادے	آیتوں کو	اللہ	اور کترائے

کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے، سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاوے اور اس سے روکے

عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

عَنْهَا	سَنَجْزِى	الَّذِيْنَ	يَصْدِفُوْنَ	عَنْ	اٰيٰتِنَا	سُوْٓءَ	الْعَذَابِ	بِمَا	كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ
اس سے	ہم جلد سزا دیں گے	ان لوگوں کو جو	کتراتے ہیں وہ	سے	ہماری آیتیں	بُرا	عذاب	اسکے بدلے	وہ کتراتے تھے

ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔

اہل عرب کا ایک ممکنہ عذر

جزیرۂ نما عرب میں اسلام سے قبل یعنی ایام جاہلیت میں علاوہ مشرکین عرب کے یہود و نصاریٰ بھی آباد تھے۔ ان کے پاس جو کتابیں انجیل وتوریت تھیں ان کی اصلی زبان عربی نہ تھی اس لئے عام عرب خصوصاً ان پڑھ اس کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اسکے علاوہ عیسائیت ویہودیت کچھ تبلیغی مذاہب بھی نہ تھے کہ تمام دنیا کے لوگوں پر ان کا ماننا اوران پر عمل کرنا واجب ہوتا لہٰذا اگر قرآن پاک نازل نہ ہوتا تو ممکن تھا اہل عرب بطور عذر کہہ سکتے کہ توریت اور انجیل تو یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے نازل ہوئی تھیں اور ہم ان کتابوں کی زبان سے ناواقف تھے اور نہ وہ تبلیغی عمومی مذہب تھے کہ ہم پر ان کی زبان کا پڑھنا سیکھنا واجب تھا اس لئے ہم کو احکام الٰہیہ کا کیا علم ہوسکتا تھا۔ اگر بنی اسرائیل کی طرح ہماری ہدایت کے لئے کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم اس پر پوری طرح عمل کر کے دکھاتے اور یہود و نصاریٰ سے کہیں بڑھ کر کتاب پر عمل کرنے والے ثابت ہوتے اور جب کوئی آسمانی کتاب و شریعت ہماری طرف نہیں آئی اور ہماری زبان میں نہیں اتری اوراس بناء پر ہم خدا کے فرمان سے غافل رہے تو پھر ہمیں سزا کیوں ہو اور ہماری گرفت کیوں ہو؟

اہل عرب کے عذر کا جواب

اہل عرب کے اس موہومہ عذر کے جواب میں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اب تمہیں اس طرح کے عذر اور حیلے حوالوں کا بھی

موقع نہیں رہا۔ اب تو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ہدایت ورحمت بھرا قرآن بزبان عربی آچکا جس میں حلال وحرام کا بخوبی بیان ہے اور جس میں دلوں کی ہدایت کے لئے نورانیت ہے اور ایمان والوں کے لئے سراسر رحمت ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ ایسی بے مثال روشن کتاب ہدایت ورحمت کا سرچشمہ آنے کے بعد اگر اس کی آیتوں کو کوئی جھٹلائے اور ان سے فائدہ نہ اٹھائے نہ اس پر یقین لائے نہ عمل کرے نہ نیکی کرے نہ بدعملی چھوڑے۔ نہ خود مانے نہ اوروں کو ماننے دے تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا؟ اور اس سے بڑی بدبختی اور شامت کی نشانی اور کیا ہوگی؟ یہ تو خدا کی ایک رحمت ہے جو اس نے نازل فرمائی اب اس سے منہ موڑنا اور اس کو چھوڑ بیٹھنا انتہائی ظلم ہے جو کوئی اپنی جان پر کرسکتا ہے پھر ہو نہیں سکتا کہ اس کا خمیازہ اسے بھگتنا نہ پڑے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لئے جو اس سے روگردانی کریں خود بھی اس کو نہ مانیں اور دوسروں کو بھی اس کے ماننے سے روکیں برا اور سخت ترین عذاب تجویز کر رکھا ہے۔

ایک اہم تنبیہ

یہاں آیت میں ظالم ہونے اور سخت سزا کی وعید صرف کذب ہی پر نہیں بلکہ صدف پر بھی سنائی گئی ہے۔ لغات القرآن میں صدف کے لغوی معنیٰ لکھے ہیں وہ کترایا۔ اس نے منہ موڑا حضرت تھانویؒ نے صدف کا ترجمہ روکنے سے کیا ہے اب غور طلب یہ ہے کہ ہم تو کسی درجہ میں معاذ اللہ یصدفون کے زمرہ میں نہیں آتے یعنی قرآن سے کترانا منہ موڑنا یا اس سے دوسروں کو روکنا ہم سے تو کسی درجہ میں صادر نہیں ہو رہا۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک کی طرف سے ہماری اور اس ملک اور قوم کی آنکھیں کھول دے اور ہمیں یصدفون میں شامل ہونے سے بچالے آمین۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ قرآن جیسی رحمت کی کتاب ہم کو بھی نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس روشن کتاب کا ہم کو قدردان بنائیں۔ اور اس کے احکامات کا پورا پورا اتباع نصیب فرماویں۔ ہم کو اس کا علم پڑھنا پڑھانا سیکھنا اور سکھانا نصیب فرماویں اور اس کو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ہمارے لئے باعث رحمت بنادیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ يَوْمَ

هَلْ يَنْظُرُوْنَ	اِلَّآ	اَنْ	تَاْتِيَهُمُ	الْمَلٰٓئِكَةُ	اَوْ يَاْتِيَ	رَبُّكَ	اَوْ يَاْتِيَ	بَعْضُ	اٰيٰتِ	رَبِّكَ	يَوْمَ
کیا وہ انتظار کررہے ہیں	مگر	یہ	انکے پاس آئیں	فرشتے	یا آئے	تمہارا رب	یا آئے	کچھ	نشانیاں	تمہارا رب	جس دن

کیا یہ لوگ اس امر کے منتظر ہیں کہ انکے پاس فرشتے آویں یا انکے پاس آپکا رب آوے یا آپکے رب کی کوئی بڑی نشانی آوے جس روز آپکے رب کی

يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ

يَاْتِيْ	بَعْضُ	اٰيٰتِ	رَبِّكَ	لَا يَنْفَعُ	نَفْسًا	اِيْمَانُهَا	لَمْ تَكُنْ	اٰمَنَتْ	مِنْ قَبْلُ
آئی	کوئی	نشانی	تمہارا رب	نہ کام آئے گا	کسی کو	اسکا ایمان	نہ تھا	ایمان لایا	اس سے پہلے

کوئی بڑی نشانی آپہنچے گی کسی ایسے شخص کا ایمان اسکے کام نہ آوے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا ہو یا اُس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو

اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

اَوْ	كَسَبَتْ	فِيْٓ اِيْمَانِهَا	خَيْرًا	قُلِ	انْتَظِرُوْٓا	اِنَّا	مُنْتَظِرُوْنَ
یا	کمائی	اپنے ایمان میں	کوئی بھلائی	فرمادیں	انتظار کرو تم	ہم	منتظر ہیں

آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔

واضح دلائل کے باوجود کیا مشرکین اب قیامت کا انتظار کررہے ہیں

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ نے انسان کی ہدایت کے لئے اپنے احکام رسولوں کے ذریعہ دنیا میں بھیجے اور سب سے آخر میں یہ مبارک کتاب جس کا نام قرآن مجید ہے نازل فرمائی جس میں تمام انسانوں کے لئے ہر زمانہ اور ہر حالت میں ہدایت کا پورا پورا سامان جمع کردیا۔ اب انسانوں کو اسی کتاب سے رہنمائی حاصل ہوسکتی ہے اس لئے اس کی پیروی اور اتباع کی تاکید فرمائی گئی اس میں توحید کے مضامین بیان فرما کر عقیدہ توحید کی دعوت دی گئی۔ دلائل کے ساتھ شرکیہ وکفریہ عقائد کا رد فرمایا گیا۔ عقیدہ آخرت وجزا سزا کا بیان ہوا۔ اور ہر طرح کے ترغیبی وترہیبی مضمون سے اتمام حجت کردیا گیا۔ اب اس پر بھی جو مشرکین ومنکرین اسلام کی طرف مائل نہ ہوئے اور اس قدر دلائل کے بعد بھی جو لوگ ایمان نہ لائے تو ان کے متعلق اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ ایسی بے مثال واضح اور روشن کتاب آچکنے کے بعد بھی یہ نہیں مانتے تو شاید یہ لوگ اب اس کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود آپ آویں اور ان سے کہیں کہ واقعی یہ ہماری کتاب ہے اور یہ ہمارے رسول ہیں۔ یا ان کے پاس فرشتے آئیں اور انہیں یقین دلائیں یا خدا کی کوئی بڑی نشانی آوے جو انہیں ایمان پر مجبور کردے اور جس کے بعد شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔ تو واضح رہے کہ خود اللہ تعالیٰ یا اس کے فرشتے تو آویں گے نہیں۔ ہاں خدا کی بعض نشانیاں آئیں گی جس کے سامنے سر جھکانے پر کفار بھی مجبور ہوں گے مگر وہ نشانی ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا نہ عاصی گنہگار کی توبہ کارآمد ہوگی۔

قیامت کی بعض نشانیاں

احادیث میں صحیح بخاری کی روایت ہے کہ اس آیت میں بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ تمہارے رب کی کوئی نشانی آئے اس سے مراد قرب قیامت میں مغرب کی طرف سے سورج کا نکلنا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک مغرب کی طرف سے آفتاب کا طلوع نہ ہوگا۔ پھر جب لوگ اس کو دیکھیں گے تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جائیں گے لیکن یہ وہ وقت ہوگا کہ جو شخص اس نشانی سے پہلے ایمان نہ لایا ہوگا اس کو اس وقت ایمان لانا سود مند نہ ہوگا۔ بخاری کی دوسری روایت میں اتنا اور زائد ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت هَلْ يَنْظُرُوْنَ جو زیر تفسیر ہے تلاوت فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے دوسری حدیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مغرب سے آفتاب طلوع ہونے سے پہلے توبہ کی اس کی توبہ قبول ہوگی۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ توبہ اس وقت تک برابر قبول ہوگی جب تک کہ آفتاب اپنے ڈوبنے کی جگہ سے طلوع کرے۔ پھر جب آفتاب مغرب سے برآمد ہوگا تو ہر دل پر مہر ہو جائے گی اس عقیدہ کے موافق جو دل کے اندر ہوگا اور لوگوں کو ان کے اعمال بس کریں گے۔ یعنی طلوع آفتاب از مغرب کے بعد نہ کوئی نیا ایمان قبول ہوگا نہ کوئی نیا عمل اس وقت ایمان لانا یا توبہ کرنا بیکار ہوگا کیونکہ فائدہ دینے والا ایمان تو وہی ہے جسے غیب کے اوپر ایمان لانا کہتے ہیں اور غیب وہ ہے جس کو صرف قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے سے مانا جائے۔ جب غیب کی باتیں ظاہر ہوگئیں خواہ وہ موت کے وقت ہوں یا جب دنیا کے ختم ہونے کے وقت قرب قیامت ہو جیسے سورج کے نظام کا بگڑ جانا تو اس وقت کا ایمان ایمان بالغیب نہ ہوگا اس لئے کچھ کام نہ آئے گا اور اسی طرح نہ اس وقت گنہگار مسلم کی توبہ قبول ہوگی۔ حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث و مفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''علامات قیامت'' میں جس کے مضامین کی بنیاد آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہؐ پر ہے۔ لکھا ہے کہ قرب قیامت کی بڑی بڑی اہم علامات ظاہر ہونے کے بعد مثلاً حضرت امام مہدی کا ظہور دجال کا خروج نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل دجال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکومت و سلطنت قوم یاجوج ماجوج کا خروج۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات۔ تمام روئے زمین پر ایک زبردست دھویں کا نمودار ہونا جو چالیس روز تک مسلسل رہے گا پھر مطلع صاف ہو جائے گا۔ (جن کی تفصیلات کتاب مذکورہ میں دیکھی جا سکتی ہیں) اس کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی کہ مسافر تنگدل بچے خواب گاہ سے بیدار۔ مویشی چراگاہ کے لئے بے قرار ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ لوگ ہیبت اور بے چینی کی وجہ سے نالہ وزاری شروع کر کے توبہ توبہ پکاریں گے آخر تین چار رات کی مقدار کے برابر دراز ہونے کے بعد حالت اضطرابی میں آفتاب مانند چاند گرہن کے ایک قلیل روشنی کے ساتھ جانب مغرب سے طلوع ہوگا اس وقت تمام لوگ خدائے قدوس کی وحدانیت کا اقرار و اعتراف کریں گے مگر اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اس کے بعد اپنی معمولی روشنی و نورانیت کے ساتھ مشرق سے طلوع ہوتا رہے گا۔ در منثور میں ایک روایت ہے کہ مغرب سے طلوع ہو کر جب وسط سماء تک پہنچے گا پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ کر ادھر غروب ہو کر پھر بدستور مشرق سے نکلنے لگے گا (بیان القرآن) اس کے بعد ایک نادر شکل کا جانور جس کا نام ''دابۃ الارض'' ہوگا ظہور ہوگا جس کا قدرے تفصیلی بیان پارہ نمبر ۲۰ سورہ نمل کی آیت نمبر ۸۲

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ

کے تحت میں لکھا گیا ہے آفتاب کے مغرب سے طلوع اور دآبۃ الارض کے ظہور سے نفخ صور تک ایک سو بیس سال کا عرصہ ہوگا۔ (علامات قیامت)

الغرض قرب قیامت میں آفتاب کے خلاف معمول مغرب سے طلوع ہونے کی نشانی ظاہر ہوگی جیسا کہ اس آیت میں خبر دی گئی۔ مگر اس نشانی کے ظاہر ہونے پر توبہ اور ایمان لانے کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا اور نہ کوئی ایمان قبول ہوگا نہ کوئی عمل۔

دعا کیجئے یا اللہ ہر آن ہم کو اپنے گناہوں اور لغزشوں پر توبہ کی توفیق نصیب ہوتی رہے۔ اور اس قرآن پاک کا دل و جان سے اتباع نصیب ہوتا رہے۔ یا اللہ ہم کو ہمہ وقت آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرما اور آخرت کے لئے زادِ راہ جمع کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۭ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ

اِنَّ	الَّذِيْنَ	فَرَّقُوْا	دِيْنَهُمْ	وَكَانُوْا	شِيَعًا	لَسْتَ	مِنْهُمْ	فِيْ شَيْءٍ	اِنَّمَا	اَمْرُهُمْ
بیشک	وہ لوگ جنہوں نے	تفرقہ ڈالا	اپنا دین	اور ہو گئے	گروہ در گروہ	نہیں آپ	ان سے	کسی چیز میں (کوئی تعلق)	فقط	انکا معاملہ

بیشک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپکا اُن سے کوئی تعلق نہیں، بس اُنکا معاملہ اللہ کے حوالے ہے

اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ

اِلَى اللّٰهِ	ثُمَّ	يُنَبِّئُهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ	مَنْ	جَآءَ	بِالْحَسَنَةِ	فَلَهٗ	عَشْرُ	اَمْثَالِهَا
اللہ کے حوالے	پھر	وہ جتلاوے گا انہیں	وہ جو	کرتے تھے	جو	لائے	کوئی نیکی	تو اسکے لئے	دس	اسکے برابر

پھر اُنکو اُنکا کیا ہوا جتلا دیں گے۔جو شخص نیکی لے کر آئے گا اُسکو اسکے دس حصے ملیں گے۔

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ

وَمَنْ	جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ	فَلَا يُجْزٰى	اِلَّا مِثْلَهَا	وَهُمْ	لَا يُظْلَمُوْنَ	قُلْ	اِنَّنِيْ
اور جو	کوئی برائی لائے	تو نہ بدلہ پائے گا	مگر اسکے برابر	اور وہ	نہ ظلم کیے جائیں گے	کہہ دیجئے	بیشک مجھے

اور جو شخص برائی لے کر آئے گا سو اُسکو اسکے برابر ہی سزا ملے اور اُن لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے

هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَ

هَدٰىنِيْ	رَبِّيْ	اِلٰى	صِرَاطٍ	مُسْتَقِيْمٍ	دِيْنًا	قِيَمًا	مِلَّةَ	اِبْرٰهِيْمَ	حَنِيْفًا	وَ
راہ دکھائی	میرا رب	طرف	راستہ	سیدھا	دین	درست	ملت	ابراہیمؑ	ایک کا ہو کر رہنے والا	اور

ایک سیدھا رستہ بتلایا ہے، کہ وہ ایک دین ہے مستحکم جو طریقہ ہے ابراہیمؑ کا جس میں ذرا کجی نہیں، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔

مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ

مَا كَانَ	مِنَ	الْمُشْرِكِيْنَ	قُلْ	اِنَّ	صَلَاتِيْ	وَنُسُكِيْ	وَمَحْيَايَ	وَمَمَاتِيْ	لِلّٰهِ
نہ تھے	سے	مشرک (جمع)	آپ کہہ دیں	بیشک	میری نماز	میری قربانی	اور میرا جینا	اور میرا مرنا	اللہ کیلئے

آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادات اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

رَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	لَا شَرِيْكَ	لَهٗ	وَبِذٰلِكَ	اُمِرْتُ	وَاَنَا	اَوَّلُ	الْمُسْلِمِيْنَ
رب	سارے جہان	نہیں کوئی شریک	اس کا	اور اسی کا	مجھے حکم دیا گیا	اور میں	سب سے پہلا	مسلمان (فرماں بردار)

اُس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔

اے نبی! دین میں تفریق کرنے والوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے

گذشتہ رکوع میں متعدد احکام بیان فرما کر ارشاد ہوا تھا کہ صراط مستقیم یعنی دین کی سیدھی راہ ہمیشہ سے ایک رہی ہے۔ اس سے ہٹ کر گمراہی کے راستہ بہت ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین اصولی حیثیت سے اسی ایک راہ پر چلے اور لوگوں کو بلاتے رہے۔ سب سے آخر میں قرآن پاک آیا اور دنیا کے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے دنیا میں بھیج دیا گیا۔ اور تاکید کر دی گئی کہ اب اسی کی پیروی کرنی چاہئے اور یہ بھی پہلے کہہ دیا گیا کہ اس دین صراط مستقیم کی راہ مت چھوڑنا اور اس سے جدا راہ مت اختیار کرنا اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے نہایت تاکید کے ساتھ پھر بتلایا جاتا ہے کہ دین الٰہی کا راستہ یعنی صراط مستقیم ایک ہے جو لوگ اصل دین میں پھوٹ ڈال کر جدا جدا راہیں نکالنے اور فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ یا اور کوئی تو ان لوگوں سے اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کچھ واسطہ اور سروکار نہیں۔ آپ ان سے بیزاری اور برأت کا اظہار کر کے خدا کے اسی ایک راستہ صراط مستقیم پر جمے رہئے اور ان تفرقہ کرنے والوں کا انجام اللہ کے حوالہ کیجئے وہ ان کو قیامت میں جتلا دے گا جو کچھ یہ دین میں گڑبڑی کرتے تھے اور تفرقہ ڈالتے تھے۔

دین میں تفریق ڈالنا اور فرقے بن جانا جو یہاں مذکور ہے اس سے مفسرین نے مراد یہ لیا ہے کہ اصول دین کے اتباع کو چھوڑ کر اپنے خیالات وخواہشات کے مطابق یا شیطانی مکر و تلبیس میں مبتلا ہو کر دین میں کچھ نئی چیزیں بڑھا دے یا بعض چیزوں کو چھوڑ دے۔ تفسیر مظہری میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں کہ اس میں پچھلی امتوں کے لوگ بھی داخل ہیں جنہوں نے اپنے اصول دین کو ترک کر کے اپنی طرف سے کچھ چیزیں ملا دی تھیں اور اس امت کے اہل بدعت بھی جو دین میں اپنی طرف سے بے بنیاد چیزوں کو شامل کرتے رہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں اس مضمون کو اس طرح واضح فرمایا ہے کہ:۔ ''میری امت کو بھی وہی حالات پیش آویں گے جو بنی اسرائیل کو پیش آئے جس طرح کی بداعمالیوں میں وہ مبتلا ہوئے میری امت کے لوگ بھی مبتلا ہوں گے بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے تھے۔ میری امت کے ۷۳ فرقہ ہو جائیں گے جن میں سے ایک فرقہ کے علاوہ سب دوزخ میں جائیں گے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہے فرمایا ما انا علیه و اصحابی یعنی وہ جماعت جو میرے طریقہ پر اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلے گی وہ نجات پائے گی (ترمذی و ابوداؤد)

جزا و سزا کا قانون

آیت میں آگے قیامت میں جزا و سزا کا ایک قانون عام بیان ہوتا ہے کہ بھلائی و نیکی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے اور برائی کا زائد از زائد اس کی برابر یعنی جس نے ایک نیکی کمائی تو کم از کم ویسی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ زائد کی حد نہیں اور جو ایک بدی کا مرتکب ہوا تو ویسی ایک بدی کی جس قدر سزا مقرر ہے اس سے آگے نہ بڑھیں گے۔ تخفیف کر دیں یا بالکل معاف کر دیں یہ حق تعالیٰ کو اختیار ہے۔ پھر جہاں رحمت کی یہ کیفیت ہو وہاں ظلم کا کیا امکان ہے۔ صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب عز و جل رحیم ہے جو شخص کسی نیک کام کا صرف ارادہ کرے اس کے لئے ایک نیکی لکھ لی جاتی ہے خواہ عمل کرنے کی نوبت بھی نہ آئے پھر جب وہ اس نیک کام کو کرے تو دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں اور جو شخص کسی گناہ کا ارادہ کرے مگر پھر اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے بھی ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور گناہ کا عمل بھی کر لے تو ایک گناہ لکھ دیا جاتا ہے یا اس کو بھی مٹا دیا جاتا ہے اس عفو و کرم کے ہوتے ہوئے اللہ کے دربار میں وہی شخص ہلاک ہو سکتا ہے جس نے ہلاک ہونے کی ٹھان رکھی ہے (ابن کثیر) (معارف القرآن جلد سوم)

ایک حدیث قدسی میں بروایت حضرت ابوذرؓ ارشاد ہے

''جو شخص ایک نیکی کرتا ہے اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور اس سے بھی زیادہ اور جو شخص ایک گناہ کرتا ہے تو اس کی سزا صرف ایک ہی گناہ کی برابر ملے گی یا میں اس کو بھی معاف کر دوں گا اور جو شخص اتنے گناہ کر کے میرے پاس آئے جن سے ساری زمین بھر جائے اور مغفرت کا طالب ہو تو میں اتنی ہی مغفرت سے اس کے ساتھ معاملہ کروں گا اور جو شخص میری طرف ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں

ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور جو شخص ایک ہاتھ میری طرف آتا ہے میں اس کی طرف بقدر ایک باع کے آتا ہوں (باع کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کو) اور جو شخص میری طرف جھپٹ کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔" ان روایات حدیث سے معلوم ہوا کہ نیکی کی جزا میں دس تک کی زیادتی جو اس آیت میں مذکور ہے ادنیٰ حد کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے اس سے زیادہ بھی دے سکتے ہیں اور دیں گے جیسا کہ دوسری روایات سے ۷۰ گنا یا ۷۰۰ گنا تک ثابت ہوتا ہے۔

نیکی کر کے اسے محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے

اس آیت کے الفاظ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یہاں جآء بالحسنة فرمایا ہے یعنی جو کوئی ایک نیکی لاتا ہے۔ عمل بالحسنة نہیں فرمایا یعنی جو کوئی ایک نیکی کرتا ہے اس سے اس طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ محض کسی نیک یا بد کام کر لینے پر یہ جزاء سزا نہیں دی جائے گی بلکہ جزاء سزا کے لئے موت کے وقت تک اس عمل نیک یا بد عمل کا قائم رہنا شرط ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی نیک عمل کیا لیکن پھر اس کے کسی گناہ کی شامت سے وہ عمل خبط اور ضائع ہو گیا تو وہ اس عمل پر جزا کا مستحق نہیں رہا۔

اسی طرح برے اعمال سے اگر توبہ کر لی تو وہ گناہ نامہ اعمال سے مٹا دیا جاتا ہے۔ موت کے وقت تک باقی نہیں رہتا اس لئے یہاں اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ کوئی عمل کرے نیک یا بد تو اس کو جزاء و سزا ملے گی بلکہ یوں فرمایا کہ جو شخص ہمارے پاس لائے گا نیک عمل تو دس گنا ثواب پائے گا اور ہمارے پاس لائے گا برا عمل تو ایک ہی عمل کی سزا پائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے پاس لانا اسی وقت ہو گا جب تک یہ عمل آخر تک باقی اور قائم رہے نیک عمل کو ضائع کرنے والی کوئی چیز پیش نہ آئے اور برے عمل سے توبہ استغفار نہ کرے (معارف القرآن جلد سوم)

توحید و تفویض اور توکل کا اعلان

آگے آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ آپ پر جو خدا کی نعمت ہے اس کا اعلان کر دیں کہ اس رب نے آپ کو صراط مستقیم دکھادی ہے جس میں کوئی کجی یا کمی نہیں وہ ثابت اور سالم اور ستھری راہ ہے۔ خالص توحید اور کامل تفویض و توکل کا راستہ ہے۔ جس پر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام چلے اور جن کا نام آج بھی تمام عرب اور کل ادیان سماویہ غایت عظمت واحترام سے لیتے ہیں۔ اور آپ ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ میری نماز میری عبادت اور میرا جینا۔ اور میرا مرنا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اور میں ان میں سے کسی چیز میں کسی کو شریک نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اس کا حکم کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا اس کے حکم کی اطاعت کرنے والا ہوں۔ مراد یہ ہے کہ اس امت میں سب سے پہلا مسلمان میں ہوں کیونکہ ہر امت کا پہلا مسلمان خود وہ نبی یا رسول ہوتا ہے جن پر وحی شریعت کی نازل کی جاتی ہے۔

مومن کا مقصد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ اعلان کرایا گیا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ دیجئے کہ میری نماز۔ میری عبادت' میرا جینا میرا مرنا سب خاص اللہ ہی کے لئے ہے۔ اس میں تعلیم یہ ہے کہ مسلمان کا مقصد اصلی یہی ہونا چاہئے کہ نماز روزہ حج زکوٰۃ کل عبادات و معاملات یہاں تک کہ اپنی زندگی اور موت بھی اللہ ہی کے لئے مخصوص کر دے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں بھی آپ کی خالص توحید کا اعتقاد کامل نصیب ہو اور ہر معاملہ میں آپ کی رضا کی فکر ہو۔

یا اللہ جو ٹوٹے پھوٹے اعمال ہم سے اعمال صالحہ کی شکل میں ہو جاتے ہیں ان کو اپنی رحمت سے شرف قبولیت عطا ہو اور ان اعمال کو حبط و ضبط سے محفوظ فرمائیے۔ یا اللہ ہمیں ایسے اعمال بد سے کامل طور پر بچنا نصیب فرمائیے کہ جو اعمال صالحہ کو باطل بے اثر اور برباد کر دیتے ہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ أَغَيْرَ اللّٰهِ أَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا

قُلْ	أَغَيْرَ	اللّٰهِ	أَبْغِيْ	رَبًّا	وَّهُوَ	رَبُّ	كُلِّ شَيْءٍ	وَ	لَا تَكْسِبُ	كُلُّ نَفْسٍ	إِلَّا
آپ کہدیں	کیاسوائے	اللہ	میں ڈھونڈوں	کوئی رب	اور وہ	رب	ہر شے	اور	نہ کمائے گا	ہر شخص	مگر (صرف)

آپ فرمادیجئے کہ کیامیں خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کیلئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا، اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے،

عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ۚ ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ

عَلَيْهَا	وَ	لَا تَزِرُ	وَازِرَةٌ	وِزْرَ	أُخْرٰى	ثُمَّ	إِلٰى	رَبِّكُمْ	مَرْجِعُكُمْ	فَيُنَبِّئُكُمْ
اسکے ذمے	اور	نہ اُٹھائے گا	کوئی اُٹھانے والا	بوجھ	دوسرا	پھر	طرف	تمہارا (اپنا) رب	تمہارا لوٹنا	پس وہ تمہیں جتلادے گا

اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اُٹھاوے گا پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا پھر وہ تم کو جتلاویں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔

بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ

بِمَا	كُنْتُمْ	فِيْهِ	تَخْتَلِفُوْنَ	وَهُوَ	الَّذِيْ	جَعَلَكُمْ	خَلٰٓئِفَ	الْأَرْضِ	وَرَفَعَ	بَعْضَكُمْ
وہ جو	تم تھے	اس میں	تم اختلاف کرتے	اور وہ	جس نے	تمہیں بنایا	نائب	زمین	اور بلند کئے	تم میں سے بعض

اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا

فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۭ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۡ

فَوْقَ	بَعْضٍ	دَرَجٰتٍ	لِيَبْلُوَكُمْ	فِيْ	مَآ اٰتٰىكُمْ	إِنَّ	رَبَّكَ	سَرِيْعُ	الْعِقَابِ
پر۔اوپر	بعض	درجے	تاکہ تمہیں آزمائے	میں	جو اس نے تمہیں دیا	بیشک	تمہارا رب	جلد	سزا دینے والا

تاکہ تم کو آزماوے ان چیزوں میں جو کہ تم کو دی ہیں، بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے،

وَإِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

وَإِنَّهٗ	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
اور بیشک وہ	یقیناً بخشنے والا	نہایت مہربان

اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔

یہ آیات سورۃ انعام کی خاتمہ کی آیات ہیں اس پوری سورۃ میں مضامین توحید کس خوبی سے بیان کئے گئے۔ عقیدہ آخرت کو بار بار ذہن نشین کرایا گیا۔ جاہلیت کے شرکیہ عقائد کا مکمل طور پر رد فرمایا گیا۔ منکرین رسالت کے اعتراضات کا جواب دیا گیا اور آخری فیصلہ بھی صادر کر دیا گیا تھا کہ دین میں تفریق ٹھیک نہیں۔ دین حق اور صراط مستقیم ایک ہی ہے جو خاص مذہب ابراہیمی تھا۔ تمام انبیاء مرسلین اسی صراط مستقیم پر چلنے اور چلانے والے تھے اور سب انبیاء کے اخیر میں نبی آخر الزماں کا تشریف لانا اور قرآن آپ پر نازل ہونا جواب قیامت تک کے لئے ہدایت و رہنمائی کا ذریعہ ہے بتلایا گیا۔ اب خاتمہ سورۃ پر ربوبیت باری تعالیٰ کی تصریح فرماتے ہوئے اپنے ایک انعام خاص کا ذکر فرمایا گیا جس سے مقصود اطاعت کی ترغیب دینا اور معصیت و مخالفت سے ڈرانا ہے اور اخیر میں اپنی دو صفات جو کہ ترغیب اور ترہیب کے مناسب ہیں بیان فرما کر سورت کو ختم فرمایا گیا۔

خالق خدا کو مانتے ہو
پھر پوجا غیروں کی کیوں کرتے ہو

مشرکین عرب تو بتوں کو پوجتے تھے اور ان سے مدد مانگتے تھے اسی طرح یہود و نصاریٰ اپنے خود ساختہ عقائد کی بناء پر شرک میں گرفتار تھے لیکن بایں ہمہ سب خدا تعالیٰ کے قائل ضرور تھے اور تمام چیزوں کو خدا کی پیدا کی ہوئی چیزیں بھی جانتے تھے۔ تو ان سب کو ایسی دلیل سے ساکت کیا جاتا ہے کہ جس کا جواب نہیں اور وہ یہ کہ جب سب چیزیں اس کی پیدا کی ہوئی ہیں اور وہی سب کا رب اور قاضی الحاجات ہے تو کیا اس کے ساتھ اس کی مخلوق کو شریک کیا جائے۔ آقا کے رتبہ میں نوکر کو اور بادشاہ کے رتبہ میں رعیت کو شریک کرنا کس عقل کا کام ہے۔

مشرکین کے دعوؤں اور اعتراضات کا رد

پھر مشرکین کے ایک قول کا رد فرمایا جاتا ہے جو مسلمانوں کو اپنے طریقہ باطل کی طرف بلاتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ اگر تم کو ہمارے طریقہ پر آنے میں گناہ ہوگا تو وہ ہمارے سر پر۔ اس کے رد میں بتلایا جاتا ہے کہ ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ عدل و انصاف سے ملے گا نیکوں کو جزا اور بدوں کو سزا۔ ایک کے گناہ دوسرے پر نہیں لادے جائیں گے کوئی عزیز و اقارب دوسرے کے عوض پکڑا نہیں جائے گا۔ اس دن ظلم نہ ہوگا کہ کسی کی نیکی گھٹا دی جائے یا کسی کے گناہ بڑھا دیئے جائیں۔ اپنی اپنی کرنی اپنی اپنی بھرنی۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ آخر کار تم کو خدا کے پاس جانا ہے وہاں اعمال کا حساب ہونا ہے پھر معلوم ہو جائے گا کہ اس اختلاف میں حق رضائے رب اور مرضی مولا کس کے ساتھ تھی۔ پھر مکہ کے دولت مند مشرکین غریب مسلمانوں کو دیکھ کر یہ کہا کرتے تھے کہ دیکھو ہم اپنے معبودوں کی بدولت کس قدر خوش حال ہیں۔ یہ معبود خدا کی طرف سے کار ساز ہیں جس طرح دنیا میں بادشاہ کا عملہ کارساز ہوتا ہے۔ مسلمانوں نے ان معبودوں کو چھوڑ دیا اس لئے افلاس و تنگدستی میں گرفتار ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے تم کو خلیفہ کیا ہے یعنی ایک مرتا ہے اس کی جگہ دوسرا قائم ہوتا ہے اور انتظام دنیا کے لئے مال و جاہ عقل و صورت میں مختلف الدرجات ہونا حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ ہے۔ اس لئے اس نے انسانوں میں مختلف درجے رکھے ہیں کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے کوئی بیمار کوئی تندرست کوئی خوبصورت کوئی بدصورت کوئی حاکم کوئی محکوم کوئی عاقل کوئی بے عقل اور اس میں انسانوں کی آزمائش مقصود ہے کہ دیکھیں نعمتوں کے وقت کون ہماری طرف جھکتا ہے اور کیسے کام کرتا ہے اور مصائب میں کون صبر کرتا ہے۔ غنی کا امتحان شکر کے ذریعہ ہوتا ہے فقیر کا امتحان صبر کے ذریعہ پس جو نعمتوں پر شکر اور مصائب پر صبر نہ کر کے حق تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو وہ سریع العقاب ہے یعنی جلد سزا دینے والا ہے اور جو صبر و شکر کر کے فرمانبرداری اختیار کرے گا تو وہ غفور الرحیم ہے۔ یعنی بڑی مغفرت کرنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

الحمدللہ کہ سورۃ انعام کا بیان جس میں ۲۰ رکوع تھے یہاں ختم ہوا۔ اس سورۃ کی ابتدا الحمدللہ سے ہوئی تھی اور خاتمہ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پر ہوا یعنی سورۃ کا شروع حمد سے ہوا اور ختم مغفرت و رحمت پر۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم سب کو اپنی حمد کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی مغفرت و رحمت سے سرفراز فرمائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیئے اور جس حال میں اے مولائے کریم آپ ہم کو رکھیں اس پر صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ یا اللہ اپنی ذات و صفات کی سچی توحید و معرفت ہم کو نصیب فرمایئے اور اپنے رسول پاک کا سچا امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرمایئے۔ یا اللہ دنیا میں اہل حق بنا کر رکھئے اور آخرت میں اپنی مغفرت و رحمت سے سرفراز فرمایئے۔ یا اللہ ہم ایمان کے کمزور ہیں۔ ہم ابتلا اور آزمائش کی سکت نہیں رکھتے۔ ہماری اس معاملہ میں مدد فرمایئے اور ہمیں اس دنیا سے سلامتی ایمان و اسلام کے ساتھ کوچ کرنا اور آپ کے پاس پہنچنا نصیب فرمایئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سورۃ الاعراف مکیۃ وھی مائتان و ست آیات و اربع و عشرون رکوعا بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٓمّٓصٓ ۝ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ

بِهٖ	لِتُنْذِرَ	مِنْهُ	حَرَجٌ	فِيْ صَدْرِكَ	فَلَا يَكُنْ	اِلَيْكَ	اُنْزِلَ	كِتٰبٌ	الٓمّٓصٓ
اس سے	تا کہ تم ڈراؤ	اس سے	کوئی تنگی	تمہارے سینہ میں	سو نہ ہو	تمہاری طرف	نازل کی گئی	کتاب	الٓمّٓصٓ

الٓمّٓصٓ - یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اسکے ذریعہ سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہیے

وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝

لِلْمُؤْمِنِيْنَ	وَذِكْرٰى
ایمان والوں کیلئے	اور نصیحت

اور یہ نصیحت ہے ایمان والوں کیلئے۔

ترتیب نزول و مقام نزول وغیرہ

بحساب ترتیب یہ قرآن پاک کی ساتویں سورۃ ہے۔ لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۸۷ لکھا ہے۔ یعنی اس سورۂ اعراف سے پہلے ۸۶ سورتیں مکہ معظمہ میں نازل ہو چکی تھیں۔ اور اس کے بعد ۲۷ سورتیں اور نازل ہوئیں۔ اس سورۃ میں ۲۴ رکوعات ۲۰۶ آیات ۳۳۸۷ کلمات اور ۱۴۶۳۵ احروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مکی سورۃ ہے اور اس کا زمانہ نزول بھی وہی ہے جو گذشتہ سورۂ انعام کا ہے۔ یعنی ہجرت مدینہ سے قبل گویا مکی دور کے آخری زمانہ میں نزول ہوا۔

وجہ تسمیہ اور موضوع

اس سورۃ کا نام اعراف اس لئے مقرر ہوا کہ اس کے پانچویں رکوع میں ایک جگہ اعراف والوں کا ذکر ہے۔ اعراف جمع ہے عرف کی۔ عرف اونچے مقام کو کہتے ہیں۔ جیسے ٹیلہ پہاڑی وغیرہ۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ اعراف کچھ اونچے ٹیلے یا چھوٹی پہاڑیاں یا بلند دیوار ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان میں واقع ہے۔ اور وہاں کھڑے ہونے والوں کو ایک طرف جنت اور جہنم صاف نظر آئے گی۔ یہاں ان لوگوں کو کھڑا کیا جائے گا جن کی نیکیاں اور بدیاں میزان میں برابر اتریں گی۔ وہاں سے اصحاب اعراف جنت والوں کو جنت میں اور جہنمیوں کو جہنم میں دیکھیں گے۔ جب جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں جا چکیں گے تو پھر ان اعراف والوں کا فیصلہ کیا جائے اور بالآخر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان سب اعراف والوں کو بھی جنت میں کئے جانے کا حکم فرمادیں گے۔ بہر حال اعراف والوں کے ذکر کی وجہ سے اس سورۃ کا نام اعراف مقرر ہوا۔

گذشتہ سورۂ انعام میں زیادہ تر مضامین توحید کے متعلق تھے۔ اس سورۃ میں زیادہ تر مضامین رسالت کے متعلق ہیں۔ اس طرح اس سورۃ کا مرکزی مضمون رسالت و آخرت ہے۔

سورۃ کی ابتداء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب سے ہوتی ہے اور نزول قرآن کی غرض و غایت بتلائی جاتی ہے اور کتاب اللہ کی پیروی کا حکم دیا جاتا ہے اور اس کی نافرمانی کے نتیجہ میں تباہی و بربادی کے واقعات سنائے جاتے ہیں۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں بھی تمام انسانوں کے اعمال کا وزن ہوگا اور ان کو میزان میں تولا جائے گا۔ جن کا نیکیوں کا پلہ بھاری رہے گا وہ کامیاب ہوں گے اور جن کا بدیوں کا پلہ بھاری رہے گا وہ وہ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہوگا۔ اسی نافرمانی اور مخالفت احکام خداوندی کے سلسلہ میں ابلیس لعین کا واقعہ سنایا گیا اور اسی سلسلہ میں حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر فرمایا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم۔ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد۔ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود۔ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم۔ حضرت شعیب علیہ السلام اور

اہل مدین۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم فرعون اور بنی اسرائیل کے بعض واقعات و حالات سنائے گئے۔ اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کو حکمت و تبلیغ دین اور بعض ضروری نصائح کے متعلق چند اہم ہدایات دی گئیں۔

حروف مقطعات کا مطلب کیا ہے

سورۃ کی ابتداء الٓمّٓصٓ ۔حروف مقطعات سے فرمائی گئی۔ حروف مقطعات کا تفصیلی بیان سورۂ بقرہ کے ابتدائی درس نمبر ے میں ہو چکا ہے۔ جہاں ان کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال نقل کئے گئے ہیں۔ یہ حروف مقطعات قرآنی متشابہات میں سے ہیں۔ جن کا حقیقی مطلب اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوگا۔ ان پر ایمان اسی طرح لانا چاہئے کہ یہ ایک بھید اور راز ہے۔ اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت و حکمت ظاہر نہیں فرمایا گیا۔ البتہ حضور صلی اللہ وسلم کے اشارات و کنایات سے مفہوم اخذ کر کے بعض مفسرین کرام نے ان کے معنیٰ اپنی سمجھ کے موافق بیان کئے ہیں جو تفاسیر میں اپنے اپنے مقام پر درج ہیں۔ مگر سب سے زیادہ راجح اور صحیح قول جمہور مفسرین کے نزدیک یہی ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہیں۔ جن کے حقیقی معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کہ عنایات الٰہی ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے تو کافروں کا بہت زور تھا اور مسلمان تھوڑے اور کمزور تھے۔ احکام الٰہیہ کا نزول زور و شور سے ہو رہا تھا۔ توحید و رسالت کے مسائل کو دلائل قاہرہ سے بیان کیا جاتا تھا۔ جس سے مشرکین کی دشمنی اور عداوت دن بدن بڑھتی جاتی تھی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی طور پر گرانی پیش آتی تو اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ آپ ان کفار و مشرکین اور معاند منکرین کے طعن تشنیع اور ضد و عناد۔ اور عداوت و دشمنی اور بیہودہ سوالات سے منقبض اور مکدر ہو کر قرآن کریم کے تبلیغ میں تنگ دل نہ ہوں بلکہ پورے شرح صدر اور طمانیت اور قوت و جرأت کے ساتھ فریضہ تبلیغ و انذار میں ہمہ تن مشغول ہو جایئے۔ اور یہ یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتیں آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہے۔ قوم کی تکلیف اور عداوت سے گھبرا کر تبلیغ و دعوت حق میں کوئی کمی نہ کیجئے اور یہ کتاب آپ پر اس لئے نازل کی گئی ہے تاکہ آپ اس کے ذریعہ سے منکرین کو ان کے برے اعمال کے برے نتائج سے ڈرائیں اور تاکہ یہ کتاب ایمان والوں کے لئے تذکیر یعنی یاددہانی و نصیحت ہو۔

یہاں عظمت قرآن کی طرف اشارہ فرما کر فریضۂ نبیؐ کی صراحت فرمائی کہ آپ کا کام تبلیغ یعنی منکرین کو ڈرانا اور مومنین کو نصیحت کرنا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ جو ہم کو قرآن جیسی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ یا اللہ ہم کو قرآن پاک کے اتباع کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ یا اللہ قرآن پاک کے اتباع کے ساتھ اس کی تبلیغ و تعلیم کی توفیق کسی نہ کسی درجہ میں ہم کو بھی عطا فرما۔ یا اللہ اس ملک پاکستان میں قرآنی احکام کا نفاذ فرما اور قرآنی حکومت ہم کو دیکھنا نصیب فرما اور قرآنی تعلیمات و ہدایات سے اس ملک و قوم کو منور فرما دیجئے۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا

اِتَّبِعُوْا	مَآ اُنْزِلَ	اِلَيْكُمْ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	وَلَا تَتَّبِعُوْا	مِنْ	دُوْنِهٖٓ	اَوْلِيَآءَ	قَلِيْلًا	مَّا
پیروی کروتم	جونازل کیا گیا	تمہاری طرف (تم پر)	سے	تمہارا رب	اور پیچھے نہ لگو	سے	اسکے سوا	رفیق (جمع)	بہت کم	جو

تم لوگ اسکا اتباع کروجوتمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو، تم لوگ بہت ہی کم

تَذَكَّرُوْنَ ۝ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝ فَمَا كَانَ

تَذَكَّرُوْنَ	وَكَمْ	مِّنْ	قَرْيَةٍ	اَهْلَكْنٰهَا	فَجَآءَهَا	بَاْسُنَا	بَيَاتًا	اَوْ هُمْ	قَآئِلُوْنَ	فَمَا كَانَ
نصیحت قبول کرتے ہو	اور کتنی ہی	سے	بستیاں	ہم نے ہلاک کیں	پس اُن پر آیا	ہمارا عذاب	رات میں سوتے	یا وہ	قیلولہ کرتے (دوپہر کو آرام کرتے)	پس وہ تھا

نصیحت مانتے ہو۔اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ اُن کو ہم نے تباہ کر دیا اور اُن پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچا یا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت

دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝

دَعْوٰىهُمْ	اِذْ	جَآءَهُمْ	بَاْسُنَا	اِلَّا	اَنْ	قَالُوْا	اِنَّا كُنَّا	ظٰلِمِيْنَ
ان کا کہنا (انکی پکار)	جب	اُن پر آیا	ہمارا عذاب	مگر	یہ کہ (تو)	اُنہوں نے کہا	بیشک ہم تھے	ظالم (جمع)

آرام میں تھے۔سو جس وقت اُن پر ہمارا عذاب آیا اس وقت اُن کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔

نزول قرآن کے تناظر میں انسانیت کی ذمہ داری

گذشتہ ابتدائی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا گیا تھا کہ آپ پر یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور آپ اس کی تبلیغ و دعوت لوگوں تک پہنچادیں اور آپ لوگوں کے نہ ماننے کی وجہ سے اس کی تبلیغ و دعوت میں تنگ دل نہ ہوں۔اور یہ یقین رکھئے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتیں آپ کے ساتھ ہیں اور اللہ آپ کا محافظ و نگہبان ہے۔

اس تمہید کے بعد اب اصل مقصود بیان کیا جاتا ہے اور عام امت جن و انس کو خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب قرآن کا منزل من اللہ ہونا معلوم ہو گیا تو اے لوگو تمہارا کام یہ ہے کہ جو احکام الٰہی قرآن و سنت کی شکل میں تم کو دیئے گئے ہیں ان پر چلو۔یعنی انسان کو دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لئے جن ہدایات و رہنمائی کی ضرورت ہے۔اپنے اخلاق، تہذیب، تمدن و معاشرت کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے کے لئے انسان جن اصولوں کا محتاج ہے آخرت کی نجات اور ابدالآباد کی راحت و چین کی زندگی حاصل کرنے کے لئے جو ہدایت اور علم و عمل درکار ہے۔ان سب کے لئے اسے صرف اسی کتاب کی پیروی اختیار کرنی چاہئے۔اور اپنے رب کریم کی اتاری ہوئی ہدایت کو چھوڑ کر دوسرے شیطانی رفیقوں کا اتباع ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

انسان کی بے پروائی

اس بات کو ذرا سوچنے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ قرآن اور رسول کی پیروی کرنی بہتر ہے یا جھوٹے رفیقوں کی جو تم نے اپنے ساتھی بنا رکھے ہیں۔لیکن افسوس ہے کہ تم لوگ کچھ دھیان اور غور ہی نہیں کرتے اور بہت کم نصیحت مانتے ہو۔نبی جو تمہارے خیرخواہ ہیں ان کی طرف کان نہیں لگاتے اور جو تمہارے دشمن ہیں اور تمہیں ہلاک و برباد کرنا چاہتے ہیں ان کی سنتے ہو اور مانتے ہو۔

احکام الٰہی سے سرتابی کرو گے تو سابقہ اقوام کی طرح برباد ہو جاؤ گے

یاد رکھو کہ اگر تم نے احکام الٰہی سے سرتابی کی اور رسول کے فرمان

کے مطابق نہ چلے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ اور اگر اس بات میں کچھ شک ہو تو دیکھ لو کہ کتنی بستیاں پہلے گزر چکی ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور انبیاء کی نصیحتوں سے اعراض کیا۔ بالآخر اس سرتابی و سرکشی کی وجہ سے اللہ نے ان کو برباد کیا اور ان پر اللہ کا عذاب ان کے خاص آرام کے وقت آیا جب کہ وہ خواب غفلت میں سرشار تھے اور بے فکری سے پاؤں پھیلا کر سوتے تھے اور عذاب الٰہی کو بھول کر بھی خیال میں نہ لاتے تھے۔ گویا اس سے مقصود منکرین کو ڈرانا ہے کہ دنیاوی امن و راحت اور عیش و عشرت پر مغرور نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے پہلے بہت سی بستیوں پر راحت و آرام کے وقت میں ان پر عذاب نازل کیا اور غفلت اور بے فکری میں ان کو اللہ کے عذاب نے آ پکڑا۔ اگر تم کفر و شرک سے باز نہ آئے تو تمہارا بھی یہی حشر ہونا ہے۔

بے وقت کا پچھتاوا کام نہیں آیا کرتا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس وقت ان نافرمان اور تکذیب انبیاء کرنے والی قوموں پر عذاب الٰہی آیا اور عذاب خداوندی نے انہیں یکایک آ دبوچا تو اپنی ساری اکڑفوں اور ساری لن ترانیاں اور طمطراق بھول گئے تھے اور اس وقت ان کا بس یہی کہنا تھا کہ واقعی ہم ظالم تھے اور ہم نے بڑی زیادتی کی کہ خدا اور اس کے رسول کی بات نہ مانی۔ غفلت اور گناہوں میں پھنسے رہے اور یہ نہ سوچا کہ اس کا انجام کیا ہونا ہے لیکن اس وقت کا پچھتانا کچھ کام نہ آیا۔ وقت گزر چکا تھا جب وقت تھا تو دشمنوں کو دوست سمجھتے رہے اور انبیاء کو اپنا دشمن سمجھتے رہے تو جتلانا یہی مقصود ہے کہ تم ان واقعات سے عبرت حاصل کرو اور ان باتوں کو چھوڑ دو جو تباہ کرنے والی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتاب کا اتباع کرو۔

اب یہاں ان آیات میں کتنے صاف اور صریح الفاظ میں اتباع قرآن کا حکم دیا گیا ہے اور حکم غیر اللہ کے اتباع کی کیسی کھلی ہوئی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ مگر اب ہماری باوجود قرآن پر دعوئے ایمان کے اتباع قرآن کی کیا حالت ہے؟ قرآن کے ایک ایک صریح حکم کو سامنے رکھیئے اور اس کے مقابلہ میں قوم اور ملک کی حالت کو دیکھئے اور جس بات کی صریح ممانعت کی گئی کہ احکام غیر اللہ کی پیروی اور اتباع مت کرو اس میں ہمارا کیا حال ہے؟ گویا شیطان لعین نے بالکل الٹی پٹی پڑھا رکھی ہے کہ اگر اتباع رسول و قرآن کیا تو کہیں کے نہ رہیں گے اور اللہ و رسول کے احکام سے سرتابی کرتے رہیں گے تو ترقی کے زینوں پر چڑھتے چلے جائیں گے۔ انا للہ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن.

اور اس ساری سورت میں مختلف پیرایوں سے اسی بات کو سمجھایا گیا ہے کہ بنی نوع انسان کے لئے مخالفت احکام خداوندی اور نافرمانی کا نتیجہ ہمیشہ براہی ہوا ہے اور دنیا میں باعث عذاب خداوندی ہوا ہے۔ یہ تو ذکر ہوا دنیا میں ناگہانی عذاب اور پکڑ کا اور پھر اس کے بعد اخروی عذاب اور پکڑ کا وقت آئے گا یعنی قیامت کے دن جس کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو کامل طور پر اتباع قرآن نصیب فرماویں۔ اور ہمارے قلوب کو قرآنی نصیحتوں کے قبول کے لئے کشادہ فرماویں۔

یا اللہ ہم سے اب تک جو کوتاہیاں اتباع قرآن میں سرزد ہوئی ہیں ان سے درگزر فرما۔ اور ہم کو ہر حال میں سچی توبہ اور اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما اور اپنے عذاب سے دنیا میں بھی مامون و محفوظ فرما اور آخرت میں بھی بچا۔ یا اللہ اس قوم اور ملک والوں کو بھی دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور خواب غفلت سے ہمارے بیدار ہونے کی صورت غیب سے فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ

فَلَنَسْـَٔلَنَّ	الَّذِيْنَ	اُرْسِلَ	اِلَيْهِمْ	وَلَنَسْـَٔلَنَّ	الْمُرْسَلِيْنَ	فَلَنَقُصَّنَّ	عَلَيْهِمْ
سوہم ضرور پوچھیں گے	اُن سے جو	(رسول) بھیجے گئے	انکی طرف	اور ہم ضرور پوچھیں گے	رسول (جمع)	البتہ ہم احوال سُنا دیں گے	ان کو

پھر ہم اُن لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جنکے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔ پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں اُنکے روبرو

بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ

بِعِلْمٍ	وَّمَا كُنَّا	غَآئِبِيْنَ	وَ	الْوَزْنُ	يَوْمَئِذِ	الْحَقُّ	فَمَنْ	ثَقُلَتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ
علم سے	اور ہم نے تھے	غائب	اور	وزن	اس دن	برحق	تو جس	بھاری ہوئے	میزان (نیکیوں کے وزن)	تو وہی

بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔اور اس روز وزن واقع ہونے والا ہے پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ	وَمَنْ	خَفَّتْ	مَوَازِيْنُهٗ	فَاُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	خَسِرُوْٓا	اَنْفُسَهُمْ
وہ	فلاح پانے والے	اور جس	ہلکے ہوئے	اسکے وزن	تو وہی لوگ	وہ جنہوں نے	نقصان کیا	اپنی جانیں

لوگ کامیاب ہوں گے۔اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا

بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝

بِمَا كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَظْلِمُوْنَ
کیونکہ تھے	ہماری آیتوں سے	ناانصافی کرتے

بسبب اسکے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔

صرف دنیا میں نہیں آخرت میں بھی پورا احتساب ہوگا

گذشتہ آیات میں قرآن کی حقانیت اور اس کا واجب الاتباع ہونا مذکور ہوا تھا نیز اس کے انکار ومخالفت پر عذاب دنیوی واخروی سے ڈرایا گیا تھا۔عذاب دنیوی کی شکل یہ بتلائی گئی تھی کہ کتنی ہی بستیاں اور ان کے رہنے والے بسبب اپنے کفر وتکذیب کے گذشتہ دور میں تباہ وبرباد کئے گئے ہیں۔

اب ان آیات میں آخرت کا نتیجہ بیان کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن جن امتوں کی طرف پیغمبر مبعوث ہوئے ان سے سوال ہوگا کہ تم نے ہمارے پیغمبر کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا تھا اور خدا کی نازل کردہ ہدایات ونصیحت کی باتوں کو مانا تھا یا نہیں اور نہیں مانا تو کیوں نہیں مانا اور خود پیغمبروں سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی امتوں کو ہمارا پیغام پہنچایا تھا یا نہیں اور تمہاری امتوں نے تمہارا کہنا مانا تھا یا نہیں۔اور تم کو امت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا۔اس پوچھ گچھ سے مقصود توبیخ وسرزنش ہوگی کفار کی تاکہ اس کے بعد کافر خود اپنے منہ سے جرم کا اقرار کر کے ذلیل وخوار ہوں اور ان پر انبیاء کرام کی عظمت وشان ظاہر ہو اور انبیاء کے جواب کے بعد ان پر اللہ کی حجت پوری ہو ورنہ خدا تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔اسے کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ خود تمام واقعات اپنے ذاتی علم سے بیان کر دیں گے۔یعنی کسی کا کوئی چھوٹا بڑا قلیل وکثیر عمل یا ظاہری وباطنی حال اللہ تعالیٰ کے علم سے غائب نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ اپنے اس علم ازلی کے موافق سب اگلے پچھلے احوال انسانوں کے کھول کے رکھ دیں گے کیونکہ وہ تمام واقعات کو دیکھ رہے ہیں اور

اللہ تعالیٰ تم سے غائب نہیں ہیں کہ اسے خبر نہ ہو اس لئے اس وقت کسی کو مکرنے کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔ پھر سب کے اعمال تولے جائیں گے اور اس روز اعمال کا تولا جانا بالکل حق ہے۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں پھر جس کے تولے ہوئے اعمال بھاری ہوں گے اور نیکیوں کا پلہ جھکتا ہوگا وہ تو کامیاب ہیں یعنی ناجی ہوں گے اور جس کے تولے ہوئے اعمال ہلکے ہوں گے اور نیکیوں کا پلہ اٹھ رہا ہے گا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی جانوں کا نقصان اٹھایا۔ بدیں وجہ کہ وہ لوگ آیات الٰہیہ کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے اور ان کی تکذیب کرتے تھے۔ یعنی یہ دوزخی ہوں گے۔

قیامت میں ایمان واعمال کا وزن ہوگا

یہاں ان آیات میں مفلحون یعنی کامیاب سے مراد مومن ہیں اور یظلمون یعنی ظلم کرنے والے ان سے مراد کافر ہیں۔ پس ان آیات سے ایمان وکفر کا قیامت میں وزن کیا جانا معلوم ہوتا ہے اور ظالمین کے پلے ہلکے ہونے سے یہ مراد ہوگی کہ جو پلہ ایمان رکھنے کے لئے مخصوص ہوتا وہ خالی رہنے کی وجہ سے ہلکا ہو جائے گا کیونکہ دوسرے پلہ میں کفر ہوگا اور وہ پلہ بھاری ہوگا۔ اسی طرح مفلحون یعنی کامیاب لوگوں کا پلہ بھاری ہونے سے یہ مراد ہوگی کہ جو پلہ ایمان کے لئے مخصوص ہوگا وہ ایمان کے وزن سے بھاری ہو جائے گا اور دوسرا پلہ جو کفر کے لئے ہوگا وہ ہلکا ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مجمع کے سامنے میری امت میں سے ایک شخص کو پکارا جائے گا پھر اس کے گناہوں کے ۹۹ اعمال نامے کھولے جائیں گے۔ جن میں سے ہر ایک کی درازی اتنی ہوگی جتنی دور تک نظر پہنچے گی پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ تجھے اس میں سے کسی چیز سے انکار ہے یا لکھنے والے فرشتوں نے تجھ پر ظلم کیا ہے؟ وہ شخص جواب دے گا پروردگار کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تجھے کچھ عذر ہے یا تیری کوئی نیکی ہے؟ وہ شخص خوف زدہ ہو کر کہے گا نہیں پروردگار کچھ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے۔ آج تیری حق تلفی نہ ہوگی اس کے بعد ایک چھوٹا سا کاغذ جس میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوگا نکالا جائے گا۔ وہ شخص عرض کرے گا پروردگار یہ کاغذ کا ٹکڑا ان طوماروں کے سامنے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ فرمان ہوگا کہ اے شخص آج تجھ پر ظلم نہ ہوگا پھر وہ کاغذ ایک پلہ میں اور کل اعمال نامہ دوسرے پلہ میں رکھے جائیں گے اور اعمال ناموں کا پلہ اٹھ جائے گا اور کلمہ والا پلہ بھاری ہو کر نیچے جھک جائے گا۔

اس حدیث سے اور ان زیر تفسیر آیات سے معلوم ہوا کہ ایک وزن تو قیامت میں ایمان وکفر کا ہوگا جس سے مومن اور کافر میں امتیاز ہو سکے گا۔ ساتھ ہی قرآن پاک کی دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھے اور برے اعمال کا بھی وزن ہوگا اسی طرح بعض احادیث میں بھی صراحت کے ساتھ نیک اور بد اعمال کا وزن کیا جانا ذکر ہوا ہے۔

علماء نے اس کی تحقیق میں لکھا ہے کہ پہلی تول میں مومن وکافر میں امتیاز ہوگا۔ پھر خاص مومنین کے لئے حسنات اور سیئات یعنی نیکیوں اور بدیوں کا وزن ہوگا کہ ایک پلہ میں نیکیاں اور دوسرے پلہ میں بدیاں رکھ کر تولا جائے گا اور غالب وزن کے لحاظ سے فیصلہ کیا جائے گا اور دونوں پلوں کے برابر ہونے کی صورت میں ان کو سردست مقام اعراف میں رکھا جائے گا پھر خواہ بذریعہ شفاعت ان کی معافی ہو جائے یا خدا تعالیٰ کی رحمت سے ان کی مغفرت کر دی جائے بہرحال ان اصحاب اعراف کا مآل بھی جنت ہوگا۔

قیامت کی میزان

یہاں یہ بھی سمجھ لیجئے کہ بہرحال نصوص سے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ وزن ایک میزان یعنی ترازو کے ذریعہ ہوگا لیکن وہ میزان اور اس کے پلے کس نوعیت اور کس کیفیت کے ہوں گے اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقل وفہم

سے باہر ہے۔ اس لئے ان کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی بلکہ ایک میزان کیا اس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ ان کے نام ہم سن لیں اور ان کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن اور سنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں۔ اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری عقل وفہم سے باہر ہے کیونکہ جن حالات وقوانین کے ماتحت اس عالم آخرت کا وجود اور نظم ونسق ہو گا ان پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پا سکتے۔

پھر اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لیجئے کتنی قسم کی ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی اور موتی تلتے ہیں۔ ایک میزان وہ ہے جس سے غلہ وزن کیا جاتا ہے ایک میزان وہ ہے جس پر ہزاروں ٹن وزنی گاڑیاں تل جاتی ہیں۔ پھر ایک طرح کی میزان وہ بھی ہے جن سے ہوا اور حرارت گرمی سردی کے درجات معلوم ہو جاتے ہیں۔ تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو تول کر بتا دیتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنی ڈگری حرارت پائی جاتی ہے تو جب دنیا میں ہم بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں مشاہدہ کرتے ہیں تو اس قادر مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کر دے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان و درجات کا تفاوت صورتاً وحساً ظاہر ہو جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ قرآن پاک کی اطاعت وتابعداری ہم کو نصیب ہو اور قیامت کے دن ہمارے اعمال نامے ہمارے داہنے ہاتھ میں عطا ہوں اور میدان حشر کی ذلت ورسوائیوں سے یا اللہ ہمیں اپنی پناہ میں رکھئے اور تمام امت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مغفرت نصیب ہو۔

یا اللہ جب ہمارے حسنات اور سیئات تلنے کی نوبت آئے تو ہمارے حسنات کا پلہ بھاری کر دیجئے گا۔

یا اللہ ہمیں اپنے اعمال میں اخلاص نصیب فرمایئے تاکہ اخلاص کی بدولت ہمارے حسنات کا پلہ بھاری ہو جائے اور ہمیں آپ کی مغفرت ورحمت نصیب ہو جائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَقَدْ

وَلَقَدْ	مَكَّنّٰكُمْ	فِي الْاَرْضِ	وَجَعَلْنَا	لَكُمْ	فِيْهَا	مَعَايِشَ	قَلِيْلًا	مَّا تَشْكُرُوْنَ	وَلَقَدْ
اور بیشک	ہم نے تمہیں ٹھکانہ دیا	زمین میں	اور ہم نے بنائے	تمہارے لئے	اس میں	زندگی کے سامان	بہت کم	جو تم شکر کرتے ہو	اور البتہ

اور بیشک ہم نے تم کو زمین میں رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگانی پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ اور ہم نے تم

خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ

خَلَقْنٰكُمْ	ثُمَّ	صَوَّرْنٰكُمْ	ثُمَّ قُلْنَا	لِلْمَلٰٓئِكَةِ	اسْجُدُوْا	لِاٰدَمَ	فَسَجَدُوْا	اِلَّا	اِبْلِيْسَ
ہم نے تمہیں پیدا کیا	پھر	ہم نے تمہاری شکل وصورت بنائی	پھر ہم نے کہا	فرشتوں کو	سجدہ کرو	آدم کو	تو انہوں نے سجدہ	سوائے	ابلیس

کو پیدا کیا پھر ہم نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے

لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ

لَمْ يَكُنْ	مِنَ	السّٰجِدِيْنَ	قَالَ	مَا مَنَعَكَ	اَلَّا تَسْجُدَ	اِذْ اَمَرْتُكَ	قَالَ	اَنَا خَيْرٌ	مِنْهُ
وہ نہ تھا	سے	سجدہ کرنیوالے	اس نے فرمایا	کس نے تجھے منع کیا	کہ تو سجدہ نہ کرے	جب میں نے تجھے حکم دیا	وہ بولا	میں بہتر	اس سے

وہ سجدہ کرنیوالے والوں میں شامل نہ ہوا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو جو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جب کہ میں تجھ کو حکم دے چکا کہنے لگا میں اس سے

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ

خَلَقْتَنِيْ	مِنْ	نَّارٍ	وَخَلَقْتَهٗ	مِنْ	طِيْنٍ	قَالَ	فَاهْبِطْ	مِنْهَا	فَمَا	يَكُوْنُ	لَكَ	اَنْ
تو نے مجھے پیدا کیا	سے	آگ	اور تو نے اسے پیدا کیا	سے	مٹی	فرمایا	پس تو اُتر جا	اس سے	تو نہیں	ہے	تیرے لئے	کہ

بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اسکو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں

تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾

تَتَكَبَّرَ	فِيْهَا	فَاخْرُجْ	اِنَّكَ	مِنَ	الصّٰغِرِيْنَ
تو تکبر کرے	اس میں (یہاں)	پس نکل جا	بیشک تو	سے	ذلیل (جمع)

کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سو نکل بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا۔

حضرت انسان پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے چند کا تذکرہ

اب انسان کی جبلی عادت ہے کہ وہ خوف وڈر یا نعمت اور احسان سے مسخر ومطیع ہوتا ہے اس لئے گذشتہ آیات میں خوف اور مضرت دارین کا بیان ہوا تھا اب اس کے بعد بنی آدم کو چند احسانات یاد دلائے جاتے ہیں۔

پہلا احسان: زمین پر رہنے کی انسانوں کو جگہ دی یعنی اللہ نے تمہیں زمین پر قابض بنایا کہ جس طرح چاہو اس میں تصرف کرو۔

دوسرا احسان: اس زمین میں تمہارے لئے اسباب معاش اور زندگی بسر کرنے کے ذرائع پیدا کئے مگر انسانوں کی حالت یہ ہے کہ وہ بہت کم

اس کا شکر ادا کرتے ہیں حالانکہ جس پر احسانات ہوں اس کو زیادہ شکر ادا کرنا چاہئے اور زیادہ مطیع ہونا چاہئے اور منعم کی دی ہوئی نعمتوں کو اس کی اطاعت میں صرف کرنا چاہئے۔

تیسرا احسان: اللہ نے تم کو پیدا کیا اور عدم سے وجود میں لایا۔

چوتھا احسان:۔ یہ کہ تم کو صورت عطا کی۔

پانچواں احسان: یہ کہ تمہاری عزت افزائی کے لئے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السلام کو سجدۂ تحیت کرو چنانچہ سب فرشتہ اعزاز آدم کے لئے سجدہ میں جھک گئے بجز ابلیس کے کہ اس نے سجدہ تعظیمی نہ کیا۔

ابلیس کا تکبر اور اس کا انجام

جب ابلیس نے سجدہ نہ کیا تو خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے جب تجھے حکم دے دیا تھا تو کیا وجہ کہ تو نے تعمیل نہ کی اور سجدہ نہ کیا؟ تو ابلیس نے اپنی بزرگی اور برتری کی قیاسی وجہ پیش کی کہ آپ نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے اور آگ اشرف ہے مٹی سے تو میں بہتر ہوا آدم سے تو مجھے کیسے زیبا تھا کہ میں اسے سجدہ کرتا۔

ابلیس لعین نے مٹی کی ظاہری صورت پر تو نظر کی اور حضرت آدمؑ سے اپنے کو آگ سے پیدا ہونے کی وجہ سے بہتر اور افضل سمجھا کیونکہ آگ ایک جوہر علوی چمکدار اور خفیف ہے۔ اور مٹی ایک جوہر سفلی تاریک اور ثقیل و کثیف ہے مگر اس نے یہ خیال نہ کیا کہ آدم کا خمیر مٹی اور پانی سے تیار ہوا ہے اور عنصر آبی (پانی) اس قدر قوی ہے کہ دہکتی ہوئی آگ کو یکلخت بجھا ڈالتا ہے اور پانی تمام مخلوقات کا سرچشمۂ حیات ہے۔ رہی مٹی سو اس میں سکون و وقار ہے اور پستی ہے۔ علاوہ ازیں مٹی میں صبر و تحمل و حیاء ہے اس میں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی ذات سے کسی کو نقصان نہیں پہنچتا۔ قسم قسم کی غذائیں۔ پھول و پھل سب زمین ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور وہ سب کو پالتی ہے۔ بخلاف آگ کے کہ وہ ایک مہلک چیز ہے۔ ابلیس اگر مٹی کی ان باطنی صفات پر غور کرتا تو اس پر منکشف ہو جاتا ہے کہ مٹی آگ سے بہتر ہے مگر ابلیس نے آگ کی چند ظاہری صفات کو دیکھ کر دھوکہ کھایا اور یہ خیال نہ کیا کہ آگ میں اگر کچھ نور ہے تو اس کے ساتھ دھوئیں کی ظلمت اور کدورت بھی ملی ہوئی ہے۔ عناصر سب خدا کی نظر میں برابر ہیں معیار افضلیت اطاعت حکم خداوندی ہے۔ ابلیس لعین کا یہ دعویٰ کہ فلاں عنصر فلاں سے بہتر ہے۔ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ نیز اگر شیطان میں یہی فضیلت تھی کہ خدا تعالیٰ نے اس کو آگ سے پیدا کیا تو حضرت آدمؑ میں یہ فضیلت تھی کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور ہر چیز کا ان کو علم دیا اور مسجود ملائک بنایا۔ اس لعین متکبر نے ان فضیلتوں پر تو نظر نہ کی صرف یہ دیکھ لیا کہ آدم مٹی سے پیدا ہوا ہے۔

الغرض حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تیرے تکبر کی یہ حالت ہے کہ حکم الٰہی کے مقابلہ میں تکبر و رعونت سے کام لیا تو تو اتر جا آسمان سے کیونکہ تجھے کوئی حق نہیں کہ تو اس میں بڑا بنے کیونکہ یہ جگہ مطیعین کے لئے مخصوص ہے اور نافرمانوں کا یہاں کوئی کام نہیں پس نکل جا تو یہاں سے کہ بلاشبہ تو رذیل اور ذلیل ہے۔

ابلیس آسمانوں پر کیسے پہنچا

مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے یہ دنیا جنات سے آباد تھی ایک بار ملائکہ سے جنات کو ان کی نافرمانی کی سزا دلائی گئی چنانچہ بہت سے جنات قتل ہوئے۔ یہ ابلیس چونکہ بہت عبادت گزار تھا اس کو آسمان پر لا کر رکھا گیا اور فرشتوں کے ساتھ عبادت میں مشغول رہتا۔ اسے اب اس کے تکبر و نافرمانی کی وجہ سے آسمان سے نکلنے کا حکم ہوا۔ جب اس کو یہ حکم ملا تو پھر ابلیس نے کیا درخواست پیش کی اور اس کا کیا جواب حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ اگلی آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم عاجز بندوں پر آپ کے بے انتہا انعامات و احسانات ہیں۔ ہم کو کوئی حق نہیں کہ ہم آپ کا دیا ہوا رزق کھا کر اور آپ کی دی ہوئی زندگی جی کر آپ ہی کی نافرمانی کریں۔ یا اللہ اس شیطانی خصلت سے ہمیں بچالے اور ہر حال میں اپنا فرمانبردار بندہ بن کر زندہ رہنے اور اسی حالت میں مرنے کی سعادت نصیب فرما دے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ

قَالَ	اَنْظِرْنِیْ	اِلٰی یَوْمِ	یُبْعَثُوْنَ	قَالَ	اِنَّكَ	مِنَ	الْمُنْظَرِیْنَ	قَالَ	فَبِمَآ	اَغْوَیْتَنِیْ
وہ بولا	مجھے مہلت دے	اس دن تک	اٹھائے جائیں گے	فرمایا	بیشک تو	سے	مہلت ملنے والے	وہ بولا	تو جیسے	تو نے مجھے گمراہ کیا

وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔ وہ کہنے لگا کہ بسبب اسکے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے

لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

لَاَقْعُدَنَّ	لَهُمْ	صِرَاطَكَ	الْمُسْتَقِیْمَ	ثُمَّ	لَاٰتِیَنَّهُمْ	مِنْ	بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ	وَ	مِنْ خَلْفِهِمْ
میں ضرور بیٹھوں گا	ان کیلئے	تیرا راستہ	سیدھا	پھر	میں ضرور ان تک آؤں گا	سے	انکے سامنے	اور	پیچھے سے انکے

میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کیلئے آپکی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا۔ پھر ان پر حملہ کروں گا اُن کے آگے سے بھی اور انکے پیچھے سے بھی اور اُنکے داہنی جانب

وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا

وَ	عَنْ	اَیْمَانِهِمْ	وَ	عَنْ	شَمَآئِلِهِمْ	وَلَا تَجِدُ	اَكْثَرَهُمْ	شٰكِرِیْنَ	قَالَ	اخْرُجْ	مِنْهَا
اور	سے	انکے دائیں	اور	سے	انکے بائیں	اور تو نہ پائے گا	انکے اکثر	شکر کرنے والے	فرمایا	نکل جا	یہاں سے

سے بھی اور اُنکے بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پایئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل وخوار ہو کر نکل

مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۸﴾

مَذْءُوْمًا	مَّدْحُوْرًا	لَمَنْ	تَبِعَكَ	مِنْهُمْ	لَاَمْلَئَنَّ	جَهَنَّمَ	مِنْكُمْ	اَجْمَعِیْنَ
ذلیل	مردود	البتہ جو	تیرے پیچھے لگا	ان سے	ضرور بھر دوں گا	جہنم	تم سے	سب

جو شخص اُن میں سے تیرا کہنا مانے گا میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا۔

شیطان کو مہلت دی گئی ہے

ابلیس چونکہ اللہ تعالیٰ کی بردباری، حلم اور اس کی رحمت عامہ سے بخوبی واقف تھا اس لئے باوجود گنہگار اور مردود ہونے کے معاً مہلت کا سوال کرنے لگا کہ بارالہا مجھے صور کے دوسرے نفخہ تک یعنی اس روز تک جب کہ سب لوگ دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کئے جائیں گے مجھے زندہ رہنے کی مہلت دیجئے۔ چونکہ صور جب دوبارہ پھونکا جائے گا اور حشر نشر کے لئے سب مردہ زندہ ہو جائیں گے تو پھر کسی کو موت نہ آئے گی اس لئے اس درخواست میں بھی ابلیس لعین نے چالاکی برتی تاکہ درخواست قبول ہونے سے نفخہ ثانیہ تک زندگی حاصل ہو جائے اور اس کے بعد فنا نہیں تو گویا ہمیشہ کے لئے موت سے بچ گیا لیکن

اللہ تعالیٰ دلوں کے حال جاننے والے ہیں بوجہ حکمت و مصلحت و نیز بنی آدم کی آزمائش اور خیر و شر کے امتیاز واقعی کے لئے ابلیس کی یہ دعا و درخواست تو منظور نہیں فرمائی کہ یوم بعث یعنی مردوں کے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کے دن تک اس کو زندگی کی مہلت دے دی جائے بلکہ اس کو ایک وقت معلوم یعنی ایک خاص وقت تک اس کو زندہ رہنے کی مہلت دے دی جیسا کہ سورہ حجر چودھویں پارہ اور سورۂ ص تیئیسویں پارہ میں ارشاد ہے قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ اور وقت معلوم سے اکثر مفسرین نے پہلی مرتبہ کے صور پھونکنے کے وقت تک مراد لئے ہیں یعنی نفخہ اولیٰ پر جس طرح سب مر جائیں گے یہ بھی مر جائے گا۔ اس جگہ بعض مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ابلیس کی اس

درخواست ربی انظرنی کے جواب میں حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا انی انظرتک تحقیق میں نے تجھے مہلت دے دی بلکہ یہ فرمایا انک من المنظرین تحقیق تو ان لوگوں میں سے ہے کہ جن کو علم الٰہی اور تقدیر خداوندی میں وقت معلوم تک مہلت دی جا چکی ہے مطلب یہ ہے کہ تیری اس درخواست سے پہلے ہی ہمارے کارخانہ قضاوقدر میں وقت معلوم تک تیری مہلت مقدر ہو چکی ہے تو ہماری بارگاہ میں یہ درخواست کرے یا نہ کرے۔ پس حق تعالیٰ شانہ کا یہ جواب انک من المنظرین کسی درجہ میں بھی ابلیس کی درخواست کی منظوری نہیں بلکہ اپنی سابق قضاوقدر کا اظہار اور اس کی خبر ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

شیطان کا منصوبہ

بہر حال جب ابلیس کو مہلت مل گئی اگر چہ وقت معین تک تھی تو پھر جوش عداوت اور جذبۂ انتقام سے بولا کہ میں تو گمراہ ہو ہی چکا ہوں اب آدم کی اولاد کا پیچھا بھی نہ چھوڑوں گا ان کو بھی راہ راست سے بھٹکاؤں گا۔ آگے۔ پیچھے۔ داہنے۔ بائیں سے آ کر ان کو بہکاؤں گا۔ غرض ہر طرف سے میں انہیں روکوں گا اور میری اس جدوجہد سے بہت سوں کو اپنی ہدایت کا آپ قدردان نہ پائیں گے اور اولاد آدم کا زیادہ حصہ آپ کی نعمت کا شکر گزار نہ ہوگا۔ یہ بات ابلیس نے صرف انانیت اور غرور اور اپنے گمان و وہم سے کہی تھی اور اتفاق سے اس کا گمان واقع کے مطابق ہو گیا ورنہ ابلیس کو آئندہ کے متعلق کچھ واقفیت نہ تھی۔ غرضیکہ جب ابلیس نے اس بات کا اظہار کیا کہ میں تو آدم کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو کر نکالا گیا تو اب اولاد آدم کی راہ ماروں گا اور اس کی سر توڑ کوشش کروں گا کہ اولاد آدم بھی کسی طرح جنت تک نہ پہنچ سکے اور جنت کے سیدھے راستہ سے منحرف ہو کر جہنم کی راہ اختیار کرے اور میں ان کو ہر چہار طرف سے گھیروں گا۔ آخرت کی طرف سے ان کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالوں گا۔ دنیا کی محبت میں ان کو پھنساؤں گا اور آخرت سے ان کو متنفر اور بیزار کروں گا۔

شیطان کے پیروکاروں کا انجام

جب ابلیس اپنی انانیت کے تمام مظاہرات ختم کر چکا تو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تو ملعون و ذلیل ہے یہاں سے نکل جا اور جو بھی تیرے پیروکار اور مطیع فرمان ہوں گے سب دوزخ میں تیرے ساتھ بھر دیئے جائیں گے۔ کوئی بھی میرے عذاب سے نہ بچے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندوں میں شامل فرمالیجئے اور تکبر اور بڑائی جو شیطانی خصلت ہے اس سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیئے۔

یا اللہ ہمیں جو سیدھا راستہ آپ نے اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بتلا دیا ہے اس پر ہمیں چلنا اور اسی پر ہمیں مرنا نصیب فرمایئے۔ یا اللہ ابلیس کے انجام سے ہمیں عبرت نصیب فرمایئے اور اپنی رحمت سے ہمیں اپنی نافرمانی سے بچا لیجئے۔ یا اللہ تکبر غرور اور انانیت وحسد جو شیطانی خصلتیں ہیں ان سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور شیطانی فریب کو ہم پر نہ چلنے دیجئے۔

یا اللہ ہمیں دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما کہ ہم اس ملعون ابلیس کو اپنا قدیمی دشمن سمجھیں اور اس کے بہکانے اور فریب میں نہ آویں۔ یا اللہ آپ بیشک ابلیس لعین اور اس کے پیروؤں کو جہنم میں بھر دیں گے۔ یا اللہ اپنی رحمت سے ہمیں جہنم سے بچا لیجئے اور اپنی رضا کے مقام جنت کے راستہ پر چلنا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ

وَيٰٓاٰدَمُ	اسْكُنْ	اَنْتَ	وَزَوْجُكَ	الْجَنَّةَ	فَكُلَا	مِنْ حَيْثُ	شِئْتُمَا	وَلَا تَقْرَبَا	هٰذِهِ	الشَّجَرَةَ
اور اے آدمؑ	رہو	تو	اور تیری بیوی	جنت	تم دونوں کھاؤ	جہاں سے	تم چاہو	اور نہ قریب جانا	اس	درخت

اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار

فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا

فَتَكُوْنَا	مِنَ	الظّٰلِمِيْنَ	فَوَسْوَسَ	لَهُمَا	الشَّيْطٰنُ	لِيُبْدِيَ	لَهُمَا	مَا وٗرِيَ	عَنْهُمَا
پس ہو جاؤ گے	سے	ظالم (جمع)	پس وسوسہ ڈالا	ان کیلئے	شیطان	تا کہ ظاہر کردے	ان کیلئے	جو پوشیدہ تھیں	ان سے

میں آجاؤ جن سے نامناسب کام ہوجایا کرتا ہے پھر شیطان نے اُن دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تا کہ انکا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا

مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ

مِنْ	سَوْاٰتِهِمَا	وَقَالَ	مَا	نَهٰكُمَا	رَبُّكُمَا	عَنْ	هٰذِهِ	الشَّجَرَةِ	اِلَّآ	اَنْ	تَكُوْنَا	مَلَكَيْنِ
سے	انکی ستر کی چیزیں	اور وہ بولا	نہیں	تمہیں منع کیا	تمہارا رب	سے	اس	درخت	مگر	اسلئے کہ	تم ہو جاؤ	فرشتے

دونوں کے روبرو بے پردہ کردے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں

اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾

اَوْ تَكُوْنَا	مِنَ	الْخٰلِدِيْنَ	وَقَاسَمَهُمَا	اِنِّيْ	لَكُمَا	لَمِنَ	النّٰصِحِيْنَ
یا ہو جاؤ	سے	ہمیشہ رہنے والے	اور اُن سے قسم کھا گیا	میں بیشک	تمہارے لئے	البتہ۔ سے	خیر خواہ (جمع)

کہیں فرشتے ہوجاؤ یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہوجاؤ۔اور اُن دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانئے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔

حضرت آدمؑ و حواؑ کو جنت سے نکلوانے کے لئے شیطان کی کارروائی

جب ابلیس نکال دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب فرمایا۔جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ اے آدم تم اور تمہاری بی بی دونوں جنت میں رہو سہو اور وہاں جو چاہو کھاؤ پیو لیکن اس ممنوع درخت کا پھل نہ کھانا بلکہ اس کے پاس تک نہ جانا ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

اب ابلیس چونکہ حضرت آدمؑ کی وجہ سے ملعون و مطرود ہو چکا تھا اس لئے اس کے دل میں حسد اور انتقام کی آگ سلگ رہی تھی۔ حضرت آدمؑ کی یہ نعمت اور کرامت دیکھ کر حسد اور انتقام کی آگ اور بھڑک گئی۔اس لئے ازراہ عداوت اس فکر میں پڑا کہ کس طرح مکر اور فریب سے ان کو اس عیش و عشرت اور اعلیٰ مقام سے علیحدہ کرایا جائے۔بعض محقق مفسرین نے لکھا ہے کہ ادھر کچھ قرائن سے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ محسوس ہوا کہ مجھے یہ مقام چھوڑ کر ایک دن دنیا میں جانا ہوگا کیونکہ زمین کی مٹی میری فطرت میں داخل ہے اور اسی سے میرا خمیر تیار ہوا ہے۔بتقاضائے فطرت ان کو یہ اندیشہ تھا کہ میرا خمیر مجھ کو زمین کی طرف کھینچ کر نہ لے جائے اس بناء پر حضرت آدم علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ مبادا کسی وقت بتقاضائے فطرت مجھ کو زمین کی طرف کھنچنا پڑے اور علاوہ ازیں تمام فرشتوں میں میری

خلافت ارضی کا اعلان ہو چکا ہے اور اسی کے لئے مجھ کو پیدا کیا گیا ہے۔ لہذا ایک نہ ایک دن منصب خلافت کی ادائیگی کے لئے زمین پر اترنا پڑے گا۔ اس لئے حضرت آدمؑ کو اپنے خلود جنت کی طرف سے ایک کھٹکا لگا رہتا تھا نیز اس اعلان خلافت کے بعد حق تعالیٰ کا حضرت آدم کو یہ حکم دینا یآدم اسکن انت و زوجک الجنة اس طرف مشیر ہے کہ یہ حکم چند روزہ سکونت کا ہے۔ دائمی قیام کا حکم نہیں کیونکہ اسکن فرمایا اقم نہیں فرمایا۔

ابلیس نے حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کو بہکایا اور ان کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اس درخت کے پھل سے ممانعت کیوں کی گئی ہے؟ اور ابلیس حضرت آدم اور بی بی حوا سے اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا کہ تم یقین کرو کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اللہ نے تمہیں اس درخت کے پھل کھانے سے محض اس وجہ سے منع کیا ہے کہ اس کو کھا کر کہیں فرشتہ نہ ہو جاؤ کہ فرشتوں کی طرح کھانے اور پینے سے مستغنی ہو جاؤ اور فرشتوں کی طرح تسبیح و تقدیس تمہاری غذا بن جائے اور فرشتوں کی طرح اطاعت خداوندی تمہاری طبیعت اور مزاج بن جائے۔ اور معصیت کا احتمال بھی باقی نہ رہے یا اگر فرشتہ نہ بنو تو ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ کہ موت کا خطرہ باقی نہ رہے۔ کیونکہ اس پھل کے کھانے میں دونوں خاصیتیں ہیں۔

اور اس کے بعد ابلیس دونوں کے روبرو یہ قسم کھا کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں۔ یعنی اگرچہ میں تمہارا دشمن ہوں مگر یہ بات تو خدا کی قسم تمہاری خیر خواہی سے کہہ رہا ہوں اور محض بطور خیر خواہی خلود جنۃ اور بقاء کا یہ طریقہ تم کو بتلا رہا ہوں اور چونکہ تم سے پہلے میں اس جگہ رہا ہوں اس لئے میں یہاں کے احوال اور اطوار سے بخوبی واقف ہوں اور خدا کی قسم میں تم سے پہلے پیدا ہوا ہوں اور تم سے زیادہ یہاں کا علم رکھتا ہوں۔ اس لئے بطور خیر خواہی تم کو یہ مشورہ دے رہا ہوں حضرت آدمؑ کے دل میں حق جل شانہٗ کی عظمت اس درجہ راسخ تھی کہ ان کو یہ شبہ بھی نہ گزرا کہ کوئی خدا کے نام سے جھوٹی قسم کھانے کی جرأت بھی کر سکتا ہے اور حکم شرعی بھی یہی ہے کہ جب کوئی خدا کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لینی چاہئے اس لئے حضرت آدم اور بی بی حوا اس کے دھوکہ اور فریب میں آ گئے جس سے حضرت آدم کا کمال اور جمال اور بھی ظاہر ہوا کہ خداوند ذوالجلال کے کس طرح فدائی اور شیدائی تھے کہ اس کا نام سن کر پگھل گئے۔ (معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

الغرض حضرت آدم اور حوا علیہما السلام ابلیس کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کر سکتا ہے اور وہ سمجھے کہ واقعی ہم اس کے کھانے سے فرشتہ بن جائیں گے یا پھر کبھی فنا نہ ہوں گے اور حق تعالیٰ نے جو ممانعت فرمائی تھی اس کی تعلیل یا تاویل کر لی ہوگی۔ کہ خدا کے اوامر و نواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے دوسرے بعض وہ اوامر و نواہی ہیں جن کا منشا تشریع نہیں محض شفقت ہے تو شاید حضرت آدم علیہ السلام نے ممنوعہ درخت کے پھل کھانے کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا ہو اس لئے ابلیس کی وسوسہ اندازی کے بعد اس کی خلاف ورزی کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا۔

حضرت حواء کی پیدائش

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا حال قرآن پاک کی دوسری آیات میں موجود ہے کہ کس طرح حضرت آدمؑ کا خمیر مٹی سے تیار کیا گیا اور جسد خاکی میں روح پھونکی گئی۔ فرشتوں کو سر بسجود ہونے کا حکم دیا گیا۔ حضرت آدم کو صفت ''علم'' سے نوازا گیا چنانچہ پیدائش کے بعد حضرت آدم علیہ السلام ایک عرصہ تک تنہا زندگی بسر کرتے رہے مگر ان کی طبیعت اور فطرت کسی مونس و ہمدم کی جویا نظر آتی تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو پیدا کیا اور حضرت آدم علیہ السلام اپنا ہمدم و رفیق پا کر بے حد مسرور ہوئے اور بڑا اطمینان قلب محسوس کیا۔ حضرت حوا کی پیدائش کی تفصیل قرآن پاک میں نہیں بتلائی گئی۔ البتہ بعض احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حوا کی پیدائش حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے ہوئی ہے۔

۱۱۰۰ھ میں مراکش میں ایک زبردست صاحب کشف و کرامات ولی اللہ سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ گزرے ہیں جن کے

ملفوظات کی ایک مشہور ومعروف کتاب ابریز ہے۔اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے احوال میں حضرت حوا کی بھی پیدائش کا حال اس طرح لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہتے تھے تو آپ کی پسلی میں ورم سا ہوا جس سے آدمی کے سر جتنا ایک بڑا پھوڑا سا بن گیا جس میں سے پھٹ کر ایک چھوٹا سا ڈھانچہ نکلا اور زمین پر گر گیا۔حضرت آدم علیہ السلام نے اسے دیکھا تو اسے اپنی شکل کا پایا اور اسے ویسے ہی چھوڑ دیا۔جنت کی ہوا اور جھونکے اس ڈھانچہ کو لگتے رہے جس سے اس میں بہت جلد نشوونما ہوا۔حضرت آدمؑ بھی اس کی دیکھ بھال کرتے رہتے اور دیکھتے کہ یہ ڈھانچہ بہت جلد بڑا ہو رہا ہے۔لہذا آپ اس سے مانوس ہونے لگ گئے اور اس کے پاس بیٹھتے۔اللہ نے اس ڈھانچہ میں عقل ڈال دی اور اس نے حضرت آدم سے کلام کرنا شروع کر دیا۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا نکاح

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اُن پر ہاتھ بڑھانا چاہا ملائکہ نے کہا کہ صبر کرو جب تک نکاح نہ ہو جائے اور مہر ادا نہ کر دو۔حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا مہر کیا ہے۔فرشتوں نے کہا کہ رسول مقبول نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ۳ بار درود پڑھنا اور ایک روایت میں ۲۰ بار آیا ہے۔

حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو اجازت تھی کہ وہ جنت میں رہیں سہیں اور اس کی ہر چیز سے فائدہ اٹھائیں۔مگر ایک درخت معین کر کے بتایا گیا کہ اس کا پھل نہ کھائیں بلکہ اس کے پاس تک نہ جائیں جیسا کہ ان آیات میں بیان ہوا۔وہ درخت کیا تھا جس کے پاس جانے سے حضرت آدمؑ کو ممانعت کی گئی تھی اس کا تعین نہ بتلایا گیا نہ یقینی طور پر کہا جا سکتا ہے۔بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ وہ گیہوں کا درخت تھا۔بعض نے انجیر، بعض نے انگور وغیرہ لکھا ہے۔مذکورہ کتاب۔ابریز میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ سید عبدالعزیز دباغؒ نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ بلاشک وشبہ وہ انجیر کا درخت تھا۔واللہ اعلم بالصواب

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی ہم کو توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ ہم ضعیف وکمزور ہیں ہم میں شیطانی مکر وفریب کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔یا اللہ آپ ہی ہماری مدد فرمائیں اور ہر حال میں ہم کو دین پر استقامت نصیب فرمائیں۔اور شیطان کے مکر وفریب سے بچائیں۔

یا اللہ آپ کا وعدہ ہے کہ شیطان مردود کا زور آپ کے مخلص مومن اور متوکل بندوں پر نہیں چلتا۔یا اللہ ہم کو بھی اپنے ان بندوں میں شامل فرمالے جن پر شیطان غلبہ نہیں پا سکتا۔یا اللہ ہم آپ ہی کی پناہ مانگتے ہیں شیطان مردود سے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا

فَدَلّٰىهُمَا	بِغُرُوْرٍ	فَلَمَّا	ذَاقَا	الشَّجَرَةَ	بَدَتْ	لَهُمَا	سَوْاٰتُهُمَا	وَطَفِقَا	يَخْصِفٰنِ	عَلَيْهِمَا
پس اُنکو مائل کرلیا	دھوکہ سے	پس جب	ان دونوں نے چکھا	درخت	کھل گئیں	ان کیلئے	اُنکی ستر کی چیزیں	اور لگے	جوڑ جوڑ کر رکھنے	اپنے اوپر

سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے روبرو بے پردہ ہوگیا اور دونوں اپنے اوپر

مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ

مِنْ	وَرَقِ	الْجَنَّةِ	وَنَادٰىهُمَا	رَبُّهُمَا	اَلَمْ اَنْهَكُمَا	عَنْ + تِلْكُمَا	الشَّجَرَةِ	وَاَقُلْ	لَّكُمَا
سے	پتے	جنت	اور انہیں پکارا	انکا رب	کیا تمہیں منع نہ کیا تھا	اس سے متعلق	درخت	اور کہا	تم سے

جنت کے پتے جوڑ جوڑ رکھنے لگے اور انکے رب نے اُن کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا

اِنَّ	الشَّيْطٰنَ	لَكُمَا	عَدُوٌّ	مُّبِيْنٌ	قَالَا	رَبَّنَا	ظَلَمْنَا	اَنْفُسَنَا	وَاِنْ	لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا
بیشک	شیطان	تم دونوں کا	دشمن	کھلا	ان دونوں نے کہا	اے ہمارے رب	ہم نے ظلم کیا	اپنے اوپر	اور اگر	نہ بخشا تو نے ہمیں

کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ دونوں کہنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے

وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾

وَتَرْحَمْنَا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ
اور ہم پر رحم (نہ) کیا	ہم ضرور ہوجائینگے	سے	خسارہ پانے والے

اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہوجاوے گا۔

ممنوعہ پھل کھانے کا نتیجہ

حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بی بی حضرت حوا نے ابلیس کے بہکاوے اور فریب میں آ کر اس ممنوعہ درخت کے پھل کو کھالیا اور اس کام کو قربِ الٰہی کا ذریعہ سمجھ کر کر گزرے اور ظاہر ہے کہ بھول کر اگر کوئی کام خلاف حکم سرزد ہوجائے تو اس کو لغزش اور خطائے اجتہادی کہتے ہیں۔

اب اس کھانے کا جو انجام ہوا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور بتلایا گیا کہ جس وقت انہوں نے اس درخت کو چکھا نتیجہ یہ ہوا کہ جنت کا لباس ان کے بدن سے نیچے گر گیا اور ان کی شرمگاہیں ان کے سامنے کھل گئیں۔ اب یہ شرم کے مارے جنت کے درختوں کے پتے جوڑ جوڑ کر اپنا بدن ڈھانکنے لگے۔ پہلی سی حالت ہی نہ رہی۔ احساسات بدل کر کچھ کے کچھ ہوگئے۔ خیال آیا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے۔ ایسی حالت میں شرم وندامت وحیرت میں تھے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ کیوں اب مبہوتوں کی طرح کیسے کھڑے ہو کیا میں نے تمہیں اس درخت کے پاس جانے سے منع نہیں کردیا تھا اور صاف نہیں کہہ دیا تھا کہ یہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔

حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی ندامت واستغفار

اب چونکہ حضرت آدم علیہ السلام اور بی بی حوا کو اپنی غلطی کا مشاہدہ سے علم ہوگیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ بات یاد دلائی جو وہ بھول گئے تھے یعنی ابلیس کا دشمن ہونا۔ اس پر انہیں احساس ہوا کہ یہ تو نعوذ باللہ ایک طرح سے اللہ کی نافرمانی ہوئی۔ اس وقت دونوں بصد آہ وزاری ربنا ظلمنا کہہ کر بارگاہ خداوندی میں معذرت کرنے لگے۔ روتے جاتے تھے اور آہیں بھرتے جاتے تھے۔ فوراً اللہ تعالیٰ سے

معافی مانگنے لگے۔ شیطان کی طرح اپنی غلطی کو تاویلات کے پردہ میں چھپانے کی کوشش نہیں کی اور ندامت و شرمساری کے ساتھ اقرار کیا کہ غلطی ضرور ہوئی لیکن اس کا سبب تمرد و سرکشی نہیں بلکہ بھول چوک اس کا باعث ہے تاہم غلطی ہے اس لئے توبہ استغفار کرتے ہوئے عفو و درگزر کے خواستگار ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا کہ بہکائے میں آ کر آپ کے حکم کی مخالفت کی اب آپ ہمیں معاف کیجئے اور ہم پر رحم فرمایئے۔ اور اگر آپ ہمیں معاف نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو ضرور ہم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

ربنا ظلمنا میں ظلم کا معنی کیا ہے

حضرت آدمؑ کے اس قول رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا میں ظلم سے گناہ اور جرم کے معنی مراد نہیں۔ ظلم کے اصل معنی نقصان۔ کمی اور کوتاہی کے ہیں۔ پندرھویں پارہ سورۂ کہف میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا (اور کسی کے پیداوار میں ذرا کمی نہ رہتی) یہاں ظلم سے کمی کے معنی مراد ہیں۔ اور عقلاً و شرعاً ظلم کے درجات ہیں۔ حق تعالیٰ نے شرک کو ظلم عظیم فرمایا ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ اور دوسری جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (سورۃ نسآء) (بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر بھی ظلم نہ کریں گے) تو معلوم ہوا کہ کوئی ظلم یعنی کوئی نقصان اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ذرہ کے برابر ہوتا ہے اور کوئی پہاڑ کے برابر ہوتا ہے تو حضرت آدم علیہ السلام کے قول رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا میں ظلم کے معنی یہ ہیں کہ اے پروردگار ہم نے شیطان کے دھوکہ میں آ کر اپنا نقصان کیا کہ آپ کے حکم کی متابعت سے اور شیطان کی مخالفت سے ہم کو جو درجات اور مراتب حاصل ہوتے ان میں کمی آ گئی۔ اور سردست جنت کا لباس ہمارے بدن سے اتر گیا۔ اب اگر آپ ہمارا یہ قصور معاف نہ کریں اور آئندہ کے لئے اپنا لطف و کرم نہ فرمائیں تو بیشک ہم نقصان اور خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ اگر آپ نے اپنی مغفرت و رحمت سے نواز دیا تو ہمارا یہ خسارہ مبدل بہ منفعت ہو جائے گا حضرات انبیاء اپنے علو مرتبت اور رفعت اور کمال معرفت کے سبب اپنی ادنیٰ لغزشوں پر بھی مواخذۂ خداوندی سے خائف و ترساں ہوتے ہیں اور جو امور ان سے ازراہ سہو و نسیان سرزد ہو جاتے ہیں اس پر بھی ندامت اور پشیمانی سے معذرت یعنی توبہ اور استغفار کے طالب ہوتے ہیں۔

عصمت انبیاء

اب رہا عصمت کا سوال سو عصمت کی حقیقت لوگوں نے غلط سمجھ رکھی ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ معصوم اسے کہتے ہیں جس میں گناہ کی قابلیت ہی نہ ہو۔ مگر یہ معنی عصمت کے بالکل غلط ہیں ورنہ انبیاء کو اطاعت میں مجبور ماننا پڑے گا اور وہ تمام وعدہ وعید بیکار ماننے پڑیں گے جو ان سے کئے جاتے ہیں اور وہ ان تمام درجات کے غیر مستحق ہوں گے جو اطاعت اختیاری پر مرتب ہوتے ہیں اور ان کو ابتلا اور امتحان سے بھی بالاتر ماننا پڑے گا۔ اور یہ سب امور بالبداہۃ باطل ہیں۔ پس بالضرور عصمت کے ایسے معنی ہونے چاہئیں جو ان باتوں کے معارض نہ ہوں سو اس کے معنی یہ ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ جس طرح طاعت پر قادر ہوتے ہیں یونہی معصیت پر بھی قادر ہوتے ہیں مگر حق تعالیٰ ان کی معصیت سے حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے اور وہ بحفاظت حق سبحانہٗ معصیت سے معصوم ہوتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ یہ حفاظت کس حد تک ضروری ہے سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو معصیت بقصد و دانستہ ہو اس سے تو انبیاء یقیناً معصوم ہیں۔ اور جو معصیت دانستہ نہ ہو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت ہو تو اس سے ان کی حفاظت نہیں کی جاتی نہ اس غرض سے کہ وہ معصیت ہے بلکہ اس جہت سے کہ وہ مبداء ہے دوسرے مصالح کا اور جس میں کوئی مصلحت نہیں ہوتی یا اس سے بڑھ کر مفسدہ ہوتا ہے اس سے بھی حفاظت کی جاتی ہے جیسا کہ اس مقام پر حضرت آدم علیہ السلام نے غلطی سے نہی کی مخالفت کی کہ ایک عارض کی وجہ سے ان کو ممانعت کی طرف التفات نہ ہوا اور معصیت مقصود نہ تھی مگر چونکہ اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت

تھی کہ وہ ذریعہ تھی ان مقاصد کا جن کے لئے ان کو پیدا کیا گیا تھا اس لئے ان کی اس سے حفاظت نہیں کی گئی ورنہ بہت ممکن تھا کہ ان کو فوراً تنبیہ ہو جاتی اور وہ اس سے رک جاتے۔ پس زلات انبیاء کے لئے دو باتیں ضروری ہوئیں۔ ایک یہ کہ ان کو معصیت مقصود نہ ہو بلکہ اس کا مبنی کوئی غلطی ہو دوسرے یہ کہ اس میں مفسدہ سے بڑھ کر مصلحت ہو لیکن نہ یہ ضرور ہے کہ اس منشاء غلطی کا ہمیں بھی علم ہو یا وہ ہمارے سمجھ میں بھی آ جاوے کہ واقعی یہ غلطی منشاء ہو سکتی ہے کیونکہ اس کو پورے طور پر مبتلی بہ جانتا ہے اور دوسروں کو اس کا سمجھنا نہایت مشکل ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ہمیں اس کا بھی علم ہو کہ اس میں مصلحت مفسدہ سے بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ خدا ہی اپنے مصالح کو خوب جانتا ہے یہ تحقیق ہے اس مقام کی اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اصول شرعی کے مزاحم ہے نہ اصول عقلی کے۔ اب ایک بات یہ رہ گئی کہ آدم علیہ السلام نے انسان ہونے پر فرشتہ ہونے کو کیوں ترجیح دی سو اس کا صحیح جواب تو یہ ہے کہ اس کو بھی حضرت آدم ہی جانتے تھے اور ہم کو اس سے مطلع نہیں کیا گیا لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو یہ خیال ہوا ہو کہ فرشتے بہ نسبت انسانوں کے اقرب الی الطاعۃ ہیں اور انسان ان سے ابعد۔ کیونکہ انسان سے خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو کسی نہ کسی طرح خدا کی نافرمانی ہو جاتی ہے اور فرشتوں میں یہ بات نہیں۔ اس لئے انسانوں سے وہ اس بات میں اعلیٰ ہیں۔ پس اگر درحقیقت ایسا ہی ہو تو اب معصیت کی ایک اور نفیس توجیہ ہو سکتی ہے وہ یہ کہ انہوں نے اس درخت کے کھانے میں یہ اجتہادی غلطی کی ہو کہ گو اس وقت یہ بظاہر ایک حکم کی مخالفت ہے مگر اس سے ہمیشہ کے لئے معصیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس لئے اس میں مفسدہ سے بہت بڑھ کر مصلحت ہے اور شیطان کی دشمنی کی یہ تاویل کر لی ہو کہ یہ دشمن ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ دشمن کی ہر بات دشمنی ہی پر مبنی ہو جبکہ خدا کی قسم کھاتا ہے تو ایسا بھی کیا ہے کہ خدا کی قسم کھا کر غلط کہے گا۔ الغرض یہ جملہ توجیہات یا اس قسم کی اور توجیہات محض احتمال ہیں اور حقیقت حال کا علم حق سبحانہ کو ہے یا خود حضرت آدم علیہ السلام جانتے تھے جن کو یہ واقعہ پیش آیا۔ الغرض یہ تحقیق عصمت انبیاء کے سلسلہ میں پیش کی گئی۔ (تفسیر حل القرآن)

دعا کیجئے

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

یا اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی اس دعاء کے طفیل میں ہماری لغزشوں وخطاؤں سے بھی درگزر فرمائیے اور اپنے مقبولین انبیاء کرام کے طفیل میں اور ان کی عصمت کے طفیل میں ہماری تمام سیئات کی بھی مغفرت فرما۔ اور اپنی مغفرت کاملہ ہم سب کو نصیب فرما۔

یا اللہ نفس وشیطان کے کے فریب سے ہماری حفاظت فرما اور ہم کو اپنی مرضیات کی زندگی پر استقامت نصیب فرما۔

یا اللہ حضرت آدم علیہ السلام کی اس لغزش اور اُس سے توبہ ومعذرت میں ہمارے لئے بھی بڑا سبق ہے۔ یا اللہ ہم کو بھی اپنی دن رات کی نافرمانیوں پر تنبیہ نصیب فرما اور ندامت قلب کے ساتھ سچی توبہ کرنا اور آپ کی مغفرت طلب کرنا نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنی گذشتہ تقصیرات پر گریہ وزاری کے ساتھ معافی طلب کرنے کی سعادت عطا فرما اور سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے آنسوؤں کے طفیل میں ہماری بھی معذرت قبول فرما اور ہماری تقصیرات سے درگزر فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

قَالَ	اهْبِطُوْا	بَعْضُكُمْ	لِبَعْضٍ	عَدُوٌّ	وَلَكُمْ	فِي الْأَرْضِ	مُسْتَقَرٌّ	وَمَتَاعٌ	إِلَىٰ حِيْنٍ
فرمایا	اُترو	تم میں سے بعض	بعض	دشمن	اور تمہارے لئے	زمین میں	ٹھکانا	اور سامان	ایک وقت تک

حق تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک

قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾

قَالَ	فِيْهَا	تَحْيَوْنَ	وَفِيْهَا	تَمُوْتُوْنَ	وَمِنْهَا	تُخْرَجُوْنَ
فرمایا	اس میں	تم جیو گے	اور اس میں	تم مرو گے	اور اس سے	تم نکالے جاؤ گے

فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اُسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔

معافی کی درخواست کا جواب

اس معافی کی درخواست پر حق تعالیٰ کی طرف سے جو ارشاد ہوا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

''حق تعالیٰ نے آدم و حوا علیہما السلام سے فرمایا کہ جنت سے نیچے زمین پر ایسی حالت میں جاؤ کہ تم یعنی تمہاری اولاد باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ تجویز کی گئی ہے اور اسباب معیشت سے نفع حاصل کرنا تجویز ہوا ہے ایک وقت خاص تک کہ وہ موت کا وقت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر قیامت کے روز پیدا ہونا ہے۔ (آگے جیسا دنیا میں عمل ہوگا ویسے ہی ٹھکانے پر جانا ہوگا۔ نیک عمل ہوگا تو پھر اسی جنت میں آ جاؤ گے اور اگر شیطانی چکر میں پھنسے رہے تو اسی نافرمانی کے ساتھ ٹھکانا ہوگا)''

درخواست کی قبولیت اور زمین پر رہائش کا حکم

تو ان آیات زیر تفسیر کو قرآن پاک کی دوسری آیات کے ساتھ جو حضرت آدم علیہ السلام کے تذکرہ میں بیان فرمائی گئی ہیں ملا کر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ اور معذرت کو قبول فرمایا اور ان کی تقصیر کو معاف کر دیا گیا۔ اور آئندہ کے لئے وعدہ بھی فرمایا کہ تم پر میری رحمتیں اور برکتیں مبذول ہوں گی۔ لیکن فی الحال یہی حکم دیا جاتا ہے کہ تم جنت سے زمین پر اترو تا کہ تمہاری پیدائش کا مقصد جو خلافت فی الارض ہے اور جس پر تم نامزد ہو چکے ہو وہ زمین پر اترنے ہی سے پورا ہوگا۔ لہٰذا جنت سے زمین کی طرف اترو اور تمہاری اولاد میں ایک دوسرے کی دشمن ہو گی اور اللہ کا خلیفہ تمہارے درمیان عدل و انصاف کرے گا۔ تمہارے لئے ایک وقت معین تک یعنی مرنے کے وقت تک زمین میں ٹھہرنا اور سامان دنیوی سے نفع اٹھانا ہے اور وہاں رہ کر جنت کی واپسی کی تیاری کرنا ہے اور یہ شیطان بھی زمین پر جا رہا ہے وہاں جا کر اس سے ہوشیار رہنا اور اس کے دھوکہ میں نہ آنا۔ تم اسی زمین پر زندگی بسر کرو گے اور اسی میں مرو گے اور پھر قیامت کے قریب اسی سے زندہ کر کے نکالے جاؤ گے اور حساب کتاب کے بعد تم میں سے جو اپنے باپ آدم علیہ السلام کے طریقہ پر چلا ہوگا وہ جنت میں پہنچ جائے گا ورنہ سجین اور اسفل السافلین میں اس کا ٹھکانہ ہو جائے گا۔

حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان کے واقعہ کے تذکرہ کا مقصد

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے واقعہ سے بنی نوع انسان کو یہاں یہ جتلانا مقصود ہے کہ دیکھو حق تعالیٰ کی مخالفت کا نتیجہ کس قدر برا ہے۔ اور ابلیس تمہارا قدیمی دشمن ہے وہ تمہارا خیر خواہ نہیں ہو سکتا بلکہ اس نے تمہیں گمراہ کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے اور اس نے تمہارے باپ آدم علیہ السلام کو اس کا نمونہ بھی دکھا دیا اور حضرت آدم نے جو دھوکہ کھایا اس کا خمیازہ بھی بھگتا پس تم ان واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کرو اور شیطان کے بہکاوے میں ہرگز مت آؤ اور اس کے مشوروں پر عمل مت کرو۔

یوں تو حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کے واقعہ میں بے شمار نصائح، عبرتیں اور مسائل کا ذخیرہ موجود ہے جن کا احاطہ اس مختصر

درس میں ممکن نہیں تاہم چند اہم حقیقتوں کی طرف جو اس سلسلہ میں محققین و مفسرین نے لکھی ہیں اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱: اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے بھید بے شمار اور ان گنت ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی ہستی بھی خواہ وہ کتنی ہی مقربین بارگاہ الٰہی میں سے کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے تمام بھیدوں پر واقف ہو جائے اس لئے انسانی عقل کو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا اور اسی کے دست قدرت کا تمام ہست و بود پر کارفرما ہونا اور اسی کے احکام کی پیروی میں فلاح و نجات کا ہونا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔

۲۔ انسان کو اگرچہ ہمہ قسم کا شرف عطا ہوا اور ہر طرح کی جلالت و بزرگی نصیب ہوئی تاہم اس کی پیدائش اور طبعی کمزوری اپنی جگہ اسی طرح قائم رہی اور بشریت و انسانیت کا خاصہ پھر بھی باقی رہا۔ یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت آدم علیہ السلام پر بایں جلالت قدر و منصب عظیم نسیان طاری کر دیا اور وہ ابلیس کے وسوسہ سے متاثر ہو گئے۔

۳۔ خطا کار ہونے کے باوجود اگر انسان کا دل ندامت اور توبہ کی طرف مائل ہو تو اس کے لئے باب رحمت بند نہیں ہے۔ البتہ خلوص اور صداقت شرط ہے اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان اور لغزش کا عفو اللہ تعالیٰ کے کرم سے وابستہ ہے اسی طرح ان کی تمام نسل کے لئے عفو و رحمت کا دامن وسیع پھیلا ہوا ہے۔

حضرات انبیاء کرام سے لغزش کے بعد جو شرمساری اور گریہ زاری ظہور میں آتی ہے اس سے ان کی اندرونی محبت اور اخلاص کا حال کھلتا ہے کہ ان کا باطن حق تعالیٰ کی محبت و عظمت سے کس درجہ لبریز ہے۔ جس طرح ابلیس لعین کے سوال و جواب سے اس کی اندرونی نخوت و تکبر کا حال ظاہر ہوا اس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کے بعد ندامت و معذرت سے ان کا اندرونی اخلاص ظاہر ہوا جس سے ان کا فضل و کرم اور حسن و جمال اور چمک گیا اور اس لغزش سے اگرچہ ظاہر میں ہبوط اور نزول ہوا مگر درحقیقت وہ علو اور عروج تھا۔

۵۔ حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرنا اور رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا کہہ کر ظلم کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا اور ادب کی وجہ سے خالق کی طرف منسوب نہیں کیا۔ جبکہ ابلیس نے اپنے جرم کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کیا اور اس نے کہا رب بمآ اغویتنی اے پروردگار تو نے مجھے گمراہ کیا اور اپنی گمراہی کو خدا کی طرف منسوب کیا۔ پس ابلیس لعین نے جرم کر کے جبری محض بن گیا کہ اغوا کی نسبت باری تعالیٰ کی طرف کر دی اور خود بری الذمہ اور بے تعلق بن گیا۔ تو اگرچہ ہر چیز کا خالق خدا تعالیٰ ہے اور بندہ کاسب اور مرتکب ہے مگر ادب کی وجہ سے حضرت آدمؑ نے اپنی تقصیر کو اپنی طرف منسوب کیا اور خالق کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اس ادب کی وجہ سے ان کو بہت اچھا پھل ملا کہ عفو تقصیر رفع درجات اور خلافت الٰہی سے مشرف اور سرفراز ہوئے۔

۶۔ بارگاہ الٰہی میں گستاخی یا بغاوت بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو بھی تباہ کر دیتی ہے اور ابدی ذلت اور خسران کا باعث بن جاتی ہے۔ ابلیس کا واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اس کی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا وہ بلاشبہ باعث صد ہزار عبرت ہے۔

۷۔ ابلیس نے غرور و تکبر کی بناء پر اللہ کے حکم کی نافرمانی اختیار کی اور آدمؑ کے آگے سجدہ تعظیمی میں جھکنے سے انکار کیا۔ حضرت آدمؑ نے نافرمانی کو خود اختیار نہیں کیا بلکہ ابلیس کے فریب اور دھوکہ سے اس میں مبتلا ہوئے۔

ابلیس کو تنبیہ کی گئی تو وہ اپنے قصور کا اعتراف کرنے کی بجائے اپنی نافرمانی پر دلائل ناحق پیش کرنے لگا اور جب حضرت آدمؑ کو اپنے قصور پر تنبہ ہوا اور اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اپنے قصور کا اعتراف کر کے حق تعالیٰ کی طرف عجز و نیاز سے رجوع ہوئے اور معافی مانگ کر اپنے رب کریم کے دامن رحمت میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔ اس طرح ابلیس لعین کی راہ اور حضرت آدمؑ کی راہ بالکل ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے ممتاز ہو کر دنیا کے سامنے آ گئیں۔ پس انسانیت کے لئے جو راہ لائق تقلید ہے وہ یہی ہے کہ اول تو شیطانی اغوا کی مزاحمت کرے اور اپنے قدیمی دشمن کی چالوں کو سمجھنے اور ان سے بچنے کے لئے ہر وقت چوکنا رہے اور اگر کبھی اس کا قدم جادۂ حق سے ڈگمگا جائے تو اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی فوراً ندامت و شرمندگی کے ساتھ اپنے رب کی طرف رجوع کرے اور اپنے قصور کی معافی چاہے اور اس کی تلافی کرے۔ اور یہی وہ خاص سبق ہے جو اللہ تعالیٰ یہاں اس قصہ سے بنی نوع انسان کو دینا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دین کی سمجھ اور فہم عطا فرمائیں اور حضرت آدمؑ کی راہ پر چلنا نصیب کریں۔ اور اپنی خطاؤں اور قصوروں پر ندامت کیساتھ حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا نصیب کریں اور شیطانی خصلت تکبر اور غرور سے ہماری حفاظت فرمائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	قَدْ اَنْزَلْنَا	عَلَيْكُمْ	لِبَاسًا	يُّوَارِيْ	سَوْاٰتِكُمْ	وَرِيْشًا	وَلِبَاسُ	التَّقْوٰى	ذٰلِكَ	خَيْرٌ
اے اولادِ آدم	ہم نے اُتارا	تم پر	لباس	ڈھانکے	تمہارے ستر	اور زینت	اور لباس	پرہیزگاری	یہ	بہتر

اے اولادِ آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی اور تقویٰ کا لباس یہ اس سے بڑھ کر ہے

ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ

ذٰلِكَ	مِنْ	اٰيٰتِ	اللّٰهِ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ	يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	لَا يَفْتِنَنَّكُمُ	الشَّيْطٰنُ	كَمَآ	اَخْرَجَ
یہ	سے	نشانیاں	اللہ	تا کہ وہ	وہ غور کریں	اے اولادِ آدم	نہ بہکادے تمہیں	شیطان	جیسے	اس نے نکالا

یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تا کہ یہ لوگ یاد رکھیں۔ اے اولادِ آدم کی شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اُس نے تمہارے دادا دادی کو

اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ۭ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ

اَبَوَيْكُمْ	مِّنَ	الْجَنَّةِ	يَنْزِعُ	عَنْهُمَا	لِبَاسَهُمَا	لِيُرِيَهُمَا	سَوْاٰتِهِمَا	اِنَّهٗ	يَرٰىكُمْ	هُوَ	وَقَبِيْلُهٗ
تمہارے ماں باپ	سے	جنت	اُتروادیئے	ان سے	انکے لباس	تا کہ ظاہر کردے	انکے ستر	بیشک	تمہیں دیکھتا ہے وہ	وہ	اور اسکا قبیلہ

جنت سے باہر کرادیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروادیا تا کہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھلائی دینے لگے وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے

مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٧﴾

مِنْ	حَيْثُ	لَا تَرَوْنَهُمْ	اِنَّا جَعَلْنَا	الشَّيٰطِيْنَ	اَوْلِيَاۗءَ	لِلَّذِيْنَ	لَا يُؤْمِنُوْنَ
سے	جہاں	تم انہیں نہیں دیکھتے	بیشک ہم نے بنایا	شیطان (جمع)	دوست۔ رفیق	ان لوگوں کیلئے	ایمان نہیں لاتے

کہ تم انکو نہیں دیکھتے ہو۔ ہم شیطان کو انہیں لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔

لباس....اللہ تعالیٰ کی نشانی

حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین کا قصہ ختم فرما کر ان آیات میں جملہ بنی آدم کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے اولاد آدم دشمن نے تم سے جنت کے کپڑے اتروائے پھر اللہ تعالیٰ نے ستر پوشی کے لئے تم کو دنیا میں لباس کی تدبیر سکھائی اور لباس پیدا کیا جو تمہاری جسمانی بے پردگی کو چھپاتا ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو کپڑا بنانا سکھایا جس سے ستر ڈھانکنا میسر آیا اور اس بات کو حق تعالیٰ اپنی ان بے شمار نشانیوں میں سے جو دنیا میں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں ایک نشانی فرماتے ہیں چنانچہ اگر انسان تامل کی نظر سے دیکھے تو یہ بات بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ لباس کس حیثیت سے اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہے۔ اللہ نے انسان کے جسم پر حیوانات کی طرح کوئی پوشش پیدائشی طور پر نہیں رکھی بلکہ حیا اور شرم کا مادہ اس کی فطرت میں ودیعت کر دیا تا کہ وہ اپنی اس فطرت کے تقاضہ کو سمجھے اور اپنے لئے لباس فراہم کرے۔ پھر جسم کی آرائش اور موسمی اثرات سے بدن کی حفاظت کا ذریعہ لباس کو بنایا۔ اس طرح جسمانی زینت اور ستر پوشی کے لئے لباس کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی دنیا میں ایک نشانی ہے۔

تقویٰ کا لباس

پھر اس ظاہری اور جسمانی لباس کے تذکرہ کے ساتھ باطنی اور روحانی لباس کا تذکرہ فرمایا اور وہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا لباس ہے۔ یعنی یہ کپڑوں وغیرہ کا لباس تو جسم کی شرمناک چیزوں کو

چھپانے والا اور اس کی حفاظت کرنے والا ہے اور جسم کے لئے موجب زینت ہے۔ مگر دوسرا لباس یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری کا لباس اس جسم کے لباس سے بہتر ہے کیونکہ وہ روح کی شرمناک عیوب کو چھپانے والا اور اس کے لئے موجب زینت ہے تو بتلانا یہ مقصود ہے کہ جس طرح تم لباس جسم کی قدر کرتے ہو اس سے بڑھ کر تم کو لباس روح کی قدر کرنی چاہئے۔

شیطان کے حملوں سے خبردار رہو

دوبارہ دوسری آیت میں پھر بنی آدم کو خطاب کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اے اولاد آدم شیطان نے اپنی فتنہ پردازی سے تمہارے دادا دادی کو جنت سے نکلوایا۔ ایسا نہ ہو کہ تم بھی اس کی فتنہ پردازیوں میں آجاؤ اور اس کی پیروی کرنے لگو اور وہ تمہیں بھی مصیبت میں ڈال دے اور یہ نہ سمجھنا کہ شیطان ہمیں نظر تو آتا ہی نہیں وہ کیسے ہمارے پاس آسکتا ہے اور کیونکر ورغلا سکتا ہے۔ تو بات یہ ہے کہ شیطان اور اس کی جماعت تمہیں اس جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم انہیں نہیں دیکھتے اس لئے تم ان سے اور ان کے مکر سے غافل ہو مگر وہ تم سے اور تم کو گمراہ کرنے سے غافل نہیں ہیں تو جو ایسا دشمن ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہو اور ہماری نظر اس پر نہ پڑے تو اس کا حملہ بڑا خطرناک ہوتا ہے اور اس کی مدافعت سخت دشوار ہوتی ہے۔ اس لئے تم کو بہت مستعد اور بیدار رہنا چاہئے اور اس سے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور بہت اس سے بچنا چاہئے اور اس کے مکر کو سمجھنا چاہئے اور اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ تقویٰ اور ایمان کامل اختیار کر لو کیونکہ اللہ تعالیٰ شیاطین کو انہیں لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے یعنی ان کا تسلط اور زور بے ایمانوں ہی پر ہے جو اس کے دوست ہیں۔ گویا مومن کامل پر اس کا قابو نہیں چلتا۔ اور جو ایمان نہیں لاتے وہی اس کے کہنے پر چلتے ہیں اور اسی کے مشورہ پر عمل کرتے ہیں۔

لباس پہننے کی دعا

ان آیات سے ظاہری لباس کا بھی اللہ کی ایک نعمت ہونا معلوم ہوا اسی وجہ سے حدیث میں تعلیم دی گئی ہے کہ جب نیا لباس یا دھلا ہوا کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے **الحمد لله الذی کسانی مآ اواری به عورتی و اتجمل به فی حیاتی** شکر ہے اللہ کا کہ جس نے مجھ کو ایسا لباس پہنایا کہ ڈھانکتا ہوں میں اس سے اپنا ستر اور زینت کرتا ہوں اس سے اپنی زندگی میں۔ ترمذی اور ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ نے نیا کرتہ پہنتے ہوئے جبکہ گلے تک وہ پہن لیا یہی دعا پڑھی یعنی **الحمد لله الذی کسانی مآاواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی** پھر فرمانے لگے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے سنا ہے فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص نیا کپڑا پہنے اور اس کے گلے تک پہنچتے ہی یہ دعا پڑھے پھر پرانا کپڑا راہ اللہ دے دے تو وہ اللہ کے ذمہ میں۔ اللہ کی پناہ میں اور اللہ کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ زندگی میں بھی اور بعد از مرگ بھی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری شیطاطین سے کامل طور پر حفاظت فرمادیں۔ اور ان کے فریب سے ہمیں ہوشیار رکھیں۔ ظاہری لباس کے ساتھ ہمیں باطنی لباس تقویٰ و پرہیز گاری کا بھی عطا فرمادیں۔ اور ہم کو اپنے احکام اور قوانین کی پوری پابندی نصیب فرمادیں۔

یا اللہ جب آپ نے ہمیں اپنے فضل وکرم سے ایمان عطا فرمایا ہے تو ہمیں تقویٰ و پرہیز گاری بھی عطا فرمادیجئے تاکہ شیاطین کا بس ہم پر نہ چلے۔

یا اللہ شیطان ابلیس لعین کے فریب سے آپ ہی ہماری حفاظت فرمائیں اور اس قدیمی دشمن کے داؤں گھات سے آپ ہی ہمیں بچائیں۔

یا اللہ ہم آپ کی پناہ کے طالب ہیں۔ آپ اپنی حفاظت میں ہمیں لے لیجئے۔ اور ایمان و اسلام کی صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرمائیے اور اس دنیا سے گزر کر پھر آخرت میں ہمیں اسی جنت میں پہنچا دیجئے جہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں آنا ہوا تھا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا ۗ قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَأْمُرُ

وَاِذَا	فَعَلُوْا	فَاحِشَةً	قَالُوْا	وَجَدْنَا	عَلَيْهَا	اٰبَآءَنَا	وَاللّٰهُ	اَمَرَنَا	بِهَا	قُلْ	اِنَّ	اللّٰهَ	لَا يَاْمُرُ
اور جب	وہ کریں	کوئی بے حیائی	کہیں	ہم نے پایا	اس پر	اپنے باپ دادا	اور اللہ	ہمیں حکم دیا	اسکا	فرمادیں	بیشک	اللہ	حکم نہیں کرتا

اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے آپ کہہ دیجئے

بِالْفَحْشَاءِ ۖ أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۲۸﴾ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ۖ وَأَقِيمُوا

بِالْفَحْشَآءِ	اَتَقُوْلُوْنَ	عَلَى اللّٰهِ	مَا	لَا تَعْلَمُوْنَ	قُلْ	اَمَرَ	رَبِّيْ	بِالْقِسْطِ	وَاَقِيْمُوْا
بے حیائی کا	کیا تم کہتے ہو (لگاتے ہو)	اللہ پر	جو	تم نہیں جانتے	فرمادیں	حکم دیا	میرا رب	انصاف کا	اور قائم کرو (سیدھے کرو)

کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا کیا خدا کے ذمے ایسی بات لگاتے ہو جسکی تم سند نہیں رکھتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنیکا

وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴿۲۹﴾

وُجُوْهَكُمْ	عِنْدَ	كُلِّ مَسْجِدٍ	وَادْعُوْهُ	مُخْلِصِيْنَ	لَهُ	الدِّيْنَ	كَمَا	بَدَاَكُمْ	تَعُوْدُوْنَ
اپنے چہرے	نزدیک (وقت)	ہر مسجد (نماز)	اور پکارو	خالص ہوکر	اس کیلئے	دین (حکم)	جیسے	تمہاری ابتداء کی (پیدا کیا)	دوبارہ (پیدا) ہوگے

اور یہ کہ تم ہر سجدہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو تم کو اللہ تعالیٰ نے شروع

فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ۗ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ

فَرِيْقًا	هَدٰى	وَفَرِيْقًا	حَقَّ	عَلَيْهِمُ	الضَّلٰلَةُ	اِنَّهُمُ	اتَّخَذُوا	الشَّيٰطِيْنَ	اَوْلِيَآءَ	مِنْ
ایک فریق	اس ہدایت دی	اور ایک فریق	ثابت ہوگئی	ان پر	گمراہی	بیشک وہ	انہوں نے بنالیا	شیطان (جمع)	رفیق	سے

میں پیدا کیا تھا اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہوگے۔ بعض لوگوں کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ ان لوگوں نے

دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿۳۰﴾

دُوْنِ اللّٰهِ	وَيَحْسَبُوْنَ	اَنَّهُمْ	مُّهْتَدُوْنَ
اللہ کے سوا	اور گمان کرتے ہیں	کہ وہ بیشک	ہدایت پر ہیں

شیطانوں کو رفیق بنالیا اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

مشرکین شیطان کے نرغے میں

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر اپنا ایک انعام یہ بتلایا کہ دنیا میں انسانوں کے لئے لباس پیدا کیا کہ جس سے ستر پوشی اور جسم کی حفاظت و زینت کی جاتی ہے اور اس ظاہری لباس کے ساتھ باطنی لباس تقویٰ و پرہیزگاری کا اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ تقویٰ اور ایمان کامل ہی کے اختیار کرنے سے ابلیس کے فریب اور داؤں گھات سے بچا جاسکتا ہے اس لئے جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان پر شیطان کا پورا قابو ہوتا ہے اور وہ انکا رفیق بنا رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا قابو ہوگا کہ کفر و شرک اور فسق و فجور میں مبتلا کر رکھتا ہے۔ چنانچہ اہل عرب کی زمانہ جاہلیت کی زندگی کے اندر شیطانی اغوا کی ایک نمایاں ترین اثر کی نشاندہی فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ کیسے فحش اور بے حیائی کے کام کرتے ہیں اور پھر اس کو مذہبی فعل اور خدا کا حکم نعوذ باللہ بتلاتے ہیں۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں فحش اور بے حیائی کے کاموں سے اشارہ ہے مشرکین کے برہنہ ہو کر طواف کرنے کا جو کہتے تھے کہ جیسے ہم پیدا ہوئے ہیں اسی حالت میں طواف کریں گے۔ ان کا یہ دستور تھا کہ قریش کے سوائے تمام اہل عرب بیت اللہ کا طواف اپنے پہنے ہوئے کپڑوں میں نہیں کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ کپڑے جنہیں پہن کر خدا کی نافرمانیاں کی ہیں اس قابل نہیں رہے کہ انہیں پہنے ہوئے طواف کر سکیں۔ صرف قریش اپنے کپڑوں میں طواف کرتے تھے اور جن لوگوں کو قریش کپڑے بطور ادھار دیں وہ بھی ان کے دیئے ہوئے کپڑے پہن کر طواف کر سکتے تھے۔ یا وہ شخص کپڑے پہنے طواف کر سکتا تھا جس کے پاس نئے کپڑے ہوں۔ اب جس کے پاس نیا کپڑا نہ ہو اور قریش بھی ادھار نہ دیں تو اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ ننگا ہو کر طواف کرے خواہ عورت ہو یا مرد۔

مشرکین کا غلط فلسفہ اور اس کی تردید

اس قسم کے رسوم از خود گھڑ لئے تھے اور کہتے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کی اقتدا کی ہے۔ ہمارے بڑے بھی ایسا ہی کرتے تھے اور ہمارے باپ دادا حکم خدا کیخلاف نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ نے ان کو اس کا حکم دیا تھا لہذا وہی فعل اسی حکم کے ساتھ ہم تک پہنچا اور ہم اس پر کاربند ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کا رد فرماتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے کہ ذرا ان سے یہ تو پوچھئے کہ بھلا اللہ تعالیٰ بھی کہیں بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی عادت تو یوں ہی جاری ہے کہ محاسن اخلاص اور مکارم افعال کا حکم فرماتا ہے۔ وہ فحش باتوں کا حکم نہیں دیتا۔ ایسا کہنا خواہ مخواہ خدا پر دروغ بندی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو ایسی اچھی اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں مثلاً جیسے انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور مثلاً یہ حکم دیا ہے کہ تم سجدہ یعنی عبادت کے وقت اپنا رخ سیدھا اللہ کی طرف کرو یعنی بت وغیرہ کو سجدہ اور ان کی عبادت مت کیا کرو اور اللہ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ ہی کے واسطے رکھا کرو یعنی شرک کا عقیدہ مت رکھو تو مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تو یہ احکام ہیں کہ ان کو مانو اور یہ سمجھ لو کہ تم کو صرف حکم دے کر نہیں چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ایک وقت حساب کتاب کے لئے بھی آنے والا ہے کہ تم کو اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ یعنی قیامت چنانچہ تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پہلے پیدا کیا ہے یوں ہی تم دوبارہ پیدا ہو گے اور اس وقت تم سے تمہارے اعمال کی بازپرس ہوگی۔ پس یہ احکام ہیں خدا کے نہ کہ وہ جن کو تم اس کی طرف منسوب کرتے ہو۔ الغرض ایک جماعت کو خدا نے ان دلائل کے ذریعہ سے ہدایت کی اور وہ اللہ کے احکام پر ایمان لاتے ہیں اور ایک جماعت ایسی ہے کہ اس کو ہدایت نصیب نہ ہوئی کیونکہ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیاطین کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے اور انہیں کا کہنا مانتے ہیں اور انہیں کی بات سنتے ہیں اور اس کیساتھ ہی یہ بھی سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح راستہ پر ہیں حشر کے بعد معلوم ہو جائے گا کہ دنیا میں کون حق پر تھا اور کون باطل پر یعنی ایسے اندھے ہو گئے ہیں کہ گمراہی کو ہدایت سمجھتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اس فریق میں شامل فرمائیے جس کے لئے آپ نے ہدایت مقدر فرمائی ہے اور ہمیں ان لوگوں میں نہ شامل فرمائیے جن کے لئے گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے۔ یا اللہ گمراہی سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور ہم کو قرآن وسنت کے احکام کا ظاہراً و باطناً پابند رکھیئے اور ہر طرح کی بدعات اور غیر شرع رسموں سے بچائیے۔

یا اللہ اہل بدعت اپنی گھڑی ہوئی رسموں کو دین و شریعت کے احکام بتلاتے ہیں۔ اس گمراہی سے اہل اسلام کو بچنا نصیب فرمائیے۔ اور ہدایت کے راستہ پر چلنے کی سعادت عطا فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	خُذُوْا	زِيْنَتَكُمْ	عِنْدَ	كُلِّ مَسْجِدٍ	وَّكُلُوْا	وَاشْرَبُوْا	وَلَا تُسْرِفُوْا	اِنَّهٗ	لَا يُحِبُّ
اے اولادِ قوم	لے لو (اختیار کرلو)	اپنی زینت	قریب (وقت)	ہر مسجد (نماز)	اور کھاؤ	اور پیو	اور بے جا خرچ نہ کرو	بیشک وہ	دوست نہیں رکھتا

اے اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بیشک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے

الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ

الْمُسْرِفِيْنَ	قُلْ	مَنْ	حَرَّمَ	زِيْنَةَ اللّٰهِ	الَّتِيْٓ	اَخْرَجَ	لِعِبَادِهٖ	وَالطَّيِّبٰتِ	مِنَ	الرِّزْقِ	قُلْ
فضول خرچ (جمع)	فرمادیں	کس	حرام کیا	اللہ کی زینت	جو کہ	اس نے نکالی	اپنے بندوں کیلئے	اور پاک	سے	رزق	فرمادیں

والوں کو۔ آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جن کو اُس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص

هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

هِيَ	لِلَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	فِي الْحَيٰوةِ	الدُّنْيَا	خَالِصَةً	يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ	كَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ
یہ	ان لوگوں کیلئے جو	ایمان لائے	زندگی میں	دنیا	خالص طور پر	قیامت کے دن	اسی طرح	ہم کھول کر بیان کرتے ہیں

نے حرام کیا ہے آپ یہ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء دنیوی زندگی میں اہل ایمان کیلئے ہیں اور قیامت کے روز خالصۃً انہی کیلئے ہونگی ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھ داروں

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ	يَّعْلَمُوْنَ
آیتیں گروہ کیلئے	وہ جانتے ہیں

کے واسطے صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں۔

مشرکین کی بے اعتدالیوں کا جواب

مشرکین ایام جاہلیت میں اس خیال سے کہ ہم اپنے کپڑوں میں نہ جانے کیا کیا گناہ کرتے ہیں اس لئے طواف کعبہ کے وقت انہیں اتار کر الگ رکھ دیتے تھے اگر قریش نے ان کو کپڑے دے دیئے تب تو ان کو پہن کر اور اگر نہ مل سکے تو ننگے بدن لنگوٹہ باندھ کر طواف کرتے۔ اسی طرح عورتیں بھی رات میں ننگی لنگوٹ باندھ کر طواف کرتی تھیں۔ اسی طرح حج کے زمانہ میں اہل عرب بعض چیزیں مثلاً گوشت' چربی' گھی' دودھ وغیرہ کھانا چھوڑ دیتے تھے اور فاقے یا بالکل تھوڑا کھانے کو ضروری سمجھتے تھے۔ ان کی یہ سب رسوم شیطانی رفاقت کے اثرات کے باعث قابل ترک اور ان کا مذموم ہونا بتلایا گیا۔ چنانچہ ان آیات میں بھی ان کے ان رسوم کا رد فرمایا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ کوئی نیکی اور تقویٰ کی بات نہیں کہ ایام حج میں گھی دودھ چکنائی گوشت وغیرہ کا استعمال چھوڑ دیا جائے اور خدا کی دی ہوئی پوشاک جس سے تمہارے بدن کا ڈھانکنا اور آرائش ہے اس کی عبادت کے وقت دوسرے اوقات سے بڑھ کر قابل استعمال ہے تاکہ بندہ اپنے پروردگار کے دربار میں اس کی نعمتوں کا اثر لے کر حاضر ہو۔ خدا نے جو کچھ پہننے اور کھانے پینے کو دیا ہے اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ بس شرط یہ ہے کہ اسراف نہ ہونے پائے۔

کھاؤ' پیو' پہنو مگر اسراف نہ کرو

اسراف کے معنیٰ ہیں حد سے تجاوز کرنا جس کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً حلال کو حرام کر لے' یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی متمتع ہونے لگے یا اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے یا بدوں اشتہا کے کھانے لگے یا ناوقت کھائے یا اس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوت بدنی کے باقی رکھنے کے لئے کافی نہ ہو یا مضر صحت

چیزیں استعمال کرے۔لفظ اسراف ان سب امور کو شامل ہوسکتا ہے بیجا خرچ کرنا بھی اس کی ایک فرد ہے۔

زینت کا مطلب

یہاں آیت میں خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کا حکم آیا ہے جس کا حسب ذیل کئی ترجمہ کئے گئے ہیں۔

۱۔تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو۔

۲۔ ہر نماز کے وقت اپنے تئیں مزین کیا کرو۔

۳۔ ہر نماز کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کرلیا کرو۔

زینت سے مراد جمہور مفسرین کے نزدیک لباس ہے کہ جس سے ستر چھپ سکے۔یعنی مرد کے لئے ناف سے گھٹنوں تک عورتوں کے لئے سارا بدن صرف چہرہ دونوں ہتھیلیاں اور قدم مستثنیٰ ہیں۔تو اس آیت میں حکم دیا گیا کہ جب طواف کو یا نماز کو مسجد میں آؤ تو لباس پہن کر آؤ ننگے بدن نہ آؤ۔اس آیت کی رو سے ہر نماز کے وقت ستر ڈھانکنا فرض ہے مگر بعض علماء نے زینت سے مراد مکمل لباس عمدہ نفیس کپڑے نہانا خوشبو وغیرہ لگانا مراد لئے ہیں اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مسجد میں آنے اور خدا کی عبادت کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ آدمی محض اپنا ستر چھپالے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ حسب استطاعت وہ اپنا پورا لباس پہنے جس میں ستر پوشی بھی ہو اور زینت بھی ہو اسی بناء پر بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جس لباس کو پہن کر لوگوں کے سامنے بازار میں جاتے ہوئے شرم آئے اس لباس سے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

سر اور کہنیاں ننگی کر کے نماز پڑھنے کا مسئلہ

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں ”چونکہ نماز میں صرف ستر پوشی ہی مطلوب نہیں بلکہ لباس زینت اختیار کرنے کا ارشاد ہے اس لئے مرد کا ننگے سر نماز پڑھنا یا مونڈھے یا کہنیاں کھول کر نماز پڑھنا مکروہ ہے خواہ قمیص ہی نیم آستین ہو یا آستین چڑھائی گئی ہو۔بہرحال نماز مکروہ ہے۔اسی طرح ایسے لباس میں بھی نماز مکروہ ہے جس کو پہن کر آدمی اپنے دوستوں اور عوام کے سامنے جانا قابل شرم و عار سمجھے۔ جیسے صرف بنیان بغیر کرتے کے اگرچہ پوری آستین بھی ہو یا سر پر بجائے ٹوپی کے کوئی کپڑا یا چھوٹا دستی رومال باندھ لینا کہ کوئی سمجھدار آدمی اپنے دوستوں یا دوسروں کے سامنے اس ہیئت میں جانا پسند نہیں کرتا تو اللہ رب العالمین کے دربار میں جانا کیسے پسندیدہ ہوسکتا ہے سر مونڈھے کہنیاں کھول کر نماز کا مکروہ ہونا آیت قرآنی کے لفظ زینت سے بھی مستفاد ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریحات سے بھی“۔

(معارف القرآن جلد سوم ص ۵۵۲)

مذکورہ آیت سے متعلق مسائل

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو کی تفصیلات بیان کر کے حضرت مفتی صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن جلد سوم میں لکھتے ہیں ”خلاصہ یہ ہے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا کے کلمات سے آٹھ مسائل شرعیہ نکلے۔اول یہ کہ کھانا پینا بقدر ضرورت فرض ہے۔دوسرے یہ کہ جب تک کسی چیز کی حرمت کسی دلیل شرعی سے ثابت نہ ہوجائے ہر چیز حلال ہے۔تیسرے یہ کہ جن چیزوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع کردیا ان کا استعمال اسراف و ناجائز ہے۔چوتھے یہ کہ جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان کو حرام سمجھنا بھی اسراف اور سخت گناہ ہے۔پانچویں یہ کہ پیٹ بھر جانے کے بعد اور کھانا ناجائز ہے۔ چھٹے یہ کہ اتنا طعام کم کھانا جس سے کمزور ہو کر ادائے واجبات کی قدرت نہ رہے۔ساتویں یہ کہ ہر وقت کھانے پینے کی فکر میں رہنا بھی اسراف ہے۔آٹھویں یہ کہ جب کبھی کسی چیز کو جی چاہے تو ضرور ہی اس کو حاصل کرے یہ بھی اسراف ہے۔ایک حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی اسراف میں داخل فرمایا ہے کہ جب کسی چیز کو جی چاہے اس کو ضرور ہی پورا کرے۔(ابن ماجہ عن انسؓ)

سب اللہ کی نعمتیں ہیں

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے تو دنیا کی ساری پاکیزہ چیزیں اسی لئے پیدا کی ہیں کہ آدمی ان سے مناسب طریقہ سے نفع اٹھائے اور خالق جل وعلا کی عبادت وفاداری اور شکرگزاری میں مشغول ہو۔

ساری پاکیزہ چیزیں اللہ نے بندوں ہی کے لئے پیدا کی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ انہیں بندوں کے لئے حرام کردے ورنہ اسکے علاوہ کسی کو استحقاق ہوسکتا ہے کہ پہننے اور کھانے پینے کی پاک حلال چیزوں کو حرام کرسکے۔ پیدا کرنے والا اور دینے والا خدا۔ پھر اس کے علاوہ دوسرا حرام کرنے والا کون؟ تو جو اہل عرب نے ایام حج کے زمانہ میں پہننے اوڑھنے اور کھانے پینے میں بغیر خدا کے حکم کے کمی کرلی تھی اس کی تردید ہورہی ہے اور انہیں اس فعل سے روکا جارہا ہے۔

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ پر ایمان رکھنے والوں اور اس کی عبادت کرنے والوں ہی کے لئے تیار ہوئی ہیں تاکہ اللہ کے رزق سے اللہ کی اطاعت اور عبادت کی قوت حاصل ہو۔ گو دنیا میں ان کے ساتھ اور لوگ بھی شریک ہیں۔ یعنی حقیقت کے اعتبار سے تمام طیبات ولذائذ کی نعمتیں دراصل ایمان والوں کے واسطے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور وہی ان کے اصل مستحق ہیں تاکہ اللہ کے رزق سے اللہ کی طاعت وعبادت کی قوت حاصل ہو لیکن دنیا میں کافر بھی ان کے شریک کردیئے گئے ہیں بلکہ بطور استدراج ان کافروں کو کہیں زیادہ دے دیا گیا ہے تاکہ ان پر حجت پوری ہوجائے رزق کے اصل مستحق اہل ایمان ہیں جو اللہ کے محترم اور مکرم بندے ہیں جو اس کا رزق کھا کر اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور خدا کے نافرمان اور سرکش اگرچہ دنیاوی رزق میں بظاہر اہل ایمان کے شریک ہیں لیکن درپردہ طفیلی اور تابع ہیں جس طرح حیوان کو انسان کے طفیل میں کھانے کو بہت مل جاتا ہے اسی طرح کفار کو اہل ایمان کے طفیل اور صدقہ میں خوب مل رہا ہے لیکن قیامت کے دن تمام نعمتیں خالص اہل ایمان کے لئے ہوں گی۔ آخرت میں کفار کو بطور طفیلی بھی ان نعمتوں میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ جنت اور جنت کی نعمتیں کافروں پر حرام ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی دین کی سمجھ وفہم عطا فرمائیں اور اپنی نعمتوں کا ہم کو شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھیں اور نعمتوں کی ناشکری اور کفران نعمت سے بچائیں۔

یا اللہ دنیا کے ساتھ ہمیں آخرت کی دائمی نعمتیں بھی عطا فرما۔

یا اللہ اس وقت ملک اور قوم میں جو جاہلانہ رسوم اور خیالات پیدا ہوگئے ہیں ان کو ترک کرنے اور قرآن وسنت پر مستقیم رہنے کی سعادت ہم کو نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ

بِغَیْرِ الْحَقِّ	وَالْبَغْیَ	وَالْاِثْمَ	بَطَنَ	وَمَا	مِنْهَا	ظَهَرَ	مَا	الْفَوَاحِشَ	رَبِّیَ	حَرَّمَ	اِنَّمَا	قُلْ
ناحق کو	اور سرکشی	اور گناہ	پوشیدہ	اور جو	ان سے	ظاہر ہیں	جو	بے حیائی	میرا رب	حرام کیا	صرف (تو)	فرمادیں

آپ فرمادیجئے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو اُن میں جو علانیہ ہیں وہ بھی اور اُن میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق

وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

لَا تَعْلَمُوْنَ	مَا	اللّٰهِ	عَلَى	تَقُوْلُوْا	وَاَنْ	سُلْطٰنًا	بِهٖ	لَمْ يُنَزِّلْ	مَا	بِاللّٰهِ	تُشْرِكُوْا	وَاَنْ
تم نہیں جانتے	جو	اللہ	پر	تم کہو (لگاؤ)	اور یہ کہ	کوئی سند	اس کی	نہیں نازل کی	جو۔جس	اللہ کیساتھ	تم شریک کرو	اور یہ کہ

کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھیراؤ جسکی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگادو

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾

يَسْتَقْدِمُوْنَ	وَلَا	سَاعَةً	لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ	اَجَلُهُمْ	جَآءَ	فَاِذَا	اَجَلٌ	وَلِكُلِّ اُمَّةٍ
آگے بڑھ سکیں گے	اور نہ	ایک گھڑی	نہ وہ پیچھے ہوسکیں گے	ان کا مقررہ وقت	آئے گا	پس جب	ایک مدت مقرر	اور ہر امت کیلئے

جسکی تم سند نہ رکھو۔اور ہر گروہ کیلئے ایک معیاد معین ہے سو جس وقت انکی معیاد معین آجاوے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے۔

وہ چیزیں جو اللہ نے حرام کی ہیں

ایام جاہلیت میں اہل عرب نے بعض حلال چیزوں کو اپنے رسم و رواج سے حرام ٹھہرا رکھا تھا مثلاً حج کے زمانہ میں بکری کے دودھ گوشت اور گھی کو حرام کر لیتے تھے۔اسی طرح طواف خانہ کعبہ میں کپڑا وغیرہ استعمال کرنا حرام جانتے تھے اور برہنہ بدن طواف کرتے تھے جن کا گذشتہ آیات میں رد بھی فرمادیا گیا تھا۔اب آگے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم نے جن اشیاء کو بلا دلیل حرام اعتقاد کر کے چھوڑ رکھا ہے اور بعض اوقات ان کی تحریم کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کر دیتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تو حرام نہیں کیا البتہ جن امور میں تم اکثر مبتلا ہو ان کو حرام کیا اور وہ پانچ باتیں یہاں آیت میں بتلائی گئی ہیں۔

پہلی بات فرمائی گئی اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ یعنی اللہ نے حرام کیا ہے تمام بے حیائی کے کاموں کو جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو چھپے ہوئے ہیں۔

دوسری بات فرمائی والاثم یعنی اللہ نے ہر قسم کے گناہ کو حرام کیا ہے۔

تیسری بات فرمائی وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ یعنی کسی پر ناحق ظلم اور زیادتی کو حرام کیا ہے۔

چوتھی بات فرمائی وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا یعنی اللہ نے اس بات کو حرام کیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرو جس کی اللہ نے کوئی حجت اور سند نہیں اتاری۔

پانچویں بات فرمائی وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی حرام کیا اللہ نے اس بات کو کہ تم اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کرو جس کا تم کو علم نہ ہو یعنی اپنی جہالت سے اللہ پر بہتان باندھنا حرام ہے۔

مشہور تفسیر ان پانچوں امور کی یہ ہے:۔

۱- فواحش سے مراد بے حیائی کے کام ہیں خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ جیسے برہنہ طواف کرنا۔محرمات کو دیکھنا' زنا' بدکاری' گالی گلوچ وغیرہ۔ ان سب باتوں کو اللہ نے حرام کیا ہے۔

۲- اثم سے مراد ہیں دیگر کبیرہ گناہ جن کو عرف میں بے حیائی کا کام نہیں کہا جاتا بلکہ اخلاقی جرم سمجھا جاتا ہے۔مثلاً شراب پینا' جوا کھیلنا' نشہ کا استعمال' بغض' حسد' کینہ' جھوٹ فریب وغیرہ کہ ان سب

کو اللہ نے حرام کیا ہے۔

۳- بغی اس میں ہر قسم کا ظلم و زیادتی اور حق تلفی داخل ہے خواہ کسی کی آبرو و عزت پر ہو یا جان و مال پر۔ اس طرح قتل ڈکیتی چوری کسی کو ستانا کسی کا نقصان کرنا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ یہ سب حرام ہے۔

۴۔ شرک باللہ یعنی خدائی اوصاف کا مالک کسی دوسرے کو سمجھا جائے۔ یا اللہ کی ربوبیت یا الوہیت میں کسی کو شریک سمجھ جائے۔ اس طرح اللہ کے سوا کسی کی عبادت یا بندگی کرنا یا حاجت روائی اور مشکل کشائی میں کسی دوسرے کو دخیل سمجھنا۔ جیسے عرب کے مشرکین کہا کرتے تھے کہ ہم تو بتوں کی اس لئے تعظیم کیا کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے آگے ہمارے سفارشی ہیں۔ ہمارا جو کام ہوتا ہے انہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ تو یہ سب امور قطعی حرام ہیں۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کی طرف اٹکل پچو باتیں منسوب کرنا یعنی جو واقع میں حلال ہیں ان کو حرام سمجھ لینا اور جو واقع میں حرام ہوں ان کو حلال سمجھ لینا۔ اس طرح تمام عقائد باطلہ اس میں شامل ہیں۔

یہ پانچ امور جن میں ہر طرح کے گناہ شامل ہیں یہ ممنوعات میں سے ہیں نہ کہ بوقت طواف کپڑا نہ پہننا یا ایام حج میں گوشت دودھ گھی وغیرہ کھانا چھوڑ دینا تو خدا تعالیٰ نے عمدہ لباس یا عمدہ غذاؤں کو حرام نہیں کیا بلکہ بے حیائی اور گناہ کے کاموں کو حرام کیا ہے۔

سزا کے لئے ایک وقت مقرر ہے

اب ایک شبہ مشرکین کو ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ اگر درحقیقت یہ چیزیں خدا کی حرام کی ہوئی نہیں اور ہم خدا پر افترا کرتے ہیں تو ہمیں سزا کیوں نہیں دی جاتی تو اس کا جواب بھی دیا جاتا ہے کہ ہر قوم کی سزا کیلئے بمقتضائے حکمت خداوندی ایک وقت مقرر ہے جب وہ وقت آ جاتا ہے تو پھر مہلت نہیں ملتی اور وقت سے پہلے ہلاک بھی نہیں ہوتے۔ پس قبل از وقت مقررہ سزا کا نہ ہونا اس کی علامت نہیں کہ مشرکین کو سزا ہی نہ ہوگی۔

اس سورۃ کے نزول سے پہلے کفار و مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ اللہ کی نافرمانی سے عذاب آتا ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی گناہ کرتا ہے اور اس کا کچھ نہیں بگڑتا' تو یہاں اس کا جواب دیا گیا ہے کہ عمل الٰہی میں ہر فرد و گروہ کی سزا کا ایک وقت معین ہے تو جس وقت ان کی وہ معیاد معین آ جاتی ہے پھر سزا و عذاب میں دیر نہیں لگتی اور وہ خاص وقت مقررہ آ جانے پر پھر ایک لمحہ کی تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔

ان آیات میں اہل مکہ کو خصوصاً اور اہل کفر و معاصی کو عموماً تہدید ہے اور عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے۔ اور ان پانچ امور میں جن کا صراحت سے یہاں حرام ہونا بتلایا گیا ہے اس میں تقریباً ہر طرح کے گناہ اور محرمات سب آ گئے خواہ وہ عقیدہ کے گناہ ہوں یا عمل کے اور پھر ذاتی عمل کے گناہ ہوں یا لوگوں کے حقوق سے متعلق ہوں اور شرک اور افترا علی اللہ کا عقیدہ تو گناہ عظیم ہونا ظاہر ہے۔ مشرکین عرب ایام جاہلیت میں ان سب حرام اور محرمات میں مبتلا تھے اس طرح ان کی اس جہالت کو کھولا گیا اور تنبیہ کی گئی کہ حلال چیزوں سے پرہیز کرتے ہو اور حرام کے استعمال میں نہیں جھجکتے۔

بدعت وغلو کا انجام

تفسیر معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ دین میں غلو اور ایجاد بدعات کا یہ لازمی خاصہ ہے کہ جو اشخاص ان چیزوں میں مبتلا ہوتے ہیں وہ دین کی اصل اور اہم ضروریات سے عادۃً غافل ہو جاتے ہیں اس لئے غلو فی الدین اور بدعت کا نقصان دوہرا ہوتا ہے۔ ایک خود بدعت اور غلو میں مبتلا ہونا گناہ ہے دوسرے اس کے بالمقابل صحیح دین اور سنت کے طریقوں سے محروم ہونا۔ نعوذ باللہ منہ

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ہر طرح کے ظاہری و باطنی گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور جن امور کو ان آیات میں حرام بتلایا گیا ہے ان سے خصوصاً کامل طور پر بچائیں۔ یا اللہ اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری ظاہراً و باطناً ہم کو نصیب فرما۔ اور ہر طرح کی بدعت اور غلو فی الدین سے بچنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	اِمَّا	يَاْتِيَنَّكُمْ	رُسُلٌ	مِّنْكُمْ	يَقُصُّوْنَ	عَلَيْكُمْ	اٰيٰتِيْ	فَمَنِ	اتَّقٰى	وَاَصْلَحَ
اے اولادِ آدم	اگر	تمہارے پاس آئیں	رسول	تم میں سے	بیان کریں (سنائیں)	تم پر (تمہیں)	میری آیات	تو جو	ڈرا	اور اصلاح کرلی

اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس پیغمبر آویں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو جو شخص پرہیز رکھے اور درستی کرے سو

فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ

فَلَا خَوْفٌ	عَلَيْهِمْ	وَلَا هُمْ	يَحْزَنُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَاسْتَكْبَرُوْا	عَنْهَا	اُولٰٓئِكَ
کوئی خوف نہیں	ان پر	اور نہ وہ	غمگین ہوں گے	اور وہ لوگ جو	جھٹلایا	ہماری آیات کو	اور تکبر کیا	ان سے	یہی لوگ

اُن لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتاویں گے اور اُن سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ والے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ

اَصْحٰبُ النَّارِ	هُمْ	فِيْهَا	خٰلِدُوْنَ	فَمَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اَوْ كَذَّبَ	بِاٰيٰتِهٖ
دوزخ والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	پس کون	بڑا ظالم	اس سے جو	بہتان باندھا	اللہ پر	جھوٹ	یا جھٹلایا	اسکی آیتوں کو

ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اسکی آیتوں کو جھوٹا بتلاوے

اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا

اُولٰٓئِكَ	يَنَالُهُمْ	نَصِيْبُهُمْ	مِنَ + الْكِتٰبِ	حَتّٰى	اِذَا	جَاۗءَتْهُمْ	رُسُلُنَا	يَتَوَفَّوْنَهُمْ	قَالُوْا
یہی لوگ	اُنہیں پہنچے گا	اُن کا نصیب (حصہ)	سے + کتاب (لکھا ہوا)	یہاں تک کہ	جب	انکے پاس آئیں گے	ہمارے بھیجے ہوئے	انکی جان نکالنے	وہ کہیں گے

ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جاوے گا۔ یہاں تک کہ جب انکے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے انکی جان قبض کرنے آویں گے،

اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَشَهِدُوْا عَلٰٓي

اَيْنَ مَا	كُنْتُمْ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	قَالُوْا	ضَلُّوْا	عَنَّا	وَ	شَهِدُوْا	عَلٰى
کہاں جو	تم تھے	پکارتے	سے	اللہ کے سوا	وہ کہیں گے	وہ گم ہوگئے	ہم سے	اور	گواہی دیں گے	پر

تو کہیں گے وہ کہاں گئے جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہوگئے

اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾

اَنْفُسِهِمْ	اَنَّهُمْ	كَانُوْا كٰفِرِيْنَ
اپنی جانیں	کہ وہ	کافر تھے

اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے۔

عہد ازلی کی یاددہانی: گذشتہ سے جو مضمون بیان ہوتا چلا آرہا ہے اس کی ترتیب ظاہر کرتی ہے کہ جب حضرت آدم وحوا علیہما السلام اپنے اصلی مسکن جنت سے جہاں ان کو آزادی اور فراخی کے ساتھ بلا روک ٹوک زندگی بسر کرنے کا حکم دیا جاچکا تھا۔ عارضی طور پر محروم کردیئے گئے تو

ان کی مخلصانہ توبہ و انابت پر نظر کرتے ہوئے تمام اولادِ بنی آدم کو اپنی آبائی میراث واپس دلانے کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے کچھ ہدایات دی گئیں چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ختم کرنے کے بعد معایبَنِیۡٓ اٰدم سے خطاب شروع فرما کر ہدایت کا مسلسل بیان ہوا جن میں شیطان لعین کے مکر و فریب سے ہوشیار رہنے کی تلقین فرمائی گئی اور اعمال و عقائد میں ابلیس کے اتباع اور احکام الٰہیہ کی مخالفت سے ممانعت فرمائی گئی اور تمام بے حیائی' بدکاری' گناہ ظلم و زیادتی کے کاموں سے بچنے اور اخلاص و عبودیت کا راستہ اختیار کرنے اور خدا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانے اور جو حدود و قیود مالک حقیقی نے عائد کر دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

اب ان آیات میں بھی بنی آدم ہی سے خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ گذشتہ مضمون کا خطاب تم کو کچھ جدید نہیں بلکہ عالم ارواح ہی میں تمام بنی آدم سے یہ عہد لے لیا گیا تھا اور وعدہ وعید سنا دیا گیا تھا کہ اے اولادِ آدم ہمارے پیام رساں اور قوانین و ہدایت پہنچانے والے تمہارے پاس دنیا میں پہنچیں گے اور تم کو میرے احکام سنائیں گے اور تم کو راہ ہدایت اور صراط مستقیم سے آگاہ کریں گے تو تم ان کی ہدایت پر چلنا اور ان کی نصیحت قبول کرنا۔ ان کے قول سے سرتابی نہ کرنا اور نہ ان کی تکذیب کرنا کیونکہ تم میں سے جو شرک و کفر سے بچے رہیں گے اور اعمال کو درست کر لیں گے ان کو قیامت کے دن نہ آئندہ کا خوف ہوگا نہ گذشتہ کا غم اور جو لوگ ہمارے احکام نہ مانیں گے ایمان نہ لائیں گے اور سرتابی کریں گے وہ دوامی دوزخی ہوں گے پھر کبھی رہائی نہ ملے گی۔ عہد مذکور سنانے کے بعد اہل دوزخ کا ذکر کیا گیا اور کفار کی عبرتناک حالت اور مرتے وقت ان کی بے چارگی اور بے بسی کو بتلایا گیا کہ ایسے لوگوں کے لئے عمر اور مال و جاہ جو اللہ کی طرف سے مقدر کر دیا گیا ہے وہ تو ان کو دنیا میں مل جائے گا اور ایک وقت تک ان کو ملتا رہے گا یہاں تک کہ جب اللہ کے فرشتے ان کی روحیں نکالنے آئیں گے اور عذاب خداوندی کی وعیدیں سنائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے اب ان کو بلاؤ کہ تمہاری مدد کریں اور تم کو عذاب سے بچائیں۔ اس وقت کفار جواب دیں گے کہ وہ معبود تو ہم سے سب غائب ہو گئے اور واقعی کوئی ہمارے کام نہ آیا اس وقت مجبور ہو کر وہ اپنے کفر کا اقرار کریں گے اور اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ بیشک وہ کافر تھے یہاں یہ بھی سمجھ لیا جائے جیسا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھا ہے کہ جیسے قلب سے تکذیب کرنا کفر ہے اسی طرح زبان سے تکذیب کرنا اور برتاؤ میں مخالفت و عداوت انبیاء سے کرنا بھی کفر ہے۔

غرضیکہ ان آیات میں اس عہد قدیم کا یاد دلانا مقصود ہے کہ جو اولادِ آدم سے عالم ارواح میں لیا گیا تھا جو توحید و رسالت اور قیامت اور جزا و سزا کے بیان پر اجمالاً مشتمل تھا۔ تو جہاں ان آیات سے اور اس مضمون سے کفار و مشرکین کو وعدہ ازل کی یاد دہانی اور کفر و شرک سے ممانعت مقصود بیان ہے وہیں در پردہ اہل ایمان کو بھی تنبیہ ہے کہ تم کو اسی عہد پر قائم رہنا چاہئے جو ازل میں اور عالم ارواح میں کر چکے ہو۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہم کو اپنے روز ازل میں عالم ارواح کے کئے ہوئے عہد و پیمان کو دنیا میں پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت و فرمانبرداری نصیب فرمائیں۔

یا اللہ قرآنی ہدایات پر چلنا اور اس کے مطابق تقویٰ اور نیکی اختیار کرنا ہمارے لئے آسان فرما دے اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہمیں بچا لے۔

یا اللہ ہمارا ایمان و اسلام پر فرشتوں کی بشارت کے ساتھ خاتمہ بالخیر فرما اور میدان حشر میں ہم کو اپنے ان بندوں میں شامل فرما کہ جن کو نہ خوف ہوگا نہ غم۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ ۭ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ

قَالَ	ادْخُلُوْا	فِيْٓ اُمَمٍ	قَدْ خَلَتْ	مِنْ قَبْلِكُمْ	مِنَ	الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	فِي النَّارِ	كُلَّمَا	دَخَلَتْ	اُمَّةٌ
فرمائے گا	تم داخل ہو جاؤ	اُمتوں میں (ہمراہ)	گزر چکی	تم سے قبل	سے	جنات	اور انسان	آگ (دوزخ) میں	جب بھی	داخل ہوگی	کوئی امت

اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گذر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی انکے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ جس وقت کوئی جماعت

لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَاۗءِ اَضَلُّوْنَا

لَعَنَتْ	اُخْتَهَا	حَتّٰٓي	اِذَا	ادَّارَكُوْا	فِيْهَا	جَمِيْعًا	قَالَتْ	اُخْرٰىهُمْ	لِاُوْلٰىهُمْ	رَبَّنَا	هٰٓؤُلَاۗءِ	اَضَلُّوْنَا
لعنت کریگی	اپنی ساتھی	یہاں تک	جب	مل جائینگے	اس میں	سب	کہے گی	انکی پچھلی قوم	اپنے پہلوں کے بارہ میں	اے ہمارے رب	یہ ہیں	انہوں نے ہمیں گمراہ کیا

داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جاویں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ اے ہمارے

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ڛ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ

فَاٰتِهِمْ	عَذَابًا	ضِعْفًا	مِنَ النَّارِ	قَالَ	لِكُلٍّ	ضِعْفٌ	وَّلٰكِنْ	لَا	تَعْلَمُوْنَ	وَقَالَتْ
پس دے انکو	عذاب	دوگنا	آگ سے	فرمائے گا	ہر ایک کیلئے	دوگنا	اور لیکن	نہیں	تم جانتے	اور کہیں گے

پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو انکو دوزخ کا عذاب دوگنا دیجئے اللہ تعالیٰ فرماویں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم کو خبر نہیں۔ اور پہلے لوگ پچھلے

اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ۧ

اُوْلٰىهُمْ	لِاُخْرٰىهُمْ	فَمَا	كَانَ لَكُمْ	عَلَيْنَا	مِنْ فَضْلٍ	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا	كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ
انکے پہلے	اپنے پچھلوں کو	پس نہیں	ہے تمہیں	ہم پر	کوئی بڑائی	چکھو	عذاب	اس کا بدلہ	تم کماتے تھے (کرتے تھے)

لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت نہیں سو تم بھی اپنے کردار کے مقابلہ میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔

عہد ازل کو بھول جانے والوں کا انجام

گذشتہ آیات میں کفار مکذبین و مجرمین کے متعلق دنیا اور موت کے بعد عالم برزخ کا حال بیان فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ ان تکذیب کرنے والوں کو دنیا میں جو ان کے نصیب کا رزق اور عمر ہے۔ وہ تو مل جائے گا اور مرنے کے وقت اور برزخ میں وہ اپنی بے بسی اور بے کسی دیکھ کر اپنے کافر ہونے کا اقرار خود کرنے لگیں گے اور صاف سمجھ جائیں گے کہ واقعی ہم کافر مجرم ہیں۔ ہمیں اللہ کی کتابوں اور اللہ کے رسولوں نے دنیا میں لاکھ سمجھایا کہ کفر نہ کرو ورنہ مرنے کے بعد سزا ملے گی مگر اس وقت ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے کہا تھا اور بتلایا تھا وہ بالکل ٹھیک تھا۔ پھر عالم برزخ کے بعد قیامت میں جو ان کفار مکذبین و مجرمین کا حال ہوگا اس کو ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو حکم ہوگا کہ اب تم انسانوں اور جنات کی ان تمام قوموں کے ساتھ جو تم سے پہلے اسی کفر کی آفت میں مبتلا تھیں سب مل کر دوزخ میں جاؤ کیونکہ تمہارے کفر کی یہی سزا ہے۔ تم کو دنیا میں اپنی کتابیں اور رسول بھیج کر بتا دیا گیا تھا۔ اگر تم دنیا ہی میں اس کو سمجھ جاتے تو آج آگ کے عذاب سے بچ جاتے لیکن تم نہیں مانے تو اب اس کا عذاب بھگتو۔ چنانچہ آگے پیچھے وہ سب دوزخ میں داخل کر دیئے

جائیں گے۔ جب وہ گروہ در گروہ دوزخ میں داخل ہوتے جائیں گے تو ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتے اور لڑتے جھگڑتے جائیں گے۔ جس وقت ایک گروہ داخل ہوگا تو وہ اپنے مثل وہم جنس دوسرے گروہ پر لعنت کرے گا یعنی یہودی یہودیوں پر لعنت کریں گے عیسائی عیسائیوں پر اور مجوسی مجوسیوں پر غرض یہ کہ اس مصیبت میں ایک دوسرے کی ہمدردی تو کیا ہوتی ایک دوسرے پر لعنت کریں گے اور جس وقت سب دوزخ میں جمع ہو جاویں گے تو ہر پچھلا گروہ اپنے سے پہلے گروہ کی نسبت کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار ان لوگوں نے ہم کو گمراہ کیا یعنی یہ ہمارے مقتدا اور پیشوا تھے۔ جو راہ انہوں نے ہمارے لئے تجویز کی ہم اس پر چلے۔ ہم ان کو بڑا سمجھتے تھے۔ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ خود بھی گمراہ ہیں اور ہم کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ غرض یہ کہ ہماری گمراہی کا سبب یہ لوگ ہوئے ہیں سو آپ ان کو دوزخ کا دگنا عذاب دیجئے کیونکہ ان کا دہرا قصور ہے۔ خود بھی گمراہ تھے ہم کو بھی گمراہ کیا۔ ان کو جواب ملے گا کہ تم میں سے ہر گروہ کو دگنا عذاب ہے مگر تم دوسرے فریق کے عذاب کو نہیں جانتے۔ اس لئے ایسا کہتے ہو یعنی ایک حساب سے پہلوں کا گناہ بڑا ہے۔ کہ انہوں نے نمونہ بد قائم کیا اور پچھلوں کے لئے بری راہ ڈالی۔ اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے دوسروں کو بھی گمراہ کیا اور ایک حساب سے پچھلوں کا گناہ زیادہ ہے اور زیادہ قابل گرفت ہے کہ انہوں نے پہلوں کا حال سن کر اور ان کی حالت دیکھ کر بھی عبرت نہ پکڑی اس لئے فیصلہ یہ ہے کہ اگلوں اور پچھلوں سب کو دگنی سزا ملے گی۔ یہ فیصلہ سن کر پہلے لوگ پچھلوں کو چڑائیں گے کہ ہمارے لئے تم نے دگنی سزا دیئے جانے کی درخواست کی تھی مگر کیا ہاتھ آیا۔ تم میں کیا سرخاب کا پر تھا کہ جو تم کو سزا کم ملتی۔ مجرم مجرم سب برابر۔ گمراہی اور استحقاق عذاب میں ہم تم دونوں برابر ہیں لہٰذا تم بھی اپنے کئے کا مزہ چکھو اس کفر کے بدلہ میں جو تم نے کمایا۔

برادران عزیز یہ کلام پاک کی آیتیں آنکھیں کھول کر اور کان لگا کر سننے کی ضرورت ہے کہ یہ کیا بتلاتی ہیں اور ان میں ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ موت کے بعد آنکھیں اس دنیا سے بند ہو کر آخرت کی طرف سے کھل جائیں گی اور معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ قرآن مجید نے کہا تھا وہ بالکل سچ تھا لیکن اس وقت آنکھوں کا کھلنا کچھ کام نہ آئے گا کام اسی کا بنے گا جس کی آنکھیں ابھی زندگی میں کھل جائیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ دنیا میں ہمیں اپنا اطاعت گزار اور فرمانبردار بننا نصیب فرماویں۔ قرآن پاک کا اتباع اور اس کا ذوق شوق ہم کو اور ہماری نسلوں کو عطا فرماویں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جو امتی ہونے کا ہم کو شرف عطا فرمایا ہے ہم کو صحیح معنیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا امتی بننا نصیب فرماویں۔ شیطان کے مکر و فریب سے ہماری حفاظت فرماویں اور آخرت کی تیاری کا فکر ہمارے دلوں میں اتار دیں اور اپنے مومن اور مخلص بندوں کے ساتھ ہمارا حشر و نشر فرماویں اور عذاب جہنم سے بچا کر جنت کی دائمی نعمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا یَدْخُلُوْنَ

اِنَّ	الَّذِیْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰیٰتِنَا	وَ اسْتَكْبَرُوْا	عَنْهَا	لَا تُفَتَّحُ	لَهُمْ	اَبْوَابُ	السَّمَآءِ	وَ	لَا یَدْخُلُوْنَ
بیشک	وہ لوگ جو	جھٹلایا	ہماری آیتوں کو	اور تکبر کیا انہوں نے	اُن سے	نہ کھولے جائیں گے	ان کیلئے	دروازے	آسمان	اور	نہ داخل ہوں گے

جولوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور اُن سے تکبر کرتے ہیں اُن کیلئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے

الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۰﴾ لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ

الْجَنَّةَ	حَتّٰى	یَلِجَ	الْجَمَلُ	فِیْ	سَمِّ	الْخِیَاطِ	وَ كَذٰلِكَ	نَجْزِی	الْمُجْرِمِیْنَ	لَهُمْ	مِّنْ جَهَنَّمَ
جنت	یہاںتک (جب تک)	داخل ہوجائے	اُونٹ	میں	ناکا	سُوئی	اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	مجرم (جمع)	ان کیلئے	جہنم کا

جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔اُن کیلئے آتشِ دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے

مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۱﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

مِهَادٌ	وَ	مِنْ	فَوْقِهِمْ	غَوَاشٍ	وَ كَذٰلِكَ	نَجْزِی	الظّٰلِمِیْنَ	وَ الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	وَ عَمِلُوا
بچھونا	اور	سے	انکے اوپر	اوڑھنا	اور اسی طرح	ہم بدلہ دیتے ہیں	ظالم (جمع)	اور جولوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے عمل کئے

اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت

الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاۤ ۫ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾

	الصّٰلِحٰتِ	لَا نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	اُولٰٓىٕكَ	اَصْحٰبُ + الْجَنَّةِ	هُمْ	فِیْهَا	خٰلِدُوْنَ	
	اچھے	ہم بوجھ نہیں ڈالتے	کسی پر	مگر	اس کی وسعت	یہی لوگ	جنت والے	وہ	اس میں	ہمیشہ رہیں گے	

سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے ایسے لوگ جنت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

منکرین جنت میں نہیں جاسکیں گے

گذشتہ آیات میں کفار و مکذبین کا ذکر ہوا تھا اور ان کے قیامت میں دوزخ میں دخل ہونے اور وہاں ایک گروہ کا دوسرے گروہ پر لعنت ملامت کرنے کا حال بیان ہوا تھا۔اب ان کی جنت سے محرومی کی کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ منکرین و مکذبین کے لئے نہ زندگی میں ان کے اعمال کے لئے آسمانی قبول و رفعت حاصل ہے نہ مرنے کے بعد ان کی ارواح کو آسمان پر چڑھنے کی اجازت ہے کیونکہ ان کے اعمال گندے ہیں۔ان کی روحیں نجس ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال صالحہ اور کلمات طیبہ اور پاک روحیں ہی چڑھتی ہیں۔آسمان کا دروازہ انہی لوگوں کی ارواح کے لئے کھلتا ہے جنہوں نے انبیائے کرام کی بے چوں و چرا تصدیق کی اور سر تسلیم ان کے سامنے خم کیا اور جنہوں نے بجائے تصدیق کے انبیاء کی تکذیب کی اور بجائے تواضع کے ان سے تکبر کیا ان کے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھل سکتا۔جیسا کہ احادیث میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ فرشتے جب کافر کی روح کو قبض کر کے آسمان کی طرف چڑھتے ہیں تو آسمان اور زمین کے درمیان رہنے والے فرشتوں کی جس جماعت پر گزرتے ہیں تو وہ جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ خبیث روح کس کی ہے جس سے مردار کی بدبو آ رہی ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں ہے اور دنیا میں جو اس کا بہت برا نام تھا وہ لے کر بتاتے ہیں یعنی اس خبیث کا اسم اور مسمّیٰ دونوں ہی گندے اور پلید ہیں۔جب آسمان پر پہنچتے ہیں تو اس کے لئے دروازہ کھولنے کی درخواست کرتے ہیں مگر اس کے

لئے دروازہ نہیں کھولا جاتا اور اس کی روح کو آسمان سے سجین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے اور مومن کی روح کے لئے جس کو انتقال کے بعد فرشتے جنت کے کفن اور جنت کی خوشبو میں ملبوس کر کے آسمان دنیا پر لے جاتے ہیں تو اس کے لئے آسمان دنیا کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ہر آسمان کے مقرب فرشتے دوسرے آسمان تک اس کے ساتھ جاتے ہیں۔ ساتویں آسمان تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد موت کافر کی روح کو آسمان کی جانب سے سجین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے۔ سجین زمین کے ساتویں طبق میں جہنم کی ایک وادی ہے جس میں کفار کی ارواح رکھی جاتی ہیں۔ اس کے بالمقابل علیین ہے کہ ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے جنت کا ایک مقام ہے جہاں مومنین کے اعمال نامہ رکھے جاتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں مکذبین و متکبرین کے لئے ایک بات تو یہ فرمائی گئی کہ مرنے کے بعد ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے جس کی تشریح حدیث سے معلوم ہوئی۔ دوسری بات یہ فرمائی گئی کہ وہ لوگ کبھی بھی جنت میں نہ جاسکیں گے اور اس کو ایک مثال سے سمجھایا گیا۔ اونٹ اہل عرب کے خیال میں جانوروں میں سب سے بڑا جانور تھا اس کا سوئی کے ناکہ جیسی چھوٹی اور تنگ جگہ میں داخل ہونا بالکل محال اور ناممکنات میں سے ہے۔ ایسے ہی ان کفار کا جنت میں داخل ہونا محال اور ناممکنات میں سے ہے اور جہنم میں ان کی یہ حالت ہوگی کہ ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی اور کسی کروٹ چین نہ ملے گا۔ آگ ہی ان کا اوڑھنا بچھونا ہوگی۔ آگے بتلایا گیا کہ کفار کو جو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی کہ جنت میں ان کا داخلہ ناممکن اور محال بنا دیا اور جہنم کے عذاب محیط کو ان پر مسلط کر دیا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ مجرم ہیں اور مجرم کی یہی سزا ہے اور جرم یہ ہے کہ احکام خداوندی کی تکذیب کی اور ان کے قبول کرنے سے تکبر کیا تو ظالموں کو ایسی ہی سزا ہوا کرتی ہے۔

مومنین کو ہمیشہ کی جنت ملے گی

اب جب کفار کا انجام کار بیان کیا جاچکا آگے مومنین صالحین کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ نیکوکار مومنین کو دوامی جنت حاصل ہوگی۔ مومنین کے تذکرہ میں بطور جملہ معترضہ کے لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا فرمایا یعنی ہم طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتے۔ اس ارشاد سے متنبہ فرما دیا کہ ایمان و عمل صالح جس پر اتنا عظیم الشان صلہ مرحمت ہوتا ہے کوئی ایسی مشکل چیز نہیں کہ جو انسان کی طاقت سے باہر ہو بلکہ اللہ تعالیٰ نے احکام شریعت کو نرم اور آسان کر دیا ہے۔ بیماری، کمزوری، سفر اور دوسری انسانی ضروریات کا ہر حکم میں لحاظ رکھ کر آسانیاں دی گئی ہیں۔ تمام انسانی زندگی کے مختلف ادوار اور حالات کا جائزہ لے کر ہر حال میں ہر وقت اور ہر جگہ کے لئے مناسب احکام دیئے ہیں جن پر عمل کرنا کوئی دشوار کام نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس کے مطلب یہ بھی لئے ہیں کہ ہر آدمی سے عمل صالح اسی قدر مطلوب ہے جتنا اس کی مقدرت و طاقت میں ہو۔ اس سے زائد کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ ایمان اور عمل صالح کی تکلیف ایسا بوجھ نہیں کہ جو نا قابل برداشت ہو اور طاقت بشری سے باہر ہو تو ایسے ایمان اور عمل صالح والے لوگ بہشتی ہیں۔ بہشت میں داخل ہوں گے اور ہمیشہ بہشت ہی میں رہیں گے عمل ان کا اگرچہ محدود تھا مگر اس کی جزاء غیر محدود ہوگی۔

ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

”جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور ان کے ماننے سے تکبر کرتے ہیں ان کی روح کے لئے مرنے کے بعد آسمان کے دروازہ نہ کھولے جاویں گے۔ یہ حالت تو مرنے کے بعد برزخ میں ہوئی اور قیامت کے روز وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جاویں گے جب تک کہ ایک اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور یہ محال ہے پس کفار کا جنت میں جانا بھی محال ہوا اور ہم ایسے مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں یعنی ہم کو کوئی عداوت نہ تھی جیسا کیا ویسا بھگتا اور اوپر جو دوزخ میں جانا ان کا مذکور ہوا تو وہاں یہ حال ہوگا کہ آگ ان کو ہر چہار طرف سے محیط ہوگی چنانچہ ان کے لئے آتش دوزخ کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔“ یہ تو مکذبین کے سزا کی تفصیل تھی آگے مومنین کے جزا کی تفصیل ہے اور ارشاد ہوتا ہے ”اور جو لوگ آیات الٰہیہ پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے اور یہ نیک کام چنداں مشکل بھی نہیں کیونکہ ہماری عادت ہے کہ ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے۔ ایسے لوگ جنت میں جانے والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔“

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

20

وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

وَنَزَعْنَا	مَا	فِيْ	صُدُوْرِهِمْ	مِّنْ غِلٍّ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهِمُ	الْاَنْهٰرُ	وَقَالُوا	الْحَمْدُ	لِلّٰهِ
اور کھینچ لئے ہم نے	جو	میں	انکے سینے	کینے	بہتی ہیں	سے	اُنکے نیچے	نہریں	اور وہ کہیں گے	تمام تعریفیں	اللہ کیلئے

اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کردیں گے اُن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ لوگ کہیں گے اللہ کا شکر واحسان ہے جس نے ہم کو اس

الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا

الَّذِيْ	هَدٰىنَا	لِهٰذَا	وَمَا	كُنَّا	لِنَهْتَدِيَ	لَوْ	لَآ	اَنْ هَدٰىنَا	اللّٰهُ	لَقَدْ	جَآءَتْ	رُسُلُ	رَبِّنَا
جس نے	ہماری رہنمائی کی	اسکی طرف	اور نہ	ہم تھے	کہ ہم ہدایت پاتے	اگر	نہ	کہ ہمیں ہدایت دیتا	اللہ	البتہ	آئے	رسول	ہمارا رب

مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے

بِالْحَقِّ ۗ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾

بِالْحَقِّ	وَنُوْدُوْٓا	اَنْ	تِلْكُمُ	الْجَنَّةُ	اُوْرِثْتُمُوْهَا	بِمَا	كُنْتُمْ	تَعْمَلُوْنَ
حق کیساتھ	اور انہیں ندا دی گئی	کہ	یہ کہ تم	جنت	تم اسکے وارث ہوگے	صلہ میں	تم تھے	کرتے تھے

اور ان سے پکار کر کہا جاوے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال کے بدلے۔

جنت کے ماحول کی پاکیزگی

گذشتہ آیات میں اہل دوزخ کی حالت بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو لعنت ملامت کریں گے اور ایک دوسرے پر غیظ وغضب ظاہر کریں گے برخلاف ان کے جنتیوں کی یہ کیفیت ہوگی کہ اگر دنیا کی زندگی میں ان اہل ایمان کے درمیان بربنائے بشریت اگر کوئی خفگی رنجش اور بدمزگی یا آپس کی غلط فہمی رہی ہوں گی تو آخرت میں جنت میں داخل ہونے سے پہلے سب دور کردی جائیں گی۔ ان کے دل ایک دوسرے سے صاف ہو جائیں گے اور مخلص دوستوں اور بھائیوں کی حیثیت سے جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت میں پہنچ جانے کے بعد نہ ایک کو دوسرے سے عداوت ہوگی اور نہ شکوہ شکایت کیونکہ رنج وغم اور شکوہ شکایت عیش کو مکدر کر دیتا ہے اور جنت میں تکدر کا نام ونشان نہ ہوگا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کبھی اس درجہ کے نیکوں میں بھی باہم رنجش وکدورت پیش آجایا کرتی ہے کہ جو خدا کے نزدیک اصحاب الجنہ کا مصداق ہوتے ہیں اور ان کی اس باہمی رنجش سے اللہ کے نزدیک ان کے مرتبہ میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ ان کی رنجش کی بنیاد حسد وطمع پر نہیں ہوتی بلکہ محض للہ اور فی اللہ ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی طرف سے طلب حق میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے ان سے جو خطاء اور غلطی ہوتی ہے وہ اجتہادی ہوتی ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے کہ جس نے اجتہاد کیا اور صواب کو پہنچا اس کو دو اجر ہیں اور جس نے اجتہاد میں غلطی کی اس کو ایک اجر ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم قیامت کے دن انہی لوگوں میں سے ہوں گے جن کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ یعنی اہل جنت کی یہ کیفیت ہوگی کہ جو کچھ ان کے دلوں میں کسی معاملہ کیوجہ سے دنیا میں باقتضائے طبعی رنج وغبار تھا ہم اس کو بھی دور کریں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہونے کے لئے لپکیں گے تو اس کے دروازہ کے پاس ایک درخت پائیں گے

جس کے نیچے دو چشمے جاری ہوں گے جس میں سے ایک چشمہ کا پانی وہ پئیں گے تو ان کے سینوں کا کینہ دور ہو جائے گا۔ دوسرے چشمہ سے وہ غسل کریں گے جس سے ان پر تازگی اور خوشحالی آ جائے گی۔

بعض علمائے مفسرین نے وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ کے یہ معنیٰ بیان کئے ہیں کہ باوجودیکہ جنتیوں کے مدارج مختلف ہوں گے کوئی اعلیٰ درجہ میں ہوگا کوئی ادنیٰ درجہ میں مگر بایں ہمہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے پر حسد نہ ہوگا۔ ہر ایک اپنے درجہ میں خوش ہوگا اور سب ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور اخلاص رکھیں گے۔ جب اہل جنت جنت میں پہنچ جائیں گے تو وہ اس بات پر نہ پھولیں گے کہ کام ہی ہم نے ایسے کئے تھے جن پر ہمیں جنت ملی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا۔ شکر اور احسان مندی بیان کریں گے اور غایت مسرت سے کہیں گے کہ یہ سب ہمارے رب کریم کا فضل واحسان ہے۔

اس کی توفیق وعنایت سے ہم کو ہدایت میسر ہوئی اگر اس کا فضل وکرم شامل حال نہ ہوتا تو ہم یہاں کبھی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب ہمیں صاف نظر آ رہا ہے کہ اللہ جل شانہ کے برگزیدہ رسول ہمیں جو باتیں بتاتے تھے وہ سب سچ تھیں اور ہم سے جو وعدہ کرتے تھے وہ سب سچے تھے۔ گویا اہل ایمان دخول جنت کے بعد اول حق تعالیٰ کی نعمت ہدایت اور نعمت توفیق کا شکر ادا کریں گے۔ بعد ازاں حضرات انبیائے کرام ورسل کا ذکر کریں گے جو خدا اور بندوں کے درمیان میں واسطہ فی الہدایت اور واسطہ فی الانعام ہیں۔ الغرض اہل جنت میں پہنچ کر سب سے پہلے اسی کا اظہار کریں گے کہ محض حق تعالیٰ کی توفیق اور دستگیری سے اور پھر حضرات انبیائے کرام کی رہنمائی اور رہبری سے ہم کو یہ اعلیٰ مقام نصیب ہوا ورنہ ہم کہاں اور یہ مقام کہاں۔ اب جبکہ اہل جنت ان تمام نعمتوں اور کرامتوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی توفیق اور ہدایت اور اس کے لطف وعنایت کا کرشمہ سمجھ کر اس کا شکر ادا کریں گے اور اس کو اپنے اور عمل صالح کا ثمرہ نہیں سمجھیں گے تو حق تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی جو کوئی فرشتہ ہوگا ندا دے گا کہ یہ جنت ہے جس کے تم اپنے عملوں کے عوض وارث بنائے گئے ہو۔ یعنی یہی وہ جنت ہے جس کا تم سے دنیا میں رسولوں نے وعدہ کیا تھا اب تم اس کے مالک ہو گئے اور ایمان وعمل صالح کی برکت سے تم نے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لئے حاصل کر لی۔ مطلب یہ کہ تمہارے اعمال کے سبب تم کو رحمت الٰہی ملی اور رحمت الٰہی کی وجہ سے جنت نصیب ہوئی یہ مطلب نہیں کہ محض اعمال صالحہ دخول جنت کے موجب ہیں کیونکہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یاد رکھو تم میں سے کوئی بھی صرف اپنے اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جا سکتا۔ اس پر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ بھی؟ فرمایا ہاں میں بھی نہیں جا سکتا مگر یہ کہ خدا مجھے اپنی رحمت وفضل میں ڈھانپ لے تو حاصل یہ کہ دخول جنت رحمت کے سبب ہوگا اور رحمت کے حصول کا سبب اعمال صالحہ ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس دنیا میں ہمیں ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور آخرت میں اپنے ان بندوں میں شامل فرما کہ جو جنت میں پہنچ کر آپ کی حمد وثنا بیان کریں گے۔ یا اللہ آپ کی پاک جنت میں داخلہ بیشک آپ کے فضل وکرم ہی سے ہوگا۔ ہمارے اعمال اس لائق کہاں ہیں کہ جو ہم اپنے اعمال کی بدولت جنت میں پہنچنے کا وسوسہ بھی لا سکیں۔

یا اللہ ہم کو اس دنیا میں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دے کہ جو آپ کی رضا کا باعث ہوں اور آپ خوش ہو کر ہمارا داخلہ اپنی رضا کے مقام جنت میں فرما دیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلۡ

وَنَادٰی	اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ	اَصۡحٰبَ النَّارِ	اَنۡ	قَدۡ وَجَدۡنَا	مَا	وَعَدَنَا	رَبُّنَا	حَقًّا	فَهَلۡ
اور پکاریں گے	جنت والے	دوزخ والوں کو	کہ	تحقیق ہم نے پالیا	جو	ہم سے وعدہ کیا	ہمارا رب	سچا	تو کیا

اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم

وَجَدۡتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى

وَجَدۡتُّمۡ	مَا وَعَدَ	رَبُّكُمۡ	حَقًّا	قَالُوۡا	نَعَمۡ	فَاَذَّنَ	مُؤَذِّنٌ	بَيۡنَهُمۡ	اَنۡ	لَعۡنَةُ	اللّٰهِ	عَلٰى
تم نے پایا	جو وعدہ کیا	تمہارا رب	سچا	وہ کہیں گے	ہاں	تو پکارے گا	ایک پکارنے والا	انکے درمیان	کہ	لعنت	اللہ	پر

نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا وہ کہیں گے ہاں پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان پکارے گا کہ اللہ کی مار ہو ان ظالموں پر۔

الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۴۴﴾ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ كٰفِرُوۡنَ ۘ﴿۴۵﴾

الظّٰلِمِيۡنَ	الَّذِيۡنَ	يَصُدُّوۡنَ	عَنۡ	سَبِيۡلِ	اللّٰهِ	وَيَبۡغُوۡنَهَا	عِوَجًا	وَهُمۡ	بِالۡاٰخِرَةِ	كٰفِرُوۡنَ
ظالم (جمع)	جو لوگ	روکتے تھے	سے	راستہ	اللہ	اور اس میں تلاش کرتے تھے	کجی	اور وہ	آخرت کے	کافر (جمع)

جو اللہ کی راہ سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کا مکالمہ

جنتی جب جنت میں امن چین سے بیٹھ جائیں گے اور دوزخی دوزخ میں ہوں گے تو اہل جنت اور اہل دوزخ میں باہم گفتگو اور بات چیت ہوگی۔ اس کا بیان ان آیات زیر تفسیر میں فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جنتی جنت میں پہنچ کر اپنے حال پر اظہار مسرت اور دوزخیوں کو شرمندہ کرنے کے لئے پکار کر ان سے کہیں گے۔ یعنی دنیا میں جو مومن کافروں کو جانتے تھے ان سے پکار کر کہیں گے کہ ہم سے جس کامیابی۔ نجات و ثواب کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا ہم نے تو اس کو برحق پایا۔ وعدہ کے مطابق ہم کو سب کچھ مل گیا۔ اب تم اپنی کہو کہ جس عذاب و سزا سے خدا نے تم کو دنیا میں ڈرایا تھا تم نے بھی اس کو برحق پایا؟ اور وعید کے مطابق عذاب میں مبتلا ہوئے اور تمہارے رب نے جو تم سے کہا تھا وہ ٹھیک ٹھیک پورا ہوا یا نہیں؟۔ اس کے جواب میں دوزخی ندامت سے کہیں گے کہ ہاں وہ سب کچھ ٹھیک تھا اور ہو بہو وہی ہوا جو کہا گیا تھا ہم نے وعید کے مطابق عذاب پالیا۔ اہل دوزخ کا یہ جواب جس حسرت و مایوسی کا اظہار کرتا ہے اس کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ایک طرف دوزخ کی ناقابل برداشت بیرونی مصیبت اور اذیت اور دوسری طرف دلی رنج کوفت، حسرت و ندامت۔ آج یہ باتیں سوچ کر انسان کو ان سے بچنے کی جس طرح ہو سکے کوشش کرنی چاہئے ورنہ اگر خدانخواستہ آج اسے معمولی بات سمجھ کر اڑا دیا تو کل سر پر مصیبت آپڑنے کے بعد کچھ بنائے نہ بنے گی۔ جب یہ گفتگو ہو چکے گی تو ایک فرشتہ ان دونوں کے بیچ میں کھڑا ہو کر ندا کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی ابدی لعنت واقع ہو چکی جو دنیا میں سچی باتوں سے دور بھاگتے تھے اور اللہ کے راستہ پر چلنے سے لوگوں کو روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ خدا کی شریعت ٹیڑھی کر دیں تا کہ اس پر کوئی عمل نہ کرے۔ آخرت پر بھی انہیں یقین نہ تھا خدا کی ملاقات کو بھی نہیں مانتے تھے اس لئے بے پروائی سے برائیاں کرتے تھے اور آخرت کے انجام سے بالکل نڈر اور بے فکر تھے۔

جنتیوں اور جہنمیوں کے مکالمہ کی کیفیت کا ادراک عالم دنیا میں نہیں ہوسکتا

کسی کو شبہ ہوسکتا ہے کہ جنت ایک عالم قدس کا نام ہے جو بالکل فضاء نور ہے اور دوزخ نام ہے ایک عالم تیرگی کا جو دار العذاب ہے اور ان دونوں کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ جس کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ کوئی دنیا کے چھوٹے چھوٹے دو مکان تو ہوں گے نہیں کہ ایک کے رہنے والے دوسرے کے رہنے والوں کو پکار سکیں گے۔ پھر کس طرح اہل جنت اہل دوزخ کو پکار سکیں گے؟ تو یہ سمجھ لیجئے کہ دوزخ و جنت کی واقعی حقیقت ہمارے دماغوں میں نہیں آ سکتی۔ ہم اس عالم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے کہ اتنی بڑی جنت جس میں کروڑہا کروڑ مخلوق خلقت آدمؑ سے روز قیامت تک کی تمام آ جائے وعلیٰ ھذا اتنی بڑی دوزخ کہ ہزاروں لاکھوں برس کے کل کفار اور گنہ گار تمام کے تمام اس میں سما سکیں کہاں ہوگی یا کہاں ہے؟ پھر جنت کے لذائذ اور دوزخ کی تکالیف کی تفصیلی حالت بھی انسانی تجربہ اور مشاہد اور ادراک سے خارج ہے۔ اسی طرح اہل جنت کا اہل دوزخ کو پکارنا بھی ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ ہاں جس طرح لذائذ جنت کی ترغیب کے لئے اور دوزخ کے انواع عذاب سے ڈرانے کے لئے قرآن پاک میں ترغیبی و ترہیبی طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور الفاظ کا جامہ پہنا کر ہمارے سمجھانے کے لئے بطور تمثیل و تشبیہ کھانے کے لئے انگور، سیب، انار، گوشت وغیرہ پینے کے لئے بہترین شربت، دودھ و شہد وغیرہ رہنے کے لئے سونے چاندی کے مکانات، موتیوں کے دروازے۔ مشک و عنبر کی سڑکیں خدمت کے لئے حور و غلمان۔ اور حکومت و تصرف کے لئے ادنیٰ اہل ایمان کے لئے اتنی بڑی سلطنت جو دنیا سے بھی بڑی ہو گی بیان فرمائی اور دوزخ کی حالت بطور تمثیل و تشبیہ انتہائی المناک کیفیات، سوزش آتش، سانپ بچھو کا کاٹنا، کانٹوں میں کھینچا جانا، زقوم اور پیپ لہو کی خوراک ملنا، کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جانا وغیرہ ظاہر فرمائی گئیں لیکن ان سب کی حقیقت کا اللہ ہی کو علم ہے یہ تمام چیزیں کیسی ہوں گی کیا کیفیات ہوں گی اور کیا حالت ہوگی بس بالکل یہی حالت اور کیفیت نداء کے ساتھ ہوگی اس کی تفصیل کہ یہ نداء کیسی ہوگی اسی آواز لہجہ اور طرز اداء اہل جنت کی ہوگی یا کسی اور طریقہ سے قریب سے پکاریں گے یا دور سے اور دوزخی ان کی آواز کس طرح سنیں گے باوجود دوزخ کے شور اور چیخ و پکار کے اور باوجود ہولناک عذاب میں مبتلا ہونے کے وہ جواب بھی دے سکیں گے اور وہ آواز اہل جنت تک پہنچ جائے گی یہ تمام واقعات اور کیفیات انسانی ادراک کی حد سے خارج ہیں کیونکہ یہ عالم دنیا اور ہے اور وہ عالم آخرت اور ہے۔

دعا کیجئے

مولائے کریم اپنے کرم سے ہم کو اصحاب الجنہ میں شامل فرمالیں اور جنت کی نعمتوں سے ہم سب کو سرفراز فرمادیں اہل دوزخ سے ہم کو علیحدہ رکھیں اور عذاب نار سے ہم کو بچالیں۔

یا اللہ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں ایمان کے ساتھ ان اعمال صالحہ کی بھی توفیق عطا فرمادے کہ جو آپ کی خوشنودی اور رضا کا باعث ہوں اور ان اعمال و افعال سے بچالے کہ جو آپ کے غضب اور غصہ کا باعث ہوں۔

یا اللہ یہ آپ ہی کی تائید اور توفیق سے ممکن ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین . آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ ۚ وَنَادَوْا

وَبَيْنَهُمَا	حِجَابٌ	وَ	عَلَى	الْأَعْرَافِ	رِجَالٌ	يَعْرِفُونَ	كُلًّا	بِسِيمَاهُمْ	وَنَادَوْا
اور انکے درمیان	ایک حجاب	اور	پر	اعراف	کچھ آدمی	پہچان لیں گے	ہر ایک	انکی پیشانی	اور پکاریں گے

اوران دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ ہر ایک کوان کے قیافہ سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو

أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۚ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِذَا صُرِفَتْ

أَصْحَابَ الْجَنَّةِ	أَنْ	سَلَامٌ	عَلَيْكُمْ	لَمْ يَدْخُلُوهَا	وَهُمْ	يَطْمَعُونَ	وَإِذَا	صُرِفَتْ
جنت والے	کہ	سلام	تم پر	وہ اس میں داخل نہیں ہوئے	اور وہ	امیدوار ہیں	اور جب	پھریں گی

پکار کر کہیں گے السلام علیکم ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے اور اس کے امید وار ہوں گے۔اور جب انکی نگاہیں

أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤٧﴾ وَنَادَىٰ أَصْحَابُ

أَبْصَارُهُمْ	تِلْقَاءَ	أَصْحَابِ النَّارِ	قَالُوا	رَبَّنَا	لَا تَجْعَلْنَا	مَعَ	الْقَوْمِ	الظَّالِمِينَ	وَنَادَىٰ	أَصْحَابُ
انکی نگاہیں	طرف	دوزخ والے	کہیں گے	اے ہمارے رب	ہمیں نہ کر	ساتھ	لوگ	ظالم (جمع)	اور پکاریں گے	والے

اہل دوزخ کی طرف جاپڑیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں

الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٨﴾

الْأَعْرَافِ	رِجَالًا	يَعْرِفُونَهُمْ	بِسِيمَاهُمْ	قَالُوا	مَا أَغْنَىٰ	عَنْكُمْ	جَمْعُكُمْ	وَمَا	كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ
اعراف	کچھ آدمی	وہ انہیں پہچان لیں گے	انکی پیشانی سے	وہ کہیں گے	نہ فائدہ دیا	تمہیں	تمہارا جتھا	اور جو	تم تکبر کرتے تھے

کو جن کو کہ انکے قیافہ سے پہچانیں گے پکاریں گے کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔کیا یہ وہی ہیں جنکی نسبت

أَهَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ ۚ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٤٩﴾

أَهَٰؤُلَاءِ	الَّذِينَ	أَقْسَمْتُمْ	لَا يَنَالُهُمُ	اللَّهُ	بِرَحْمَةٍ	ادْخُلُوا	الْجَنَّةَ	لَا	خَوْفٌ	عَلَيْكُمْ	وَلَا	أَنْتُمْ	تَحْزَنُونَ
کیا اب یہ وہی	وہ جو کہ	تم قسم کھاتے تھے	انہیں نہ پہنچائے گا	اللہ	اپنی کوئی رحمت	تم داخل ہو جاؤ	جنت	نہ	کوئی خوف	تم پر	اور نہ	تم	غمگین ہوگے

تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ رحمت نہ کرے گا "انکو یوں حکم ہوگیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے۔

اعراف اور اہل اعراف: گذشتہ آیات میں اہل جنت واہل دوزخ کے درمیان جو گفتگو واقع ہوگی اس کا ذکر ہوا تھا۔اب جنت و دوزخ کے درمیانی درجہ "اعراف" کا بیان ہو رہا ہے اسی لفظ سے اس سورۃ کا نام بھی سورۂ اعراف رکھا گیا ہے۔جنت اور دوزخ کے درمیان ایک حد فاصل حجاب ہوگا تا کہ جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہو۔اس حجاب کو دیوار سے تعبیر کیا ہے جس کی تفصیلی کیفیت کا ہم کو علم نہیں۔اس درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو "اعراف" کہتے ہیں۔"اعراف" پر کھڑے ہونے والے یعنی اصحاب اعراف کون لوگ ہیں اس کے بارہ میں تقریباً بارہ اقوال نقل کئے گئے ہیں لیکن علمائے محققین کے نزدیک راجح وہی قول ہے جو

حضرت حذیفہ حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکثر سلف وخلف سے منقول ہے یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات بھاری ہوں گے وہ جنتی ہیں اور جن کے سیئات غالب ہوئے وہ دوزخی ہوں گے اور جن کے حسنات وسیئات یعنی نیکیاں وبدیاں برابر ہوں گی وہ اصحاب اعراف ہیں کہ اول فیصلہ میں نہ جنت کے لائق ہوں گے اور نہ دوزخ کے لائق کیونکہ ان کی میزان میں نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی پس برائیوں نے تو جنت میں داخل ہونے سے روکا اور نیکیوں نے دوزخ میں جانے سے روکا۔ پس وہ اعراف پر یعنی جنت و دوزخ کے درمیان ٹھہرائے جائیں گے۔ لیکن روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار اصحاب اعراف جنت میں داخل ہو جائیں گے اور یہ ویسے بھی ظاہر ہے کہ جب گناہ گار مومنین جن کی بدیاں غالب تھیں جہنم سے نکل کر آخر کار جنت میں داخل ہوں گے تو اصحاب اعراف جن کی برائیاں اور نیکیاں برابر ہیں وہ ان سے پہلے داخل ہونے چاہئیں۔ یہ اصحاب اعراف اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے جنتیوں کو ان کے سفید اور نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو ان کی روسیاہی اور بدرونقی سے یہ اصحاب اعراف جنت والوں کو دیکھ کر سلام کریں گے جو بطور مبارکباد ہوگا اور چونکہ خود ابھی جنت میں داخل نہیں ہو سکے اس لئے اس کی طمع اور آرزو کریں گے جو آخر کار حق تعالیٰ پوری فرمادیں گے۔ تاہم جنت اور دوزخ کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی حالت خوف ورجا کے بیچ میں ہوگی۔ جنتیوں کی طرف دیکھیں گے تو امید کریں گے دوزخیوں پر نظر پڑے گی تو خدا سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ الٰہی ان کے ساتھ ہمیں شامل نہ کیجیو۔ پھر اہل اعراف جن لوگوں کو دنیا میں پہچانتے تھے جب ان کو دوزخ میں دیکھیں گے تو علامات اور چہرہ کی حالت دیکھ کر شناخت کر لیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اس مصیبت کے وقت تمہاری وہ جماعتیں اور جتھے کہاں گئے اور دنیا میں جو بڑھ چڑھ کر شیخیاں مارتے تھے وہ اب کیا ہوئیں۔ وہ تمہارا الاؤ لشکر نوکر چاکر حالی ومددگار جاہ وجلال جس پر تم گھمنڈ کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آیا اور عذاب خداوندی سے تم کو بالکل نہ بچا سکا؟ پھر اہل جنت کی طرف اشارہ کر کے ان دوزخیوں سے کہیں گے کہ وہ ٹوٹے پھوٹے ضعیف الحال مساکین جن کو تم دنیا میں حقیر سمجھ کر کہا کرتے تھے کہ کیا خدا کی مہربانی سب کو چھوڑ کر ان جیسوں پر ہو سکتی ہے تو دیکھ لو ان سے تو کہہ دیا گیا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ اب گذشتہ کا ان کو غم اور نہ آئندہ کا خوف حالانکہ تم اس عذاب میں مبتلا ہو۔

دنیا کا سلام اور آخرت کا سلام

یہاں بتلایا گیا کہ اہل اعراف اہل جنت کو آواز دے کر کہیں گے سلام علیکم یہ لفظ دنیا میں بھی اہل اسلام میں باہمی ملاقات کے وقت بطور تحفہ اور اکرام کے بولا جاتا ہے۔ اور مسنون ہے اور بعد موت کے قبروں کی زیارت کے وقت بھی اور پھر محشر اور جنت میں بھی لیکن آیات اور روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں تو السلام علیکم کہنا مسنون ہے اور اس دنیا سے گزرنے کے بعد بغیر الف لام کے سلام علیکم کا لفظ مسنون ہے۔ زیارت قبور کے لئے جو کلمہ قرآن میں مذکور ہے وہ بھی سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ آیا ہے اور فرشتے اہل جنت کا استقبال کریں گے اور کہیں گے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ الغرض اہل اسلام کے لئے بوقت ملاقات ورخصت یہ نہایت متبرک الفاظ ہیں مگر اب ان الفاظ کی بجائے جناب عالی! آداب عرض وغیرہ الفاظ اکثر نے تجویز کر لئے ہیں اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی سمجھ وفہم عطا فرمادیں۔ اور اتباع سنت کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے: یا اللہ دوزخ جو سراسر خوف وغم اور دکھ و درد کی جگہ ہے اس سے ہمیں کامل طور پر بچایئے اور ظالموں میں شامل ہونے سے دنیا میں بھی بچایئے اور آخرت میں بھی بچایئے۔ یا اللہ کبر وغرور سے اپنے کو بڑا سمجھنا اور ضعیف مسکین ایمانداروں کو حقیر جاننا جو کافرانہ خصلت ہے اس سے ہمیں بچایئے اور ہمارے قلوب کو اس ناپاک خصلت سے پاک رکھئے آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

وَنَادٰى	اَصْحٰبُ النَّارِ	اَصْحٰبَ	الْجَنَّةِ	اَنْ	اَفِيْضُوْا	عَلَيْنَا	مِنَ	الْمَآءِ	اَوْ	مِمَّا	رَزَقَكُمُ	اللّٰهُ
اور پکاریں گے	دوزخ والے	والے	جنت	کہ	بہاؤ (پہنچاؤ)	ہم پر	سے	پانی	یا	اس سے جو	تمہیں دیا	اللہ

اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے جنت والے کہیں گے کہ

قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۝۵۰ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ

قَالُوْٓا	اِنَّ	اللّٰهَ	حَرَّمَهُمَا	عَلَى	الْكٰفِرِيْنَ	الَّذِيْنَ	اتَّخَذُوْا	دِيْنَهُمْ	لَهْوًا	وَّلَعِبًا	وَّغَرَّتْهُمُ
کہیں گے	بیشک	اللہ	اسے حرام کردیا	پر	کافر (جمع)	وہ لوگ جو	انہوں نے بنالیا	اپنا دین	کھیل	اور کود	اور انہیں دھوکہ میں ڈال دیا

اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کیلئے بندش کر رکھی ہے۔ جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگانی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ۝۵۱

الْحَيٰوةُ	الدُّنْيَا	فَالْيَوْمَ	نَنْسٰهُمْ	كَمَا نَسُوْا	لِقَآءَ	يَوْمِهِمْ	هٰذَا	وَ	مَا كَانُوْا	بِاٰيٰتِنَا	يَجْحَدُوْنَ
زندگی	دنیا	پس آج	ہم انہیں بھلا دینگے	جیسے انہوں نے بھلایا	ملنا	انکا دن	یہ۔اس	اور	جیسے۔ تھے	ہماری آیتوں سے	وہ انکار کرتے تھے

سو ہم بھی آج کے روز ان کا نام نہ لیں گے جیسا انہوں نے اِس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔

دوزخیوں کی نامنظور درخواست

گذشتہ آیات میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو دوزخیوں سے کلام کریں گے اور سوال کریں گے کہ ہم نے تو اللہ کا وعدہ سچا پایا کیا تم نے بھی سزا اور عذاب کا وعدہ جو تم سے اللہ نے کیا تھا پورا پایا۔ اس پر دوزخی جواب دیں گے کہ ہاں وہ واقعی بالکل سچ تھا۔ اس کے بعد اعراف والے جو گفتگو جنت اور دوزخ والوں سے کریں گے اس کا بیان ہوا تھا۔ اب آخر میں اس کا ذکر ہے کہ دوزخ والے جنتیوں سے کیا کہیں گے؟ یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ دوزخی دوزخ میں سے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے بدن اس آگ میں جل رہے ہیں۔ گرمی کی شدت برداشت سے باہر ہے تم ہمارے اوپر تھوڑا سا جنت کا پانی بہادو اور اللہ نے راحت و آرام کے سامان جو تمہیں عطا کئے ہیں ان میں سے ہمیں بھی کچھ دے دو۔ جنت والے اس کے جواب میں کہیں گے کہ اللہ نے جنت کے کھانے اور پانی کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔ یہاں تو اللہ عزوجل نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ دنیا میں جن لوگوں نے اللہ کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اور زندگی بسر کرنے کا جو طریقہ اللہ نے مقرر کیا تھا اس کو کچھ وقعت نہ دی کھیل کود ناچ گانے سیر و تفریح کو شغل زندگی قرار دیا۔ اصل دین کو کھیل کود بنا دیا۔ دنیا کے دھندوں میں ایسے پھنسے کہ آخرت کا کبھی خیال ہی نہ آیا۔ سو جیسا ان کو دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی آخرت کا خیال نہیں آیا آج یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی ان کا کچھ خیال نہ کریں گے۔ اور جس طرح انہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا تھا آج اللہ تعالیٰ بھی ان کی درخواست منظور کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض لوگوں سے فرمائے گا کہ کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیئے تھے؟ کیا عزت آبرو نہیں دی تھی؟ کیا گھوڑے اور اونٹ تیرے مطیع نہیں کئے تھے؟ اور کیا قسم قسم کی راحتیں تیرے لئے مہیا نہیں کی تھیں؟ وہ بندہ

عرض کرے گا پروردگار بیشک یہ سب باتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کیا تجھے مجھ سے ملنے کا یقین تھا؟ بندہ عرض کرے گا یہ بات تو نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے آج ہم بھی تجھے ایسا ہی بھول جائیں گے جیسا تو ہم کو بھولا تھا۔

جہنمیوں کی کوئی فریاد نہیں سنی جائے گی

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا انہوں نے اس دن یعنی روز قیامت کے ملنے کو بھلا دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ تو فراموشی اور نسیان سے پاک ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسطرح روز قیامت کو وہ لوگ بھول گئے تھے کوئی عمل خیر نہ کرتے تھے اور قیامت کے لئے انہوں نے کوئی تیاری نہ کی تھی اور اللہ کے احکام کا انکار کرتے تھے اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن بھوکا پیاسا دوزخ میں چھوڑ دیں گے اور جس طرح بھولنے والا بھولے ہوئے کی مدد نہیں کرتا اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ان کی کوئی دستگیری نہیں کریں گے اور ان کی فریاد نہ سنیں گے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

کافروں کی دو صفات

یہاں اہل جنت نے کافروں اور دوزخیوں کی دو خصوصی صفات بیان کیں جن کی وجہ سے جنت کی ہر چیز ان پر حرام کر دی جائے گی۔ ایک صفت تو یہ بیان کی کہ ان دوزخیوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا۔ دوسری صفت یہ بیان کی کہ جن کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اب اسلام کا دعویٰ کرنے والے بھی ذرا گریبان میں منہ ڈال کر غور کر لیں کہ خدانخواستہ یہ صفات ہم میں تو نہیں۔ ہم نے تو اپنے دین کو کھیل وتماشہ نہیں بنا رکھا؟ اور دنیوی زندگی نے ہم کو تو فریب میں نہیں ڈالا کہ آخرت کو بھول گئے ہوں یا آخرت کی طرف سے غفلت میں ہوں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ان کافرانہ صفات سے بچاویں اور ہم کو آخرت کا سچا یقین اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرماویں۔ دنیا میں جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ہم کو دی ہیں یہ آخرت کے فکر کے ساتھ ہم استعمال کرنے والے ہوں۔ قیامت کی ذلت اور رسوائیوں سے اللہ تعالیٰ ہم کو بچاویں اور اصحاب الجنہ میں ہمارا شامل ہونا مقدر فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝٥٢

وَ	لَقَدْ جِئْنٰهُمْ	بِكِتٰبٍ	فَصَّلْنٰهُ	عَلٰى	عِلْمٍ	هُدًى	وَرَحْمَةً	لِقَوْمٍ	يُؤْمِنُوْنَ
اور	البتہ ہم لائے انکے پاس	ایک کتاب	ہم نے اسے تفصیل سے بیان کیا	پر	علم	ہدایت	اور رحمت	لوگوں کیلئے	جو ایمان لائے ہیں

اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جسکو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح واضح کرکے بیان کردیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ۚ يَوْمَ يَاْتِیْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ

هَلْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا	تَاْوِيْلَهٗ	يَوْمَ	يَاْتِیْ	تَاْوِيْلُهٗ	يَقُوْلُ	الَّذِيْنَ	نَسُوْهُ	مِنْ قَبْلُ	قَدْ جَآءَتْ
کیا	وہ انتظار کررہے ہیں	مگر (یہی کہ)	اسکا کہنا پورا ہوجائے	جس دن	آئے گا	اسکا کہا ہوا	کہیں گے	وہ لوگ جو	انہوں نے بھلادیا	پہلے سے	بیشک لائے

لے آتے ہیں۔ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اسکے اخیر نتیجہ کا انتظار ہے جس روز اسکا اخیر نتیجہ پیش آوے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہنے لگیں

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِیْ

رُسُلُ	رَبِّنَا	بِالْحَقِّ	فَهَلْ	لَنَا	مِنْ	شُفَعَآءَ	فَيَشْفَعُوْا	لَنَا	اَوْ نُرَدُّ	فَنَعْمَلَ	غَيْرَ + الَّذِیْ
رسول (جمع)	ہمارا رب	حق	تو کیا ہیں	ہمارے لئے	کوئی	سفارش کرنیوالے	کہ سفارش کریں	ہماری	یا ہم لوٹائے جائیں	سو ہم کریں	اس کے خلاف جو

گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی سچی باتیں لائے تھے سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کردے یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ

كُنَّا نَعْمَلُ ۚ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝٥٣

كُنَّا نَعْمَلُ	قَدْ خَسِرُوْا	اَنْفُسَهُمْ	وَضَلَّ	عَنْهُمْ	مَا	كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ	
ہم کرتے تھے	بیشک نقصان کیا انہوں نے	اپنی جانیں	اور گم ہوگیا	ان سے	جو	وہ افترا کرتے (جھوٹ گھڑتے تھے)	

ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں بیشک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہوگیا۔

دعوت قرآنی

حقیقت میں سارے قرآن کریم میں اسی بات کا سمجھانا مقصود ہے کہ آدمی اگر اپنی بہتری چاہتا ہے تو اسے اسی راستہ پر چلنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور کتاب کے ذریعہ مقرر کیا ہے۔سب سے آخری رسول نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب سے آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید نے اس کو خوب واضح کرکے دنیا کے سامنے رکھ دیا ہے اور پھر سمجھانے کے ہر طریقہ سے اچھی طرح سمجھا دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے کہنے کے مطابق چلنے والوں کو جنت ملے گی اور اس کے خلاف چلنے والوں کو دوزخ میں رہنا ہوگا۔تو جب اللہ تعالیٰ جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بیان فرما چکے جس کو سن کر ثواب کی طمع اور عذاب کا خوف ایک سعید دل رکھنے والے کے اندر پیدا ہوتا ہے اور وہ حصول نجات کے طریقہ کا متجسس اور اس طرز زندگی کا جویا ہوتا ہے جس پر چل کر فلاح اخروی اس کا حاصل ہوجائے اس لئے اب اس فلاح اخروی کے حصول کا راستہ بتایا جاتا ہے اور ان آیات میں یہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تبلیغ ایمان اور دعوت عمل دینے کے لئے قرآن نازل کردیا اور قرآن میں تمام عقائد' احکام' وعظ ونصیحت' وعدہ وعید وغیرہ کھول کر بیان کردیئے۔حق وباطل کی واضح تمیز کردی اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال علم ودانست کے موافق کیا۔کسی کو اس کی صداقت میں شک وشبہ نہ ہونا چاہئے۔اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو دانستہ اپنے علم

کے بموجب نازل کیا اور جو ضوابط و احکام، قوانین و قواعد، اخبار و واقعات بشارت و انذار، امثال وقصص جو اللہ کے علم میں صادق اور صحیح اور مناسب تھے ان کو کھول کر بیان کر دیا۔

خواہش پرست لوگوں کا رویہ

اب جن کے دلوں میں نور فطرت ہے اور طبیعت ایمانیہ رکھتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن عین ہدایت و مجسم رحمت ہے وہ اس کی برکتوں سے حصہ پاتے ہیں اور اس کی کسی بات میں شک نہیں لاتے۔ لہذا اہل مکہ و دیگر کل منکرین کو اس پر ایمان لانا اور اس کو سچ جاننا اور اس پر عمل کرنا چاہیے۔ مگر جو شقی ازلی اور کور باطن ہیں ان کو خدا کے اس نوشتہ اور اس کے رسول پر یقین نہیں آتا اور ان بدنصیبوں کو جن کے دلوں کو حب مال و جاہ اور خواہش لذائذ جسمانیہ نے دنیا پر مائل و فریفتہ کر رکھا ہے ان کے کان اس کا سننا بھی پسند نہیں کرتے اور یہ جنت کی نعمتیں اور عیش ونشاط کے سامان چھوڑ کر کسی اور جگہ میں جانا اور وہاں اپنے اعمال کی سزا پانا اور پھر وہاں ہمیشہ رونا پیٹنا، نعمتوں کی جگہ زقوم لہو اور پیپ کا کھانا، سرد پانی کی جگہ کھولتا پانی پینا اور دہکتی ہوئی آگ میں جلنا۔ سانپ اور بچھوؤں کا ڈسنا پسند کرتے ہیں اور سنتے بھی ہیں تو کب یقین لاتے ہیں بلکہ یہی کہنے لگتے ہیں کہ جب دیکھیں گے تو مانیں گے۔ ایسی خیالی باتیں اور ڈراوے سنا ہی کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا جاتا ہے کہ یہ اس طرح نہ مانیں گے قرآن کے وعدہ و وعید کو سچ نہ جانیں گے یہ تو وعدہ و وعید کے آخری نتیجہ کے واقع ہو جانے کے منتظر ہیں کہ جب قیامت ہو جائے اور قرآن کے اندر جو وعدہ وعید بیان کی گئی ہیں وہ واقع ہو جائیں اور غیب سے شہود کا درجہ حاصل ہو جائے تو ایمان لائیں گے حالانکہ جس روز اس کے وعدہ وعید کی تکمیل اور نتیجہ ظاہر ہو جائے گا تو پھر ایمان لانا ہی کیا فائدہ دے گا۔ اس وقت کوئی پشیمانی سودمند نہ ہوگی۔ جن لوگوں نے پہلے سے دنیا میں اس کو نہ مانا تھا۔ اس پر عمل نہ کیا تھا۔ اور طاق نسیان پر رکھ دیا تھا اس وقت وہ قائل ہوں گے کہ اللہ کے پیغمبروں نے جو کچھ احکام وہدایت واخبار قیامت بیان کئے تھے وہ سب برحق تھے۔ بڑی غلطی ہوئی کہ ہم نے ان کے کہے کو نہ مانا اور نہ اس پر عمل کیا۔ حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان کو نجات و رہائی کی فکر ہوگی اور جب کوئی صورت نظر نہ آئے گی تو یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہمیں کوئی ایسی بے چین کرنے والی آفت سے بچا لیتا اور بارگاہ رب العزت میں ہماری کوئی سفارش کر دیتا یا ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جاتا تاکہ ہم نیک کام کر کے دکھاتے اور اپنے اعمال کو درست کرتے۔ اور اسباب سعادت حاصل کرتے۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس روز یہ تمنا فضول ہوگی وہ اپنے ہاتھوں اپنا نقصان کر چکے اور خود اپنے کو ہلاکت میں ڈال چکے۔ وہ دنیا کا موقع کھو چکے اب اس کا موقع کہاں اب تو اپنے کرتوتوں سے اپنی جان پھنسا چکے اور اپنا ناس کر چکے۔ آج ان کے کام وہ جھوٹی باتیں جو دنیا میں تراشتے تھے بالکل نہ آئیں گی اور سوا اندوہ وغم یاس وحرمان کے ان کو کچھ نہ ملے گا۔ دنیا میں یہ جو کچھ اللہ پر افترا بندی کرتے تھے اللہ کی الوہیت و ربوبیت میں جن کو شریک کرتے تھے اور جن باتوں کا جھوٹا دعویٰ کرتے تھے وہ سب کچھ کھویا گیا ہوگا اور کسی طرح اصلاح حالت ممکن نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ جو نیک و بد اس قرآن نے بتلایا اور جس حق و باطل کی نشاندہی فرمائی ہے وہ ہمارے دلوں میں بٹھا دے تاکہ یہ قرآن دونوں جہاں میں ہمارے لئے رحمت و برکت کا سبب ہو۔ ہماری مغفرت ونجات کا باعث ہو۔

اے اللہ قیامت کی پشیمانی اور رسوائی سے ہم کو اس قرآن کی حرمت و بزرگی کے طفیل میں بچا لیجئے۔ دنیا میں ہم کو اس پر عمل کرنے والا بنا دیجئے اور اس کی مخالفت سے بچا لیجئے۔ یا اللہ اس ملک اور قوم کو اپنی رحمت سے قرآنی حکومت عطا فرما دیجئے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

اِنَّ	رَبَّكُمُ	اللّٰهُ	الَّذِىْ	خَلَقَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضَ	فِىْ	سِتَّةِ	اَيَّامٍ	ثُمَّ	اسْتَوٰى	عَلَى	الْعَرْشِ
بیشک	تمہارا رب	اللہ	وہ جو۔جس	پیدا کیا	آسمان (جمع)	اور زمین	میں	چھ	دن	پھر	قرار فرمایا	پر	عرش

بیشک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا چھپا دیتا ہے

يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ

يُغْشِى	الَّيْلَ	النَّهَارَ	يَطْلُبُهٗ	حَثِيْثًا	وَّالشَّمْسَ	وَالْقَمَرَ	وَالنُّجُوْمَ	مُسَخَّرٰتٍ	بِاَمْرِهٖ
ڈھانکتا ہے	رات	دن	اسکے پیچھے آتا ہے	دوڑتا ہوا	اور سورج	اور چاند	اور ستارے	مسخر	اس کے حکم سے

شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آلیتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اسکے حکم کے تابع ہیں

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۴﴾

اَلَا	لَهُ	الْخَلْقُ	وَالْاَمْرُ	تَبٰرَكَ	اللّٰهُ	رَبُّ	الْعٰلَمِيْنَ
یادرکھو	اسکے لئے	پیدا کرنا	اور حکم دینا	برکت والا ہے	اللہ	رب	تمام جہان

یادرکھو اللہ ہی کیلئے خاص ہے خالق ہونا اور حکم دینا' بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔

معرفت الٰہیہ کا طریقہ

دنیا میں اپنے رب کو پہچان لینے کا کیا طریقہ ہے کہ جس سے اس کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہوتا کہ اس کے حکم کے مطیع اور فرمانبردار بنیں اور اس کی ذات پر ایمان لاکر آخرت کے عذاب سے بچیں۔ مشرکین عرب چونکہ دوبارہ زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے اس لئے اس رکوع میں قدرت وتصرفات الٰہیہ کا بیان ہوا ہے جس کو زمین وآسمان کی پیدائش سے شروع کر کے بارش کے ذکر پر ختم فرمایا جاتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ مردہ زمینیں زندہ ہو جاتی ہیں پس اسی طرح مردہ انسان بھی قدرت الٰہیہ سے دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

معبود فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے

قرآن کریم کا اسلوب بیان یہ ہے کہ وہ ''توحید ربوبیت'' سے ''توحید الوہیت'' پر استدلال کیا کرتا ہے یعنی جب خالق اور رب صرف ایک ہے تو معبود بھی اس کے سوا کسی اور کو نہیں بنانا چاہئے۔ پس اس آیت میں توحید الوہیت کی تلقین ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب خلق اور امر دونوں اللہ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں یعنی وہی کائنات کا پیدا کرنے والا اور اسی کے حکم وقدرت سے اس کا انتظام ہو رہا ہے۔ یہ نہیں کہ تدبیر وانتظام کی دوسری قوتیں بھی موجود ہوں جیسا کہ مشرکین عرب کا خیال تھا یا جیسا اب بھی منکرین کا خیال ہے۔ پس اسی کی بادشاہت کائنات ہستی میں نافذ ہے کیونکہ وہی خالق ہے۔ وہی مدبر ہے۔ تمام عالم ہستی اسی کے تحت جلال کے آگے جھکی ہوئی ہے تو جب یہ ذاتی وصفاتی کمالات اللہ کے لئے مخصوص ہیں تو عبادت اور طلب حاجت میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک کرنا کیسے ممکن ہے؟ اور اس کی قدرت کے کرشموں اور نمونوں کو پیش نظر رکھ کر مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کس طرح ممکن ہے؟

حاصل مطلب یہ ہوا کہ آسمان' زمین' رات' دن' چاند سورج اور ستاروں کو دیکھو اور سوچو کہ اس سارے عالم کا انتظام کس قدر قاعدے اور قرینے کے ساتھ قائم ہے۔ کیا یہ آپ ہی آپ یونہی ہو گیا نہیں کوئی چیز آپ ہی آپ نہیں ہوتی۔ ان ساری چیزوں کا بنانے والا ان کو ایک نظام کے تحت قائم رکھنے والا اور ان کو رفتہ رفتہ کمال تک پہنچانے

والا اللہ ہے جس کو ہم اس جسمانی آنکھ سے دیکھ نہیں سکتے۔ مگر اس کی نشانیوں کو دیکھ کر عقل سے سمجھ سکتے ہیں کہ وہ ہے اور ضرور ہے۔ یہ سارے آسمان اور زمین اسی کے بنائے ہوئے مادہ سے ایک مدت میں بنے اور اپنی اپنی جگہ قائم ہوئے۔

آسمان وزمین کی پیدائش کا وقت

اس آیت میں اور قرآن پاک میں چھ جگہ اور بتلایا گیا کہ یہ سب آسمان اور زمین اتنے وقت میں پیدا کئے گئے جو چھ دن کے برابر تھا۔ اب مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ یہاں آیت میں چھ دن سے دنیا کی مقدار کے چھ دن مراد ہیں یا عالم غیب کے چھ دن مراد ہیں۔ جہاں کہ ایک ایک دن ایک ہزار برس کا ہے جیسا کہ سورۂ حج میں ارشاد ہے وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (اور حقیقت یہ ہے کہ تیرے رب کے ہاں ایک دن ہزار سال کے برابر ہے اس حساب سے جو تم لوگ لگاتے ہو) بہر حال مقصود یہ ہوا کہ آسمان اور زمین دفعتاً بنا کر نہیں کھڑا کر دیئے گئے۔ شاید اول ان کا مادہ پیدا فرمایا ہو پھر استعداد کے موافق بتدریج مختلف اشکال اور صورتوں میں منتقل کرتے رہے ہوں حتیٰ کہ چھ دن میں جو دنیا کے حساب سے عالم آخرت کے چھ ہزار سال بنے موجودہ شکل میں مع تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہوں جیسا کہ آج بھی انسان اور حیوانات ونباتات وغیرہ کی پیدائش کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

استواء علی العرش کا معنی

اس آیت میں یہ بھی بتلایا گیا کہ جب اللہ تعالیٰ آسمان وزمین یعنی کل عالم کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہو گیا۔ آیت میں ہے ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ (پھر عرش پر جلوہ فرما ہوا یا جا ٹھہرا) یہ جملہ متشابہات میں سے ہے جس کے مفہوم ومطلب میں مختلف پہلو موجود ہیں اور اس کے کئی مطلب باہم ملتے جلتے نکلتے ہیں مگر جو حقائق اور مطالب انسانی حواس سے ادراک نہیں کئے جا سکتے اور عقل وشعور میں پوری طرح نہیں آسکتے تو ان کے لئے پیرایۂ بیان تشبیہ ومجاز کا اختیار کیا جاتا ہے تاکہ کسی درجہ میں انسانی عقل وفہم کے لئے سمجھنے کے لائق ہو سکے۔ متشابہات گو خلاف عقل نہیں مگر پوری طرح اپنی حقیقت اصلی کے ساتھ عقل میں نہیں سما سکتے اس لئے متشابہات پر بلا تفتیش کیفیت ایمان رکھنا چاہئے۔ اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کو بھی اسی طرح سمجھئے عرش کے معنی تخت وبلند مقام کے ہیں اور استوا کے معنی ٹھہرنے کے ہیں۔ قرون ثلثہ اور ائمہ اربعہ اور تمام محدثین وجمہور مفسرین اہل سنت والجماعت کا اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ مذہب ہے کہ وہ عرش پر مستوی یعنی ٹھہرا ہوا ہے اور وہ ٹھہرنا ایسا ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور جس کی کیفیت وحقیقت ہم نہیں سمجھ سکتے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس زندگی میں اپنی اطاعت کاملہ کی ہم کو توفیق عطا فرما۔

یا اللہ اپنی خالقیت وحاکیت پر ہم کو یقین کامل عطا فرما اور اپنی حمد وثنا اور تسبیح وتقدیس اور تکبیر وتہلیل کی توفیق دائمی عطا فرما۔

یا اللہ آپ کی مخلوقات آسمان، زمین، چاند، سورج ستارے وغیرہ کو دیکھ کر آپ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی معرفت ہم کو نصیب ہو جس سے آپ کی عظمت ہمارے دلوں میں پیدا ہو اور آپ سے صحیح وقوی تعلق پیدا ہو اور آپ کی ربوبیت والوہیت پر ہم کو ایمان کامل نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ

اُدْعُوْا	رَبَّكُمْ	تَضَرُّعًا	وَّخُفْيَةً	اِنَّهٗ	لَا يُحِبُّ	الْمُعْتَدِيْنَ	وَ	لَا تُفْسِدُوْا	فِي الْاَرْضِ
پکارو	اپنے رب کو	گڑگڑا کر	اور آہستہ	بیشک وہ	دوست نہیں رکھتا	حد سے گزرنے والے	اور	نہ فساد مچاؤ	زمین میں

تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو عاجزی ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جاویں۔ اور دنیا میں بعد اسکے کہ اس کی

بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ۭ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

بَعْدَ	اِصْلَاحِهَا	وَادْعُوْهُ	خَوْفًا	وَّطَمَعًا	اِنَّ	رَحْمَتَ	اللّٰهِ	قَرِيْبٌ	مِّنَ	الْمُحْسِنِيْنَ
بعد	اسکی اصلاح	اور اسے پکارو	ڈرتے	اور امید رکھتے	بیشک	رحمت	اللہ	قریب	سے	احسان (نیکی) کرنیوالے

درستی کردی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے

دعاء

گذشتہ آیت میں بتلایا گیا کہ یہ آسمان، زمین اور کائنات اس سب کا بنانے والا اللہ ہے اور وہی تمام عالم کا رب ہے اور تمام کائنات پر اسی کا حکم چلتا ہے کوئی اس کے حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا۔ تو جب وہی خالق مطلق اور رب العالمین ہے اور وہی سب کا کارساز ہے اور اسی میں تمام خوبیاں موجود ہیں اور وہی قدرت کاملہ کا مالک ہے تو اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اسی کے سامنے گڑگڑا کر نہایت عاجزی اور لجاجت کے ساتھ اس سے دعاء کیا کرو۔ لفظ دعا عربی زبان میں کسی کو حاجت روائی کے لئے پکارنے کے معنی میں بھی آتا ہے اور مطلق یاد کرنے کے معنیٰ میں بھی اور یہاں دونوں معنیٰ مراد ہوسکتے ہیں پہلی صورت میں یہ معنیٰ ہوں گے کہ اپنی حاجات صرف اللہ تعالیٰ سے مانگو اور دوسری صورت میں یہ کہ ذکر عبادت صرف اسی کی کرو اور یہ دونوں تفسیر سلف صالحین ائمہ تفاسیر سے منقول ہیں۔

دعاء کے دو اہم آداب

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ (یعنی پکارو اپنے رب کو اپنی حاجات کے لئے) ارشاد فرمانے کے بعد دعاء کے دو اہم آداب ذکر فرمائے جاتے ہیں۔ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً تضرع کے معنیٰ عجز وانکساری اور اظہار تذلل کے ہیں اور خفیہ کے معنیٰ پوشیدہ، چھپا ہوا چپکے چپکے یعنی دعاء کے لئے پہلی ضروری ہدایت یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے عجز وانکساری اور تذلل کا اظہار کر کے دعاء کرے یعنی الفاظ دعاء بھی عجز وانکساری کے ہوں۔ لب ولہجہ بھی تواضع اور انکساری کا ہو۔ ہیئت دعا مانگنے کی بھی عجز وانکساری کی ہو۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی کہ دعاء آہستہ اور خفیہ مانگنا بہتر افضل اور قرین قبول ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں اخفا بہ نسبت جہر کے اولیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے ذکر میں سورۂ مریم سولھویں پارہ میں ارشاد فرمایا۔ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو خفیہ طور پر پکارا یعنی آہستہ اور چپکے سے۔ حضرت عطا کہتے ہیں کہ آمین ایک دعاء ہے اور سب کو معلوم ہے کہ دعاء کا آہستہ اور خفیہ کرنا بہتر ہے۔ اسی لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد آمین آہستہ کہنا بہتر ہے۔ اور جمہور صحابہ و تابعین کا یہی مذہب ہے کیونکہ دعاء میں اخفاء اقرب الی الادب ہے۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ علانیہ اور جہراً دعا کرنے میں اور آہستہ اور پست آواز سے کرنے میں ستر درجہ فضیلت کا فرق ہے۔ سلف صالحین کی عادت یہ تھی کہ ذکر و دعاء میں بڑا مجاہدہ کرتے تھے اور اکثر اوقات مشغول رہتے تھے۔ مگر کوئی انکی آواز نہ سنتا تھا۔ بلکہ ان کی دعائیں صرف ان کے اور ان کے رب کے درمیان میں رہتی تھیں۔ ان میں سے بہت سے حضرات پورے قرآن کے حافظ ہوتے تھے اور تلاوت کرتے رہتے تھے مگر کسی دوسرے کو خبر نہ ہوتی تھی۔ بعض لوگ بڑے فقیہ ہوتے تھے اور لوگوں کو اس بات کا علم بھی نہ ہوتا تھا۔ بہت

سے حضرات اپنے اپنے گھروں میں لمبی لمبی نمازیں پڑھتے اور ان کے گھر میں رہنے والے مہمانوں کو اس کا شعور بھی نہ ہوتا اور فرمایا کہ ہم نے ایسے حضرات کو دیکھا ہے کہ وہ تمام عبادات جن کو وہ پوشیدہ کر کے ادا کر سکتے تھے کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اس کو ظاہر کر کے ادا کرتے ہوں۔ان کی آوازیں دعاؤں میں نہایت پست ہوتی تھیں۔

حد سے آگے نہ بڑھو

الغرض آداب دعا میں تضرع اور خفیہ فرما کر آگے ارشاد فرمایا۔ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتے۔حد سے آگے بڑھنا خواہ دعاء میں ہو یا کسی دوسرے عمل میں سب کا یہی حال ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو دین اسلام نام ہی حدود و قیود کی پابندی اور فرمانبرداری کا ہے۔نماز٬ روزہ٬ حج٬ زکوٰۃ اور تمام معاملات و عبادات میں حدود شرعیہ سے تجاوز کیا جائے تو وہ بجائے عبادت کے گناہ بن جاتے ہیں۔دعا میں حد سے تجاوز کرنے کی کئی صورتیں ہیں مثلاً ایک یہ کہ دعا میں لفظی تکلفات قافیہ وغیرہ کے اختیار کئے جائیں جس سے خشوع وخضوع میں فرق پڑے دوسرے یہ کہ دعا میں غیر ضروری شرطیں لگائی جائیں۔تیسری صورت تجاوز کی یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے بددعا کرے یا کوئی ایسی چیز مانگے جو عام لوگوں کے لئے مضر ہو اسی طرح ایک صورت حد سے تجاوز کی یہ بھی ہے جو اس جگہ مذکور ہے کہ دعاء میں بلاضرورت بلند آواز کی جائے۔دعا میں ایسی باتیں طلب کرنا جو عقلاً محال ہوں یا شرعاً محال ہوں یا عادت کے خلاف ہوں یا معاصی اور گناہ کی باتیں ہوں یہ سب بھی دعا میں حد اعتدال سے تجاوز کرنا ہے۔

فساد نہ مچاؤ

حکم دعاء اور آداب دعا اور ممنوعات دعاء کے بعد ارشاد ہوا وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا یعنی زمین میں فساد اور خرابی پیدا مت کرو بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی درستی فرما دی ہے۔اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اپنے احکام و فرامین نازل کر دیئے۔اپنی کتاب اور ہدایتیں بھیج کر زمین کی اصلاح اور درستی کی صورت ظاہر کر دی۔تو اب اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کے ذریعہ فساد نہ مچاؤ اور خرابی پیدا نہ کرو اور کفر و شرک سے تباہی نہ پھیلاؤ اگر انسان اسی قانون پر چلا جو اس کے لئے مقرر کئے گئے ہیں تو اس کے لئے زمین کی حالت سنوری رہے گی اور اگر اس نے خلاف ورزی کی تو وہ اپنے لئے زمین کی حالت بگاڑ لے گا۔معلوم ہوا کہ اللہ کے قانون پر چلنا زمین کے لئے اصلاح ہے اور اس کے قانون سے ہٹنا زمین کے اوپر فساد کا باعث ہوگا۔گویا خدا تعالیٰ کی نافرمانی ہی کا دوسرا نام فساد باطنی ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو ہر گناہ اور خدا تعالیٰ سے غفلت اور اس کی ہر نافرمانی دنیا میں نہ صرف فساد باطنی پیدا کرتی ہے بلکہ ظاہری فساد بھی اس کا لازمی ثمرہ ہے۔

امید وخوف کے ساتھ دعا مانگو

جب اللہ تعالیٰ ہی کی ذات خالق مالک اور حاکم ٹھہری تو پھر یہ ہدایت دی جاتی ہے وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا یعنی اللہ تعالیٰ کو پکارو خوف اور امید کے ساتھ یعنی تمہیں خوف ہو تو اللہ سے ہو اور تمہاری امیدیں بھی اگر کسی سے وابستہ ہوں تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہوں گویا اللہ کو پکارو تو اس احساس کے ساتھ پکارو کہ تم اگر فلاح و سعادت کو پہنچ سکتے ہو تو صرف اس کے کرم۔اس کی مدد اس کی رہنمائی سے ورنہ جہاں تم اس کی تائید و توفیق اور اعانت سے محروم ہوئے تو پھر نامرادی کے سوا دوسرا کوئی انجام نہیں۔اخیر میں یہ بھی بتلا دیا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ کہ اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے۔اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے قریب ہونے کے لئے محسن یعنی نیک عمل ہونا درکار ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم آپ کو اپنا خالق٬ رازق و حاکم اور معبود حقیقی سمجھ کر آپ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگے رہیں اور ہر معاملہ میں ہم آپ ہی کو کارساز اور اپنا حاجت روا سمجھیں۔ یا اللہ ہمیں عجز و زاری کے ساتھ خفیہ دعائیں مانگنے کی توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنے محسنین بندوں کے گروہ میں شامل فرما اور اپنی رحمت کو ہر آن اور ہر حال میں ہمارے شامل حال فرما۔آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ حَتّٰىٓ إِذَآ أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا

وَهُوَ	الَّذِي	يُرْسِلُ	الرِّيٰحَ	بُشْرًا	بَيْنَ يَدَيْ	رَحْمَتِهٖ	حَتّٰى	إِذَا	أَقَلَّتْ	سَحَابًا	ثِقَالًا
اور وہ	جو۔جس	بھیجتا ہے	ہوائیں	بطور خوشخبری	آگے	اپنی رحمت (بارش)	یہاں تک کہ	جب	اُٹھالائیں	بادل	بھاری

اور وہ اللہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو اٹھا لیتی ہیں

سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَأَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۚ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ

سُقْنٰهُ	لِبَلَدٍ	مَّيِّتٍ	فَأَنْزَلْنَا	بِهِ	الْمَآءَ	فَأَخْرَجْنَا	بِهٖ	مِنْ	كُلِّ الثَّمَرٰتِ	كَذٰلِكَ	نُخْرِجُ
ہم نے انہیں ہانک دیا	کسی شہر کی طرف	مُردہ	پھر ہم نے اُتارا	اس سے	پانی	پھر ہم نے نکالا	اس سے	سے	ہر پھل	اسی طرح	ہم نکالیں گے

تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی ہم مُردوں

الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِإِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ

الْمَوْتٰى	لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ	وَالْبَلَدُ	الطَّيِّبُ	يَخْرُجُ	نَبَاتُهٗ	بِإِذْنِ	رَبِّهٖ	وَالَّذِي	خَبُثَ
مُردے	تا کہ تم	غور کرو	اور زمین	پاکیزہ	نکلتا ہے	اس کا سبزہ	حکم سے	اس کا رب	اور وہ جو	ناپاکیزہ (خراب)

کو نکال کھڑا کریں گے تا کہ تم سمجھو۔اور جو سرزمین ستھری ہوتی ہے اس کی پیداوار تو خدا کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کا پیداوار

لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿٥٨﴾

لَا يَخْرُجُ	إِلَّا	نَكِدًا	كَذٰلِكَ	نُصَرِّفُ	الْآيٰتِ	لِقَوْمٍ	يَّشْكُرُوْنَ	
نہیں نکلتا	مگر	ناقص	اسی طرح	پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	لوگوں کیلئے	وہ شکر ادا کرتے ہیں	

بہت کم نکلتی ہے اسی طرح ہم دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان لوگوں کیلئے جو قدر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے کرشمے

ان آیات میں اپنی قدرت وحکمت کی ایک واضح مثال دی جاتی ہے اور اپنے بعض تصرفات کا ذکر فرمایا جاتا ہے تا کہ لوگ معلوم کرلیں اور سمجھ لیں کہ آسمان زمین اور ان دونوں کے درمیانی حصہ کی کل حکومت صرف اسی رب العالمین کے قبضہ قدرت میں ہے۔ ہوائیں چلانا' مینہ برسانا' قسم قسم کے پھل پھول پیدا کرنا' ہر زمین کی استعداد کے موافق کھیتی اور سبزہ اگانا یہ سب اسی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے نشان ہیں۔اسی ذیل میں مردوں کا موت کے بعد جی اٹھنا اور قبروں سے نکلنا بھی سمجھا دیا اس طرح کہ کوئی زمین خشک بے آب وگیاہ ہو۔زمین کی زندگی فنا ہو چکی ہو شادابی اور سرسبزی جو زمین کی زندگی کے علامات اور آثار ہیں معدوم ہو چکے ہوں تو خدا تعالیٰ بارش ہونے سے قبل اس سمت کو خوش گوار ہوائیں چلاتا ہے جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں بارش ہونے والی ہے۔یہ ہوائیں بخارات کو اٹھا کر لاتی ہیں جو گہرے بادلوں کی شکل میں نمودار ہوتا ہے پھر اس ابر کو خشک مردہ زمین کی طرف بھیجتا ہے اور وہاں پہنچ کر بارش کی شکل میں اس کو برساتا ہے جس کی وجہ سے ہر قسم کا غلہ' پھل پھلار پیدا ہوتا ہے اور وہ زمین از سر نو زندہ ہو جاتی ہے تو گویا ہوا کو ابر کی صورت میں ظاہر کرنا' پھر ابر کو پانی کی شکل میں برسانا پھر اس زمین سے پیداوار کرنا یہ سب کرشمہ صنعت خداوندی اور مظاہرہ قدرت الٰہی ہے۔تو جب وہ خدا تعالیٰ قادر مطلق محسوسات میں اس قسم کے تصرفات اور انقلابات کرتا رہتا ہے تو وہی مردوں کو بھی زندہ کر دے گا۔

کافر و مسلم کی حالت

پھر اس بارش کی مثال سے آگے یہ بتلایا کہ آسمان سے پانی برستا ہے۔ پانی کی خاصیت' کیفیت' نوعیت' طہارت' صفائی وغیرہ میں کوئی فرق نہیں ہوتا لیکن بارش سے فائدہ وہی زمین اٹھاتی ہے جس میں استعداد ہو۔ شور زمین پر کتنی ہی بارش ہو کبھی سرسبز نہیں ہوگی جو زمین عمدہ' نرم' پاکیزہ اور شیریں ہے اس پر جب پانی برستا ہے تو شاداب سبزہ' پھول وپھل اور بہترین ثمرات پیدا ہوتے ہیں اور جو زمین شور ریتلی اور پتھریلی ہے اس میں کچھ پیدا نہیں ہوتا اور اگر کچھ پیدا ہوا بھی تو بے کار ناقص جھاڑ جھنکاڑ۔ یہی حالت کافر و مسلم کی ہے۔ دلائل قدرت سب کے لئے یکساں ہیں۔ تبلیغ رسل سب کے لئے برابر ہے۔ احکام شرع سب کے لئے مساوی ہیں۔ قرآنی ہدایات سب کے لئے کھلی ہوئی ہیں مگر قرآنی ہدایات سے وہی روحیں شاداب ہوں گی جن میں قبولیت حق کی استعداد ہے۔ جن کے قلوب پاکیزہ اور نور فطرت کے حامل ہیں وہ اس قرآنی باران رحمت سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور ایمان۔ اطاعت' عبادت' فرمانبرداری' خوش خلقی' نیک سیرت کے حامل بن جاتے ہیں لیکن مثل شور زمین کے تیرہ باطن' سنگدل کور دماغ اور خبیث روح رکھنے والے کافر قرآنی موعظت اور شرعی فیضان سے محروم رہتے ہیں۔ نہ ان کو ایمان کی طرف رغبت ہوتی ہے نہ اطاعت وعبادت سے مسرت ہوتی ہے نہ ان کے اعمال وافعال اور اخلاق واطوار درست ہوتے ہیں۔

موت کے بعد زندہ ہونا

الغرض جو اللہ خشک اور بے جان زمین سے اس کو زندہ کر کے اس سے تروتازہ پھل اور سبزہ نکالتا ہے تو وہ مردوں کے بھی جلانے پر قادر ہے۔ وہ قیامت کے دن سب اگلے پچھلے مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے زمین سے اسی طرح نکالے گا جس طرح اپنی قدرت سے مردہ زمین کو زندہ اور سرسبز کر دیتا ہے اور اگرچہ کلام ربانی مثل باران رحمت کے فیض رسانی میں یکساں ہے۔ اس کی ذات میں کوئی فرق نہیں مگر جن قلوب کی زمینوں پر یہ بارش ہوتی ہے وہ اپنی استعداد اور صلاحیت کے اعتبار سے مختلف ہیں اور جس طرح ہر زمین اپنی صلاحیت اور استعداد کے مطابق بارش کا اثر قبول کرتی ہے اسی طرح زمین قلب اپنے استعداد وصلاحیت کے مطابق باران ہدایت کا اثر قبول کرتی ہے۔ قرآن کریم بمنزلۂ باران رحمت اور آب حیات ہے۔ یہ بارش جب مومن کے زمین دل پر برسی تو اس سے طرح طرح کے ثمرات وبرکات کا ظہور ہوا اس نے قرآن کریم کے مواعظ سے خوب فائدہ اٹھایا اور کافر کی زمین دل چونکہ شور تھی اس نے باران ہدایت کا کوئی اثر قبول نہ کیا بلکہ اس میں سے کفر والحاد کے کانٹے اور جھاڑ جھنکاڑ ہی نکلے۔

اخیر میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ بار بار اس طرح نشانیاں ان لوگوں کے لئے بیان فرماتے ہیں جو شکر کرتے ہیں اور نعمت ہدایت کی قدر کرتے ہیں۔

ایک لطیف نکتہ

یہاں ان آیات میں جو بارش کی مثال دی گئی اور اس پورے رکوع میں جو کچھ کہا گیا اس سے ایک نہایت لطیف امر کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ جب رب العالمین اپنی رحمت وشفقت سے رات کی تاریکی میں ستارے' چاند' سورج سے روشنی کرتا ہے اور خشکی کے وقت زمین کو سرسبز وشاداب کرنے اور انسان اور حیوان کی زندگی کا سامان مہیا فرمانے کے لئے اوپر سے بارش بھیجتا ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسا مہربان خدا اپنی مخلوق کو جہل اور ظلم کی اندھیریوں سے نکالنے کے لئے کوئی روحانی چاند وسورج پیدا نہ کرے اور بنی آدم کی روحانی غذا تیار کرنے اور قلوب کی کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لئے باران رحمت نازل نہ فرمائے۔ بلاشبہ اس نے ہر زمانہ کی ضرورت اور اپنی حکمت کے موافق پیغمبروں کو بھیجا جن کے منور سینوں سے دنیا میں روحانی روشنی پھیلی اور وحی الٰہی کی لگاتار بارشیں ہوئیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ قرآنی ہدایات جو مثل باران رحمت کے ہیں ان سے ہمارے دلوں کو زندہ فرما دے۔ اور ہماری روحوں کو سرسبز وشاداب فرما دے۔ اور ہم کو ایمان حقیقی اپنی اطاعت وعبادت' خوش خلقی' نیک سیرت کا حامل بنا دے۔ یا اللہ ہماری قلبی استعداد اور صلاحیتوں کو درست فرما دے تاکہ قرآنی موعظت اور شرعی فیضان سے ہم محروم نہ رہیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

21

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ

اَخَافُ	اِنِّيْٓ	غَيْرُهٗ	مِّنْ اِلٰهٍ	لَكُمْ	مَا	اللّٰهَ	اعْبُدُوا	يٰقَوْمِ	فَقَالَ	قَوْمِهٖ	اِلٰى	نُوْحًا	لَقَدْ اَرْسَلْنَا
ڈرتا ہوں	بیشک میں	اسکے سوا	کوئی معبود	تمہارے لئے	نہیں	اللہ	عبادت کرو	اے میری قوم	پس اس نے کہا	اسکی قوم	طرف	نوح	البتہ ہم نے بھیجا

ہم نے نوحؑ کو انکی قوم کی طرف بھیجا سوانہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں مجھ کو تمہارے لئے

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ قَالَ

قَالَ	مُّبِيْنٍ	ضَلٰلٍ	فِيْ	لَنَرٰىكَ	اِنَّا	قَوْمِهٖ	مِنْ	الْمَلَاُ	قَالَ	يَوْمٍ عَظِيْمٍ	عَذَابَ	عَلَيْكُمْ
اس نے کہا	کھلی	گمراہی	میں	البتہ تجھے دیکھتے ہیں	بیشک ہم	اسکی قوم	سے	سردار	بولے	ایک بڑا دن	عذاب	تم پر

ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اُنکی قوم کے آبرودار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم

يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ

رَبِّيْ	رِسٰلٰتِ	اُبَلِّغُكُمْ	الْعٰلَمِيْنَ	رَّبِّ	مِّنْ	رَسُوْلٌ	وَّلٰكِنِّيْ	ضَلٰلَةٌ	بِيْ	لَيْسَ	يٰقَوْمِ
اپنا رب	پیغام (جمع)	میں پہنچاتا ہوں تمہیں	سارے جہان	رب	سے	بھیجا ہوا	اور لیکن میں	کچھ بھی گمراہی	میرے اندر	نہیں	اے میری قوم

مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں

وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

لَا تَعْلَمُوْنَ	مَا	اللّٰهِ	مِنَ	وَاَعْلَمُ	لَكُمْ	وَاَنْصَحُ
تم نہیں جانتے	جو	اللہ	سے	اور جانتا ہوں	تمہیں	اور نصیحت کرتا ہوں

اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں خدا کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا کہ انسان کی جسمانی زندگی کے لئے اللہ تعالیٰ نے زمین کو بارش کے ذریعہ سے زندہ کرنے کا انتظام کیا۔ انبیاء کی تعلیمات جو مثل روحانی بارش کے ہے روح کو سرسبز اور زندہ اور ہرا ابھرا کر دیتی ہیں۔ اور جو بدباطن اور دل کے ناپاک اور خبیث ہوتے ہیں وہ انبیاء کی ذات سے جو آب رحمت کی طرح ہے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اسی مضمون کی مناسبت سے اب چند قصے پچھلی امتوں کے بیان کئے جارہے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام

ان آیات سے حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ شروع کیا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں جن کو رسالت سے نوازا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد نبی تو ہوئے مگر پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام ہی تھے۔ اب یہاں نبی اور رسول میں فرق بھی سمجھ لیجئے۔ جس پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے وہ نبی ہے اور جس کو جدید شریعت بھی عطا کی گئی ہو وہ رسول ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ قرآن مجید میں اجمالی و تفصیلی ۴۳ جگہ کیا گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا نسب نامہ دس پشتوں میں حضرت آدم علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ آپ کو نبوت کس عمر میں ملی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ کسی نے چالیس سال کی عمر میں نبوت ملنا لکھا ہے کسی نے ۵۰ سال، کسی نے ۱۰۰ اور کسی نے ۲۵۰ سال۔ صحیح

قول کے مطابق آپ کی عمر ۱۲۴۰ سال ہونا لکھی ہے۔ ۹۵۰ سال آپ نے اپنی قوم میں تبلیغ فرمائی اور پھر طوفان کے بعد ۲۵۰ سال آپ زندہ رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم

محققین نے لکھا ہے کہ حضرت نوحؑ کی قوم اس سرزمین میں رہتی تھی جس کو آج ہم عراق کے نام سے پکارتے ہیں۔ لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد دس قرن ایسے گزرے کہ ساری اولاد آدم کلمۂ توحید پر قائم تھی۔ بت پرستی کی ابتداء حضرت ابن عباسؓ کے بیان کے مطابق یوں ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہوگیا جن کے نام وذ' سواع' یغوث' یعوق' نسر تھے جو سورۂ نوح میں مذکور ہیں۔ لوگوں نے ان کی تصویریں بنالیں تا کہ ان کے احوال وعبادات وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ان تصویروں کے موافق مجسمے تیار کر لئے حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان کی عبادت ہونے لگی اور یہ بت انہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت

جب بت پرستی کی وباء پھیل گئی تو حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک توحید وتقویٰ کی طرف بلایا اور دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور سچے مذہب کی دعوت دی۔ لیکن قوم نے نہ مانا اور دنیا اور نفرت وحقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا۔ قوم کے امراء اور رؤسا نے ان کی تکذیب اور تحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔ الٹا حضرت نوح علیہ السلام کو کہتے کہ تم راہ راست سے بھٹک گئے ہو اور تم اپنی گمراہی میں ہمیں بھی آلودہ کرنا چاہتے ہو۔ کیسی قیامت؟ کیسا عذاب؟ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگو چونکہ تم میری قوم والے ہو۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں کسی گمراہی میں مبتلا نہیں ہوں۔ بلکہ تم لوگوں پر یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے اپنا پیام ہدایت اور احکام صلاح پہنچانے کے لئے مجھے تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کیونکہ اللہ رب العالمین ہے۔ میں تم کو اسکے احکام پہنچائے دیتا ہوں اور نہ فقط تبلیغ احکام کرتا ہوں بلکہ تمہارا خیر خواہ بھی ہوں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ میرے ان احکام کو مان لو کیونکہ جو باتیں مجھے معلوم ہیں تم ان سے ناواقف ہو۔ احکام الٰہی کا ماننا موجب نجات اور ان سے سرتابی موجب ہلاکت ہے۔

دعا کیجئے

ہم کو جہاں اللہ تعالیٰ نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کا شرف بخشا ہے وہیں ہم کو حضورؐ کی اطاعت وفرمانبرداری کی بھی توفیق کاملہ عطا فرماویں۔ حضورؐ کی لائی ہوئی شریعت اور بتلائی ہوئی باتوں پر ہم کو پورا ایمان ویقین نصیب ہو اور ہم دل وجان سے ظاہر میں اور باطن میں حضورؐ کی تعلیمات کا اتباع کرنے والے ہوں۔

یا اللہ آپ کی جو ہدایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہم تک پہنچی ہیں ان پر ہم کو عمل پیرا اور کاربند ہونے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ

اَوَعَجِبْتُمْ	اَنْ	جَآءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	عَلٰى	رَجُلٍ	مِّنْكُمْ	لِيُنْذِرَكُمْ	وَلِتَتَّقُوْا	وَلَعَلَّكُمْ
کیا تمہیں تعجب ہوا	کہ	تمہارے پاس آئی	نصیحت	سے	تمہارا رب	پر	ایک آدمی	تم میں سے	تا کہ وہ ڈرائے تمہیں	اور تا کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو	اور تا کہ تم پر

اور کیا اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی اور تا کہ وہ شخص تم کو

تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

تُرْحَمُوْنَ	فَكَذَّبُوْهُ	فَاَنْجَيْنٰهُ	وَالَّذِيْنَ	مَعَهٗ	فِى الْفُلْكِ	وَ	اَغْرَقْنَا	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
رحم کیا جائے	پس انہوں نے اسے جھٹلایا	تو ہم نے اسے بچالیا	اور جو لوگ	اسکے ساتھ	کشتی میں	اور	ہم نے غرق کردیا	وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیتیں

ڈراوے اور تا کہ تم ڈر جاؤ اور تا کہ تم پر رحم کیا جاوے۔ سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی کرتے رہے تو ہم نے نوحؑ کو اور جو لوگ انکے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو

اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾

اِنَّهُمْ	كَانُوْا	قَوْمًا	عَمِيْنَ
بیشک وہ	تھے	لوگ	اندھے

جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کردیا بیشک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت پر قوم کے ردعمل کا جواب

گذشتہ آیات سے حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر شروع ہوا تھا۔ جب آپ نے اپنی قوم کو دعوت دینی شروع کی کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ کی دعوت کے جواب میں جو قوم کا معزز طبقہ تھا وہ الٹا آپ ہی کو گمراہ اور غلطی میں مبتلا ہونے والا بتلانے لگا۔ چنانچہ آپ نے ان کو اپنا رسول رب العالمین اور قوم کا خیر خواہ ہونا بتلایا مگر انہوں نے ایک سن کر نہ دی۔ بلکہ الٹا آپ کی تحقیر تذلیل اور ایذا دہی کے درپے ہوئے۔ اور آپ کی رسالت پر انکار اور تعجب اس وجہ سے کرتے تھے کہ یہ کیسے رسول ہیں کہ جو ہم ہی جیسے انسانوں میں سے ہیں۔ ان کے اس انکار اور تعجب کا جواب جو حضرت نوح علیہ السلام نے دیا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اس بات کو کوئی انوکھی اور تعجب والی بات نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے کسی انسان پر اپنی وحی نازل فرمائی اور اسے پیغمبری سے ممتاز کیا اور وہ تمہیں متنبہ کردے کہ تم شرک و کفر سے الگ ہو کر عذاب خدا سے نجات پالو اور تم پر گونا گوں رحمتیں نازل ہوں۔ مگر حضرت نوح علیہ السلام کی ان باتوں نے اور آپ کے پر اثر وعظ و نصیحت نے ان سنگدلوں پر کوئی اثر نہ کیا اور وہ حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلاتے رہے۔ اور مخالفت سے باز نہ آئے۔ قوم کے صرف چند لوگ تھے بس وہ آپ پر ایمان لائے۔

ایمان لانے والوں کی عذاب سے نجات

پھر حق تعالیٰ خبر دیتے ہیں کہ ہم نے ان نیک لوگوں کو جو حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے اپنے نبی کے ساتھ کشتی میں بٹھا کر طوفان سے نجات دی اور باقی لوگوں کو غرق کردیا۔ کہ یہ لوگ حق سے آنکھ بند کئے ہوئے تھے اور راہ حق آخر تک انہیں دکھائی نہ دی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اور ان کے ساتھیوں کی مدد کی اور ان کو نجات دی اور دشمنوں کو تہ آب کر کے برباد کردیا۔

اس قصہ کی تفصیل قرآن پاک کی دوسری سورتوں میں بھی آئی ہے۔ جیسے سورۂ ہود، سورۂ نوح وغیرہ میں جو اپنے موقع پر انشاء اللہ بیان ہوگی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ۸۰ آدمیوں نے نجات پائی اور بعض نے صرف ۴۰ کی تعداد لکھی ہے۔ کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ اور چوڑائی پچاس ہاتھ اور اونچائی تیس

ہاتھ بیان کی جاتی ہے۔ اس میں تین درجے تھے۔ نچلے درجہ میں وحشی جانور اور چوپائے رکھے گئے تھے۔ درمیانی درجہ میں انسان اور اوپر کے درجہ میں پرندے رکھے گئے تھے۔ لکھا ہے کہ دس رجب کو یہ کشتی چل کر دس محرم کو جودی پہاڑ پر لنگر انداز ہوئی تھی۔ اور ان ساکنان کشتی نے دوسری بار امن وسلامتی کے ساتھ اللہ کی سرزمین پر قدم رکھا اور پھر دنیا میں انہی سے نسل انسانی چلی۔

واقعات کے ذکر کرنے میں قرآن کریم کی حکمت

قرآن مجید کا یہ مخصوص طرز بیان ہے کہ وہ کسی قصہ کو محض قصہ گوئی کی خاطر بیان نہیں کرتا بلکہ سبق آموزی کے لئے بیان کرتا ہے اس لئے ہر جگہ تاریخی واقعات کے بیان میں وہ قصہ کے صرف اس جز کو پیش کرتا ہے جو اس کے مقصد و مدعا سے تعلق رکھتے ہیں باقی تمام تفصیلات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ پھر اگر کسی قصہ کو مختلف مواقع پر مختلف اغراض کے لئے بیان کرتا ہے تو ہر جگہ مقصد کی مناسبت سے تفصیلات بھی مختلف طور پر پیش کرتا ہے۔ مثلاً اسی قصہ نوحؑ کو لیجئے یہاں اس کے بیان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ پیغمبر کی دعوت کو جھٹلانے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ لہٰذا اس مقام پر ایک ہی جملہ میں تکذیب کا انجام یعنی پانی میں ڈوب کر مرجانا اور پیغمبر کی رفاقت کا صلہ یعنی سلامتی سے طوفان سے بچ جانا بیان فرمایا۔ دوسری جگہوں پر جہاں دوسرے مقاصد مدنظر ہیں وہاں ویسی ہی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ قرآن پاک میں ۴۳ جگہ فرمایا گیا ہے اور ہر جگہ اسی قدر جزئیات اور تفصیلات کو بیان کیا گیا ہے جو مقصد ''وعظ وتذکیر'' کے پیش نظر ضروری تھا۔

دعا کیجئے

پیغمبروں کی مخالفت سے اللہ تعالیٰ ہم کو بچاویں اور ہم کو اپنے پیغمبر نبی آخر الزمان علیہ الصلوۃ والسلام کا کامل اتباع نصیب فرماویں۔

اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور ولیوں کے ساتھ دنیا میں بھی وابستہ رکھیں اور آخرت میں بھی اپنے محبوبین ومقبولین کے ساتھ حشر فرماویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

وَاِلٰی	عَادٍ	اَخَاهُمْ	هُوْدًا	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِّنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ
اورطرف	عاد	انکے بھائی	ہودؑ	اس نے کہا	اے میری قوم	عبادت کرو	اللہ	تمہارے لئے نہیں	کوئی	معبود	اسکے سوا

اور ہم نے قوم کی طرف انکے بھائی ہودؑ کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ	قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	اِنَّا لَنَرٰىكَ	فِيْ	سَفَاهَةٍ	وَ	اِنَّا لَنَظُنُّكَ
توکیاتم نہیں ڈرتے	بولے	سردار	جن لوگوں نے کفرکیا(کافر)	سے	اسکی قوم	البتہ ہم تجھے دیکھتے ہیں	میں	بے وقوفی	اور	ہم بیشک تجھے گمان کرتے ہیں

سو کیاتم نہیں ڈرتے۔انکی قوم میں جو سردار کافر تھے انہوں نے کہا کہ ہم تم کو کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بیشک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔

مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾

مِنَ	الْكٰذِبِيْنَ	قَالَ	يٰقَوْمِ	لَيْسَ	بِيْ	سَفَاهَةٌ	وَلٰكِنِّيْ	رَسُوْلٌ	مِّنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ
سے	جھوٹے	اس نے کہا	اے میری قوم	نہیں	مجھ میں	کوئی بیوقوفی	اور لیکن میں	بھیجاہوا	سے	رب	تمام جہان

انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا کم عقلی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔تم کو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچاتا ہوں

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

اُبَلِّغُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّيْ	وَاَنَا	لَكُمْ	نَاصِحٌ	اَمِيْنٌ	اَوَعَجِبْتُمْ	اَنْ	جَآءَكُمْ	ذِكْرٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ
میں تمہیں پہنچاتاہوں	پیغام (ج)	اپنارب	اور میں	تمہارا	خیرخواہ	امین	کیاتمہیں تعجب ہوا	کہ	تمہارے پاس آئی	نصیحت	سے	تمہارارب

اور میں تمہارا سچا خیرخواہ ہوں۔اور کیاتم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت

عَلٰی رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ

عَلٰی	رَجُلٍ	مِنْكُمْ	لِيُنْذِرَكُمْ	وَاذْكُرُوْا	اِذْ	جَعَلَكُمْ	خُلَفَآءَ	مِنْ بَعْدِ	قَوْمِ + نُوْحٍ
پر	ایک آدمی	تم میں سے	تا کہ وہ تمہیں ڈرائے	اورتم یادکرو	جب	اس نے تمہیں بنایا	جانشین	بعد	قوم نوح

جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تا کہ وہ شخص تم کو ڈراوے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول

وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾

وَزَادَكُمْ	فِیْ	الْخَلْقِ	بَصْطَةً	فَاذْكُرُوْا	اٰلَآءَ	اللّٰهِ	لَعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اورتمہیں زیادہ دیا	میں	خِلقت (جسم)	پھیلاؤ	سویادکرو	نعمتیں	اللہ	تا کہ تم	فلاح (کامیابی) پاؤ

میں تم کو پھیلاؤ زیادہ دیا۔سو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم کو فلاح ہو۔

قوم عاد

قرآن کریم میں حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر سات جگہ آیا ہے اور قوم عاد کا ذکر ۹ سورتوں میں ہوا ہے۔ تفصیلات اپنے اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوں گی۔ عاد عرب کی قدیم ترین قوم تھی۔ جس کے افسانے اہل عرب میں عام طور پر مشہور تھے۔ قوم عاد کا زمانہ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح علیہ السلام مانا جاتا ہے۔ اس قوم کا اصل مسکن احقاف کا علاقہ تھا جو اس وقت حجاز، یمن، یمامہ کے نام سے موسوم ہیں۔ یہیں سے پھیل کر ان کی طاقت وحکومت حدود عراق تک وسیع تھی۔ ان کی شوکت و حشمت ضرب المثل تھی۔ پھر دنیا سے ان کا نام ونشان تک مٹ جانا بھی ضرب المثل ہو کر رہ گیا تھا۔ قوم عاد بھی عموماً بت پرست تھی اور اپنی پیش رو قوم نوح کی طرح صنم پرستی اور صنم تراشی میں ماہر تھے۔ ان کے معبودان باطلہ بھی قوم نوح کی طرح ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت

عاد اپنی مملکت کی سطوت وحشمت اور جسمانی طاقت کے غرور میں ایسے بہکے کہ انہوں نے خدائے واحد کو بالکل بھلا دیا اور اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں کو اپنا معبود مان کر ہر قسم کے شیطانی اعمال بے خوف وخطر کرنے لگے۔ تب اللہ تعالیٰ نے انہی میں سے ایک پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ قوم عاد کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہود علیہ السلام کو اپنا پیغمبر مقرر کر کے بھیجا۔ آپ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم بت پرستی سے باز آؤ۔ تمہارے پاس دولت، قوت، صحت عزت شوکت وحکومت جو کچھ ہے یہ سب ایک اللہ کی عطا کی ہوئی ہے۔ اس کے سوا کوئی کچھ دینے والا نہیں۔ یہ جو تم نے دیوتا بنا رکھے ہیں انہیں نہ کچھ اختیار ہے نہ قدرت۔ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ اس لئے اسی کی پرستش کرو۔ اسی کے آگے جھکو اسی سے مانگو اور اسی کا شکر ادا کرو۔ تم اللہ کی نافرمانی کرتے ہو اور اس کے غضب سے نہیں ڈرتے۔

قوم کے وڈیروں کا ردعمل

یہ سن کر قوم عاد کے اونچے طبقے کے لوگوں نے جن کی وجہ سے بت پرستی کا رواج قائم تھا۔ ان کو حضرت ہودؑ کی یہ نصیحت نہایت شاق گزرتی تھیں اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خیالات۔ ان کے عقائد اور اعمال میں کوئی شخص حائل ہو اور ان کے لئے ناصح مشفق بنے۔ اس لئے انہوں نے یہ روش اختیار کی کہ حضرت ہودؑ کا مذاق اڑایا ان کو کم عقل اور بیوقوف گردانا (نعوذ باللہ) اور ان کو جھٹلانا شروع کر دیا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت

حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو اپنی خیر خواہی نبوت اور صداقت کا انتہائی زور کے ساتھ یقین دلانا چاہا اور فرمایا بھائیو! میں بیوقوف نہیں ہوں۔ تمہارے رب کی طرف سے اس کے احکام پہنچانے والا ہوں اور تمہارا خیر خواہ اور خدا کی طرف سے امین بھی ہوں اور پھر اللہ کے احسانات بھی یاد دلائے کہ دیکھو خدا نے قوم نوح کے بعد تم کو روئے زمین پر بادشاہ وحکمران کیا۔ جسمانی طاقت وتوانائی اور بدن کے طول وعرض میں تم کو سب پر فوقیت عطا کی۔ لہٰذا تم کو اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کر کے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اس سے تم ہی کو فائدہ پہنچے گا۔ دنیوی واخروی فلاح حاصل ہوگی۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حصول رضا کی توفیق عطا فرما اور ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچا اور اسلام وایمان کے ساتھ زندہ رکھ اور اسی پر موت عطا فرما۔

یا اللہ قرآن کریم نے جو واقعات وحالات نافرمان قوموں کے بیان فرمائے ہیں اور ان کا انجام جو بتلایا ہے اس سے اہل اسلام کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ان کو اپنے دین اسلام اور اپنی کتاب قرآن کریم اور اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سچی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرما اور اپنے انعامات واحسانات کی سچی شکر گزاری کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ

قَالُوْٓا	اَجِئْتَنَا	لِنَعْبُدَ	اللّٰهَ	وَحْدَهٗ	وَنَذَرَ	مَا	كَانَ يَعْبُدُ	اٰبَآؤُنَا	فَاْتِنَا	بِمَا تَعِدُنَآ
وہ بولے	کیاتو ہمارے پاس آیا	کہ ہم عبادت کریں	اللہ	واحد (اکیلے)	اور ہم چھوڑدیں	جو۔جس	پوجتے تھے	ہمارے باپ دادا	تو لے آہم پر	جسکا ہم سے وعدہ کرتا ہے

قوم عاد کے لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہوں گے کہ ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم انکو چھوڑدیں

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۷۰ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ

اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الصّٰدِقِيْنَ	قَالَ	قَدْ وَقَعَ	عَلَيْكُمْ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	رِجْسٌ	وَّغَضَبٌ
اگر	تو ہے	سے	سچے لوگ	اس نے کہا	البتہ پڑگیا	تم پر	سے	تمہارا رب	عذاب	اور غضب

اور ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوادو اگر تم سچے ہو۔انہوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر خدا کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ

اَتُجَادِلُوْنَنِيْ	فِيْٓ	اَسْمَاۗءٍ	سَمَّيْتُمُوْهَا	اَنْتُمْ	وَاٰبَاۗؤُكُمْ	مَا نَزَّلَ	اللّٰهُ	بِهَا	مِنْ	سُلْطٰنٍ
کیا تم جھگڑتے ہو مجھ سے	میں	نام (جمع)	تم نے انکے رکھ لئے ہیں	تم	اور تمہارے باپ دادا	نہیں نازل کی	اللہ	اس کیلئے	کوئی	سند

کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھیرالیا ہے انکے معبود ہونے کی خدا تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی

فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝۷۱ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا

فَانْتَظِرُوْا	اِنِّىْ	مَعَكُمْ	مِّنَ	الْمُنْتَظِرِيْنَ	فَاَنْجَيْنٰهُ	وَ	الَّذِيْنَ	مَعَهٗ	بِرَحْمَةٍ	مِّنَّا	وَقَطَعْنَا
سو تم انتظار کرو	بیشک میں	تمہارے ساتھ	سے	انتظار کرنے والے	تو ہم نے اسے نجات دی (بچالیا)	اور	وہ لوگ جو	اسکے ساتھ	رحمت سے	اپنی	اور ہم نے کاٹ دی

سو تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کررہا ہوں۔غرض ہم نے ان کو اور انکے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی

دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝۷۲ۧ

دَابِرَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَمَا	كَانُوْا	مُؤْمِنِيْنَ
جڑ	وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات	اور نہ	تھے	ایمان لانے والے

جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کو قوم کا جواب

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت کی طرف برابر دعوت دیتے رہے اور سمجھتے رہے۔مگر قوم کی سرکشی اور مخالفت بڑھتی ہی رہی اور ان کی نصائح کا مطلق اثر نہ ہوا۔اور وہ حضرت ہود علیہ السلام کی تکذیب وتذلیل کے اور زیادہ درپے ہوگئے اور العیاذ باللہ مجنوں اور خبطی کہہ کر آپ کا اور زیادہ مذاق اڑانے لگے۔

اب ان آیات میں بتلایا گیا کہ وہ کافر مغرور نہ ماننے والے تھے نہ مانے اور کہنے لگے کہ کیا ہم تمہارے کہنے سے اپنے سب معبودوں کو چھوڑ کر اکیلے ایک خدا کی پرستش کرنے لگیں۔ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔

وہ غم وغصہ میں آ گئے کہ کس طرح ہم باپ دادا کی ریت "اصنام پرستی" کو چھوڑ دیں۔ یہ تو ہماری اور ہمارے باپ دادا کی سخت توہین ہے۔ ہم تو اپنے باپ دادا کے دیوتاؤں کو چھوڑ کر ایک ان دیکھے معبود کی پرستش نہیں کر سکتے اور ہم سے یہ روز روز کی نصیحتیں نہیں سنی جاتیں اور جو تم ہمیں عذاب سے ڈراتے ہو تو اگر واقعی تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آ ؤ ہم تو تمہاری بات مانتے نہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کا آخری خطاب

حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر میری مخلصانہ اور صادقانہ نصائح وتعلیمات کا یہی جواب ہے تو بسم اللہ اور تم کو اگر عذاب کا اتنا ہی شوق ہے تو وہ بھی کچھ دور نہیں ہے۔ تم کو شرم نہیں آتی کہ تم چند خودساختہ بتوں کو ان کے نام گھڑ کر پکارتے ہو اور تم اور تمہارے آباؤ اجداد ان کو خدا کی دی ہوئی دلیل کے بغیر من گھڑت طریقہ پر ان کو اپنا شفیع اور سفارشی مانتے ہو اور میرے روشن دلائل سے انحراف اور سرکشی کر کے عذاب کے طالب ہوتے ہو۔ اگر ایسا ہی شوق ہے تو اب تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں کہ وقت قریب آ پہنچا۔

بالآخر قوم اپنی سرکشی کے سبب برباد ہوئی

الغرض قوم عاد کی انتہائی شرارت اور بغاوت اور اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بے پناہ بغض وعمل کی پاداش عمل اور قانون جزا کا وقت آ پہنچا اور غیرت حق حرکت میں آئی اور عذاب الٰہی نے سب سے پہلے خشک سالی کی شکل اختیار کی۔ عاد سخت گھبرائے اور پریشان ہوئے اور عاجز ودرماندہ نظر آنے لگے تو حضرت ہود علیہ السلام کو جوش ہمدردی نے پھر اکسایا اور مایوسی کے بعد پھر ایک مرتبہ ان کو سمجھایا کہ راہ حق اختیار کر لو۔ میری نصائح پر ایمان لے آؤ کہ یہی نجات کی راہ ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ورنہ پچھتاؤ گے اور ہمیشہ کے لئے خسارہ میں پڑو گے لیکن بدبخت اور بدنصیب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور بغض وعناد دوبالا ہو گیا تب ہولناک عذاب نے ان کو آ گھیرا۔ آٹھ دن اور سات راتیں پیہم تیز اور تند ہوا کے طوفان اٹھے اور ایسی تیز ہوا ان پر چلتی رہی اور ان کو اور ان کی آبادی کو تہہ وبالا کر کے رکھ دیا۔ تنومند اور قوی ہیکل انسان جو اپنے جسمانی قوتوں کے گھمنڈ میں سرمست تھے ان کو ہوا نے اس طرح اٹھا اٹھا کر دے پٹخا کہ سر الگ ہو گئے اور دھڑ الگ جا پڑے۔ غرض ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا اور دنیا اور آخرت کی لعنت اور عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔ یہ تو اللہ اور اللہ کے رسول کی تکذیب کا انجام دشمنوں کو دنیا میں ملا کہ ساری قوم کا ستیاناس ہو گیا اور حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کے ساتھی مومن ایک باغیچے میں چلے گئے تھے۔ وہاں خدا نے اپنی قدرت سے انہیں محفوظ رکھا وہی طوفانی ہوا ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہو کر ان کے جسموں کو لگتی رہی جس سے ان کے روح کو تازگی اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی رہی۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ان قرآنی واقعات سے ہم کو بھی عبرت ونصیحت حاصل کرنے والا دل ودماغ عطا فرمائیں۔ اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو تقویٰ وطہارت کی زندگی شریعت مطہرہ کے موافق گزارنے کی سعادت نصیب فرما تا کہ ہمیں دنیا میں بھی چین اور آخرت میں آرام نصیب ہو اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچنے کا عزم عطا فرما تا کہ ہمارا دین اور دنیا خراب نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ

وَ	اِلٰی	ثَمُوْدَ	اَخَاهُمْ	صٰلِحًا	قَالَ	يٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰهَ	مَا لَكُمْ	مِنْ	اِلٰهٍ	غَيْرُهٗ	قَدْ جَآءَتْكُمْ
اور	طرف	ثمود	انکے بھائی	صالحؑ	اس نے کہا	اے میری قوم	تم عبادت کرو	اللہ	تمہارے لئے نہیں	کوئی	معبود	اسکے سوا	تحقیق آچکی تمہارے پاس

اور ہم نے ثمود کی طرف انکے بھائی صالح کو بھیجا انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس

بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

بَيِّنَةٌ	مِنْ	رَبِّكُمْ	هٰذِهٖ	نَاقَةُ اللّٰهِ	لَكُمْ	اٰيَةً	فَذَرُوْهَا	تَاْكُلْ	فِیْۤ	اَرْضِ	اللّٰهِ	وَ	لَا تَمَسُّوْهَا
نشانی	سے	تمہارا رب	یہ	اللہ کی اونٹنی	تمہارے لئے	ایک نشانی	سو اسے چھوڑ دو	کہ کھائے	میں	زمین	اللہ	اور	اسے ہاتھ نہ لگاؤ

تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے یہ اونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سو اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٧٣ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ

بِسُوْٓءٍ	فَيَاْخُذَكُمْ	عَذَابٌ	اَلِيْمٌ	وَاذْكُرُوْٓا	اِذْ	جَعَلَكُمْ	خُلَفَآءَ	مِنْۢ بَعْدِ	عَادٍ	وَّبَوَّاَكُمْ
برائی	ورنہ پکڑے گا تمہیں	عذاب	دردناک	اور تم یاد کرو	جب	تمہیں بنایا اس نے	جانشین	بعد	عاد	اور تمہیں ٹھکانا دیا

اور اسکو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگانا کبھی تم کو دردناک عذاب آ پکڑے۔ اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر

فِی الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ

فِی	الْاَرْضِ	تَتَّخِذُوْنَ	مِنْ	سُهُوْلِهَا	قُصُوْرًا	وَّتَنْحِتُوْنَ	الْجِبَالَ	بُيُوْتًا	فَاذْكُرُوْٓا	اٰلَآءَ
میں	زمین	بناتے ہو	سے	اسکی نرم جگہ	محل (جمع)	اور تراشتے ہو	پہاڑ	مکانات	سو یاد کرو	نعمتیں

ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان میں گھر بناتے ہو سو خدا تعالیٰ کی

اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝٧٤

اللّٰهِ	وَلَا تَعْثَوْا	فِی الْاَرْضِ	مُفْسِدِيْنَ
اللہ	اور نہ پھرو	زمین (ملک) میں	فساد کرنے والے (فساد کرتے)

نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ۔

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود

حضرت صالح علیہ السلام کا نام قرآن پاک میں آٹھ جگہ آیا ہے۔
تین جگہ تو اسی سورۂ اعراف میں اور اسی قصہ میں اور ۵ جگہ دوسری سورتوں میں۔ ثمود کہاں آباد تھے اور کس خطہ میں پھیلے ہوئے تھے اس کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ ان کی آبادیاں قوم عاد کے بعد عرب کے شمالی اور مغربی حصہ میں جو اس وقت مدینہ منورہ اور ملک شام کے درمیان ہے جس کو قدیم عرب ملک حجر کہتے تھے پھیلی ہوئی تھیں اور اس قوم نے بھی بڑی نمود و شہرت حاصل کی تھی۔ اس قوم ثمود کا زمانہ بھی یقینی طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کا زمانہ ہے۔ ان لوگوں نے پہاڑوں میں تراش تراش کر عجیب و غریب سنگین عمارتیں بنائی تھیں اور دامن کوہ میں نشیبی نرم زمینوں میں بھی طرح طرح کے عالیشان محل تیار کئے تھے۔ جاڑے میں ان نشیبی محلات میں رہتے اور گرمیوں میں پہاڑی مکانوں میں۔ اب تک ہزاروں ایکڑ کے رقبہ میں ان کی عمارتوں کے کھنڈرات موجود ہیں۔

قوم ثمود کے کھنڈرات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر

ہجرت کے نویں سال غزوہ تبوک کے موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ ادھر سے گزرے تو آپ نے

مسلمانوں کو یہ آثار عبرت دکھائے۔ایک جگہ آپ نے ایک کنویں کی نشاندہی کر کے بتایا کہ یہی وہ کنواں ہے جس سے حضرت صالحؑ کی اونٹنی پانی پیتی تھی اور مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ صرف اس کنویں سے پانی لینا۔باقی کنوؤں کا پانی نہ لینا۔بعض صحابہ کرام نے دوسرے کنوؤں سے پانی بھر کر آٹا گوندھ کر روٹیاں تیار کر لی تھیں تو جب آپ کو معلوم ہوا پانی گرا دینے اور ہانڈیاں اوندھی کر دینے اور آٹا بیکار کر دینے کا حکم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ وہ بستی ہے جس پر خدا کا عذاب ہوا۔یہاں نہ قیام کرو۔آگے بڑھ کر پڑاؤ ڈالو ایسا نہ ہو کہ تم بھی کسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ۔اور ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم ان حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے عاجزی وزاری کرتے اور روتے ہوئے داخل ہوا کرو۔ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔اور ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجر میں داخل ہوئے تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے نشانیاں یعنی معجزہ طلب نہ کیا کرو۔دیکھو صالح علیہ السلام کی قوم نے نشان طلب کیا تھا اور وہ ناقہ یعنی اونٹنی پہاڑ کی کھوہ سے نکلتی اور اپنی باری میں کھا پی کر وہیں واپس چلی جاتی اور جو اس کی باری کا دن تھا اس میں قوم ثمود کو اپنے دودھ سے سیراب کرتی تھی مگر ثمود نے آخر کار سرکشی کی اور اونٹنی کی ٹانگیں کاٹ کر اس کو ہلاک کر دیا اور نتیجہ یہ نکلا کہ خدا نے ان پر چیخ کا عذاب مسلط کر دیا اور وہ اس عذاب سے گھروں کے اندر ہی مردہ ہو کر رہ گئے۔علامہ ابن کثیرؒ نے یہ تینوں روایات سند کے ساتھ بیان کی ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کی بعثت

اہل ثمود اپنے پیش روؤں کی طرح خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودان باطل کے پرستار اور شرک میں مبتلا تھے اس لئے ان کی اصلاح کے لئے ان ہی کی قوم میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا گیا تا کہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں۔ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں جن سے صبح وشام وہ محظوظ ہوتے رہتے اور ان پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شے خدا کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہے اور یقینی دلائل و براہین کے ساتھ ان کی گمراہی کو ظاہر کریں اور بتائیں کہ پرستش اور عبادت کے لائق ذات احد کے علاوہ اور دوسرا کوئی نہیں ہے۔

اونٹنی کی پیدائش کا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے

حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو توحید اور عبادت الٰہی کی تعلیم دینی شروع کی اور اونٹنی کا معجزہ دکھا کر فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خدا کی پیدا کی ہوئی ایک نشانی ہے۔اس کو کسی قسم کا دکھ نہ دینا ورنہ عذاب سے تباہ کر دیئے جاؤ گے۔حضرت صالح علیہ السلام سے ان کی قوم نے معجزہ طلب کیا تھا کہ پہاڑی چٹان سے جو ان کی بستی کے پاس تھی اس سے ایک اونٹنی نکلے جو گابھن ہو اور فوراً نکل کر بچہ دے۔حضرت صالح علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور اسی وقت ان کے سامنے پتھر میں سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔یہ دیکھ کر بعض تو ایمان لے آئے لیکن دوسرے پھر بھی آپ کی رسالت و پیغمبری کے منکر رہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت

اب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر ہو ایک دن اس ناقہ کا ہو گا اور ایک دن ساری قوم کے چوپاؤں کا پھر حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو یہ بھی یاد دلایا کہ اس وقت کو یاد کرو جب کہ قوم عاد کی تباہی و بربادی کے بعد اللہ نے تم کو پیدا کیا اور ان کا جانشین بنایا اور اپنی زمین پر تم کو اس طرح بسایا کہ تم نرم اور ہموار زمین میں تو جاڑوں میں رہنے کے لئے اونچے اونچے محل بناتے ہو اور گرمیوں میں سکونت کرنے کے لئے پہاڑوں کو تراش کر مکان تعمیر کرتے ہو لہٰذا تم کو زیبا ہے کہ اللہ کی دی ہوئی ایسی ایسی نعمتوں کو یاد کرو اور ہر وقت اس کا شکر ادا کرو نہ کہ اس کی زمین میں فساد کرتے ہوئے پھرو۔یعنی احسان فراموشی اور شرک و کفر کر کے زمین میں خرابی مت پھیلاؤ۔

دعا کیجئے: اللہ پاک نے ہم کو جو دینی اور دنیوی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس پر ہم کو شکر گزاری کی توفیق بھی عطا فرماویں اور ان نعمتوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرمائیں۔اور اپنے اور اپنے رسول پاک کی اطاعت اور فرمانبرداری کی سعادت عطا فرمائیں۔یا اللہ گزشتہ مغضوب قوموں کے فعل و عمل اور خصلتوں سے اس امت مسلمہ کو محفوظ فرما اور ہم کو ان قرآنی واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔آمین۔وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ

قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لِلَّذِيْنَ	اسْتُضْعِفُوْا	لِمَنْ	اٰمَنَ	مِنْهُمْ
بولے	سردار	وہ جنہوں نے	تکبر کیا (متکبر)	سے	اُس کی قوم	ان لوگوں سے	ضعیف (کمزور) بنائے گئے	ان سے جو	ایمان لائے	ان سے

انکی قوم میں جو متکبر سردار تھا انہوں نے غریب لوگوں سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کہ کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ

اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ

اَتَعْلَمُوْنَ	اَنَّ	صٰلِحًا	مُرْسَلٌ	مِنْ	رَبِّهٖ	قَالُوْا	اِنَّا	بِمَا	اُرْسِلَ بِهٖ	مُؤْمِنُوْنَ	قَالَ	الَّذِيْنَ
کیا تم جانتے ہو	کہ	صالح	بھیجا ہوا	سے	اپنا رب	انہوں نے کہا	بیشک ہم	اس پر جو	اسکے ساتھ بھیجا گیا	ایمان رکھتے ہیں	بولے	وہ جنہوں نے

صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں انہوں نے کہا کہ بیشک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو اُنکو دے کر بھیجا گیا ہے۔وہ متکبر لوگ کہنے لگے کہ

اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

اسْتَكْبَرُوْا	اِنَّا	بِالَّذِيْ	اٰمَنْتُمْ بِهٖ	كٰفِرُوْنَ	فَعَقَرُوا	النَّاقَةَ	وَعَتَوْا	عَنْ	اَمْرِ	رَبِّهِمْ
تکبر کیا	ہم	وہ جس پر	تم ایمان لائے اس پر	کفر کرنے والے (منکر)	انہوں نے کونچیں کاٹ دیں	اونٹنی	اور سرکشی کی	سے	حکم	اپنا رب

تم جس چیز پر یقین لائے ہوئے ہو ہم تو اس کے منکر ہیں۔غرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ

وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ

وَقَالُوْا	يٰصٰلِحُ	ائْتِنَا	بِمَا تَعِدُنَا	اِنْ	كُنْتَ	مِنَ	الْمُرْسَلِيْنَ	فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ
اور بولے	اے صالحؑ	لے آ	جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے	اگر	تو ہے	سے	رسول (جمع)	پس انہیں آپکڑا	زلزلہ

اے صالحؑ جسکی آپ ہم کو دھمکی دیتے تھے اسکو منگوایئے اگر آپ پیغمبر ہیں۔پس آپکڑا اُنکو زلزلہ نے سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ

فَاَصْبَحُوْا	فِيْ	دَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ	فَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَقَالَ	يٰقَوْمِ	لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ	رِسَالَةَ
تو رہ گئے	میں	اپنے گھر	اوندھے	پھر منہ پھیرا	اُن سے	اور کہا	اے میری قوم	تحقیق میں نے تمہیں پہنچادیا	پیغام

اُس وقت صالحؑ اُن سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچادیا تھا

رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾

رَبِّيْ	وَنَصَحْتُ	لَكُمْ	وَ	لٰكِنْ	لَا تُحِبُّوْنَ	النّٰصِحِيْنَ
اپنا رب	اور خیر خواہی کی	تمہاری	اور	لیکن	تم پسند نہیں کرتے	خیر خواہ (جمع)

اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔

قوم ثمود کے وڈیروں کا خیال کہ ہم حق پر ہیں

حضرت صالح علیہ السلام قوم کو بار بار سمجھاتے اور نصیحت فرماتے رہے مگر قوم پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ ان کی مخالفت بڑھتی رہی اور بغض وعناد ترقی پاتا رہا اور وہ کسی طرح بت پرستی اور باطل معبودوں کی پرستش سے باز نہ آئے۔ محض ایک مختصر اور کمزور اور غریب لوگوں کی جماعت نے ایمان قبول کیا اور حضرت صالح علیہ السلام کی اطاعت قبول کی۔ سید آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں ایک قول نقل کیا ہے۔ جس میں بتایا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے مومن جوان کے ساتھ عذاب سے محفوظ اور نجات یافتہ رہے ان کی تعداد تقریباً ۱۲۰ تھی اور باقی ہزار ہا گھرانے اور قوم کے سردار اور بڑے بڑے مال دار سب اسی طرح باطل پرستی پر قائم رہے اور انہوں نے خدا کی دی ہوئی ہر قسم کی خوش عیشی اور رفاہیت کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے کفران نعمت کو شعار بنالیا وہ حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا کرتے کہ اگر ہم باطل پرست ہوتے اور خدا کے صحیح مذہب کے منکر ہوتے اور اس کے پسندیدہ طریقہ پر قائم نہ ہوتے تو آج ہم کو یہ دھن دولت سرسبز شاداب باغات کی فراوانی، سونے اور چاندی کی بہتات، بلند وعالی شان محلات کی رہائش، میوہ جات اور پھلوں کی کثرت وغیرہ وغیرہ حاصل نہ ہوتی۔ تم خود کو اور اپنے پیشرووں کو دیکھو اور پھر ان کی تنگ حالی اور غربت پر نظر کرو اور بتلاؤ کہ خدا کے پیارے اور مقبول کون ہیں۔ ہم یا تم

حضرت صالح علیہ السلام کا خطاب کہ تم اسی طرح ناشکرے رہے تو تباہ ہو جاؤ گے

حضرت صالح علیہ السلام فرماتے کہ تم اپنی اس رفاہیت اور عیش سامانی پر شیخی نہ مارو اور خدا کے سچے رسول اور اس کے دین برحق کا مذاق نہ اڑاؤ اگر تمہارے کبر وغرور اور بغض وعناد کا یہی حال رہا تو یہ سب کچھ فنا ہو جائے گا اور پھر نہ تم رہو گے اور نہ تمہارا یہ ساز وسامان۔ بیشک یہ سب کچھ خدا کی نعمتیں ہیں مگر جب ہی کہ ان کو حاصل کرنے والے اس کا شکر ادا کریں اور اس کے سامنے سر نیاز جھکائیں اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں لگے رہیں ورنہ بلاشبہ یہی سامان عذاب ولعنت ہے۔ اس لئے یہ سمجھنا سخت غلطی ہے کہ ہر سامان عیش خدا کی خوشنودی کا ثمرہ ہے۔

غریب ایمانداروں کے سامنے مالداروں کی شکست

چنانچہ قوم میں جو بڑے بڑے متکبر سردار اور معاندین تھے وہ غریب اور کمزور حضرت صالحؑ پر ایمان لانے والوں سے استہزاءً کہتے تھے کہ کیا بڑے بڑے آدمی تو آج تک نہ سمجھے مگر تمہیں معلوم ہو گیا کہ صالح خدا کے فرستادہ ہیں۔ غریب مومنوں نے جواب دیا کہ معلوم ہونا کیا معنی۔ معلوم تو تم کو بھی ہے ہاں ہم دل سے قبول کر کے ان پر ایمان بھی لا چکے ہیں۔ متکبرین اس حکیمانہ جواب سے کھسیانے ہو کر کہتے کہ جس چیز کو تم نے مان لیا ہے، ہم تو ابھی تک اسے نہیں مانتے پھر بھلا تمہارے جیسے چند خستہ حال آدمیوں کا ایمان لے آنا کونسی بڑی کامیابی ہے؟

معجزاتی اونٹنی کا قتل

بہرحال منکروں نے اپنے ہادی و مصلح کے ساتھ بجائے فرمان پذیری اور اطاعت کے تمسخر اور بدسلوکی کا رویہ اختیار رکھا اور حضرت صالح علیہ السلام کے یہ واضح کر دینے کے باوجود یہ اونٹنی جو خدا کی ایک نشانی ہے اور اپنے اندر خاص اہمیت رکھتی ہے اگر اس کو آزار پہنچا تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں لیکن بد بخت قوم ثمود زیادہ عرصہ تک اس اونٹنی کے وجود کو بھی برداشت نہ کر سکی۔ لکھا ہے کہ وہ اونٹنی اس قدر عظیم الجثہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی دوسرے مویشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے دن گردن ڈال کر جس کنویں سے پانی پیتی کنواں خالی کر دیتی۔ گویا جیسے اس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی ایسے ہی اس کے لوازم وآثار حیات بھی غیر معمولی تھے۔ آخر آپس میں صلاح ومشورہ ہونے لگے کہ اس اونٹنی کا خاتمہ کر دیا جائے تو اس باری والے قصہ سے نجات ملے کیونکہ ہمارے چوپایوں کے لئے اور خود ہمارے لئے یہ قید کہ ایک دن اس ناقہ کا ہو اور ایک دن ساری قوم کے چوپایوں کا ناقابل برداشت ہے آخر کار لوگوں نے غیظ میں آ کر اس کے قتل پر اتفاق کر لیا۔ اور ایک سازش کر کے ایک شخص کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ قتل میں پہل کرے باقی اعانت کریں اور اس طرح ناقہ کو ہلاک کر ڈالا۔ بعدہٗ خود حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر بھی تیار ہونے لگے اور اس طرح خدا کے احکام کو جو پیغمبر وقت حضرت صالح علیہ السلام اور اللہ کی نشانی ناقہ کے متعلق تھے پس پشت ڈال دیئے اور اپنے رب کے حکم

سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح جس عذاب کی تم ہم کو دھمکی دیتے تھے اس کو ہم پر لے آؤ اگر تم پیغمبر ہو۔ درحقیقت ایسے کلمات انسان کی زبان سے اس وقت نکلتے ہیں جب وہ خدا کے قہر و غضب سے بالکل بے خوف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قوم عاد کی طرح یہ قوم ثمود بھی اس حال پر پہنچ کر موردِ عذاب و ہلاکت بنی۔

عذاب الٰہی

حضرت صالح علیہ السلام کو جب ناقہ یعنی اونٹنی کی ہلاکت کا حال معلوم ہوا تو آپ گھبرائے ہوئے موقع پر پہنچے دیکھا کہ اونٹنی بے جان پڑی ہوئی ہے۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور فرمانے لگے۔ بدبخت قوم آخر تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو۔ تین روز کے بعد وہ نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا کہ تم سب کو ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر جائے گا۔ بدھ کے دن ان لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا پھر انہی مفسدوں نے ارادہ کر لیا کہ آج رات کو صالح کو بھی مار ڈالو۔ اگر واقعی ہم ہلاک ہونے ہی والے ہیں تو پھر یہ کیوں بچا رہے؟ اور اگر ہم پر عذاب نہیں آیا تو بھی روز روز کی اس مصیبت سے تو نجات ہو جائے گی چنانچہ قرآن کریم میں سورۂ نمل میں انیسویں پارہ میں بتلایا گیا ہے کہ ان لوگوں نے مل کر مشورہ کیا اور پھر قسمیں کھا کر اقرار کیا کہ رات کو حضرت صالح کے گھر پر چھاپہ مارو اور ان کو اور ان کے گھر والوں کو تہ تیغ کر دو اور جب کوئی ان کے خون کا دعویٰ کرنے والا کھڑا ہو تو صاف مکر جانا کہ ہمیں کیا خبر؟ کس نے مارا ہے؟ وہیں سورۂ نمل میں اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ ان مفسدوں نے بھی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی تدبیر کی پھر انجام دیکھو کیا ہوا۔ چنانچہ رات کے وقت اسی بدنیتی سے حضرت صالح علیہ السلام کے گھر کی طرف چلے۔ آپ کا گھر پہاڑی پر تھا۔ ابھی یہ اوپر چڑھ ہی رہے تھے جو اوپر سے ایک چٹان پتھر کی لڑھکتی ہوئی آئی اور سب ہی کو پیس ڈالا۔ ان کا تو یہ حشر ہوا۔ ادھر جمعرات کے دن تمام ثمودیوں کے چہرے زرد پڑ گئے۔ جمعہ کے دن ان کے چہرے آگ جیسے سرخ ہو گئے اور سنیچر کے دن جو مہلت کا آخری دن تھا اُن کے چہرے سیاہ ہو گئے۔

تین دن جب گزر گئے تو چوتھا دن اتوار کی صبح ہی صبح سورج کے روشن ہوتے ہی اوپر آسمان سے سخت کڑاکا ہوا جس کی ہولناک اور دہشت انگیز چنگھاڑ نے ان کے کلیجہ پھاڑ دیئے۔ ساتھ ہی نیچے سے زبردست زلزلہ آیا۔ ایک ہی ساعت میں ایک ساتھ ان سب کا ڈھیر ہو گیا۔

اہل ایمان کی حفاظت

ایک طرف تو ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا اور دوسری جانب صالح علیہ السلام اور ان کے پیرو مومنوں کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور ان سب کو اس رسوا کن عذاب سے بچا لیا جیسا کہ سورۂ ہود میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے صالحؑ کو اور اُن لوگوں کو جو ان کیساتھ ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچا لیا اور اس دن کی رسوائی سے نجات دے دی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا افسوس کرنا

قوم کی ہلاکت دیکھ کر افسوس و حسرت اور آخری ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر پیغمبر خدا حضرت صالح علیہ السلام ہلاک شدگان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے اے قوم! میں نے اپنے پروردگار کا پیام تمہیں پہنچایا اور نصیحت کی مگر افسوس تم پر نہ تو تمہیں رب کی رسالت نے فائدہ پہنچایا نہ میری خیر خواہی ٹھکانے لگی تم اپنی بے سمجھی سے دوست کو دشمن سمجھ بیٹھے اور آخر اس روز بد کو بلا ہی لیا۔

ہلاک شدہ قوم کی جانب حضرت صالح علیہ السلام کا یہ خطاب اسی طرح کا خطاب تھا۔ جس طرح بدر میں مشرکین مکہ کے سرداروں کی ہلاکت کے بعد مردہ نعشوں کے گڑھے پر کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

قوم ثمود کے مومنین کہاں گئے؟

اب یہ تاریخی سوال ہے کہ جب ثمود ہلاک و برباد ہو گئے تو صالح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے مسلمانوں نے کہاں سکونت اختیار کی۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ علاقہ فلسطین میں آ کر آباد ہوئے بعض نے کہا کہ حضرموت میں آ کر آباد ہوئے بعض نے کہا ہے کہ مکہ معظمہ کی جانب تشریف لے آئے واللہ اعلم۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں وہ دل و دماغ عطا فرماویں کہ ہم ان قرآنی نصائح سے عبرت حاصل کرنے والے ہوں اور ہم اللہ اور اس کے رسول پاک کے احکامات کو دل و جان سے ماننے والے اور ان پر یقین رکھنے والے ہوں۔ کافروں اور مغضوب قوموں کی اس خصلت سے کہ وہ اپنے نبی کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ فرمائیں اور ہم کو ہر طرح کی نافرمانی سے بچائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ

وَلُوْطًا	اِذْ	قَالَ	لِقَوْمِهٖ	اَتَاْتُوْنَ + الْفَاحِشَةَ	مَا سَبَقَكُمْ	بِهَا	مِنْ + اَحَدٍ	مِنَ	الْعٰلَمِيْنَ	اِنَّكُمْ
اور لوطؑ	جب	کہا	اپنی قوم سے	کیا آتے ہو بے حیائی کے پاس (بے حیائی کرتے ہو)	جو تم سے پہلے نہیں کی	ایسی	کسی نے	سے	سارے جہان	بیشک تم

اور ہم نے لوطؑ کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔ تم

لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ

لَتَاْتُوْنَ	الرِّجَالَ	شَهْوَةً	مِنْ + دُوْنِ	النِّسَآءِ	بَلْ	اَنْتُمْ	قَوْمٌ	مُسْرِفُوْنَ	وَمَا	كَانَ	جَوَابَ
جاتے ہو	مرد (جمع)	شہوت سے	علاوہ (چھوڑ کر)	عورتیں	بلکہ	تم	لوگ	حد سے گزر جانے والے	اور نہ	تھا	جواب

مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد سے گزر گئے ہو۔ اور انکی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ بجز اسکے کہ آپس میں

قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ

قَوْمِهٖ	اِلَّا	اَنْ	قَالُوْا	اَخْرِجُوْهُمْ	مِنْ	قَرْيَتِكُمْ	اِنَّهُمْ	اُنَاسٌ	يَتَطَهَّرُوْنَ	فَاَنْجَيْنٰهُ
اسکی قوم	مگر	یہ کہ	انہوں نے کہا	انہیں نکال دو	سے	اپنی بستی	بیشک	یہ لوگ	پاکیزگی چاہتے ہیں	ہم نے نجات دی اسکو

کہنے لگے کہ ان لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ سو ہم نے لوطؑ کو اور انکے متعلقین کو بچالیا بجز انکی بیوی کے

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ

وَاَهْلَهٗ	اِلَّا	امْرَاَتَهٗ	كَانَتْ	مِنَ	الْغٰبِرِيْنَ	وَاَمْطَرْنَا	عَلَيْهِمْ	مَطَرًا	فَانْظُرْ	كَيْفَ
اور اسکے گھر والے	مگر	اسکی بیوی	وہ تھی	سے	پیچھے رہنے والے	اور ہم نے بارش برسائی	ان پر	ایک بارش	پس دیکھو	کیسا ہوا

کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ گئے تھے۔اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سو دیکھو تو سہی

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾	كَانَ	عَاقِبَةُ	الْمُجْرِمِيْنَ
ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔	ہوا	انجام	مجرمین

حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم

گذشتہ آیات میں تیسرا قصہ حضرت صالح علیہ السلام اور ان کی قوم ثمود کا بیان ہوا تھا اب چوتھا قصہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ حضرت لوطؑ کا بچپن حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے زیر سایہ گزرا اسی لئے وہ ملت ابراہیمی کے پیروکار تھے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے وطن عراق سے ہجرت کر کے ملک شام تشریف لائے تو حضرت لوطؑ ان کے ہمراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت لوطؑ نبی بنا کر سدوم اور اس کے گردونواح کی بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے تا کہ ان کی اصلاح فرمائیں اور دین حنیف ملت ابراہیمی کی تبلیغ کریں۔ اہل سدوم یعنی لوط علیہ السلام کی قوم اس علاقہ میں رہتی تھی جسے آج شرق اردن کہا جاتا

ہے۔ اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر لوط جس کو انگریزی میں Dead Sea کہتے ہیں واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جس میں سدوم اور عامورہ کی بستیاں آباد تھیں۔ اس کے قریب بسنے والوں کا یہ اعتقاد ہے کہ پہلے یہ تمام حصہ جو اب سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے اور سدوم اور عامورہ کی آبادیاں اسی مقام پر تھیں۔ یہ مقام شروع سے بحر نہ تھا۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلہ اور بھونچال آئے تب یہ زمین تقریباً ۴۰۰ میٹر سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا اسی لئے اس کا نام بحر میت اور بحر لوط ہے۔

قوم کی بدکرداری

لوط علیہ السلام نے جب سدوم میں آ کر دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کے سرکش، بداخلاق اور بد اطوار اقوام کے دوسرے عیوب و فواحش کے علاوہ یہ قوم ایک نہایت خبیث عمل کی موجد تھی۔ یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔ دنیا کی قوموں میں اس عمل کا اس وقت تک قطعاً کوئی رواج نہ تھا۔ یہی بد بخت قوم ہے جس نے اس ناپاک عمل کی ایجاد کی اس لئے اس عمل کا نام ''ہم جنسیت'' مشہور ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ شرارت خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بے حیائی کے مرتکب ہوتے تھے۔ اہل سدوم اس قدر ظلم، فحش، بے حیائی، بداخلاقی اور فسق و فجور میں مبتلا تھے کہ اس زمانہ کی قوموں میں ان کی جانب ہر طرح کی بدکرداری کے واقعات منسوب کئے جاتے تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ

ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی اور حسن خطابت لطافت اور نرمی کے ساتھ جو ممکن طریقہ سمجھانے کے ہو سکتے تھے ان کو سمجھایا اور موعظت و نصیحت کی اور گذشتہ اقوام کی بداعمالیوں کے نتائج و ثمرات بتا کر عبرت دلائی مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ پڑا بلکہ اس کا الٹا یہ اثر ہوا کہ کہنے لگے کہ جب ہم سب کو یہ گندہ سمجھتے ہیں اور اپنے آپ بڑے پاک باز بنتے ہیں تو گندوں میں پاکوں کا کیا کام۔ لہٰذا انہیں اپنی بستی ہی سے نکال دینا چاہئے کہ یہ روز روز کی رکاوٹ ختم ہو۔ خیر وہ ملعون تو کیا نکالتے ہاں حق تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو عزت و عافیت کے ساتھ صحیح سالم ان بستیوں سے نکال لیا اور ان بستیوں پر عذاب مسلط کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ لوط علیہ السلام کے متعلقین میں سے صرف ان کی بیوی آپ سے علیحدہ رہی اور معذبین کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو غالباً اسی قوم کی بیٹی تھی اپنے کافر رشتہ داروں کی ہمنوا رہی اور آخر وقت تک اس نے ان کا ساتھ نہ چھوڑا اور حضرت لوطؑ کے ساتھ ہجرت نہ کی اس لئے قوم کے ساتھ ہلاک ہوئی۔ قرآن پاک کے ستائیسویں پارہ میں سورہ ذاریات کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تمام بستی میں صرف ایک حضرت لوط علیہ السلام کا گھرانہ مسلمانی گھرانہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے عذاب سے محفوظ رکھا اور باقی سب تباہ کر دیئے گئے۔ اور خاندان لوط علیہ السلام میں سے ان کی بیوی بھی ہلاک ہوئی۔

یہاں ان آیات میں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ اجمالاً بیان فرمایا گیا ہے۔ دوسری جگہ قرآن پاک میں اس کی مزید تفصیلات بھی آئی ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ اپنی جگہ بیان ہوں گی۔

عذاب الٰہی کا نزول

الغرض حضرت لوط علیہ السلام کے تبلیغ حق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قوم پر مطلق کچھ اثر نہ ہوا اور وہ اپنی بدکرداریوں پر اسی طرح مصر رہی اور جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت لوط کو اخراج اور سنگساری کی دھمکیاں دی گئیں اور ان کی سیہ بختی نے کسی طرح اپنی اصلاح کی طرف مائل نہ ہونے دیا تب ان کو بھی وہی پیش آیا جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی اور حتمی فیصلہ ہے۔ آخر عذاب

الٰہی کا وقت آ پہنچا۔ ابتدائے شب ہوئی تو ملائکہ کے اشارہ پر حضرت لوط علیہ السلام مع اپنے گھرانے سمیت اس بستی سدوم سے رخصت ہو گئے۔ آخر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے اہل سدوم کو تہ وبالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔ آج اس قوم کا دنیا سے نام ونشان بالکل ناپید ہو چکا ہے۔ اب صرف بحیرہ مردار ہی اس کی ایک یادگار باقی رہ گیا ہے جسے آج تک بحرلوط کہا جاتا ہے۔

آخر میں عبرت ونصیحت دینے کے لئے ارشاد ہوا۔ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ سو دیکھو تو سہی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔

غیر فطری عمل کی سزا

ان آیات میں بھی اور قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر یہ بتایا گیا کہ یہ خبیث عمل قوم لوط کا ایک بدترین گناہ ہے جس کی وجہ سے پوری قوم اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہوئی۔ اسی لئے صحابہ وتابعین اور ائمہ مجتہدین نے اس جرم کو عام بدکاری سے زیادہ شدید جرم وگناہ قرار دیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایسے شخص کی سزا یہ ہے کہ اس کو کسی بلند مقام پہاڑ یا منارہ وغیرہ سے گرا دیا جائے اور اوپر سے پتھراؤ کیا جائے تا آنکہ وہ مرجائے جیسا کہ قوم لوط کے ساتھ کیا گیا۔ بعض ائمہ اور علماء کے نزدیک اس کی سزا مثل زنا کے ہے یعنی غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں گے اور جلاوطن کر دیا جائے گا اور شادی شدہ کو رجم کیا جائے گا یعنی پتھروں سے مارتے مارتے مار ڈالا جائے اور بعض علماء کے نزدیک صرف قتل کر دینا کافی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب تم کسی کو قوم لوط جیسا عمل کرتے پاؤ تو فاعل ومفعول دونوں کو قتل کر ڈالو۔ مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے۔

فقہائے حنفیہ فرماتے ہیں کہ لواطت کی حرمت زنا کی حرمت سے کہیں زیادہ شدید ہے۔ اس لئے لواطت کی سزا حنفیہ کے نزدیک زنا کی سزا سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح یہ فعل عورتوں کے ساتھ بھی بالاجماع حرام ہے (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ان نافرمان قوموں کے قصوں اور انجام سے ہم کو بھی عبرت ونصیحت کی توفیق عطا فرمائیں اور ہر طرح کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچنے کی ہمت عطا فرمائیں۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں شریعت مطہرہ کے موافق اپنی زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرما اور ہر حال میں اپنے اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام کو پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

22

وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ

وَ	اِلٰی	مَدْیَنَ	اَخَاھُمْ	شُعَیْبًا	قَالَ	یٰقَوْمِ	اعْبُدُوا	اللّٰہَ	مَا لَکُمْ	مِنْ	اِلٰہٍ	غَیْرُہٗ
اور	طرف	مدین	انکے بھائی	شعیبؑ	اس نے کہا	اے میری قوم	عبادت کرو	اللہ	نہیں تمہارا	سے	کوئی معبود	اسکے سوا

اور ہم نے مدین کی طرف اُنکے بھائی شعیبؑ کو بھیجا انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں تمہارے پاس

قَدْ جَآءَتْکُمْ بَیِّنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ

قَدْ جَآءَتْکُمْ	بَیِّنَۃٌ	مِنْ	رَّبِّکُمْ	فَاَوْفُوا	الْکَیْلَ	وَالْمِیْزَانَ	وَ	لَا تَبْخَسُوا	النَّاسَ	اَشْیَآءَھُمْ
تحقیق پہنچ چکی تمہارے پاس	ایک دلیل	سے	تمہارا رب	پس پورا کرو	ناپ	اور تول	اور	نہ گھٹاؤ	لوگ	انکی اشیاء

تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم ناپ تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا اُن کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۸۵﴾

وَ	لَا تُفْسِدُوْا	فِی الْاَرْضِ	بَعْدَ	اِصْلَاحِھَا	ذٰلِکُمْ	خَیْرٌ	لَّکُمْ	اِنْ	کُنْتُمْ	مُّؤْمِنِیْنَ
اور	فساد نہ مچاؤ	زمین (ملک) میں	بعد	اس کی اصلاح	یہ	بہتر	تمہارے لئے	اگر	تم ہو	ایمان والے

بعد اسکے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔

قوم مدین

گذشتہ آیات میں حضرت لوط علیہ السلام اور ان کی قوم کا حال بیان ہوا تھا اب یہاں سے پانچواں قصہ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم اہل مدین کا بیان فرمایا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں حضرت شعیب علیہ السلام کا نام گیارہ جگہ مذکور ہے۔ پانچ مرتبہ تو اسی سورۃ اعراف میں آیا ہے اور چھ جگہ دوسری سورتوں میں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین میں ہوئی تھی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں بلکہ قبیلہ کا نام تھا۔ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی حضرت قطورا سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ خاندان بنی قطورا کہلاتا تھا۔ مدین اپنے اہل وعیال کیساتھ اپنے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قریب ہی حجاز کے شمال مغرب اور فلسطین کے جنوب میں آباد ہو گئے تھے۔ یہی خاندان آگے چل کر ایک بڑا قبیلہ بن گیا اور شعیب علیہ السلام بھی چونکہ اسی نسل اور اسی قبیلہ سے تھے اس لئے ان کی بعثت کے بعد یہ قبیلہ "قوم شعیب" کہلایا۔ یہ بڑی تجارت پیشہ قوم تھی اور قدیم زمانہ میں جو مشہور تجارتی شاہ راہیں واقع تھیں اس کے چوراہے پر اس قوم کی بستیاں واقع تھیں۔ اسی بناء پر عرب کا بچہ بچہ مدین سے واقف تھا اور اس کے مٹ جانے کے بعد بھی عرب میں اس کی شہرت برقرار رہی کیونکہ عربوں کے تجارتی قافلہ مصر وشام کی طرف جاتے ہوئے رات دن اس کے آثار قدیمہ کے درمیان میں سے گزرتے تھے۔

قوم مدین اور اصحاب ایکہ

قرآن کریم میں دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا "اصحاب ایکہ" کی طرف مبعوث ہونا مذکور ہے۔ مفسرین اس بارہ میں مختلف ہیں کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ کے دو نام ہیں یا دو جدا جدا قبیلہ ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ دونوں جدا جدا قبیلہ ہیں۔ مدین متمدن اور شہری قبیلہ تھا اور اصحاب ایکہ بدوی اور دیہاتی قبیلہ تھا جو جنگل اور بن میں آباد تھا۔ اس لئے ان کو اصحاب ایکہ یعنی جنگل والا یا بن والا کہا گیا۔ اور جو مفسرین دونوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ آب و ہوا کی لطافت نہروں اور آبشاروں کی کثرت نے اس مقام کو اس قدر شاداب اور پر فضا بنا دیا تھا اور یہاں میووں، پھلوں اور خوشبودار پھولوں

کے اس قدر باغات اور چمن تھے کہ اگر ایک شخص آبادی سے باہر کھڑے ہو کر نظارہ کرتا تو اس کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ نہایت خوبصورت اور شاداب گھنے درختوں کا ایک ایک بن ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم نے اس کو ''ایکہ'' کہہ کر تعارف کرایا۔ بہر حال راجح یہی ہے کہ مدین اور اصحاب ایکہ ایک ہی قبیلہ ہے جو باپ کی نسبت سے مدین کہلایا اور زمین کی طبعی اور جغرافی حیثیت سے اصحاب ایکہ کے لقب سے مشہور ہوا۔

قوم مدین کے جرائم

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد چھ سات سو برس تک مشرک اور بداخلاق قوموں کے درمیان رہتے رہتے یہ لوگ شرک بھی سیکھ گئے تھے اور بداخلاقیوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔ قوموں کے عام رواج کے مطابق دراصل ان کی رفاہیت خوش عیشی دولت وثروت کی فراوانی، زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی نے ان کو اس قدر مغرور بنا دیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی ذاتی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور بھول کر بھی یہ خطرہ نہیں گزرتا تھا کہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی عطا و بخشش ہے کہ شکر گزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ غرض ان کی فارغ البالی نے ان میں طرح طرح کی بداخلاقیاں اور قسم قسم کے عیوب پیدا کر دیئے تھے خاص کر تین بڑی خرابیاں جو پائی جاتی تھیں وہ ایک تو شرک اور دوسرے تجارتی بددیانتی اور کم تولنے یا ناپنے کا مرض اور تیسرے معاملات میں کھوٹ و ڈاکہ زنی تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت

سنت اللہ کے مطابق ان کو راہ حق دکھانے فسق و فجور سے بچانے اور امین اور متقی اور با اخلاق بنانے کے لئے ان ہی میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک ہستی کو چن لیا اور شرف نبوت و رسالت سے نواز کر ان کو دعوت اسلام اور پیغام حق کا امام بنایا۔ یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی ذات گرامی تھی۔ خدا کی توحید اور شرک سے بیزاری کا اعتقاد تو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کی مشترک بنیاد اور اصل ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کے حصہ میں بھی آئی تھی مگر قوم کی مخصوص بداخلاقیوں پر توجہ دلانے اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے انہوں نے اس قانون کو بھی اہمیت دی کہ خرید و فروخت کے معاملہ میں یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو جس کا حق ہے وہ پورا پورا اس کو ملے کہ دنیوی معاملات میں یہی ایک ایسی بنیاد ہے جو متزلزل ہو جانے کے بعد ہر قسم کے ظلم و فسق اور مہلک خرابیوں اور بداخلاقیوں کا باعث بنتی ہے۔ گویا علاوہ دعوت توحید کے شعیب علیہ السلام نے خاص معاشرتی معاملات کی اصلاح اور حقوق العباد کی طرف توجہ دلائی اور اپنی قوم سے فرمایا کہ اے قوم ایک خدا کی عبادت کرو کہ اس کے علاوہ کوئی پرستش کے قابل نہیں اور خرید و فروخت۔ ناپ تول لین دین میں معاملات کو صاف رکھو اور کھوٹ نہ برتو۔ لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو۔ ممکن ہے کہ تم کو ان بداخلاقیوں کی برائیوں کا حال کل تک معلوم نہ ہو مگر آج تمہارے پاس خدا کی حجت، نشانی اور برہان آ چکا۔ اب جہل و نادانی عفو و درگزر کے قابل نہیں۔ حق کو قبول کرو۔ باطل سے باز آؤ۔ اور وہ دین حق اور اخلاق صالحہ کی زندگی کا نظام جو انبیائے سابقین کی ہدایت و رہنمائی میں قائم ہو چکا تھا اب تم اسے اپنی اعتقادی گمراہیوں اور اخلاقی بدراہیوں سے خراب نہ کرو۔ یہی کامیابی اور کامرانی کی راہ ہے اور اس کے خلاف کرنا خدا کی زمین میں فتنہ فساد برپا کرنا ہے۔ اب جب کہ اللہ تعالیٰ نے صلاح و خیر کے سامان مہیا کر دیئے تو اگر تم میں ایمان و یقین کی صداقت موجود ہے تو سمجھ لو کہ جو میں بتلاؤں وہی فلاح و بہبودی کی راہ ہے۔

دعا کیجئے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان قرآنی نصائح کو دل نشین کر لینے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ شریعت اسلامیہ میں ہمیں جو تعلیم حقوق اللہ اور حقوق العباد کے متعلق دی گئی ہے۔ یا اللہ ان کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما۔ یا اللہ معاملات کی صفائی اور لین دین کی درستی ہم کو نصیب فرما۔ گذشتہ مغضوب اور ملعون اقوام کی خصلتوں اور عادتوں سے یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ

بِهٖ	اٰمَنَ	مَنْ	اللّٰهِ	سَبِيْلِ	عَنْ	وَتَصُدُّوْنَ	تُوْعِدُوْنَ	صِرَاطٍ	بِكُلِّ	لَا تَقْعُدُوْا	وَ
اس پر	ایمان لایا	جو	اللہ	راستہ	سے	اور تم روکو	تم ڈراؤ	راستہ	ہر	نہ بیٹھو	اور

اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش میں لگے رہو

وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۠ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

عَاقِبَةُ	كَانَ	كَيْفَ	انْظُرُوْا	وَ	فَكَثَّرَكُمْ	قَلِيْلًا	كُنْتُمْ	اِذْ	وَاذْكُرُوْا	عِوَجًا	وَتَبْغُوْنَهَا
انجام	ہوا	کیسا	دیکھو	اور	تو اس نے تمہیں بڑھایا	تھوڑے	تم تھے	جب	اور یاد کرلو	کجی	اور ڈھونڈو اس میں

اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کردیا اور دیکھو کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا۔

الْمُفْسِدِيْنَ ۝۸۶ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا

لَمْ يُؤْمِنُوْا	وَطَآئِفَةٌ	بِهٖ	اُرْسِلْتُ	بِالَّذِيْ	اٰمَنُوْا	مِنْكُمْ	طَآئِفَةٌ	كَانَ	وَاِنْ	الْمُفْسِدِيْنَ
ایمان نہیں لایا	اور ایک گروہ	جس کے ساتھ	میں بھیجا گیا	اس پر جو	ایمان لایا	تم سے	ایک گروہ	ہے	اور اگر	فساد کرنے والے

اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو دے کر مجھے بھیجا گیا ہے ایمان لائے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸۷

الْحٰكِمِيْنَ	خَيْرُ	وَهُوَ	بَيْنَنَا	اللّٰهُ	يَحْكُمَ	حَتّٰى	فَاصْبِرُوْا
فیصلہ کرنے والا	بہترین	اور وہ	ہمارے درمیان	اللہ	فیصلہ کردے	یہاں تک کہ	تم صبر کرلو

تو ذرا ٹھیر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے درمیان میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے مقابلہ میں قوم مدین کی کوششیں

روایت میں آیا ہے کہ اہل مدین سرراہ بیٹھ جاتے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس آنے جانے والوں کو روکتے اور قبول حق سے منع کرتے اور اگر موقع لگ جاتا تو ان لوگوں کو لوٹ لیتے اور اگر اس پر بھی کوئی خوش قسمت حق پر لبیک کہہ دیتا تو اس کو ڈراتے۔ دھمکاتے اور قتل کرڈالنے کا ڈراوا دیتے اور طرح طرح سے کجروی پر آمادہ کرتے۔ ان تمام باتوں کے باوجود بھی حضرت شعیب علیہ السلام نے دعوت حق کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر دوسرے عنوان سے قوم کو نصیحت فرمائی کہ تم اللہ کے اس احسان کو تو یاد کرو کہ پہلے تم ایک مٹھی بھر آدمی تھے۔ زندگی کی ضرورت کے سامان بھی تمہارے پاس تھوڑے تھے۔ اس کے بعد تم ایک بڑا قبیلہ بن گئے اور اس کے ساتھ ساتھ زندگی کے ساز و سامان کا بھی انبار لگ گیا۔ اب تم ایک دولت منداور خوشحال قوم ہو تو رب کی اس نعمت کا شکریہ کرو اور عبرت کی نگاہوں سے ان کا انجام دیکھ لو جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔ جن کی نافرمانی اور ظلم و جبر کی وجہ سے اور اللہ کے رسولوں کو جھٹلانے سے خدا کی پکڑ ان پر نازل ہوئی اور کس طرح

ان کا ستیاناس کر دیا گا۔ اور اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اس صفحہ دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیئے گئے۔

رب کے فیصلہ کا انتظار کرو

قوم کو سب کچھ سمجھانے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو میں تمہیں صاف اور بے لاگ ایک بات بتلادوں۔ تم میں سے ایک گروہ تو مجھ پر ایمان لا چکا ہے اور ایک گروہ نے میرا انکار اور بری طرح مجھ سے کفر کیا ہے اب تم آپ دیکھ لو گے کہ مدد خدا کس کا ساتھ دیتی ہے اور خدا کی نظروں سے کون گر جاتا ہے۔ تم رب کے فیصلہ کے منتظر رہو۔ وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے اچھا اور سچا فیصلہ کرنے والا ہے تم آپ دیکھ لو گے کہ اللہ اور رسول والے بامراد ہوں گے اور نافرمان اور دشمنان دین ناشاد ہوں گے اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو جو سمجھانا تھا اور جو پیغام اللہ کی طرف سے انہیں پہنچا تھا وہ پہنچا چکے۔ آخر میں نہ ماننے والوں کو ڈرا بھی دیا کہ نہ مانو گے تو اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گے مگر بدبختوں پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا اور چند ضعیف اور کمزور ہستیوں کے علاوہ کسی نے پیغام حق پر کان نہ دھرا اور خود بھی اسی طرح بداعمال رہے اور دوسروں کی بھی راہ مارتے رہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہر حال میں حق و باطل سوچنے سمجھنے کی توفیق عطا فرماویں۔ اور حق کا اتباع اور باطل سے گریز نصیب فرمائیں۔ گذشتہ قوموں نے جو اپنے انبیاء کی مخالفت کر کے نتیجہ بھگتا یا اللہ وہ ہمارے لئے باعث عبرت ہو اور ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے ہر چھوٹے بڑے حکم کی ظاہراً و باطناً اطاعت و فرمانبرداری دل و جان سے نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

پارہ
قَالَ الْمَلَأُ
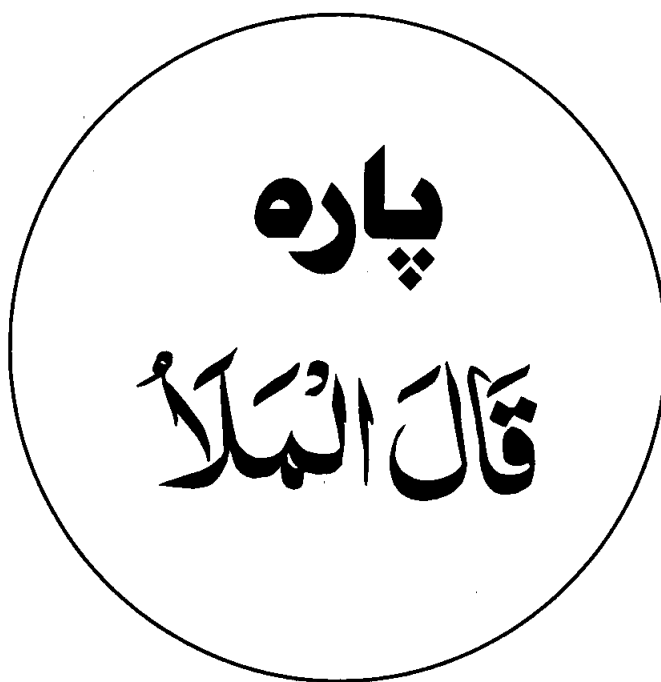
أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ

قَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	اسْتَكْبَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لَنُخْرِجَنَّكَ	يٰشُعَيْبُ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مَعَكَ	مِنْ
بولے	سردار	وہ جو کہ	تکبر کرتے تھے (بڑے بنتے تھے)	سے	اسکی قوم	ہم تجھے ضرور نکال دینگے	اے شعیب	اور وہ جو	ایمان لائے	تیرے ساتھ	سے

اُنکی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم آپکو اور آپ کے ہمراہ جو ایمان والے ہیں انکو اپنی بستی سے نکال دیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں

قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿٨٨﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ

قَرْيَتِنَا	اَوْلَتَعُوْدُنَّ	فِيْ	مِلَّتِنَا	قَالَ	اَوَلَوْ	كُنَّا	كٰرِهِيْنَ	قَدِافْتَرَيْنَا	عَلَى اللّٰهِ	كَذِبًا	اِنْ
ہماری بستی	یا یہ کہ تم لوٹ آؤ	میں	ہمارے دین	اُسنے کہا	کیا خواہ	ہم ہوں	ناپسند کرتے ہوں	البتہ ہم نے بہتان باندھا	اللہ پر	جھوٹا	اگر

پھر آجاؤ شعیبؑ نے جواب دیا کہ کیا ہم تمہارے مذہب میں آجاویں گو ہم اسکو مکروہ ہی سمجھتے ہوں۔ ہم تو اللہ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں

عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ۭ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ

عُدْنَا	فِيْ	مِلَّتِكُمْ	بَعْدَ	اِذْ	نَجّٰىنَا	اللّٰهُ	مِنْهَا	وَمَا يَكُوْنُ	لَنَا	اَنْ نَّعُوْدَ	فِيْهَا	اِلَّا
ہم لوٹ آئیں	میں	تمہارا دین	بعد	جب	ہم کو بچالیا	اللہ	اس سے	اور نہیں ہے	ہمارے لئے	کہ ہم لوٹ آئیں	اسمیں	مگر

اگر ہم تمہارے مذہب میں آجاویں بعد اسکے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آجاویں لیکن ہاں

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۭ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۭ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۭ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا

اَنْ يَّشَآءَ	اللّٰهُ	رَبُّنَا	وَسِعَ	رَبُّنَا	كُلَّ شَيْءٍ	عِلْمًا	عَلٰى	اللّٰهِ	تَوَكَّلْنَا	رَبَّنَا	افْتَحْ	بَيْنَنَا
یہ کہ چاہے	اللہ	ہمارا رب	احاطہ کر لیا ہے	ہمارا رب	ہر شے	علم میں	پر	اللہ	ہم نے بھروسہ کیا	ہمارا رب	فیصلہ کردے	ہمارے درمیان

یہ کہ اللہ ہی نے جو ہمارا مالک ہے مقدر کیا ہو ہمارے رب کا علم ہر چیز کو محیط ہے ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے

وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿٨٩﴾

وَبَيْنَ	قَوْمِنَا	بِالْحَقِّ	وَاَنْتَ	خَيْرُ	الْفٰتِحِيْنَ
اور درمیان	ہماری قوم	حق کیساتھ	اور تو	بہتر	فیصلہ کرنیوالے

اور ہماری قوم کے درمیان فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔

مفاد پرست سرداروں کی شعیب علیہ السلام کو دھمکی

حضرت شعیب علیہ السلام پر جو چند لوگ ایمان لائے تھے ان میں زیادہ حصہ غریبوں کا تھا۔ قوم کے سردار اور سر برآوردہ اشخاص جن کو اپنی شوکت اور طاقت پر غرور تھا انہوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت حق اور کلمات رشد و ہدایت پر مطلقاً کان نہ دھرا۔

بلکہ الٹا ضد و عناد میں پڑ کر حضرت شعیبؑ کو جو جواب دیا اور پھر حضرت شعیبؑ نے جوان کو جواب دیا اور پھر حق تعالیٰ سے دعا فرمائی اس کا بیان ان

آیات میں فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ قوم کے مغرور سرداروں نے متفق ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ اب دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہو کر رہے گی یا تو ہم تمہیں اور تمہارے ماننے والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے اور یا پھر تمہیں زبردستی اپنے طریقہ پر لا کر چھوڑیں گے یہ قوم کے ضدی سرداروں کی انتہائی گمراہی اور کور باطنی تھی کہ بجائے وعظ و نصیحت سے اثر قبول کرنے اور اپنے اعمال درست کرنے کے الٹے ناصح اور پیغمبر وقت کو جلا وطن یا تبدیل مذہب پر مجبور کرنے لگے۔

پیغمبرانہ استقامت

حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا اگر ہم تمہارے دین اور طریقہ کو باطل اور غلط سمجھتے ہوں تب بھی زبردستی مان لیں یہ تو بڑا ظلم ہے؟ یعنی دلائل و براہین کی روشنی میں تمہاری ان مہلک کفریات سے ہم خواہ کتنے ہی بیزار ہوں کیا تم پھر بھی یہ زہر کا پیالہ ہمیں زبردستی پلانا چاہتے ہو۔ مطلب یہ کہ ہم کو تمہارے دین سے قطعی نفرت ہے اور پھر باوجود اسی نفرت کے ہم تمہارے مذہب کو اختیار کر لیں ایسا ہو نہیں سکتا۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یہ خدا پر دیدہ و دانستہ افتراء ہوگا۔ باطل کو باطل سمجھتے ہوئے اختیار کرنا اور حق سے واقف ہو جانے کے بعد حق کو ترک کرنا ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں آ جائیں۔

ہمارا بھروسہ ذات الٰہی پر ہے

ہاں اگر بفرض محال اللہ ہی کی یہ مشیت ہو جو ہمارا مالک ہے اور اگر تقدیر میں یونہی لکھا ہو تو اس کا کچھ کہنا نہیں جو خدا کی مرضی ہوگی وہی ہوگا۔ ہمارا رب ہر بات کا علم رکھتا ہے اسی پر ہمارا بھروسہ ہے کہ وہ ہم کو ملت کافرہ میں داخل نہ فرمائے گا۔ یعنی اپنے اختیار یا تمہارے جبر و اکراہ سے ممکن نہیں کہ ہم معاذ اللہ کفر اور بددینی کی طرف جائیں اگر فرض کرو خدا ہی کی مشیت ہم میں سے کسی کی نسبت ایسی ہو جائے تو اس کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ بہر حال تمہاری دھمکیوں سے ہم کو کوئی خوف نہیں کیونکہ ہمارا اعتماد اور بھروسہ اپنے خدائے واحد پر ہے کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوگا۔ جو ہوگا اسی کے علم اور مشیت کے ماتحت ہوگا۔ اسی لئے ہم اپنے اور تمہارے فیصلہ کے لئے بھی اسی سے دعا کرتے ہیں کیونکہ ایسے قادر اور علیم و حکیم سے بہتر کسی کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

پیغمبر کا اعتماد نا قابل تسخیر ہوتا ہے

ان آیات میں حضرت شعیب علیہ السلام کا جو کلام نقل فرمایا ہے اس سے اندازہ کیجئے کہ انبیاء علیہم السلام کے قلوب حق تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اپنی عبودیت اور افتقار کے کس درجہ عظیم اور کس قدر عمیق احساس سے معمور ہوتے ہیں اور کس طرح ہر آن اور ہر حال میں ان کا توکل اور اعتماد اسی وحدہٗ لاشریک لہٗ پر پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور وزنی اور غیر متزلزل ہوتا ہے۔ یہاں اس سورۂ اعراف میں حضرت شعیب علیہ السلام کا قصہ بھی اجمالاً بیان کیا گیا ہے بارہویں پارہ سورہ ہود میں مزید تفصیل کے ساتھ بھی قصہ بیان فرمایا گیا ہے جو ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ ان مغضوب قوموں کے واقعات و حالات سے ہم کو عبرت و نصیحت پکڑنے کی توفیق عطاء فرما اور صراط مستقیم پر ہم کو تازیست قائم رہنا نصیب فرما اور اسی پر ہماری موت آنا مقدر فرما۔

یَا اللّٰہ مال و دولت اور سرداری کا غرور اور فتنہ جو گمراہی میں مبتلا رکھتا ہے اس سے ہمارے قلوب کو پاک رکھیئے۔

یَا اللّٰہ ہم کو ہر حال میں اپنا اعتماد، توکل اور بھروسہ اپنی ذات عالی پر رکھنے کی توفیق عطاء فرما اور باطل سے کبھی مرعوب نہ ہونے کی ہمت عطاء فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾

وَقَالَ	الْمَلَاُ	الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	مِنْ	قَوْمِهٖ	لَئِنِ	اتَّبَعْتُمْ	شُعَيْبًا	اِنَّكُمْ	اِذًا	لَّخٰسِرُوْنَ
اور بولے	سردار	وہ جنہوں نے	کفر کیا	سے	اسکی قوم	اگر	تم نے پیروی کی	شعیبؑ	تو تم ضرور	اس صورت میں	خسارہ میں ہوگے

اور انکی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب کی راہ پر چلنے لگو گے تو بیشک بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ

فَاَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	فَاَصْبَحُوْا	فِيْ	دَارِهِمْ	جٰثِمِيْنَ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَاَنْ
تو انہیں آلیا	زلزلہ	صبح کے وقت رہ گئے	میں	اپنے گھر	اوندھے پڑے	وہ جنہوں نے	جھٹلایا	شعیبؑ	گویا

پس انکو زلزلہ نے آپکڑا سو اپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی انکی یہ حالت ہوگئی

لَمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ

لَمْ يَغْنَوْا	فِيْهَا	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	شُعَيْبًا	كَانُوْا	هُمُ	الْخٰسِرِيْنَ	فَتَوَلّٰى	عَنْهُمْ	وَقَالَ	يٰقَوْمِ
نہ بستے تھے	اسمیں وہاں	وہ جنہوں نے	جھٹلایا	شعیب	وہ ہوئے	وہی	خسارہ پانے والے	پھر منہ پھیرا	ان سے	اور کہا	اے میری قوم

جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی خسارہ میں پڑ گئے۔ اسوقت شعیبؑ ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾

لَقَدْ	اَبْلَغْتُكُمْ	رِسٰلٰتِ	رَبِّيْ	وَنَصَحْتُ	لَكُمْ	فَكَيْفَ	اٰسٰى	عَلٰى	قَوْمٍ	كٰفِرِيْنَ
البتہ	میں نے پہنچادیئے تمہیں	پیغام (جمع)	اپنا رب	اور خیرخواہی کی	تمہاری	تو کیسے	غم کھاؤں	پر	قوم	کافر (جمع)

کہ اے میری قوم میں نے تمکو اپنے پروردگار کے احکام پہنچا دیئے تھے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔

قوم کے سرداروں کا عوام میں پروپیگنڈہ

قوم کے کافر سرداروں نے حضرت شعیب علیہ السلام کا جب یہ عزم واستقلال دیکھا جو گذشتہ آیات میں بیان ہوا تو ان سے روئے سخن پھیر کر اپنی قوم کے لوگوں سے کہنے لگے کہ خبردار اگر تم نے شعیب علیہ السلام کا کہنا مانا تو تمہارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ ہمارا سارا کام بنا بنایا بگڑ جائے گا۔ باپ دادا کا مذہب چھوٹے گا اور تجارت میں ناپ تول ٹھیک رکھی تو تجارت میں نقصان اٹھانا پڑے گا۔ شعیب جس ایمانداری اور راست بازی کی دعوت دے رہا ہے اور دیانت وامانت کے جن اصولوں کی ہم سے پابندی کرانا چاہتا ہے اگر ان کو مان لیا جائے تو ہماری تجارت کیسے چل سکتی ہے۔ اگر ہم بالکل سچائی ہی کے پابند ہو جائیں تو ہمیں جو دوسری قوموں پر برتری حاصل ہے اور ان پر جو ہماری دھونس ہے وہ سب ختم ہو جائے گی۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی کوشش

سورۂ ہود میں جہاں یہ قصہ تفصیلاً بیان کیا گیا ہے وہاں بتلایا گیا ہے کہ حضرت شعیبؑ نے پھر قوم سے نہایت دلسوزی اور محبت کے ساتھ فرمایا کہ اے میری قوم مجھے یہ خوف لگ رہا ہے کہ تمہاری یہ بے باکیاں اور خدا کے مقابلہ میں یہ نافرمانیاں تمہارا ابھی کہیں وہی انجام نہ کردیں جو تم سے پہلے قوم نوحؑ قوم ہودؑ قوم صالحؑ اور قوم لوط

کا ہوا ہے۔اب بھی کچھ نہیں گیا۔خدا کے سامنے جھک جاؤ اور اپنی بدکرداریوں کی بخشش کے طلبگار بن جاؤ اور ہمیشہ کے لئے تائب ہو جاؤ تو بلاشبہ میرا پروردگار بہت ہی مہربان رحم کرنے والا ہے وہ تمہاری تمام خطائیں بخش دے گا۔وہیں سورۂ ہود میں پھر قوم کا جواب بھی بتلایا گیا ہے۔کہنے لگے کہ اے شعیب ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ تم کیا کہتے ہو؟ تم ہم میں سب سے کمزور اور غریب ہو اگر تمہاری باتیں سچی ہوتیں تو تمہاری زندگی ہم سے زیادہ اچھی ہوتی اور ہم کو صرف تمہارے خاندان کا لحاظ ہے۔ورنہ ہم تم کو سنگسار کر چھوڑتے۔ تمہاری ہمارے سامنے کوئی ہستی نہیں۔

بالآخر عذاب الٰہی نے آگھیرا

بالآخر قرآن کریم نے بتلایا کہ اہل مدین کو نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں آسمانی عذاب آ پہنچا اور ان پر تین عذاب جمع ہو گئے۔ ایک زلزلہ کا عذاب۔ دوسرے آگ کی بارش' تیسرے کڑک اور بجلی۔نتیجہ یہ نکلا کہ سب نافرمان تباہ و برباد ہوئے۔جسد بے روح بن کر رہ گئے اور اپنے گھروں میں ڈھیر ہو گئے۔گویا کبھی اس بستی میں بسے ہی نہ تھے۔کل کے سرکش اور مغرور آج گھٹنوں کے بل اوندھے جھلسے اور جلے ہوئے پڑے تھے۔سورۂ ہود میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام اور ان کو جو آپ پر ایمان لائے تھے اپنی رحمت سے بچالیا اور جو ظالم تھے وہ سب ہلاک ہو گئے۔اوپر کافر سرداروں کا قول نقل کیا گیا تھا۔انہوں نے کہا تھا کہ اگر تم شعیب کا کہنا مانو گے تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔مقابلۃً انہی کے الفاظ کو اللہ پاک نے دہرادیا کہ جنہوں نے شعیبؑ کی تکذیب کی تھی وہی بڑے نقصان میں پڑ گئے۔ جب سب ظالم قوم تباہ ہو گئی تو حضرت شعیب علیہ السلام ادھر سے گزرے اور منہ موڑ کر فرمایا افسوس قوم والو۔ میں نے تم کو پیام الٰہی پہنچا دیا تبلیغ اور نصیحت کرنے میں کوئی کسر میں نے اٹھا نہ رکھی۔مگر تم نے مجھے سچا نہ جانا اور میرا حکم نہ مانا۔ اب میں کیوں تمہارا غم کروں۔اور کیوں تمہاری حالت پر کوئی افسوس کروں۔تم خود کافر رہے۔اور کفر کی سزا اٹھائی۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ ہمارے ملک وقوم کی بھی کایا پلٹ دے۔دین حق سے مزاحمت ومقابلہ کرنے والوں کے اقتدار کا خاتمہ فرما اور دین حق کا بول بالا کرنے والوں کی مدد فرما اور ان کو وہ قوت وطاقت عطاء فرما کہ جو تیرے دین کو سربلند کرسکیں اور نبی پاکؐ کی شریعت کا بول بالا کرسکیں۔

یَا اللہُ ہمیں ان گذشتہ امتوں اور قوموں کے واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرما اور ہر حال میں ہمیں حق سے وابستہ رہنے میں ہماری مدد فرما۔

یَا اللہُ ہمارے امراء ورؤساء غریب اور امیر سب کو بدعملی اور نافرمانی سے بچنے اور کتاب وسنت کا اتباع کرنے کی توفیق عطاء فرما۔

یَا اللہُ جو دین حق کے داعی بنے ہوئے ہیں ان کی سعی وخدمت کو قبولیت سے سرفراز فرما۔اور ان کی اعانت ونصرت فرما اور باطل سے مقابلہ وجہاد میں ان کو کامیابی وکامرانی عطاء فرما۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

وَ	مَآ اَرْسَلْنَا	فِيْ	قَرْيَةٍ	مِّنْ نَّبِيٍّ	اِلَّآ	اَخَذْنَا	اَهْلَهَا	بِالْبَاْسَآءِ	وَالضَّرَّآءِ	لَعَلَّهُمْ
اور	نہ بھیجا ہم نے	میں	کسی بستی	کوئی نبی	مگر	ہم نے پکڑا	وہاں کے لوگ	سختی میں	اور تکلیف	تاکہ وہ

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہوتا کہ وہ ڈھیلے پڑ جاویں۔

يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ

يَضَّرَّعُوْنَ	ثُمَّ	بَدَّلْنَا	مَكَانَ	السَّيِّئَةِ	الْحَسَنَةَ	حَتّٰى	عَفَوْا	وَقَالُوْا	قَدْ مَسَّ	اٰبَآءَنَا	الضَّرَّآءُ
عاجزی کریں	پھر	ہم نے بدلی	جگہ	برائی	بھلائی	یہاں تک کہ	وہ بڑھ گئے	اور کہنے لگے	پہنچ چکی ہے	ہمارے باپ دادا	تکلیف

پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ انکو خوب ترقی ہوئی اور کہنے لگے کہ ہمارے آباء و اجداد کو بھی تنگی

وَّالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

وَالسَّرَّآءُ	فَاَخَذْنٰهُمْ	بَغْتَةً	وَهُمْ	لَا يَشْعُرُوْنَ
اور خوشی	پس ہم نے انہیں پکڑا	اچانک	اور وہ	بے خبر تھے

اور راحت پیش آئی تھیں تو ہم نے دفعۃً پکڑ لیا اور انکو خبر بھی نہ تھی۔

کفار مکہ کی غلط فہمی کا ازالہ

گذشتہ آیات میں جن انبیاء کے قصے بیان ہوئے ہیں۔ ان انبیاء کے قصص سن کر جن میں منکرین پر عذاب الٰہی آنے کا ذکر ہوا ہے۔ اور جن کی عرب کے لوگ بھی تصدیق کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کے کفار مکہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ عذاب الٰہی منکرین انبیاء پر شاید انہیں دو چار مواضع میں اتفاقاً واقع ہوا ہے۔ دوسری جگہ کہیں ایسی بات نہیں ہوئی۔ تو جب ہر منکر پر یہ عذاب نہیں ہوا تو اب کیا ضرور ہے کہ مکہ اور عرب کے منکروں پر بھی واقع ہو؟ اس خیال کو دفع کرنے کے لئے اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا قوموں کے علاوہ دوسری قوموں کے ساتھ بھی ایسے واقعات وحالات پیش آچکے ہیں جس کا عام عنوان کے ساتھ اجمالاً بیان فرمایا جارہا ہے۔ اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان مذکورہ بستیوں پر ہی فقط عذاب نازل نہیں ہوا بلکہ یہ عام ضابطہ قدرت ہے کہ جہاں کسی بستی میں کوئی نبی بھیجا گیا تو اس نبی کی بعثت کے وقت

جب عموماً لوگ تکذیب اور مقابلہ سے پیش آتے ہیں تو خدا کی طرف سے ابتدائی تنبیہ کے طور پر بیماری، قحط اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں تاکہ منکرین ومکذبین قدرت کا تازیانہ کھا کر اور تکلیف کا احساس کر کے اپنی شرارتوں سے باز آجائیں اور بارگاہ الٰہی کی طرف جھکیں اور خدا کی طرف رجوع کریں اور اپنے عقائد واعمال سے تائب ہو کر اپنی اصلاح کریں۔ لیکن جب مبتلائے مصائب ہونے کے باوجود ان تنبیہات کا اثر قبول نہ کیا اور اپنی سرکشی نہ چھوڑی تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر فراخی، عیش اور خوش حالی بھیجی جاتی ہے مصیبت کے بجائے راحت، تنگدستی کی بجائے فراخی، قحط کی بجائے ارزانی، بیماری کی بجائے تندرستی اور بدامنی کے بجائے امن عطاء کیا جاتا ہے تاکہ یا تو احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور پہلی مصیبت کو یاد کر کے موجودہ راحت کا شکریہ اداء کریں اور منعم حقیقی کے احسان وانعام کو مان کر اس کی طرف رجوع کریں۔ لیکن اس پر بھی اگر وہ باز نہ آئے اور اپنے عیش وثروت کے

نشہ میں چور ہوکر بالکل ہی غافل اور بدمست بن جائیں اور کہنے لگیں کہ یہ راحت و تکلیف کچھ انبیاء کی فرمانبرداری اور نافرمانی پر موقوف نہیں بلکہ یہ تو زمانہ کا دستور ہے۔ یونہی ہوتا چلا آیا ہے کبھی راحت' کبھی تکلیف' کبھی مرض' کبھی تندرستی' کبھی قحط' کبھی ارزانی۔ یہ واقعات تو پیش آتے رہے ہیں۔ ہمارے کفر و تکذیب کو اس میں کچھ دخل نہیں ورنہ باوجود انکار کے اب خوش حالی کیوں حاصل ہوتی۔ یہ سب زمانہ کے اتفاقات ہیں جو ہمارے باپ دادوں کو بھی اسی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور اصلاح حالت کا امکان نہیں رہتا تو پھر اچانک خدا کا عذاب آ دباتا ہے جس کی اپنے عیش و آرام میں انہیں خبر بھی نہیں ہوتی اور بے خبری کی حالت میں ان کو غارت کر دیتا ہے۔ یہ ضابطہ قدرت ہے کچھ نوح' ہود' صالح' لوط اور شعیب علیہم السلام کی قوموں پر ہی منحصر نہیں۔ لہذا کفار مکہ کو بھی مطمئن نہ ہونا چاہئے بلکہ واقعات سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔

مصیبت و راحت کا فلسفہ

اب ان آیات میں جو فلسفہ مصیبت و راحت' خوشحالی و بدحالی کا بیان کیا گیا ہے اس پر ہمیں بھی غور کرنے کی ضرورت ہے اور جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصیبتیں آتی ہیں تو اس سے سمجھانا یہ ہوتا ہے کہ مصیبت کے وقت اللہ سے التجاء کرو۔ اس کے آگے عجز و زاری کرو کہ وہ ان کو دفع کرے اس کے بعد راحت نصیب ہو تو اللہ کا شکر ادا ہو اور اس کی عبادت کی طرف متوجہ ہوں۔ جب دونوں حالتوں میں لوگ غفلت سے کام لیتے ہیں اور اللہ اور رسول کے فرمان کی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ مصائب سے ان کا دل خدا کے آگے جھکتا ہے نہ نعمتوں پر اللہ کی شکر گزاری ہوتی ہے۔ اور الٹا یہ کہا جانے لگے کہ یہ اچھے اور برے دن تو آتے ہی رہتے ہیں دنیا کا قاعدہ ہی ہے۔ اس کا اللہ اور رسول سے کیا تعلق تو یہ حالت ان آیات کے مطابق عذاب الٰہی کے ناگہاں نزول کا سبب بنتی ہے اور افراد و اقوام کی تباہی کا موجب ہوتی ہے اور اس طرح کہ اچھے اچھے مبصروں کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہ تباہی کس طرح اور کیوں ہوئی؟ مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ تمام حوادث کو وہ آزمائش سمجھے اور ہر حال میں اسی کی طرف رجوع کرے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مومن کا حال بھی عجیب ہے کہ اللہ کا جو حکم بھی اس سے متعلق ہو اس میں اس کے لئے خیر ہی کا پہلو نکل آتا ہے اگر مصیبت پہنچی اور صبر کیا تو بھی اس تکلیف کے اندر نفع ہی میں رہا اور اگر راحت ملی اور شکر کیا تو بھی مزے میں رہا۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ ہم ہر مصیبت و راحت کو آپ ہی کی طرف سے جانیں اور ہر حال میں آپ ہی کی طرف رجوع کرنے والے ہوں۔

یَا اللہُ اس وقت ہم پر جو غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں کہ نہ سختیوں اور مصیبتوں سے متنبہ ہوتے ہیں اور نہ فراخی و خوشحالی میں آپ کی نعمتوں سے متاثر ہوتے ہیں یا اللہ یہ غفلت ہم سے دور فرما دے۔

یَا اللہُ ہم کو آپ جس حال میں بھی رکھیں اپنے فرمانبردار اور اطاعت گزار بندوں میں شامل رکھیں اور ہر حال میں ہم کو خیر حاصل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ

وَلَوْ	اَنَّ	اَهْلَ الْقُرٰى	اٰمَنُوْا	وَاتَّقَوْا	لَفَتَحْنَا	عَلَيْهِمْ	بَرَكٰتٍ	مِّنَ	السَّمَآءِ	وَ	الْاَرْضِ	وَلٰكِنْ
اور اگر	یہ ہوتا کہ	بستیوں والے	ایمان لاتے	اور پرہیزگاری کرتے	تو البتہ ہم کھول دیتے	ان پر	برکتیں	سے	آسمان	اور	زمین	اور لیکن

اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے تکذیب کی

كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ

كَذَّبُوْا	فَاَخَذْنٰهُمْ	بِمَا	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ	اَفَاَمِنَ	اَهْلُ الْقُرٰى	اَنْ	يَّاْتِيَهُمْ	بَاْسُنَا	بَيَاتًا	وَّهُمْ
انہوں نے جھٹلایا	تو ہم نے اُنہیں پکڑا	اسکے نتیجہ میں	جو وہ کرتے تھے	کیا بے خوف ہیں	بستیوں والے	کہ	ان پر آئے	ہمارا عذاب	راتوں رات	اور وہ

تو ہم نے انکے اعمال کی وجہ سے انکو پکڑ لیا۔ کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آپڑے جس وقت وہ پڑے سوتے ہوں۔

نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ

نَآئِمُوْنَ	اَوَاَمِنَ	اَهْلُ الْقُرٰى	اَنْ	يَّاْتِيَهُمْ	بَاْسُنَا	ضُحًى	وَّهُمْ	يَلْعَبُوْنَ	اَفَاَمِنُوْا	مَكْرَ	اللّٰهِ
سوئے ہوئے ہوں	کیا بے خوف ہیں	بستیوں والے	کہ	ان پر آجائے	ہمارا عذاب	دن چڑھے	اور وہ	کھیل کود رہے ہوں	کیا وہ بے خوف ہوگئے	تدبیر	اللہ

اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہر آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی قصوں میں مشغول ہوں۔ ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی

فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾

فَلَا يَاْمَنُ	مَكْرَ اللّٰهِ	اِلَّا	الْقَوْمُ	الْخٰسِرُوْنَ
بے خوف نہیں ہوتے	اللہ کی تدبیر	مگر	لوگ	خسارہ اٹھانے والے

اس پکڑ سے بے فکر ہو گئے سو خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بجز انکے جن کی شامت ہی آگئی ہو اور کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔

ترقی وتنزلی کا فلسفہ

ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں سے کوئی ضد نہیں۔ جو لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں یہ انہی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے اگر وہ انبیاء کو سچا جانتے۔ الوہیت وربوبیت میں کسی کو اللہ کا شریک قرار نہ دیتے۔ پیغمبروں کی تصدیق واطاعت سے حق کے سامنے گردن جھکاتے اور کفر وتکذیب سے بچ کر ایمان اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو آسمانی وزمینی برکات سے مالا مال کر دیتے اور ان پر آسمان وزمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔

راحت وسکون میسر آتا' وقت پر پانی برستا' زمین کی پیداوار بکثرت اور عمدہ ہوتی۔ نہ بیماری پھیلتی' نہ طوفان آتا مگر جب انہوں نے پیام حق کو نہ مانا' اور انبیاء کو جھوٹا جانا تو نتیجہ یہ ہوا کہ عذاب الٰہی کی گرفت میں آئے اور ان کی بداعمالیاں اس کی موجب ہوئیں۔ آگے بطور تنبیہ کے فرمایا جاتا ہے کہ گذشتہ انبیاء کی تکذیب کرنے والی بستیوں کی تباہی اور عذاب الٰہی کے بعد بھی ان موجودہ بستیوں کے رہنے والے جس سے مفسرین نے اہل مکہ اور اطراف مکہ میں رہنے والوں کو مراد لیا ہے۔ کیا ان کافروں کو ڈر نہیں لگتا جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کرتے ہیں کہ رات کو سوتے میں یا دن کو کھیل کود میں غافل ہونے کے اوقات میں ان پر اللہ کا ناگہانی عذاب آجائے۔ لہٰذا خدا کی پکڑ سے کسی کو نڈر اور غافل نہ ہونا چاہئے جس نے بے باکی اختیار کی وہی خسارہ میں پڑا اور اللہ کی نامعلوم پکڑ سے صرف وہی لوگ بے فکر ہوتے ہیں جن کی شامت ہی آگئی ہو۔ یعنی مومن کی شان یہ ہرگز نہیں کہ وہ خدا کی

ناگہانی گرفت سے بے فکر ہو۔ مومن تو کسی حال میں خدا کو نہیں بھولتا۔

عمل سے زندگی بنتی ہے

ان آیات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ دنیاوی نعمتوں میں اطاعت الٰہی کو اور دنیاوی مصائب میں معصیت و نافرمانی کو دخل ہوتا ہے۔ چاہے وہ نعمتیں اور مصیبتیں ظاہری ہوں یا باطنی۔

عذاب الٰہی اتمام حجت کے بغیر کبھی نہیں آتا

دوسری بات یہ کہ جن بستیوں میں جب بھی عذاب الٰہی آیا تو ایک دم بلا اتمام حجت کے نہیں آیا۔ بلکہ اللہ کی عادت کے مطابق پہلے جرائم پر مہلت دی گئی تنبیہات بھی کی گئیں پھر بھی نہ سمجھے تب عذاب نے آ کر پکڑا ہے۔ سرکش قوموں کی ہلاکت کے جو احوال بیان کئے گئے ہیں ان کی نوعیت سے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدرتی حوادث تھے مثلاً زلزلہ' طوفان' سیلاب' آتش فشانی' ان کا ظہور اگرچہ قدرت کی عادی و جاری صورتوں ہی میں ہوا تھا لیکن انکار و سرکشی کے نتائج سامنے لانے کے لئے ہوا تھا اور وہ بھی پیغمبروں کی خبر دینے کے بعد۔ پس ہر مصیبت کے لئے عذاب کا ہونا ضروری نہیں مگر جس عذاب کی خبر پیغمبر نے دے دی ہو تو وہ عذاب تو آ کر رہے گا۔

تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ کفار و منکرین پر بھی عارضی عیش کی فراخی کا ہونا ثابت ہوتا ہے مگر ایک وہ خوش حالی ہوتی ہے جو ایمان اور تقویٰ کے ساتھ فرمائی گئی۔ جس میں برکت کا ہونا بتلایا گیا اور کفار کو جو خوش حالی ہلاکت سے پہلے ایک حکمت کے تحت دی جاتی ہے اس میں برکت نہیں ہوتی کیونکہ آخر میں وہ وبال جان ہو جاتی ہے برخلاف ایمان و طاعت کے ساتھ نعمتوں میں کہ وہ کبھی بھی وبال جان نہیں ہوتیں۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں بلکہ ان میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ کفار کی دنیوی فراخی اور خوش حالی کو دیکھ کر بعض یورپ زدہ بے دین کہنے لگتے ہیں کہ خوش حالی کے لئے ایمان اور تقویٰ کی کیا تخصیص رہی؟ وہ کامیابی اور ناکامی کو اپنی کوششوں کا نتیجہ قطعی سمجھتے ہوئے قدرت الٰہی کا انکار کرتے ہیں۔

تو یہ سمجھ لیجئے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے انبیاء کے نافرمانوں پر عذاب کا نازل ہونا یقینی امر ہے۔ نزول عذاب عموماً معمولی عادی اسباب کے تحت ہوتا ہے جیسے زلزلہ' یا سیلاب یا آندھی طوفان' یا بجلی کی کڑک یا زمین کا دھنس جانا یا زمین پھٹ کر لوگوں کا اس میں غرق ہو جانا یا پہاڑوں سے آتشی مادہ کا رواں ہو کر بہنا اور اس سے شہروں کا غارت ہونا یا قحط شدید ہونا یا کالرا' پلیگ و دیگر وبائی امراض کا پھیل کر بستیوں کو تباہ کر دینا یا کسی سفاک قوم کا مسلط ہو کر کسی شہر کو بمباری سے ہلاک کر دینا۔ کیا اخبار پڑھنے والے نہیں جانتے کہ جاپان میں زلزلہ اور ایٹم بم سے کتنی تباہ کاریاں ہوئی ہیں۔ یورپ کی جنگوں میں ایک دوسرے پر کس طرح بم برسائے گئے ہیں۔ یہ سب عذاب الٰہی کی مختلف شکلیں نہیں تو اور کیا ہیں؟ جن کی آنکھوں اور بصیرت پر پردے پڑے ہوئے ہیں وہ صرف ترقی کو تو دیکھتے' ہیں پھیلے ہوئے وبال اور عمومی تباہی کو نہیں دیکھتے وہ غور نہیں کرتے کہ بڑی بڑی تہذیب کی دعویدار سلطنتوں میں انبیاء کی تعلیم پر نہ چلنے کی وجہ سے کس قدر بے چینی پھیلی ہوئی ہے۔

بے خوفی مومن کی شان نہیں ہے

چوتھی بات جو ان آیات سے معلوم ہوئی وہ یہ ہے کہ عذاب الٰہی سے بے خوف اور مطمئن ہو جانا کفر ہے کیونکہ قرآنی محاورہ میں اکثر خاسر سے مراد کافر ہوتا ہے تو یہاں جو یہ فرمایا **فلا یامن مکرالله الا القوم الخسرون** اللہ کی تدبیر اور گرفت سے بے خوف نہیں ہوتے۔ مگر خاسرین اسی طرح سورۂ یوسف کی آیت **لاییئس من روح الله الا القوم الکفرون** سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوسی اور ناامیدی کفر ہے۔ حدیث میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے **الایمان بین الخوف والرجاء** یعنی ایمان نام ہے امید اور خوف کی درمیانی حالت کا تو معلوم ہوا کہ نہ محض ایسے خوف کو ایمان کہا جائے گا جس میں امید کی کوئی کرن بھی نہ ہو اور اللہ کی رحمت سے بالکلیہ مایوسی ہو جائے اور نہ ہی ایسے اطمینان و رجا کو ایمان کہا جا سکتا ہے جس میں ذرا بھی خوف کی جھلک نہ ہو اور عذاب الٰہی سے بالکل ہی بے خوف و خطر ہو جائے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنی بداعمالیوں پر تنبیہ نصیب فرما اور ہماری بداعمالیوں اور بداحوالیوں پر گرفت نہ فرما۔ یا اللہ غفلت اور بے فکری کے مرض سے ہم کو بچایئے۔ یا اللہ اس وقت ہمارے معاشرہ میں جو دین سے لاپروائی کی فضاء پھیلی ہوئی ہے اس مہلک مرض سے اس ملک اور قوم کو نجات عطاء فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ

أَوَلَمْ	يَهْدِ	لِلَّذِينَ	يَرِثُونَ	الْأَرْضَ	مِنْ بَعْدِ	أَهْلِهَا	أَنْ	لَوْ نَشَاءُ	أَصَبْنَاهُمْ	بِذُنُوبِهِمْ
کیانہ	ہدایت ملی	وہ لوگ جو	وارث ہوئے	زمین	بعد	وہاں کے رہنے والے	کہ	اگر ہم چاہتے	تو ہم اُن پر مصیبت ڈالتے	انکے گناہوں کے سبب

اوراُن زمین پر رہنے والوں کے بعد جولوگ اب زمین پر بجائے انکے رہتے ہیں کیاان واقعات مذکورہ نے انکو یہ بات نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو انکو انکے جرائم کے

وَنَطْبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَائِهَا ۚ

وَنَطْبَعُ	عَلَىٰ	قُلُوبِهِمْ	فَهُمْ	لَا يَسْمَعُونَ	تِلْكَ	الْقُرَىٰ	نَقُصُّ	عَلَيْكَ	مِنْ	أَنْبَائِهَا
اور ہم مُہر لگاتے ہیں	پر	انکے دل	سو وہ	نہیں سنتے ہیں	یہ	بستیاں	ہم بیان کرتے ہیں	تم پر	سے	انکی کچھ خبریں

سبب ہلاک کرڈالتے اور ہم انکے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے وہ سنتے نہیں۔ان بستیوں کے کچھ کچھ قصے ہم آپ سے بیان کررہے ہیں اوران سب کے پاس

وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ

وَلَقَدْ	جَاءَتْهُمْ	رُسُلُهُمْ	بِالْبَيِّنَاتِ	فَمَا	كَانُوا لِيُؤْمِنُوا	بِمَا	كَذَّبُوا	مِنْ + قَبْلُ	كَذَٰلِكَ	يَطْبَعُ
اور البتہ	آئے انکے پاس	اُنکے رسول	نشانیاں لے کر	سو	وہ ایمان لاتے	کیونکہ	انہوں نے جھٹلایا	اس سے پہلے	اسی طرح	مُہر لگاتا ہے

انکے پیغمبر معجزات لے کر آئے تھے پھر جس چیز کوانہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اسکو مان لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں

اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠١﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۖ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿١٠٢﴾

اللَّهُ	عَلَىٰ	قُلُوبِ	الْكَافِرِينَ	وَ	مَا وَجَدْنَا	لِأَكْثَرِهِمْ	مِنْ + عَهْدٍ	وَإِنْ	وَجَدْنَا	أَكْثَرَهُمْ	لَفَاسِقِينَ
اللہ	پر	دل (جمع)	کافر (جمع)	اور	ہم نے نہ پایا	انکے اکثر میں	عہد کا پاس	اور در حقیقت	ہم نے پائے	ان میں اکثر	نافرمان۔بدکردار

کے دلوں پر بند لگادیتے ہیں اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا۔

ماضی کے حالات سے عبرت حاصل کرو

اب ان آیات میں تمام واقعات مذکورہ کا اصل مقصد و نتیجہ ظاہر فرمایا جاتا ہے کہ پچھلے نافرمانوں کی تباہی کیا موجودہ لوگوں کو اتنی بات نہیں سجھاتی کہ اللہ تعالیٰ ان کی طرح ان کو بھی ان کی بداعمالیوں اور گناہوں کی پاداش میں تباہ و برباد کرسکتا ہے جس قدرت والے مالک نے گذشتہ قوموں کو ان کی غلطیوں پر پکڑا تھا اوران کے کفر و معاصی کی سزا میں بنیاد سے ان کو اکھاڑ پھینکا گیا تھا۔وہ خلاق عالم اور احکم الحاکمین کہیں غائب تو نہیں ہوگیا ہے۔نہ اس سے کسی نے وہ قوت چھین لی ہے۔نہ اس نے کسی اور کو جزاء سزا کا اختیار سونپ دیا ہے کہ موجودہ لوگ وہی غلطیاں کریں جو پہلے کرچکے تھے توان کو سزا نہ ملے گی۔یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں یہ معنی خیز اشارہ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں گذشتہ اور موجودہ سب برابر ہیں۔نہ ان سے ذاتی عداوت تھی نہ ان سے ذاتی خصوصیت ہے۔انہوں نے جیسا کیا ویسا بھرا۔یہ جیسا کریں گے ویسا پائیں گے۔یہ نہیں ہوسکتا کہ گذشتہ اقوام کا جو فعل ناپسند تھا وہ اب موجودہ لوگوں کا پسند ہوجائے۔اگر یہ اتنا نہیں سمجھتے تو ظاہر ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی سنگ دلی کے سبب اللہ نے مہر کردی ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ سنی ان سنی برابر کردیتے ہیں گو بظاہر سنتے ہیں لیکن سننے کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں یعنی جب وہ گذشتہ تاریخ اور عبرتناک آثار وحالات کے مشاہدہ سے سبق نہیں لیتے اور اپنے آپ کو بھول اور غفلت میں ڈالے رہتے ہیں تو پھر خدا کی طرف سے بھی انہیں سوچنے سمجھنے اور کسی ناصح کی حق بات قبول کرنے کی توفیق نہیں ملتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

جب کفار مکہ اور منکرین عرب کا کفر و انکار بڑھتا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے لئے کہ کفار ہمیشہ سے ایسے ہی ہوتے رہے ہیں سارے مضمون مذکور کا خلاصہ حضورؐ کو مخاطب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے ہمارے رسولؐ ہم نے پچھلے لوگوں کی بستیوں کے کچھ حالات آپ کو سنا دیئے ہیں کہ ان کے پاس ان کے رسول اپنی سچائی کی کھلی نشانیاں لے کر آئے مگر ان کی بات لوگوں کی سمجھ میں نہ آئی۔ رسولوں نے لاکھ سمجھایا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے اور جس چیز کو وہ ایک دفعہ جھٹلا چکے تھے پھر اسے نہ مانا۔ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی نے ان کا بیڑہ غرق کیا۔ اور جب حق تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی قوم کی ضد اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے تب عادتاً اصلاح حال اور قبول حق کا امکان باقی نہیں رہتا۔ یہی صورت دلوں پر مہر لگ جانے کی ہوتی ہے اور وہ ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ہلاک ہونے والی اقوام کی دو مشترکہ خصلتیں

آگے بتلایا گیا کہ جن نافرمان قوموں کا اب تک ذکر ہوا ان میں دو باتیں مشترک تھیں اور انہی کی شامت سے وہ نبیوں کی ہدایت سے محروم رہے ایک تو یہ کہ ان میں سے اکثر بدعہد تھے اور اکثر ایسے تھے کہ گناہ اور نافرمانی کرنے میں بے باک تھے۔ یہاں جس بدعہدی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے بعض مفسرین نے اس سے "عھد الست" مراد لیا ہے۔ جس کا تفصیلی ذکر آگے اسی سورۃ میں ۲۲ ویں رکوع میں ان شاءاللہ آئے گا یعنی وہ عہد جو ہر انسان کی روح اپنے رب سے دنیا میں پیدائش سے پہلے کر چکی ہے کہ دنیا میں وہ اس کے فرمان پر چلے گی یا بعض مفسرین نے اس آیت میں وہ عہد مراد لیا ہے جو نافرمان لوگ سزا ملنے پر اپنے نبی سے کرتے تھے کہ اللہ اس عذاب سے ہمیں نجات دے تو آئندہ ہم اس کی نافرمانی کبھی نہ کریں گے اور جب عذاب ہٹ جاتا تو اپنا قول و عہد بھول کر یا جان بوجھ کر توڑ دیتے تھے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اکثر گذشتہ قوموں کو اپنے عہد و میثاق کا پاس نہ ہوا اور ان میں اکثر فاسق اور نافرمان ہی رہے۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہمیں حق پر قائم رہنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور حق کا اتباع کامل نصیب فرمائیں۔

یَااللہ ہم کو اپنے اور اپنے رسولؐ کے احکامات کا پابند بنا کر زندہ رکھئے کہ اسی میں ہماری دین و دنیا کی اصلاح و فلاح ہے۔ نافرمان قوموں کی عادتوں اور خصلتوں سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو محفوظ فرمایئے۔ اور ہمارے دلوں کو اپنی ہی طرف مائل رکھئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

ثُمَّ	بَعَثْنَا	مِنْ بَعْدِهِمْ	مُّوْسٰى	بِاٰيٰتِنَآ	اِلٰى	فِرْعَوْنَ	وَمَلَا۟ئِهٖ	فَظَلَمُوْا	بِهَا	فَانْظُرْ	كَيْفَ	كَانَ
پھر	ہم نے بھیجا	انکے بعد	موسیٰ	اپنی نشانیوں کیساتھ	طرف	فرعون	اوراسکے سردار	توانہوں نے ظلم کیا	اُنکا	سوتم دیکھو	کیا	ہوا

پھرانکے بعد ہم نے موسیٰ کواپنے دلائل دے کرفرعون کے اوراسکے امراء کے پاس بھیجاسواُن لوگوں نے انکا بالکل حق ادانہ کیاسود یکھئے ان مفسدوں کاکیاانجام ہوا

عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى

عَاقِبَةُ	الْمُفْسِدِيْنَ	وَقَالَ	مُوْسٰى	يٰفِرْعَوْنُ	اِنِّيْ	رَسُوْلٌ	مِنْ	رَّبِّ	الْعٰلَمِيْنَ	حَقِيْقٌ	عَلٰى
انجام	فسادکرنیوالے	اور کہا	موسیٰ	اے فرعون	بیشک میں	رسول	سے	رب	تمام جہان	شایان	پر

اورموسیٰ نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں۔ میرے لئے یہی شایاں ہے کہ بجزسچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں

اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۗ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۰۵﴾

اَنْ	لَّآ اَقُوْلَ	عَلَى	اللّٰهِ	اِلَّا الْحَقَّ	قَدْ جِئْتُكُمْ + بِبَيِّنَةٍ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	فَاَرْسِلْ	مَعِيَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
کہ	میں نہ کہوں	پر	اللہ	مگرحق	تحقیق تمہارے پاس لایاہوں+نشانیاں	سے	تمہارارب	پس بھیج دے	میرے ساتھ	بنی اسرائیل

میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرنے کے مقاصد

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت وارشاد کے تفصیلی واقعات سب سے زیادہ ملتے ہیں یا تو اس لئے کہ نبوت و حکومت، سیاسی وملکی مکمل انقلاب کے لحاظ سے بیشتر حالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات سے بہت زیادہ مطابقت رکھتے ہیں اور یا عرب ممالک میں یہود کی کثرت اس تفصیل کا باعث بنی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کا حکم ہوا اور معجزات دے کر فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا گیا تو انہوں نے بجائے آپ کو ماننے کے آپ کی تکذیب کی۔ آپ کے معجزات کو جادو کہا اور بے ادبی اور گستاخی کی، جس کا نتیجہ وہی ہوا جو مفسدوں کا ہوتا ہے یعنی تباہی و بربادی اور دنیا و آخرت کی انجام کار ناکامی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تسلی دی گئی کہ کفار مکہ و دیگر اطراف کے لوگوں کے انکار اور ضد سے آپ شکستہ دل نہ ہوں۔ نتیجہ کے منتظر رہیں۔ کامیابی اور کامرانی بالآخر اہل ایمان ہی کو ہوگی اس کے علاوہ حضرت موسیٰ اور فرعون کے قصہ میں غلامی و آزادی کی باہم معرکہ آرائی اور حق و باطل کے مقابلہ کی وہ داستان ہے کہ جس کے اندر موعظت ونصیحت کا بڑا ذخیرہ موجود ہے اس لئے قرآن کریم نے حسب ضرورت اور حسب موقع ومحل جگہ جگہ اس قصہ کے اجزاء کو کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً بیان کیا ہے۔

ملک مصر میں بنی اسرائیل کی آبادی

بنی اسرائیل ملک مصر کے قدیم باشندہ نہ تھے۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد ونسل بنی اسرائیل کہلاتی ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام مع تمام خاندان اور اہل وعیال کے کنعان سے ملک مصر میں آرہے تو یہاں آپ کی نسل میں بہت برکت ہوئی اور تھوڑے ہی زمانہ میں اسرائیلیوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔

فرعون کی بنی اسرائیلیوں سے عداوت

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے مغرور اور سفاک بادشاہ مصر فرعون کو خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ پردیسی اسرائیلی ہمارے ملک پر قابض نہ ہو جائیں اس لئے ان کو تباہ و ذلیل کرنے کی اس نے ہر ممکن تدبیر اختیار کرنا شروع کی۔ فرعون کسی مخصوص بادشاہ کا نام نہیں تھا بلکہ شاہان مصر کا لقب تھا۔ ہر بادشاہ کو فرعون کہتے تھے۔ تو فرعون اور اس کے قدیم ملکی جن کو قبطی کہا جاتا تھا اسرائیلیوں سے سخت محنت، مزدوری اور خدمت گزاری کے کام لیتے اور ان کو ذرا ذرا سے قصور پر سخت سزائیں دی جاتیں۔

بنی اسرائیلیوں کے بچوں کے قتل کا فیصلہ

مورخین کہتے ہیں کہ فرعون کو بنی اسرائیل کے ساتھ اس لئے عداوت ہو گئی تھی کہ اس زمانہ کے کاہنوں اور نجومیوں نے اس کو بتایا تھا کہ تیری حکومت کا زوال ایک اسرائیلی لڑکے کے ہاتھ ہوگا اور بعض تاریخی روایات میں ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر دربار کے کاہنوں نے وہی دی جس کا ابھی ذکر ہوا۔ اس پر لکھا ہے کہ فرعون نے دایہ مقرر کر دی تھیں کہ قلمرو مصر میں جس اسرائیلی کے یہاں لڑکا پیدا ہو اس کو قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیا کریں۔ اس سے مقصود بنی اسرائیل کی تذلیل بھی تھی کہ جب لڑکیاں بکثرت ہوں گی اور اسرائیلی لڑکا کوئی موجود نہ ہوگا تو لامحالہ وہ لڑکیاں قبطیوں یعنی مصریوں کے قبضہ میں آئیں گی جن سے خدمت گزاری وغیرہ کے کام لئے جاسکیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

بالآخر عمران کے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ فرعون اسرائیلی لڑکوں کے قتل کا فیصلہ کر چکا تھا اسلیئے ان کی والدہ اور اہل خاندان ان کی ولادت کے وقت سخت پریشان تھے کہ کس طرح بچہ کو قاتلوں کی نگاہوں سے محفوظ رکھیں۔ جوں توں کر کے کچھ دنوں ان کی پیدائش کی بالکل کسی کو خبر نہ ہونے دی لیکن جاسوسوں کی دیکھ بھال اور حالات کی نزاکت کی وجہ سے زیادہ دن تک اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنے کی ہمت نہ ہو سکی اس لئے ان کی والدہ سخت پریشان تھیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام دریائے نیل کے حوالے

اس نازک اور سخت وقت میں خدائے قدوس نے مدد فرمائی اور حضرت موسیٰ کی والدہ کے دل میں یہ القاء کیا کہ ایک تابوت کی طرح کا صندوق بناؤ جس پر رال اور روغن کی پالش کر دو تا کہ پانی اندر اثر نہ کر سکے اور اس میں اس بچہ کو محفوظ رکھ دو اور پھر اس صندوق کو دریائے نیل کے بہاؤ پر چھوڑ دو۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایسا ہی کیا اور ساتھ ہی اپنی بڑی لڑکی یعنی موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ کو مامور کیا کہ وہ اس صندوق کے بہاؤ کے ساتھ کنارے کنارے چل کر صندوق کو نگاہ میں رکھے اور دیکھے کہ خدا اس کی حفاظت کا وعدہ کس طرح پورا فرماتا ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو خدا تعالیٰ نے یہ بشارت پہلے ہی سنادی تھی کہ ہم اس بچہ کو تیری ہی جانب واپس کر دیں گے اور یہ ہمارا پیغمبر اور رسول ہوگا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے محل میں

حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ برابر صندوق کے بہاؤ کے ساتھ ساتھ کنارے کنارے جارہی تھیں کہ انہوں نے دیکھا کہ صندوق تیرتے ہوئے شاہی محل کے کنارے آلگا اور فرعون کے گھرانہ میں سے ایک عورت نے اپنے خادموں کے ذریعہ اس کو اٹھوالیا اور شاہی محل میں لے گئی حضرت موسیٰ کی ہمشیرہ یہ دیکھ کر خوش ہوئیں اور حالات کی مزید تفصیل معلوم کرنے کے لئے شاہی محل کی خادماؤں میں شامل ہو گئیں۔ بہر حال فرعون کے گھر والوں نے جب محل میں صندوق کھولا تو دیکھا کہ ایک حسین اور تندرست بچہ آرام سے لیٹا ہوا انگوٹھا چوس رہا ہے۔ فرعون کی بیوی نے بچہ کو دیکھا تو باغ باغ ہو گئی اور انتہائی

محبت سے اس کو پیار کیا۔ محل میں سے کسی نے کہا کہ یہ تو اسرائیلی معلوم ہوتا ہے اور ہمارے دشمنوں کے خاندان کا بچہ ہے اس کا قتل کر دینا ضروری ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی ہمارے بادشاہ کے خواب کی تعبیر ثابت ہو۔ اس بات کو سن کر فرعون کو بھی خیال پیدا ہوا۔ فرعون کی بیوی نے اپنے شوہر کے تیور دیکھے تو کہنے لگی کہ ایسے پیارے بچہ کو قتل نہ کرو۔ کیا عجب کہ یہ میرے اور تیرے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے یا ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں اور ہمارے لئے اس کا وجود نفع بخش ثابت ہو یعنی اگر یہ اسرائیلی بچہ بھی ثابت ہو تو ہماری محبت اور آغوش تربیت شاید اس کو مضر ہونے کی بجائے مفید ثابت کردے۔ غرض فرعون سے اجازت لے کر حضرت موسیٰ کو فرزندی میں لے لیا۔

دوبارہ اپنی والدہ کی گود میں

اب یہ سوال پیدا ہوا کہ بچہ کے لئے دودھ پلائی مقرر کی جائے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ سے کئے گئے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بچہ کی طبیعت میں یہ بات پیدا کردی کہ وہ کسی عورت کے پستان کو منہ ہی نہیں لگاتا۔ شاہی دایہ تھک کر بیٹھ گئیں مگر موسیٰ نے کسی ایک کا بھی دودھ نہ پیا۔ یہ سارا حال موسیٰ کی ہمشیرہ "مریم" دیکھ رہی تھیں۔ کہنے لگیں اگر اجازت ہو تو میں ایک ایسی دایہ کا پتہ بتاؤں جو نہایت نیک اور اس خدمت کے لئے بہت موزوں ہے بلکہ حکم ہو تو میں خود اس کو ساتھ لے کر آؤں۔ فرعون کی بیوی نے دایہ کو لانے کا حکم دے دیا اور موسیٰ علیہ السلام کی ہمشیرہ خوش خوش گھر کو روانہ ہوئیں کہ والدہ کو لے آئیں۔ ادھر موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا برا حال تھا ایک الہامی خیال سے بچہ کو سپرد دریا تو کر دیا تھا مگر ماں کی مامتا نے زور کیا اور بے چین ہو کر اس پر آمادہ ہوگئیں کہ اپنے اس راز کو افشاء کردیں اسی اضطراب اور بے چینی کی حالت میں خدا تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل و کرم فرمایا اور ان کے قلب میں اطمینان اور سکون نازل کیا۔ قدرت خداوندی اور لطیفۂ غیبی کی منتظر تھیں کہ بیٹی نے آ کر پوری داستان کہہ سنائی اور کہا کہ فرعون کی بیوی نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فوراً آپ کو لے کر آؤں۔ یہ ہم پر خدا کا بڑا احسان اور کرم و فضل ہوا۔ اب تم چل کر بچہ کو سینہ سے لگاؤ اور آنکھیں ٹھنڈی کرو اور اس کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا۔ یہ حال بیسویں پارہ سورۂ قصص میں بیان فرمایا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جوان ہونا اور مظالم کی روک تھام

غرض حضرت موسیٰ ایک عرصہ تک شاہی تربیت میں بسر کرتے کرتے جوان ہوگئے تو نہایت مضبوط قوی الجثہ اور بہادر جوان نکلے۔ چہرہ سے رعب ٹپکتا اور گفتگو سے ایک خاص وقار اور شان عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ فرعون کے بیٹے کہلاتے تھے اور ان کو وہی اقتدار ناز و نعمت حاصل تھا جو شہزادوں کو ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل پر جو ظلم ہوتے تھے ان کا بہت سا حصہ حضرت موسیٰ کی سفارش پر موقوف ہوگیا تھا۔ مگر قبطیوں کو اب بھی موسیٰ علیہ السلام کے نسب میں کوئی شبہ نہ ہوا اور حضرت موسیٰ جو بنی اسرائیل کی رعایت کرتے تھے اس کی وجہ قبطی یہ سمجھتے تھے کہ چونکہ موسیٰ نے اسرائیلی کا دودھ پیا ہے یہ دودھ کا اثر ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عدل پروری سے قبطیوں کا تنگ آنا

بہرحال حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کسی کو کوئی شبہ نہ تھا مگر موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوگیا تھا کہ وہ اسرائیلی ہیں اور مصری خاندان سے ان کا کوئی رشتہ قرابت نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ بنی اسرائیل مصر میں ذلت اور غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں یہ دیکھ کر ان کا خون کھولنے لگتا اور اسرائیلیوں کی حمایت و نصرت میں پیش پیش ہو جاتے۔ موسیٰ علیہ السلام کی عدل پروری سے ظالم قبطی اب تنگ آ گئے اور موسیٰ علیہ السلام کو مشتبہ نظر سے نہیں بلکہ کینہ کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

قبطی کا قتل

ایک مرتبہ شہری آبادی سے ایک کنارہ پر جارہے تھے تو دیکھا کہ ایک قبطی یعنی مصری ایک اسرائیلی کو بیگار کے لئے گھسیٹ رہا ہے۔ اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو فریاد کرنے اور مدد چاہنے لگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مصری کی اس جابرانہ حرکت پر سخت غصہ آیا اور اس کو باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر مصری نہ مانا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے غصہ میں آکر ایک مکا رسید کر دیا۔ مصری اس ضرب کو برداشت نہ کر سکا اور اسی وقت مر گیا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ دیکھا تو بہت افسوس کیا کیونکہ ان کا ارادہ ہرگز اس کو مار ڈالنے کا نہ تھا اور ندامت شرمندگی کے ساتھ دل میں کہنے لگے کہ یہ کار شیطان ہے۔ وہی انسان کو ایسی غلط راہ پر لگاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کرنے لگے کہ یہ جو کچھ ہوا نادانستگی میں ہوا اور میں مغفرت کا خواستگار ہوں۔ شہر میں مصری کے قتل کی خبر شائع ہوگئی مگر قاتل کا پتہ نہ چلا۔ آخر مصریوں نے فرعون کے پاس استغاثہ کیا کہ یہ کام کسی اسرائیلی کا ہے آپ دادرسی فرمایئے۔ فرعون نے کہا کہ اس طرح ساری قوم سے تو بدلہ نہیں لیا جا سکتا۔ تم قاتل کا پتہ لگاؤ میں ضرور سزا دوں گا۔

قتل کا افشاء

اتفاق کی بات کہ دوسرے دن بھی حضرت موسیٰؑ شہر کے آخری کنارہ پر سیر فرمارہے تھے دیکھا کہ وہی اسرائیلی پھر ایک قبطی سے جھگڑ رہا ہے اور قبطی غالب ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر کل کی طرح آج بھی اس نے فریاد کی اور دادرسی کا خواستگار ہوا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر حضرت موسیٰؑ نے دوہری ناگواری محسوس کی۔ ایک جانب قبطی کا ظلم تھا۔ دوسری جانب اسرائیلی کا شور و غوغا اور گذشتہ واقعہ کی یاد۔ اسی جھنجھلاہٹ میں ایک طرف انہوں نے مصری کو باز رکھنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور ساتھ ہی اسرائیلی کو بھی جھڑکتے ہوئے فرمایا کہ تو بھی بلاشک کھلا ہوا گمراہ ہے کہ جھگڑا مول لے کر داد فریاد کرتا رہتا ہے۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ کو ہاتھ بڑھاتے اور پھر اپنے متعلق ناگوار اور تلخ الفاظ کہتے سنا تو یہ سمجھا کہ یہ مجھ کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مجھ کو گرفت میں لینا چاہتے ہیں اس لئے شرارت آمیز انداز سے کہا کہ جس طرح کل تم نے ایک قبطی کو ہلاک کر دیا اسی طرح آج مجھ کو قتل کر ڈالنا چاہتے ہو۔ مصری نے جب یہ سنا تو اسی وقت مصریوں سے جا کر ساری داستان کہہ سنائی۔ انہوں نے فرعون کو اطلاع دی کہ مصری کا قاتل موسیٰ ہے۔ فرعون نے یہ سنا تو جلاد کو حکم دیا کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے حاضر کرے۔ مصریوں کے اس مجمع میں ایک شریف مصری بھی تھا جو دل سے حضرت موسیٰؑ سے محبت رکھتا تھا اور اسرائیلی مذہب کو حق جانتا تھا۔ یہ فرعون ہی کے خاندان کا فرد تھا اور دربار کا حاضر باش۔ اس نے فرعون کا یہ حکم سنا تو فرعونی جلادوں سے پہلے ہی دربار سے نکل کر دوڑتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے سارا قصہ بیان کیا اور ان کو مشورہ دیا کہ اس وقت مصلحت یہی ہے کہ آپ کسی ایسے مقام میں چلے جایئے جہاں ان کی دسترس نہ ہو سکے۔

مدین کی طرف ہجرت

حضرت موسیٰؑ نے اس کے مشورہ کو قبول کیا اور ارض مدین کی طرف خاموشی کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ اور غالباً یہ انتخاب اس لئے کیا کہ یہ قبیلہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نزدیک کی قرابت رکھتا تھا۔ حضرت موسیٰؑ چونکہ فرعون کے خوف سے بھاگے تھے اس لئے ان کے ہمراہ نہ کوئی رفیق اور رہنما تھا نہ زاد راہ۔ اور تیز روی کی وجہ سے برہنہ پا تھے۔ اس تمام سفر میں موسیٰ علیہ السلام کی خوراک درختوں کے پتوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھی اور برہنہ پا ہونے کی وجہ سے سفر کی طوالت نے پاؤں کے تلوؤں کی کھال تک اڑا دی تھی۔ اس پریشان حالی میں موسیٰؑ ارض مدین میں داخل ہوئے۔

مدین میں شادی، دس سالہ قیام کے بعد واپسی اور نبوت سے سرفرازی

اب یہاں کے واقعات و حالات بھی طویل ہیں جو سورۂ قصص وطٰہٰ وغیرہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے موقع پر بیان ہوں گے۔ مختصر یہ کہ قبیلہ مدین کے بزرگ میزبان نے آپ کو مہمان رکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دس سال تک ان کی بکریاں چرانے کے لئے وہیں مقیم رہے اور اس مدت کے پورا کر دینے کی شرط پر ان کا نکاح ایک صاحبزادی سے ہو گیا۔ جب دس سال کی مدت پورا کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنی اہلیہ محترمہ کے مدین سے مصر کو چلے تو وادی ایمن میں نبوت سے سرفراز فرمایا گیا اور مصر جانے اور فرعون کو سمجھانے کا حکم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق اللہ کے رسول بن کر آپ مصر آئے اور فرعون کے دربار تک رسائی ہوئی۔ اس کے آگے کا قصہ ان آیات زیر تفسیر سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

"پھر ان مذکورہ پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل یعنی معجزات دیکر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا ان کی ہدایت و تبلیغ کے لئے۔ سو ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا برا انجام ہوا جیسا اور جگہ ان کا غرق اور ہلاک ہونا مذکور ہے یہ تو تمام قصہ کا اجمال تھا آگے تفصیل ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے پاس بحکم الٰہی جا کر فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے پیغمبر مقرر ہوا ہوں اور جو مجھ کو کاذب بتلائے اس کی غلطی ہے کیونکہ میرے لئے یہی شایان ہے کہ بجز سچ کے خدا کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل یعنی معجزہ بھی لایا ہوں سو جب میں رسول ہوں تو جو کہوں اس کی اطاعت کرو چنانچہ منجملہ امور کے ایک یہ کہتا ہوں کہ تو بنی اسرائیل کو اپنی بیگار سے خلاصی دے کر میرے ساتھ ملک شام کو جو ان کا اصل وطن ہے بھیج دے"۔

اب فرعون نے اس کا کیا جواب دیا یہ اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم کو اپنے رسول پاک نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا حق ادا کرنے کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ اور ہمیں آپ کا اتباع کامل نصیب فرما۔ اور نافرمانی کا جو انجام گذشتہ اقوام نے دیکھا ہمیں اس سے محفوظ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ

عَصَاهُ	فَاَلْقٰى	الصّٰدِقِيْنَ	مِنَ	كُنْتَ	اِنْ	فَاْتِ بِهَا	بِاٰيَةٍ	جِئْتَ	كُنْتَ	اِنْ	قَالَ
اپنا عصا	پس اس نے ڈالا	سچے	سے	تو ہے	اگر	تو وہ لے آ	کوئی نشانی	لایا ہے	تو	اگر	بولا

فرعون نے کہا کہ اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اسکو اب پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں۔ بس آپ نے اپنا عصا ڈال دیا سو دفعۃً وہ صاف ایک اژدہا بن گیا۔

فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

لِلنّٰظِرِيْنَ	بَيْضَآءُ	فَاِذَا هِيَ	يَدَهٗ	وَنَزَعَ	مُّبِيْنٌ	ثُعْبَانٌ	فَاِذَا هِيَ
ناظرین کیلئے	نورانی	پس ناگہاں وہ	اپنا ہاتھ	اور نکالا	صریح (صاف)	اژدھا	پس وہ اچانک

اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔

فرعون کی طرف سے معجزہ کا مطالبہ

جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کو اللہ کا پیغمبر اور رسول ہونا ظاہر کیا تو یہ فرعون کے خدائی دعوے پر ایک ضرب تھی اور اس کا نتیجہ جو نکلنا تھا وہ نکلا۔ یعنی فرعون نے دعویٰ خدائی سے ہٹنا گوارا نہ کیا اور دونوں باتوں کا انکار کر دیا۔ نہ اللہ تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کا اقرار کیا اور نہ موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی۔ نہ موسیٰ علیہ السلام کے اس مطالبہ کی پروا کی کہ بنی اسرائیل کو چھٹکارہ دیکر ان کے ساتھ کر دے کہ وہ ان کو ان کے اصلی وطن اور پیغمبروں کی سرزمین ملک شام لے جائیں۔

یہاں ان آیات میں تو ذکر نہیں فرمایا مگر سورہ شعراء انیسویں پارہ میں بتلایا گیا کہ فرعون نے جب یہ سنا تو کہنے لگا کہ موسیٰ آج تو پیغمبر بن کر میرے سامنے بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ کرتا ہے وہ دن بھول گیا جب کہ تو نے میرے ہی گھر میں پرورش پائی اور بچپن کی زندگی گزاری اور کیا تو یہ بھی بھول گیا کہ تو نے ایک مصری کو قتل کیا اور پھر یہاں سے بھاگ گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ صحیح ہے کہ میں نے تیرے گھر میں پرورش پائی اور ایک مدت تک شاہی محل میں رہا اور مجھے یہ بھی اعتراف ہے کہ غلطی کی بناء پر مجھ سے نادانستہ ایک شخص قتل ہو گیا تھا اور میں اسی خوف سے چلا گیا تھا لیکن یہ تو خدا تعالیٰ کی رحمت کا کرشمہ ہے کہ اس نے بیکسانہ مجبوریوں کی حالت میں تیرے ہی گھرانے میں میری پرورش کرائی اور پھر مجھ کو اپنی سب سے بڑی نعمت نبوت و رسالت سے سرفراز کیا۔ اے فرعون کیا یہ طریقہ عدل و انصاف کا طریقہ ہوگا کہ مجھ ایک اسرائیلی کی پرورش کا بدل یہ ٹھہرے کہ بنی اسرائیل کی تمام قوم کو تو غلام بنائے رکھے؟ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی رسالت کے دعویٰ میں یہ بھی فرمایا تھا کہ میں تمہارے پاس رب کی طرف سے کھلا ہوا معجزہ اور نشانی بھی لے کر آیا ہوں۔ اس پر جیسا کہ ان آیات میں بیان ہوا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اگر تمہارے پاس سچ مچ کوئی نشانی ہے تو دکھاؤ تا کہ تمہارا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ

موسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ طریقہ بتا دیا تھا۔ انہوں نے بے تامل اپنے ہاتھ کا عصا (یعنی لاٹھی) زمین پر ڈال دیا۔ عصا زمین پر گرتے ہی ایک بڑا زبردست سانپ بن گیا جسے اژدہا کہتے ہیں اور لگا پھنکارے مارنے۔ اب جو یہ کیفیت فرعونیوں نے دیکھی تو ڈر کے مارے بھاگنے لگے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا تو پھر

بدستور لاٹھی ہوگئی۔ دوسرا معجزہ آپ نے یہ دکھایا کہ اپنا ہاتھ اپنی بغل میں داخل کیا اور باہر نکالا تو وہ سورج کی طرح چمکنے لگا یہاں تک کہ فرعون اور حاضرین کی نگاہیں چکا چوند ہوگئیں۔ جب حاضرین نے درخواست کی تو آپ نے مٹھی بند کرلی اور روشنی موقوف ہوگئی۔

یہاں اس آیت میں لفظ ثعبان آیا ہے جس کے معنیٰ اژدھے کے ہیں ایک اور آیت میں اس کو جان کہا گیا ہے اور جان چھوٹے سانپ کو کہتے ہیں جو اژدھے سے مختلف ہوتا ہے پھر دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ اس کی کئی توجیہات علماء نے لکھی ہیں ایک توجیہ تو یہ ہے کہ وہ جسامت میں تو یقیناً اژدھا تھا مگر اژدھا زمین پر پڑا رہتا ہے حرکت نہیں کرتا۔ عصائے موسیٰ ایسا اژدھا نہ تھا کہ حرکت نہ کر سکے۔ بلکہ پھرتی اور تیزی میں چھوٹے سانپ کی طرح تھا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ۸۰ ہاتھ تو اس کے منہ کا پھیلاؤ ہو جاتا تھا۔ نیچے کا جبڑا اگر زمین پر ہوتا تو اوپر والا جبڑا محل فرعون کے اوپر جا لگتا۔

دوسری توجیہ یہ لکھی ہے کہ ڈالنے پر ابتداءً وہ سانپ ہوتا پھر بڑھتے بڑھتے اژدہا بن جاتا۔

اور تیسری توجیہ یہ بھی لکھی ہے کہ جیسا موقع ہوتا یا جیسے حضرت موسیٰؑ چاہتے ویسے ہی وہ بن جاتا تھا۔ کبھی سانپ بن گیا تو سانپ ہی رہا اور اژدھا بن گیا تو وہی رہتا۔

دعا کیجئے

یَااللہ آپ کا شکر و احسان ہے کہ آپ نے ہم کو تمام انبیاء پر ایمان کے ساتھ اشرف الانبیاء والمرسلین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونا نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے رسول پاکؐ کا اتباع کامل نصیب فرماویں۔ حق کو اختیار کرنے اور باطل سے گریز کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

یَااللہ ہم کو اپنے رسول پاکؐ کی فرمانبرداری نصیب فرما اور ظاہر و باطن میں شریعت مطہرہ کی پابندی نصیب فرما۔ اور حضور ﷺ کی تعلیمات و ارشادات کی مخالفت سے مکمل بچنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۹﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ

قَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِ	فِرْعَوْنَ	اِنَّ	هٰذَا	لَسٰحِرٌ	عَلِيْمٌ	يُرِيْدُ	اَنْ	يُّخْرِجَكُمْ	مِّنْ
بولے	سردار	سے	قوم	فرعون	بیشک	یہ	جادوگر	علم والا (ماہر)	چاہتا ہے	کہ	تمہیں نکال دے	سے

قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ یہ چاہتا ہے کہ تمکو تمہاری سرزمین سے باہر کردے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔

اَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۱۱۱﴾

اَرْضِكُمْ	فَمَاذَا	تَاْمُرُوْنَ	قَالُوْا	اَرْجِهْ	وَاَخَاهُ	وَاَرْسِلْ	فِي الْمَدَآئِنِ	حٰشِرِيْنَ
تمہاری سرزمین	تو اب کیا	کہتے ہو	وہ بولے	روک لے	اور اسکا بھائی	اور بھیج	شہروں میں	اکٹھا کرنیوالے (نقیب)

انہوں نے کہا کہ آپ انکو اور انکے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں چپراسیوں کو بھیج دیجئے۔ کہ وہ سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کردیں۔

يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾

يَاْتُوْكَ	بِكُلِّ	سٰحِرٍ	عَلِيْمٍ	وَجَآءَ	السَّحَرَةُ	فِرْعَوْنَ	قَالُوْا	اِنَّ	لَنَا	لَاَجْرًا	اِنْ	كُنَّا	نَحْنُ	الْغٰلِبِيْنَ
تیرے پاس لے آئیں	ہر	جادوگر	علم والا (ماہر)	اور آئے	جادوگر (جمع)	فرعون	وہ بولے	یقیناً	ہمارے لئے	کوئی اجر (انعام)	اگر	ہوئے	ہم	غالب (جمع)

اور وہ جادوگر فرعون کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو ہمکو کوئی بڑا صلہ ملے گا۔

قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

قَالَ	نَعَمْ	وَاِنَّكُمْ	لَمِنَ	الْمُقَرَّبِيْنَ
اس نے کہا	ہاں	اور تم بیشک	البتہ۔ سے	مقربین

فرعون نے کہا کہ ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہوجاؤ گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف فرعونیوں کا پروپیگنڈہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو معجزے بھرے دربار میں فرعون اور اس کی قوم کو دکھلائے ایک لاٹھی کا معجزہ کہ جس کو زمین پر ڈالا تو وہ ایک زبردست اژدھا بن گئی اور دوسرا معجزہ یہ تھا کہ آپ نے اپنی بغل میں ہاتھ داخل کیا اور نکالا تو ہتھیلی نہایت چمکدار اور روشن تھی۔ فرعون کے درباریوں نے جب اس طرح ایک اسرائیلی کے ہاتھوں اپنے بادشاہ کی بظاہر شکست اور خوف و ہراس کو دیکھا تو کہنے لگے کہ بلاشبہ یہ بڑا ماہر جادوگر ہے اور جیسا کہ ان آیات میں بتلایا گیا وہ آپس میں کہنے لگے کہ یہ جادو کے زور سے تم پر غالب آکر تمہاری سرزمین مصر سے تم کو باہر نکالنا چاہتا ہے۔ یعنی ان کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ عجیب وغریب ساحرانہ کرشمہ دکھلا کر مخلوق کو اپنی طرف مائل کرلیں اور انجام کار ملک میں اثر اور اقتدار پیدا کرکے اور بنی اسرائیل کی حمایت اور آزادی کا نام لے کر مصریوں کو جو یہاں کے اصلی باشندے ہیں ان کے ملک و وطن سے بے دخل کردے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کیلئے جادوگروں کو دعوت

ان حالات کے پیش نظر فرعون اور فرعونیوں کے مشورے سے یہ طے پایا کہ فی الحال تو موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون (علیہما السلام) کو مہلت دو اور اس دوران میں تمام قلمرو سے ماہر جادوگروں کو دارالسلطنت میں جمع کرو اور پھر ان سے موسیٰ کا مقابلہ کراؤ بلاشبہ یہ شکست کھاجائیں گے اور ان کے تمام ارادے خاک میں مل جائیں گے۔ تب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم خوب سمجھ گئے تم اس حیلہ سے ہم کو سرزمین مصر سے بے دخل کرنا چاہتے ہو لہٰذا تمہارا علاج اب اس کے سوا کچھ نہیں کہ بڑے بڑے ماہر جادوگروں کو بلا کر تم کو شکست دلائی جائے۔ اب تمہارے اور ہمارے درمیان مقابلہ کے دن کا معاہدہ ہونا چاہئے۔ اور نہ ہم اس سے ٹلیں گے اور نہ تم وعدہ خلافی کرنا۔

مقابلہ کے وقت کی تعیین اور اس کی تیاریاں

سولہویں پارہ سورۃ طٰہٰ کی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کام کے لئے سب سے بہتر وقت "یوم الزینہ" ہے۔ مصریوں میں یہ تمام خوشیوں میں سب سے بڑی خوشی وجشن کا دن تھا۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان "یوم الزینہ" (جشن کا دن) طے پا گیا اور فرعون نے اسی وقت اپنے تمام عمال اور ارکان کے نام احکام جاری کر دیئے کہ تمام قلمرو میں جو مشہور اور ماہر جادوگر ہیں ان کو جلد از جلد دارالحکومت میں جمع کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس بات کو اس لئے غنیمت جانا کہ وہ خدائے تعالیٰ کے جس قدر نشانات ومعجزات فرعون اور قوم فرعون کو دکھا چکے تھے انہوں نے ان کو یہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ یہ تو جادو اور سحر ہے لہٰذا اب جبکہ ساحروں اور جادوگروں سے مقابلہ کے بعد بھی خدا کا معجزہ غالب رہے گا تو ناچار ان کو صداقت کے سامنے جھکنا پڑے گا اور اقرار کئے بغیر کوئی چارہ نہ رہے گا پس اگر ان کے قومی جشن کے روز خواص وعوام کے مجمع میں ساحر اور جادوگر عاجز ہو کر میری صداقت کا اقرار کر لیں تو پھر کسی کو بھی لب کشائی کا موقع نہ رہے گا اور برسرعام حق کے مظاہرے کا بہترین موقع ثابت ہوگا۔

میدان مقابلہ میں عوام وخواص کا اجتماع

بہرحال وہ یوم جشن آ پہنچا اور میدان جشن میں تمام شاہانہ کروفر کے ساتھ فرعون تخت نشین ہوا اور تمام درباری حسب مراتب بیٹھے اور لاکھوں انسان حق وباطل کے معرکہ کا نظارہ کرنے کو جمع ہوئے۔ ایک جانب مصر کے مشہور جادوگروں کا گروہ اپنے ساز وسامان سے لیس کھڑا ہے اور دوسری جانب خدا کے رسول اور حق کے پیغامبر سچائی اور راستی کے پیکر حضرت موسیٰ اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہما السلام کھڑے ہیں۔ فرعون بہت مسرور ہے اس یقین پر کہ ساحرین مصر ان دونوں کو جلد ہی شکست دے دیں گے۔ ساحروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر تم نے موسیٰ کو شکست دے دی تو نہ صرف انعام واکرام سے مالا مال کئے جاؤ گے بلکہ میرے دربار میں خاص جگہ پاؤ گے۔ ساحر بھی اپنی کامیابی کے یقین پر فرعون سے اپنے اکرام واعزاز کا وعدہ لے رہے ہیں اور اس کے تصور سے بہت شاداں اور مسرور ہیں۔

حضرت ہارون علیہ السلام

جب مدین سے دس سال کے بعد چلنے پر طویٰ کی مقدس وادی میں منصب نبوت سے سرفراز فرمائے گئے اور کلام ربانی سے فیضیاب بن کر اور دعوت تبلیغ حق میں کامیابی اور کامرانی کا مژدہ پا کر "وادیٔ مقدس" سے اترے جہاں ایک چمکتا ہوا شعلہ دیکھ کر آگ لینے گئے تھے اور اپنی بیوی صاحبہ کے پاس پہنچے جو وادی کے سامنے جنگل میں ان کی منتظر اور چشم براہ تھیں تو ان کو ساتھ لیا اور یہیں سے تعمیل حکم الٰہی کے لئے مصر روانہ ہو گئے اس کا تفصیلی بیان ان شاء اللہ سورۂ طٰہٰ میں آئے گا منزلیں طے کرتے ہوئے جب مصر پہنچے تو رات ہو گئی تھی خاموشی کے ساتھ مصر میں داخل ہو کر اپنے مکان پہنچے مگر اندر داخل نہ ہوئے اور والدہ کے سامنے ایک مسافر کی حیثیت میں ظاہر ہوئے۔ یہ بنی اسرائیل میں مہمان نواز گھر تھا۔ حضرت موسیٰ کی خوب خاطر مدارات کی گئی اسی دوران میں ان کے بڑے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام آ پہنچے۔ یہاں پہنچنے سے قبل ہی ہارون علیہ السلام کو منصب نبوت عطا ہو چکا تھا اس لئے کہ ان کو بذریعہ وحی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سارا قصہ بتا دیا گیا تھا وہ بھائی سے آ کر لپٹ گئے اور پھر ان کو اور ان کی بیوی صاحبہ کو گھر میں لے گئے اور والدہ کو سارا حال سنایا۔ تب سب خاندان آپس میں گلے ملا اور بچھڑے ہوئے بھائیوں نے ایک دوسرے کی گذشتہ زندگی سے تعارف پیدا کیا اور والدہ کی آنکھوں نے ٹھنڈک حاصل کی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب دونوں بھائی فرعون کے دربار میں جانے لگے تو والدہ نے غایت شفقت کی بناء پر روکنا چاہا کہ تم ایسے شخص کے پاس جانا چاہتے ہو جو صاحب تخت وتاج بھی ہے اور ظالم اور مغرور بھی۔ وہاں نہ جاؤ وہاں جانا بے سود ہوگا۔ مگر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے والدہ کو سمجھایا کہ خدا تعالیٰ کا حکم ٹالا نہیں جا سکتا اور اس کا وعدہ ہے کہ ہم کامیاب ہوں گے۔ اس طرح دونوں بھائی خدا کے سچے پیغمبر اور نبی فرعون کے دربار میں پہنچے اور صداقت وحق کے پیغام کو پیش کیا۔

دعا کیجئے: یَا اللّٰہُ دنیا میں ہمیں اہل حق میں شامل رکھئے اور اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری نصیب فرمائیے۔
آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِىَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا

قَالُوْا	يٰمُوْسٰى	اِمَّآ	اَنْ	تُلْقِىَ	وَاِمَّآ	اَنْ	نَّكُوْنَ	نَحْنُ	الْمُلْقِيْنَ	قَالَ	اَلْقُوْا	فَلَمَّآ	اَلْقَوْا
وہ بولے	اے موسیٰ	یا	یہ کہ	تو ڈال	اور یا (ورنہ)	یہ کہ	ہوں	ہم	ڈالنے والے	کہا	تم ڈالو	پس جب	انہوں نے ڈالا

اُن ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ خواہ آپ ڈالئے اور یا ہم ہی ڈالیں۔ موسیٰ نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو پس جب انہوں نے ڈالا

سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ

سَحَرُوْٓا	اَعْيُنَ	النَّاسِ	وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ	وَجَآءُوْ + بِسِحْرٍ	عَظِيْمٍ	وَاَوْحَيْنَآ	اِلٰى	مُوْسٰى	اَنْ
سحر کردیا	آنکھیں	لوگ	اور انہیں ڈرایا	اور وہ لائے + جادو	بڑا	اور ہم نے وحی بھیجی	طرف	موسیٰ	کہ

تو لوگوں کی نظر بندی کردی اور ان پر ہیبت غالب کردی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا۔ اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے سو عصا کا ڈالنا تھا

اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِىَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

اَلْقِ	عَصَاكَ	فَاِذَا	هِىَ	تَلْقَفُ	مَا	يَاْفِكُوْنَ	فَوَقَعَ	الْحَقُّ	وَبَطَلَ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ
ڈالو	اپنا عصا	تو ناگاہ	وہ	نگلنے لگا	جو	انہوں نے ڈھکوسلا بنایا تھا	پس ثابت ہوگیا	حق	اور باطل ہوگیا	جو	وہ کرتے تھے

کہ اس نے انکے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا۔ پس حق ظاہر ہوگیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب آتا جاتا رہا۔ پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِىَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾

فَغُلِبُوْا	هُنَالِكَ	وَانْقَلَبُوْا	صٰغِرِيْنَ	وَاُلْقِىَ	السَّحَرَةُ	سٰجِدِيْنَ	قَالُوْٓا	اٰمَنَّا	بِرَبِّ	الْعٰلَمِيْنَ
پس مغلوب ہوگئے	وہیں	اور لوٹے	ذلیل	اور گر گئے	جادوگر	سجدہ کرنیوالے	وہ بولے	ہم ایمان لائے	رب پر	تمام جہان (جمع)

اور خوب ذلیل ہوئے۔ اور وہ جو ساحر تھے وہ سجدہ میں گر گئے۔ کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر۔

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾

رَبِّ	مُوْسٰى	وَهٰرُوْنَ
رب	موسیٰ	اور ہارون

جو موسیٰ و ہارون کا بھی رب ہے۔

جادوگروں کے فن کا بھرپور مظاہرہ

جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ یہ بتاؤ کہ ابتداء تمہاری جانب سے ہوگی یا ہماری جانب سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انتہائی جوانمردی سے ان کے سحر کو حقیر اور کمزور ظاہر کرنے کے لئے فرمایا کہ ابتداء تم ہی کرو اور اپنے کمال فن کی پوری حسرت نکال لو۔ چنانچہ انہوں نے اپنا جادو کیا اور ایسا عظیم الشان جادو کیا کہ لوگوں کی نظر بندی کردی جس سے لوگ خوف زدہ ہوگئے۔ قرآن پاک کی دوسری آیات میں ہے کہ جب جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک دیں تو وہ لوگوں کی نظر میں سانپ محسوس ہونے لگے اور وہ سانپ ادھر ادھر دوڑنے لگے اور ان کو نظر آیا کہ دور دور تک پہاڑوں کی طرح اونچے سانپ ہی سانپ ہیں اور تمام لوگوں کو اس منظر نے خوف زدہ کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ اور جادوگروں کی شکست فاش

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو دل میں یہ خوف محسوس کیا

کہ کہیں لوگ اس مظاہرے سے متاثر نہ ہو جائیں اور ساحروں کے سحر کو حقیقت نہ سمجھ لیں کیونکہ اگر ایسا ہوا تو یہ تاثیر اور رعب قبول حق کے لئے سدراہ بنے گا۔ تب خدا تعالیٰ نے ان کو مطمئن فرمایا اور وحی کے ذریعہ مطلع کیا کہ موسیٰ خوف نہ کھاؤ ہمارا وعدہ ہے کہ تم ہی غالب رہو گے اور اپنی لاٹھی کو زمین پر ڈالو۔ بحکم وحی موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی۔ لاٹھی فوراً اژدھا بن گیا اور جو بے حقیقت جادو جو ساحروں نے کیا تھا سب کو نگلنے لگا اور تھوڑی ہی دیر میں سارا میدان صاف ہو گیا۔ اور ان کا سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا اور اس طرح ساحر اپنے سحر میں ناکامیاب رہے۔

جادوگروں کا ایمان لے آنا

جادوگروں نے جو کہ اپنے فن کے ماہر اور کامل تھے جب عصائے موسیٰ کا یہ کرشمہ دیکھا تو وہ حقیقت حال سمجھ گئے کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے۔ یہ سحر نہیں آسمانی امر ہے۔ پس حق نمایاں ہو گیا اور جادوگروں کا جادو ٹوٹ گیا۔ معجزہ اور سحر کا امتیاز ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کسی غیبی قوت کا کرشمہ ہے۔ پس وہ حق سے ایسے مغلوب ہوئے کہ بے اختیار ہو کر سجدہ میں گر پڑے اور اعلان کر دیا کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے رب پر ایمان لے آئے کیونکہ وہی رب العالمین ہے۔

رحمت الٰہی کا کرشمہ

اب غور کیجئے کہ رحمت الٰہیہ کا کیا ٹھکانا ہے کہ جو لوگ ابھی ابھی پیغمبر خدا سے نبرد آزمائی کر رہے تھے سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اولیاء اللہ اور عارف کامل بن گئے۔ جیسا کہ اگلی آیات میں ان کے جواب سے ثابت ہوتا ہے۔ فرعونیوں کا مقصد تو اس مقابلہ سے یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عوام الناس کی نظروں میں جادوگر ہونے کا یقین دلائیں یا کم از کم شک ہی میں ڈال دیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی چال کو انہیں پر الٹ دیا اور خود ان کے بلائے ہوئے اپنے ماہرین فن نے بالاتفاق فیصلہ کر دیا کہ حضرت موسیٰ جو چیز پیش کر رہے ہیں وہ ہرگز جادو نہیں ہے بلکہ یقیناً رب العالمین کی طاقت کا کرشمہ ہے جس کے آگے کسی جادو کا زور نہیں چل سکتا۔

دعا کیجئے

یَااللہ جیسے آپ نے موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ میں اس وقت کے فرعون کو ذلیل فرمایا۔

یَااللہ اب بھی جو فرعون وقت حق سے مقابل ہیں اور حق کو مٹانا اور ختم کرنا چاہتے ہیں آپ اہل حق کی تائید اور نصرت فرمائیں۔ اور اہل حق کو فتح و کامیابی عطا فرمائیں اور اہل باطل کو مغلوب و ناکام فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ

قَالَ	فِرْعَوْنُ	اٰمَنْتُمْ	بِهٖ	قَبْلَ	اَنْ	اٰذَنَ لَكُمْ	اِنَّ	هٰذَا	لَمَكْرٌ	مَّكَرْتُمُوْهُ	فِي	الْمَدِيْنَةِ
بولا	فرعون	کیا تم ایمان لائے	اس پر	پہلے	کہ	میں اجازت دوں تمہیں	بیشک	یہ	ایک چال ہے	جو تم نے چلی	میں	شہر

فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدوں اسکے کہ میں تمکو اجازت دوں بیشک یہ ایک سازش تھی جس پر تمہارا عملدرآمد ہوا ہے اس شہر میں تا کہ تم سب اس شہر

لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ

لِتُخْرِجُوْا	مِنْهَا	اَهْلَهَا	فَسَوْفَ	تَعْلَمُوْنَ	لَاُقَطِّعَنَّ	اَيْدِيَكُمْ	وَاَرْجُلَكُمْ	مِّنْ	خِلَافٍ
تا کہ نکال دو	یہاں سے	اسکے رہنے والے	پس جلد	تم معلوم کرلو گے	میں ضرور کاٹ ڈالوں گا	تمہارے ہاتھ	اور تمہارے پاؤں	سے	دوسری طرف

سے وہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو سو اب تمکو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے۔ میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی

ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا

ثُمَّ	لَاُصَلِّبَنَّكُمْ	اَجْمَعِيْنَ	قَالُوْا	اِنَّا	اِلٰى	رَبِّنَا	مُنْقَلِبُوْنَ	وَمَا	تَنْقِمُ	مِنَّا	اِلَّا	اَنْ	اٰمَنَّا
پھر	میں تمہیں ضرور سولی دوں گا	سب کو	وہ بولے	بیشک ہم	طرف	اپنا رب	لوٹنے والے	اور نہیں	تجھ کو دشمنی	ہم سے	مگر	یہ کہ	ہم ایمان لائے

پر ٹانگ دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جاویں گے۔ اور تو نے ہم میں کونسا عیب دیکھا ہے بجز اسکے کہ ہم اپنے رب کے احکام

بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾

بِاٰيٰتِ	رَبِّنَا	لَمَّا	جَآءَتْنَا	رَبَّنَا	اَفْرِغْ	عَلَيْنَا	صَبْرًا	وَتَوَفَّنَا	مُسْلِمِيْنَ
نشانیاں	اپنا رب	جب	وہ ہمارے پاس آئیں	ہمارا رب	دہانے کھول دے	ہم پر	صبر	اور ہمیں موت دے	مسلمان (جمع)

پر ایمان لے آئے اے [illegible] ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالیئے۔

فرعون کی ایک اور فریب کاری

فرعون کے سامنے موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کو کھلم کھلا شکست دی اور فرعون دیکھتا رہا۔ کچھ بھی ان کی مدد نہ کرسکا تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ خدائی طاقت پر ایمان لانے کے لئے مجبور ہوگئے اور وہ ساحرین بے اختیار ہو کر سجدہ میں گر پڑے۔ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے ظہور حق پر سجدہ شکر ادا کیا۔ اسی وقت ساحرین بھی سر بسجود ہو گئے اور اعلان کر دیا کہ ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جسے موسیٰ اور ہارون اپنا رب کہتے ہیں۔ اب جب جادوگر مومن بن چکے اور فرعون کو اپنے مقصد میں سست ہوگئی تو اس نے مکر و فریب کا دوسرا طریقہ اختیار کیا جس کا حال ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ فرعون نے جادوگروں کو دھمکی دی کہ آج موسیٰ کو جو تم پر غلبہ ملا ہے تو دراصل یہ تم لوگوں کا باہمی سمجھوتہ اور سازش تھی۔ اور یہ موسیٰ تم سب کا استاد ہے اور یہ سب ملی بھگت ہے۔ جب ہی تو میری رعایا ہوتے ہوئے میری اجازت کے بغیر تم نے موسیٰ کے خدا پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ اچھا میں تم کو وہ عبرتناک سزا دوں گا کہ آئندہ ایسی غداری کی کسی کو جرات نہ ہو۔ پہلے تمہارے ہاتھ پیر الٹے سیدھے کٹواؤں گا اور پھر سب کو سولی پر چڑھاؤں گا۔

فرعون کی دھمکی جادوگروں کو ایمان سے نہ ہٹا سکی

جب انہوں نے فرعون کی اس جابرانہ دھمکیوں کو سنا تو جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ارشاد ہے انہوں نے کہا یہ ہم اب کبھی نہیں کر سکتے کہ سچائی کی جو روشن دلیل ہمارے سامنے آگئی اور جس خدا نے ہمیں پیدا کیا اس سے منہ موڑ کر تیرا حکم مان لیں۔ تو جو فیصلہ کرنا چاہتا ہے کر گزر تو زیادہ سے زیادہ جو کر سکتا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کی اس زندگی کا فیصلہ کر دے۔ ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے تا کہ وہ ہماری خطائیں بخش دے خصوصاً جادوگری کی خطا کہ جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا تھا۔ ہمارے لئے اللہ ہی بہتر ہے اور وہی باقی رہنے والا ہے۔ ہمیں کچھ پروا نہیں ہم مر کر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے جہاں ہر طرح آرام وراحت ہے سو ہمارا نقصان ہی کیا ہے اور ہم نے ایسی کونسی خطا کی ہے جو تو ہم کو اس سزا کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ سوائے اس کے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے۔ پھر فرعون سے اعراض کر کے وہ حق تعالیٰ سے دعا کرنے لگے کہ اے ہمارے رب تو ہم کو صبر عطا فرما اور ہمارا ایمان پر خاتمہ فرما اور اسلام پر ہماری جان نکالنا کہ اس کی سختی سے پریشان ہو کر کوئی بات ایمان کے خلاف نہ ہو جاوے۔

فرعون نے پھر ان نومسلم جادوگروں کو سزا دی تھی یا نہیں اس کی قرآن یا حدیث میں تصریح نہیں ہے۔ باقی اکثر مفسرین کے نزدیک سزا ہوئی جیسا کہ وہ لکھتے ہیں کہ صبح کے وقت تو وہ کافر جادوگر تھے اور شام کے وقت مومن اور شہداء تھے۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم کو اسلام پر استقامت اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرما۔

یَااللہ آپ کی تائید و توفیق اور نصرت ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو اور ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ و شوکت نصیب ہو۔

یَااللہ دشمنان دین کی طرف سے جو ایذائیں اہل حق کو دی جا رہی ہیں ان کا خاتمہ فرما اور نتیجہ اور انجام کے لحاظ سے اہل حق کو کامیابی نصیب فرما اور اہل باطل کو ذلت و رسوائی نصیب فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰی وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ

وَقَالَ	الْمَلَاُ	مِنْ	قَوْمِ	فِرْعَوْنَ	اَتَذَرُ	مُوْسٰی	وَقَوْمَهٗ	لِيُفْسِدُوْا	فِي	الْاَرْضِ	وَيَذَرَكَ
اور بولے	سردار	سے (کے)	قوم	فرعون	کیا تو چھوڑ رہا ہے	موسیٰ	اور اسکی قوم	تا کہ وہ فساد کریں	میں	زمین	اور وہ چھوڑ دے تجھے

اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ کو اور انکی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور وہ آپکو اور آپکے

وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ

وَاٰلِهَتَكَ	قَالَ	سَنُقَتِّلُ	اَبْنَآءَهُمْ	وَنَسْتَحْيٖ	نِسَآءَهُمْ	وَاِنَّا	فَوْقَهُمْ	قٰهِرُوْنَ	قَالَ
اور تیرے معبود	اس نے کہا	ہم عنقریب قتل کر ڈالیں گے	انکے بیٹے	اور زندہ چھوڑ دینگے	انکی عورتیں (بیٹیاں)	اور ہم	اُن پر	زور آور (جمع)	کہا

معبودوں کو ترک کئے رہیں فرعون نے کہا ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں اور ہمکو ہر طرح کا اُن پر زور ہے۔

مُوْسٰی لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ۟ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

مُوْسٰی	لِقَوْمِهِ	اسْتَعِيْنُوْا	بِاللّٰهِ	وَاصْبِرُوْا	اِنَّ	الْاَرْضَ	لِلّٰهِ	يُوْرِثُهَا	مَنْ	يَّشَآءُ	مِنْ
موسیٰ	اپنی قوم سے	تم مدد مانگو	اللہ سے	اور صبر کرو	بیشک	زمین	اللہ کی	وہ اسکا وارث بناتا ہے	جس	چاہتا ہے	سے

موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جسکو چاہیں مالک بنا دیں اپنے بندوں میں سے اور اخیر کامیابی

عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ

عِبَادِهٖ	وَ	الْعَاقِبَةُ	لِلْمُتَّقِيْنَ	قَالُوْا	اُوْذِيْنَا	مِنْ	قَبْلِ	اَنْ	تَاْتِيَنَا	وَ	مِنْۢ بَعْدِ	مَا جِئْتَنَا
اپنے بندے	اور	انجام کار	پرہیزگاروں کیلئے	وہ بولے	ہم اذیت دیئے گئے	سے	قبل کہ	کہ	آپ ہم میں آتے	اور	بعد	آپ آئے ہم میں

ان ہی کو ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپکی تشریف آوری کے قبل بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی

قَالَ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

قَالَ	عَسٰی	رَبُّكُمْ	اَنْ	يُّهْلِكَ	عَدُوَّكُمْ	وَيَسْتَخْلِفَكُمْ	فِي	الْاَرْضِ	فَيَنْظُرَ	كَيْفَ	تَعْمَلُوْنَ
اس نے کہا	قریب ہے	تمہارا رب	کہ	ہلاک کرے	تمہارا دشمن	اور تمہیں خلیفہ بنا دے	میں	زمین	پھر دیکھے گا	کیسے	تم کام کرتے ہو

موسیٰ نے فرمایا بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے اُنکے تمکو اس سرزمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے۔

شکست کے بعد سرداروں کا فرعون کو مشورہ

فرعون کے درباریوں نے جب دیکھا کہ بنی اسرائیلیوں نے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا شروع کر دیا بلکہ بعض قبطیوں کا میلان بھی ان کی طرف ہونے لگا تو فرعون کے درباریوں کو یہ فکر پڑی کہ اگر ان دونوں بھائیوں کو یونہی چھوڑے رکھا تو یہ تو تھوڑے دنوں میں ملک کا تختہ الٹ کر رکھ دیں گے۔ کیونکہ بنی اسرائیل تو ان کے ساتھ ہی ہیں ہمارے آدمی بھی ان کی باتوں میں آ جائیں گے تو بڑی مشکل ہوگی۔ یہ سوچ کر فرعون کے پاس گئے اور اس سے جو کچھ کہا اور فرعون نے جو ان کو جواب دیا وہ ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ فرعونی لیڈروں نے فرعون سے بطور احتجاج کے کہا کہ آپ موسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیوں

نہیں کرا دیتے۔ کیا موسیٰ اور ان کی قوم کو موقع دیا جا رہا ہے کہ وہ آزاد رہ کر ملک میں اودھم مچاتے پھریں اور عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں اور آئندہ آپ کی اور آپ کے تجویز کئے ہوئے معبودوں کی پرستش ملک سے موقوف کرا دیں اور آپ کو اور آپ کے دیوتاؤں کو ٹھکراتے رہیں؟

مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون اپنے کو رب "اعلیٰ" یعنی بڑا پروردگار کہتا تھا اور اپنے کو "اعلیٰ" کہلانے کیلئے کچھ ادنیٰ پروردگار بھی تجویز کر رکھے تھے جن کو یہاں آیات میں الھتک کہا گیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ گائے وغیرہ کی مجسم تصویریں تھیں اور بعض نے کہا ہے کہ خود فرعون نے اپنی تصویر کے مجسمے پرستش کے لئے تقسیم کرا رکھے تھے۔ بہر حال کچھ بھی "بڑا معبود" اپنے کو کہلواتا تھا اور کچھ چھوٹے معبود تجویز کر رکھے تھے۔

فرعون کا جواب

فرعون نے اپنے سرداروں کے احتجاج کے جواب میں کہا کہ تم گھبراتے کیوں ہو۔ میں اسرائیلیوں کی طاقت کو بڑھنے ہی نہ دوں گا اور مقابلہ کے قابل ہی نہ رکھوں گا۔ ابھی یہ حکم جاری کرتا ہوں کہ ان کے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیا جائے اور صرف لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے یعنی وہی تدبیر جس سے ہم نے پہلے بنی اسرائیل کو ایک مردہ قوم بنا دیا تھا اب پھر ہم وہی کام کریں گے۔ اس طرح ان میں کبھی دم آ ہی نہیں سکتا۔ موسیٰ کس کو ہماری بغاوت پر آمادہ کرے گا۔ سلطنت اور قوت ہمارے ہاتھ میں ہے یہ کمزور ہیں اور ہم یونہی ان کو ذلیل کرتے رہیں گے۔

بنی اسرائیلیوں کے اندیشے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب

جب بنی اسرائیل کو فرعون کی اس سفاکانہ تجویز کا علم ہوا تو وہ طبعی طور پر پریشان اور دہشت زدہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جمع کر کے صبر اور توکل علی اللہ کی تلقین کی اور فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ صبر اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور یقین رکھو کہ آخری کامیابی صرف متقین یعنی اللہ سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے۔ بنی اسرائیل نے یہ سن کر جواب دیا کہ اے موسیٰ علیہ السلام ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے۔ آپ کی تشریف آوری سے قبل بھی ہم سے ذلیل بیگار لی جاتی تھی اور ہمارے لڑکے قتل کئے جاتے تھے۔ اب آپ کے آنے کے بعد پھر طرح طرح کی سختیاں کی جا رہی ہیں اور پھر لڑکوں کے قتل کا مشورہ اور تجویز ہو رہی ہے۔ دیکھئے کب ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی کہ زیادہ مت گھبراؤ خدا کی مدد قریب آ گئی ہے تم دیکھ لوگے کہ تمہارا دشمن ہلاک کر دیا جائے گا اور تم کو ان کے اموال واملاک کا مالک بنا دیا جائے گا۔ تاکہ جس طرح آج سختی اور غلامی میں تمہارا امتحان ہو رہا ہے اس وقت خوشحالی اور آزادی دے کر آزمایا جائے گا کہ کہاں تک اس کی نعمتوں کی قدر دانی اور احسانات کی شکر گزاری اور اس کے احکامات کی بجا آوری کرتے ہو۔

فتح مکہ کی طرف اشارہ

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور اس وقت وہاں کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین پر کفار مکہ ظلم وستم ڈھا رہے تھے اور اہل اسلام بڑی بڑی اذیتوں کا شکار ہو رہے تھے۔ قرآن مجید کی ان موثر آیات کا اہل اسلام کے دلوں پر گہرا اثر ہوا اور انہیں یقین کامل ہو گیا کہ یہ ہمارے ستانے والے ایک دن تباہ ہوں گے اور ان کی ساری قوت و طاقت ختم ہو جائے گی اور اللہ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان پر غالب کرے گا اور ان کافروں کو نیچا دکھائے گا مکہ کے کمزور اور مجبور اہل ایمان کے لئے یہ پیغام مسرت تھا اور گویا ان کے لئے اس میں اشارہ تھا کہ عنقریب کفار مکہ پر اللہ تعالیٰ ان کو فتح نصیب فرمائے گا چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ دن اہل اسلام کو دکھلایا اور اسی سرزمین مکہ کا ان کو مالک بنا دیا جس سرزمین میں ان پر ہر طرح کے ظلم وستم کفار نے کئے تھے۔

دعا کیجئے: یَااللّٰہ اسلام اور ایمان کی برکت سے اہل اسلام کو دشمنان دین پر فتح یابی نصیب فرما دشمنان دین کو ہلاک فرما اور ان پر اپنا عذاب نازل فرما۔ یَااللّٰہ ہم اہل پاکستان کو بھی ایمان اور تقویٰ کی دولت عطا فرما۔ اور تا زندگی اس پر مستقیم رہنا نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاِذَا

وَلَقَدْ	اَخَذْنَا	اٰلَ فِرْعَوْنَ	بِالسِّنِيْنَ	وَنَقْصٍ	مِّنَ	الثَّمَرٰتِ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُوْنَ	فَاِذَا
اور البتہ	ہم نے پکڑا	فرعون والے	قحطوں میں	اور نقصان	سے (میں)	پھل (جمع)	تا کہ وہ	نصیحت پکڑیں	پھر جب

اور ہم نے فرعون والوں کو مبتلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں تا کہ وہ سمجھ جاویں۔ سو جب ان پر خوش حالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے

جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ

جَآءَتْهُمْ	الْحَسَنَةُ	قَالُوْا	لَنَا	هٰذِهٖ	وَاِنْ	تُصِبْهُمْ	سَيِّئَةٌ	يَطَّيَّرُوْا	بِمُوْسٰى	وَمَنْ + مَّعَهٗ
آئی اُنکے پاس	بھلائی	وہ کہنے لگے	ہمارے لئے	یہ	اور اگر	پہنچتی	کوئی برائی	بدشگونی لیتے	موسیٰ سے	اور جو اُنکے ساتھ (ساتھی)

لئے ہونا ہی چاہیے اور اگر انکو کوئی بدحالی پیش آتی تو موسیٰ اور انکے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے یادرکھو کہ انکی نحوست اللہ کے علم میں ہے

اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ

اَلَآ	اِنَّمَا	طٰٓئِرُهُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ	وَ	قَالُوْا	مَهْمَا	تَاْتِنَا بِهٖ	مِنْ اٰيَةٍ
یادرکھو	اسکے سوا نہیں	اُنکی بدنصیبی	پاس	اللہ	اور لیکن	انکے اکثر	نہیں جانتے	اور	وہ کہنے لگے	جو کچھ	ہم پر تو لائے گا	کیسی بھی نشانی

لیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے تھے۔ اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اسکے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ

لِتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ

لِتَسْحَرَنَا	بِهَا	فَمَا	نَحْنُ	لَكَ	بِمُؤْمِنِيْنَ	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمُ	الطُّوْفَانَ	وَ	الْجَرَادَ
کہ ہم پر جادو کرے	اس سے	تو نہیں	ہم	تجھ پر	ایمان لانے والے	پھر ہم نے بھیجے	ان پر	طوفان	اور	ٹڈی

جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ پھر ہم نے اُن پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون

وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾

وَالْقُمَّلَ	وَالضَّفَادِعَ	وَالدَّمَ	اٰيٰتٍ	مُفَصَّلٰتٍ	فَاسْتَكْبَرُوْا	وَكَانُوْا	قَوْمًا	مُجْرِمِيْنَ
اور جوئیں۔ چچڑی	اور مینڈک	اور خون	نشانیاں	جدا جدا	تو انہوں نے تکبر کیا	اور وہ تھے	ایک قوم (لوگ)	مجرم (جمع)

کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔

فرعونیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ

جب فرعونی باطل پرستی سے باز نہ آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو باوجود معجزات دیکھنے کے ٹھکراتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ابتدائی تنبیہ کے طور پر فرعونیوں پر کچھ سختیاں اور تکالیف مسلط کیں تا کہ وہ اب بھی خواب غفلت سے ہوشیار ہو جائیں اور موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ نصیحتوں کو قبول کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعونیوں کو تنبیہ کے لئے ان کو تکالیف میں مبتلا کیا ان کی کھیتیاں خشک ہو گئیں زراعت اور سبزی تباہ ہو گئی اور درختوں کے پھلوں میں کمی آگئی۔

دریائے نیل خشک ہو گیا اور عام خشک سالی ہو گئی۔ مقصود جس سے یہ تھا کہ وہ نصیحت پذیر ہو کر ایمان لے آئیں۔ کیونکہ ایسی حالت میں

انسان کا دل نرم پڑ جاتا ہے اور اس میں اللہ کی طرف رجوع کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن ان مصائب اور تکالیف سے بھی فرعونیوں کے کفر و معصیت میں کوئی کمی نہ ہوئی بلکہ اور زیادہ سخت دلی ہو گئی اور شدت سے سرکشی کرنے لگے۔ اور پہلے سے زیادہ ڈھیٹ اور گستاخ ہو گئے تو پھر دوسرے خدائی ضابطہ کے موافق جب کہ سرکش قوم تنبیہات کا اثر قبول نہیں کرتی تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر عارضی فراخی اور خوشحالی بھیجی جاتی ہے کہ شاید احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور منعم حقیقی کو پہچان کر اس کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ اسی ضابطہ کے موافق جب قحط وغیرہ دور کر کے فرعونیوں کو خوش حالی اور ارزانی حاصل ہوتی تو کہنے لگتے کہ دیکھو ہماری خوش نصیبی اور اقبال مندی ہم اسی کے لائق و مستحق ہیں اور یہ ہماری قابلیت کا نتیجہ ہے۔ پھر اگر درمیان میں کسی ناخوشگوار اور بری حالت سے دوچار ہونا پڑتا تو کہتے کہ یہ سب (معاذ اللہ) موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ ان کے اس گستاخانہ قول کے جواب میں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ کم بختو اپنی بدبختی اور نحوست کو مقبول بندوں کی طرف کیوں نسبت کرتے ہو۔ تمہاری اس نحوست کا واقعی سبب تو خدا کے علم میں ہے اور وہ تمہارا ظلم و زیادتی اور بغاوت و شرارت ہے۔ اسی سبب کی بناء پر خدا کے یہاں سے کچھ حصہ نحوست کا وقتی سزا اور تنبیہ کے طور پر تم کو پہنچ رہا ہے۔ باقی تمہارے ظلم و کفر کی اصلی نحوست اور پوری پوری سزا تو ابھی اللہ کے پاس محفوظ ہے جو دنیا میں یا آخرت میں اپنے وقت پر تم کو پہنچ کر رہے گی جس کی اکثر لوگوں کو خبر نہیں اور ان کا عناد اور سرکشی یہاں تک بڑھ گئی کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و نشانات دیکھ کر کہتے کہ خواہ کیسا ہی جادو تم ہم پر چلاؤ اور اپنے خیال کے موافق تم کتنے ہی نشان یا معجزے دکھلاؤ ہم کسی طرح تمہاری بات ماننے والے نہیں۔

سرکشی سے باز نہ آنے پر عذاب کا آنا

جب انہوں نے یہ آخری فیصلہ سنا دیا اور قبول حق کے سب دروازے اپنے اوپر بند کر لئے تب اللہ تعالیٰ نے ان پر چند قسم کی عظیم الشان بلائیں یکے بعد دیگرے مسلط کر دیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر طوفان بھیجا۔ لکھا ہے کہ جب فرعونی کفر و شرک سے باز نہ آئے اور قحط سالی اور پیداوار کی کمی دیکھنے کے بعد بھی ان کو عبرت و نصیحت نہ ہوئی اور کفر پر بدستور اڑے رہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعاء کی کہ اے اللہ زمین پر تیرا بندہ فرعون مغرور اور سرکش ہو گیا اور حد سے آگے بڑھ چکا اور اس کی قوم نے بھی تیرے عہد کو توڑ دیا اب تو ان کو عذاب میں گرفتار کر دے جو ان کے لئے سزا، میری قوم کے لئے نصیحت اور آنے والے لوگوں کے لئے اٰیۃً نشانی اور عبرت ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور اللہ نے طوفان بھیج دیا۔ لکھا ہے کہ یہ آبی طوفان تھا اور ایسی بارش ہوئی کہ قبطیوں کے گھروں میں پانی بھر گیا۔ نہ لیٹنے کی جگہ رہی نہ بیٹھنے کی۔ سب گھروں کے اندر پانی میں کھڑے ہو گئے۔ بنی اسرائیل اور قبطیوں کے مکان باہم متصل اور مخلوط تھے مگر بنی اسرائیل کے مکان محفوظ رہے اور قبطیوں کے گھروں میں پانی رک کر کھڑا ہو گیا یہ طوفان سات روز سنیچر سے سنیچر تک رہا۔ آخر قبطیوں نے حضرت موسیٰ سے کہا کہ آپ اپنے رب سے بارش بند ہو جانے کی دعا کیجئے اگر ہمارے سروں سے بارش کی یہ مصیبت ٹل گئی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو آپ کے ساتھ چھوڑ دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی۔ اللہ نے یہ طوفان دور کر دیا پھر اس بارش کے بعد اللہ نے ایسی کھیتی، گھاس اور پھل پیدا کیے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں پیدا ہوئے تھے۔ تمام ملک سرسبز ہو گیا۔ قبطی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ پانی تو ہمارے لئے نعمت ثابت ہوا تمام ملک سرسبز ہو گیا۔ ہرگز یہ عذاب اور موسیٰ کو نہ ماننے کا نتیجہ نہ تھا۔ غرض ایمان نہ لائے۔ اس کے بعد اللہ نے ان پر ٹڈی دل بھیجا۔ ٹڈیوں نے قبطیوں کی تمام کھیتیاں، پھل، درختوں کے پتے، ترکاریاں، گھاس اور سبزی کھالی۔ یہاں تک کہ لکڑیوں کے کواڑ، چھتوں کی کڑیاں تختے وغیرہ بھی چٹ کر گئیں اور پھر بھی ان کو سیری نہ ہوئی۔ یہ مصیبت صرف قبطیوں پر پڑی۔ بنی اسرائیل امن سے رہے۔ قبطی چیخ پڑے اور اللہ کا واسطہ دے کر عہد و پیمان کر کے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ اپنے رب سے دعاء کر کے اس مصیبت کو دور کرا دیجئے اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ قبطیوں پر ٹڈی دل کا عذاب ۷ دن سنیچر سے سنیچر تک رہا۔ آخر حضرت موسیٰ نے دعا کی اور اللہ نے وہ عذاب دور فرما دیا۔ اس عذاب سے کچھ غلہ اور پیداوار بچ گئی تھی کیونکہ تکمیل عذاب سے پہلے حضرت موسیٰ کی دعا سے عذاب ٹل گیا تھا۔ تو قبطی کہنے لگے کہ خیر اتنا تو رہ گیا

24

کہ ہماری گزر بسر کے لئے کافی ہے ہم اپنے مذہب کو نہیں چھوڑیں گے چنانچہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور بداعمالی پر بدستور قائم رہے۔اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے قمل (جوؤں) کا عذاب مسلط کیا کہ بدن کے اندر گھستی تھیں اور کاٹتی تھیں اور کھانا کھاتے میں کھانے میں بھر جاتی تھیں۔ بدن کے بال گر گئے پلکیں اور ابرو کے بال جھڑ گئے بدن کی کھال پر جوئیں چیچک کی طرح بھر گئی اور قبطیوں کیلئے سونا اور آرام کرنا حرام کر دیا۔قبطی چیخ پڑے اور پھر فریاد لے کر موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور درخواست کی کہ ہم توبہ کرتے ہیں۔آپ اپنے رب سے دعا کر دیجئے کہ وہ یہ مصیبت دور کر دے۔حضرت موسیٰ نے دعا کر دی اور اللہ نے ایک ہفتہ تک جوؤں کے عذاب میں مبتلا رکھنے کے بعد نجات دیدی۔ یہ عذاب بھی سنیچر سے سنیچر تک رہا۔ قبطیوں نے پھر بھی عہد شکنی کی اور کہنے لگے کہ موسیٰ کے جادوگر ہونے کا یقین ہم کو اتنا پہلے نہیں ہوا تھا جتنا اس مرتبہ ریت کو کیڑوں کی شکل میں بدل دینے سے پیدا ہو گیا۔پھر حضرت موسیٰ کی بددعاء سے اللہ نے مینڈکوں کا عذاب بھیجا۔تمام گھر، میدان، برتن مینڈکوں سے بھر گئے۔ ہر کھانے اور برتن میں مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے۔ بولنے کے لئے منہ کھولا اور مینڈک کود کر منہ کے اندر پہنچا۔ہانڈیوں اور چولہوں میں جا پڑتے اور کھانے کو برباد کر دیتے۔سونے کو لیٹتے تو مینڈکیاں ان پر چڑھ جاتیں۔کروٹ بھی نہ لے سکتے۔کھانے کے لئے منہ کھولتے تو کھانے سے پہلے مینڈک منہ میں کود کر گھس جاتی۔ آٹا گوندھا جاتا تو مینڈکیاں اس میں کچلی جاتیں غرض ایک عظیم دکھ تھا جو کسی طرح دور نہ ہوتا تھا بالآخر قبطیوں نے مینڈکوں کے عذاب کا دکھڑا حضرت موسیٰ سے رویا اور کہنے لگے ہم اس مرتبہ پکی توبہ کرتے ہیں دوبارہ ایسی حرکتیں نہیں کریں گے۔موسیٰ علیہ السلام نے پختہ عہد و پیمان لے کر بارگاہ الٰہی میں دعا کی اور سات روز کے بعد اللہ نے اس عذاب کو بھی دور کر دیا۔یہ عذاب بھی سنیچر سے سنیچر تک رہا۔

مصیبت دور ہونے کے بعد پھر اپنا عہد انہوں نے توڑ دیا اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعاء سے اللہ نے خون کا عذاب مسلط کر دیا۔ان کے لئے دریائے نیل خون ہو گیا۔ کنویں اور نہریں خون بن گئیں۔کنوؤں اور نہروں سے پانی لیتے وہ تازہ خالص خون ہوتا تھا۔فرعون سے شکایت کی تو اس نے کہا کہ موسیٰ نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اسرائیلی اور قبطی ایک برتن میں پانی آمنے سامنے ہو کر پیتے تھے۔قبطی کی طرف کا پانی خون ہو جاتا تھا اور اسرائیلی کی طرف کا پانی پانی ہی رہتا۔ایک کنویں پر ایک ساتھ کھڑے ہو کر اسرائیلی اور قبطی پانی کھینچتے تھے۔اسرائیلی کا نکالا ہوا پانی پانی ہوتا تھا اور قبطی کا نکالا ہوا پانی خون۔ پیاس سے بے تاب ہو کر قبطی عورت اسرائیلی عورت کے پاس آتی اور پینے کے لئے پانی مانگتی۔اسرائیلی عورت قبطی عورت کے برتن میں پانی انڈیل دیتی مگر اس کے برتن میں پہنچ کر پانی خون ہو جاتا تھا۔قبطی عورت اسرائیلی عورت سے کہتی پانی اپنے منہ میں لے کر میرے منہ میں کلی ڈال دے۔اسرائیلی عورت ایسا کر دیتی تھی مگر قبطی عورت کے منہ میں پہنچ کر کلی کا پانی بھی خون ہو جاتا تھا۔پیاس سے بے تاب ہو کر درختوں کی تر پتیاں چبانے لگے لیکن چباتے ہی پتیوں کا عرق بالکل نمکین ہو جاتا تھا۔خون پینے کی ان کی یہ کیفیت سات روز رہی۔آخر مجبور ہو کر پھر حضرت موسیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذاب دور ہونے کی دعا کرنے کی درخواست کی اور کہا کہ آپ اپنے رب سے دعا کریں یہ مصیبت دور ہو جائے گی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو چھوڑ دیں گے۔حضرت موسیٰ کی دعا سے یہ عذاب بھی اللہ نے دور کر دیا لیکن جیسا کہ آیت کے اخیر میں فرمایا گیا **فاستکبروا و کانوا قوماً مجرمین** پھر بھی موسیٰ علیہ السلام پر انہوں نے ایمان لانے سے غرور کیا اور وہ تھے ہی مجرم لوگ۔

دعا کیجئے: یَا اللہ آپ کا اور آپ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو پیغام ہم کو پہنچ جائے ہم اسے دل و جان سے قبول کرنے والے ہوں۔ یَا اللہ مصیبت و راحت ہر حال اور ہر آن میں ہم آپ کی طرف رجوع ہونے والے ہوں۔ یَا اللہ اپنے عذاب سے دنیا میں بھی ہمیں محفوظ رکھئے اور آخرت میں بھی اپنے امان میں رکھئے۔آمین　　وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ

وَلَمَّا	وَقَعَ	عَلَيْهِمُ	الرِّجْزُ	قَالُوْا	يٰمُوْسَى	ادْعُ	لَنَا	رَبَّكَ	بِمَا	عَهِدَ	عِنْدَكَ	لَئِنْ	كَشَفْتَ
اور جب	واقع ہوا	ان پر	عذاب	کہنے لگے	اے موسیٰ	دُعا کر	ہمارے لئے	اپنا رب	سبب۔جو	عہد	تیرے پاس	اگر	تو نے کھول دیا

اور جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جسکا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے اگر آپ اس عذاب

عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ

عَنَّا	الرِّجْزَ	لَنُؤْمِنَنَّ	لَكَ	وَ	لَنُرْسِلَنَّ	مَعَكَ	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	فَلَمَّا	كَشَفْنَا	عَنْهُمُ	الرِّجْزَ
ہم سے	عذاب	ہم ضرور ایمان لائینگے	تجھ پر	اور	ہم ضرور بھیج دینگے	تیرے ساتھ	بنی اسرائیل	پھر جب	ہم نے کھول دیا	ان سے	عذاب

کو ہم سے ہٹا دیں تو ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آویں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپکے ہمراہ کر دیں گے۔ پھر جب اُن سے اس عذاب کو ایک

اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا

اِلٰٓى اَجَلٍ	هُمْ	بٰلِغُوْهُ	اِذَا	هُمْ	يَنْكُثُوْنَ	فَانْتَقَمْنَا	مِنْهُمْ	فَاَغْرَقْنٰهُمْ	فِى الْيَمِّ	بِاَنَّهُمْ	كَذَّبُوْا
ایک مدت تک	انہیں	اس تک پہنچنا تھا	اس وقت	وہ	(عہد) توڑ دیتے	پھر ہم نے انتقام لیا	اُن سے	پس انہیں غرق کر دیا	دریا میں	کیونکہ انہوں نے	جھٹلایا

وقت خاص تک کہ اس تک انکو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی انکو سمندر میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں

بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ

بِاٰيٰتِنَا	وَكَانُوْا	عَنْهَا	غٰفِلِيْنَ	وَاَوْرَثْنَا	الْقَوْمَ	الَّذِيْنَ	كَانُوْا	يُسْتَضْعَفُوْنَ	مَشَارِقَ
ہماری آیتوں کو	اور وہ تھے	اُن سے	غافل (جمع)	اور ہم نے وارث کیا	قوم	وہ جو	تھے	کمزور سمجھے جاتے	مشرق (جمع)

کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے پُورب پچھم کا مالک بنا دیا

الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ

الْاَرْضِ	وَمَغَارِبَهَا	الَّتِىْ	بٰرَكْنَا	فِيْهَا	وَتَمَّتْ	كَلِمَتُ	رَبِّكَ	الْحُسْنٰى	عَلٰى	بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
زمین	اور اسکے مغرب (جمع)	وہ جس	ہم نے برکت رکھی	اس میں	اور پورا ہو گیا	وعدہ	تیرا رب	اچھا	پر	بنی اسرائیل

جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپکے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں انکے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا

بِمَا صَبَرُوْا ۗ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

بِمَا	صَبَرُوْا	وَدَمَّرْنَا	مَا	كَانَ يَصْنَعُ	فِرْعَوْنُ	وَقَوْمُهٗ	وَمَا	كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ
بدلے میں	انہوں نے صبر کیا	اور ہم نے برباد کر دیا	جو	بناتے تھے (بنایا تھا)	فرعون	اور اسکی قوم	اور جو	وہ اونچا پھیلاتے تھے

اور ہم نے فرعون کو اور اسکی قوم کے ساختہ پرداختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ فرعون اور اس کی قوم پیہم اور مسلسل سرکشی، پیغمبر وقت کے ساتھ بغاوت، بنی اسرائیلیوں پر ظلم و زیادتی، حق کے ساتھ استہزاء اور تمخول کے باعث خدا تعالیٰ کی جانب سے مصریوں پر مختلف ہلاکتیں اور عذاب آتے رہے اور وقفہ کے ساتھ یکے بعد دیگرے ان نشانات کا ظہور ہوتا رہا۔ قحط و خشک سالی، طوفان، ٹڈی دل، جوں یا چیچڑیاں، مینڈک اور خون کے عذاب آئے اور جب ایک عذاب آتا تو فرعونی واویلا کرنے لگتے اور حضرت موسیٰؑ سے فریاد کرتے کہ اگر اس مرتبہ آپ نے اپنے خدا سے کہہ کر اس عذاب کو ٹال دیا تو ہم سب ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ بھیج دیں گے جب حضرت موسیٰؑ کی دعا سے وہ عذاب ٹل جاتا تو پھر سرکشی شروع کر دیتے اور اپنا عہد و پیمان بھلا دیتے۔ آخر پھر دوسرا عذاب آ پکڑتا اور پھر وہی صورت پیش آ جاتی۔

فرعونیوں کی عہد پر عہد شکنی اور اس کی سزا

ان آیات میں اس جرائم پیشہ قوم یعنی فرعونیوں کی اسی عادت کو بیان فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ فرعونیوں کی عادت تھی کہ بھولے بن کر اپنا کام کئے جاتے تھے۔ جب ان کی تنبیہ کے لئے کوئی عذاب آتا تو اس وقت عاجز ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آتے اور کہتے کہ اے موسیٰ آپ کو آپ کے رب نے جو دعا کا طریقہ بتا رکھا ہے اس طریقہ سے اپنے رب سے ہمارے لئے دعا مانگ دیجئے ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر آپ کی دعاء سے عذاب ٹل گیا تو ہم ضرور آپ کو سچا مان لیں گے اور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور فقط یہی نہیں بلکہ ہم آپ کے ساتھ بنی اسرائیل کو بھی بھیج دیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کچھ مدت کے لئے ان پر سے عذاب دور کر دیتے اور ان کو توبہ کی مہلت دیتے تو وہ عذاب کے دور ہوتے ہی فوراً اپنے قول و قرار اور عہد و پیمان سے پھر جاتے اور پھر اسی نافرمانی اور سرکشی پر اتر آتے جس کے وہ عادی ہو چکے تھے۔ بالآخر مصریوں میں ایک وبا آئی۔

بنی اسرائیلیوں کی آزادی اور فرعونیوں کی غرقابی

ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اب وقت آ گیا ہے تم بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین شام کی طرف لے جاؤ۔ غرض حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحر احمر کی راہ پر ہو لئے۔ جب فرعونیوں نے فرعون کو اطلاع کی کہ بنی اسرائیل مصر سے فرار ہونے کے لئے شہروں سے نکل گئے۔ تو فرعون نے اسی وقت ایک زبردست فوج کو ساتھ لیا اور دارالحکومت سے نکل کر ان کا تعاقب کیا اور بحر قلزم جس کو اب بحر احمر (RED SEA) کہتے ہیں جا پکڑا۔ اس سے پہلے سورۂ بقرہ میں بھی یہ قصہ گزر چکا ہے اور سورۂ شعراء میں بھی آئے گا کہ سمندر بنی اسرائیل کے لئے خشک ہو گیا اور وہ پار ہو گئے۔ ان کے پیچھے فرعون بھی مع لاؤ لشکر سمندر میں خشکی دیکھ کر اترا۔ اس کے اترتے ہی سمندر پانی سے بھر گیا اور فرعون اپنی ساری فوج سمیت غرق ہوا۔ یہاں اس سورۃ میں قرآن کریم نے فرعون کے غرق ہونے اور بنی اسرائیل کے نجات پانے کو بہت مختصر بیان کیا ہے۔ سورۂ شعراء انیسویں پارہ میں قدرے تفصیلاً ذکر ہے جو ان شاء اللہ اپنی جگہ آئے گا۔

پھر فرعونیوں کو غرق کر کے ہلاک کرنے کی اللہ تعالیٰ نے وجہ بھی بتلا دی کہ وہ ہماری نشانیوں کو برابر جھٹلاتے رہے اور ان پر لگاتار مصیبتیں پڑیں اگر سمجھ ہوتی تو سنبھل جاتے اور درست ہو کر ٹھیک رویہ اختیار کرتے لیکن انہوں نے تو مکر پن اختیار کیا۔ جان بوجھ کر انجان بن جاتے۔ نصیحتیں اس کان سے سنتے اس کان سے اڑا دیتے۔ غفلت کی انتہا کر دی۔ آخر تباہ ہو گئے اور بنی اسرائیل جنہیں ناتواں اور کمزور سمجھا جاتا تھا انہیں ایک بابرکت زمین جس سے اکثر مفسرین نے شام مراد لیا ہے کا مالک بنا دیا کہ وہاں پانی بھی خوشگوار بکثرت تھا۔ درخت میوہ دار اور سرسبز تھے۔ ملک زرخیز سرسبز اور شاداب تھا۔ یہ تو ظاہری برکات تھیں اور باطنی برکات یہ تھیں کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن تھا۔

پھر فرعون کے قصہ کا انجام اور نتیجہ بھی بیان فرما دیا کہ جب بنی اسرائیل نے فرعونیوں کے سخت تباہ کن مصائب پر صبر کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے موافق اللہ تعالیٰ سے استعانت کی اور پیغمبر خدا کا ساتھ دیا تو پھر اللہ نے جو نیک وعدہ ان سے کیا تھا وہ پورا کر دکھایا۔ فرعون اور اس کی قوم نے اپنے غرور اور تکبر کے لئے جو ڈھونگ رچا رکھا تھا وہ سب تباہ برباد ہو گیا اور ان کی اونچی اونچی عمارتیں تہہ و بالا کر دی گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعہ کی عبرتیں اور نصیحتیں

(۱) اگر انسان کو کوئی مصیبت اور ابتلاء پیش آ جائے اور صبر و رضا کے ساتھ اس کا تحمل کرے گا تو بلاشبہ اس کو خیر عظیم حاصل ہوگی۔

(۲) جو شخص اپنے معاملات میں خدا پر بھروسہ اور اعتماد رکھتا ہے اور اسی کو خلوص دل سے اپنا پشتیبان سمجھتا ہے تو خدائے تعالیٰ ضرور اس کی مشکلات کو آسان کر دیتا ہے۔

(۳) جس کا معاملہ حق کے ساتھ عشق تک پہنچ جاتا ہے اس کے لئے باطل کی بڑی سے بڑی طاقت بھی ہیچ اور بے وجود ہو کر رہ جاتی ہے۔

(۴) اگر کوئی خدا کا بندہ حق کی نصرت و حمایت کے لئے سرفروشانہ کھڑا ہو جاتا ہے تو خدا دشمنوں اور باطل پرستوں ہی میں سے اس کے معین اور مددگار پیدا کر دیتا ہے۔

(۵) اگر ایک بار بھی کوئی لذت ایمانی سے لطف اندوز ہو جائے اور صدق دل کے ساتھ اس کو قبول کر لے تو یہ نشہ اس کو ایسا مست بنا دیتا ہے کہ اس کے ہر ریشۂ جان سے وہی صدائے حق نکلنے لگتی ہے۔

(۶) صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے خواہ اس پھل کے حاصل ہونے میں کتنی ہی تاخیر ہو۔

(۷) باطل کی طاقت کتنی ہی زبردست اور پر از شوکت کیوں نہ ہو انجام کار اس کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

(۸) یہ عادت اللہ ہے کہ جابر اور ظالم قومیں جن قوموں کو ذلیل اور حقیر سمجھتی ہیں ایک دن آتا ہے کہ وہی خدا کی زمین کی وارث بنتی ہیں۔

(۹) ہمیشہ دعوت حق کی مخالفت طاقت و حکومت اور دولت و ثروت میں سرشار جماعتوں کی جانب سے ہوئی اور ہمیشہ ہی انہوں نے حق کے مقابلہ میں شکست اٹھائی اور ناکام و نامراد رہیں۔

(۱۰) جو ہستی یا جو جماعت یا جو قوم دیدۂ و دانستہ اور حق کو حق جانتے ہوئے بھی سرکشی کرے اور خدا کی دی ہوئی نشانیوں کی منکر اور نافرمان بنے تو اس کے لئے خدا کا قانون یہی ہے کہ ان سے قبول حق کی استعداد فنا کر دیتا ہے پھر انہیں حق نظر ہی نہیں آتا۔

(۱۱) جب کوئی جماعت یا قوم بدکرداری اور سرکشی میں مبتلا ہوتی ہے تو خدا کا قانون یہ ہے کہ ان کو فوراً ہی گرفت میں نہیں لیا جاتا بلکہ بتدریج مہلت ملتی رہتی ہے کہ اب سمجھ جائے لیکن جب وہ آمادۂ اصلاح نہیں ہوتی اور ان کی سرکشی اور بدعملی ایک خاص حد تک پہنچ جاتی ہے تو پھر خدا کی گرفت کا سخت پنجہ ان کو پکڑ لیتا ہے اور وہ بے یار و مددگار فنا کے گھاٹ اتار دی جاتی ہے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ اس ملک اور اس قوم کو بھی اسلام اور ایمان اور اتباع رسول کی دولت سے نواز دے اور یہاں قرآن و سنت کا بول بالا فرما دے۔

یَااللّٰہ دنیا میں بھی ہم کو عزت عطا فرما اور ذلت سے بچالے اور آخرت میں بھی انعام و احسان سے نواز دے اور ہر طرح کے عذاب سے بچالے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا

وَ	جٰوَزْنَا	بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ	الْبَحْرَ	فَاَتَوْا	عَلٰی	قَوْمٍ	یَّعْكُفُوْنَ	عَلٰی	اَصْنَامٍ	لَّهُمْ	قَالُوْا
اور	ہم نے پار اتارا	بنی اسرائیل کو	بحر (قلزم)	پس وہ آئے	پر (پاس)	ایک قوم	جمے بیٹھے تھے	پر	صنم (جمع) بُت	اپنے	وہ بولے

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار اتار دیا پس ان لوگوں کا ایک قوم پر گذر ہوا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے ہیں کہنے لگے

یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۚ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

یٰمُوْسٰی	اجْعَلْ	لَّنَا	اِلٰهًا	كَمَا	لَهُمْ	اٰلِهَةٌ	قَالَ	اِنَّكُمْ	قَوْمٌ	تَجْهَلُوْنَ	اِنَّ	هٰٓؤُلَآءِ
اے موسیٰ	بنا دے	ہمارے لئے	بُت	جیسے	انکے لئے	معبود (جمع) بُت	اس نے کہا	بیشک تم	تم لوگ	جہل کرتے ہو	بیشک	یہ لوگ

اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے انکے یہ معبود ہیں آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔ یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں

مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ

مُتَبَّرٌ	مَّا	هُمْ	فِیْهِ	وَبٰطِلٌ	مَّا	كَانُوْا + یَعْمَلُوْنَ	قَالَ	اَغَیْرَ اللّٰهِ	اَبْغِیْكُمْ	اِلٰهًا	وَ	هُوَ	فَضَّلَكُمْ
تباہ ہونے والی ہے	جو	وہ	اسمیں	اور باطل	جو	وہ کر رہے ہیں	اس نے کہا	کیا اللہ کے سوا	تلاش کروں تمہارے لئے	کوئی معبود	حالانکہ	اس	فضیلت دی تمہیں

یہ تباہ کیا جاوے گا اور انکا یہ کام محض بے بنیاد ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کردوں حالانکہ اس نے تمکو تمام دنیا جہان

عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ

عَلٰی	الْعٰلَمِیْنَ	وَاِذْ	اَنْجَیْنٰكُمْ	مِّنْ	اٰلِ فِرْعَوْنَ	یَسُوْمُوْنَكُمْ	سُوْٓءَ	الْعَذَابِ
پر	سارے جہان	اور جب	ہم نے تمہیں نجات دی	سے	فرعون والے	تمہیں تکلیف دیتے تھے	بُرا	عذاب

والوں پر فوقیت دی ہے۔ اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تمکو فرعون والوں سے بچالیا جو تمکو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے

یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾

یُقَتِّلُوْنَ	اَبْنَآءَكُمْ	وَیَسْتَحْیُوْنَ	نِسَآءَكُمْ	وَ	فِیْ ذٰلِكُمْ	بَلَآءٌ	مِّنْ	رَّبِّكُمْ	عَظِیْمٌ
مار ڈالتے تھے	تمہارے بیٹے	اور جیتا چھوڑ دیتے تھے	تمہاری عورتیں (بیٹیاں)	اور	اس میں تمہارے لئے	آزمائش	سے	تمہارا رب	بڑا۔ بڑی

بیٹوں کو بکثرت قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اسمیں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔

بنی اسرائیل کے حالات بیان کرنے کا مقصد

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل کے ان حالات بیان کرنے میں اللہ تعالیٰ کو ایک قسم کی تسلی دینی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان معاملات میں جو آپ کو اپنے زمانہ کے یہود کے ساتھ پیش آئے تھے کہ ان میں تو ہمیشہ سے احسان فراموش ہوتے آئے ہیں

نیز در پردہ مسلمانوں کو بھی تلقین ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تم کو نعمت ایمان سے سرفراز کیا۔ فضیلت اسلام عطا کی تو اب غیر اللہ کی پرستش کا خیال دل میں لانا' خدا کی نافرمانی کرنی' اپنے نبی کے قول پر نہ چلنا' انتہائی جہالت اور کفران نعمت ہے۔ لہٰذا مسلمان ہر وقت بیدار رہیں اور اپنے اعمال کا جائزہ اور نفس کی نگرانی رکھنے سے غفلت نہ کریں۔

غلامی کے اثرات

چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جب بنی اسرائیل بحر قلزم کے شمالی سرے کو عبور کر کے جزیرہ نمائے سینا میں قدم رکھ چکے تو ان کا گزر کوئی بت پرست قوم تھی اس پر ہوا جو اپنے بتوں کی پوجا میں مشغول تھے۔ بنی اسرائیل نے یہ منظر دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم کو بھی ایسے ہی معبود بنا دیجئے تا کہ ہم بھی اسی طرح ان کی پرستش کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کی زبانی یہ مشرکانہ مطالبہ سنا تو بہت زیادہ ناراض ہوئے اور بنی اسرائیل کو ڈانٹا۔ عار دلائی اور ملامت کی کہ بدبختو! خدائے واحد کی پرستش چھوڑ کر بتوں کی پوجا پر مائل ہو اور خدا کی ان تمام نعمتوں کو فراموش کر بیٹھے جن کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر چکے ہو۔ ان کا یہ شغل بت پرستی بجائے خود بھی باطل ہے اور انجام کار اس کے حق میں خدائے قادر وقدوس کی طرف سے تباہی و بربادی بھی ہے۔ تم آخر کیا ایسوں کی تقلید کی طرف جا رہے ہو؟

بنی اسرائیل کی اس بے ہودہ فرمائش سے معلوم ہوتا ہے کہ سچی توحید پرستی ان کے دل میں نہیں اتری تھی اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ معبود سازی اپنے اختیار اور انتخاب کی چیز ہے اور اپنے قومی سردار اور رہبر کے بس میں ہے کہ وہ جب اور جیسے چاہے اپنی قوم کے لئے معبود قرار دے دے۔ اسی کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تمہاری سمجھ میں اتنی موٹی سی بات نہیں آتی۔ کیا معبود ٹھہرا دینا میرے یا کسی کے اختیار کی بات ہے اور پھر شرک تو کسی قوم کے لئے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ چہ جائیکہ تمہارے لئے جو شروع سے توحید کے حامل اور علم بردار بنا کر بھیجے گئے ہوں تم ذرا اس بات پر تو غور کرو کہ اس زمانہ کے تمام انسانوں پر اللہ نے تم کو برتری عطا کی۔ تم کو راہ حق دکھائی۔ فرعونیوں کے پنجہ سے رہا کیا جو طرح طرح کی ایذائیں تم کو دیا کرتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ان سب سے بچا کر تم کو نعمت آزادی کی عطا کی اور تم ایسے جاہل ہو کہ اس واحد اور قادر مطلق سے منہ موڑ کر بتوں کی پرستش کے خواستگار ہو۔ یہ کس قدر نادانی ہے۔

یہ بے ہودہ اور جاہلانہ درخواست بھی مصر کی آب و ہوا اور وہاں کے بت پرستوں کی صحبت کے تاثرات کو ظاہر کرتی ہے اور وہی جذبہ تھا جو ان پجاریوں کو دیکھ کر بنی اسرائیل میں ابھر آیا اور موسیٰ علیہ السلام سے ایسا ناپاک مطالبہ کر بیٹھے حالانکہ یہ قوم بنی اسرائیل ان تمام معرکہ ہائے حق و باطل کو آنکھوں سے دیکھ چکی تھی اور حق کی کامیابی کے ساتھ فرعون سے نجات پا چکی تھی مگر پھر بھی موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ یہ کرتی ہے کہ ہم کو بھی ایسے ہی معبود (یعنی بت) بنا دیجئے جیسا کہ یہ پوجاری بت خانہ میں بیٹھے پوج رہے ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کامل نصیب ہو۔ اور ہم آپ کی تعلیمات وہدایات کا دل و جان سے اتباع کرنے والے ہوں اور شریعت اسلامیہ کی پوری پوری ظاہر و باطن میں پابندی ہر حال میں نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ

وَوٰعَدْنَا	مُوْسٰى	ثَلٰثِيْنَ	لَيْلَةً	وَّاَتْمَمْنٰهَا	بِعَشْرٍ	فَتَمَّ	مِيْقَاتُ	رَبِّهٖٓ	اَرْبَعِيْنَ	لَيْلَةً
اور ہم نے وعدہ کیا	موسیٰ	تیس	رات	اور اسکو ہم نے پورا کیا	دس سے	تو پوری ہوئی	مدت	اس کا رب	چالیس	رات

اور ہم نے موسیٰ سے تیس شب کا وعدہ کیا اور دس شب اور ان تیس راتوں کا تتمہ بنایا سو انکے پروردگار کا وقت پورے چالیس شب ہو گیا اور موسیٰ نے

وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

وَقَالَ	مُوْسٰى	لِاَخِيْهِ	هٰرُوْنَ	اخْلُفْنِيْ	فِيْ قَوْمِيْ	وَاَصْلِحْ	وَلَا تَتَّبِعْ	سَبِيْلَ	الْمُفْسِدِيْنَ
اور کہا	موسیٰ	اپنے بھائی سے	ہارونؑ	میرا خلیفہ (نائب) رہ	میری قوم میں	اور اصلاح کرنا	اور نہ پیروی کرنا	راستہ	مفسد (جمع)

اپنے بھائی ہارونؑ سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بدنظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ۭ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ

وَلَمَّا	جَآءَ	مُوْسٰى	لِمِيْقَاتِنَا	وَكَلَّمَهٗ	رَبُّهٗ	قَالَ	رَبِّ	اَرِنِيْٓ	اَنْظُرْ	اِلَيْكَ	قَالَ	لَنْ تَرٰىنِيْ
اور جب	آیا	موسیٰ	ہماری وعدہ گاہ پر	اور اس نے کلام کیا	اپنا رب	اس نے کہا	اے میرے رب	مجھے دکھا	میں دیکھوں	تیری طرف (تجھے)	اس نے کہا	تو مجھے ہرگز نہ دیکھے گا

اور جب موسیٰ ہمارے وقت پر آئے اور انکے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھکو دکھلا دیجئے کہ میں آپکو ایک نظر دیکھ لوں

وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ

وَلٰكِنِ	انْظُرْ	اِلَى	الْجَبَلِ	فَاِنِ	اسْتَقَرَّ	مَكَانَهٗ	فَسَوْفَ	تَرٰىنِيْ	فَلَمَّا	تَجَلّٰى	رَبُّهٗ	لِلْجَبَلِ	جَعَلَهٗ
اور لیکن (البتہ)	تو دیکھ	طرف	پہاڑ	پس اگر	وہ ٹھہرا رہا	اپنی جگہ	تو تبھی	تو مجھے دیکھ لے گا	پس جب	تجلی کی	اس کا رب	پہاڑ کی طرف	اس کو کر دیا

ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو سو اگر یہ اپنی جگہ پر قرار رہا تو تم بھی دیکھ سکو گے پس انکے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تجلی نے اسکے پرخچے اڑا دیئے

دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

دَكًّا	وَخَرَّ	مُوْسٰى	صَعِقًا	فَلَمَّا	اَفَاقَ	قَالَ	سُبْحٰنَكَ	تُبْتُ	اِلَيْكَ	وَاَنَا	اَوَّلُ	الْمُؤْمِنِيْنَ
ریزہ ریزہ	اور گرا	موسیٰ	بیہوش	پھر جب	ہوش آیا	اس نے کہا	تو پاک ہے	میں نے توبہ کی	تیری طرف	اور میں	سب سے پہلا	ایمان لانے والا

اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر جب افاقہ میں آئے تو عرض کیا بیشک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں

بنی اسرائیل کیلئے شریعت حاصل کرنے کیلئے حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر اعتکاف

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ جب بنی اسرائیل فرعونی حکومت کی غلامی سے آزاد ہو جائیں گے تو شریعت عطا کی جائے گی۔ جب بنی اسرائیلیوں کو فرعون کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لئے کوئی آسمانی شریعت لایئے جس پر ہم دلجمعی سے عمل کر کے دکھلائیں۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے درخواست کی۔ اس سلسلہ میں موسیٰ علیہ السلام کو جو حق تعالیٰ کا حکم کوہ طور پر عبادت کرنے کا اور پھر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے اور پھر شوق میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی

درخواست کرنے اور پھر اللہ تعالیٰ کا اپنی تجلی کا ظہور پہاڑ پر ڈالنا جس سے پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہو جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس نظارہ کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو جانا اور پھر ہوش میں آ کر اپنی درخواست پر معذرت پیش کرنا۔ یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے لئے تیس دن کی مدت مقرر کر دی کہ کوہ طور پر جا کر اعتکاف کریں اور شب و روز عبادت و دعا میں مشغول رہیں۔ روزہ رکھیں اور اللہ کے ذکر فکر میں سارا وقت گزاریں۔اس ایک ماہ کی مدت پر بعد میں دس دن کا اضافہ فرمایا گیا اور اس طرح خلوت میں عبادت کا ایک چلہ پورا ہوا۔قرآن کریم نے یہاں صرف اسی قدر ذکر کیا ہے کہ یہ مدت اول تیس دن تھی اور پھر بڑھا کر چالیس دن کر دی گئی۔وجہ بیان نہیں کی۔

تفسیر روح المعانی میں ایک روایت حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک ماہ کا اعتکاف ختم ہو گیا تو انہوں نے خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کی تیاری شروع کی چونکہ مسلسل ایک ماہ روزہ ہی میں بسر کئے تھے اس لئے منہ میں بو محسوس کرتے تھے جو روزہ دار کے منہ میں بھوک کی حالت میں ہو جاتی ہے لہٰذا انہوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ رب العالمین سے اس حالت میں ہم کلام ہوں اور انہوں نے ایک خوشبودار بوٹی کو چبایا اور کھا لیا۔فوراً ہی وحی الٰہی نے ٹوکا کہ تم نے ہم کلامی سے پہلے روزہ کیوں افطار کر لیا۔حضرت موسیٰؑ نے اس کی وجہ بیان کر دی تب حکم ہوا کہ اس مدت کو بڑھا کر چالیس دن کر دو۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارے ہاں روزہ دار کے منہ کی بو بھی مشک کی خوشبو سے زیادہ محبوب ہے۔

الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اعتکاف و عبادت کے ایام کوہ طور پر تیس دن سے بڑھا کر چالیس یوم کر دیئے گئے اور اس طرح یہ چلہ پورا ہوا۔روحانی ریاضیات کے لئے صوفیائے کرام کی "چلہ کشی" غالباً اسی واقعہ سے اخذ کی گئی ہے جس کی برکات مشاہد ہیں اور تجربہ بتاتا ہے کہ کسی کام پر استقامت حاصل کرنے کے لئے عموماً یہ مدت مفید ثابت ہوتی ہے۔بہر حال حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہاڑ پر ایک چلہ کی مدت کے لئے خاص ریاضتوں کے ساتھ قیام کیا یہ چلہ پورا مہینہ ذیقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن کا تھا جیسا کہ سلف سے منقول ہے۔

بنی اسرائیل کی نگرانی

حضرت ہارون علیہ السلام کے سپرد

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر عبادت کے لئے تشریف لے جانے کے لئے تیار ہوئے تو اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہا کہ تم میرے پیچھے بنی اسرائیل کے نگراں رہو گے ان کی دیکھ بھال کرنا کہ یہ کہیں واہی تباہی باتوں میں نہ پھنس جائیں۔ ہر وقت ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہنا کیونکہ ان میں کبھی کبھی ان بے ہودہ رسموں کا شوق اٹھتا ہے جو وہ مصر میں مدتوں تک دیکھتے رہے ہیں اور جن پر فرعون انہیں زبردستی چلاتا رہا ہے۔ان میں اکثر ابھی شیطانی کاموں کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں۔میرے پیچھے یہ لوگ کچھ گڑبڑ مچائیں تو تم اصلاح کرنا اور میرے طریق کار پر کاربند رہنا۔مفسدہ پردازوں کی راہ مت چلنا اور تم ان کے فتنہ فساد کے داؤ کو کامیاب نہ ہونے دینا۔

تجلی الٰہی سے سرفرازی

موسیٰ علیہ السلام یہ کہہ کر کوہ طور پر عبادت کے لئے تشریف لے گئے اور چالیس دن کی معیاد پوری ہو چکنے پر حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کسی مخصوص اور ممتاز رنگ میں شرف مکالمہ بخشا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک عجیب سرور اور نشاط حاصل ہوا تو دل میں اللہ تعالیٰ کے دیدار کی خواہش پیدا ہوئی اور سوچا کہ جس کے کلام میں یہ لطف ہے اس کے دیدار میں کس قدر شادمانی و مسرت ہو گی۔ بہر حال شوق دیدار الٰہی ایسا غالب ہوا کہ بے ساختہ درخواست پیش کی کہ خدایا جب تو نے مجھے اپنے کلام کی لذت سے نوازا تو پھر لذت مشاہدہ اور دیدار بھی نصیب فرمایا جائے اور میں ان آنکھوں سے آپ کو دیکھ لوں حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ تم مشاہدہ ذات باری تعالیٰ کی تاب نہ لا سکو گے۔ دنیا میں کسی مخلوق کا یہ فانی وجود اور فانی قویٰ اس ذوالجلال والاکرام کے دیدار کا تحمل نہیں کر سکتے۔اچھا تم

پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو ہم اپنی ذات کی تجلی کی ایک ذرا سی جھلک اس پہاڑ پر ڈالتے ہیں اگر پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز اس کو برداشت کر سکی تو ممکن ہے کہ تم کو بھی اس کا تحمل ہو جائے ورنہ سمجھ لیجئے کہ جس چیز کا تحمل پہاڑ سے نہ ہو سکے کسی انسان کی مادی ترکیب اور جسمانی آنکھیں اسے کیسے برداشت کر سکتی ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کو انسانی وجود کی کمزوری کی طرف توجہ دلائی گئی۔ حق تعالیٰ کی تجلیات بہت طرح کی ہیں اور یہ حق تعالیٰ کا ارادی فعل ہے کہ جس چیز پر جس طرح چاہیں تجلی فرمائیں۔ چنانچہ پہاڑ کے جس حصہ پر حق تعالیٰ نے تجلی فرمائی اس نے فوراً پہاڑ کے اس حصہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالا اور موسیٰ علیہ السلام چونکہ محل تجلی سے قریب تھے ان پر اس قرب محل اور پہاڑ کے ہیبت ناک منظر دیکھنے کا یہ اثر ہوا کہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھ لیجئے کہ بجلی جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا کر ایک آن میں کس طرح خاک وسیاہ کر دیتی ہے اور جو لوگ اس مقام کے نزدیک ہوتے ہیں۔ بسا اوقات انہیں بھی کم وبیش صدمہ پہنچ جاتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہوش آیا تو انہوں نے خدائے برتر کی حمد وثنا کی اور اقرار کیا کہ واقعی اے رب تو کسی مخلوق کے مشابہ نہیں اس لئے یہ فانی آنکھیں تجھے دیکھ نہیں سکتیں اور تیرے دیدار کا تحمل نہیں کر سکتیں۔ تیری پاکی اور برتری کا تقاضا یہ ہے کہ کسی چیز کی طلب تیری اجازت کے بغیر نہ کی جائے۔ میں توبہ کرتا ہوں کہ فرط اشتیاق میں بغیر اجازت کے ایک درخواست کر گزرا۔ میں اپنے زمانہ کے سب لوگوں سے پہلے تیری عظمت وجلال کا یقین رکھتا ہوں اور پہلا وہ شخص ہوں جس پر منکشف ہوا کہ خداوند قدوس کو دنیا میں دیکھنا ظاہری آنکھوں سے واقع نہیں ہو سکتا۔

موت سے پہلے دیدار الٰہی

ان آیات سے ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کو موت سے پہلے دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہونا گو عقلاً ممکن ہے مگر شرعاً محال ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست دیدار تو امکان عقلی کو بتلا رہی ہے ورنہ ایک جلیل القدر پیغمبر ناممکن چیز کی درخواست کیسے کر سکتے تھے کہ یہ بھی ناممکن ہے۔ لیکن حق تعالیٰ کا جواب اس کے شرعاً محال ہونے کو بتلا رہا ہے اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنا دنیا میں عقلاً ممکن مگر شرعاً اس کا وقوع محال ہے اور آخرت میں اس کا وقوع قرآن وحدیث سے ثابت ہے رہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں دیکھنا تو حضرت تھانویؒ نے مسائل السلوک میں لکھا ہے کہ شب معراج اس سے مستثنیٰ ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے دیدار پر انوار سے آخرت میں ہم سب کو نوازیں۔ اور دنیا میں ہمیں اپنے نبی پاک کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہراً وباطناً پابند رکھیں۔ مفسدوں کی راہ سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرماویں۔ اور غیر شرعی ولا یعنی امور پر چلنے سے ہمیں کامل طور پر بچاویں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ يٰمُوْسٰۤى اِنِّىْ اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَبِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَيْتُكَ

قَالَ	يٰمُوْسٰى	اِنِّىْ	اصْطَفَيْتُكَ	عَلَى	النَّاسِ	بِرِسٰلٰتِىْ	وَبِكَلَامِىْ	فَخُذْ	مَاۤ اٰتَيْتُكَ
کہا	اے موسیٰ	بیشک میں	میں نے تجھے چن لیا	پر	لوگ	اپنے پیغام (جمع)	اور اپنے کلام سے	پس پکڑ لے	جو میں نے تجھے دیا

ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر تمکو امتیاز دیا ہے تو جو کچھ تمکو میں نے عطا کیا ہے اسکو لو اور شکر کرو۔

وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا

وَكُنْ	مِنَ	الشّٰكِرِيْنَ	وَكَتَبْنَا	لَهٗ	فِى	الْاَلْوَاحِ	مِنْ	كُلِّ شَىْءٍ	مَوْعِظَةً	وَ	تَفْصِيْلًا
اور رہو	سے	شکرگزار (جمع)	اور ہم نے لکھدی	اسکے لئے	میں	تختیاں	سے	ہر چیز	نصیحت	اور	تفصیل

اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل انکو لکھ کر دی تو اِن کو کوشش کے ساتھ عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو حکم کرو

لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۗ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

لِكُلِّ شَىْءٍ	فَخُذْهَا	بِقُوَّةٍ	وَاْمُرْ	قَوْمَكَ	يَاْخُذُوْا	بِاَحْسَنِهَا	سَاُورِيْكُمْ	دَارَ الْفٰسِقِيْنَ
ہر چیز کی	پس تو اسے پکڑ لے	قوت سے	اور حکم دے	اپنی قوم	وہ پکڑیں (اختیار کریں)	اسکی اچھی باتیں	عنقریب میں تمہیں دکھاؤں گا	نافرمانوں کا گھر

کہ اِنکے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں میں اب بہت جلد تم لوگوں کو بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں۔ میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِىَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ

سَاَصْرِفُ	عَنْ	اٰيٰتِىَ	الَّذِيْنَ	يَتَكَبَّرُوْنَ	فِى الْاَرْضِ	بِغَيْرِ الْحَقِّ	وَاِنْ	يَرَوْا	كُلَّ اٰيَةٍ
میں عنقریب پھیر دوں گا	سے	اپنی آیات	وہ لوگ جو	تکبر کرتے ہیں	زمین میں	ناحق	اور اگر	وہ دیکھ لیں	ہر نشانی

جو دُنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا انکو کوئی حق حاصل نہیں اور اگر تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ لاویں

لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ

لَا يُؤْمِنُوْا	بِهَا	وَاِنْ	يَرَوْا	سَبِيْلَ	الرُّشْدِ	لَا يَتَّخِذُوْهُ	سَبِيْلًا	وَاِنْ	يَرَوْا	سَبِيْلَ
نہ ایمان لائیں	اس پر	اور اگر	دیکھ لیں	راستہ	ہدایت	نہ پکڑیں (اختیار کریں)	راستہ	اور اگر	دیکھ لیں	راستہ

اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اسکو اپنا طریقہ نہ بناویں اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اسکو اپنا طریقہ بنالیں یہ اس سبب سے ہے کہ

الْغَىِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ

الْغَىِّ	يَتَّخِذُوْهُ	سَبِيْلًا	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا	وَكَانُوْا	عَنْهَا	غٰفِلِيْنَ	وَ	الَّذِيْنَ
گمراہی	اختیار کرلیں اسے	راستہ	یہ	اس لئے کہ انہوں نے	جھٹلایا	ہماری آیات	اور تھے	اس سے	غافل (جمع)	اور	جو لوگ

انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور ان سے غافل رہے۔اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	مَا	اِلَّا	يُجْزَوْنَ	هَلْ	اَعْمَالُهُمْ	حَبِطَتْ	الْاٰخِرَةِ	وَلِقَآءِ	بِاٰيٰتِنَا	كَذَّبُوْا
وہ کرتے تھے	جو	مگر	وہ بدلہ پائیں گے	کیا	انکے عمل	ضائع ہو گئے	آخرت	اور ملاقات	ہماری آیات کو	جھٹلایا

اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا انکے سب کام غارت گئے انکو وہی سزا دی جاوے گی جو کچھ یہ کرتے تھے۔

حضرت موسیٰ کو تورات کا عطاء ہونا اور بنی اسرائیلیوں کے لئے خصوصی ہدایات

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ دیدار جس کی تم نے درخواست کی تھی نہ ہو سکا تو نہ سہی۔ یہ شرف اور امتیاز کیا تھوڑا ہے کہ ہم نے تم کو پیغمبر بنایا۔ بلا واسطہ تم سے کلام فرمایا اور تورات عطا کی۔ سو جس قدر بخشش ہماری طرف سے ہوئی اس کو لیجئے اور ان بندوں میں شامل رہیئے جنہیں خدا نے "شاکرین" کے امتیازی لقب سے نوازا ہے۔ اس کے بعد بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات جو تختیوں پر لکھی ہوئی تھی اور جن میں ہر قسم کی نصیحتیں اور تمام ضروری احکام کی تفصیل تھی اس کے حکم کے ساتھ عطا کی گئی کہ خود بھی ان احکام پر مضبوطی اور احتیاط کے ساتھ عمل کریں اور اپنی قوم کو بھی سمجھائیں کہ ان بہترین ہدایات پر پختگی کے ساتھ عمل کرتے رہیں اور اس حکم کے بعد فرمایا کہ عنقریب میں تمہیں فاسقوں یعنی نافرمانوں کے گھر دکھلاؤں گا۔

اس جملہ کی تفسیر مفسرین نے کئی طرح سے کی ہے۔ بعض نے یہ تشریح کی ہے کہ آگے چل کر عاد و ثمود اور دوسری گذشتہ تباہ شدہ قوموں کی ویران بستیاں دکھلاؤں گا کہ کیسی تباہ اور ویران پڑی ہیں تاکہ ان کو دیکھ کر عبرت و نصیحت ہو کہ فسق و فجور اور نافرمانی و گمراہی کا کیا انجام ہوتا ہے۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جملہ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ سے بنی اسرائیل کو اس بات پر آمادہ کرنا تھا کہ پختگی اور عزم کے ساتھ قانون الٰہی کی پابندی کریں اور خدا کے کامل فرمانبردار بنیں اگر نافرمانی کریں گے تو انہیں نافرمانوں کا گھر دکھلایا جائے گا یعنی آخرت میں دوزخ اور دنیا میں تباہی اور رسوائی اور بعض مفسرین نے نافرمانوں کے گھر سے شام یا مصر مراد لیا ہے جو نافرمان قوم عمالقہ یا فرعونیوں کا ملک تھا۔ اس صورت میں یہ جملہ بنی اسرائیل کے لئے بشارت ہو گا کہ اگر پوری طرح فرمانبرداری کرو گے تو نافرمانوں کے ملک تم کو دیئے جائیں گے اور تم کو یہ دکھلا دوں گا کہ خدا دشمنوں کے مکانات کا دوستوں کو کیسے وارث بناتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آگے مزید ہدایات دی جا رہی ہیں کہ یہ میرا قانون فطرت ہے کہ جو لوگ خدا اور پیغمبروں کے مقابلہ میں ناحق تکبر کرتے ہیں اور بغیر کسی حق کے زمین میں بڑے بنتے ہیں اور نخوت اور غرور ان کو اجازت نہیں دیتا کہ احکام الٰہی کو قبول کریں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ان کے دل اپنی آیات کی طرف سے پھیر دیں گے کہ پھر ان سے نفع اٹھانے کی انہیں توفیق نہ ہو گی۔ ایسے لوگوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ خواہ کتنے ہی خدائی نشان دیکھیں اور کتنی ہی آیتیں سنیں مگر ٹس سے مس نہ ہوں۔ ہدایت کی سڑک کیسی ہی صاف اور کشادہ ہو اس پر نہ چلیں۔ ہاں گمراہی کے راستہ پر نفسانی خواہشات کی پیروی میں دوڑے چلے جائیں۔ یہ نتیجہ تکذیب کی عادت اور غفلت کی خصلت سے پیدا ہوتا ہے کہ دل مسخ ہو جاتا ہے۔

آگے مزید ہدایت دی جا رہی ہے کہ انبیاء کی تعلیم پر نہ چلنے والے آیات الٰہیہ کی تکذیب کرنے والے اور قیامت کا انکار کرنے والے اس بات پر مغرور نہ ہوں کہ انہوں نے کچھ نیکیاں کی ہوں گی تو ان کی جزا ان کو ملے گی۔ ایسی بے ضابطہ اور خلاف قاعدہ بھلائیاں بھی قابل اعتبار نہیں۔ کفر و شرک اور انکار و اعراض کے ساتھ تمام اعمال خیر آخرت میں رائیگاں اور ضائع اور غیر مفید اور لاحاصل ہونے والے ہیں۔ اور ان کا رائیگاں اور ضائع ہونا خود انہی کے کرتوت یعنی تکذیب اور اعراض کی پاداش میں ہے۔

مقصود ان آیات سے تنبیہ و تاکید ہے کہ آیات خداوندی کے مشاہدہ کے بعد ان سے غفلت اور اعراض تباہی و بربادی کا موجب ہے۔

دعا کیجئے: یَا اللہ ہمیں اپنے تمام اعمال کتاب اور سنت کے موافق کرنے اور آپ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے توفیق عطا ہو۔ ہماری سعی اور عمل آخرت میں بارآور ہوں۔ یَا اللہ احکام الٰہیہ کی مخالفت اور کتاب و سنت سے مقابلہ کی گمراہی سے ہم سب کو محفوظ فرما اور تمام امت مسلمہ کو ہدایت کے راستوں پر چلنے اور گمراہی کے راستوں سے بچنے کی توفیق کاملہ نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ۭ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ

وَاتَّخَذَ	قَوْمُ	مُوْسٰى	مِنْۢ بَعْدِهٖ	مِنْ	حُلِيِّهِمْ	عِجْلًا	جَسَدًا	لَّهٗ	خُوَارٌ	اَلَمْ يَرَوْا	اَنَّهٗ
اور بنایا	قوم	موسیٰ	اسکے بعد	سے	اپنے زیور	ایک بچھڑا	ایک دھڑ	اسمیں	گائے کی آواز	کیا نہ دیکھا انہوں نے	کہ وہ

اور موسیٰ کی قوم نے انکے بعد اپنے زیوروں کا ایک بچھڑا ٹھیرالیا جو کہ ایک قالب تھا جسمیں ایک آواز تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات تک نہیں کرتا تھا

لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ

لَا يُكَلِّمُهُمْ	وَلَا يَهْدِيْهِمْ	سَبِيْلًا	اِتَّخَذُوْهُ	وَ	كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ	وَ	لَمَّا	سُقِطَ + فِيْٓ + اَيْدِيْهِمْ
نہیں کلام کرتا ان سے	اور نہیں دکھاتا انہیں	راستہ	انہوں نے بنالیا	اور	وہ ظالم تھے	اور	جب	گر پڑے اپنے ہاتھوں میں (نادم ہوئے)

اور نہ انکو کوئی راہ بتلاتا تھا اسکو انہوں نے معبود قرار دیا اور بڑا ظلم اور بے ڈھنگا کام کیا۔اور جب نادم ہوئے اور معلوم ہوا کہ

وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾

وَرَاَوْا	اَنَّهُمْ	قَدْ ضَلُّوْا	قَالُوْا	لَئِنْ	لَّمْ يَرْحَمْنَا	رَبُّنَا	وَيَغْفِرْ لَنَا	لَنَكُوْنَنَّ	مِنَ	الْخٰسِرِيْنَ
اور دیکھا انہوں نے	کہ وہ	تحقیق گمراہ ہوگئے	وہ کہنے لگے	اگر	رحم نہ کیا ہم پر	ہمارا رب	اور (نہ) بخش دیا	ضرور ہوجائینگے ہم	سے	خسارہ پانیوالے

واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑگئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گذرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور بنی اسرائیلیوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی

جمہور مفسرین کی تفسیر کے مطابق اور قرآن پاک کی دوسری آیات کو جہاں اس واقعہ کو بیان فرمایا گیا ہے مدنظر رکھتے ہوئے اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر توراۃ لینے کے لئے تشریف لے جانے لگے تو بنی اسرائیل سے یہ فرمایا کہ میرے اعتکاف کی مدت ایک ماہ ہے۔ مدت پوری ہونے پر تمہارے پاس واپس آ ؤں گا۔ میرے بھائی ہارونؑ تمہارے پاس موجود ہیں۔ یہ تمہارے حال کے نگراں رہیں گے مگر طور پر جا کر وہ مدت بجائے تیس دن کے چالیس دن کی ہوگئی۔ اور اس دس روز کی تاخیر سے بنی اسرائیل میں اضطراب پیدا ہونے لگا۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص سامری سنار تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی تاخیر سے مضطرب ہو رہے ہیں تو اس نے کہا کہ اگر تم اپنے وہ تمام زیورات میرے پاس لے کر آ ؤ جو تم نے مصریوں سے مستعار لئے تھے اور پھر واپس نہ کر سکے تو میں تمہارے فائدہ کی ایک بات کردوں۔ سامری کے دل میں کفر و شرک کی نجاست بھری ہوئی تھی۔ پس جب بنی اسرائیل نے تمام سونے کے زیورات لا کر اس کے حوالہ کردیئے تو اس نے ان کو بھٹی میں ڈال کر گلا دیا اور اس سے ایک گوسالہ یعنی گائے کا بچھڑا تیار کیا اور اس کے پیٹ کے اندر ایک مشت خاک ڈال دی جس سے بچھڑے میں آثار حیات پیدا ہو گئے اور بچھڑے کی سی بھائیں بھائیں آواز کرنے لگا۔ اب سامری نے بنی اسرائیل سے کہا کہ موسیٰ سے غلطی اور بھول ہوگئی کہ وہ خدا کی تلاش میں طور پر گئے۔ تمہارا معبود تو یہ موجود ہے۔ یہ گذشتہ آیات میں ایک جگہ بیان ہو چکا ہے کہ مصر سے نکلنے کے بعد راستہ میں جب ایک بت پرست قوم پر بنی اسرائیل کا گزر ہوا تھا تو ان کو دیکھ کر ان کا دل بھی للچایا تھا اور موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرنے لگے تھے کہ ہمارے لئے بھی کوئی ایسا ہی معبود تجویز کر دیجئے مگر حضرت موسیٰ کی ڈانٹ اور تنبیہ سے چپ ہو رہے تھے۔ پھر صدیوں تک فرعون کی غلامی نے بنی اسرائیل میں مشرکانہ رسوم وعقائد کو پھیلا دیا تھا اور وہ اس رنگ میں کافی حد تک رنگے جا چکے تھے۔ گوسالہ پرستی مصر کا قدیم عقیدہ تھا اور فرعونی حکومت میں بنی اسرائیل بھی اس کے خوگر ہو گئے تھے۔ اب سامری نے جب بنی اسرائیل کو ترغیب دی کہ وہ اس کے

بنائے ہوئے بچھڑے کو اپنا معبود سمجھیں اور اس کی پرستش کریں تو بنی اسرائیل نے بآسانی اس کو قبول کرلیا۔لکھا ہے کہ مصر سے نکلتے وقت حضرت جبرئیلؑ ایک روز سوار کی صورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تھے۔سامری کو کسی ڈھب سے یہ معلوم ہوگیا جب جبرئیل علیہ السلام واپس جانے لگے تو اس نے دیکھا کہ جہاں ان کے گھوڑے کا قدم پڑتا ہے وہ جگہ سبز ہو جاتی ہے۔اس نے سمجھ لیا کہ یہ خاک حیات بخش ہے بس فوراً تھوڑی سی خاک لے کر رکھ لی اور یہی خاک اس نے گھڑے ہوئے بچھڑے کے پیٹ میں ڈالی تھی جس سے وہ اچھا خاصہ زندہ گوسالہ معلوم ہونے لگا اور اس سے آواز نکلنے لگی بنی اسرائیل نے یہ عجیب واقعہ دیکھا تو چونکہ محسوس پرستی کے خوگر تھے بلا تامل اس بچھڑے کی پرستش شروع کردی۔حضرت ہارون علیہ السلام نے یہ دیکھا تو بنی اسرائیل کو سمجھایا کہ ایسا نہ کرو یہ تو گمراہی کا راستہ ہے مگر انہوں نے ہارون علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کردیا اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ نہ آجائیں ہم اس سے باز آنے والے نہیں اور اپنی حماقت سے ایک خودساختہ ڈھانچے میں سے گائے کی سی آواز سن لینے پر مفتون ہوگئے اور بچھڑے کو خدا سمجھ بیٹھے حالانکہ اس کے بے معنیٰ آواز میں نہ کوئی کلام وخطاب تھا۔نہ دینی یا دنیوی رہنمائی اس سے ہوتی تھی۔اتنا بھی نہیں سمجھتے تھے کہ شان الوہیت کسی عاجز مخلوق میں کیونکر ہوسکتی ہے۔اور یہ کتنا بڑا ظلم اور بے موقع کام تھا کہ ایک معمولی جانور کی صورت کو خدا کہہ دیا جائے۔بات درحقیقت یہ ہے کہ اس قوم کو پہلے ہی سے ایسی بے موقع باتیں کرنے کی عادت تھی جیسے اس سے پیشتر بھی موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کرچکے تھے۔یہاں جب بنی اسرائیل میں یہ نوبت پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس واقعہ سے مطلع کرنا مناسب جانا اور موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تم نے قوم کو چھوڑ کر یہاں آنے میں اتنی جلدی کیوں کی۔

حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا "خدایا اس لئے کہ تیرے پاس جلدی حاضر ہو کر قوم کے لئے ہدایت اور قانون شریعت حاصل کروں"۔اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کو بتایا کہ جس کی ہدایت کے لئے تم اس قدر مضطرب ہو وہ اس گمراہی میں مبتلا ہے اور اس نے گائے کے بچھڑے کی پرستش شروع کردی ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ سنا تو ان کو سخت رنج ہوا اور غصہ اور ندامت کے ساتھ قوم کی طرف واپس ہوئے اور پھر قوم سے اور اس کے بعد اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام سے اور پھر سامری سے سختی سے اس معاملہ کی باز پرس کی۔

بنی اسرائیل کی سزا' ندامت اور بخشش

سورۂ بقرہ میں ان واقعات کو قدرے تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور وہاں یہ ذکر ہوا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اس معاملہ میں باز پرسی اور مواخذہ سے فارغ ہوئے تو حق تعالیٰ کی جناب میں رجوع ہوئے اور عرض کیا کہ بنی اسرایل کے اس ارتداد اور بے دینی کی سزا کیا ہے؟ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے جواب ملا کہ جن لوگوں نے یہ شرک کیا ان کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا اور ان کے لئے ایک دوسرے کو آپس میں قتل کی سزا تجویز ہوئی جس کی تفصیل سورۂ بقرہ میں بیان ہوئی ہے۔اس طرح ہزاروں کی تعداد میں بنی اسرائیل قتل ہوئے۔جب نوبت یہاں تک پہنچی تو ان کو اپنی گمراہی پر پشیمانی ہوئی اور بڑی توبہ استغفار کی اور موسیٰ علیہ السلام بھی درگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہوئے اور عرض کیا بارالٰہا! اب ان پر رحم فرما اور ان کی خطاؤں کو بخش دے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاء قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے قاتل ومقتول دونوں کو بخش دیا اور جو زندہ ہیں اور قصوروار ہیں ان کی بھی خطا معاف کردی۔آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ آئندہ شرک کے قریب بھی نہ جائیں۔

دعا کیجئے

ان قرآنی واقعات سے اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نصیحت وعبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم کو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہراً وباطناً اتباع کامل نصیب فرمائیں۔اور ہم سے اس میں جواب تک کوتاہیاں ہوچکی ہیں ان کو اپنی رحمت سے معاف فرماویں اور دنیا وآخرت میں ہماری ان کوتاہیوں پر گرفت نہ فرماویں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ

وَ	لَمَّا	رَجَعَ	مُوْسٰى	اِلٰى قَوْمِهٖ	غَضْبَانَ	اَسِفًا	قَالَ	بِئْسَمَا	خَلَفْتُمُوْنِيْ	مِنْۢ بَعْدِيْ
اور	جب	لوٹا	موسیٰ	اپنی قوم کی طرف	غصہ میں بھرا ہوا	رنجیدہ	اس نے کہا	کیا بُری	تم نے میری جانشینی کی	میرے بعد

اور جب موسیٰ اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامعقول حرکت کی

اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ۭ قَالَ ابْنَ اُمَّ

اَعَجِلْتُمْ	اَمْرَ	رَبِّكُمْ	وَاَلْقَى	الْاَلْوَاحَ	وَاَخَذَ	بِرَاْسِ	اَخِيْهِ	يَجُرُّهٗ	اِلَيْهِ	قَالَ	ابْنَ اُمَّ
کیا جلدی کی تم نے	حکم	اپنا پروردگار	ڈال دیں	تختیاں	اور پکڑا	سر	اپنا بھائی	اسے کھینچنے لگا	اپنی طرف	وہ بولا	اے میرے ماں جائے

کیا اپنے رب کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کرلی اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر انکو اپنی طرف گھسیٹنے لگے ہارونؑ نے کہا

اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ڮ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَاۗءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ

اِنَّ	الْقَوْمَ	اسْتَضْعَفُوْنِيْ	وَكَادُوْا	يَقْتُلُوْنَنِيْ	فَلَا تُشْمِتْ	بِيَ	الْاَعْدَاۗءَ	وَلَا تَجْعَلْنِيْ	مَعَ
بیشک	قوم (لوگ)	کمزور سمجھا مجھے	اور قریب تھے	مجھے قتل کر ڈالیں	پس خوش نہ کر	مجھ پر	دشمن (جمع)	اور مجھے نہ بنا	ساتھ

کہ اے میرے ماں جائے ان لوگوں نے مجھکو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھکو قتل کر ڈالیں تو تم مجھ پر دشمنوں کو مت ہنسواؤ اور مجھکو ان ظالم لوگوں کے ذیل میں مت شمار کرو۔

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۵۰ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ڮ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۱۵۱

الْقَوْمِ	الظّٰلِمِيْنَ	قَالَ	رَبِّ	اغْفِرْ لِيْ	وَلِاَخِيْ	وَاَدْخِلْنَا	فِيْ رَحْمَتِكَ	وَاَنْتَ	اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ
قوم (لوگ)	ظالم (جمع)	اس نے کہا	اے میرے رب	مجھے بخشدے	اور میرا بھائی	اور ہمیں داخل کر	اپنی رحمت میں	اور تو	سب سے زیادہ رحم کرنیوالا

موسیٰ نے کہا کہ اے میرے رب میری خطا معاف فرمادے اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر ناراضگی

گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل میں بچھڑے کی پرستش شروع کر دینے کا حال بیان کیا گیا تھا جس کی اطلاع حق تعالیٰ نے کوہ طور ہی پر موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی دیدی تھی کہ سامری نے تمہاری قوم کو گمراہی میں ڈال دیا اور بچھڑے کی پرستش شروع کرا دی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ اطلاع پا کر سخت غضبناک ہوئے اور اپنی قوم کی نادانی پر سخت افسوس ہوا اور اس حال میں توراۃ کی تختیاں لے کر قوم کی طرف لوٹے اور آتے ہی غضب اور افسوس دونوں کا اظہار کیا جس کا حال ان آیات میں بیان کیا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ جب موسیٰ علیہ السلام غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم کی طرف واپس آئے اور قوم کا حال خراب پایا تو قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ میرے کوہ طور پر جانے کے بعد تم یہ کیا حرکت کر بیٹھے۔ جس بات پر میں سب سے زیادہ زور دیتا تھا یعنی توحید خداوندی اس کی جگہ تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ میں تو طور پر تمہارے لئے پروردگار سے احکام ہی لینے گیا تھا۔ تم نے خدا کی مقرر کی ہوئی مدت پوری ہونے اور اس کے احکام لے آنے کا بھی انتظار نہ کیا۔ کچھ ایسا بہت زمانہ تو نہیں گزر گیا تھا کہ جو تم نے گھبرا کر اس قدر جلد خدا کے قہر و غضب کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی۔

حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پرس

حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مشرکانہ ڈھونگ کو دیکھ کر اور ہارون علیہ السلام کی نرمی کا گمان کر کے اس قدر افروختہ اور دینی

حمیت اور جوش سے اس قدر بے قابو اور متاثر ہو رہے تھے کہ ہارون علیہ السلام کی طرف بڑھے اور حرارت ایمانی کے بے اندازہ جوش میں ان کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے۔ معاذ اللہ حضرت ہارون علیہ السلام کی اہانت کی نیت سے نہیں کیونکہ حضرت ہارون خود مستقل نبی اور عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے پھر ایک اولوالعزم پیغمبر سے کیسے ممکن تھا کہ دوسرے نبی کی جو اس کا بڑا بھائی بھی ہو۔ ذرہ برابر توہین کا ارادہ کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے یہ معاملہ اس وقت ہوا جبکہ وہ قوم کی سخت بدعنوانی کی بنا پر بغض فی اللہ اور غصہ سے بے اختیار ہو رہے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام کی نسبت یہ خیال گزر رہا تھا کہ شاید انہوں نے اصلاح کی پوری کوشش نہیں کی۔ حالانکہ ان کو اصلاح کی بھی تاکید کوہ طور پر جانے سے پہلے کر گئے تھے۔ بے شک ہارون علیہ السلام نبی اور عمر میں بھی بڑے تھے مگر رتبہ میں موسیٰ علیہ السلام ان سے بڑے تھے اور سیاسی وانتظامی حیثیت سے ہارون علیہ السلام کو ان کا تابع اور وزیر بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی شان سیادت وحکومت کا ظہور ہوا۔ گویا ان کی طرف سے یہ دارو گیر اور سخت باز پرس اس گمان پر تھی کہ ہارون علیہ السلام نے قوم کو اس حرکت سے باز کیوں نہیں رکھا۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام اس حالت میں شرعاً معذور تھے۔ اسی فرط غضب اور ہنگامہ دارو گیر میں وہ تختیاں جو خدا کی طرف سے انہیں مرحمت ہوئی تھیں۔ ہارون علیہ السلام کی طرف بڑھتے وقت ہاتھ خالی کرنے کے لئے بہت تیزی اور عجلت کے ساتھ ایک طرف رکھ دیں اور ہارون علیہ السلام کا سر پکڑ لیا۔

حضرت ہارون علیہ السلام کا عذر

تو حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے بھائی میری بالکل خطا نہیں ہے۔ میں نے ان کو ہر چند سمجھایا مگر انہوں نے کسی طرح نہیں مانا اور کہنے لگے کہ جب تک موسیٰ نہ آ جائیں ہم تمہاری بات سننے والے نہیں۔ بلکہ انہوں نے مجھ کو کمزور پا کر میرے قتل کا ارادہ کر لیا تھا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو خیال کیا کہ اب اگر ان سے لڑائی کی جائے اور مومنین کاملین اور ان کے درمیان جنگ برپا ہو تو کہیں مجھ پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ میرے پیچھے قوم میں تفرقہ ڈال دیا۔ اس لئے میں خاموشی کے ساتھ آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ میرے بھائی اب آپ ایسا معاملہ کر کے ان کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور عتاب اور غصہ کا اظہار کرتے وقت مجھ کو ظالموں کے ذیل میں شمار نہ کیجئے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کا یہ معقول بیان سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ان کی جانب سے تو فرو ہو گیا اور دل نرم ہوا اور حق تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ اے میرے رب شدت غضب میں جو بے اعتدالی یا اجتہادی خطا مجھ سے ہوئی خواہ میں اس میں کتنا ہی نیک نیت ہوں آپ معاف فرما دیجئے اور میرے بھائی ہارون سے اگر ان کے درجہ اور شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی طرح کی کوتاہی قوم کی اصلاح میں ہوئی اس سے بھی درگزر فرمایئے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر لیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ان آیات سے معلوم ہوا کہ دینی جوش میں ایسا غصہ جو اہل اللہ کو پیش آتا ہے بدخلقی نہیں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ غلبہ حال شرعی عذر ہے۔ نیز یہ غلبہ حال کبھی کبھی کاملین کو بھی پیش آتا ہے۔ ہارون علیہ السلام کی طرف سے کوتاہی نہ ہونے کے باوجود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مواخذہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کاملین سے بھی اجتہادی لغزش ہو جاتی ہے جس کی مثالیں اور بھی انبیاء اور اولیاء کے حالات میں ملتی ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللہ بغض فی اللہ اور حب فی اللہ کی صفات ہم کو بھی عطا فرمایئے۔ یَااللہ حق کی حمایت اور باطل کی رد میں رشتہ وقرابت ہمارے لئے کوئی چیز نہ ہو۔ یَااللہ دین پر استقامت۔ اور اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت اور شریعت اسلامیہ کی پابندی ہم سب کو اور تمام امت مسلمہ کو نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذَٰلِكَ

إِنَّ	الَّذِينَ	اتَّخَذُوا	الْعِجْلَ	سَيَنَالُهُمْ	غَضَبٌ	مِّن رَّبِّهِمْ	وَذِلَّةٌ	فِي	الْحَيَاةِ	الدُّنْيَا	وَكَذَٰلِكَ
بیشک	وہ لوگ جو	انہوں نے بنالیا	بچھڑا	عنقریب انہیں پہنچے گا	غضب	انکے رب کا	اور ذلت	میں	زندگی	دنیا	اور اسی طرح

جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلد انکے رب کی طرف سے غضب اور ذلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی اور ہم افتراء پردازوں کو

نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ ثُمَّ تَابُوا مِن بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ

نَجْزِي	الْمُفْتَرِينَ	وَالَّذِينَ	عَمِلُوا	السَّيِّئَاتِ	ثُمَّ	تَابُوا	مِن بَعْدِهَا	وَآمَنُوا	إِنَّ	رَبَّكَ
ہم سزا دیتے ہیں	بہتان باندھنے والے	اور جن لوگوں نے	عمل کئے	بُرے	پھر	توبہ کی	اسکے بعد	اور ایمان لائے	بیشک	تمہارا رب

ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ۔اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر وہ انکے بعد توبہ کرلیں اور ایمان لے آویں تو تمہارا رب

مِن بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾ وَلَمَّا سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ

مِن بَعْدِهَا	لَغَفُورٌ	رَّحِيمٌ	وَ	لَمَّا	سَكَتَ	عَن	مُّوسَى	الْغَضَبُ	أَخَذَ	الْأَلْوَاحَ
اسکے بعد	بخشنے والا	مہربان	اور	جب	ٹھہرا (فروہوا)	سے۔کا	موسیٰ	غصہ	لیا۔اٹھالیا	تختیاں

اس توبہ کے بعد گناہ کا معاف کردینے والا رحمت کرنیوالا ہے ۔ اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھالیا

وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾

وَ	فِي نُسْخَتِهَا	هُدًى	وَرَحْمَةٌ	لِّلَّذِينَ	هُمْ	لِرَبِّهِمْ	يَرْهَبُونَ
اور	انکی تحریر میں	ہدایت	اور رحمت	ان لوگوں کیلئے جو	وہ	اپنے رب سے	ڈرتے ہیں

اور انکے مضامین میں اُن لوگوں کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی۔

بچھڑے کی پوجا کرنے والوں کی سزا

گوسالہ پرستی کے سلسلہ میں موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوئے کہ ان گوسالہ پرستوں کی کیا سزا ہونی چاہیے۔حق تعالیٰ نے جو جواب عنایت فرمایا وہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) جنہوں نے بچھڑا بنا کر اس کی پرستش کی ہے ان پر ان کے رب کی طرف سے غضب اور ذلت دونوں اسی دنیا میں نازل ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ایسوں کی جو اپنی طرف سے عبادت کے طریقہ گھڑ کر اسے دین میں داخل کرتے ہیں اور پھر اسی کو دین سمجھتے ہیں یہی سزا ہے۔یہ لوگ دین پر جھوٹ کا ملمع چڑھاتے ہیں اور اس کو ہنسی وکھیل بنانا چاہتے ہیں کہ جو جس کے دل میں آئے کر بیٹھے۔ایسے لوگ انسانوں کے لئے گمراہی کا راستہ کھولتے ہیں اور دین کو اپنی مرضی اور من چاہی خواہش کا تابع بنا کر رکھنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے خالص توبہ کے بغیر کوئی بخشے جانے کی صورت نہیں۔ہاں جن لوگوں نے اللہ کے مقرر کردہ قاعدہ کے موافق توبہ کرلی اور اپنے خلوص اور صدق کا ثبوت دے دیا اور ایمان دار بن گئے تو اللہ تعالیٰ ایسی توبہ کے بعد ان کو معاف کردے گا اور ان پر رحم فرمائے گا یعنی آخرت میں ان کو عذاب نہ ہوگا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی

اسرائیل کی گوسالہ پرستی سے جو توبہ کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا اس کا ذکر سورۂ بقرہ (آیت نمبر ۵۴) میں گزر چکا ہے۔ کہ بچھڑا پوجنے والوں کو وہ لوگ جنہوں نے بچھڑا نہیں پوجا اپنے ہاتھ سے قتل کریں۔

قانون الٰہی

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات میں حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستوں کی دنیوی سزا یعنی غضب اور ذلت بیان فرما کر جو **کذلک نجزی المفترین** فرمایا ہے یعنی افتراء پردازوں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں تو یہ قانون قدرت صرف گوسالہ پرستوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ کوئی افتراء پرداز ہو۔ غیر اللہ کی پرستش ظلم اور ناحق شناسی کی وجہ سے اس کو ایسی ہی سزا دی جاتی ہے۔ اس میں عرب کے مشرکوں کو بھی تہدید ہے جو سانڈ بتوں کے نام پر چھوڑا کرتے تھے۔ تیروں سے فال لیا کرتے۔ مردار کو کھایا کرتے۔ ننگے بدن طواف کعبہ کیا کرتے اور بت پرستی کرتے اور اس سب کو دین سمجھتے کہ اگر اس سے توبہ نہیں کرو گے اور ایمان نہیں لاؤ گے تو یہی دونوں سزا یعنی غضب و ذلت تم کو بھی پہنچے گی۔

اہل بدعت ذلیل ہوں گے

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وعید **کذلک نجزی المفترین** میں اسلام کے اہل بدعت واہل ہوا بھی شامل ہیں جو شریعت اسلامیہ کے عقائد و عبادات۔ اعمال و رسوم میں اپنی طرف سے اختراع کرتے اور ان کو دین اور احکام اسلامی جانتے ہیں۔ حضرت مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ ہر اہل بدعت کے سر پر ذلت سوار ہوگی اگرچہ اس کو شعور نہ ہو کیونکہ دین میں بدعت پیدا کرنے والا افتراء پرداز ہے۔

آگے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہوا اور جوش غضب جاتا رہا تو انہوں نے ان تختیوں کو اٹھا لیا جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی اور اس نسخہ توریت میں ہدایت و رحمت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے۔

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ ہم کو اپنی کتاب اور اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کی توفیق مرحمت فرمائیے۔

یَااَللّٰہُ ہم سے جو احکام کی فرمانبرداری میں گذشتہ کوتاہیاں ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق کاملہ عطا فرما تا کہ آپ کی مغفرت ورحمت نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ

وَاخْتَارَ	مُوْسٰى	قَوْمَهٗ	سَبْعِيْنَ	رَجُلًا	لِّمِيْقَاتِنَا	فَلَمَّا	اَخَذَتْهُمُ	الرَّجْفَةُ	قَالَ	رَبِّ	لَوْ شِئْتَ
اورچن لئے	موسیٰ	اپنی قوم	ستر (۷۰)	مرد	ہمارے وعدہ کے وقت کیلئے	پھر جب	انہیں پکڑا	زلزلہ	اس نے کہا	اے میرے رب	اگر تو چاہتا

اور موسیٰ نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت معین کیلئے منتخب کئے سو جب انکو زلزلہ نے آ پکڑا تو موسیٰ عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اگر آپکو یہ منظور ہوتا

اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ

اَهْلَكْتَهُمْ	مِنْ قَبْلُ	وَاِيَّايَ	اَتُهْلِكُنَا	بِمَا	فَعَلَ	السُّفَهَآءُ	مِنَّا	اِنْ هِيَ	اِلَّا	فِتْنَتُكَ	تُضِلُّ
انہیں ہلاک کردیتا	اس سے پہلے	اور مجھے	کیا تو ہمیں ہلاک کریگا	اس پر جو	کیا	بیوقوف (جمع)	ہم میں سے	یہ نہیں	مگر	تیری آزمائش	تو گمراہ کرے

تو آپ اس کے قبل ہی انکو اور مجھ کو ہلاک کردیتے کہیں آپ ہم میں کے چند بیوقوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کردیں گے یہ واقعہ محض آپکی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے جسکو آپ چاہیں

بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

بِهَا	مَنْ	تَشَآءُ	وَتَهْدِيْ	مَنْ	تَشَآءُ	اَنْتَ	وَلِيُّنَا	فَاغْفِرْ لَنَا	وَارْحَمْنَا	وَاَنْتَ	خَيْرُ	الْغٰفِرِيْنَ
اس سے	جس	تو چاہے	اور ہدایت دے	جو۔جس	تو چاہے	تو	ہمارا کارساز	سو ہمیں بخشدے	اور ہم پر رحم فرما	اور تو	بہترین	بخشنے والا

گمراہی میں ڈال دیں اور جسکو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں آپ ہی تو ہمارے خبرگیران ہیں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمایئے اور اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں

وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ

وَاكْتُبْ	لَنَا	فِيْ	هٰذِهِ	الدُّنْيَا	حَسَنَةً	وَ	فِي الْاٰخِرَةِ	اِنَّا	هُدْنَا	اِلَيْكَ	قَالَ	عَذَابِيْ	اُصِيْبُ
اور لکھدے	ہمارے لئے	میں	اس	دنیا	بھلائی	اور	آخرت میں	بیشک ہم	ہم نے رجوع کیا	تیری طرف	اس نے فرمایا	اپنا عذاب	میں پہنچاتا ہوں

اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھدیجئے اور آخرت میں بھی ہم آپکی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع

بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

بِهٖ	مَنْ	اَشَآءُ	وَرَحْمَتِيْ	وَسِعَتْ	كُلَّ شَيْءٍ	فَسَاَكْتُبُهَا	لِلَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ	وَيُؤْتُوْنَ	الزَّكٰوةَ
اسکو	جس	میں چاہوں	اور میری رحمت	وسیع ہے	ہر شے	سو میں عنقریب وہ لکھدوں گا	ان کیلئے جو	ڈرتے ہیں	اور دیتے ہیں	زکوٰۃ

کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو ضرور ہی لکھوں گا جو کہ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں

وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ۚ

اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ	هُمْ	بِاٰيٰتِنَا	يُؤْمِنُوْنَ
اور وہ جو	وہ	ہماری آیات پر	ایمان رکھتے ہیں

توراۃ پر یہودیوں کا اعتراض اور اس کا ازالہ

گذشتہ آیات میں بنی اسرائیل کا گائے کے بچھڑے کی پرستش کا واقعہ اور اس کے احوال کا بیان ہوا تھا۔ جب یہ گوسالہ کا قصہ تمام ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو توریت کے احکام سنائے اور ان سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت اور دینی و دنیوی زندگی کی فلاح کے لئے یہ تورات مجھ کو عطا فرمائی ہے۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کے جملہ احکام کی تعمیل کرو۔ بنی اسرائیل بہرحال بنی اسرائیل تھے جن کی اکثریت کے ضمیر میں شک و شبہ و نافرمانی رچی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس میں بھی شبہ نکالا کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ ہم سے اللہ تعالیٰ خود کہہ دیں تو یقین کیا جائے۔

قوم کے ستر آدمیوں نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا

بہرحال بنی اسرائیل کے مطالبہ کے متعلق موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے عرض کیا۔ وہاں سے حکم ہوا کہ ان میں سے کچھ آدمی اور سربراہ جن کو قوم معتبر سمجھتی ہو منتخب کر کے ان کو کوہ طور پر لے آیئے ہم انہیں سنا دیں گے کہ یہ ہمارے احکام ہیں اور اس کے لئے ایک وقت معین کیا گیا۔ اسی کے متعلق ان آیات میں احوال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم بنی اسرایل سے ستر سرداروں کو چن کر ساتھ لیا اور کوہ طور پر پہنچے۔ طور پر ایک سفید بادل کی طرح نور نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھیر لیا اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی شروع ہوگئی حضرت موسیٰ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ آپ بنی اسرائیل کے حالات کے دانا و بینا ہیں۔ میں ان کی ضد پر ستر آدمی انتخاب کر کے لایا ہوں۔ کیا اچھا ہو کہ وہ بھی اس ''حجاب نور'' سے میری اور آپ کی ہم کلامی کو سن لیں اور قوم کے پاس جا کر تصدیق کرنے کے قابل ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی درخواست کو منظور فرماتے ہوئے ان ستر سرداروں کو بھی حجاب نور میں لے لیا گیا اور انہوں نے حضرت موسیٰ اور رب العالمین کی ہم کلامی کو سنا۔

ستر سرداروں کی گستاخی پر سزائے موت

پھر جب پردۂ نور ہٹ گیا اور حضرت موسیٰ اور سرداروں کے درمیان بات چیت ہوئی تو ان ستر سرداروں نے کہا کہ اے موسیٰ پردے میں سننے کا ہم اعتبار نہیں کرتے۔ جب تک خدا کو ہم بے حجاب اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں ہم کو یقین نہیں آ سکتا۔ اس احمقانہ اصرار اور ضد پر غیرت الٰہی نے ان کو اس گستاخی پر یہ سزا دی کہ نیچے سے زلزلہ آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک ہوئی اور وہ سب مر کر رہ گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا
اور ستر آدمیوں کا دوبارہ زندہ ہونا

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو گھبرائے کہ بنی اسرائیل شکی مزاج کے ہیں ہی یوں کہیں گے کہ حیلہ سے ۷۰ سرداروں کو موسیٰ نے خدا جانے کہاں لے جا کر ہلاک کر دیا۔ تو بارگاہ الٰہی میں عاجزی کے ساتھ دعا مانگی کہ خداوندا! اگر تو ہلاک کرنا ہی چاہتا ہے تو ان سب کے ساتھ مجھ کو بھی ہلاک کر دے کہ میں ہی انہیں لے کر آیا۔ یہاں بلانے اور کلام سنانے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا کس کی مجال تھی کہ آپ کی مشیت کو روک سکتا؟ جب آپ نے ایسا نہیں چاہا بلکہ مجھے لانے کی اور ان کو کلام الٰہی سننے کے لئے یہاں آنے کی اجازت دی تو یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے یہاں بلا کر محض بعض بے وقوفوں کی حماقت کی سزا میں ہم سب کو ہلاک کر دیں یقیناً یہ منظر آپ کی طرف سے ہماری آزمائش اور امتحان ہے اور ایسے سخت امتحانات میں ثابت قدم رکھنا یا نہ رکھنا بھی آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔ اس قسم کے خطرناک مواقع میں آپ ہی ہمارے تھامنے اور دستگیری کرنے والے ہیں اور صرف آپ کی ہی ذات سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ ہم سب کی گذشتہ تقصیرات اور بے اعتدالیوں سے درگزر فرماویں اور آئندہ اپنی رحمت سے ایسی غلطیوں اور خطاؤں کا شکار نہ ہونے دیں۔ آپ ہی ہم سب کے حقیقی اور اصلی مالک ہیں۔ آپ فیصلہ فرماویں کہ ہمیں دنیا میں بھی بھلائی نصیب ہو اور آخرت میں بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول ہوئی اور ان ستر سرداروں کا قصور معاف کر دیا گیا اور خدا نے انہیں از سر نو زندگی مرحمت فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان ستر سرداروں کی معافی کی درخواست کی جو آپ کے ساتھ کوہ طور پر گئے تھے اور عموماً اپنی ساری قوم کے لئے رحمت اور دین دنیا کی بھلائی کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائی تو موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرماتے ہوئے حق تعالیٰ نے جواباً فرمایا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) اول تو مطلقاً میری رحمت میرے غضب پر سابق ہے چنانچہ میں اپنا عذاب اور غضب تو اسی پر واقع کرتا ہوں اور اسی کو پہنچاتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔ اور میری رحمت ایسی عام ہے کہ ہر چیز کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ یعنی خدا کی جانب سے جو عذاب آتا ہے وہ خاص حالات کے ماتحت ہوتا ہے ورنہ "رحمت" اس کی ازلی اور ابدی صفت ہے۔ اس لئے اس کی رحمت ہر شے پر عام ہے اور کائنات میں سے ایک شے بھی ایسی نہیں جو اس کی صفت رحمت سے خالی ہو۔ گویا تمام کائنات میں اصل چیز رحمت خداوندی ہے جس پر سارا نظام عالم قائم ہے اور اس میں عذاب صرف اسی وقت نمودار ہوتا ہے جب بندوں کی سرکشی اور نافرمانی حد سے تجاوز کر جاتی ہے ورنہ کوئی چیز رحمت الٰہی سے بے بہرہ نہیں۔ دیکھ لیجئے عدم سے خدا وجود دیتا ہے۔ پھر رزق، صحت، نعمت و عافیت، آگ، پانی ہوا۔ روشنی جسمانی قوتیں اور اک کی طاقتیں، مال دولت، حکومت سلطنت سب کچھ خدا نے دیا۔ ہر وقت نگرانی و حفاظت کے لئے غیبی مخلوق کو مامور کیا اس میں کافر، مسلم، نیک و بد کسی کی تخصیص نہیں۔

دنیا و آخرت کی عزت کے مستحق لوگ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ (علیہ السلام) آپ جو بنی اسرائیل کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اور دونوں جہان کی عزت نصیب ہو تو یہ رحمت ہم نے ان لوگوں کے لئے مخصوص کر دی ہے جن میں تین صفات ہوں۔ ایک تقویٰ کرنا، یعنی جو اللہ سے ڈر کر بری باتوں سے بچتے ہیں اور جن امور کی شریعت اور قوانین الٰہیہ میں ممانعت کر دی ہے ان سے اجتناب رکھتے ہیں خواہ ان امور کا تعلق عقائد سے ہو یا اعمال سے حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے۔ دوسرے جو اپنے مال کا کچھ حصہ ضرورتمندوں اور حاجتمندوں کو دیتے رہتے ہیں یعنی وہ سارے اچھے اور نیک کام جو مال سے متعلق ہیں جیسے صدقہ خیرات، اقارب کے ساتھ سلوک وغیرہ یہ کرتے ہیں۔ تیسرے جو ہماری آیتیں اور نشانیاں دیکھ کر ہمیں پہچان لیتے اور ایمان لے آتے ہیں۔ اور ہمارے احکام پر یقین کر لیتے ہیں۔

دعا کیجئے

یَااللہ اپنے خاص فضل و کرم سے ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنی رحمت خاصہ سے نواز دیجئے۔ اور ایمان و یقین اور تقویٰ و اطاعت کی دولت عطا فرما دیجئے اور دین و دنیا دونوں جہان کی عزت اور سرفرازی نصیب فرما دیجئے۔ اور دنیا و آخرت دونوں جہاں میں اپنے غصہ و غضب سے مامون و محفوظ فرما دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ

الَّذِيْنَ	يَتَّبِعُوْنَ	الرَّسُوْلَ	النَّبِيَّ	الْاُمِّيَّ	الَّذِيْ	يَجِدُوْنَهٗ	مَكْتُوْبًا	عِنْدَهُمْ	فِي	التَّوْرٰىةِ
وہ لوگ جو	پیروی کرتے ہیں	رسول	نبی	امی	وہ جو۔جس	اسے پاتے ہیں	لکھا ہوا	اپنے پاس	میں	توریت

جولوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جنکو وہ لوگ اپنے پاس توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں

وَالْاِنْجِيْلِ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ

وَالْاِنْجِيْلِ	يَاْمُرُهُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَيَنْهٰىهُمْ	عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَيُحِلُّ	لَهُمُ	الطَّيِّبٰتِ
اور انجیل	وہ حکم دیتا ہے انہیں	بھلائی	اور روکتا ہے انہیں	سے	برائی	اور حلال کرتا ہے	ان کیلئے	پاکیزہ چیزیں

وہ انکو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں او بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو ان کیلئے حلال بتلاتے ہیں

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِيْنَ

وَيُحَرِّمُ	عَلَيْهِمُ	الْخَبٰٓئِثَ	وَيَضَعُ	عَنْهُمْ	اِصْرَهُمْ	وَالْاَغْلٰلَ	الَّتِيْ	كَانَتْ	عَلَيْهِمْ	فَالَّذِيْنَ
اور حرام کرتا ہے	ان پر	ناپاک چیزیں	اور اُتارتا ہے	ان سے	انکے بوجھ	اور طوق	جو	تھے	ان پر	پس جو لوگ

اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں پر جو بوجھ اور طوق تھے انکو دور کرتے ہیں سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں

اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾

اٰمَنُوْا بِهٖ	وَعَزَّرُوْهُ	وَنَصَرُوْهُ	وَاتَّبَعُوا	النُّوْرَ	الَّذِيْٓ	اُنْزِلَ	مَعَهٗٓ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ
ایمان لائے اس پر	اور انکی رفاقت (حمایت کی)	اور اس کی مدد کی	اور پیروی کی	نور	جو	اُتارا گیا	اسکے ساتھ	وہی لوگ	وہ	فلاح پانے والے

اور انکی حمایت کرتے ہیں اور انکی مدد کرتے ہیں اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں

رحمت الٰہیہ کے حصول کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ضروری ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کچھ تو گذشتہ آیات میں بیان ہوا اور کچھ ابھی آگے آئے گا۔ مگر درمیان میں بمناسبت مضمون استجابت دعاء موسیٰ علیہ السلام کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک کے اہل کتاب کو سنانے کے لئے ایک مضمون بطور جملہ معترضہ کے بیچ میں لایا جاتا ہے جس میں آنحضرتؐ کے اتباع واطاعت کی تلقین فرمائی جاتی ہے جو اس آیت اور اگلی دو آیات میں ارشاد فرمایا گیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ تو اوپر کے مضمون سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کے سزاوار وہی لوگ ہوں گے۔ جو متقی یعنی خدا تعالیٰ سے ڈرنے والے اور اس کی نافرمانی سے باز رہنے والے۔ اللہ کے لئے مال خرچ کرنے والے اور اللہ کی نشانیوں اور آیتوں پر ایمان ویقین لانے والے ہوں گے۔ تو اب جبکہ پیغمبر اسلام نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت آشکارا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ کے مصداق وہی لوگ ہوں گے جو سچائی سے فرمان الٰہی کے مطابق آپ ﷺ کی اطاعت اختیار کریں گے۔ بالخصوص جبکہ علاوہ اور دلائل اثبات نبوت محمدیہؐ کے توریت اور انجیل میں بھی آپ کی نبوت کی پیشین گوئی موجود ہے اس لئے اہل کتاب کو خصوصاً اب عدم اطاعت کا کوئی عذر نہیں یہاں اس ایک آیت میں تو یہ مضمون خاص اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے مناسب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نو صفات۔

اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تعالیٰ نے ۹ صفات حسب ذیل بیان فرمائی ہیں۔

پہلی صفت رسول: رسول کے لفظی معنی ہیں قاصد' شریعت کی اصطلاح میں رسول وہ ہے جس کو اللہ نے شریعت جدیدہ دے کر مبعوث فرمایا ہوتا کہ وہ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے۔

دوسری صفت نبی: نبی کے لفظی معنیٰ ہیں خبر پہنچانے والا۔شرعی اصطلاح میں نبی وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی۔ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے۔حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ نے جمہور کی ترجمانی ان الفاظ میں کی ہے: ''جس کو اللہ سے وحی آئی وہ نبی ہے اور ان میں جو خاص امت رکھتے ہیں یا کتاب وہ رسول ہیں۔''

تیسری صفت امی: مفسرین نے لفظ امی کے کئی معنیٰ تحریر کئے ہیں۔بعض نے کہا ہے کہ امی وہ ہے جو امت عرب کی صفت پر ہو۔ بے پڑھا لکھا ہونا عرب کی مخصوص صفت تھی جس میں وہ دوسری قوموں سے ممتاز تھے۔بعض کے خیال میں امی ام بمعنی ماں کی طرف منسوب ہے یعنی آپ پیدائشی حالت پر ہوں گے جس طرح بچہ ماں سے پیدا ہونے کے وقت تمام گناہوں سے پاک اور ہر قسم کے معاصی سے صاف ہوتا ہے اس طرح آپ معصوم مطلق ہوں گے۔بعض کا خیال ہے کہ امی ام القریٰ یعنی مکہ کی طرف منسوب ہے۔مطلب یہ کہ وہ مکہ کے رہنے والے ہوں گے یا جیسا اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ امی سے مراد آپ خود بے لکھے پڑھے ہوں گے۔کسی سے علم حاصل نہ کیا ہوگا اور کوئی آپ کا استاد نہ ہوگا۔مگر باوجود اس کے علوم اولین و آخرین کے جامع ہوں گے۔اسی معنیٰ کو اکثر مفسرین نے ترجیح دی ہے۔

چوتھی صفت تورات و انجیل میں تذکرہ: یعنی آپ کے نام و نسب حلیہ وصفات و حالات وغیرہ کا جابجا تذکرہ اور پیشین گوئیاں انجیل و تورات میں موجود ہوں گی۔علمائے حدیث نے بروایات متعددہ ثابت کیا ہے کہ حضور اقدس کے تمام اوصاف اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔حتیٰ کہ آج کل کی مروجہ توریت و انجیل جن میں نہ معلوم کتنی تحریفیں اور ردو بدل ہو چکے ہیں اور اصل کتاب مفقود ہوگئی۔ تاہم اب بھی موجودہ تورات اور انجیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بشارات کس قدر جلوہ گر ہیں یہ ان عبارتوں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔جس کی نشاندہی علمائے اسلام نے اس آیت کی تفسیر کے ماتحت کی ہے اور انجیل اور توریت کے الفاظ کو نقل کیا ہے۔

پانچویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ لوگوں کو نیک باتیں تعلیم کریں گے۔

چھٹی صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ بری باتوں سے منع کریں گے۔

ساتویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ لوگوں کے لئے پاک اور ستھری چیزیں حلال کریں گے۔

آٹھویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ ناپاک اور گندی چیزیں حرام کریں گے۔

مذکورہ بالا چار امور وہ ہیں جن کی تعلیم حضرت آدمؑ سے لے کر نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تمام انبیاء و مرسلین دیتے چلے آئے اور ہر نبی نے اپنے زمانہ کو روشن کرنے اور کفر و معاصی کی ظلمت کو دور کرنے کی کوشش کی لیکن ہر ایک کی تعلیم ایک خاص زمانہ اور خاص قوم کے لئے مخصوص تھی۔ یہ بات صرف تعلیم محمدیؐ ہی میں ہے کہ جس چیز کے کرنے کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا۔اس کے محاسن اور خوبیوں سے کسی زمانہ میں اہل عقل و انصاف نے انکار نہیں کیا آج تک کوئی متعصب مورخ بھی انکار نہ کر سکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت اور وعظ و نصیحت نے دنیا میں کیسا اثر اور انقلاب پیدا کیا کہ عالم تاریک کو منور کر دیا۔ بت پرستی کی جڑ کاٹ دی۔اخوت' مساوات اور ہمدردی انسانی اور اصلاح عالم کے لئے جو ضابطہ اور قوانین حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرمائے اور جو قیامت تک جاری رہیں گے ان میں کوئی تغیر و تبدل ناممکن ہے اگر کیا جائے گا تو اتنا ہی تباہی کی طرف قدم اٹھے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کے کرنے کی ممانعت فرمائی وہ قیامت تک قبیح اور ضرر رساں رہیں گی۔زنا' قمار بازی' شراب خوری' دغا بازی' ظلم' فریب' تعدی' جنگ' چوری وغیرہ جن چیزوں کی ممانعت فرمائی اور جتنی ناپاک اور گندی چیزوں کو حرام فرمایا وہ سب عقل سلیم کے فطرتی اور پر حکمت اصول پر مبنی ہیں۔

نویں صفت یہ بیان کی گئی کہ وہ بنی اسرائیل سے ان سخت احکام کے بارگراں کو اتار پھینکے گا اور ان بھاری طوقوں کو دور کردے گا جو موسوی شریعت کی وجہ سے ان کی گردن میں پڑے ہوئے ہوں گے۔ یعنی کتب سابقہ کے ان احکام کو منسوخ کردیں گے جو اب مصالح زمانہ کے مناسب نہ ہوں گے۔ دور اسلام سے قبل یہودی طرح طرح کے قیدوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہودیوں پر واجب تھا کہ اگر کوئی غلطی سے نادانستہ بغیر ارادہ کے بھی قتل کردے تب بھی قصاص واجب ہے۔ مقتول کے ورثا خواہ معاف کردیں یا خون بہا کے طالب ہوں تب بھی قصاص ساقط نہیں ہوسکتا۔ جس کپڑے پر نجاست لگ جائے جب تک اتنے حصہ کو کاٹ نہ ڈالا جائے دھونے سے ان کے ہاں پاک نہیں ہوسکتا۔ اسی قسم کی اور سخت تکالیف ہیں جو ملت اسلامیہ نے ساقط کردیں۔

کامیابی کی شرائط

یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ آیت میں صرف حضورؐ پر ایمان لے آنے اور آپ کو نبی مان لینے پر فلاح اور کامیابی کا وعدہ اور بشارت نہیں ہے بلکہ آپ پر ایمان لانے کے ساتھ ہی اور بھی تین شرائط بیان کی گئی ہیں جس پر اولٰئک ھم المفلحون یعنی وہی پورے کامیاب ہونے والے ہیں فرمایا گیا۔ وہ آپ پر ایمان لانے کے ساتھ تین شرائط یہ ہیں:۔

پہلی شرط فرمائی عَزَّرُوْہُ جس کے معنٰی ہیں آپ کی تعظیم کی۔ آپ کو قوت دی آپ کی رفاقت کی۔

دوسری شرط فرمائی نصروہ یعنی دشمنوں اور مخالفوں کے خلاف آپ کی مدد کی۔ اب اس میں جانی اور مالی ہر طرح کی مدد شامل ہے۔

تیسری شرط ہے واتبعوا النور الذی انزل معہ' اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو آپ کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ یعنی آپ کی نبوت کے ساتھ جو قرآن اتارا گیا ہے اس کا اتباع کرتے ہیں۔ اتباع کے معنٰی ہیں تابعداری کرنا۔ حکم ماننا۔ پیروی کرنا۔

ان تین شرائط کے ساتھ آپ پر ایمان لانے والوں کے لئے اولٰئک ھم المفلحون فرمایا گیا ہے۔

اب یہ شرائط جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں عائد تھیں۔ اسی طرح اب بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گی۔ تو اگر ہمیں مفلحون کے گروہ میں داخل ہونا ہے تو آپ پر ایمان لانے اور رکھنے کے ساتھ ان تین شرائط کو بھی اپنے امکان اور استطاعت تک پورا کرنا ہوگا۔ یعنی آپ کی اور آپؐ کے احکام اور ارشادات کی تعظیم کرنی ہوگی۔ دشمنوں اور مخالفوں کے خلاف آپؐ کی یعنی آپ کے لائے ہوئے دین کی مدد کرنی ہوگی۔ جان سے بھی اور مال سے بھی۔ اور قرآن پاک کا اتباع اور پیروی صحیح معنٰی میں کرنی ہوگی۔ اس پر اللہ کا وعدہ پوری پوری فلاح عطا کرنے کا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ تو معلوم ہوا کہ محض زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور مسلمانی نام رکھ لینا فلاح کا ضامن نہیں بلکہ ان مذکورہ شرائط کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا فلاح کا ضامن ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی ان شرائط کو کسی درجہ میں پورا کرنے کی ہمت وتوفیق عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کا اتباع کامل نصیب فرما۔ اور دوسروں کو بھی اس دین کو پہچاننے کی سعادت عطا فرما۔ یَااللّٰہُ دین اسلام کے مخالفین اور دشمنوں سے ہمیں جہاد کی سچی روح نصیب فرما اور اسلام کے نام کو بلند کرنے کی کسی نہ کسی درجہ میں ہم سب کو ہمت وتوفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

قُلْ	يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنِّيْ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	اِلَيْكُمْ	جَمِيْعَا	الَّذِيْ	لَهٗ	مُلْكُ	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ
کہدیں	اے	لوگو	بیشک میں	رسول	اللہ	تمہاری طرف	سب	وہ جو	اسکی	بادشاہت	آسمان (جمع)	اور زمین

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جسکی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ

لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	هُوَ	يُحْيٖ	وَيُمِيْتُ	فَاٰمِنُوْا	بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهِ	النَّبِيِّ	الْاُمِّيِّ	الَّذِيْ	يُؤْمِنُ	بِاللّٰهِ
نہیں	معبود	مگر	وہ	زندہ کرتا ہے	اور مارتا ہے	سو تم ایمان لاؤ	اللہ پر	اور اس کا رسول	نبی	اُمّی	وہ جو	ایمان رکھتا ہے	اللہ پر

اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے سو اللہ پر ایمان لاؤ اور اسکے نبی امی پر جو کہ اللہ پر اور اسکے احکام پر ایمان رکھتے ہیں

وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰۤى اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

وَكَلِمٰتِهٖ	وَاتَّبِعُوْهُ	لَعَلَّكُمْ	تَهْتَدُوْنَ	وَ	مِنْ	قَوْمِ مُوْسٰى	اُمَّةٌ	يَّهْدُوْنَ	بِالْحَقِّ	وَبِهٖ	يَعْدِلُوْنَ
اور اسکے سب کلام	اور اسکی پیروی کرو	تاکہ تم	ہدایت پاؤ	اور	سے (میں)	قوم موسیٰ	ایک گروہ	ہدایت دیتا ہے	حق کی	اور اسکے مطابق	انصاف کرتے ہیں

اور انکا اتباع کرو تاکہ تم راہ پر آجاؤ۔ اور قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اُسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں

توحید و رسالت پر ایمان لانے کی دعوت عام

گذشتہ آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت بتلا کر آپ کے اتباع کی ترغیب دی گئی تھی اور آپ کے اوصاف بتلائے گئے تھے۔

اب اصل مدعا بیان کیا جاتا ہے جو کہ تمام انبیاء کی بعثت سے مقصود رہا ہے اور وہ دو چیزیں ہیں ایک اقرار توحید اور دوسرے اعتراف اور اتباع رسالت۔ انہی امور کو اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ آپ تمام موجودہ اور آئندہ آنے والے انسانوں کو خطاب کر کے یہ اعلان کر دیجئے کہ مجھے تم سب کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا ہے اور مقصود رسالت یہ ہے کہ تم اللہ کی توحید ربوبیت اور الوہیت کو مانو اور ضوابط حیات میں میری پیروی کرو اور جس اللہ کا رسول بن کر میں تمہاری طرف پیغام ہدایت لایا ہوں اس کی یہ شان ہے کہ تمام آسمانوں اور زمین کا کل تصرف۔ انتظام اور حکومت اس کے دست قدرت میں ہے۔ وہی موجد اور مربی ہے۔ لہذا وہی اپنی ربوبیت میں واحد ہے پھر وہ الٰہ مطلق بھی ہے کیونکہ جلانا اور مارنا اسی کے اختیار میں ہے۔ وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ لہذا وہی اپنی الوہیت میں یکتا اور تنہا ہے پس تم اس پر ایمان لاؤ اور ساتھ ہی اس کے رسول کو بھی مانو کیونکہ میں وہی رسول ہوں جس کو نبی امی کہا گیا ہے اور میں فقط تم ہی کو دعوت ہدایت نہیں دے رہا ہوں بلکہ خود بھی اس پر کاربند ہوں۔ اللہ کی ذات وصفات پر اور اس کی کتاب پر ایمان و یقین رکھتا ہوں لہٰذا تم کو ایسے رسول کی پیروی ضرور کرنی چاہئے۔ اس کی پیروی کرنے ہی سے امید ہدایت و نجات آخرت ہو سکتی ہے۔

یہودیوں میں حق پسند لوگ

اس کے بعد بتلایا گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی یہود میں کچھ لوگ ایسے ضرور ہیں جو کہ حق پسند ہیں اور لوگوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کو سامنے رکھ کر انصاف کرتے ہیں۔ مراد ان سے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ ہیں جو یہودی تھے اور اسلام اختیار کر لیا تھا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی لائی ہوئی شریعت کا پورا پورا اتباع نصیب فرما۔ اور آپ کے بتلائے ہوئے طریقوں پر ہم کو اپنی زندگی گزارنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلٰی مُوْسٰۤی اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ

وَقَطَّعْنٰهُمُ	اثْنَتَیْ	عَشْرَةَ	اَسْبَاطًا	اُمَمًا	وَاَوْحَیْنَا	اِلٰی	مُوْسٰی	اِذِ	اسْتَسْقٰىهُ	قَوْمُهٗ	اَنِ
اور ہم نے جُدا کر دیا انہیں	دو	دس (بارہ)	باپ دادا کی اولاد (قبیلے)	گروہ گروہ	اور وحی بھیجی ہم نے	طرف	موسیٰ	جب	اس سے پانی مانگا	انکی قوم	کہ

اور ہم نے انکو بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی اور ہم نے موسیٰؑ کو حکم دیا جب کہ انکی قوم نے ان سے پانی مانگا

اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَیْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ

اضْرِبْ	بِعَصَاكَ	الْحَجَرَ	فَانْۢبَجَسَتْ	مِنْهُ	اثْنَتَا عَشْرَةَ	عَیْنًا	قَدْ عَلِمَ	كُلُّ	اُنَاسٍ	مَشْرَبَهُمْ
مارو	اپنی لاٹھی	پتھر	تو پھوٹ نکلے	اس سے	بارہ	چشمے	جان لیا (پہچان لیا)	ہر	شخص	اپنا گھاٹ

کہ اپنے اس عصا کو فلاں پتھر پر مارو بس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے ہر ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم کر لیا

وَظَلَّلْنَا عَلَیْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَیْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ

وَظَلَّلْنَا	عَلَیْهِمُ	الْغَمَامَ	وَاَنْزَلْنَا	عَلَیْهِمُ	الْمَنَّ	وَالسَّلْوٰی	كُلُوْا	مِنْ	طَیِّبٰتِ	مَا رَزَقْنٰكُمْ
اور ہم نے سایہ کیا	اُن پر	ابر	اور ہم نے اُتارا	ان پر	من	اور سلویٰ	تم کھاؤ	سے	پاکیزہ	جو ہم نے تمہیں دیں

اور ہم نے ان پر ابر کو سایہ افگن کیا اور انکو ترنجبین اور بٹیریں پہنچائیں کھاؤ نفیس چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں

وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

وَ	مَا ظَلَمُوْنَا	وَلٰكِنْ	كَانُوْا	اَنْفُسَهُمْ	یَظْلِمُوْنَ
اور	ہمارا کچھ نہ بگاڑا انہوں نے	اور لیکن	وہ تھے	اپنی جانوں پر	ظلم کرتے

اور انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔

بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے

گذشتہ آیات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کافی پیچھے سے بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اب ان آیات میں بنی اسرائیل کو وہی احسانات جتائے گئے ہیں جن کی یاددہانی اکثر سورتوں میں کی گئی ہے۔ ان احسانات کو بار بار اس لئے یاد دلایا جاتا ہے کہ ان پر اچھی طرح واضح ہو جائے کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار کرنا اللہ عزوجل کے حکم سے منہ موڑنا اور اس کی نافرمانی کرنا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمیشہ اپنے احسان و کرم اور انعامات سے نوازا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کے جن کا لقب اسرائیل تھا بارہ بیٹے تھے۔ ہر ایک کی اولاد جدا ایک بڑا گروہ اور قبیلہ بن گئی اور اس طرح بنی اسرائیل الگ الگ بارہ خاندانوں پر منقسم ہو گئے تھے۔ جن میں کچھ چھوٹے خاندان تھے کچھ بڑے۔

وادیٔ تیہ میں بنی اسرائیل پر کئے گئے انعامات

مصریوں کے ظلم سے نجات پانے اور فرعون کے سمندر میں غرق ہونے کے بعد جب بنی اسرائیل وادی سینا میں پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام توراۃ لینے کے لئے کوہ طور پر گئے تو قوم نے آپ کی غیر موجودگی میں سونے کے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر عنایت و نوازش کی مگر ان کی نافرمانیوں میں کمی نہ آئی تو ایک بیابان یعنی وادی تیہ میں چالیس سال حیران پریشان پھرتے رہے۔ جہاں نہ پانی' نہ کھانے کا سامان' نہ سایہ ان امور کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام

کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے وادی تیہ میں جب چالیس سال سرگرداں رکھا تو اس میدان میں بھی اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جو انعامات فرمائے ان کا تذکرہ یہاں ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ بیابان میں کھانا تھا نہ پانی۔ موسیٰ علیہ السلام سے بھوکا پیاسا مرنے کی شکایت کرنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تو حکم ہوا کہ پتھر پر لاٹھی مارو۔ موسیٰ علیہ السلام نے حکم کی تعمیل کی۔ فوراً پتھر کے اندر سے الگ الگ بنی اسرائیل کے خاندانوں کی تعداد کے موافق بارہ چشمے پھوٹ نکلے جن میں کچھ چھوٹے تھے کچھ بڑے اور خاندان بھی چونکہ چھوٹے بڑے تھے۔ اس لئے ہر خاندان نے اپنا چشمہ پہچان لیا۔ اور اس طرح کسی گروہ کو دوسرے گروہ سے جھگڑنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس بیابان میں سایہ دار درخت یا سایہ کا تمام قوم کے لئے سامان نہ تھا۔ لوگوں کو سخت دھوپ اور گرمی کی تکلیف ہوئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک ابر بھیج دیا جو دن بھر ان پر سایہ کئے رہتا اور دھوپ کی تیزی سے وہ محفوظ رہتے۔

من وسلویٰ

اس بیابان میں نہ وہاں کھیتی ہوتی تھی نہ اناج بہم پہنچ سکتا تھا۔ اس لئے ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ بھیج دیتے۔ من ایک میٹھی مرغوب چیز تھی جو تلاش اور جستجو کے بغیر اس بیابان میں بنی اسرائیل کو مل جاتی۔ اس کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں بعض نے اس کو ترنجبین جو ایک میٹھی چیز ہے بتلایا ہے بعض نے اسے ایک خاص قسم کے گوند سے مشابہ قرار دیا ہے۔ بعض نے شہد بیان کیا ہے۔ سلویٰ بٹیر سے ملتا جلتا ایک پرندہ ہے یہ بہت اونچا نہیں اڑتا سمندری ہوا انہیں اڑا کر بنی اسرائیل کے پڑاؤ تک لے آتی اور وہ ان کو باآسانی پکڑ کر مزیدار خوراک بناتے اس طرح اللہ نے ان کے کھانے کے لئے من وسلویٰ بھیجا۔ اس کی تفصیل سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

بنی اسرائیل کی ناشکری اور اس کا انجام

اس طرح بلا مشقت ملی ہوئی نعمتیں بنی اسرائیل کھاتے کھاتے اکتا گئے۔ ناشکری کرنے لگے کہنے لگے ہم سے تو ایک قسم کے کھانے پر صبر نہیں ہو سکتا۔ اس بیابان میں پیاز، لہسن، دال، گیہوں وغیرہ کی فرمائش کر بیٹھے۔ اس کے علاوہ انہیں خدا پر اعتماد بھی نہ رہا۔ حکم تھا کہ اگلے روز کے لئے غذا کوئی جمع نہ کرے ورنہ اس کا نتیجہ برا ہوگا مگر کوتاہ نظروں نے خیال کیا خدا جانے کل کو یہ روزی ملے گی یا نہیں اور ذخیرہ جمع کرنا شروع کر دیا۔ اس جرم کی پاداش میں اس نعمت کا آنا بند ہو گیا اور جو کچھ جمع کیا تھا وہ بھی سڑ گیا اور خود بنی اسرائیل نے اپنے ہاتھوں تباہی کا سامان کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بتلایا کہ ایسی بے تکی اور بے محل باتیں کر کے اور ہمارے حکم کے خلاف چل کر ہمیں تو نقصان کیا پہنچاتے اپنا ہی کچھ بگاڑا۔ بے صبرے بنے۔ ناشکرے کہلائے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ اپنی قدرت کاملہ پر ہم کو یقین کامل اور اعتماد واثق عطا فرما کہ آپ اپنی قدرت سے بغیر ظاہری اور مادی اسباب کے جو چاہیں کر سکتے ہیں جیسے بنی اسرائیل کے لئے پتھر سے پانی کے چشمے نکال دینا۔ سایہ کے لئے ابر بھیج دینا اور کھانے کے لئے من وسلویٰ پہنچا دینا۔

یَا اللہ ہم کو اپنی ہر چھوٹی بڑی ظاہر و باطنی جسمانی و روحانی نعمت کا احساس اور قدر دانی کا جذبہ عطا فرما۔ ناشکری اور کفران نعمت کی وبال سے بچنا نصیب فرما۔

یَا اللہ ان قرآنی واقعات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا

وَ	اِذْ	قِيْلَ	لَهُمُ	اسْكُنُوْا	هٰذِهِ	الْقَرْيَةَ	وَكُلُوْا	مِنْهَا	حَيْثُ	شِئْتُمْ	وَقُوْلُوْا	حِطَّةٌ	وَّادْخُلُوا
اور	جب	کہا گیا	ان سے	تم رہو	اس	شہر	اور کھاؤ	اس سے	جیسے	تم چاہو	اور کہو	بخش دے	اور داخل ہو

اور جب انکو حکم دیا گیا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ توبہ ہے اور جھکے جھکے دروازہ میں داخل ہونا

الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ۭ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ

الْبَابَ	سُجَّدًا	نَّغْفِرْ	لَكُمْ	خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ	سَنَزِيْدُ	الْمُحْسِنِيْنَ	فَبَدَّلَ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْهُمْ	قَوْلًا	غَيْرَ
دروازہ	سجدہ کرتے ہوئے	ہم بخشدیں گے	تمہیں	تمہاری خطائیں	عنقریب ہم زیادہ دیں گے	نیکی کرنیوالے	پس بدل ڈالا	وہ جنہوں نے	ظلم کیا	ان سے	لفظ	سوا

ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں گے جو لوگ نیک کام کریں گے انکو مزید براں اور دیں گے۔ سو بدل ڈالا ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاۗءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

الَّذِيْ	قِيْلَ	لَهُمْ	فَاَرْسَلْنَا	عَلَيْهِمْ	رِجْزًا	مِّنَ	السَّمَاۗءِ	بِمَا	كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ	
وہ جو	کہا گیا	انہیں	سو ہم نے بھیجا	ان پر	عذاب	سے	آسمان	کیونکہ	وہ ظلم کرتے تھے	

جسکی ان سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔

حکم خداوندی سے سرتابی اور سزا

جب ۴۰ سال بعد اس وادی تیہ میں بیابانی زندگی کی مدت ختم ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تو انتقال ہو چکا تھا ان کے بعد حضرت یوشع علیہ السلام کی قیادت میں انہوں نے اریحا شہر فتح کیا جو بیت المقدس کے قریب ایک آباد اور سرسبز شہر تھا۔ یہ اسی شہر میں داخل ہونے اور بسنے کا ادب وطریقہ تھا جس کا ذکر ان آیات میں کیا جارہا ہے اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ جب تم لوگ اس شہر میں داخل ہو تو داخلہ کے وقت سجدہ کرتے یعنی عاجزی کرتے ہوئے داخل ہونا اور خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جانا۔ مزاج میں سرکشی اور غرور نہ آنے پائے۔ فاتح کی طرح شہر میں چیختے چلاتے اور بے ہودہ شوروغل کرتے داخل نہ ہوں۔ اس رویہ کے اختیار کرنے سے اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی فرمانے کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی ان کی خطائیں معاف کردینے اور نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ دینی و دنیوی نعمتیں دینے کا وعدہ فرمایا۔ مگر بنی اسرائیل نے ان ہدایتوں کے بالکل خلاف کیا اور بجائے تواضع اور انکسار اختیار کرنے کے تکبر اور گستاخی کو اپنا شعار بنایا اور حکم الٰہی کا مذاق اڑانے لگے۔ بنی اسرائیل نے اس حکم سے بھی سرتابی کی کہ فتح کے وقت کوئی مال غنیمت پوشیدہ نہ رکھے اور نہ کوئی شخص کوئی چیز چوری کرے۔ مگر انہوں نے لوٹ کا مال بھی چھپالیا۔ اس پر آسمانی بلا نازل ہوئی اور ان میں سخت طاعون پھیل گیا اور اکثر تباہ ہوگئے۔

حکم الٰہی کی تعمیل، نعمتوں کا شکر اور عاجزی ضروری ہے

یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ تعمیل حکم الٰہی واجب ہے۔ نعمت کا شکر ادا کرنا، توبہ استغفار کرنا بارگاہ خداوندی میں عاجزی کرنا ضروری ہے۔ ملکی فتوحات بھی انعام ربانی ہے اور نعمت کا شکریہ ادا کرنے سے مزید نعمت ملتی ہے اور احکام الٰہی کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ اور عذاب خداوندی کو دعوت دینا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ان واقعات وحالات سے بہت کچھ تنبیہ وعبرت دینا مقصود ہے اسلیئے قرآن کریم نے ان کو بار بار بیان کر کے ہم کو بتلایا کہ جن باتوں میں پھنس کر یہود تباہ و برباد ہوئے اور عذاب خداوندی کے شکار ہوئے انکے پاس بھی نہ بھٹکنا چاہیے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات گرامی کے طفیل سے امت مسلمہ کی صلاح وفلاح کی صورتیں غیب سے پیدا فرماویں۔ اور اپنی ہر نعمت کا ہم کو حقیقی شکرگزار بندہ بناویں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ إِذْ يَعْدُونَ فِي السَّبْتِ إِذْ تَأْتِيهِمْ

وَسْئَلْهُمْ	عَنِ	الْقَرْيَةِ	الَّتِي	كَانَتْ	حَاضِرَةَ	الْبَحْرِ	إِذْ	يَعْدُونَ	فِي السَّبْتِ	إِذْ	تَأْتِيهِمْ
اور پوچھو اُن سے	سے (متعلق)	بستی	وہ جو کہ	تھی	سامنے (کنارے)	دریا	جب	حد سے بڑھنے لگے	ہفتہ میں	جب	انکے سامنے آجائیں

اور آپ ان لوگوں سے اس بستی والوں کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھئے جبکہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جبکہ اُنکے

حِيتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُونَ لَا تَأْتِيهِمْ كَذَٰلِكَ نَبْلُوهُمْ بِمَا

حِيتَانُهُمْ	يَوْمَ	سَبْتِهِمْ	شُرَّعًا	وَيَوْمَ	لَا يَسْبِتُونَ	لَا تَأْتِيهِمْ	كَذَٰلِكَ	نَبْلُوهُمْ	بِمَا
مچھلیاں اُنکی	دن	انکا سبت	کھلم کھلا (سامنے)	اور جس دن	سبت نہ ہوتا	وہ نہ آتی تھیں	اسی طرح	ہم انہیں آزماتے تھے	کیونکہ

ہفتہ کے روز تو انکی مچھلیاں ظاہر ہو ہو کر انکے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو انکے سامنے نہ آتی تھیں ہم انکی اس طرح پر آزمائش کرتے تھے

كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿۱۶۳﴾ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا ۙ اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ

كَانُوا يَفْسُقُونَ	وَإِذْ	قَالَتْ	أُمَّةٌ	مِّنْهُمْ	لِمَ تَعِظُونَ	قَوْمًا	اللَّهُ	مُهْلِكُهُمْ	أَوْ	مُعَذِّبُهُمْ
وہ نافرمانی کرتے تھے	اور جب	کہا	ایک گروہ	ان میں سے	کیوں نصیحت کرتے ہو	ایسی قوم	اللہ	انہیں ہلاک کرنیوالا	یا	انہیں عذاب دینے والا

اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ اور جبکہ اُن میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جنکو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنیوالے ہیں

عَذَابًا شَدِيدًا ۗ قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿۱۶۴﴾

عَذَابًا	شَدِيدًا	قَالُوا	مَعْذِرَةً	إِلَىٰ	رَبِّكُمْ	وَلَعَلَّهُمْ	يَتَّقُونَ
عذاب	سخت	وہ بولے	معذرت	طرف	تمہارا رب	اور شاید کہ وہ	ڈریں

یا اُن کو سخت سزا دینے والے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کیلئے اور اس لئے کہ شاید یہ ڈر جاویں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے دور میں بنی اسرائیل کی سرکشیاں

جس واقعہ کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں واقع ہوا جب کہ بنی اسرائیل ملک شام میں آکر رہنے لگے تھے۔ اور یہاں ان کا کامل تسلط ہو گیا اس واقعہ کی تفصیل بھی سورۂ بقرہ میں گزر چکی ہے۔

یہودیوں پر سنیچر کے دن کی تعظیم اور تمام دنیوی مشاغل کو ترک کر کے محض عبادت کرنا اس دن میں فرض کیا گیا تھا۔ بحر قلزم کے کنارے ایک بستی تھی جس کا نام ایلہ تھا۔ وہاں مچھلیاں بکثرت تھیں اور وہاں کے باشندوں کی روزی عموماً مچھلیوں کے شکار پر موقوف تھی۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کی آزمائش کی گئی جس کی صورت یہ ہوئی کہ سنیچر کے دن دریا کے کنارے بے انتہا مچھلیاں ابھر آتیں۔ بنی اسرائیل کے دل للچاتے مگر مجبور تھے کہ سنیچر کو شکار کرنا ممنوع تھا۔ سنیچر گزر جاتا تو چھ روز تک مچھلی کا پتہ بھی نہ ملتا۔ آخر حکم الٰہی کے ٹالنے کے لئے ان میں سے بعض لوگوں نے ایک حیلہ تراشا اور وہ یہ کہ سمندر کے کنارے کچھ نالیاں نکالیں اور نالیوں کے اختتام پر گہرے گڑھے کھود دیئے۔ سنیچر کے روز حسب معمول مچھلیاں آتیں اور ان نالیوں میں ہوتی ہوئی گڑھوں میں جا کر گر جاتیں اتوار کے روز وہ سب کو پکڑ لیتے پھر رفتہ رفتہ اس میں بھی تساہل کرنے لگے اکا دکا سنیچر

کے دن بھی مچھلیاں پکڑ لیتا۔ ایک فریق نے ان شکاریوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور اس فعل قبیح سے منع کیا لیکن جب انہوں نے نہ مانا تو روکنے والا گروہ چپ ہو رہا مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو برابر نصیحت کرتے رہے۔ جو لوگ کہ نصیحت کرنے سے خاموش ہو گئے تھے انہوں نے کہا کہ ان کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ۔ یہ ماننے والے معلوم نہیں ہوتے۔ غالب خیال ہے کہ سرکشی کی پاداش میں مبتلا ہوں گے اور عذاب الٰہی ان پر نازل ہوگا۔ جو آخیر وقت تک برابر سمجھاتے رہے تھے انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو ان کو نصیحت کرنا برابر جاری رکھیں گے جس سے ہمارے دو مقصد ہیں اول تو اپنی جانوں کی خدا کے سامنے براءت کہ اگر خدا تعالیٰ ہم سے دریافت فرمائے تو ہم اپنا عذر پیش کر سکیں۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ شاید یہ لوگ باز آجائیں اور اس نازیبا حرکت سے توبہ کرلیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار

یہود اس واقعہ ایلہ کو ہمیشہ چھپایا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ قصہ کسی کو معلوم نہیں ہے جس سے کہ ان کے بڑوں پر حرف آتا ہے۔ یہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا اظہار تھا کہ گذشتہ اہم ترین واقعہ سینکڑوں برس پہلے کا حضورؐ بیان فرما رہے ہیں باوجودیکہ کوئی گذشتہ آسمانی کتاب آپ نے نہیں پڑھی۔ نہ اہل کتاب سے میل جول پیدا کر کے سنا اور بے کم و کاست صحیح واقعہ بیان کر دیا جس کو یہودی بھی تسلیم کرتے ہیں اور کسی کو انکار کی مجال نہیں۔

نصیحت کرنا بہرحال ضروری ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ نصیحت بہرحال مفید چیز ہے۔ گمراہوں کی ہدایت کی طرف سے کتنی ہی مایوسی ہو لیکن اہل حق کا فرض ہے کہ نصیحت سے باز نہ رہیں کیونکہ اول تو یہ ایک فرض ہے جس کی ادائیگی میں نتیجہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے کون کہہ سکتا ہے کہ کسی کے دل کو کوئی بات لگ جائے اور اس کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔ ایک وقت ہزاروں وعظ کام نہیں دیتے دوسرے وقت دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی کلمہ سب کچھ کام کر دیتا ہے۔ تاہم جب نصیحت کے کارگر ہونے کی کوئی صورت نہ رہے اور بالکل مایوسی ہو جائے تو پھر نصیحت کرنا واجب نہیں رہتا البتہ عالی ہمتی کا تقاضا پھر بھی یہی رہتا ہے کہ نصیحت جاری رکھی جائے۔

حیلے بہانے کرنا مذموم ہے

نیز ان آیات سے معلوم ہوا کہ شرعی احکام سے بچنے کے لئے حیلے بہانے کرنا سخت مذموم ہے البتہ جن حیلوں کو فقہاء نے استعمال کیا ہے وہ احکام سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ گناہوں سے بچنے اور احکام حاصل کرنے کے لئے ہیں۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہمارے لئے نیک کاموں کے حصول اور ان کے مواقع آسان فرما دیجئے اور برے کاموں اور ان کے مواقع کو ہم سے دور رکھئے۔

یَا اللّٰہُ اپنی ہدایت اور اطاعت و فرمانبرداری کے دروازے ہمارے لئے کھول دے اور معصیت و نافرمانی کے دروازے بند فرما دے۔

یَا اللّٰہُ ہم کو خود بھی گناہوں سے بچنے اور دوسروں کو بچانے اور بچنے کی نصیحت کرنے کی توفیق و ہمت عطاء فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

فَلَمَّا	نَسُوْا	مَا	ذُكِّرُوْا بِهٖ	اَنْجَيْنَا	الَّذِيْنَ	يَنْهَوْنَ	عَنِ السُّوْٓءِ	وَاَخَذْنَا	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا
پھر جب	وہ بھول گئے	جو	انہیں سمجھائی گئی تھی	ہم نے بچالیا	وہ جو کہ	منع کرتے تھے	برائی سے	اور ہم نے پکڑلیا	وہ لوگ جنہوں نے	ظلم کیا

سو جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو انکو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بُری بات سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو زیادتی کیا کرتے تھے

بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً

بِعَذَابٍ	بَئِيْسٍ	بِمَا	كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ	فَلَمَّا	عَتَوْا	عَنْ	مَا نُهُوْا	عَنْهُ	قُلْنَا	لَهُمْ	كُوْنُوْا	قِرَدَةً
عذاب میں	بُرا	کیونکہ	نافرمانی کرتے تھے	پھر جب	سرکشی کرنے لگے	سے	جس سے منع کئے گئے تھے	اس سے	ہم نے حکم دیا	انکو	ہو جاؤ	بندر

ایک سخت عذاب میں پکڑلیا۔ سو جب وہ جس کام سے انکو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے انکو کہہ دیا کہ تم بندر ذلیل بن جاؤ۔

خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

خٰسِـِٕيْنَ	وَاِذْ	تَاَذَّنَ	رَبُّكَ	لَيَبْعَثَنَّ	عَلَيْهِمْ	اِلٰى	يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	مَنْ	يَّسُوْمُهُمْ	سُوْٓءَ الْعَذَابِ
ذلیل وخوار	اور جب	خبر دی	تمہارا رب	البتہ ضرور بھیجتا رہے گا	ان پر	تک	روز قیامت	جو	تکلیف دے انہیں	بُرا عذاب

اور وہ وقت یاد کرنا چاہیئے کہ جب آپکے رب نے یہ بات بتلادی کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو انکو سزائے شدید کی تکلیف پہنچاتا رہیگا

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾

اِنَّ	رَبَّكَ	لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ	وَاِنَّهٗ	لَغَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ
بیشک	تمہارا رب	جلد عذاب دینے والا	اور بیشک وہ	بخشنے والا	مہربان

بلاشبہ آپ کا رب واقعی جلدی سزا دے دیتا ہے اور بلاشبہ وہ بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حق تعالیٰ نے یہود پر سبت یعنی سنیچر کے دن شکار کرنا حرام کیا تھا۔ ایلہ یہود کی ایک بستی تھی جس کے رہنے والوں کو عدول حکمی اور نافرمانی کی عادت تھی۔ خدا کی طرف سے ان کی آزمائش ہونے لگی کہ سنیچر کے دن دریا میں مچھلیوں کی بے حد کثرت ہوتی جو سطح دریا پر تیرتی تھیں۔ باقی دنوں میں غائب رہتیں ان لوگوں سے صبر نہ ہوسکا۔ صریح حکم الٰہی کے خلاف حیلہ کرنے لگے کچھ سمجھدار لوگوں نے ان کو سمجھایا کہ سنیچر کے روز شکار کسی طرح درست نہیں یہ اللہ کی نافرمانی ہے لیکن ان لوگوں کے دل میں اللہ کے حکم کی وقعت نہ تھی وہ سمجھے کہ ہماری چال سے ہماری نیت پر پردہ پڑ جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ دلوں کا حال جاننے والا ہے اور ہر ایک کی نیت سے واقف ہے۔ اسے کسی تدبیر یا چال وحیلہ سے دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ڈھیل دی کہ شاید سوچ سمجھ کر نصیحت کرنے والوں کی نصیحت قبول کرلیں اور اپنی نازیبا حرکت سے باز آجائیں۔ لیکن انہوں نے نصیحت کی کوئی وقعت اور قدر نہ کی آخر اپنی نافرمانی کی سزا دنیا میں بھی بھگتی اور ان کا کیا انجام ہوا یہ ان آیات میں بیان ہوا ہے اور بتلایا گیا کہ جب ان نالائقوں نے تمام نصیحتوں کو بالکل ایسا بھلا دیا گویا سنا ہی نہیں اور سمجھانے والوں کی بات پر ذرا کان نہ دھرا تو اللہ تعالیٰ نے ناصحین کو بچا کر ظالمین کو سخت عذاب میں گرفتار کیا۔ جب وہ اپنی حرکتوں اور نافرمانیوں سے باز نہ آئے اور حکم عدولی میں دن بدن بڑھتے ہی چلے گئے تو پھر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بندر بن جاؤ اور ذلت وخواری کا مزا چکھو۔

روایات میں آیا ہے کہ جب نصیحت کرنے والے مایوس ہو گئے تو نافرمانوں کے ساتھ رہنا بھی ان کو گوارا نہ ہوا اور انہوں نے بستی کو تقسیم کر لیا۔ ناصحین اور فرمانبرداروں کا دروازہ الگ ہو گیا اور مجرموں کی آبادی کا دروازہ الگ ہو گیا اور دونوں آبادیوں میں دیوار حائل ہو گئی اور حضرت داؤد علیہ السلام نے مجرموں کیلئے بددعا کی۔ ایک روز صبح کو جب نیکوکار گروہ اٹھا اور بدکاروں میں کوئی گھر میں سے نہ نکلا تو انہوں نے کہا کہ آج ضرور ان پر کوئی افتاد پڑی ہے چنانچہ گھروں کے اندر جا کر دیکھا تو سب بندر نظر آئے۔ یہ لوگ اپنے قرابتداروں کو نہ پہچان سکے مگر بندروں نے ان کو پہچان لیا اور پاس آ کر ان کے کپڑے سونگھتے اور روتے تھے اور ان کے آس پاس لوٹے پھرتے تھے تین روز تک ان کو لوگوں نے اسی حال میں دیکھا اور تین روز کے بعد مر گئے۔

جمہور مفسرین کا خیال ہے کہ یہ سزا اسی طرح واقع ہوئی جیسی قرآن پاک کے ظاہر الفاظ سے ظاہر ہو رہی ہے یعنی وہ نافرمان انسان بندر بنے اور پھر تین دن بعد ہلاک ہو گئے۔

عبرت حاصل کرو

سورۂ بقرہ میں جہاں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے وہاں حق تعالیٰ نے اس کا مقصد اس طرح ظاہر فرمایا ہے کہ متقین یعنی خوف خدا رکھنے والوں کے لئے یہ واقعہ موجب نصیحت بنا دیا اور اس زمانہ اور بعد کے لوگوں کے لئے اسے موجب عبرت بنا دیا یعنی اس واقعہ اور اس سزا کو اللہ تعالیٰ نے باعث خوف و عبرت بنا دیا اگلے اور پچھلے لوگوں کے واسطے۔ حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم لوگ اس چیز کا ارتکاب نہ کرو جس کے مرتکب یہودی ہوئے کہ ادنیٰ حیلہ سے انہوں نے خدا کی حرام کردہ چیزوں کو حلال تصور کر لیا۔

مگر اب یہاں کس زبان اور کس دل و دماغ سے اس بات کا اظہار کیا جائے کہ افسوس صد افسوس اس امت کی زبوں حالی اور دینی بے راہ روی کا ایک وقت وہ بھی آنا ہے جس کی نشاندہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی ہے اور امت کو متنبہ فرما دیا ہے کہ احکام الٰہیہ اور سنت نبویہ کے خلاف عامل ہونے اور معاصی اور گناہوں اور فسق و فجور میں بے باک و جری ہونے کی سزا میں ایک وقت اور زمانہ اس امت پر بھی وہ آئے گا کہ جو مسخ یعنی آدمی کتے بندر وغیرہ کی صورتوں میں ہو جائیں گے اور خسف ہو گا یعنی زمین میں آدمیوں اور مکانوں کا دھنس جانا اور قذف ہو گا یعنی آسمان سے پتھر برسیں گے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ اللہ پاک ہمیں یہ وقت اور زمانہ نہ دکھلائیں۔

خدا کی نافرمانی کرو گے تو ذلیل رہو گے۔

الغرض اصحاب ایلہ کو مسخ کی سزا ملنے کے بعد آگے بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں صاف صاف اعلان کر دیا تھا کہ اے بنی اسرائیل اگر تم بدی اور نافرمانی کرو گے تو ابد تک تم کو تمہارے دشمنوں کے ہاتھ میں رکھا جائے گا جو تم کو مصائب میں مبتلا رکھیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب بنی اسرائیل اپنی سرکشی پر مصر رہے تو خدا تعالیٰ نے ان کی حکومت، عزت، شوکت اور سلطنت چھین لی اور مختلف بادشاہوں نے انہیں غلام بنایا۔ کبھی یونانی بادشاہوں کے زیر حکومت رہے۔ کبھی ایرانیوں کے زیر تسلط آئے کبھی نصاریٰ نے ان پر حکومت کی۔ پھر سکندر اعظم نے ان کو اسیر کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک مجوسیوں کے باج گزار رہے۔ پھر اسلامی دور میں مسلمانوں کی رعیت ہو کر ذلت و خواری سے زندگی بسر کی۔ غرض اس وقت سے آج تک ان کو من حیث القوم عزت و شوکت نصیب نہیں ہوئی اور نہ قیامت تک ہو گی۔ قرب قیامت میں یہود دجال کے مددگار ہو کر نکلیں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسلمان رفقاء کے ہاتھوں سے تہ تیغ کئے جائیں گے جیسا کہ احادیث میں پیشین گوئی موجود ہے۔ اخیر میں فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ سریع العقاب بھی ہیں اور غفور الرحیم بھی ہیں۔ یعنی جو شرارت سے باز نہ آئے تو بعض اوقات جلدی ہی اس پر دنیا میں عذاب آنا شروع ہو جاتا ہے۔ اور کیسا ہی کٹر مجرم ہو توبہ کر لے اور نادم ہو کر خدا کی طرف رجوع ہو تو اس کی بخشش اور رحمت بھی بے پایاں ہے معاف کرتے ہوئے دیر بھی نہیں لگتی۔

دعا کیجئے: یَااللّٰہ اپنے احکام کی پابندی ہم کو زندگی کے ہر شعبہ میں نصیب فرما اور ہر طرح کی نافرمانی و بدعہدی سے ہم کو بچنے کی توفیق عطا فرما۔ یَااللّٰہ کسی قوم اور ملک پر ظالم حکمرانوں کا مسلط ہونا بھی آپ کا ایک عذاب ہے۔ یَااللّٰہ اس ملک اور قوم پر ظالم حکمران مسلط نہ فرما بلکہ عادل و صالح حکمران ہم کو عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَطَّعْنٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَمِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۖ وَبَلَوْنٰهُمْ

وَقَطَّعْنٰهُمْ	فِي الْاَرْضِ	اُمَمًا	مِنْهُمُ	الصّٰلِحُوْنَ	وَمِنْهُمْ	دُوْنَ	ذٰلِكَ	وَبَلَوْنٰهُمْ
اور پراگندہ کردیا ہم نے اُنہیں	زمین میں	گروہ درگروہ	اُن سے	نیکوکار	اور اُن سے	سوا	اس	اور آزمایا ہم نے انہیں

اور ہم نے دنیا میں انکی متفرق جماعتیں کردیں بعضے ان میں نیک تھے اور بعضے ان میں اور طرح کے تھے اور ہم انکو خوش حالیوں

بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ

بِالْحَسَنٰتِ	وَالسَّيِّاٰتِ	لَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ	فَخَلَفَ	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	خَلْفٌ	وَّرِثُوا	الْكِتٰبَ	يَاْخُذُوْنَ
اچھائیوں میں	اور برائیوں میں	تاکہ وہ	رجوع کریں	پیچھے آئے	اُنکے بعد	ناخلف	وہ وارث ہوئے	کتاب	وہ لیتے ہیں

اور بدحالیوں سے آزماتے رہے کہ شاید باز آجاویں۔ پھر انکے بعد ایسے لوگ انکے جانشین ہوئے کہ کتاب کو تو ان سے حاصل کیا لیکن اس دنیا کا مال متاع لے لیتے ہیں

عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَاِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ۗ

عَرَضَ	هٰذَا الْاَدْنٰى	وَ	يَقُوْلُوْنَ	سَيُغْفَرُ لَنَا	وَاِنْ	يَّاْتِهِمْ	عَرَضٌ	مِّثْلُهٗ	يَاْخُذُوْهُ
متاع (اسباب)	اس ادنیٰ زندگی	اور	کہتے ہیں	اب ہمیں بخشدیا جائیگا	اور اگر	آئے اُنکے پاس	مال واسباب	اس جیسا	اس کو لے لیں

اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہوجاوے گی حالانکہ اگر انکے پاس ویسا ہی مال متاع آنے لگے تو اسکو لے لیتے ہیں۔ کیا ان سے اس کتاب کے

اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوْا مَا فِيْهِ ۗ

اَلَمْ يُؤْخَذْ	عَلَيْهِمْ	مِّيْثَاقُ	الْكِتٰبِ	اَنْ	لَا يَقُوْلُوْا	عَلَى	اللّٰهِ	اِلَّا	الْحَقَّ	وَدَرَسُوْا	مَا فِيْهِ
کیا نہیں لیا گیا	اُن پر (اُن سے)	عہد	کتاب	کہ	وہ نہ کہیں	پر (بارہ میں)	اللہ	مگر	سچ	اور اُنہوں نے پڑھا	جو اس میں

اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ خدا کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اسکو پڑھ لیا

وَالدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ

وَالدَّارُ	الْاٰخِرَةُ	خَيْرٌ	لِّلَّذِيْنَ	يَتَّقُوْنَ	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	يُمَسِّكُوْنَ	بِالْكِتٰبِ
اور گھر	آخرت	بہتر	ان کیلئے جو	پرہیزگار	کیا تم سمجھتے نہیں	اور جو لوگ	مضبوط پکڑے ہوئے ہیں	کتاب کو

اور آخرت والا گھر ان لوگوں کیلئے بہتر ہے جو پرہیز رکھتے ہیں پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۗ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

وَاَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	اِنَّا	لَا نُضِيْعُ	اَجْرَ	الْمُصْلِحِيْنَ
اور قائم رکھتے ہیں	نماز	بیشک ہم	ضائع نہیں کرتے	اجر	نیکوکار (جمع)

اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔

بنی اسرائیل کا قومی انتشار

اب مزید بنی اسرائیل کی حالت ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہود کی جب سلطنت عزت وشوکت درہم برہم ہوئی اوران کی کوئی اجتماعی قوت نہ رہی تو آپس کی مخالفت سے ادھر ادھر نکل گئے اور مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ کچھ افراد ان میں نیک بھی تھے جو تورات کے صحیح احکام پر چلتے تھے۔ مگر اکثریت نافرمانوں اور فاسقوں ہی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان بدکاروں کو طرح طرح سے ہدایت کی راہ پر آجانے کا موقع دیا کبھی نعمت راحت' فراغت اور چین دیا' کبھی فقر و افلاس اور دنیوی مصائب میں مبتلا کیا کہ ممکن ہے کہ احسان مان کر یا سختیوں سے ڈر کر توبہ کریں اور خدا کی طرف رجوع ہوں۔

بعد والوں کی دین فروشی

بہر حال ان یہود کے بڑوں میں تو کچھ صالحین بھی تھے لیکن پچھلے ان کے جانشین تو ایسے ناخلف ہوئے کہ جس کتاب یعنی تورات شریف کے وارث وحامل بنے تھے دنیا کا تھوڑا سا مال و دولت لے کر اس کی آیات میں تحریف کر دیتے اور حق کو چھپاتے اور رشوتیں لے کر احکام الٰہی کو بدل دیتے۔ اور احکام توریت کے خلاف فیصلہ کرتے اور پھر اس پر بے باک ایسے کہ اس جرم عظیم کو حقیر سمجھ کر کہتے کہ یہ گناہ ہی کیا ہے۔ ان باتوں سے ہم کو مضرت کا کچھ اندیشہ نہیں، ہم تو انبیاء کی اولاد اور خدا کے محبوب ہیں کچھ بھی کریں وہ ہماری بے اعتدالیوں سے ضرور درگزر کرے گا۔ اسی عقیدہ کی بناء پر تیار رہتے ہیں کہ آئندہ جب موقع ہو پھر رشوت لے کر اسی طرح کی بے ایمانی کا اعادہ کریں۔ گویا بجائے اس کے کہ گذشتہ حرکات پر نادم ہوتے اور آئندہ کے لئے عزم رکھتے کہ ایسی حرکات کا اعادہ نہ کریں گے مگر بے فکر ہو کر انہی شرارتوں اور بے ایمانیوں کے اعادہ کا عزم رکھتے ہیں۔ اس سے زیادہ حماقت اور بے حیائی کیا ہوگی۔ حالانکہ تورات میں ان سے جو عہد لیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ خدا کی طرف سچ کے علاوہ کسی چیز کی نسبت نہ کریں۔ تو کیا یہ عہد انہیں معلوم نہیں جو اللہ کی کتاب اور اس کے احکام میں کاٹ چھانٹ اور رد و بدل کر کے خدا کی ذات پر افتراء کرنے لگے۔ حالانکہ کتاب اللہ یعنی تورات کو یہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مضمون انہیں معلوم نہیں رہا یا یاد نہیں رہا۔

بنی اسرائیل کے تنزل کے اسباب

حقیقت وہی ہے کہ دنیا کے فانی متاع کے عوض انہوں نے دین و ایمان بیچ ڈالا اور آخرت کی تکلیف و راحت سے آنکھیں بند کر لیں۔ اتنا نہ سمجھے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے آخرت کا گھر اور وہاں کا عیش و راحت دنیا کی خوشحالی سے کہیں بہتر اور فائق ہے۔ کاش کہ اب بھی انہیں عقل آجائے۔ توبہ و اصلاح حال کا دروازہ اب بھی کھلا ہے جو لوگ شریروں کی راہ چھوڑ کر توراۃ کی اصلی ہدایات کو تھامے رہے اور اسی کی ہدایت اور پیشین گوئی کے موافق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا دامن اور قرآن کریم کا اتباع مضبوط پکڑ لیا اور خدا کی بندگی نماز وغیرہ کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کیا۔ غرض اپنی اور دوسروں کی اصلاح پر متوجہ ہوئے تو خدا ان کی محنت ضائع نہ کرے گا اور بلاشبہ وہ اپنی محنت کا میٹھا پھل چکھیں گے۔ اس میں اشارہ ہے حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ کی طرف کہ جو توراۃ کی تعلیم کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صدق دل سے ایمان لے آئے تھے۔ اور اسلامی احکام کے پابند ہو گئے تھے۔

ان آیات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ کسی قوم کا باہمی افتراق کہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے فرقے فرقے بنا دے جس سے کہ ان کی طاقت منتشر ہو جائے اور ان میں باہمی اتفاق نہ ہو تو یہ بھی عذاب الٰہی کی ایک شکل ہے جیسا کہ یہود پر دنیا میں ڈالا گیا۔ اس میں اہل علماء کے لئے بھی تنبیہ ہے کہ جو نذرانہ تحفہ تحائف دینے والوں کو خوش کرنے کے لئے یا اپنی اغراض نفسانیہ کے حصول میں لوگوں کی مرضی کے فتوے دینے لگتے ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

دعا کیجئے: یَاَاللّٰہ امت مسلمہ میں اتحاد اور اتفاق نصیب فرمایئے۔ یَاَاللّٰہ دین فروشی کی لعنت سے ہم کو اور ہمارے علماء کو کامل طور پر محفوظ فرمایئے ہم کو قرآن پاک کی جو نصیحت پہنچتی جائے اس پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب ہو۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ													
وَاِذْ	نَتَقْنَا	الْجَبَلَ	فَوْقَهُمْ	كَاَنَّهٗ	ظُلَّةٌ	وَّظَنُّوْٓا	اَنَّهٗ	وَاقِعٌ	بِهِمْ	خُذُوْا	مَآ	اٰتَيْنٰكُمْ	بِقُوَّةٍ
اور جب	اٹھایا ہم نے	پہاڑ	انکے اوپر	گویا کہ وہ	سائبان	اور انہوں نے گمان کیا	کہ وہ	گرنے والا	اُن پر	تم پکڑو	جو	دیا ہم نے تمہیں	مضبوطی سے
اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح اُنکے اوپر معلق کر دیا اور انکو یقین ہوا کہ اب اُن پر گرا اور کہا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تمکو دی ہے مضبوطی کیساتھ													

وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾	وَ	اذْكُرُوْا	مَا فِيْهِ	لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ	
اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔	اور	یاد کرو	جو اس میں	تا کہ تم	پرہیز گار بن جاؤ	
اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ تم متقی بن جاؤ۔						

بنی اسرائیل سے تورات پر عمل کا عہد لینے کا واقعہ

بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ جو کافی پیچھے سے اس سورة میں بیان ہوتا آرہا ہے وہ اس آیت پر ختم ہورہا ہے۔ گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ بنی اسرائیل کو توراة میں حکم دیا تھا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا اور خدا کی طرف بجز حق اور واقعی بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کرنا۔

اب یہ یاد دلایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل سے یہ عہد کہ توراة کے احکام پر مضبوطی سے عمل کریں گے ایک خاص طور پر لیا گیا تھا تا کہ اسے ہمیشہ یاد رکھیں اور بھولنے کا کوئی بہانہ ان کے پاس نہ رہے۔ وہ خاص واقعہ سورہ بقرہ میں بھی بیان ہوا ہے اور اسی واقعہ کی طرف اشارہ اس آیت میں بھی فرمایا گیا ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کو طور پر توریت عطا ہوئی اور آپ نے واپس لاکر قوم کو دکھلائی اور سنائی تو بنی اسرائیل نے اول تو یہی کہا تھا کہ یہ ہمیں کیسے اطمینان ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ ہم سے خود اللہ تعالیٰ کہہ دیں کہ یہ میری کتاب ہے جب مانیں گے جس کا بیان قریب ہی گذشتہ آیات میں ہو چکا ہے کہ اس کام کے لئے ستر آدمی منتخب کئے گئے اور وہ کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گئے اور وہاں انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی کو سنا اور پھر بے حجاب اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کر دی جس گستاخی پر ایک ہیبت ناک کڑک اور زلزلہ نے ان کو پکڑ لیا اور جلا کر خاک کر دیا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو دوبارہ زندگی عطا ہوئی۔ بہرحال یہ ستر سردار دوبارہ زندگی پا کر قوم کی طرف واپس ہوئے تو انہوں نے قوم سے تمام قصہ کہہ سنایا اور بتایا کہ موسیٰ علیہ السلام جو کچھ کہتے ہیں وہ حق ہے اور بیشک خدا کے فرستادہ ہیں۔ مگر پھر بھی اتنی آمیزش کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر میں یہ بھی فرمادیا تھا کہ تم سے جس قدر عمل ہو سکے کرنا جو نہ ہو سکے معاف ہے۔ تو کچھ تو جبلی شرارت۔ کچھ احکام کی پابندی کی مشقت۔ کچھ اس آمیزش سے ایک حیلہ ملا تو بجائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور اس کے فضل وکرم کی فراوانی کے پیش نظر فرمانبرداری اور عبودیت کے ساتھ اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے۔ انہوں نے اپنی کجروی کو باقی رکھا اور اپنے نمائندوں کی تصدیق کے باوجود تورات کو قبول کرنے میں معاندانہ پس وپیش شروع کر دی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات پر پوری اطاعت کے ساتھ کان نہ دھرا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھا تو بارگاہ الٰہی میں رجوع کرتے ہوئے قوم کی بے راہ روی کا گلہ کیا۔ درگاہ الٰہی سے حکم ہوا کہ ان نافرمانوں کے لئے میں تم کو ایک حجت اور معجزہ اور عطا کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جس پہاڑ پر تم مجھ سے ہم کلام ہوتے رہتے ہو اور جس پر تمہاری قوم کے منتخب نمائندوں نے حق کا مشاہدہ کیا اسی پہاڑ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت کرے اور سائبان کی

طرح بنی اسرائیل کے سروں پر چھا جائے کہ یا تو وہ تورات کے احکام کو تسلیم کریں ورنہ اسی سے دبا کر ختم کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جونہی خدا تعالیٰ کا یہ تکوینی فیصلہ ہوا۔ طور ان کے سروں پر مثل سائبان کے نظر آنے لگا۔ اب جب بنی اسرائیل نے یہ عظیم الشان نشان دیکھا تو اب اسے وقتی خوف و دہشت کا ثمرہ سمجھئے یا خداوند تعالیٰ کے عظیم الشان نشان کے مشاہدہ کا نتیجہ جانئے کہ بنی اسرائیل توریت کی جانب متوجہ ہوئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے اس کے احکام کی تعمیل کا اقرار کیا تب خدا تعالیٰ کا فرمان ہوا کہ اے بنی اسرائیل ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی کے ساتھ لو اور جو احکام اس توراۃ میں درج ہیں ان کی پوری تعمیل کرو تا کہ تم پرہیزگار متقی بن سکو مگر افسوس کہ بنی اسرائیل کا یہ عہد و میثاق ہنگامی ثابت ہوا اور زیادہ عرصہ تک وہ اس پر کاربند نہ رہ سکے اور حسب عادت پھر خلاف ورزی شروع کر دی۔

بنی اسرائیل پر عہد لینے میں سختی کیوں کی گئی

اب یہاں کسی کے دل میں ایک شبہ یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ دین میں جبر و اکراہ نہیں۔ قرآن کریم نے سورۂ بقرہ کی آیت ۲۵۶ میں عام اعلان فرمایا ہے لَآ اِکراہ فی الدین یعنی دین میں جبر و اکراہ نہیں کہ کسی کو زبردستی دین حق کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے لیکن اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو دین حق اور احکام توراۃ کے قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ تو اس شبہ اور اعتراض کا مفصل جواب تو سورۃ بقرہ کی اسی آیت کے تحت بیان کیا گیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہی ہے کہ بلاشبہ کسی غیر مسلم کو دین حق دین اسلام کے قبول کرنے پر کبھی مجبور نہیں کیا جائے گا اور اس کے لئے اس پر جبر و اکراہ ہرگز نہیں کیا جائے گا ہاں جو شخص اپنی رضا اور رغبت سے ایک مرتبہ اسلام کو قبول کر لے گا تو وہ اسلام قبول کرنے کے بعد اسلامی شریعت و اسلامی احکام کا پابند ہو گیا۔ اس کے بعد اگر وہ احکام اسلام کی خلاف ورزی کرنے لگے تو اس پر ضرور جبر کیا جائے گا اور خلاف ورزی کی صورت میں سزا بھی دی جائے گی۔ تو معلوم ہوا کہ لَآ اکراہ فی الدین کا تعلق غیر مسلموں سے ہے کہ ان کو بجز دین حق کو قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا جب کہ بنی اسرائیل کے اس واقعہ میں کسی کو دین حق قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا گیا تھا بلکہ ان لوگوں نے دین موسوی کو قبول کرنے کے بعد احکام تورات کی پابندی سے انکار کیا تھا اس لئے ان پر کوہ طور اٹھا لایا گیا کہ جب دین موسوی قبول کر چکے ہو تو اس دین کی کتاب آسمانی یعنی توراۃ کے احکام کو ماننا پڑے گا۔ اس لئے ان پر یہ جبر و اکراہ کر کے پابندی کرانا لَآ اکراہ فی الدین کے خلاف نہیں۔ یہ مختصراً عرض کیا گیا تفصیل وہیں سورۂ بقرہ (درس ۱۳۷) میں دیکھی جا سکتی ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ بنی اسرائیل کی طرح اس وقت مسلمانوں میں بھی اپنی آسمانی کتاب قرآن حکیم سے جو انحراف، اعراض اور غفلت کی حالت پیدا ہو گئی ہے یہ انتہائی افسوسناک امر ہے ہم نے جب اسلام کو دین حق سمجھ کر اس کو قبول کر لیا ہے تو پھر اسلامی شریعت سے انحراف اور اس کی خلاف ورزی سے بچایئے اور ہم کو دل و جان سے قرآن کریم کا اتباع نصیب فرمایئے۔

یَا اللّٰہُ ہمارے اس جرم عظیم پر ہماری گرفت نہ فرمایئے اور ہم کو اس تقصیر کی تلافی کی توفیق عطا فرما کر آپ کو راضی کر لینے کی سعادت نصیب فرمایئے اور سچی توبہ و استغفار سے اپنی طرف ہمیشہ رجوع ہونے کی توفیق مرحمت فرمایئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتُ

وَاِذْ	اَخَذَ	رَبُّكَ	مِنْ	بَنِیْٓ اٰدَمَ	مِنْ	ظُهُوْرِهِمْ	ذُرِّيَّتَهُمْ	وَاَشْهَدَهُمْ	عَلٰى	اَنْفُسِهِمْ	اَلَسْتُ
اور جب	لیا (نکالی)	تمہارا رب	سے (کی)	بنی آدم	سے	اُن کی پشت	ان کی اولاد	اور گواہ بنایا انکو	پر	انکی جانیں	کیا نہیں ہوں میں

اور جبکہ آپ کے رب نے اولاد آدمؑ کی پشت سے انکی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں

بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَٰذَا غَافِلِينَ ﴿١٧٢﴾

بِرَبِّكُمْ	قَالُوْا	بَلٰى	شَهِدْنَا	اَنْ	تَقُوْلُوْا	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	اِنَّا	كُنَّا	عَنْ	هٰذَا	غٰفِلِيْنَ
تمہارا رب	وہ بولے	ہاں کیوں نہیں	ہم گواہ ہیں	کہ (کبھی)	تم کہو	قیامت کے دن	بیشک ہم	تھے	سے	اس	غافل (جمع)

سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنتے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِنْ بَعْدِهِمْ ۖ أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا

اَوْ	تَقُوْلُوْا	اِنَّمَا	اَشْرَكَ	اٰبَآؤُنَا	مِنْ قَبْلُ	وَكُنَّا	ذُرِّيَّةً	مِّنْۢ بَعْدِهِمْ	اَفَتُهْلِكُنَا	بِمَا
یا	تم کہو	اسکے سوا نہیں (صرف)	شرک کیا	ہمارے باپ دادا	اس سے قبل	اور تھے ہم	اولاد	انکے بعد	سو کیا تو ہمیں ہلاک کرتا ہے	اس پر جو

یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو انکے بعد انکی نسل میں ہوئے سو کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہمکو

فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿١٧٤﴾

فَعَلَ	الْمُبْطِلُوْنَ	وَكَذٰلِكَ	نُفَصِّلُ	الْاٰيٰتِ	وَلَعَلَّهُمْ	يَرْجِعُوْنَ
کیا	اہل باطل (غلط کار)	اور اسی طرح	ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	آیتیں	اور تا کہ وہ	رجوع کریں

ہلاکت میں ڈالے دیتے ہیں اور ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں اور تا کہ وہ باز آجاویں۔

عالم ارواح میں تمام بنی آدم سے لیا گیا عہد

گذشتہ آیت میں حق تعالیٰ نے اس عہد کا ذکر فرمایا تھا جو خاص بنی اسرائیل سے احکام تورات کی پابندی کے سلسلہ میں لیا گیا تھا اور جس کی خلاف ورزی سے وہ عذاب الٰہی کے مستحق ہوئے اب ان آیات میں اس عہد کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو عالم ارواح میں تمام بنی آدم سے اس عالم دنیا میں آنے سے پہلے ازل میں لیا گیا تھا جو عام زبانوں میں عہد الست کے نام سے مشہور ہے۔ گویا اب تمام انسانوں کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ عہد کی پابندی کچھ بنی اسرائیل ہی کی خصوصیت نہ تھی بلکہ تمام بنی آدم اپنے خالق ورب کیساتھ ایک میثاق اور عہد عالم ارواح میں کر چکے ہیں جس کی پابندی بنی نوع انسان پر لازمی ہے۔

جمہور مفسرین اس طرف گئے ہیں اور متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہد حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے کے بعد اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے لیا گیا۔ اس عہد ازلی کی بعض تفصیلات روایات حدیث میں آئی ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس آیت میثاق کا مطلب پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تھا اور اس وقت جو جواب میں نے آپ سے سنا تھا وہ یہ ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا پھر اپنا دست قدرت

ان کی پشت پر پھیرا تو ان کی پشت سے جو نیک انسان پیدا ہونے والے تھے وہ نکل آئے تو فرمایا کہ ان کو میں نے جنت کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ جنت ہی کے کام کریں گے۔ پھر دوسری مرتبہ ان کی پشت پر دست قدرت پھیرا تو جتنے عاصی بدکار گنہگار انسان ان کی نسل سے پیدا ہونے والے تھے ان کو نکال کھڑا کیا اور فرمایا کہ ان کو میں نے دوزخ کے لئے پیدا کیا ہے اور یہ دوزخ میں جانے ہی کے کام کریں گے۔

حضرت فاروق اعظمؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ جب پہلے ہی جنتی اور جہنمی متعین کر دیئے گئے تو پھر عمل کس مقصد کے لئے کرایا جاتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو جنت کے لئے پیدا فرماتے ہیں تو وہ اہل جنت ہی کے کام کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ کسی ایسے ہی کام پر ہوتا ہے کہ جو اہل جنت کا کام ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو دوزخ کے لئے بناتے ہیں تو وہ دوزخ ہی کے کاموں میں لگ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کا خاتمہ بھی کسی ایسے ہی کام پر ہوتا ہے جو اہل جہنم کا کام ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب انسان کو معلوم نہیں کہ وہ کس طبقہ میں داخل ہے تو اس کو اپنی قوت اور قدرت و اختیار کو ایسے کاموں میں خرچ کرنا چاہئے جو اہل جنت کے کام ہیں اور یہی امید رکھنا چاہئے کہ وہ انہی میں سے ہوگا۔ (معارف القرآن)

ابن آدم کی عذر خواہی کا انسداد

ان آیات میں اس عہد کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو عالم ارواح میں تمام بنی آدم سے لیا گیا تھا جو تا قیام قیامت حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے پیدا ہونے والی ہے۔ ان کو حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے عقل اور تکلم کی قوت عنایت فرمائی اور ان سے دریافت کیا الست بربکم کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ سب نے جواباً عرض کیا بلیٰ، یعنی سب نے کہا بیشک آپ ہمارے پروردگار ہیں۔ اس پر حق تعالیٰ نے وہاں جتنے ملائکہ اور مخلوقات مثل زمین و آسمان اور حضرت آدم علیہ السلام موجود تھے سب کو گواہ کر کے سب کی طرف سے فرمایا کہ ہم سب اس واقعہ اور عہد و پیمان کے گواہ بنتے ہیں تا کہ اے بنی آدم تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ اے اللہ ہم تو تیری ربوبیت اور الوہیت اور وحدانیت سے بے خبر تھے۔ ہم کو اس کا علم ہی نہ تھا۔ یا یہ کہنے لگو کہ ترک توحید اور شرک کا جرم تو ہم سے پہلے ہمارے آباء و اجداد نے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی نسل تھے جیسا ہم نے ان کو کرتے دیکھا ویسا ہی ہم نے بھی کیا تو اگلے ناحق پرستوں کے جرم کی سزا ہمیں کیوں دی جائے؟ ہمارا اس میں کیا قصور ہے؟ اور ان کی غلطی کی سزا ہم کیوں بھگتیں؟۔ گویا اس ازلی سوال و جواب سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کے ایک ایک فرد سے پیدا کرنے سے پہلے ہی اقرار کرا لیا ہے کہ میں اس کا رب ہوں اور اب اس قرآن کے ذریعہ اس کو اس کا عہد یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ قیامت کے دن جزا و سزا اور حساب و کتاب کے وقت وہ یہ عذر نہ کر سکے کہ مجھے تو کوئی عہد یاد نہیں آیا اور نہ کسی یاد دلانے والے نے مجھے یاد دلایا۔ تو اب قیامت میں کسی کا یہ عذر نہیں چلے گا کہ ہم تو اس عہد سے غافل تھے۔ اس آیت کے ذریعہ یاد دلایا جا رہا ہے تا کہ لوگ غفلت اور کجروی اور کفر و شرک سے باز آ جائیں اور وہ اس عہد اور میثاق کی طرف لوٹ آئیں جو ازل میں کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ جل شانہٗ کی ربوبیت و الوہیت و وحدانیت کا اعتراف کرنے لگیں اور فطرت سابقہ کی طرف لوٹ آئیں اور اطاعت حق کو لازم سمجھیں۔

عالم ارواح کے عہد سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ

اب یہاں ایک سوال یہ ہوسکتا ہے کہ یہ ازلی عہد و پیمان کتنا ہی یقینی اور صحیح کیوں نہ ہو مگر کم از کم یہ تو سب کو معلوم ہے کہ اس دنیا میں آنے کے بعد یہ کسی کو یاد نہیں رہا تو پھر اس عہد کا فائدہ کیا ہوا؟ محقق علماء نے اس کے مختلف جوابات لکھے ہیں۔

ایک الزامی جواب تو یہ ہے کہ انسان کو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا بھی یاد نہیں۔ لوگوں کے کہنے سے ماں کو ماں سمجھتا ہے۔ اگر کوئی شخص ماں کا حق ادا نہ کرے اور عذر یہ کرے کہ مجھے اپنا پیدا ہونا یاد نہیں تو میں اس کو کیسے اپنی ماں جانوں تو بتلایئے سب اس کو اول درجہ کا احمق کہیں گے یا نہیں۔ اسی طرح عہد الست کو سمجھا جائے کہ

انسان سے عالم ارواح میں جو عہد لیا گیا تھا وہ اس قفس عنصری میں آنے کے بعد اسے بھول گیا مگر جب اس قفس عنصری سے رہا ہوگا اور یہ حجابات جسمانی مرتفع ہو جائیں گے تو وہ بھولا ہوا سبق اس کو پھر یاد آ جائے گا۔ (معارف القرآن از حضرت مولانا کاندھلویؒ)

اس سوال کا ایک دوسرا محققانہ جواب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں یہ لکھا ہے۔

کہ بہت سے کام ایسے ہوتے جو بالخاصہ اثر رکھتے ہیں چاہے وہ کام کسی کو یاد رہے یا نہ رہے۔ بلکہ اس کی خبر بھی نہ ہو مگر وہ اپنا اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ عہد و اقرار بھی ایسی ہی حیثیت رکھتا ہے کہ دراصل اس اقرار نے ہر انسان کے دل میں معرفت حق کا ایک بیج ڈال دیا جو پرورش پا رہا ہے چاہے اس کو خبر ہو یا نہ ہو۔ اور اسی بیج کے پھل پھول ہیں کہ ہر انسان کی فطرت میں حق تعالیٰ کی محبت وعظمت پائی جاتی ہے خواہ اس کا ظہور بت پرستی اور مخلوق پرستی کے کسی غلط پیرایہ میں ہی کیوں نہ ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کل مولود یولد علی الفطرۃ (بخاری ومسلم) یعنی ہر پیدا ہونے والا دین فطرت یعنی اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو دوسرے خیالات میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح بالخاصہ اثر رکھنے والے بہت سے اعمال واقوال ہیں مثلاً بچہ پیدا ہونے کے بعد اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت وتکبیر کہنے کی جو سنت ہر مسلمان جانتا ہے اور جو بحمد اللہ پورے عالم اسلام میں جاری ہے اگرچہ بچہ نہ کلمات کے معنی سمجھتا ہے نہ اس کو بڑا ہونے کے بعد یاد رہتا ہے کہ میرے کان میں کیا الفاظ کہے گئے تھے۔ اس کی حکمت یہی تو ہے کہ اس کے ذریعہ اس اقرار ازلی کو قوت پہنچا کر کانوں کی راہ سے دل میں ایمان کی تخم ریزی کی جاتی ہے اور اسی کا یہ اثر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ بڑا ہونے کے بعد اگرچہ یہ اسلام اور اسلامیات سے کتنا ہی دور ہو جائے مگر اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور مسلمانوں کی فہرست سے الگ ہونے کو انتہائی برا سمجھتا ہے۔"

دعا کیجئے

یَااللّٰہُ قیامت کے دن ہم کو اس عہد الست کو دنیا میں پورا کرنے والے مومنین کے گروہ میں حشر فرما اور دنیا میں جب تک آپ زندہ رکھیں اہل جنت کے کام کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور اسی پر ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

وَاتْلُ	عَلَيْهِمْ	نَبَاَ	الَّذِيْٓ	اٰتَيْنٰهُ	اٰيٰتِنَا	فَانْسَلَخَ	مِنْهَا	فَاَتْبَعَهُ	الشَّيْطٰنُ	فَكَانَ	مِنَ	الْغٰوِيْنَ
اور پڑھ (سناؤ)	ان پر (انہیں)	خبر	وہ جو کہ	ہم نے اسکو دی	ہماری آیتیں	تو صاف نکل گیا	اس سے	تو اسکے پیچھے لگا	شیطان	سو ہو گیا	سے	گمراہ (جمع)

اوران لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے کہ اسکو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اسکے پیچھے لگ لیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ

وَلَوْ	شِئْنَا	لَرَفَعْنٰهُ	بِهَا	وَ	لٰكِنَّهٗ	اَخْلَدَ	اِلَى الْاَرْضِ	وَاتَّبَعَ	هَوٰىهُ	فَمَثَلُهٗ	كَمَثَلِ	الْكَلْبِ
اور اگر	ہم چاہتے	اسے بلند کرتے	انکے ذریعہ	اور	لیکن وہ	گر پڑا (مائل ہو گیا)	زمین کی طرف	اور اسنے پیروی کی	اپنی خواہش	تو اسکا حال	مانند۔ جیسا	کتا

اور اگر ہم چاہتے تو اسکو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اسکی حالت کتے کی سی ہو گئی

اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ

اِنْ	تَحْمِلْ	عَلَيْهِ	يَلْهَثْ	اَوْ تَتْرُكْهُ	يَلْهَثْ	ذٰلِكَ	مَثَلُ	الْقَوْمِ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
اگر	تو لادے	اس پر	وہ ہانپے	یا اسے چھوڑ دے	ہانپے	یہ	مثال	لوگ	وہ جو کہ	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات

کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپے یا اسکو چھوڑ دے تب بھی ہانپے یہ ہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

فَاقْصُصِ	الْقَصَصَ	لَعَلَّهُمْ	يَتَفَكَّرُوْنَ	سَآءَ	مَثَلًا	الْقَوْمُ	الَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِنَا
پس بیان کر دو	(قصے) احوال	تا کہ وہ	غور کریں	بُری	مثال	لوگ	وہ جو	انہوں نے جھٹلایا	ہماری آیات

سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔ اُن لوگوں کی حالت بھی بُری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں

وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

وَاَنْفُسَهُمْ	كَانُوْا	يَظْلِمُوْنَ
اور اپنی جانیں	وہ تھے	ظلم کرتے۔

اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں۔

شیطان کے ایجنٹ

گذشتہ آیات میں یہ بات سب کو یاد دلائی گئی تھی کہ ہر فرد و بشر اس دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا رب اور معبود ماننے کا عہد و پیمان کر چکا ہے۔ اب ان آیات میں ایسے ہوا پرستوں اور گرفتاران حرص و طمع کا حال اور انجام اور مثال بیان فرمائی جاتی ہے جو حق کو قبول کر لینے اور پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی حرص و طمع اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں احکام الٰہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگیں اور احکام خداوندی سے منحرف ہو جائیں اور خدا سے کیئے ہوئے عہد و میثاق کی کچھ پرواہ نہ کریں۔

بنی اسرائیل کی ایک عبرتناک شخصیت

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو یہ واقعہ سنائیے۔ جس میں بنی اسرائیل کے ایک بڑے عالم و عارف اور مشہور پیشوا کا ایسا ہی حال یعنی عروج کے بعد تنزل اور ہدایت کے بعد گمراہی کا مذکور ہے۔ کہ وسیع علم اور پوری معرفت

حاصل ہونے کے باوجود جب نفسانی اغراض اس پر غالب آئیں تو یہ سب علم ومعرفت اور مقبولیت ختم ہوکر گمراہ اور ذلیل وخوار ہوگیا۔

اکثر مفسرین کے نزدیک ان آیات میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا حال مذکور ہے جس کا نام بلعم بن باعوراء تھا جو ایک عالم اور صاحب تصرف درویش تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے بہت کچھ علم دیا تھا اور اسے مستجاب الدعوات بھی بنایا تھا مگر بعد میں اللہ کی آیات وہدایات کو چھوڑ کر ایک عورت کے اغواء سے اور مال و دولت کے لالچ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سرکشی کی اور آپ کے مقابلہ میں اپنے تصرفات چلانے اور ناپاک تدبیریں بتلانے کے لئے تیار ہوگیا لیکن موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا اور خود مردود ابدی بنا۔ ساری کرامتیں اس کی چھن گئیں اور اس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل آئی اور دنیا میں ذلیل اور آخرت میں عذاب عظیم کا مستحق ہوا۔

اس قصہ میں علماء کے لئے خاص تنبیہ ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ علم و ہدایت سے نوازے اسے چاہئے کہ نفسانی خواہش کا اتباع ہرگز ہرگز نہ کرے اور مال ودولت کی طمع اور حرص کے پیچھے نہ پڑے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ علمائے سوء کے لئے ان آیات میں بڑا عبرتناک سبق ہے اگر وہ دھیان کریں۔

بلعم بن باعوراء کے تفصیلی حالات

فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کرنے کا حکم ملا اور جبارین نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کا لشکر لے کر پہنچ گئے اور ان کے مقابل قوم فرعون کا غرق وغارت ہونا ان کو پہلے سے معلوم ہو چکا تھا تو ان کو فکر ہوئی اور جمع ہوکر بلعم بن باعوراء کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں اور وہ اس لئے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دیں۔ آپ اللہ سے یہ دعا کریں کہ ان کو ہمارے مقابلہ سے واپس کر دیں اور لوگوں کی اس درخواست کی وجہ یہ تھی کہ بلعم بن باعوراء کو اسم اعظم معلوم تھا وہ اس کے ذریعہ جو دعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔ بلعم نے کہا افسوس ہے تم کیسی بات کہتے ہو۔ وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں۔ میں ان کے خلاف بددعا کیسے کرسکتا ہوں حالانکہ ان کا مقام جو اللہ کے نزدیک ہے وہ بھی جانتا ہوں۔ اگر میں ایسا کروں گا تو میرے دین ودنیا دونوں تباہ ہو جاویں گے۔ ان لوگوں نے بے حد اصرار کیا تو اس پر بلعم نے کہا کہ اچھا میں اپنے رب سے اس معاملہ میں معلوم کرلوں کہ ایسی دعاء کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اس نے اپنے معمول کے مطابق معلوم کرنے کے لئے استخارہ یا کوئی عمل کیا۔ خواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے۔ اس نے قوم کو بتلا دیا کہ مجھے بددعاء کرنے سے منع کر دیا گیا ہے۔ اس وقت قوم جبارین نے بلعم کو کوئی بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی اس نے ہدیہ قبول کرلیا تو پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے کہ آپ ضرور یہ کام کردو اور الحاح واصرار کی حد نہ رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ اس کی بیوی نے مشورہ دیا کہ یہ رشوت قبول کرلیں اور ان کا کام کردیں۔ اس وقت بیوی کی رضاجوئی اور مال کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا شروع کی۔ اس وقت قدرت الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ جو کلمات بددعا کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لئے کہنا چاہتا تھا اس کی زبان سے وہ الفاظ بددعا خود اپنی قوم جبارین کے لئے نکلے۔ وہ چلا اٹھے کہ تم تو ہمارے لئے بددعا کر رہے ہو۔ بلعم نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ میری زبان اس کے خلاف پر قادر نہیں نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر بھی تباہی نازل ہوئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان اس کے سینہ پر لٹک گئی اور اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میری تو دنیا و آخرت تباہ ہوگئی۔ اب دعا تو میری چلتی نہیں لیکن میں تمہیں ایک چال بتاتا ہوں جس کے ذریعہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم پر غالب آسکتے ہو۔ وہ یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان کو یہ تاکید کردو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کے ساتھ جو کچھ کریں کرنے دیں۔ رکاوٹ نہ بنیں۔ یہ

لوگ مسافر ہیں اپنے گھروں سے مدت کے نکلے ہوئے ہیں۔ اس تدبیر سے ممکن ہے کہ یہ لوگ حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام کاری انتہائی مبغوض چیز ہے۔ جس قوم میں یہ ہو اس پر ضرور قہر و عذاب نازل ہوتا ہے۔ وہ فاتح اور کامراں نہیں ہو سکتی۔ بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آ گئی۔ اس پر عمل کیا گیا۔ بنی اسرائیل کا ایک بڑا آدمی اس چال کا شکار ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس وبال سے روکا۔ مگر وہ باز نہ آیا اور شیطانی جال میں مبتلا ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سخت قسم کا طاعون پھیلا جس سے ایک روز میں ستر ہزار اسرائیلی مر گئے۔ یہاں تک کہ جس شخص نے برا کام کیا تھا اس جوڑے کو بنی اسرائیل نے قتل کر کے منظر عام پر لٹکا دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور توبہ کی اس وقت یہ طاعون رفع ہوا۔'' (العیاذ باللہ تعالیٰ)

دنیا پرستوں کی حالت

اخیر میں بتلایا گیا کہ ان دنیا کے دلدادوں نے اللہ کی آیتوں کو تو پیٹھ پیچھے ڈال دیا یہ تو دنیا طلبی میں دنیا کے نام و نمود کے لئے دیوانہ وار دوڑے چلے جا رہے ہیں اور چاروں طرف اندھیرا ہے کیونکہ روشنی تو فقط اللہ کی آیتوں سے حاصل ہو سکتی تھی اس کو تو انہوں نے جھوٹی اور من گھڑت کہہ کر پس پشت ڈال دیا۔ اب کوئی چیز نہیں کہ انہیں راستہ کے مہلک گڑھوں اور ٹھوکروں سے بچاوے وہ کسی گڑھے میں اوندھے منہ جا گریں گے۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلا کر اور ان کی تکذیب کر کے اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کا کوئی نقصان نہیں۔ اس ہوا پرستی کی بدولت یہ لوگ دنیا میں کتوں کے مشابہ بنے اور آخرت میں بھی کتوں جیسا معاملہ ہوگا۔

عبرتیں و نصیحتیں

اول یہ کہ کسی شخص کو اپنے علم و فضل اور زہد و عبادت پر ناز نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور استقامت کی دعا اور اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔

دوسرے یہ کہ ایسے مواقع اور ان کے مقدمات سے بھی آدمی کو پرہیز کرنا چاہئے جہاں اس کو اپنے دین کی خرابی کا اندیشہ ہو۔

تیسرے یہ کہ مفسد اور گمراہ لوگوں کے ساتھ تعلق اور ان کا ہدیہ یا دعوت وغیرہ قبول کرنے سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

چوتھے یہ کہ بے حیائی اور حرام کاری پوری قوم کے لئے تباہی اور بربادی کا سامان ہوتی ہے۔

پانچویں یہ کہ آیات الٰہیہ کی خلاف ورزی خود بھی ایک عذاب ہے اور اس کی وجہ سے شیطان اس پر غالب آ کر ہزاروں خرابیوں میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ دنیوی حرص و طمع اور نفسانی خواہشات کے پیچھے ہم احکام الٰہیہ کے چھوڑنے والے نہ بنیں۔

یَا اللہ ہمیں جو علم دین کا آپ نے عطا فرمایا ہے اس پر عمل خیر کی توفیق بھی نصیب فرمایئے۔ اور ہدایت عطا کرنے کے بعد گمراہی اور کجروی سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمایئے۔

یَا اللہ ان قرآنی واقعات سے ہمیں کامل عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی توفیق نصیب فرما اور ہر طرح کی بدی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا

مَنْ	يَّهْدِ	اللّٰهُ	فَهُوَ	الْمُهْتَدِيْ	وَمَنْ	يُّضْلِلْ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْخٰسِرُوْنَ	وَلَقَدْ ذَرَاْنَا
جو۔جس	ہدایت دے	اللہ	تو وہی	ہدایت یافتہ	اور جس	گمراہ کردے	سو وہی لوگ	وہ	گھاٹا پانے والے	اور ہم نے پیدا کئے

جسکو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کردے سو ایسے ہی لوگ خسارہ میں پڑجاتے ہیں۔اور ہم نے ایسے بہت

لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ

لِجَهَنَّمَ	كَثِيْرًا	مِّنَ	الْجِنِّ	وَالْاِنْسِ	لَهُمْ	قُلُوْبٌ	لَّا يَفْقَهُوْنَ	بِهَا	وَلَهُمْ	اَعْيُنٌ
جہنم کیلئے	بہت سے	سے	جن	اور انسان	انکے	دل	سمجھتے نہیں	ان سے	اور ان کیلئے	آنکھیں

سے جن اور انسان دوزخ کیلئے پیدا کئے ہیں جنکے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جنکی آنکھیں ایسی ہیں

لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۭ

لَّا يُبْصِرُوْنَ	بِهَا	وَلَهُمْ	اٰذَانٌ	لَّا يَسْمَعُوْنَ	بِهَا	اُولٰٓئِكَ	كَالْاَنْعَامِ	بَلْ	هُمْ	اَضَلُّ
نہیں دیکھتے	ان سے	اور ان کیلئے	کان	نہیں سنتے	ان سے	یہ لوگ	چوپایوں کے مانند	بلکہ	وہ	بدترین گمراہ

جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے یہ لوگ جو پایوں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾

اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْغٰفِلُوْنَ
یہی لوگ	وہ	غافل (جمع)

یہ لوگ غافل ہیں۔

ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے

گذشتہ آیات میں عبرت ونصیحت کے لئے تارک حق کا واقعہ سنا کر عام اہل ضلالت ومنکرین ومعاندین اور احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کی حالت بیان کی گئی تھی۔چونکہ حق واضح ہوجانے کے باوجود کفار ومشرکین عرب کا اختلاف دین حق سے محض عناد کی وجہ سے تھا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے آگے آپ کی تسلی کے لئے مضمون ارشاد ہوتا ہے کہ بس جسے خدا ہدایت کرے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جس کو وہ گمراہی میں پڑا رہنے دے تو ایسے لوگ ابدی خسارہ میں پڑنے والے ہیں یعنی علم وفضل بھی انسان کو جب ہی کام دیتا ہے کہ خدا کی ہدایت ودستگیری سے علم صحیح کے موافق چلنے کی توفیق ہو ورنہ جسے وہ سیدھے راستہ پر چلنے کی توفیق نہ دے تو کتنی ہی بڑی علمی فضیلت وقابلیت رکھتا ہو سمجھ لو کہ خسارہ کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا اس لئے انسان اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو بلکہ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے ہدایت وتوفیق کا طلبگار رہے۔

انسانیت کے درجہ سے گرے ہوئے لوگ

اس ارشاد کے بعد کہ اللہ جس کو ہدایت دے وہی ہدایت یاب ہے اور جن کو اللہ گمراہ چھوڑ دے وہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں اور ناکام ونامرد رہنے والے ہیں یہ بتلایا جاتا ہے کہ بہت سے جنات اور انسان ایسے ہیں کہ جن کو جہنم ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے جن کے دل، آنکھ، کان سب موجود ہیں لیکن نہ دل سے آیات اللہ میں غور کرتے ہیں نہ سوچنے سمجھنے کا کام لیتے ہیں۔آنکھیں ہیں مگر ان سے انہیں کام کی باتیں نہیں سوجھتیں۔کان ہیں مگر فائدہ کی باتیں نہیں سنتے۔آدمی

کی شکل ہیں لیکن جس طرح چوپائے جانوروں کی تمام سوجھ بوجھ صرف کھانے پینے اور بہیمی جذبات کے پورا کرنے میں محدود ہوتی ہے یہی حال ان کا ہے کہ دل ودماغ ہاتھ پاؤں کان آنکھ غرض خدا کی دی ہوئی سب قوتیں محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی تحصیل وتکمیل کے لئے وقف ہیں۔ انسانی کمالات اور ملکوتی خصال کے اکتساب سے کوئی سروکار نہیں بلکہ غور کیا جائے تو ان کا حال ایک طرح چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ جانور مالک کے بلانے پر چلا آتا ہے اس کو ڈانٹنے سے رک جاتا ہے۔ جانور جس کا کھاتے ہیں تو اس کا کام بھی کرتے ہیں اور اس کو پہچانتے ہیں اور یہ ہیں کہ مالک حقیقی کو پہچانتے ہی نہیں۔ اس کی آواز پر کان ہی نہیں دھرتے۔ عقل' آنکھ' کان ہوتے ہوئے نہ اس کے احکام سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اور نہ اس کی طرف دیکھتے ہیں اور نہ اس کی سنتے ہیں تو اس طرح یہ غافل' جانوروں سے بھی زیادہ بدتر ہیں پھر ان سے توقع ہدایت کرنا اور ہدایت نہ ہونے سے مغموم ہونا بیکار ہے۔ یہ تسلی کا مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا جارہا ہے۔

ان آیات میں یہاں ضمناً اس بات کی تعلیم ہے کہ خدا کے عطا کردہ اعضائے جسم اور قوتیں حق اور معرفت کے مصرف میں استعمال ہونا چاہیے ورنہ بے محل استعمال سے اصل مقصود فوت ہو جاتا ہے

کافروں کے پاس اگرچہ دل و دماغ کان آنکھ سب کچھ ہوتا ہے مگر جب تک ان کا صحیح استعمال نہ کیا جائے ان کا ہونا بے کار ہے اور ایسے انسان جانوروں کی طرح ہیں بلکہ جانوروں سے بھی گئے گزرے۔ اس لئے کہ جانور بھی اپنے نفع نقصان کو ظاہر طور پر جانتا ہے مگر کافر و مشرک جان بوجھ کر خود عناد سے دوزخ میں جانے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے دو چیزیں عقل اور شہوت پیدا کی ہیں۔ فرشتوں کو تو فقط عقل عطا کی کہ ان میں کوئی خواہش نہیں جو اللہ کی عبادت سے روکے اور جانوروں کو فقط شہوت دی پس وہ کھانے پینے وغیرہ کی خواہشات میں مشغول ہیں ان میں عقل نہیں کہ معرفت حاصل کرسکیں۔ رہا انسان تو اس میں دونوں چیزیں جمع کردیں پس اگر اس نے عقل کی پیروی کی معرفت واطاعت حاصل کی تو فرشتوں سے بڑھ گیا کیونکہ شہوت کو روک کر اس نے ترقی کی اور اگر شہوت کی پیروی سے نافرمان بنا تو جانوروں سے بدتر ہوگیا اور ناپاک گڑھے میں پھسل پڑا۔ سب جانور اپنے خالق کے فرمانبردار ہیں مگر کافر نافرمانی کرتا ہے۔ سب جانور اپنے پروردگار کو پہچانتے ہیں اور یاد کرتے ہیں مگر کافر نہیں پہچانتا۔ سب جانور اگر ان کو کوئی ہانکنے والا اور چلانے والا ہو تو سیدھی راہ پر چلتے ہیں مگر کافر رسول ہادی کی رہنمائی کو نہیں مانتا اور کج روی اختیار کرتا ہے۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ ہمیں وہ دماغ دیں کہ جس سے یا اللہ آپ کی معرفت واطاعت حاصل ہو

یَا اَللہُ ہمیں وہ کان عطا فرما کہ جو حق کے سننے والے ہوں اور ہمیں وہ آنکھیں عطا فرما کہ جو حق کو دیکھنے والی ہوں۔

یَا اَللہُ آپ نے ہمیں انسان بنا کر جو شرف عزت بخشا ہے تو اپنی معرفت و اطاعت کی توفیق عطا فرما کر حقیقی عزت عطا فرما اور ہدایت کے راستہ پر ہم کو مستقیم رکھئے اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری حفاظت فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ

وَلِلّٰهِ	الْاَسْمَآءُ	الْحُسْنٰى	فَادْعُوْهُ	بِهَا	وَذَرُوا	الَّذِيْنَ	يُلْحِدُوْنَ	فِيْٓ	اَسْمَآئِهٖ	سَيُجْزَوْنَ
اور اللہ کیلئے	نام (جمع)	اچھے	پس اسکو پکارو	ان سے	اور چھوڑ دو	وہ لوگ جو	کج روی کرتے ہیں	میں	اسکے نام	عنقریب وہ بدلہ پائیں گے

اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کیلئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۸۰ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ۝۱۸۱ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	وَمِمَّنْ	خَلَقْنَآ	اُمَّةٌ	يَّهْدُوْنَ	بِالْحَقِّ	وَبِهٖ	يَعْدِلُوْنَ	وَالَّذِيْنَ	كَذَّبُوْا
جو	وہ کرتے تھے	اور سے۔ جو	ہم نے پیدا کیا	ایک اُمت (گروہ)	وہ بتلاتے ہیں	حق کیساتھ (ٹھیک)	اور اسکے مطابق	فیصلہ کرتے ہیں	اور وہ لوگ جو	انہوں نے جھٹلایا

کئے کی ضرور سزا ملے گی۔ اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ہماری

بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۸۲ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ۝۱۸۳

بِاٰيٰتِنَا	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ	مِّنْ حَيْثُ	لَا يَعْلَمُوْنَ	وَاُمْلِيْ	لَهُمْ	اِنَّ	كَيْدِيْ	مَتِيْنٌ
ہماری آیات کو	آہستہ آہستہ انکو پکڑیں گے	اس طرح	وہ نہ جانیں گے (خبر نہ ہوگی)	اور میں ڈھیل دوں گا	ان کیلئے	بیشک	میری خفیہ تدبیر	پختہ

آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم انکو بتدریج لئے جا رہے ہیں اس طور کہ انکو خبر بھی نہیں۔ اور انکو مہلت دیتا ہوں بیشک میں تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور ان کی خاصیت

گذشتہ آیات میں مخالفین حق یعنی کفار و مشرکین جن کو غافلین کا لقب دیا گیا تھا ان کا حال ذکر ہوا تھا اب مومنین کو متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے۔ سو تم ہمیشہ اس کو اسماء الحسنٰی یعنی اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔

اسمآء الحسنیٰ یعنی ”اچھے ناموں“ سے مراد وہ نام ہیں جن سے خدا کی عظمت۔ برتری اس کے تقدس اور پاکیزگی اور اس کی صفات کمالیہ کا اظہار ہوتا ہو۔ مشرکین اللہ پاک کو ایسے ناموں سے پکارتے تھے جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔ مثلاً کفار عرب اللہ سے دعا کرتے وقت کہتے یا ابا لمکارم یا ابیض الوجہ اور نصاریٰ کہتے تھے یا ابا المسیح اور یا ابا الملائکہ پھر مشرکوں نے اپنے دیوتاؤں کے کچھ نام تراش رکھے تھے اور اللہ کے ناموں سے ان کو مشتق کر لیا تھا۔ مثلاً عزیز سے عزیٰ منان سے منات اور الٰہ سے لات بنا کر بتوں کے نام رکھ چھوڑے تھے۔

اس سب کی تردید میں یہاں بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے لئے اچھے اچھے نام مخصوص ہیں۔ سو انہی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارو۔ اور یاد کرو

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ۹۹ نام ہیں۔ یعنی ایک کم سو جو ان کا احصاء یعنی ان کو حفظ کر لے گا اور ان کا ورد رکھے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تو ایک حکم یہاں یہ دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ اس کے اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔ اور اس کے ہر نام سے وہ حاجت طلب کرو جو اس نام کے مناسب ہو۔ مثلاً اے رحمان مجھ پر رحم فرما۔ اے رزاق مجھ کو رزق عطا فرما۔ اے ہادی مجھ کو ہدایت نصیب کر۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حکم ہو رہا ہے کہ جو لوگ اس کے اسماء اور صفات کے بارہ میں کج روش اختیار کرتے ہیں ان سے علیحدہ رہو اور ایسے سے بالکل بے تعلق رہو وہ جیسا کریں گے بھگتیں گے۔

اسمائے الٰہی میں کجروی نہ کرو

خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق الحاد یعنی کجروی یہ ہے کہ خدا کو ایسے نام دیئے جائیں جن کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔ جو اللہ تعالیٰ کی تعظیم و بزرگی سے گرے ہوئے ہوں جو اس کے ادب کے منافی ہوں۔

یہاں اسمائے حسنہ میں الحاد یعنی تحریف و کجروی کی جو ممانعت

فرمائی گئی ہے اس سلسلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں ایک تنبیہ عوام کے لئے لکھی ہے جو قابل غور ہے حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

''اسمائے حسنیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کے مخصوص ناموں میں سے بعض نام ایسے بھی ہیں جن کو خود قرآن وحدیث میں دوسرے لوگوں کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں۔ تو جن ناموں کا استعمال غیر اللہ کے لئے قرآن وحدیث سے ثابت ہے وہ نام تو اوروں کے لئے بھی استعمال ہو سکتے ہیں۔ جیسے رحیم، رشید، علی، کریم، عزیز وغیرہ اور اسمائے حسنیٰ میں سے وہ نام جن کا غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کو غیر اللہ کے لئے استعمال کرنا الحاد مذکور میں داخل اور ناجائز و حرام ہے۔ مثلاً رحمٰن، سبحان، رزاق، خالق، غفار، قدوس وغیرہ۔

الغرض اہل اسلام کو ہدایت یہ کی گئی کہ ذکر اللہ حمد وثنا اور مشکلات و حاجات کیلئے صرف اللہ تعالیٰ کو پکارو اور اس کو انہی ناموں سے پکارو جو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں۔ اسمائے الٰہیہ میں کجروی کی ممانعت فرمائی گئی۔

اہل حق اور اہل باطل

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں اور حق ہی کے موافق انصاف اور فیصلہ کرتے ہیں۔ یعنی ہماری مخلوق میں سب کے سب ہی گمراہ اور کجرو نہیں۔ ایک جماعت اہل حق کی بھی ہے جو دوسروں کو دین حق کے مطابق ہدایت کرتی رہتی ہے اور خود بھی بندوں کے ساتھ معاملات میں اسی قانون حق کے ماتحت برتاؤ کرتی رہتی ہے یہ جماعت امت محمدیہ ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے کہ یہ تم ہو۔ تو یہاں امت مسلمہ کی تعریف فرمائی گئی کہ جو ہر قسم کی افراط وتفریط اور کج روی سے علیحدہ ہو کر سچائی اور انصاف اور اعتدال کا طریقہ اختیار کئے ہوئے ہے اور اسی کی طرف دوسروں کو دعوت دیتی ہے۔

آگے اس امت کے مخالفین اور حق کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر کیا جاتا ہے کہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھٹلاتے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ رفتہ رفتہ ایسے طریقہ سے تباہی کی طرف لے جائیں گے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی۔ ہاں جب تک ان کو ڈھیل دی جارہی ہے وہ دی جارہی ہے یعنی جھٹلانے والے مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ دنیوی عیش اور فراخی کے دروازہ کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے فکر ہو کر ارتکاب جرائم پر اور زیادہ دلیر بن جاتے ہیں اس طرح جو انتہائی سزا ان پر جاری کرنی ہے رفتہ رفتہ مجرمین اپنے کو کامل طور پر اس کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں یہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے۔ وہ حماقت اور بے حیائی سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہورہی ہے عیش وآرام کے دروازہ کھلے ہوئے ہیں اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لئے تیار کیا جارہا ہے۔ خدا کا ''کید'' یعنی داؤں اور خفیہ تدبیر اسی کو کہا ہے کہ ایسی کارروائی کی جائے کہ جس کا ظاہر انعام واکرام اور رحمت نظر آتا ہو مگر باطن قہر وعذاب اور تذلیل و تحقیر سے پر ہو۔ بیشک خدا کی تدبیر بڑی مضبوط اور پختہ ہے جس کی کسی حیلہ اور تدبیر سے مدافعت نہیں ہو سکتی۔

قانون استدراج

یہ آیات بڑی عبرتناک ہیں اور یہاں استدراج ومہلت اور ڈھیل دینے کے قانون کو بیان کیا گیا ہے جس میں مفسدین اور منکرین کو خبردار کیا جارہا ہے کہ جزائے عمل کا قانون ان کی طرف سے غافل نہیں ہے وہ آہستہ آہستہ اس نتیجہ پر پہنچ کر رہیں گے جو سرکشی اور نافرمانی کا لازمی نتیجہ ہے۔ جنہوں نے آیات اللہ کی تکذیب کی اور احکام الٰہیہ سے منہ موڑا ان کو اکثر فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ ان کو غفلت میں بڑھنے دیا جاتا ہے اور دنیا کی دولت، عزت، قوت وشوکت خوب دی جاتی ہے وہ خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ، رسول، کتاب، قیامت اور حشر نشر سب ڈھکوسلے بنا رکھے ہیں۔ دیکھو ہم اپنی ہوشیاری اور دانائی سے کہاں سے کہاں پہنچے ہیں۔ تو چونکہ ان لوگوں کو دنیا ہی میں بدترین سزا دینی منظور ہوتی ہے اس لئے ایک دم فوراً مواخذہ نہیں کیا جاتا ورنہ اس پکڑ کے بعد نافرمانی آگے نہ بڑھتی اور وہ پوری اور آخری سزا کے مستحق نہ ہوتے اس لئے سزا کے اس مقررہ نشانہ پر پہنچانے کے لئے ان کو کھانے، پینے، کھیلنے، کودنے اور عیش وعشرت کی مہلت دی جاتی ہے تاکہ ان کی حرکتیں بھی بڑھتی رہیں اور قانون کا شکنجہ بھی آہستہ آہستہ کستا چلا جائے اس طرح کہ پھر یک لخت اور اچانک گرفت سے باہر نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔ یہی حاصل ہے قانون استدراج کا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ

اَوَ	لَمْ يَتَفَكَّرُوْا	مَا بِصَاحِبِهِمْ	مِنْ	جِنَّةٍ	اِنْ	هُوَ	اِلَّا	نَذِيْرٌ	مُبِيْنٌ	اَوَ	لَمْ يَنْظُرُوْا	فِيْ
کیا	وہ غور نہیں کرتے	نہیں انکے صاحب کو	سے	جنون	نہیں	وہ	مگر	ڈرانے والے	صاف	کیا	وہ نہیں دیکھتے	میں

کیا ان لوگوں نے اس بات میں غور نہ کیا کہ انکا جن سے سابقہ ہے انکو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والے ہیں۔ اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا

مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ

مَلَكُوْتِ	السَّمٰوٰتِ	وَ	الْاَرْضِ	وَمَا	خَلَقَ	اللّٰهُ	مِنْ شَيْءٍ	وَّاَنْ	عَسٰى	اَنْ	يَّكُوْنَ	قَدِ اقْتَرَبَ
بادشاہت	آسمان (جمع)	اور	زمین	اور جو	پیدا کیا	اللہ	کوئی چیز	اور یہ کہ	شاید	کہ	ہو	قریب آ گئی ہو

کہ آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ انکی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو

اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ

اَجَلُهُمْ	فَبِاَيِّ	حَدِيْثٍ	بَعْدَهٗ	يُؤْمِنُوْنَ	مَنْ	يُّضْلِلِ	اللّٰهُ	فَلَا	هَادِيَ	لَهٗ	وَيَذَرُهُمْ
انکی اجل (موت)	تو کس	بات	اس کے بعد	وہ ایمان لائیں گے	جس	گمراہ کرے	اللہ	تو نہیں	ہدایت دینے والا	اسکو	وہ چھوڑ دیتا ہے انہیں

پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔ جسکو اللہ تعالیٰ گمراہ چھوڑ دے اسکو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾	فِيْ	طُغْيَانِهِمْ	يَعْمَهُوْنَ
اور اللہ تعالیٰ انکو انکی گمراہی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔	میں	اُن کی سرکشی	بھٹکتے ہیں

گمراہی وانکارِ حق کے اسباب

گزشتہ آیات میں گمراہ منکرین اور آخرت سے غافلوں کی تہدید وتوبیخ کا ذکر تھا اور ان سے متعلق قانون استدراج کا بیان ہوا تھا۔ اب ان آیات میں ان کی غفلت اور گمراہی کے سبب کا ذکر ہے اور وہ سبب یہ ہے کہ غور وفکر سے کام نہیں لیتے اس لئے کبھی نبوت ورسالت کے بارہ میں ان کو شبہ لاحق ہوتا ہے اور کبھی خداوند تعالیٰ کی وحدانیت' الوہیت اور ربوبیت میں شبہ پیش آتا ہے۔ اگر یہ لوگ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور معجزات میں غور کرتے تو آپ کی نبوت ورسالت میں ان کو شبہ نہ ہوتا اور اگر آسمان وزمین کی خلقت میں غور وفکر کرتے تو خدا کی وحدانیت میں کوئی شبہ نہ رہتا۔ چاہیے تو انکو یہ تھا کہ وہ اس بات میں غور کرتے کہ شاید ان کی موت اور ہلاکت کا وقت قریب آ گیا ہو اس لئے موت آنے سے پہلے سنبھل جانا چاہیے تھا اور موت کے بعد کی تیاری کرنی چاہیے تھی۔

شانِ نزول

ان آیات کے شان نزول کے متعلق حضرت قتادہؓ کی روایت ہے ایک بار مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قبائل قریش کو نام بنام پکارا اور ایسے الفاظ سے پکارا جو دشمن کے خطرہ کے وقت استعمال کئے جاتے تھے۔ سب لوگ جمع ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قبیلہ کو نام بنام عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ آئندہ کے واقعات جو موت بلکہ قیامت تک ان پر واقع ہونے والے تھے بتائے اور فنا اور زوال کا نقشہ ان کے سامنے کھینچ کر رکھا تو اس پر بعض منکرین اور کفار مکہ نے کہا کہ (نعوذ

باللہ) ان کو جنون ہو گیا ہے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کی تصدیق تین طرح سے فرمائی :۔

اول یہ کہ ذرا غور کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت تم کو دے رہے ہیں۔ معاذ اللہ وہ کوئی دیوانے اور مجنون تو نہیں کہ آپ کے اظہار حقائق کی تکذیب کی جائے۔ آپ ساری عمر تمہارے پاس رہے آپ کے ہر چھوٹے بڑے حال سے تم واقف ہو۔ آپ کی عقل و دانش اور امانت و دیانت پہلے سے مسلم اور معروف ہے۔ نبوت سے پہلے ساری قوم آپ کو ایک نہایت سلیم الطبع اور صادق وامین کی حیثیت سے جانتی تھی۔ نبوت کے بعد جب آپ نے خدا کا پیغام پہنچانا شروع کیا تو یکا یک آپ کو نعوذ باللہ کفار مکہ مجنون کہنے لگے۔

دوسرے اگر یہ آسمان زمین کے نظام پر غور کرتے یا خدا کی پیدا کی ہوئی کائنات میں غور کرتے دیکھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی کل کائنات خالق کے وجود پر دلالت کر رہی ہے۔ صحرا کا ہر ذرہ' پہاڑوں کا ہر ریزہ' درختوں کا ہر پتہ' حیوانات کی ہر کیفیت و حالت' سورج' چاند اور ستاروں کا طلوع و غروب۔ آگ' پانی' ہوا' مٹی غرض ہر چیز نمایاں طور پر کائنات کا ذرہ ذرہ اثبات توحید کی شہادت دے رہا ہے۔ پھر یہی بات اگر رسول کی زبان سے نکلتی ہے اور وہ موت اور مابعد الموت سے ڈراتے ہیں تو کیوں آپ کی تکذیب کی جاتی ہے۔

تیسرے ان منکرین و مکذبین نے اس پر نظر نہ کی اور یہ نہ سوچا کہ موت کا وقت کسی کو معلوم نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان کی موت قریب ہی ہو جس کے بعد ایمان و عمل کا موقع جاتا رہے گا اور فرصت ختم ہو جائے گی اور بعد الموت کے لئے جو تیاری کرنی چاہئے اس سے محروم ہو جائیں گے۔

ان آیات کا حاصل یہی ہے کہ حق کی دعوت دینے والوں کو ہمیشہ مجنون اور دیوانہ کہا گیا ہے اگر مکہ کے کفار فکر و نظر سے کام لیتے تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جوان ہی میں پیدا ہوئے۔ ان ہی میں رہے سہے۔ ان کے لئے سچائی کی سب سے بڑی دلیل ہوتی۔ آپ کے دوسرے معجزات جن میں قرآن کریم سب سے بڑا معجزہ ہے یہ اپنی جگہ پر ہیں لیکن آپ کے عادات واطوار اور پاکیزہ زندگی بھی ایک معجزہ ہے۔ جس میں دوسرا کوئی ہرگز آپ کی برابری نہیں کر سکتا مگر ان کفار کو نہ تو دین حق تک پہنچانے والی دلیل کی فکر ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک ایک ایک ذرہ میں جلوہ گر ہے اور نہ ہی اس فکر میں مدد دینے والی چیز یعنی موت کی طرف ان کا دھیان ہے تو پھر ان پر ایمانی راہ کھلے تو کیونکر کھلے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت کے راستہ پر چلنے اور اس پر تا زندگی قائم رہنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

قرآن پاک پر ایمان کے ساتھ اس پر عمل کی توفیق کاملہ بھی عطا فرماویں۔ اور ہم کو اپنی موت کا دھیان اور آخرت کی تیاری کی فکر نصیب فرماویں۔

یَااَللّٰہُ دین کی تمام باتوں پر ایمان کامل اور یقین صادق ہم کو نصیب فرما اور دین کی باتوں میں شکوک و شبہات سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ

يَسْـَٔلُوْنَكَ	عَنِ	السَّاعَةِ	اَيَّانَ	مُرْسٰىهَا	قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا	عِنْدَ	رَبِّیْ	لَا يُجَلِّيْهَا	لِوَقْتِهَا
وہ آپ سے پوچھتے ہیں	سے (متعلق)	گھڑی (قیامت)	کب ہے؟	اُس کا قائم ہونا	کہدیں	صرف	اس کا علم	پاس	میرا رب	اسکو ظاہر نہ کریگا	اسکے وقت پر

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اسکا وقوع کب ہوگا آپ فرمادیجئے کہ اسکا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے اسکے وقت پر اسکو سوا

اِلَّا هُوَ ؔؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ

اِلَّا	هُوَ	ثَقُلَتْ	فِی	السَّمٰوٰتِ	وَالْاَرْضِ	لَا	تَاْتِيْكُمْ	اِلَّا	بَغْتَةً	يَسْـَٔلُوْنَكَ	كَاَنَّكَ	حَفِیٌّ	عَنْهَا
سوا	وہ (اللہ)	بھاری ہے	میں	آسمانوں	اور زمین	نہ	آئے گی تم پر	مگر	اچانک	آپ سے پوچھتے ہیں	گویا کہ آپ	متلاشی	اسکے

اللہ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا وہ تم پر محض اچانک آپڑے گی وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اسکی تحقیقات کرچکے ہیں

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا

قُلْ	اِنَّمَا	عِلْمُهَا	عِنْدَ	اللّٰهِ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَ	النَّاسِ	لَا يَعْلَمُوْنَ	قُلْ	لَاۤ اَمْلِكُ	لِنَفْسِیْ	نَفْعًا
کہدیں	صرف	اسکا علم	پاس	اللہ	اور لیکن	اکثر	لوگ	نہیں جانتے	کہدیں	میں مالک نہیں	اپنی ذات کیلئے	نفع

آپ فرمادیجئے کہ اسکا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا

وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِیَ

وَ	لَا	ضَرًّا	اِلَّا	مَا	شَآءَ اللّٰهُ	وَلَوْ	كُنْتُ	اَعْلَمُ	الْغَيْبَ	لَاسْتَكْثَرْتُ	مِنَ	الْخَيْرِ	وَمَا مَسَّنِیَ
اور	نہ	نقصان	مگر	جو	چاہے اللہ	اور اگر	میں ہوتا	جانتا	غیب	میں البتہ جمع کرلیتا	سے	بہت بھلائی	اور نہ پہنچتی مجھے

اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا خدا تعالیٰ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا اور کوئی مضرت ہی مجھ پر

السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع

السُّوْٓءُ	اِنْ	اَنَا	اِلَّا	نَذِيْرٌ	وَبَشِيْرٌ	لِقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ	
کوئی برائی	پس فقط	میں	مگر (صرف)	ڈرانے والا	اور خوشخبری سنانے والا	لوگوں کیلئے	ایمان رکھتے ہیں	

واقع نہ ہوتی میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔

منصب رسالت کے بارے میں مشرکین کی غلط فہمی

اسی طرح مکہ کے مشرکین تمسخر اور انکار کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ اگر سچ مچ قیامت آنے والی ہے جیسا کہ آپ کہتے ہیں تو کیوں نہیں آپ اس کا معین وقت یعنی تاریخ اور دن بتلادیتے؟ یعنی جاہل منکرین حشر کا استدلال اس طرح تھا کہ جب آپ رسالت کے مدعی ہیں تو علم غیب بھی آپ کو ضرور ہوگا۔ اور جب علم غیب ہے تو وقوع قیامت کا تفصیلی علم بھی آپ کے لئے لازمی ہے۔ اگر یہ علم نہیں رکھتے تو آپ کا دعوائے رسالت بھی صحیح نہیں۔ گویا وہ غیب دانی کو جزو منصب رسالت سمجھتے تھے۔ اسی بناء پر کفار یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو

ہمارے کہنے کے موافق کیوں نہیں ہمارے دنیوی مضرات دور کر دیتے اور کیوں نہیں ہمیں غنی کر دیتے۔ ہمارے فلاں عزیز اقارب مر گئے ہیں یا قریب مرگ ہیں ان کو تندرست یا زندہ کر دو۔ ہم کو اس مال میں نفع ہو گا یا نقصان؟ مینہ کب برسے گا؟ فلاں گمشدہ کہاں ہے؟ اور کب آئے گا؟ اگر آپ نبی ہیں تو کیوں ہم کو غیب کی باتیں نہیں بتلا دیتے۔

کفار و مشرکین کی غلط فہمیوں کا ازالہ

کفار کے ان خیالات کی تردید میں اور ان کے اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کب ہو گی حق تعالیٰ نے ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سوال کا جواب تلقین فرمایا کہ آپ جواب میں یہ کہہ دیں کہ قیامت کے تعین کا علم بجز خدائے علام الغیوب کے کسی کے پاس نہیں۔ وہی وقت معین ومقدر پر اسے واقع کر کے ظاہر کر دے گا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت تھا۔ آسمان و زمین میں وہ بڑا بھاری واقعہ ہو گا اور اس کے وقوع کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں گو اس واقعہ یعنی قیامت کی بہت سی نشانیاں انبیاء علیہم السلام خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں تاہم ان سب علامات کے بعد جب قیامت کا وقوع ہو گا تو بالکل بے خبری میں اچانک ہو گا جیسا کہ احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔

بخاری ومسلم کی حدیث میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے اچانک آنے کے متعلق یہ بیان فرمایا کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں گے ایک شخص نے گاہک کو دکھلانے کے لئے کپڑے کا تھان کھولا ہوا ہو گا وہ ابھی معاملہ طے نہ کر پائیں گے کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ نکال کر چلے گا اور ابھی اس کو استعمال نہ کرنے پائے گا کہ قیامت آ جائے گی کوئی شخص اپنے حوض کی مرمت کر رہا ہو گا اس سے فارغ نہ ہو پائے گا کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ کوئی شخص کھانے کا لقمہ ہاتھ میں اٹھائے گا ابھی منہ تک نہ پہنچے گا کہ قیامت برپا ہو جائے گی۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

قیامت کا معین وقت پیغمبر کو بھی معلوم نہیں ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کے طرز سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ آپ کی نسبت یوں سمجھتے ہیں کہ آپ بھی اس مسئلہ کی تحقیق و تفتیش اور کھوج لگانے میں مشغول رہے ہیں اور تلاش کے بعد اس کے علم تک رسائی حاصل کر چکے ہیں حالانکہ یہ علم حق تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ مخصوص ہے۔ انبیاء علیہم السلام اس چیز کے پیچھے نہیں پڑا کرتے جس سے خدا نے اپنی مصلحت کی بناء پر انہیں روک دیا ہو نہ ان کے اختیار میں ہے کہ جو چاہیں کوشش کر کے ضرور ہی معلوم کر لیا کریں۔ ان کا منصب یہ ہے کہ جن بے شمار علوم و کمالات کا خدا کی طرف سے القاء ہو نہایت شکر گزاری اور قدر شناسی کے ساتھ قبول کرتے ہیں مگر ان باتوں کو اکثر عوام کیا سمجھیں۔ اکثر آدمی لاعلم ہیں نہیں جانتے کہ قیامت کے وقوع کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم

پھر آگے بتلایا گیا کہ بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو نہ اپنے اندر ''اختیار مستقل'' رکھتا ہے اور نہ ''علم محیط'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو علوم اولین و آخرین کے حامل تھے یعنی تمام انبیاء علیہم السلام کو جتنا علم دیا گیا تھا وہ سب اور اس سے بھی زیادہ آپ کو عطا فرمایا گیا تھا۔ اور اسی عطا شدہ علم کے موافق آپ نے ہزاروں غیب کی باتوں کی خبریں دیں جن کی سچائی کا ہر خاص و عام نے مشاہدہ کیا۔ اس کی وجہ سے یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہزاروں لاکھوں غیب کی چیزوں کا علم عطا کیا گیا تھا مگر اس بات کو قرآنی اصطلاح میں علم غیب نہیں کہہ سکتے۔ اور اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں کہا جا سکتا۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

آپ کو حق تعالیٰ کی جانب سے یہ اعلان کرنے کا حکم ہو رہا ہے کہ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ قیامت کے وقوع کے تعین علم تو درکنار مجھے اپنے نفس پر بھی حقیقی قدرت نہیں۔ میں اپنی ذات کے نفع و نقصان کا بھی حقیقی مالک نہیں مگر اسی قدر جتنا اللہ چاہے اتنے ہی پر میرا قابو ہے۔ اگر میں غیب کی ہر بات جان لیا کرتا تو بہت سی وہ بھلائیاں اور کامیابیاں بھی حاصل کر لیتا جو علم غیب نہ ہونے کی وجہ سے کسی وقت فوت ہو جاتی ہیں۔ نیز کبھی کوئی ناخوشگوار حالت مجھ کو پیش نہ آیا کرتی غرض ''علم محیط'' اور ''اختیار مستقل'' نہ میرے لوازم میں سے ہے نہ

نبوت کے لئے یہ لازمی ہے ہاں شرعیات کا علم جو انبیاء علیہم السلام کے منصب سے متعلق ہے وہ کامل ہونا چاہئے۔ اس لئے میرا کام یہ ہے کہ اہل ایمان کو عذاب سے خوف دلاؤں اور ثواب کی بشارت سناؤں یعنی لوگوں کو برے کام سے بچنے اور نیک کام کرنے کا حکم دوں۔ تو حاصل اس آیت کا یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقوع قیامت کی تعیین کے متعلق اپنی لاعلمی کے اظہار کا حکم ہوا ہے۔

پیغمبر کو قیامت کے معین وقت کا علم نہ ہونے کی علت

آگے دوسری آیت میں اس لاعلمی کی علت بیان کرنے کا حکم ہے۔ الغرض خلاصہ اور منشاء بیان یہ ہے کہ نبوت کا اصلی مقصد تکوینی چیزوں کا احاطہ کرنا نہیں ہوتا اس لئے ایسی چیزوں کا جاننا جن میں قیامت کی تعین بھی داخل ہے نبی کے لئے ضروری نہیں ہے۔ البتہ نبوت کا اصلی جوہر شرعیات کا مکمل جاننا ہے جس کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام اولین و آخرین سے زیادہ عطا فرمایا۔ یہاں ایک شبہ کا ازالہ کر دینا بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ان آیات سے بالکل احوال قیامت کے علم کی نفی نہیں نکلتی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی مفصل نشانیاں بتلادیں

ان آیات کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت اور احوال قیامت کے متعلق کچھ علم نہ تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ دن، تاریخ، وقت معین طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا باقی علامات، آثار اور قرائن یہ آپ نے مفصل بیان فرما دیئے ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

ایک شبہ یہاں علم غیب کی نفی سے یہ ہوسکتا ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملائکہ، عرش کرسی، لوح و قلم، احوال قیامت، جنت، دوزخ، حساب کتاب اور بعض آئندہ واقعات جو سب امور غیب سے ہیں کیا ان کا علم بھی نہ تھا حالانکہ ان سب کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دی ہے اگر علم نہ تھا تو پھر خبر کیسے دی؟ تو اس کا جواب مفسرین نے اس طرح دیا ہے کہ ان آیات میں خود الاماشآء اللہ فرمایا گیا ہے "مگر جو اللہ چاہے" اس طرح جتنا اختیار۔ تصرف اور علم اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا جس میں آپ کے تمام کمالات نبوت، اختیارات رسالت، تصرفات روحانی، خوارق عادات، معجزات اور غیب کی خبریں پیشین گوئیاں گذشتہ واقعات کی اطلاع وغیرہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ ان کی نفی نہیں کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے جس جس بات کا جتنا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمانا چاہا عطا فرمایا اور اتنا عطا فرمایا کہ وہاں تک فرشتوں دیگر انسانوں اور جنوں کے علم کو رسائی تک نہ تھی۔ ان آیات میں جو نفی قدرت اور غیب دانی ہے تو وہی ہے کہ جس کو منکرین و مخالفین نبی کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ یعنی "مستقل قدرت" اور "علم محیط" سو یہ دونوں بیشک علاوہ خدا تعالیٰ کے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔

دعا کیجئے

یَااللہ ہم کو اپنا علم و عقیدہ شریعت کے موافق رکھنے کی توفیق عطا فرما اور قیامت کا فکر ہم کو عطا فرما تا کہ اس دن کے لئے آج زندگی میں اور اس دنیا میں کچھ سامان کر لیں۔

یَااللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن نیک کاموں پر بشارت دی ہے ان نیک کاموں کا ہم کو کرنے والا بنا دیجئے اور جن کاموں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ہم کو بچنے والے بنا دیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا فَلَمَّا

فَلَمَّا	اِلَيْهَا	لِيَسْكُنَ	زَوْجَهَا	مِنْهَا	وَجَعَلَ	وَّاحِدَةٍ	نَّفْسٍ	مِّنْ	خَلَقَكُمْ	الَّذِیْ	هُوَ
پھر جب	اسکی طرف (پاس)	تا کہ وہ سکون حاصل کرے	اسکا جوڑا	اس سے	اور بنایا	ایک	جان	سے	پیدا کیا تمہیں	جو۔جس	وہ

وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس اپنے جوڑے سے اُنس حاصل کرے

تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا

اٰتَيْتَنَا	لَئِنْ	رَبَّهُمَا	دَّعَوَا اللّٰهَ	اَثْقَلَتْ	فَلَمَّا	بِهٖ	فَمَرَّتْ	خَفِيْفًا	حَمْلًا	حَمَلَتْ	تَغَشّٰهَا
تو نے ہمیں دیا	اگر	دونوں کا (اپنا) رب	دونوں نے پکارا	بوجھل ہوگئی	پھر جب	(اسکو)	اسکے ساتھ	پھر وہ لئے پھری	ہلکا سا	حمل	اسے حمل رہا	مرد نے اسکو ڈھانپ لیا

پھر جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اسکو حمل رہ گیا ہلکا سا سو وہ اسکو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں میاں بی بی اللہ سے جو کہ انکا مالک ہے دعا کرنے لگے

صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا

اٰتٰىهُمَا	فِيْمَا	شُرَكَآءَ	لَهٗ	جَعَلَا	صَالِحًا	اٰتٰىهُمَا	فَلَمَّا	الشّٰكِرِيْنَ	مِنَ	لَنَكُوْنَنَّ	صَالِحًا
انہیں دیا	اسمیں جو	شریک	اسکے	ان دونوں نے ٹھہرائے	صالح بچہ	اس نے دیا انہیں	پھر جب	شکر کرنیوالے	سے	ہم ضرور ہوں گے	صالح

کہ اگر آپ نے ہمکو صحیح سالم اولاد دیدی تو ہم خوب شکر گزاری کریں گے سو جب اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو صحیح سالم اولاد دیدی تو اللہ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے

فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

يُشْرِكُوْنَ	عَمَّا	اللّٰهُ	فَتَعٰلَى
وہ شریک کرتے ہیں	اس سے جو	اللہ	سو برتر

سو اللہ تعالیٰ پاک ہے انکے شرک سے۔

تفسیر و تشریح

گذشتہ آیت پر اس سورۂ اعراف کے ۲۳ رکوعات کا بیان ختم ہوا۔اب یہ آخری اور خاتمہ کا چوبیسواں رکوع ان آیات سے شروع ہو رہا ہے۔اس خاتمہ کے رکوع میں پھر توحید باری تعالیٰ کو ذہن نشین کرانے کے لئے پہلے اپنی قدرت کاملہ کا ایک مظہر حضرت آدمؑ اور حضرت حوا کی پیدائش کو بیان فرمایا جن سے آگے انسانوں کی نسل بڑھی۔سارے انسانوں کو ایک ہی جنس سے پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اس لئے ان کا خالق ایک ہی ہے پھر شرک کی مذمت بیان فرمائی گئی اور پھر سورۃ کے بالکل خاتمہ پر تبلیغ اور دعوت حق کے اصول بیان فرما کر آیت سجدہ پر اس سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

قدرت کاملہ فقط اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے

گذشتہ آیات میں مضمون اس بات پر ختم ہوا تھا کہ کفار و مشرکین جو "قدرت کاملہ" اور "علم محیط" نبی کے لئے ضروری سمجھتے تھے اس کی تردید فرمائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ علم غیب اور تمام کائنات کے ذرہ ذرہ کا علم محیط صرف حق تعالیٰ جل شانہٗ کی مخصوص صفت ہے اور اس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔مشرکین اپنی غلطی سے جن اوصاف الوہیت کو نبی کی ذات میں ہونا خیال کرتے تھے ان کی گذشتہ آیات میں تردید بیان کر دینے کے بعد اب ان اوصاف الوہیت کا صحیح محل بیان کیا جاتا ہے جس سے توحید باری تعالیٰ' اس کا "علم محیط" اور" قدرت کاملہ" خاص اس ذات پاک کے لئے ثابت ہوتا ہے جس نے تمام انسانوں کو ایک جان یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔

حضرت آدم وحوا کی تخلیق قدرت کاملہ کی دلیل ہے

یہ ایک دلیل اس کے کمال قدرت اور وحدانیت کی ہے کہ اس نے اپنی

قدرت سے ایک جان سے اتنے انسان پیدا کر دیئے اور چونکہ ایسی قدرت والا اور کوئی نہیں اس لئے تمام انسانوں کا تنہا خالق ہونے کی وجہ سے تمام انسانوں کی عبادت و بندگی کا تنہا وہی مستحق ہے پس ایک دلیل توحید تو یہ ہوئی۔

دوسری دلیل اس کے کمال قدرت کی یہ ہوئی کہ ایک نوع سے دوسری نوع پیدا کر دی یعنی حضرت آدم علیہ السلام جو کہ مرد تھے۔ ان سے ان کی بیوی حضرت حوا کو جنس عورت پیدا کیا اور چونکہ یہ قدرت بھی کسی اور میں نہیں اس لئے اس لحاظ سے بھی وہ تنہا معبود ہے۔ اور حضرت حوا کو اس لئے پیدا کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ان سے انس و سکون حاصل ہو۔ یہ بھی ایک انعام و احسان ہے جو مقتضی ہے اس کو کہ اس کی اس نعمت کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی صفات میں کسی مخلوق کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

انسان کی غفلت شعاری و کفران نعمت

مگر بنی آدم میں غفلت شعار انسان نے معاملہ اس کے خلاف کیا اور بجائے شکر کے ناشکری کی مختلف صورتیں اختیار کیں۔ اور بنی آدم کی غفلت و ناشکری کی ایک مثال بیان فرمائی جاتی ہے کہ جب انسانوں میں مرد و عورت کے باہمی اختلاط سے کسی عورت کو حمل قرار پایا تو شروع شروع میں جب تک حمل کا کوئی بوجھ نہ تھا تو عورت آزادی کے ساتھ چلتی پھرتی رہی۔ پھر جب حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے تین پردوں اور اندھیروں کے اندر اس حمل کی تربیت و پرورش کر کے اس کو بڑھایا اور عورت کو اس کا بوجھ محسوس ہونے لگا تو اب میاں بیوی دونوں فکر میں پڑے کہ نہ معلوم اس حمل سے کیسی اولاد پیدا ہو کیونکہ بعض اوقات عورت کے پیٹ سے عجیب طرح کی مخلوق بھی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض مرتبہ ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوتا ہے کبھی اندھا بہرا گونگا یا ہاتھ پیر سے معذور بھی پیدا ہوتا ہے۔ تو ان خطرات کے سبب دونوں میاں بیوی مرد عورت اس خدا سے جو کہ ان کا پروردگار ہے یوں دعاء کرنے لگے کہ اگر خدا ہم کو صحیح سالم جیتا جاگتا بچہ عطا فرمائے تو ہم ضرور اس کے شکر گزار ہوں گے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مشرکین بھی خدا کے سوا اور کسی کو اس کا اہل نہ جانتے تھے کہ جو ان کی یہ خواہش پوری کر سکے گویا مشرکین بھی اس بات کو مانتے تھے کہ ہر انسان کو وجود عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تو ان تمام واقعات کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اس خالق کو وحدہٗ لاشریک مانا جاتا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جاتا لیکن باوجود ان تمام باتوں کے جب خدا نے ان کی دعائیں سن لیں اور ان کو اچھا خاصہ، جیتا جاگتا، صحیح سالم بچہ عطا کر دیا تو اب شکر گزاری کے بجائے ماں باپ شرک میں مبتلا ہو گئے اور اپنا عہد و پیمان بھی بھول گئے اور یہ اولاد ان کے شرک میں مبتلا ہونے کا سبب بن گئی جس کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں مثلاً جو بچہ کہ اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے دیا تھا اس کو کسی غیر کی طرف منسوب کرنے لگے۔ کوئی کہنے لگا کہ فلاں کی نذر نیاز مانی تھی اس پر یہ اولاد ملی۔ کسی نے کہا کہ بیٹا ستاروں کی تاثیر سے پیدا ہوا ہے۔ کسی نے کہا کہ ہمارے بتوں نے ہم کو بخشا ہے۔ اسی بناء پر مشرکین عرب اپنی اولاد کے نام عبدالعزیٰ، عبدالات، عبدالمنات، عبدالشمس وغیرہ رکھتے۔ (عزیٰ، لات، اور منات یہ مشرکین عرب کے مشہور بتوں کے نام تھے) یعنی منعم حقیقی کی نسبت سے تو نام نہ رکھا۔ عبداللہ، عبدالرحمان وغیرہ بلکہ غیر اللہ کی طرف اس کو منسوب کر دیا اور عبدالشمس اور عبدالعزیٰ وغیرہ نام رکھ دیا۔ حق تو یہ تھا خدا تعالیٰ کا جو کہ منعم و خالق اور محسن و قادر ہے اور اس حق کو دے دیا دوسروں کو۔ اخیر میں ایسے لوگوں کی کجروی اور بے راہی کو واضح کرنے کے لئے فرمایا فتعلى الله عما يشركون یعنی پاک ہے اللہ تعالیٰ اس شرک سے جس کو ان لوگوں نے اختیار کیا۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور صنعت عجیبہ کا تقاضا تو یہ تھا کہ تمام اولاد آدم یعنی بنی نوع انسان ہمیشہ اس خالق اور منعم حقیقی کی شکر گزار ہوتی اور اس کی وحدانیت کی معترف ہوتی اور کسی مخلوق کو اس کی صفات کاملہ میں شریک نہ ٹھہراتی مگر غفلت شعار انسان نے معاملہ اس کے خلاف کیا اور بجائے شکر گزاری کے شرک اختیار کیا۔

دعا کیجئے: یَااللّٰہ ہم کو صحیح توحید نصیب فرما جس کا مطالبہ قرآن پاک کرتا ہے۔ شرک کی تمام رسموں اور باتوں سے ہمیں محفوظ فرما اور اپنی شب و روز کی نعمتوں کا ہم کو شکر گزار بندہ بنا کر زندہ رکھ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْـًٔا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ

اَیُشْرِكُوْنَ	مَا	لَا یَخْلُقُ	شَیْـًٔا	وَّهُمْ	یُخْلَقُوْنَ	وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ	لَهُمْ	نَصْرًا	وَّلَا
کیاوہ شریک ٹھہراتے ہیں	جو	نہیں پیدا کرتے	کچھ بھی	اور وہ	پیدا کئے جاتے ہیں	وہ قدرت نہیں رکھتے	انکی	مدد	اور نہ

کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنا نہ سکیں اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں۔اور وہ انکو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود

اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ

اَنْفُسَهُمْ	یَنْصُرُوْنَ	وَاِنْ	تَدْعُوْهُمْ	اِلَى	الْهُدٰى	لَا یَتَّبِعُوْكُمْ	سَوَآءٌ	عَلَیْكُمْ
خود اپنی	مدد کرتے ہیں	اور اگر	تم انہیں بلاؤ	طرف	ہدایت	نہ پیروی کریں تمہاری	برابر	تم پر (تمہارے لئے)

اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔اور اگر تم انکو کوئی بات بتلانے کو پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم انکو پکارو

اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ

اَدَعَوْتُمُوْهُمْ	اَمْ	اَنْتُمْ	صَامِتُوْنَ	اِنَّ	الَّذِیْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ	دُوْنِ اللّٰهِ	عِبَادٌ
خواہ تم اُنہیں بلاؤ	یا	تم	خاموش رہو	بیشک	وہ جنہیں	تم پکارتے ہو	سے	سوائے اللہ	بندے

اور یا تم خاموش رہو۔ واقعی تم خدا کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں سو تم ان کو پکارو

اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ

اَمْثَالُكُمْ	فَادْعُوْهُمْ	فَلْیَسْتَجِیْبُوْا	لَكُمْ	اِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِیْنَ	اَلَهُمْ	اَرْجُلٌ	یَّمْشُوْنَ	بِهَا
تمہارے جیسے	پس پکارو انہیں	پھر چاہیے کہ وہ جواب دیں	تمہیں	اگر	تم ہو	سچے	کیا انکے	پاؤں (جمع)	وہ چلتے ہیں	ان سے

پھر انکو چاہیئے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچے ہو۔کیا انکے پاؤں ہیں جس سے وہ چلتے ہوں یا انکے ہاتھ ہیں جن سے کسی چیز کو تھام سکیں

اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ بِهَا

اَمْ	لَهُمْ	اَیْدٍ	یَّبْطِشُوْنَ	بِهَا	اَمْ	لَهُمْ	اَعْیُنٌ	یُّبْصِرُوْنَ	بِهَا	اَمْ لَهُمْ	اٰذَانٌ	یَّسْمَعُوْنَ	بِهَا
یا	انکے	ہاتھ	وہ پکڑتے ہیں	ان سے	یا	انکی	آنکھیں	دیکھتے ہیں	ان سے	یا انکے	کان	سنتے ہیں	ان سے

یا انکی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا انکے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں

اے انسان افسوس کہ تو نے بے جان و مردہ کو معبود بنالیا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ مشرکوں کی بھی عجیب کیفیت ہے۔جب تک مطلب رہتا ہے جان خطرہ میں رہتی ہے تو خدا کو پکارتے ہیں۔اس سے دعائیں کرتے ہیں شکر گزاری کے وعدے کرتے ہیں اور جب مطلب پورا ہو جاتا ہے بامراد بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر ناشکری اور شرک کرنے لگتے ہیں اور باطل معبودوں کو اللہ کی ربوبیت اور الوہیت میں شریک کرتے ہیں۔بتوں اور دیوتاؤں کو اللہ کے ساتھ ملا کر حصہ دار بناتے ہیں۔ان کی طرف بچہ کو منسوب کر کے ان کی عبدیت کے ساتھ نام رکھتے ہیں۔

ان آیات میں انہی بتوں کا بیان ہے کہ مشرکین اللہ کے ساتھ

شریک بناتے بھی ہیں تو ایسے شریکوں کو کہ وہ خود کچھ نہیں پیدا کر سکتے بلکہ دوسروں کے ہاتھوں کے خود بنے ہوئے ہیں۔ یعنی اپنی خلقت میں دوسروں کے محتاج ہیں۔ پھر خود خالق کس طرح ہو سکتے ہیں اس کے علاوہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے۔ کتنا ہی ان کی عبادت کرو۔ اللہ کا حصہ دار بناؤ مگر مصیبت پڑنے پر کسی کی مدد نہیں کر سکتے اور دوسروں کی مدد تو کیا کر سکتے خود اپنی ذات پر کچھ دکھ آئے تو اس کو دور نہیں کر سکتے گویا وہ اپنی پیدائش میں بھی دوسروں کے محتاج ہیں اور پیدائش کے بعد کسی تکلیف کے دور کرنے میں بھی غیروں کی مدد کے ضرورت مند ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو کا واقعہ

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت معاذ بن عمرو کا قصہ مشہور ہے کہ یہ دونوں جوان صحابی مشرکوں کے بت توڑ کر تلف کر ڈالتے تھے اور بت اگر لکڑی کے ہوتے تو وہ لکڑی توڑ پھوڑ کر لے جا کر غریب بیوہ عورتوں کو دیدیتے۔ حضرت معاذ بن عمرو کے باپ حالت کفر میں اپنی قوم کے سردار تھے اور انہوں نے ایک بت بنا رکھا تھا جس کو روز غسل دیتے خوشبو لگاتے اور آراستہ کرتے۔ لیکن یہ دونوں جوان صحابی رات کو آ کر اس بت کو اوندھا کر کے نجاست میں آلودہ کر دیتے تھے۔ صبح کو پھر وہ آ کر نہلا دھلا کر بنا سنوار کر رکھ دیتے تھے۔ ایک روز انہوں نے بت کے پاس تلوار رکھ دی اور کہہ دیا کہ اگر تجھ کو کوئی آ کر ستائے تو اس تلوار سے اس کو قتل کر ڈالنا۔ ان دونوں جوان صحابیوں نے رات کو جا کر بت کے پاؤں میں رسی باندھی اور پھر اس کو ایک مردار کتے کے ساتھ رسی میں بندھا اور ایک اندھے کنویں میں لٹکا دیا۔ صبح کو عمرو بن جموح نے اٹھ کر بت کی یہ حالت دیکھی تو سمجھا کہ میں باطل دین اور غلط اعتقاد پر ہوں۔

یہ بت نہ اپنی حفاظت کر سکتے اور نہ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔ اسی وقت بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہو گئے اور پھر جنگ احد میں شہید ہوئے۔

مشرکین کو تفہیم کہ تمہارے یہ بت تمہاری پکار ہرگز نہیں سن سکتے

مشرکین کے بت جن کو انہوں نے اپنا معبود ٹھہرایا اور خدائی کا حق دیا اب ایک دوسرے طریقے سے ان کی مجبوری ظاہر کی جاتی ہے وہ یہ کہ گو مشرکین ان بتوں کے ظاہر ہاتھ پاؤں کان آنکھ ناک سب کچھ بناتے ہیں لیکن ان اعضاء میں وہ قوتیں نہیں جن سے انہیں اعضا کہا جا سکے۔ نہ وہ پکارنے سے مصنوعی پاؤں سے چل کر آ سکتے ہیں نہ ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑ سکتے ہیں نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں نہ کانوں سے کوئی بات سنتے ہیں۔ اگر پکارتے پکارتے مشرکین کا گلا بھی پھٹ جائے تب بھی وہ ان کی آواز سننے والے اور اس پر چلنے والے یا اس کا جواب دینے والے نہیں۔ ان کے سامنے چلاؤ یا خاموش رہو دونوں حالتیں یکساں ہیں نہ اس سے فائدہ نہ اس سے نفع تو تعجب ہے کہ اے مشرکین جو چیزیں مملوک اور مخلوق ہونے میں تم ہی جیسی عاجز اور درماندہ ہوں بلکہ وجود اور کمالات وجود میں تم سے بھی گئی گزری ہوں انہیں خدا بنا لیا جائے۔ لہٰذا اے مشرکین تمہارا بتوں کے آگے جھکنا جو تم سے بہت کمتر اور عاجز ہیں کمال درجہ کی بیوقوفی اور حماقت نہیں تو کیا ہے۔

ان آیات میں بت پرستی کی تردید کرتے ہوئے یہ بھی اشارہ کر دیا گیا کہ معبود وہ ہونے کے لائق ہے جو قادر، خالق، صاحب اختیار اور صاحب بصیرت ہو اور وہ تنہا صرف اللہ کی ذات ہے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ قادر، خالق، صاحب اختیار صرف آپ ہیں اس لئے آپ ہی تنہا معبود ہونے کے لائق ہیں۔ یا اللہ ہمیں اپنی بندگی، پرستش اور عبادت میں لگائے رکھئے اور ہمارے حقیقی کارساز حاجت روا مشکل کشا اور مددگار حامی و ناصر ہونے کا یقین کامل ہم کو نصیب فرمائیے۔

یَااللّٰہ ہمیں ہر حال میں اپنی ہی ذات پاک کی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرمائیے۔ اور غیروں کی طرف نظر کرنے سے بچائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّـۧ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ

قُلِ	ادْعُوْا	شُرَكَآءَكُمْ	ثُمَّ	كِيْدُوْنِ	فَلَا تُنْظِرُوْنِ	اِنَّ	وَلِيِّـۧ	اللّٰهُ	الَّذِيْ	نَزَّلَ	الْكِتٰبَ
کہدیں	پکارو	اپنے شریک	پھر	مجھ پر داؤ چلو	پس نہ دو مجھے مہلت	بیشک	میرا کارساز	اللہ	وہ جس	نازل کی	کتاب

آپ کہدیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلالو پھر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔ یقیناً میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ

وَهُوَ	يَتَوَلَّى	الصّٰلِحِيْنَ	وَالَّذِيْنَ	تَدْعُوْنَ	مِنْ دُوْنِهٖ	لَا	يَسْتَطِيْعُوْنَ	نَصْرَكُمْ	وَلَا
اور وہ	حمایت کرتا ہے	نیک بندے	اور جنکو	تم پکارتے ہو	اسکے سوا	نہیں	قدرت رکھتے وہ	تمہاری مدد	اور نہ

اور وہ نیک بندوں کی مدد کیا کرتا ہے ۔ اور تم جن لوگوں کی خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کرسکتے اور نہ

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ

اَنْفُسَهُمْ	يَنْصُرُوْنَ	وَاِنْ	تَدْعُوْهُمْ	اِلَى	الْهُدٰى	لَا يَسْمَعُوْا	وَ	تَرٰىهُمْ	يَنْظُرُوْنَ	اِلَيْكَ
خود اپنی	وہ مدد کریں	اور اگر	تم پکارو انہیں	طرف	ہدایت	نہ سنیں وہ	اور	تو انہیں دیکھتا ہے	وہ تکتے ہیں	تیری طرف

وہ اپنی مدد کرسکتے ہیں۔ اور انکو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو تو اس کو نہ سنیں اور انکو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں

وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾

وَهُمْ	لَا يُبْصِرُوْنَ
حالانکہ	نہیں دیکھتے ہیں وہ

اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔

بت کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے

گزشتہ آیات میں مشرکین کے باطل معبودوں اور ان کے گھڑے ہوئے بتوں کی عاجزی اور درماندگی بیان فرما کر ان کا رد کیا گیا تھا۔ مشرکین مکہ نے جب اپنے بتوں کی اس طرح مذمت ہوتے سنی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھمکیاں دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر تم ہمارے ان معبودوں کی مخالفت کرنے سے باز نہ آئے اور ان کی طرف لوگوں کے عقیدے اسی طرح خراب کرتے رہے تو تم پر ان کا غصہ ٹوٹ پڑے گا اور نہ معلوم وہ کیا آفت نازل کردیں۔ اللہ تعالیٰ ان آیات میں اس کا جواب تعلیم فرماتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہوتا ہے کہ آپ ان مشرکوں سے کہہ دیجئے کہ جس قدر تمہارے دیوی دیوتا معبود ہیں جن کو تم اللہ کا شریک ٹھہراتے ہو سب کو بلالو اور میرے ضرر پر آمادہ کرو۔ پھر تم اور تمہارے دیوتا سب مل کر میرے ضرر پہنچانے کی تدبیریں کرو اور مجھے بالکل بچاؤ کا موقعہ اور مہلت نہ دو۔ میں دیکھوں کوئی میرا کیا بگاڑ سکتا ہے جو کچھ ہوگا اللہ کی مشیت سے ہوگا۔ بغیر اس کی مشیت کے کچھ نہیں ہوسکتا اور اللہ میرا حافظ و ناصر ہے بلکہ تمام نیک لوگوں کا وہی کارساز و مددگار ہے میں تو پھر اس کا رسول و نبی ہوں وہ میری مدد کیوں نہ کرے گا۔ رہے تمہارے بت اور دیوتا وہ مجبور محض ہیں۔ نہ ان میں دفع ضرر کی طاقت کہ تمہاری مدد کرسکیں یا اپنے اوپر ہی سے دکھ دور کرسکیں نہ ان کے پاس کان اور آنکھ کہ سن سکیں اور دیکھ سکیں۔ ان کو کتنا ہی پکارو مگر ان کے پاس کان ہی نہیں کہ سنیں۔ بظاہر آنکھیں دکھائی دیتی ہیں یعنی کافروں نے بتوں کی آنکھیں بنادی ہیں مگر ان میں نور نہیں پھر

دکھائی کس طرح دے غرض یہ کہ جب وہ اپنا دکھ دور نہیں کر سکتے دوسروں کی مدد نہیں کر سکتے۔ کسی کے کام نہیں آ سکتے۔ کچھ سن نہیں سکتے۔ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ تو پھر مجھے ضرر کیسے پہنچا سکتے ہیں۔ باوجودیکہ میرا حافظ و ناصر خدا ہے یعنی ایک تو ان میں ضرر رسانی کی طاقت نہیں دوسرے خدا میرا مددگار پھر مجھے کیا اندیشہ۔

صالحین کی شان

یہاں آیت اِنَّ وَلِیِّ‌ۦَ اللّٰهُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ میں اخیر جملہ میں وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ فرما کر ایک عام ضابطہ بتلا دیا گیا کہ انبیاء علیہم السلام کی تو بڑی شان ہے۔

عام صالح اور نیک مسلمانوں کا بھی اللہ تعالیٰ متولی اور کفیل ہوتا ہے ان کی مدد فرماتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ صالحین وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنی اولاد کے لئے کچھ اندوختہ نہیں کیا تھا۔ لوگوں نے اس کو مصلحت بینی کے خلاف سمجھا اور آپ کی توجہ اس طرف دلائی۔ آپ نے فرمایا میری اولاد صالح ہوگی یا غیر صالح اگر صالح ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان کا ولی اور کارساز ہے پھر ان کو میرے مال کی کیا حاجت اور اگر غیر صالح ہوگی تو میرا اس سے کیا تعلق۔ اس کے اہتمام میں میرا مشغول ہونا بیکار ہے۔ (تفسیر بیان السبحان)

مومن کامل کسی شیطانی طاقت سے مرعوب نہیں ہوتا

الغرض ان آیات میں اس طرف اشارہ ہے کہ مومن کامل کو کسی شیطانی طاقت سے خوف زدہ اور ڈرنا نہ چاہئے۔ صالح بندوں کو حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور اس کو اپنا حقیقی کارساز ہونے کا یقین رکھنا چاہئے۔ ان کو کسی دشمن کی مخالفت اور دشمنی مضر نہیں ہوتی۔ اکثر اوقات تو دنیا ہی میں وہ غالب کر دیا جاتا ہے اور اگر کسی وقت بتقاضائے حکمت غالب بھی نہ ہو تو بھی اس کے اصل مقصد میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔ وہ ظاہر میں ناکام ہو کر بھی مقصد کے لحاظ سے کامیاب ہی ہوتا ہے کیونکہ مومن صالح کا اصل مقصد ہر کام میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اس کی اطاعت کرنا ہے۔ اگر وہ دنیا میں کسی وجہ سے ناکام بھی ہو جائے تو رضائے الٰہی کا اصل مقصد تو بہر حال اس کو حاصل ہوتا ہے اور اس طرح وہ کامیاب ہی ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہمیں اپنی ذات عالی پر بھروسہ اور اپنی کارسازی پر یقین کامل عطا فرما اور اپنی حمایت و نصرت ہر حال میں ہمارے شامل حال فرما۔

یَا اللہ ہمیں اپنے دشمنوں پر کامیابی اور کامرانی نصیب فرما۔ اور ان کی چالوں سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿١٩٩﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ

خُذِ	الْعَفْوَ	وَاْمُرْ	بِالْعُرْفِ	وَاَعْرِضْ	عَنِ	الْجٰهِلِيْنَ	وَاِمَّا	يَنْزَغَنَّكَ	مِنَ	الشَّيْطٰنِ
پکڑیں (کریں)	درگزر	اور حکم دیں	بھلائی کا	اور منہ پھیر لیں	سے	جاہل (جمع)	اور اگر	تجھے اُبھارے	سے	شیطان

اے نبیؐ سرسری برتاؤ کو قبول کرلیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کردیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہوجایا کیجئے۔ اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے

نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٢٠٠﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ

نَزْغٌ	فَاسْتَعِذْ	بِاللّٰهِ	اِنَّهٗ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	اِنَّ	الَّذِيْنَ	اتَّقَوْا	اِذَا	مَسَّهُمْ	طٰٓئِفٌ	مِنَ	الشَّيْطٰنِ
کوئی چھیڑ	تو پناہ میں آجا	اللہ کی	بیشک وہ	سُننے والا	جاننے والا	بیشک	جو لوگ	ڈرتے ہیں	جب	انہیں چھوتا ہے (پہنچتا ہے)	کوئی گزرنے والا (وسوسہ)	سے	شیطان

تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب انکو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے

تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿٢٠١﴾ وَاِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِى الْغَىِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾

تَذَكَّرُوْا	فَاِذَا	هُمْ	مُّبْصِرُوْنَ	وَ	اِخْوَانُهُمْ	يَمُدُّوْنَهُمْ	فِى	الْغَىِّ	ثُمَّ	لَا يُقْصِرُوْنَ
وہ یاد کرتے ہیں	تو فوراً	وہ	دیکھ لیتے ہیں	اور	انکے بھائی	وہ انہیں کھینچتے ہیں	میں	گمراہی	پھر	وہ کمی نہیں کرتے

تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکایک انکی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ انکو گمراہی میں کھینچے چلے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے۔

تفسیر وتشریح

گذشتہ آیات میں جو بت پرستوں کی حماقت و جہالت ظاہر کی گئی اور مشرکین کے معبودان باطلہ کی مذمت بیان کی گئی اور ان کا بالکل عاجز اور درماندہ ہونا بتلایا گیا تو بہت ممکن تھا کہ جاہل مشرکین اس پر برہم ہو کر کوئی ناشائستہ حرکت کرتے یا برالفاظ زبان سے نکالتے۔ جیسا کہ بعض مواقع پر کفار و مشرکین مکہ ایسا کر بھی گزرے ہیں اور اپنی کجروی' عناد و ہٹ دھرمی پر مصر رہتے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ایسے اخلاق فاضلہ کی ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ جس سے آپ کو اولین وآخرین میں صاحب خلق عظیم کا خطاب دیا گیا۔

شان نزول

مفسرین نے ان آیات کے شان نزول کے سلسلہ میں یہ روایت بھی حضرت سعد بن عبادہؓ سے نقل کی ہے کہ غزوۂ احد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ کو شہید کیا گیا اور کفار نے بڑی بے دردی سے آپ کے اعضاء کاٹ کر لاش کی بڑی بے حرمتی کی تو اس حالت اور ہیئت میں لاش کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا رنج اور سخت صدمہ ہوا اور اس وقت کفار کی اس حرکت پر طبیعت میں غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے حمزہؓ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہے میں ان کے ستر آدمیوں کے ساتھ ایسا معاملہ کر کے چھوڑوں گا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور آپ کو بتایا گیا کہ آپ کے خلق عظیم اور علم ومتانت کے یہ شایان شان نہیں۔ آپ کا مقام بہت اعلیٰ اور نہایت بلند ہے آپ عفو و درگزر سے کام لیجئے۔ نیز تفسیر ابن جریر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین سے اس کا مطلب دریافت فرمایا تو جبریل امین نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد یہ مطلب بتلایا کہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کردیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے قطع تعلق کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔

پیغمبر علیہ السلام کا خلق عظیم

الغرض یہاں ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت

فرمائی گئی کہ آپ عفو و درگزر کی عادت رکھئے۔ نصیحت کرنے سے تو نہ رکا جائے معقول بات ضرور کہئے۔ اس پر اگر جاہل الجھیں تو ان کی جہالت آمیز حرکتوں پر ان سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ ان سے کنارہ کشی اختیار کر لی جائے۔ اور اگر کسی وقت ان کی کسی نالائق حرکت پر غصہ آجائے اور شیطان لعین چاہے کہ دور سے چھیڑ چھاڑ کر کے آپ کو ایسے معاملہ پر آمادہ کر دے جو خلاف مصلحت ہو یا آپ کے خلق عظیم اور علم و متانت کے شایان نہ ہو تو آپ فوراً اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب کیجئے۔ آپ کی عصمت و وجاہت کے سامنے شیطان مردود کا کوئی کید اور داؤ گھات نہیں چل سکے گا۔ کیونکہ خداوند قدیر و قدوس جو ہر پناہ چاہنے والے کی بات سننے والا اور ہر حالت کا جاننے والا ہے اس نے آپ کی صیانت و حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔

متقین کی شان

یہاں ان آیات میں پہلے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا خطاب فرمایا گیا گو مقصود صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو تعلیم دینا نہیں ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آپ کے امتیوں کو بھی یہی حکمت سکھانا ہے۔ آگے عام متقین یعنی خدا ترس پرہیز گاروں کا حال بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ عام متقین کے حق میں یہ محال نہیں کہ شیطان لعین کا گزر ان کی طرف ہو اور کوئی چرکہ لگ جائے مگر متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغواء سے کسی لمبی غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدائے قدوس کو یاد کر کے وہ چونک پڑے۔ ذرا سی ٹھوکر لگی اور فوراً سنبھل گئے اور سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں۔ غفلت کا پردہ اٹھ گیا اور نیکی و بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد نازیبا کام سے رک گئے۔ یہ تو متقین کے متعلق فرمایا گیا باقی غیر متقین یعنی جن کے دل میں خداوند تعالیٰ کا ڈر اور خوف نہ ہو اور جنہیں شیطان کی برادری کہنا چاہئے ان کا حال یہ بتلایا گیا کہ شیاطین ہمیشہ انہیں گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں۔ ادھر یہ لوگ ان شیاطین کی اقتدا اور پیروی میں کوتاہی نہیں کرتے اور اس طرح ان شیاطین کے غرور اور سرکشی کو اور زیادہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ بہر حال متقی کی یہ شان ہے کہ جب شیطان دق کرے فوراً خدا سے پناہ مانگے دیر نہ کرے ورنہ غفلت میں جو ڈوبا تو پھر رجوع الی اللہ کی توفیق بھی نہ رہے گی۔

داعیٔ دین کے اخلاق

لوگ دو قسم کے ہیں ایک محسن یعنی اچھے کام کرنے والے دوسرے بدکار ظالم۔ یہاں پہلی آیت نے دونوں طبقوں کے ساتھ اخلاق کریمانہ برتنے کی یہ ہدایت دی کہ نیک کام کرنے والوں سے ان کی ظاہری نیکی کو قبول کر لو۔ زیادہ تفتیش اور تجسس میں نہ پڑو اور نیکی کے بہت ہی اعلیٰ معیار کا ان سے مطالبہ نہ کرو بلکہ وہ جتنا آسانی سے کر سکیں اس کو کافی سمجھو اور بدکاروں کے معاملہ میں یہ ہدایت دی کہ ان کو نیک کام سکھلاؤ اور نیکی کا راستہ بتلاؤ اگر وہ اس کو قبول نہ کریں اور اپنی گمراہی اور غلطی پر جمے رہیں اور جاہلانہ گفتگو سے پیش آئیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائیں اور ان کی جاہلانہ گفتگو کا جواب نہ دیں اس طرز سے یہ امید ہے کہ ان کو کسی وقت ہوش آجائے اور اپنی غلطی سے باز آجائیں۔ (معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ)

سوال

یہاں آیت **واما ینزغنک من الشیطٰن نزغ فاستعذ باللہ انہ سمیع علیم** (اور اگر آپ کو کوئی وسوسہ شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے۔ بلا شبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے) سے متعلق ایک اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ آیت میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقینی معصوم تھے پھر وسوسہ شیطانی کا اندیشہ اور اس کو دور کرنے کے لئے اللہ کی پناہ چاہنا کیا معنی رکھتا ہے؟

جواب

اس کے علماء نے کئی جواب لکھے ہیں۔ ایک جواب تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام چھوٹے بڑے گناہوں سے معصوم ہیں اور شیطان کی مجال نہیں کہ ان حضرات پر اپنا کوئی داؤ چلا سکے اور اس آیت کا مضمون عصمت نبوی کے منافی

نہیں اس لئے کہ اوپر کی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم اور درگزر کرنے کا حکم ہوا تھا اب اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ اگر کسی وقت جاہلوں کی جہالت پر آپ کو بتقاضائے بشریت غصہ وغیرہ آ جائے اور حکم سابق کے خلاف کوئی خیال آپ کے دل میں گزرے تو فوراً اللہ پاک سے پناہ مانگئے اور اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھئے اور ظاہر ہے کہ ایسا خیال شان عصمت کے ذرہ برابر منافی نہیں۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دوسرا بہترین جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام یقیناً معصوم ہوتے ہیں مگر نبی کے معصوم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان ان سے گناہ نہیں کرا سکتا۔ یہ مطلب نہیں کہ گناہ کی رائے بھی نہیں دے سکتا۔ آخر اگر کوئی کافر کسی نبی کے روبرو کفر بکنے لگے تو اس سے نبی کی نبوت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ یہی حال شیطانی وسوسہ کا سمجھنا چاہئے شیطانی وسوسہ کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ شیطان کوئی رائے سامنے پیش کرے تو کسی گناہ کی رائے اور تجویز کا پیغمبر کے سامنے پیش ہونا خواہ وہ انسان کی طرف سے ہو یا شیطان کی طرف سے جب کہ اس کا کچھ اثر نہ ہو تو یہ کسی درجہ میں بھی شان نبوت کیلئے مخل نہیں اور قرآن مجید تو ہر بری تحریک کو شیطان ہی کی طرف منسوب کرتا ہے۔ پس شیطان کی وسوسہ اندازی انبیاء کرام کے عصمت کے خلاف نہیں۔ (بیان القرآن وکمالین)

دعا کیجئے

یَااَللّٰہُ ہم سے جب کوئی غلطی سرزد ہو جائے اس پر ہم کو تنبیہ نصیب ہو اور ہم اس غلطی سے توبہ کرلیں اور اس سے باز آ جائیں۔

یَااَللّٰہُ اپنے ذکر وفکر کی دائمی توفیق ہم کو نصیب ہو اور ہر حال میں آپ کی طرف متوجہ ہونا نصیب ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ۚ قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ

وَاِذَا	لَمْ تَاْتِهِمْ	بِاٰيَةٍ	قَالُوْا	لَوْلَا	اجْتَبَيْتَهَا	قُلْ	اِنَّمَا	اَتَّبِعُ	مَا يُوْحٰى	اِلَيَّ	مِنْ	رَّبِّيْ
اور جب	تم نہ لاؤ انکے پاس	کوئی آیت	کہتے ہیں	کیوں نہیں	اسے گھڑ لیا	کہہ دیں	صرف	میں پیروی کرتا ہوں	جو وحی کی جاتی ہے	میری طرف	سے	میرا رب

اور جب آپ کوئی معجزہ انکے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں کر نہ لائے آپ فرما دیجئے کہ میں اسکا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف

هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ

هٰذَا	بَصَآئِرُ	مِنْ	رَّبِّكُمْ	وَهُدًى	وَّرَحْمَةٌ	لِّقَوْمٍ	يُّؤْمِنُوْنَ	وَاِذَا	قُرِئَ	الْقُرْاٰنُ
یہ	سوجھ کی باتیں	سے	تمہارا رب	اور ہدایت	اور رحمت	لوگوں کیلئے	ایمان رکھتے ہیں	اور جب	پڑھا جائے	قرآن

سے حکم بھیجا گیا ہے یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ اور جب قرآن پڑھا جایا کرے

فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

فَاسْتَمِعُوْا	لَهٗ	وَاَنْصِتُوْا	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ
تو سنو	اسکو	اور چپ رہو	تاکہ تم پر	رحم کیا جائے

تو اسکی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔

مشرکین کی فتنہ انگیزیاں

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ متقی اور خدا سے ڈرنے والے ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ انہیں کوئی شیطانی خیال آتا ہے تو وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اس پر ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور تنبہ ہو جاتا ہے اور جو شیاطین کے بھائی بنے ہوئے ہیں تو وہ برابر گمراہی میں چلے جاتے ہیں اور اپنی سرکشی اور گناہ پر اصرار کرتے رہتے ہیں اور شیاطین ان کو گمراہی میں اور بڑھاتے ہیں مراد اس سے کفار اور مشرکین ہیں۔ انہی مشرکین میں سے کچھ ایسے بھی شریر تھے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتے تھے اور اپنی کج بحثی سے طرح طرح کے معجزات طلب کرنے لگتے تھے اور جب ان کی خواہش اور فرمائش کے مطابق معجزے ظاہر نہیں ہوتے تھے تو کہتے کہ آپ نے اپنی طرف سے یہ معجزہ کیوں ظاہر نہیں کر دیا۔

فتنہ انگیز بدباطنوں کو جواب

ایسے بدباطن لوگوں کو ان آیات میں جواب دیا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جواب تعلیم فرمایا گیا وہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ نبی کا یہ منصب اور کام نہیں کہ اپنی طرف سے خدا پر افتراء کرے یا لوگوں کے کہنے سننے پر اقدام کر کے خدا سے وہ چیزیں مانگے جس کا دینا اس کی حکمت کے منافی ہے۔ یا وہ چیز طلب کرے جس کی اجازت نہیں ہے نبی کا کام تو یہ ہے کہ جو کچھ خدا وحی بھیجے اسے قبول کرے۔ اس پر عمل پیرا ہو اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی دعوت دے۔ باقی تم جو مجھ سے فرمائشی معجزات طلب کرتے ہو تو قرآن سے بڑھ کر کونسا معجزہ ہوگا جو سارے جہان کے لئے بصیرت افروز حقائق و مواعظ کا خزانہ اور ایمان لانے والوں کیلئے خاص قسم کی ہدایت و رحمت کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی کو تم کب ماننے کے لئے تیار ہوئے جو فرمائشی معجزات کو تسلیم کر لو گے۔

عظمت قرآن

یہاں قرآن کو بصائر و ہدایت و رحمت فرمایا گیا اس لئے اس کی تعظیم و احترام تعمیل احکام متوجہ ہو کر ادب کے ساتھ خاموشی سے سننے

کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا کہ جب قرآن ایسی دولت بے بہا اور علم و ہدایت کی کان ہے تو اس کی قراءت کا حق سامعین پر یہ ہے کہ پوری فکر و توجہ سے ادھر کان لگائیں اور اس کی ہدایات کو قبول کرنے والے دل سے سنیں اور ہر قسم کی بات چیت' شور و شغب چھوڑ کر ادب کے ساتھ خاموش رہیں تا کہ خدا کی رحمت اور مہربانی کے مستحق ہوں۔ اگر کافر اس طرح قرآن سنے تو کیا بعید ہے کہ خدا کی رحمت سے مشرف بایمان ہو جائے اور پہلے سے مسلمان ہے تو اجر و ثواب میں اور زیادہ نواز اجائے۔

مقتدی امام کے پیچھے قراءت نہ کرے

اس آیت سے کہ جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو۔ علماء احناف نے یہ بات بھی مستنبط کی ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو جہری نمازوں میں خاموش رہنا چاہئے اور اسی بناء پر سورۃ فاتحہ مقتدی کو نماز میں پڑھنے سے حنفیہ نے منع کیا ہے جہری نمازوں میں تو مقتدی کا خاموش رہنا اس آیت سے ظاہر ہی ہے مگر سری نمازوں میں حنفیہ اس آیت کے ساتھ ایک حدیث کا حکم بھی سامنے رکھتے ہیں جس میں ارشاد فرمایا ہے کہ جو نمازی امام کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا ہی اس کا پڑھنا شمار ہوگا۔

مسجد میں تلاوت کرنے کے آداب

فقہاء نے مسجد میں ذکر جہر کرنے اور ایسی آواز سے تلاوت قرآن کرنے کو ناجائز اور ممنوع لکھا ہے کہ جس سے لوگوں کی نماز اور ذکر اللہ میں حرج اور خلل واقع ہوتا ہو۔ ہاں اگر مسجد میں کوئی نماز یا تسبیح و ذکر وغیرہ میں مشغول نہ ہو تو پھر بعض فقہاء نے اجازت دی ہے۔ اسی طرح قرآن خوانی کو مجمع میں بلند آواز سے ناجائز اور ممنوع لکھا ہے خواہ وہ مسجد میں ہو یا کسی اور جگہ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اس قرآنی حکم

وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ

کے خلاف ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ ہمیں قرآن پاک کی صحیح عظمت و وقعت اور ادب و احترام نصیب فرما اور اس کے علم کے ساتھ اس کے اتباع کی بھی دولت نصیب فرما۔

یَا اللّٰہ ہمیں اپنے کرم سے دین کی سمجھ و فہم عطا فرما دے اور ہر معاملہ میں ہمارے لئے دین سے رہنمائی حاصل کرنا آسان فرما دے اور صراط مستقیم پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

وَالْاٰصَالِ	بِالْغُدُوِّ	الْقَوْلِ	مِنَ	الْجَهْرِ	وَدُوْنَ	وَخِیْفَةً	تَضَرُّعًا	نَفْسِكَ	فِیْ	رَّبَّكَ	وَاذْكُرْ
اور شام	صبح	آواز	سے	بلند	اور بغیر	اور ڈرتے ہوئے	عاجزی سے	اپنا دل	میں	اپنا رب	اور یاد کرو

اور اے مخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

عِبَادَتِهٖ	عَنْ	لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ	رَبِّكَ	عِنْدَ	الَّذِیْنَ	اِنَّ	الْغٰفِلِیْنَ	مِنَ	وَلَا تَكُنْ
اسکی عبادت	سے	تکبر نہیں کرتے	تیرا رب	نزدیک	جو لوگ	بیشک	بے خبر (جمع)	سے	اور نہ ہو

اور اہل غفلت میں شمار مت ہونا۔یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اسکی عبادت سے تکبر نہیں کرتے

وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة

	یَسْجُدُوْنَ	وَلَهٗ	وَیُسَبِّحُوْنَهٗ
	سجدہ کرتے ہیں	اور اسی کو	اور اسکی تسبیح کرتے ہیں

اور اس کی پاکی بیان کرتے اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

ذکر اللہ کی اہمیت اور اس کے آداب

یہ سورۂ اعراف کی خاتمہ کی آیات ہیں۔گذشتہ آیات میں قرآن کریم کو بصائر ہدایت و رحمت بتلا کر اس کی تعظیم واحترام اور تعمیل احکام کے لئے متوجہ ہو کر سننا اور اس وقت خاموش رہنا بیان فرمایا گیا تھا جو یادالٰہی کی ایک خاص شکل اور تعمیل حکم کی ایک خاص صورت تھی۔اب عمومی ذکر اللہ کا حکم دیا جاتا ہے اور اس کے بعض آداب بیان فرمائے جاتے ہیں۔

اور ذکر عام ہے خواہ دل سے ہو یا زبان سے یا اعضائے جسمانی سے۔خواہ تلاوت قرآن کی شکل میں ہو یا نماز و دعاء وغیرہ کی صورت میں۔یہ تمام ذکر الٰہی کی صورتیں ہیں۔اس جگہ ذکر اللہ کے چھ آداب تلقین فرمائے جارہے ہیں۔

اول یہ کہ دل میں یادالٰہی ہو یعنی ذکر اللہ کی اصلی روح یہ ہے کہ جو زبان سے کہے دل سے اس کی طرف دھیان رکھے تاکہ زبان اور دل دونوں خدا کی یاد میں مشغول ہوں۔

دوسرا ادب یہ کہ عجز و نیاز کے ساتھ یادالٰہی ہو۔

تیسرے یہ کہ خوف کی حالت میں ہو یعنی کبھی اپنی عبادت کے ناقص ہونے کا اندیشہ لگا ہو۔کبھی اللہ کی بے نیازی کا خوف ہو۔

چوتھے یہ کہ چلا کر نہ ہو کہ عظمت اور جلال خداوندی سے آواز کا پست ہونا قدرتی بات ہے۔اس لئے آہستہ ہو بلند آواز سے نہ ہو۔

پانچواں یہ کہ صبح و شام یادالٰہی کا خاص اہتمام ہو چونکہ یہ دونوں وقت شب و روز کے تبادلہ کے وقت ہیں اور رات دن کے انقلاب سے انسان کی جسمانی و روحانی حالت میں بھی خاص انقلاب پیدا ہوتا ہے لہٰذا اس وقت ذکر الٰہی زیادہ ضروری ہے۔فرشتوں کی توجہ بھی خاص طور پر اس وقت بندوں کی طرف ہوتی ہے۔چھٹے یہ کہ یادالٰہی فقط صبح و شام یا مخصوص اوقات ہی میں نہ ہو بلکہ ہر وقت ہو اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے ہمہ وقت اللہ کی طرف سے توجہ نہ ہٹنی چاہئے۔

آگے ہمہ وقت ذکر الٰہی کرنے کی ترغیب کے لئے یہ بتلایا جاتا ہے کہ یہ حکم تمہارے ہی لئے فقط نہیں ہے بلکہ مقرب فرشتوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ بھی اللہ کی بندگی اور عبادت میں ہمہ وقت لگے رہتے ہیں تو جب مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے عار نہیں تو انسان کو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اس کے ذکر و فکر اور عبادت و سجود سے غافل نہ رہے۔

سورۂ اعراف کی آخری نصیحت

تو گویا یہ آخری نصیحت اور حکم ہے جو سورۃ کے ختم پر فرمائی گئی ہے اور اس کی غرض یہ بیان کی گئی کہ تمہارا حال کہیں غافلوں کی طرح نہ ہو جائے۔اگر غور کیا جائے تو یہ صاف سمجھ میں آجائے کہ اس دنیا میں انسانوں سے جو گمراہی، فتنہ فساد اور بدکاری و بدعملی ظاہر ہوتی ہے اس

کا واحد سبب غفلت ہے۔ انسان غافل ہو کر یہ بھول جاتا ہے کہ اللہ رب العزت اس کا خالق اور رازق ہے وہ اللہ کا بندہ ہے اور دنیا میں اس کو امتحان اور آزمائش کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اور دنیا کی زندگی میں اس کا ایک ایک قول وفعل ضبط کر کے محفوظ کیا جا رہا ہے۔ جس کا حساب کتاب روز قیامت اس کو اپنے رب کے پاس حاضر ہو کر دینا ہے اور اس کی جزا وسزا ملنی ہے جس کا نتیجہ جنت یا جہنم ہونا ہے۔

غفلت تکبر ہے اور تکبر ہلاکت ہے

پروردگار سے غفلت ایک قسم کا تکبر اور ایک نوع کی نخوت ہے اور یہ تکبر اور نخوت اس درجہ بری چیز ہے کہ جس سے طالبان قرب خداوندی غایت درجہ اجتناب اور احتراز کرتے ہیں اور شیطان لعین بھی جو اپنے تکبر کے سبب راندہ درگاہ ہوا وہ بھی اس کی برائی کو یاد کر کے اب بھی افسوس کرتا ہے صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی آدم کا بیٹا کوئی آیت سجدہ پڑھتا ہے اور پھر سجدہ تلاوت کرتا ہے تو شیطان اسے دیکھ کر روتا ہوا بھاگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے افسوس انسان کو سجدہ کرنے کا حکم ملا اور اس نے تعمیل کر لی تو اس کا ٹھکانہ جنت ہوا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا میں نے نافرمانی کی اور تکبر برتا تو میرا ٹھکانہ جہنم ہوا۔

سجدہ کے خصوصی ذکر کی وجہ

یہاں خاتمہ کی آیت میں عبادت نماز میں سے جو تمام عبادات میں اعلیٰ درجہ رکھتی ہے صرف سجدہ کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ اس لئے کہ تمام ارکان نماز میں سجدہ کو خاص فضیلت حاصل ہے اور قرب خداوندی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ایک صاحب نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو ایک مشہور صحابی ہیں کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلایئے جس سے میں جنت میں جا سکوں؟ حضرت ثوبانؓ خاموش رہے۔ ان صاحب نے پھر سوال کیا پھر بھی خاموش رہے۔ جب تیسری مرتبہ سوال کو دہرایا تو حضرت ثوبانؓ نے کہا کہ میں نے ایک مرتبہ یہی سوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ آپ نے مجھے یہ وصیت فرمائی کہ کثرت سے سجدے کیا کرو کیونکہ جب تم ایک سجدہ کرتے ہو تو اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تمہارا ایک درجہ بڑھا دیتے ہیں اور ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ یہ صاحب جنہوں نے سوال کیا تھا کہتے ہیں کہ حضرت ثوبانؓ کے بعد میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا (یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور صحابی ہیں) تو ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

اس حدیث کے متعلق محدثین نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک حدیث میں کثرت سجود سے مراد یہ ہے کہ کثرت سے نوافل پڑھا کریں کہ جتنی نفلیں زیادہ ہوں گی سجدے بھی زیادہ ہوں گے۔

آیت سجدہ

اس سورۂ اعراف کی یہ آخری آیت' آیت سجدہ ہے یعنی اس آیت کو پڑھنے یا سننے کے بعد سجدہ کرنا امام اعظمؒ کے نزدیک واجب ہو جاتا ہے۔ یہ قرآن پاک میں پہلا سجدہ ہے۔ اسی طرح ۱۳ مقامات اور ہیں جہاں آیات سجدہ آئی ہیں۔ اس طرح تمام قرآن پاک میں ۱۴ سجدہ تلاوت ہیں۔

سجدۂ تلاوت کے مسائل

سجدہ کی آیت کو جو شخص پڑھے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور جو سنے اس پر بھی واجب ہو جاتا ہے۔ سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ کرے اور سجدہ میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہے پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالے۔

جو چیزیں نماز کے لئے شرط ہیں وہ سجدہ تلاوت کے لئے بھی شرط ہیں یعنی وضو کا ہونا' جگہ کا پاک ہونا' بدن اور کپڑے کا پاک ہونا' قبلہ کی طرف سجدہ کرنا وغیرہ

ایک مجلس میں ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی آیت کو کئی بار دہرا کر پڑھے تو ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

اگر نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور نماز ہی میں سجدہ نہ کیا تو اب نماز کے بعد سجدہ کرنے سے ادا نہ ہوگا۔ سوائے توبہ واستغفار کے اور کوئی صورت معافی کی نہیں۔ نماز میں سجدہ کی آیت پڑھ کر اگر فوراً رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں یہ نیت دل میں کر لے کہ میں سجدۂ تلاوت کی طرف سے بھی یہ رکوع کرتا ہوں تب بھی سجدہ تلاوت ادا ہو گیا۔

اگر کسی کے ذمہ بہت سے تلاوت کے سجدے باقی ہوں اب تک ادا نہ کئے ہوں تو اب ادا کر لے۔ عمر بھر میں کبھی نہ کبھی ادا کر لینے چاہئیں ورنہ گنہگار رہے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ خَمْسٌ وَسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَعَشْرُ رُكُوْعَاتٍ

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ	يَسْئَلُوْنَكَ	عَنِ	الْاَنْفَالِ	
یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں	آپ سے پوچھتے ہیں	سے (بارے میں)	غنیمت	

زمانہ نزول، تعداد آیات ورکوعات وغیرہ اور موضوع

بحساب موجودہ ترتیب یہ قرآن پاک کی آٹھویں سورۃ ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۹۵ لکھا ہے یعنی اس سورۃ انفال سے پہلے ۹۴ سورتیں نازل ہو چکی تھیں اور ۱۹ سورتیں اس کے بعد نازل ہونا بیان کی گئی ہیں۔ اس سورۃ میں دس رکوع ۷۵ آیات ۱۲۵۳ کلمات اور ۵۵۲۲ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ مدنی سورۃ ہے اور ۲ھ میں جنگ بدر کے بعد مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سورۃ کے پہلے ہی جملہ میں انفال کا لفظ آیا ہے۔ اسی لفظ کو اس سورۃ کے نام کے لئے مقرر کر لیا گیا۔ انفال جمع ہے نفل کی جس کے لفظی معنی زیادتی کے ہیں مگر شرعی اصطلاح میں اس سے مراد وہ مال ہوتا ہے جو جنگ کے بعد دشمن سے حاصل ہو جس کو مال غنیمت بھی کہتے ہیں۔ اس سورۃ میں اسلام اور کفر کی سب سے پہلی معرکۃ الآرا جنگ یعنی غزوۂ بدر پر مستقل تبصرہ کیا گیا ہے اور اس کا اخلاقی مقصد کو بتایا گیا ہے جو حق و باطل کے اس معرکہ کا تھا اور ہونا چاہئے۔ اہل ایمان کو خطاب کر کے متعدد احکام دیئے گئے پھر کفار اور مشرکین کو نہایت سبق آموز انداز میں تنبیہ کی گئی اور مال غنیمت سے متعلق احکام بتائے گئے ہیں۔ جنگ وصلح کے کچھ اسلامی قوانین بیان کئے گئے ہیں۔ اور اسلامی مملکت کے دستوری قانون کی بعض دفعات بیان کی گئی ہیں۔

شان نزول: غزوۂ بدر

اس سورۃ میں چونکہ عموماً اسی عظیم الشان معرکہ بدر کے اجزاء و متعلقات کا بیان ہوا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جنگ بدر اور اس سے تعلق رکھنے والے حالات کو مختصراً یہاں بیان کر دیا جائے تا کہ اس سورۃ کا تاریخی پس منظر بھی واضح ہو جائے۔

مسلمانوں کی مظلومیت اور صبر وتحمل اور قتال کی اجازت

مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں مشرکین نے جو دردناک اور ہوشربا مظالم مٹھی بھر مسلمانوں پر روا رکھے اور مظلوم مسلمانوں نے جس صبر واستقلال اور جس استقامت وللہیت سے مسلسل تیرہ برس تک ان ہولناک مصائب کا تحمل کیا وہ دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ صبر وتحمل کے امتحان کی آخری حد یہ تھی کہ مسلمان مقدس وطن عزیز واقارب اہل و عیال مال ودولت سب چیزوں کو خیرباد کہہ کر خالص خدا اور رسول کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے لئے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ ہجرت کے لئے نکل پڑے۔ جب مشرکین کا ظلم وتکبر اور مسلمانوں کی مظلومیت اور بے کسی حد سے گزر گئی۔ تب ان مظلوموں کو جو کہ مکہ چھوڑنے پر بھی امن حاصل نہ کر سکے تھے ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دی گئی۔

قریش کے تجارتی قافلہ پر حملہ کا پروگرام

۲ھ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ایک بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں قریش مکہ کا شام کو روانہ ہوا ہے ابوسفیان کا یہ تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تقریباً ۶۰ قریشی ایک ہزار اونٹ اور ۵۰ ہزار دینار کا مال تھا جب شام سے مکہ کو واپس ہوا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی۔ صحیح مسلم کی ایک روایت کے موافق آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ آیا اس جماعت سے تعرض کیا جائے؟ چنانچہ مشورہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین سو سے کچھ زائد صحابہ کی جمعیت لے کر قافلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ چونکہ کسی بڑے مسلح لشکر سے مڈبھیڑ ہونے کی توقع نہ تھی اس لئے جمعیت اور سامان اسلحہ وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا فی الوقت جو صحابہ کرام اکٹھے ہو گئے سرسری سامان کے ساتھ روانہ ہوئے۔

باقاعدہ جنگ کی صورتحال کا سامنا

اتفاقاً باقاعدہ جنگ کی صورت اللہ نے پیدا فرما دی اور صورت اس کی یہ ہوئی کہ ابوسفیان سردار قافلہ کو حالات کی بناء پر خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں مسلمانوں کا کوئی طاقتور دستہ اس پر حملہ نہ کر دے اس لئے سردار قافلہ ابوسفیان نے مدینہ سے گزرنے والے مکہ کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا اور ایک آدمی کو مکہ کی طرف دوڑا دیا کہ وہاں

سے مدد لے آئے۔ اس شخص نے مکہ پہنچتے ہی شور مچانا شروع کر دیا کہ اے قریش اپنے قافلہ تجارت کی خبر لو۔ تمہارے مال جو ابوسفیان کے ساتھ ہیں خطرہ میں ہیں۔ مجھے امید نہیں کہ تم انہیں پا سکو گے۔ تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا جس میں ۶۰۰ زرہ پوش اور ۱۰۰ اسواروں کا دستہ بھی شامل تھا۔ اور ان کے پیش نظر صرف یہی کام نہ تھا کہ اپنے قافلہ کو بچا لائیں بلکہ وہ اس ارادہ سے نکلے تھے کہ اس آئے دن کے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں اور مدینہ میں جو مسلمانوں کی طاقت ابھی نئی نئی جمع ہونی شروع ہوئی ہے اسے کچل ڈالیں تاکہ آئندہ کے لئے یہ تجارتی راستہ بالکل محفوظ ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفراء میں تھے جب معلوم ہوا کہ ابو جہل وغیرہ بڑے بڑے سردار کفار کے ماتحت مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آ رہا ہے تو اس صورتحال کے پیش آ جانے پر آپ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں ایک طرف تجارتی قافلہ ہے اور دوسری طرف فوجی لشکر۔ خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط کرے گا۔ بتلاؤ کہ اب کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں صحابہ جنگ کی تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لئے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض کی یہ رائے ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے سے خوش نہ تھے اس لئے آپ نے اپنا سوال دہرایا۔

صحابہ کرام کی جاں نثاری

اس پر مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مقدادؓ نے نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز جوابات دیئے۔ حضرت مقداد نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ! جدھر آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ جس طرف بھی آپ جائیں ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ چلئے ہم آپ کے ساتھ جائیں لڑائیں گے۔ مگر لشکر سے مقابلہ اور لڑائی کے فیصلہ کے لئے انصار کی رائے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرنا چاہی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ اس پر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور انہوں نے عرض کیا شاید حضور کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ فرمایا ہاں اس پر حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور اس امر کی گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت و جاں نثاری کے بارہ میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں یا رسول اللہ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرما دی۔ جو منشاء مبارک ہو اس پر چلئے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے اموال میں سے آپ جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا وہ حصہ جو آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو گا کہ جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ اور آپ ہم کو جو حکم دیں گے ہم اس کے تابع ہیں۔ آپ ہم کو جہاں جانے کا حکم دیں گے ہم ضرور بالضرور آپ کے ساتھ جائیں گے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم میں کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ بالتحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور سچے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلئے (زرقانی ج ا ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰ جلد دوم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے یہ جان نثارانہ جواب سن کر نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابو جہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔

قریشیوں کے اپنے سے تین گناہ زیادہ طاقتور لشکر سے جنگ کرنے کا فیصلہ

ان تقریروں کے بعد فیصلہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرما

28

سے مدد لے آئے۔اس شخص نے مکہ پہنچتے ہی شور مچانا شروع کر دیا کہ اے قریش اپنے قافلہ تجارت کی خبر لو۔تمہارے مال جو ابوسفیان کے ساتھ ہیں خطرہ میں ہیں۔ مجھے امید نہیں کہ تم انہیں پا سکو گے۔ تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے پورے ساز و سامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا جس میں ۶۰۰ ذرہ پوش اور ۱۰۰ اسواروں کا دستہ بھی شامل تھا۔ اور ان کے پیش نظر صرف یہی کام نہ تھا کہ اپنے قافلہ کو بچالائیں بلکہ وہ اس ارادہ سے نکلے تھے کہ اس آئے دن کے خطرہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں اور مدینہ میں جو مسلمانوں کی طاقت ابھی نئی نئی جمع ہونی شروع ہوئی ہے اسے کچل ڈالیں تا کہ آئندہ کے لئے یہ تجارتی راستہ بالکل محفوظ ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفراء میں تھے جب معلوم ہوا کہ ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے سردار کفار کے ماتحت مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آ رہا ہے تو اس صورتحال کے پیش آ جانے پر آپ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں ایک طرف تجارتی قافلہ ہے اور دوسری طرف فوجی لشکر۔ خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط کرے گا۔ بتلاؤ کہ اب کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں صحابہ جنگ کی تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لئے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض کی یہ رائے ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رائے سے خوش نہ تھے اس لئے آپ نے اپنا سوال دہرایا۔

صحابہ کرام کی جاں نثاری

اس پر مہاجرین میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مقدادؓ نے نہایت پرجوش اور ولولہ انگیز جوابات دیئے۔ حضرت مقداد نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہ! جدھر آپ کا رب آپ کو حکم دے رہا ہے اسی طرف چلئے ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ جس طرف بھی آپ جائیں ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہنے والے نہیں ہیں کہ جاؤ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔ نہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ چلئے ہم آپ کے ساتھ جائیں لڑائیں گے۔ مگر لشکر سے مقابلہ اور لڑائی کے فیصلہ کے لئے انصار کی رائے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرنا چاہی۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا سوال دہرایا۔ اس پر انصار میں سے حضرت سعد بن معاذؓ اٹھے اور انہوں نے عرض کیا شاید حضور کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ فرمایا ہاں اس پر حضرت سعدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کی تصدیق کی ہے اور اس امر کی گواہی دی ہے کہ آپ جو کچھ لائے ہیں وہی حق ہے اور اطاعت و جاں نثاری کے بارہ میں ہم آپ کو پختہ عہد و میثاق دے چکے ہیں یا رسول اللہ آپ مدینہ سے کسی اور ارادہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرما دی۔ جو منشاء مبارک ہو اس پر چلئے اور جس سے چاہیں تعلقات قائم فرمائیں اور جس سے چاہیں تعلق قطع کریں اور جس سے چاہیں دشمنی کریں۔ ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے اموال میں سے آپ جس قدر چاہیں لیں اور جس قدر چاہیں ہم کو عطا فرمائیں اور مال کا وہ حصہ جو آپ لیں گے وہ اس حصہ سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہو گا کہ جو آپ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ اور آپ ہم کو جو حکم دیں گے ہم اس کے تابع ہیں۔ آپ ہم کو جہاں جانے کا حکم دیں گے ہم ضرور بالضرور آپ کے ساتھ جائیں گے۔ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر آپ ہم کو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں گے تو ہم میں کوئی ایک شخص بھی پیچھے نہیں رہے گا۔ ہم دشمنوں سے مقابلہ کرنے کو مکروہ نہیں سمجھتے۔ بالتحقیق ہم لڑائی کے وقت بڑے صابر اور سچے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے آپ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی پس اللہ کے نام پر ہم کو لے کر چلئے (زرقانی ج ا ماخوذ از سیرۃ المصطفیٰ جلد دوم)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے یہ جان نثارانہ جواب سن کر نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا اللہ کے نام پر چلو اور تم کو بشارت ہو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ ابوجہل یا ابوسفیان کی دو جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت پر ضرور فتح و نصرت عطا کروں گا۔

قریشیوں کے اپنے سے تین گناہ زیادہ طاقتور لشکر سے جنگ کرنے کا فیصلہ

ان تقریروں کے بعد فیصلہ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرما

دیا کہ تجارتی قافلہ کے بجائے لشکر قریش ہی کے مقابلہ پر چلنا چاہئے لیکن یہ فیصلہ کوئی معمولی فیصلہ نہ تھا۔ایک طرف صرف تین سو سے کچھ زائد افراد جن میں صرف دو گھوڑے تھے اور ۷۰ اونٹ سے زیادہ نہ تھے جن پر تین تین چار چار اصحاب باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ سامان جنگ بھی بالکل ناکافی تھا۔صرف ۶۰ حضرات کے پاس زرہیں تھیں۔ دوسری طرف کفار کے قریب ایک ہزار لشکری تھے جن میں ۱۰۰ سوار ۶۰۰ زرہ پوش اور سب سامان جنگ سے لیس تھے۔مگر مومنین صادقین سمجھ چکے تھے کہ یہ وقت جان کی بازی لگانے ہی کا ہے اس لئے اللہ کے بھروسہ پر وہ نکل کھڑے ہوئے اور سیدھی وہ راہ لی جدھر سے قریش کا لشکر آ رہا تھا۔

مقام بدر پر حق و باطل کا آمنا سامنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا

ماہ رمضان المبارک کی سترہ تاریخ ہے اور جمعہ کا روز ہے ایک طرف سے حق کی جماعت اور دوسری طرف سے باطل کی جماعت میدان کارزار بدر کے مقام پر جو مدینہ سے قریب ۸۰ میل کے فاصلہ پر ہے ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش کی عظیم الشان جماعت کو پورے ساز و سامان کے ساتھ میدان کارزار کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو خداوند قدوس جل وعلا کے آگے دعاء کے لئے ہاتھ اٹھائے اور انتہائی تضرع سے عرض کیا کہ اے اللہ یہ قریش کا گروہ ہے جو تکبر اور غرور کے ساتھ مقابلہ کے لئے آیا ہے۔ تیری مخالفت کرتا ہے اور تیرے بھیجے ہوئے رسول کو جھٹلاتا ہے اے اللہ اپنی فتح و نصرت نازل فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا اور اے اللہ ان کو ہلاک کر۔

مدد الٰہی کا آغاز

میدان بدر میں کفار قریش پہلے پہنچ کر ایسی جگہ پر قابض ہو چکے تھے جو جنگی محاذ کے لئے بہتر تھی۔ پانی کے مواقع بھی سب انہی کی طرف تھے۔مسلمانوں کے حصہ میں ایسی ریتلی زمین آئی کہ اس میں چلنا دشوار ہونے کے علاوہ پانی بالکل نہ تھا۔لیکن خداوند عالم فتح و نصرت کا وعدہ فرما چکا تھا۔ اسی وقت بارش شروع ہوئی جس سے زمین کی ریت جم گئی۔ تمام اسلامی لشکر نے سیراب ہو کر پانی پیا اور اپنے سب برتن بھر لئے۔ ادھر کفار کی جانب اسی بارش نے زمین پر اس قدر کیچڑ پیدا کر دی کہ چلنا مشکل ہو گیا۔

صف آرائی اور بہادروں کی مبارزت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر اسلام کو مرتب فرمایا اور صف آرائی فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے حضرت سعد بن معاذؓ کی رائے سے ٹیلہ پر ایک چھپر جھونپڑی نما کھجور کی شاخوں کا بنایا گیا کہ جہاں کھڑے ہو کر تمام میدان کارزار نظر آتا تھا۔ الغرض جب صفیں درست ہو گئیں تو پہلے کفار قریش کے تین بہادر نکلے۔ مسلمانوں میں سے حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور عبیدہؓ بن حارث نے ان کا مقابلہ کیا۔ تینوں کافر قتل ہوئے۔

حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی شہادت

مسلمانوں میں سے حضرت عبیدہؓ زخمی ہوئے۔ حضرت علیؓ نے ان کو کندھے پر اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا۔ آپ نے اپنے پائے مبارک سے تکیہ لگا کر ان کو لٹایا اور ان کے چہرہ کا غبار خود دست مبارک سے صاف فرمایا۔ حضرت عبیدہؓ نے دم توڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تم شہید ہوا اور میں اس پر گواہ ہوں۔ جب حضرت عبیدہؓ کی وفات ہو گئی تو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر میں اترے اور اپنے دست مبارک سے دفن کیا۔ یہ امتیازی فضیلت تمام صحابہ میں صرف حضرت عبیدہؓ کا حصہ تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

گھمسان کی جنگ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت

غرض گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی اور میدان کارزار گرم ہو گیا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر خشوع و خضوع کی ایک خاص کیفیت طاری تھی۔ بارگاہ خداوندی میں کبھی سربسجود تضرع فرماتے کبھی سائلانہ ہاتھ پھیلا پھیلا کر فتح و نصرت کی دعاء مانگتے۔ آپ کی محویت کا یہ عالم تھا کہ آپ کی چادر دوش مبارک سے گر گر پڑتی تھی۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ اے اللہ اگر مسلمانوں کی یہ جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر زمین میں تیری پرستش نہ ہوگی۔ دیر تک آپ یہی دعاء فرماتے رہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے چادر اٹھا کر آپ کے دوش مبارک پر ڈالی اور پیچھے سے آ کر آپ کی کمر سے چمٹ گئے اور عرض

کیا یا رسول اللہ بس کافی ہے۔ بالتحقیق آپ نے اللہ کے حضور میں بہت الحاح وزاری کی۔ وہ اپنے وعدہ کو ضرور پورا فرمائے گا۔

مدد الٰہی کا نزول اور کفار کی شکست

الغرض ظاہر اسباب میں صحابہ کی تھوڑی سی جماعت تھی مگر خداوند عالم نے فرشتوں کی فوج مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیج دی۔ پہلے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتے اتارے گئے۔

چونکہ اس جنگ میں کفار ومشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا تھا۔ اس لئے حق جل وعلا نے مسلمانوں کی امداد کے لئے حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل وحضرت اسرافیل کی سرکردگی میں آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا۔ جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھپر سے باہر تشریف لائے اور حضرت جبرئیل امین کے اشارہ سے ایک مشت خاک لے کر قریش کے لشکر کی طرف پھینکی اور صحابہ کو حکم دیا کہ سب یکبارگی کفار پر حملہ کرو۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس مشت خاک میں کیا تاثیر تھی کہ اس کے پھینکتے ہی کفار کا تمام لشکر سراسیمہ ہوگیا۔ کوئی کافر ومشرک لشکر میں ایسا نہ تھا کہ جس کی آنکھ، ناک اور منہ میں یہ مٹی نہ پہنچی ہو۔ کفار آنکھیں ملنے لگے اور ہر شخص پریشان تھا کہ کہاں اور کدھر جائے۔ کفار کے بڑے بڑے سردار، بہادر اور جانباز قتل اور قید ہونے لگے اور مسلمان خدا کے دشمنوں کے قتل کرنے اور گرفتار کرنے میں مشغول ہو گئے بالآخر حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عنایت فرمائی اور قریش اپنے سارے غرور وطاقت کے باوجود ان بے سروسامان فدائیوں کے ہاتھوں بری طرح شکست کھا گئے کافروں کے بڑے بڑے ۷۰ سردار مارے گئے اور ۷۰ ہی قید ہوئے مسلمانوں میں سے کل ۱۴ صحابی شہید ہوئے (۶ مہاجرین میں سے اور ۸ انصار میں سے) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ قریش کے بڑے بڑے سردار جو اسلام کے سخت مخالف تھے سب اس معرکہ میں ختم ہو گئے اور ان کا ساز وسامان غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

مال غنیمت کا مسئلہ

جب معرکہ بدر کے بعد مسلمانوں کو پہلی بار بہ حیثیت ایک جماعت کے شکست کھائے ہوئے کافروں سے مال ہاتھ آیا تو قدرۃً یہ سوال پیدا ہوا کہ یہ مال غنیمت جو دشمن سے جنگ کے بعد حاصل ہوا کس کا حق ہے اور اس کے تقسیم کی بنیاد کیا ہونی چاہئے؟ ظاہر ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرات صحابہ ہی میں تھے۔ انہی میں آپس میں یہ سوال اٹھا تھا۔ اس وقت سورۃ کی ابتدائی آیات کا نزول ہوا چنانچہ سورۃ کی ابتداء اسی جملہ سے ہوئی کہ یسئلونک عن الانفال یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ آپ سے مال غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ اس کے متعلق جو حکم حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی آیات میں آرہا ہے۔

دعا کیجئے

یَااللہ اصحاب بدر کے طفیل میں ان مسلمین کی بھی مدد فرمادے جو اس وقت دشمنان اسلام سے برسرپیکار ہیں۔

یَااللہ اس حق وباطل کے معرکہ بدر میں جس طرح حق کو آپ نے فتح وغلبہ عطا فرمایا اور باطل کو شکست اور ذلت وخواری نصیب فرمائی

یَااللہ اب بھی جہاں جہاں حق وباطل میں ٹکراؤ اور معرکہ آرائی ہو رہی ہے اپنی قدرت سے حق کی امداد و اعانت فرما اور حق کو غلبہ عطا فرما۔ اور باطل کی شکست سے ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ

قُلِ	الْاَنْفَالُ	لِلّٰهِ	وَالرَّسُوْلِ	فَاتَّقُوا	اللّٰهَ	وَاَصْلِحُوْا	ذَاتَ	بَيْنِكُمْ	وَاَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ
کہدیں	غنیمت	اللہ کیلئے	اور رسول	پس ڈرو	اللہ	اور درست کرو	اپنے تئیں	آپس میں	اور اطاعت کرو	اللہ	اور اس کا رسول

آپ فرما دیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ کی ہیں اور رسول کی ہیں سو تم اللہ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو اور اللہ کی اور اسکے رسول کی اطاعت کرو

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا

اِنْ	كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	الَّذِيْنَ	اِذَا	ذُكِرَ اللّٰهُ	وَجِلَتْ	قُلُوْبُهُمْ	وَاِذَا
اگر	تم ہو	مومن (جمع)	درحقیقت	مومن (جمع)	وہ لوگ	جب	ذکر کیا جائے اللہ	ڈر جائیں	ان کے دل	اور جب

اگر تم ایمان والے ہو۔بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو اُنکے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب

تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ② الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

تُلِيَتْ	عَلَيْهِمْ	اٰيٰتُهٗ	زَادَتْهُمْ	اِيْمَانًا	وَ	عَلٰى رَبِّهِمْ	يَتَوَكَّلُوْنَ	الَّذِيْنَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ
پڑھی جائیں	اُن پر	اُسکی آیات	وہ زیادہ کریں	ایمان	اور	وہ اپنے رب پر	بھروسہ کرتے ہیں	وہ لوگ جو	قائم کرتے ہیں	نماز

اللہ کی آیتیں انکو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں انکے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ③ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۭ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

وَمِمَّا	رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ	حَقًّا	لَهُمْ	دَرَجٰتٌ	عِنْدَ	رَبِّهِمْ
اور اس سے جو	ہم نے انہیں دیا	وہ خرچ کرتے ہیں	یہی لوگ	وہ	مومن (جمع)	سچے	انکے لئے	درجے	پاس	انکا رب

اور ہم نے انکو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کیلئے بڑے درجے ہیں انکے رب کے پاس

وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ④

وَمَغْفِرَةٌ	وَرِزْقٌ	كَرِيْمٌ
اور بخشش	اور رزق	عزت والا

اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔

شانِ نزول: ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب بدر میں گئے کافروں اور مسلمانوں کے لشکر کا مقابلہ ہوا۔ کافروں کو اللہ نے شکست فاش دی۔ مسلمانوں کے تین گروہ ہو گئے ایک گروہ نے کافروں کا تعاقب کیا اور ان کو قتل وقید کرنا شروع کر دیا دوسرا گروہ مال غنیمت جمع کرنے لگا۔ تیسرا گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گردا گرد حلقہ کئے رہا تاکہ کوئی دشمن مکر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرر نہ پہنچا سکے۔ جب رات ہوئی اور سب لوگ جمع ہوئے تو مال غنیمت کے مستحق ہونے کے باہم کچھ اختلاف ہوا۔ جنہوں نے مال غنیمت جمع کیا تھا انہوں نے کہا یہ ہم نے جمع کیا ہے اور ہمارا حق ہے۔ دشمن کا تعاقب کرنے والوں نے کہا کہ ہم نے دشمن کو شکست دی اور بھگایا یہ ہمارا حق ہے۔ تیسرے گروہ نے کہا کہ ہم نے دشمن کے فریب کے اندیشہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حلقہ میں لے لیا اور حضور کی حفاظت کی۔ اس لئے ہم حق دار ہیں۔ اس وقت ان آیات کا نزول ہوا۔

مال غنیمت اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے

چونکہ اہل اسلام کی کفار سے یہ جنگ بدر پہلی جنگ تھی اس سے پہلے دشمن سے چھینے ہوئے مال کے تقسیم کا موقع نہیں آیا تھا۔اس لئے یہاں مال غنیمت کی تقسیم کے قانون کی بابت ایک قاعدہ کلیہ بیان کیا گیا اور سب سے پہلے یہ سمجھایا گیا کہ یہ سب مال اللہ اور اس کے رسول کا ہے۔اللہ ہی کو اختیار ہے کہ تقسیم کا حکم جس طرح چاہے دے یا جو کچھ چاہے کرے اور رسولؐ ہی کی معرفت اس حکم الٰہی کا اعلان ہوگا کہ وہی اس دنیا میں اس مالک ومختار کی مرضی اور اقتدار کے نمائندہ ہیں۔ابھی مومنین کو دل وجان سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلہ کو ماننے کیلئے مستعد کیا جارہا ہے۔اور تین احکام دیئے جارہے ہیں۔

پہلا حکم فاتقوا اللّٰہ دیا یعنی اللہ سے ڈرتے رہو۔جو کام کرو فقط اللہ کی رضا کا خیال کرو اور اس کی ناراضی سے ڈرو۔

دوسرا حکم دیا واصلحوا ذات بینکم اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو۔یعنی اپنے آپس کے معاملات وتعلقات کو ایسا سنبھالو اور سنوارو کہ باہمی رشک ومسابقت کا نام ونشان نہ رہے۔

تیسرا حکم فرمایا اطیعو االلہ و رسولہ ۔اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو۔ان تینوں احکام کی اطاعت کو ایمان کا معیار بتلایا گیا اور فرمایا گیا۔ ان کنتم مؤمنین یعنی اگر تم ایمان والے ہو تو ایمان کا مقتضا اطاعت اور تقویٰ ہے تو جب تم مومن ہو تو تقویٰ کی راہ اختیار کرو اور اللہ ورسول کی مکمل اطاعت کو لازم جانو۔تو یہاں یہ سمجھایا گیا کہ ایمان کا تقاضا ہے اطاعت اور اطاعت نتیجہ ہے تقویٰ کا اور جب یہ چیزیں حاصل ہو جائیں تو آپس کے اختلافات ونزاعات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔اور اختلاف کی بجائے دلوں میں الفت ومحبت پیدا ہو جائے گی۔

ایمان والوں کی پانچ صفات

اول اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ہیبت سے قلوب کا معمور ہونا یعنی جب ان کے سامنے اللہ جل شانہٗ کا ذکر کیا جائے تو عظمت الٰہی سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔

دوسرے تلاوت قرآن اور سماع کلام الٰہی سے ایمان میں زیادتی کا ہونا۔یعنی جب ان کے سامنے اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔اور نور ایمان میں ترقی ہو جاتی ہے اور تلاوت کے انوار وبرکات سے ان کے باطن میں نور یقین زیادہ ہو جاتا ہے اور ظاہر میں طاعت اور اعمال صالحہ کی زیادتی ہو جاتی ہے۔

تیسری صفت اللہ پر توکل اور اعتماد ہونا یعنی وہ اپنے تمام اعمال واحوال میں حق تعالیٰ کی ذات واحد پر اعتماد اور بھروسہ رکھتے ہیں۔اسی سے مانگتے ہیں اسی سے مدد چاہتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توکل کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی حاجات اور ضروریات کے لئے مادی اسباب اور تدابیر کو ترک کر کے بیٹھ جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مادی اسباب وآلات کو اصل کامیابی کے لئے کافی نہ سمجھے بلکہ سمجھے کہ اسباب بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان اسباب کے ثمرات بھی وہی پیدا کرتا ہے۔

چوتھی صفت اقامت صلوٰۃ ہے یعنی وہ نماز کو قائم رکھتے ہیں اور وقت پر جملہ آداب وشرائط کے ساتھ ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔

پانچویں صفت اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بتلائی گئی یعنی ہر وہ چیز جو ان کے پاس ہے وہ اس کو اللہ کی عطا اور دین سمجھتے ہیں اور ہر موقع پر اس میں سے کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور یہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا عام ہے۔تمام صدقات، خیرات، زکوٰۃ، صدقہ فطر ودیگر واجبات شرعی کے علاوہ مہمانوں، دوستوں اور بزرگوں کی مالی خدمت وغیرہ سب اس میں شامل ہیں۔اور یہ سب کب ہی ممکن ہے جب قلب حرص، طمع اور بخل سے پاک ہو۔

یہ پانچ صفات بیان فرما کر ارشاد ہوا۔اولٓئک هم المؤمنون حقاً (ایسے ہی لوگ سچے مومن ہیں) یعنی یہ پانچ خصلتیں اور صفات ہوں تو وہی سچے مومن ہیں اور یوں کہنے کو تو ہر ایک اپنے کو مومن ہی کہتا ہے لیکن بات تو جب ہے اور کام اسی وقت بنے گا جب اپنے اخلاق و اعمال سے بھی ثابت کردے کہ میں واقعی مومن ہوں۔

سچے مومنین سے وعدہ

الغرض سچے مومن کی یہ پانچ علامات وصفات بیان فرمانے کے بعد ایسے سچے مومنین سے تین چیزوں کا وعدہ فرمایا جاتا ہے۔لهم درجت عند ربهم و مغفرة ورزق كريم یعنی ایک درجات عالیہ یعنی ایسے مومنین کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاں اونچے درجہ ہیں۔دوسرے مغفرت یعنی ان کی کوتاہیاں معاف کردی جائیں گی اور تیسرے رزق کریم یعنی عزت کی روزی عموماً مفسرین نے رزق کریم سے جنت کی نعمتیں مراد لی ہیں یعنی جنت میں ان کو کھانے پینے آرام وراحت کے سب سامان عطا کئے جائیں گے اور وہ عزت کے ساتھ اپنی آرام گاہوں پر بیٹھے بیٹھے یہ سب کچھ پائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝٥ يُجَادِلُوْنَكَ

كَمَآ	اَخْرَجَكَ	رَبُّكَ	مِنْ	بَيْتِكَ	بِالْحَقِّ	وَاِنَّ	فَرِيْقًا	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	لَكٰرِهُوْنَ	يُجَادِلُوْنَكَ
جیسا کہ	آپ کو نکالا	آپکا رب	سے	آپکا گھر	حق کے ساتھ	اور بیشک	ایک جماعت	سے (کا)	اہل ایمان	ناخوش	وہ آپ سے جھگڑتے تھے

جیسا آپ کے رب نے آپ کے گھر سے (یعنی مدینہ سے) مصلحت کے ساتھ آپکو روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اسکو گراں سمجھتی تھی۔ وہ اس مصلحت

فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝٦ وَاِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ

فِي	الْحَقِّ	بَعْدَ	مَا	تَبَيَّنَ	كَاَنَّمَا	يُسَاقُوْنَ	اِلَى	الْمَوْتِ	وَهُمْ	يَنْظُرُوْنَ	وَاِذْ	يَعِدُكُمُ	اللّٰهُ
میں	حق	بعد	جبکہ	وہ ظاہر ہو چکا	گویا کہ وہ	ہانکے جا رہے ہیں	طرف	موت	اور وہ	دیکھ رہے ہیں	اور جب	تمہیں وعدہ دیتا تھا	اللہ

میں بعد اسکے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا آپ سے اس طرح بحث کر رہے تھے کہ گویا انکو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔ اور تم لوگ اس وقت کو

اِحْدَى الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ

اِحْدَى	الطَّآئِفَتَيْنِ	اَنَّهَا	لَكُمْ	وَتَوَدُّوْنَ	اَنَّ	غَيْرَ	ذَاتِ الشَّوْكَةِ	تَكُوْنُ	لَكُمْ	وَ	يُرِيْدُ
ایک کا	دو گروہ	کہ وہ	تمہارے لئے	اور چاہتے تھے	کہ	بغیر	کانٹے والا	ہو	تمہارے لئے	اور	چاہتا تھا

یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجاوے گی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت (یعنی تجارتی قافلہ)

اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٧ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ

اللّٰهُ	اَنْ	يُّحِقَّ	الْحَقَّ	بِكَلِمٰتِهٖ	وَيَقْطَعَ	دَابِرَ	الْكٰفِرِيْنَ	لِيُحِقَّ	الْحَقَّ	وَيُبْطِلَ	الْبَاطِلَ
اللہ	کہ	ثابت کر دے	حق	اپنے کلمات سے	اور کاٹ دے	جڑ	کافر (جمع)	تاکہ حق ثابت کر دے	حق	اور باطل ثابت کر دے	باطل

تمہارے ہاتھ آجاوے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور ان کافروں کی بنیاد کو قطع کر دے۔ تاکہ حق کا حق ہونا

وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝٨

وَلَوْ	كَرِهَ	الْمُجْرِمُوْنَ
خواہ	ناپسند کریں	مجرم (جمع)

اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے گو یہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔

بدر کے واقعات میں غور کرو کہ فتح کس نے دلائی؟

گذشتہ آیات میں غنیمت کے مال کی بابت حکم ہوا تھا کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ اپنے رسول کے ذریعہ سے جیسے چاہے گا تقسیم کا حکم دے گا۔ اسی بات کو ان آیات میں اور اس سے آگے کی آیتوں میں بدر کی لڑائی کے بڑے بڑے واقعات بیان کر کے سمجھایا گیا ہے کہ ان واقعات پر غور کرو اور سوچو کہ یہ محض اللہ کی مرضی اور اس کے حکم سے واقع ہوئے۔ شروع سے لے کر آخر تک تمہاری مرضی کو ان میں کوئی دخل نہیں پھر اس میں تمہاری فتح بھی محض اللہ کی مدد سے ہوئی ورنہ تمہارے پاس فتح کا کچھ سامان نہ تھا۔ پھر اب تم مال پر اپنا حق کیسے جتاتے ہو۔ ظاہر ہے کہ جس کی رہنمائی سے جنگ ہوئی اور جس کی مدد سے فتح ہوئی وہی اس مال کا مالک ہے ہو سکتا ہے کہ یہ مال غنیمت کا لوگوں کی مرضی کے موافق تقسیم نہ ہونا گو بعض کو طبعاً گراں گزرے لیکن حقیقۃً یہ حکم ایسا ہی پر مصلحت ہے جیسا کہ یہ ساری لڑائی شروع سے آخر تک ہوئی۔ شروع میں ہی اللہ نے اپنے نبیؐ کے دل

میں یہ بات ڈالی کہ کفار سے ان کے خلاف انسانیت سوز سلوک کے بدلہ لینے کا یہی موقع ہے۔ ورنہ مسلمانوں کی ایک جماعت تو شروع ہی سے لڑائی کرنے میں ہچکچا رہی تھی۔ یہ اشارہ اسی واقعہ اور حالت کی طرف ہے کہ جب صحابہ نے دیکھا کہ اب مقابلہ تجارتی قافلہ سے نہیں بلکہ خود لشکر جرار سے آپڑا ہے اور لشکر بھی کیسا اپنے سے تعداد اور سامان دونوں میں کئی گنا زائد۔ قدرۃً کچھ کو تذبذب' تامل اور تردد پیدا ہوا لیکن خود صحابہ ہی کے گروہ میں سے مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور انصار میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جوش اطاعت سے لبریز تقریریں کیں جب آپ بدر کی طرف روانہ ہوئے تو یہاں ان آیات میں انہی واقعات کی طرف اشارے ہیں کہ جب تجارتی قافلہ سے نہیں بلکہ خود مسلح لشکر سے مقابلہ آپڑا تو بعض بحث کرنے لگے اور ان پر ایسا خوف طاری ہوا کہ گویا ان کو موت کی طرف ہانکا جا رہا ہے مگر یہ اللہ ہی کی مرضی تھی کہ قریش سے مقابلہ ہو اور نہتے مسلمانوں کی فتح ہو۔ یہاں بعض صحابہ کے جس خوف کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ خوف و اندیشہ بالکل قدرتی تھا اور یہ طبعی کیفیت مورد عتاب نہیں یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی متقی اور صالح شخص سانپ کا یا شیر کا اچانک سامنا ہو جانے پر ڈر جائے پھر آیت میں فریقاً من المومنین سے یہ امر بھی واضح ہے کہ یہ خوف و تردد بھی سب کو نہ تھا۔ صرف بعض کی طرف سے ظاہر ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے تم سے فتح کا وعدہ کیا تھا

پھر آگے بتلایا جاتا ہے کہ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے کہ جب اللہ تم سے وعدہ کر رہا تھا دو جماعتوں میں سے ایک کے لئے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی اور تم یہ چاہ رہے تھے کہ غیر مسلح یعنی تجارتی قافلہ تمہارے ہاتھ آجائے اور تم بغیر لڑے دشمن کو مالی زک پہنچاؤ۔ لیکن اللہ عالم الغیب نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ تمہارا مسلح لشکر سے مقابلہ ہو اور کافروں کو شکست ہو اور اللہ کے حکم سے حق کا حق ہونا دنیا پر ظاہر ہو جائے اور باطل مٹ جائے اور کافروں کو ایسی شکست ہو کہ ان کی جڑ کٹ جائے۔ چنانچہ مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ بدر ایک فیصلہ کن جنگ تھی تمام مشرکین مکہ کی قسمت کا پانسہ اسی جنگ نے ہمیشہ کیلئے پلٹ دیا۔

احکام الٰہی میں چوں چرا نہ کرو

یہاں دراصل یہ تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ احکام الٰہی میں چون وچرا نہ کرنا چاہئے بلکہ فوراً بلا تاخیر تعمیل حکم کرنا چاہئے کیونکہ آدمی نتیجہ سے ناواقف ہوتا ہے۔ ظاہری سہولت کو پسند کرتا ہے اور وہ کام کرنا چاہتا ہے جس میں تکلیف ومشقت نہ اٹھانی پڑے مگر ہر حکم کی مصلحت وحکمت سے اللہ تعالیٰ ہی خوب واقف ہیں اس لئے تعمیل حکم میں پس وپیش مناسب نہیں۔

کامیابی کے شرائط

یہاں یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ظاہری ساز وسامان اور اسباب کامیابی کی ضروری شرائط میں سے نہیں موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے البتہ ثابت قدم رہنا اور نیت صحیح رکھنا اور حق کی حمایت کرنا یہ لازم ہے۔ اگر آدمی ثابت قدم اور راسخ العقیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور باطل کو مغلوب ضرور فرماتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہم کو ایمان واسلام پر ثابت قدم رکھ اور ہر حال میں ہم کو حق کی حمایت کرنے والا بنا دے۔

یَا اللہ اس وقت بھی روئے زمین پر جہاں جہاں کفار اور اہل اسلام میں مقابلہ اور جنگ ہے یا اللہ اہل اسلام کی تائید فرما اور ان کو فتح ونصرت عطا فرما اور باطل کو مغلوب اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِذۡ تَسۡتَغِيۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَـكُمۡ اَنِّىۡ مُمِدُّكُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰۤـئِكَةِ مُرۡدِفِيۡنَ ⑨

مُرْدِفِيْنَ	الْمَلٰٓئِكَةِ	مِنَ	بِاَلْفٍ	مُمِدُّكُمْ	اَنِّيْ	لَكُمْ	فَاسْتَجَابَ	رَبَّكُمْ	تَسْتَغِيْثُوْنَ	اِذْ
ایک دوسرے کے پیچھے (لگاتار)	فرشتے	سے	ایک ہزار	مدد کروں گا تمہاری	کہ میں	تمہاری	تو اس نے قبول کرلی	اپنا رب	تم فریاد کرتے تھے	جب

اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم اپنے رب سے فریاد کررہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سن لی کہ میں تمکو ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو سلسلہ وار چلے آویں گے۔

وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشۡرٰى وَلِتَطۡمَـئِنَّ بِهٖ قُلُوۡبُكُمۡ ۚ وَمَا النَّصۡرُ اِلَّا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ؕ

عِنْدِ اللّٰهِ	مِنْ	اِلَّا	النَّصْرُ	وَمَا	قُلُوْبُكُمْ	بِهٖ	لِتَطْمَئِنَّ	وَ	بُشْرٰى	اِلَّا	اللّٰهُ	جَعَلَهُ	وَمَا
اللہ کے پاس	سے	مگر	مدد	اور نہیں	تمہارے دل	اس سے	تاکہ مطمئن ہوں	اور	خوشخبری	مگر	اللہ	بنایا اسے	اور نہیں

اور اللہ تعالیٰ نے یہ امداد محض اس کیلئے کی کہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جاوے اور نصرت صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ⑩

حَكِيْمٌ	عَزِيْزٌ	اللّٰهَ	اِنَّ
حکمت والا	غالب	اللہ	بیشک

جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔

اللہ نے ایک ہزار فرشتوں سے مدد کی

ان آیات میں اور اگلی آیات میں بعض ان انعامات اور احسانات کا بیان ہو رہا ہے جو جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے فرمائے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو شمار فرمایا تو تین سو سے کچھ اوپر تھے اور مشرکین کی تعداد قریب ایک ہزار کے تھی۔ چنانچہ آپ قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ اس وقت آپ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور تہ بند بندھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے کہ اے اللہ تو نے جو وعدہ فرمایا ہے اس موقع پر پورا کر۔ اگر مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو اس زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ آپ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے اور دعائیں مانگ رہے تھے حتیٰ کہ چادر آپ کے شانوں پر سے گر پڑی۔ حضرت ابوبکرؓ نے آکر اس کو آپ کے کاندھوں پر ڈال دیا اور آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! بس اب آپ کی دعاء کافی ہو چکی اللہ عنقریب اپنا وعدہ پورا فرمائے گا۔ ان آیات میں اسی فریاد و دعاء کی طرف اشارہ ہے۔ مگر چونکہ آیت میں یہاں تستغیثون یعنی جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے یعنی تم سب فریاد کرنے لگے تو مفسرین کا یہاں اختلاف ہے کہ استغاثہ اور دعا کس نے کیا تھا۔ عام مسلمانوں نے یا فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے؟ تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضرات صحابہ نے یقین کرلیا کہ لڑائی اب کفار سے ضرور ہو گی اور ہماری تعداد کم ہے اور کافروں کی زائد ہے علاوہ ازیں ہم اکثر نہتے ہیں اور وہ مسلح ہیں تو انہوں نے اللہ سے دعا کی کہ الٰہی ہم کو کافروں پر فتح عنایت کر۔ ہماری فریاد رسی فرما۔ لیکن عام مفسرین کی رائے یہ ہے کہ صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کل مسلمانوں کی طرف سے تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے استغاثہ کرنے والے تمام مسلمانوں کو قرار دیا اور جمع کا صیغہ استعمال فرمایا۔ بہرحال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور فرمایا کہ ایک ہزار فرشتہ تمہاری مدد کے لئے بھیجوں گا جو لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں گے۔

غزوۂ بدر میں کتنے فرشتے اترے تھے

یہاں اس آیت میں فرشتوں کی تعداد ایک ہزار بتائی گئی ہے۔ اور سورۂ آل عمران میں تین ہزار اور پانچ ہزار کا ذکر ہوا ہے۔ اس کی وضاحت مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ شروع میں فرشتے ایک ہزار تھے اور پھر دو ہزار کا اضافہ ہوا اور دو ہزار اور بڑھائے گئے تو کل پانچ ہزار ہو گئے۔

فرشتے بھیجنے کا مقصد

اب یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر کافروں کو ہلاک کرنا تھا تو ایک فرشتہ بھی کافی تھا چنانچہ قوم لوط کی آبادی کو فقط جبرئیل علیہ السلام نے تہ و بالا کر ڈالا تھا اور صرف ایک پر کے ذریعہ سے زمین کا تختہ الٹ دیا تھا۔ تو ہزاروں کی تعداد میں فرشتے بھیجنے سے کیا مقصود تھا؟ اس کا جواب یہیں آیت میں آگے دیا جا رہا ہے کہ یہ فرشتوں کا بھیجنا مسلمانوں کو خوش کرنے اور ان کے دلوں کو اطمینان دلانے کے لئے تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی فطرت سے واقف ہے کہ وہ تعداد سے بھی متاثر ہوتے ہیں ورنہ خداوند تعالیٰ تو مدد کرنے پر ہر طرح قادر ہے اس کو مدد کے لئے فرشتوں کی حاجت تھوڑی ہی ہے۔ اسی لئے آگے فرمایا کہ یہ مدد تو درحقیقت خدا کی مدد تھی فرشتے تو مدد کی ظاہری صورت تھے۔ چنانچہ فرشتوں نے مسلمانوں کی طرف سے جنگ کی اور کافروں کو قتل کیا۔ اور اس کے ثبوت میں متعدد دلائل ہیں اول تو خود آئندہ آیت میں فرشتوں کو مخاطب کر کے حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ کافروں کی گردنوں پر بلکہ پور پور پر مارو۔ دوسرے جنگ میں فرشتوں کی شرکت کے ثبوت میں بکثرت احادیث و آثار صحابہ وارد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جنگ بدر کے موقعہ پر ایک مسلمان نے ایک کافر کا پیچھا کیا۔ اچانک اوپر سے کوڑا مارنے کی آواز سنی۔ اتنے میں مشرک کو دیکھا کہ گدی کے بل زمین پر پڑا ہے اور کوڑے کی ضرب سے اس کا چہرہ پھٹ گیا ہے۔ ایک انصاری نے حاضر ہو کر یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ یہ آسمانی مدد تھی۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے ایک مشرک کا پیچھا کیا لیکن میری تلوار پڑنے سے پہلے اس کا سر میرے سامنے آ گرا۔ لکھا ہے کہ جس وقت ابو جہل زخمی پڑا ہوا تھا تو حضرت ابن مسعودؓ سے بولا وہ آواز کہاں سے آتی تھی جو ہم کو بدحواس بنا رہی تھی باوجود یکہ آواز دینے والا کوئی نظر نہ آتا تھا۔ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا وہ فرشتوں کی آواز تھی۔ ابو جہل بولا پھر تو وہ ہم پر غالب ہوئے تم ہم پر غالب نہیں ہوئے۔ بخاری کی ایک روایت ہے کہ جبرئیلؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ اپنی جماعت میں اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں میں سب سے افضل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے وہ بھی ایسے ہی ہیں۔ بہرحال فرشتوں کے آنے کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں کو امداد الٰہی کی بشارت ہو اور اپنی فتح کی طرف سے اطمینان ہو جائے۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ ہمیں بھی ہر حال میں اپنی ذات پاک سے دعا کرنے کی توفیق نصیب فرما اور اپنی قدرت اور حکمت سے ہماری امداد کی صورت ظاہر فرما۔ اور اسلام اور اہل اسلام کو غلبہ و نصرت عطا فرما۔ یَااللّٰہ اس وقت جہاں جہاں روئے زمین پر اہل اسلام اور دشمنانِ دین کفار مشرکین سے مقابلہ ہے۔ اہل اسلام کو کامیابی اور فتح اور غلبہ نصیب فرما اور دشمنان دین کو خاسر نا کام نامراد اور ملیا میٹ فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ

اِذْ	يُغَشِّيْكُمُ	النُّعَاسَ	اَمَنَةً	مِّنْهُ	وَيُنَزِّلُ	عَلَيْكُمْ	مِّنَ	السَّمَآءِ	مَآءً	لِّيُطَهِّرَكُمْ	بِهٖ
جب	تمہیں ڈھانپ لیا	اُونگھ	تسکین	اس سے	اور اُتارا اس نے	تم پر	سے	آسمان	پانی	تاکہ پاک کردے تمہیں	اس سے

اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ کو طاری کررہا تھا اپنی طرف سے چین دینے کیلئے اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا تاکہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو

وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿١١﴾

وَيُذْهِبَ	عَنْكُمْ	رِجْزَ	الشَّيْطٰنِ	وَلِيَرْبِطَ	عَلٰى	قُلُوْبِكُمْ	وَيُثَبِّتَ	بِهٖ	الْاَقْدَامَ
اور دُور کردے	تم سے	پلیدی (ناپاکی)	شیطان	اور تاکہ باندھ دے	پر	تمہارے دل	اور جمادے	اس سے	قدم

پاک کردے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کردے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور تمہارے پاؤں جمادے۔

بارانِ رحمت کا نزول

بدر کا معرکہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لئے بہت ہی سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان کا موقع تھا۔ مسلمان تعداد میں تھوڑے تھے بے سروسامان تھے۔ فوجی مقابلہ کے لئے تیار ہوکر نہ نکلے تھے۔ مقابلہ پر ان سے تگنی تعداد کا لشکر تھا جو پورے ساز وسامان سے لیس اور کبر وغرور کے نشہ میں سرشار تھا۔ مسلمانوں اور کافروں کی یہ پہلی قابل ذکر ٹکر تھی پھر صورت ایسی پیش آئی کہ میدان بدر میں مشرکین پہلے جا پہنچے تھے اور اچھی جگہ اور پانی پر قبضہ کرلیا تھا۔ مسلمان بعد میں پہنچے اور خشک ریگستانی حصہ میں اترے جہاں پانی نہ ہونے سے پیاس کی بھی شدت اور نماز کے وقت وضو اور غسل سے بھی عاجز اور تیمم کا حکم اس وقت تک نازل نہ ہوا تھا۔ ادھر ریگستان میں چلنا پھرنا مصیبت کہ اس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے گرد وغبار نے الگ پریشان کر رکھا تھا۔ ان اسباب سے قدرۃً قلب پریشان ہوا اور پرسے شیطان نے وسوسہ ڈالنا شروع کیا کہ اگر تم اللہ کے نزدیک مقبول اور منصور ہوتے تو اس پریشانی میں کیوں پھنستے اور ایسی مایوسی کی صورتحال پیش نہ آتی حالانکہ یہ وسوسہ محض بے بنیاد تھا مگر پریشانی بڑھانے کے لئے کافی تھا۔ اس وقت حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اول بارانِ رحمت نازل فرمائی۔ جس سے پانی کی فراوانی ہوگئی۔ لوگوں نے پانی پیا بھی، وضو اور غسل بھی کیا اور ریت بھی جم گئی۔ برخلاف اس کے کفار نرم زمین پر تھے وہاں کیچڑ اور پھسلن ہوگئی جس سے چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔

سکون وراحت کا نزول

جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہوئیں اور سب وساوس اور تشویشات دفع ہوگئے تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک قسم کی غنودگی طاری کردی، اونگھ کا غلبہ ہوا۔ پھر آنکھ جو کھلی تو دلوں سے سارا خوف و ہراس اور بے چینی جاتی رہی اور دل مضبوط ہوگئے۔ یہ جنگ کے موقعہ پر اونگھ اور نیند کا آنا دو بار ہوا۔ ایک غزوہ بدر میں اور دوسرے جنگ احد میں۔ ایسی حالت جنگ کے وقت میں اونگھ اور نیند کا آنا ایک خارق عادت امر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے معجزہ تھا اور صحابہ کرام کے اعتبار سے کرامت تھی۔ اس لئے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جنگ کے وقت اور خاص کر جب کہ دشمنوں کی کثرت ہو آدمی کو غلبہ فکر اور خوف سے نیند نہیں آتی۔ دل مضطرب رہتا ہے۔ اہل بدر پر خدا تعالیٰ نے یہ احسان کیا کہ ان پر ایک ہلکی نیند یا اونگھ کو طاری کردیا۔ جس کی وجہ سے ان کا اضطراب جاتا رہا اور دشمن کا ذرا اندیشہ نہ رہا۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب اہل ایمان پر کوئی خوف اور اضطراب طاری ہوتا ہے تو غیبی طور پر ان کی مدد ہوتی ہے تاکہ ان کے دل مطمئن ہو جائیں۔ کبھی

باران رحمت کا نزول ہوتا ہے اور کبھی ان پر نعاس طاری ہوتی ہے نعاس اس نیند کو کہتے ہیں جو سر میں ہوتی ہے جس سے سر نیچے کو جھکنے لگتا ہے یہ ایک قسم کا غیر شعوری سجدہ ہے۔

تو اس آیت میں انہی واقعات کی طرف اشارہ ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ بدر کے موقع پر تائید الٰہی اور خدا کی کارسازی نے مسلمانوں کی ساری مشکلیں حل کر دیں۔ دلوں کو چین دینے کے لئے نیند کا ایک جھونکا آیا اور آنکھ کھلی تو سارا خوف و ہراس دور ہو چکا تھا۔ پھر عین موقع پر بارش ہوگئی اور اتنی ہوئی کہ مسلمان سب خوب نہا دھو کر صاف ستھرے چاق و چوبند اور تازہ دم ہو گئے۔ ریت جم گئی۔ پاؤں کے دھنسنے والی حالت جاتی رہی اور شیطانی وساوس دور ہو گئے۔

انعامات کی یاد دہانی کا مقصد

یہ جنگ بدر کے واقعات اور متعدد احسانات و انعامات ایک ایک کر کے جو یاد دلائے جا رہے ہیں تو اس سے مقصود دراصل اسی انفال یعنی مال غنیمت کی حقیقت کو واضح کرنا ہے جس کے متعلق ابتداء میں ارشاد ہوا تھا کہ اس مال غنیمت کو اپنی جانفشانی کا ثمرہ سمجھ کر اس کا مالک اور مختار اپنے کو نہ سمجھ لینا یہ تو دراصل عطیہ الٰہی ہے اور اس کے ثبوت میں یہ واقعات گنوائے جا رہے ہیں کہ اس فتح میں خود ہی اندازہ لگا لو کہ تمہاری اپنی جانفشانی کا کتنا حصہ ہے اور اللہ کی عنایت و نوازش کا کتنا حصہ ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ آپ نے ہمیں بھی جو کچھ عطا فرما رکھا ہے یہ دراصل آپ ہی کا عطیہ ہے اس پر ہمیں شکر گزاری کی توفیق نصیب ہو۔ اور جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے حقوق کے ادائیگی کی توفیق نصیب ہو۔

یَا اللّٰہ اصحاب بدر کے طفیل ہم سے بھی اپنے دین اور اسلام کی کوئی خدمت لے لے۔ اور اسلام کو غلبہ اور شوکت عطا فرما دے۔ کفر کو مغلوب فرما دے۔ یا اللہ آج بھی روئے زمین پر جہاں کفار اور اہل اسلام کا مقابلہ ہے اہل اسلام کو غلبہ اور عزت عطا فرما اور کفار کو مغلوب اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا ۚ سَأُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ

إِذْ	يُوحِي	رَبُّكَ	إِلَى	الْمَلَائِكَةِ	أَنِّي	مَعَكُمْ	فَثَبِّتُوا	الَّذِينَ	آمَنُوا	سَأُلْقِي	فِي	قُلُوبِ	الَّذِينَ
جب	وحی بھیجی	تیرا رب	طرف	فرشتے	کہ میں	تمہارے ساتھ	تم ثابت رکھو	جو لوگ	ایمان لائے	عنقریب میں ڈالدونگا	میں	دل (جمع)	جن لوگوں نے

اس وقت کو یاد کرو جبکہ آپکا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سوتم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈالے

كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿١٢﴾ ذَٰلِكَ

كَفَرُوا	الرُّعْبَ	فَاضْرِبُوا	فَوْقَ	الْأَعْنَاقِ	وَاضْرِبُوا	مِنْهُمْ	كُلَّ	بَنَانٍ	ذَٰلِكَ
کفر کیا	رعب	سوتم ضرب لگاؤ	اوپر	گردنیں	اور ضرب لگاؤ	ان سے	ہر	پور	یہ اس لئے

دیتا ہوں سوتم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔ یہ اس بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کی

بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿١٣﴾

بِأَنَّهُمْ	شَاقُّوا	اللَّهَ	وَرَسُولَهُ	وَ	مَنْ	يُشَاقِقِ	اللَّهَ	وَرَسُولَهُ	فَإِنَّ	اللَّهَ	شَدِيدُ	الْعِقَابِ
کہ وہ	مخالف ہوئے	اللہ	اور اس کا رسول	اور	جو	مخالف ہوگا	اللہ	اور اسکا رسول	تو بیشک	اللہ	سخت	عذاب

اور جو اللہ کی اور اسکے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔

ذَٰلِكُمْ فَذُوقُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ﴿١٤﴾

ذَٰلِكُمْ	فَذُوقُوهُ	وَأَنَّ	لِلْكَافِرِينَ	عَذَابَ	النَّارِ
تو تم	پس چکھو	اور یقیناً	کافروں کیلئے	عذاب	دوزخ

سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کیلئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اتارا

اب ایک دوسرے انعام کا ذکر ان آیات میں فرمایا گیا ہے جنگ بدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس معرکہ میں خود ابلیس لعین عرب کے ایک قبیلہ کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں ظاہر ہو کر ابوجہل کے پاس آیا اور مشرکین کے خوب دل بڑھائے کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے۔ ابلیس کے جھنڈے کے نیچے بڑا بھاری لشکر شیاطین کا تھا۔ یہ واقعہ آگے چھٹے رکوع میں آئے گا اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کے دستے حضرت جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کی ماتحتی میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں آکر کفار کے حوصلے بڑھا سکتے ہیں اور ان کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے قلوب میں وسوسہ ڈال کر خوفزدہ کر رہے ہیں تو تم مظلوم اور ضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ ادھر تم ان کی ہمت بڑھاؤ گے۔ ادھر میں کفار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈال دوں گا۔ تم مسلمانوں کے ساتھ ہو کر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو کیونکہ آج ان سب کافروں نے مل کر خدا اور رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے۔ سو انہیں معلوم ہو جائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت

سزا ملتی ہے۔ آخرت میں جو سزا ملے گی اصل تو وہی ہے لیکن دنیا میں بھی اس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذاب الٰہی کا کچھ مزا چکھ لیں۔

اللہ تعالیٰ نے خود فرشتوں کو قتل کا طریقہ بتایا

فرشتوں کو قتال کا حکم ہوا تو بنی آدم کی طرح فرشتوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ کافروں کے قتل اور ضرب کا کیا طریقہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل اور ضرب کا طریقہ بتلایا کہ گردن کے بالائی حصہ پر مارو تا کہ سر قلم ہو جائے اور پوروں اور انگلیوں پر مارو تا کہ تلوار اور ہتھیار نہ اٹھا سکیں۔ چنانچہ اس حکم کے مطابق جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا جیسا کہ حضرت ربیعؓ سے مروی ہے کہ بدر کے دن مسلمانوں کے ہاتھ کے مقتول اور فرشتوں کے ہاتھ کے مقتول واضح طور پر پہچانے جاتے تھے۔ کسی کا سر گردن سے اڑا ہوا ہے اور کسی کے پوروں پر ضرب کے نشان ہیں۔ جیسے آگ کے جلانے سے داغ اور نشان پڑ جاتا ہے اسی طرح مقتولین کفار بدر کے ہاتھوں اور پوروں پر داغ دیکھے گئے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ایک نمونہ دکھا دیا کہ اگر کبھی شیاطین الجن والانس ایسے غیر معمولی طور پر حق کے مقابل جمع ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ اہل حق اور مقبول بندوں کو ایسے غیر معمولی طریقہ سے فرشتوں کی کمک پہنچا سکتا ہے۔ باقی ویسے تو فتح و غلبہ بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام خدا ہی کی مشیت و قدرت سے انجام پاتا ہے اسے نہ فرشتوں کی احتیاج ہے نہ آدمیوں کی اور اگر فرشتوں ہی سے کوئی کام لے تو ان کو وہ طاقت بخشی ہے کہ تنہا ایک فرشتہ بڑی بڑی بستیوں کو اٹھا کر پٹک سکتا ہے یہاں تو عالم تکلیف و اسباب میں ذرا سی تنبیہ کے طور پر شیاطین کی غیر معمولی دوڑ دھوپ کا جواب دینا تھا سو ظاہر فرما دیا۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ ہمارے اور دین کے دشمنوں کے مقابلہ میں آپ ہمارے ساتھی اور مددگار ہو جائیں۔

یَا اَللّٰہُ آپ کی نصرت، تائید اور مدد ہم کو کافی ہو جائے یا اللہ جن کفار و مشرکین نے ازراہ غرور و تکبر سر اٹھا رکھا ہے اور اہل اسلام کو مظلوم بنا رکھا ہے۔

یَا اَللّٰہُ ان مظلوم مسلمین کی حمایت اور نصرت فرما۔ اور ظالم کفار و مشرکین کی سرکوبی فرما۔ ان کا غرور و تکبر خاک میں ملا دے اور ان ظالموں کو کفار مکہ کی طرح اپنے عذاب اور گرفت کا نمونہ دکھا دے یا اللہ ہمیں وہ حقیقی ایمان و اسلام عطا فرما کہ جس کے ذریعے آپ کی نصرت و حمایت ہمارے ہر معاملہ میں شامل حال ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ

وَمَنْ	الْاَدْبَارَ	فَلَا تُوَلُّوْهُمُ	زَحْفًا	كَفَرُوْا	الَّذِيْنَ	لَقِيْتُمُ	اِذَا	اٰمَنُوْٓا	الَّذِيْنَ	يٰٓاَيُّهَا
اور جو کوئی	پیٹھ (جمع)	تو اُن سے نہ پھیرو	لڑنے کو	کفر کیا	ان لوگوں سے	تمہاری مڈبھیڑ ہو	جب	ایمان لائے	جو لوگ	اے

اے ایمان والو جب تم کافروں سے دُوبدو مقابل ہو جاؤ تو اُن سے پشت مت پھیرنا اور جو شخص اُن سے اس موقع پر پشت پھیرے گا

يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ

بِغَضَبٍ	فَقَدْ بَآءَ	فِئَةٍ	اِلٰى	مُتَحَيِّزًا	اَوْ	لِقِتَالٍ	مُتَحَرِّفًا	اِلَّا	دُبُرَهٗ	يَوْمَئِذٍ	يُّوَلِّهِمْ
غصہ کے ساتھ	پس وہ لوٹا	اپنی جماعت	طرف	جا ملنے کو	یا	جنگ کیلئے	گھات لگاتا ہوا	سوائے	اپنی پیٹھ	اس دن	ان سے پھیرے

مگر ہاں جو لڑائی کیلئے پینترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجاوے گا

مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ

قَتَلَهُمْ	اللّٰهَ	وَلٰكِنَّ	فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ	الْمَصِيْرُ	وَبِئْسَ	جَهَنَّمُ	وَمَاْوٰىهُ	اللّٰهِ	مِنَ
انہیں قتل کیا	اللہ	بلکہ	سو تم نے نہیں قتل کیا انہیں	پلٹنے کی جگہ	اور بُری	جہنم	اور اسکا ٹھکانہ	اللہ	سے

اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ سو تم نے انکو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو قتل کیا اور آپ نے خاک کی مٹھی نہیں پھینکی

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَاۗءً حَسَنًا ۭ اِنَّ

اِنَّ	حَسَنًا	بَلَاۗءً	مِنْهُ	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَلِيُبْلِيَ	رَمٰى	اللّٰهَ	وَلٰكِنَّ	رَمَيْتَ	اِذْ	مَا رَمَيْتَ	وَ
بیشک	اچھا	آزمائش	اپنی طرف سے	مومن (جمع)	اور تاکہ وہ آزمائے	پھینکی	اللہ	بلکہ	آپ نے پھینکی	جب	آپ نے نہ پھینکی تھی	اور

لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے خوب اجر دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ

اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

الْكٰفِرِيْنَ	كَيْدِ	مُوْهِنُ	اللّٰهَ	وَاَنَّ	ذٰلِكُمْ	عَلِيْمٌ	سَمِيْعٌ	اللّٰهَ
کافر (جمع)	مکر۔داؤ	سُست کرنیوالا	اللہ	یہ کہ	یہ تو ہوا	جاننے والا	سُننے والا	اللہ

خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔ ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا۔

کافروں سے مقابلہ ہو تو ہرگز پیٹھ نہ پھیرو

اہل ایمان کو جہاد کے متعلق اب حکم دیا جارہا ہے کہ جس وقت تمہارا کافروں سے مقابلہ ہو تو ان سے ڈر کر بھاگنا نہیں چاہئے بلکہ مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہئے جہاد میں سے نکل کر بھاگنا اور لڑائی میں کفار کو پیٹھ دکھانا بہت سخت گناہ ہے۔ اگر کافر تعداد میں مسلمانوں سے دگنے ہوں تو اس وقت تک پیٹھ پھیرنے کی اجازت نہیں دی گئی مگر دو موقعوں پر ایک تو یہ کہ اگر پسپائی کسی جنگی مصلحت سے ہو مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہے یا دوسرا موقع یہ کہ ایک جماعت سپاہیوں کی مرکزی فوج سے جدا ہو گئی وہ اپنے بچاؤ کے لئے پسپا ہو کر مرکز سے ملنا چاہتی ہے تو ایسی پسپائی جرم نہیں۔ گناہ اس وقت ہے جبکہ پسپائی محض لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو۔ اور گناہ بھی

کیسا کہ ان دو صورتوں کے علاوہ جو شخص جہاد سے منہ پھیرے گا وہ خدا کے غضب میں مبتلا ہو گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہو گا۔ احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں دیتی۔ ایک شرک باللہ دوسرے والدین کی نافرمانی اور ان سے سرکشی تیسرے میدان جہاد فی سبیل اللہ سے فرار۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔

(۱) شرک باللہ (۲) جادو کرنا (۳) کسی کو ناحق قتل کر دینا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال کھانا (۶) جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور (۷) پاک دامن اور بے گناہ عورت پر الزام لگانا اسی بناء پر شریعت اسلامیہ کا مسئلہ یہ ہے کہ جہاد سے بھاگنا حرام ہے ہاں اگر کافر دوگنے سے زیادہ ہوں۔ تو اسی سورۃ انفال میں نویں رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف کا حکم نازل فرمایا جس کی رو سے اگر کافر دوگنے سے زیادہ ہوں تو فرار کی اجازت ہے اور جب دوگنے سے زیادہ نہ ہوں تب پیٹھ پھیرنے کے جواز کی دو ہی صورتیں ہیں جو اوپر بیان ہوئیں۔

جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا ثمرہ ہے

اب آگے اس بات پر روشنی ڈالی جارہی ہے کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے اسی لئے مجاہدین اسلام کو خطاب کر کے ارشاد ہوا کہ ان کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا بلکہ درحقیقت اللہ نے قتل کیا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ میدان جنگ سے واپس آکر مجاہدین میں گفتگو شروع ہوئی۔ صحابہ کرام اپنے اپنے کارنامے ایک دوسرے سے بیان کرنے لگے کہ میں نے اس سردار مشرک کو قتل کیا کسی نے کہا کہ میں نے اتنے مشرکین کو قتل کیا اس پر تلقین فرمائی گئی کہ اپنی سعی وعمل پر ناز نہ کرو یہ جو کچھ ہوا وہ صرف تمہاری محنت کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ خالص حق تعالیٰ کی نصرت وامداد کا ثمرہ تھا۔ جو مشرکین اور دشمنان دین تمہارے ہاتھوں قتل ہوئے ان کو درحقیقت تم نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے۔ اسی کو فرمایا گیا **فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم** (تم نے ان کافروں کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا ہے) یعنی مجاہدین اسلام کو یہ سمجھایا گیا کہ جنگ بدر میں تمہارا اپنے دشمنوں کو باوجود ان کی کثرت اور تمہاری قلت کے ان کو قتل وقید کرنا یہ تمہاری قوت سے نہیں ہوا بلکہ اللہ کی غیبی نصرت اور مدد سے ہوا۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اس فتح اور غلبہ کو اپنا کارنامہ سمجھے اور اس پر ناز کرے جو کچھ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہی نے کیا۔ وہ اگر اہل اسلام کی مدد نہ کرتا اور ان کے دلوں کو مضبوط نہ کرتا اور ان کے پاؤں نہ جمائے رکھتا اور پھر فرشتوں کو ان کی امداد اور کفار کے قتل وقتال کیلئے نہ بھیجتا تو یہ کسی ایک مشرک کو بھی قتل نہ کر سکتے تھے۔ یہ اللہ کا اہل اسلام پر انعام و احسان ہے کہ اس نے ان مجاہدین کے ہاتھوں یہ کام کروایا۔

اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد ہوا **ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ** (آپ نے خاک کی مٹھی ان کی طرف نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی) یعنی یہ مٹھی جو آپ نے ریت کی پھینکی وہ درپردہ حقیقت اللہ تعالیٰ نے پھینکی اور اسی نے اپنی قدرت سے ایک مشت خاک کے تمام ریزوں کو تمام کافروں کی آنکھوں میں پہنچادیا اور ان کو خیرہ اور سراسیمہ بنا دیا اور کوئی مشرک اس سے نہ بچ سکا تو یہ صرف دست قدرت تھا کہ جس نے ایک مشت خاک سے ایک لشکر جرار کے منہ پھیر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یہ کرشمہ آپ کے ہاتھوں ظاہر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کافروں کی تدبیریں ناکام کرنا چاہتے ہیں

اخیر میں ارشاد ہوا **ذٰلکم وان اللہ موھن کید الکٰفرین** یعنی یہ فتح ونصرت منجانب اللہ مسلمانوں کو اس لئے بھی دی گئی کہ اس کے ذریعہ کافروں کی تدبیروں کو ناکام وناکارہ بنا دیا جائے۔ اور ان کے سارے منصوبے ملیا میٹ کر دیئے جائیں اور جیسے اس وقت جنگ بدر کے موقع پر خدا نے کفار مکہ کے منصوبے خاک میں ملا دیئے آئندہ بھی ان کی تدبیروں کو سست کر دیا جائے گا۔

آیات مذکورہ کی تعلیمات کا خلاصہ

ان آیات میں ایک تعلیم تو یہ دی گئی کہ جہاد کے میدان سے بغیر عذر شرعی کے پیٹھ پھیر کر بھاگنا گناہ عظیم ہے۔ دوسرے یہ کہ موثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کے ہاتھ سے کبھی کبھی معجزہ کا اظہار کرادیتا ہے۔ بظاہر وہ نبی کا فعل معلوم ہوتا ہے مگر درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور معجزہ کی یہی حقیقت ہے۔ الغرض ان آیات میں تو اہل ایمان کو خطاب تھا۔ اب آگے کفار مشرکین کو خطاب فرمایا جاتا ہے اور کفر وشرک سے باز آنے کی تنبیہ جاتی ہے۔ اور پھر اہل ایمان کو مزید ہدایات دی جاتی ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ

اِنْ	تَسْتَفْتِحُوْا	فَقَدْ	جَآءَكُمُ	الْفَتْحُ	وَاِنْ	تَنْتَهُوْا	فَهُوَ	خَيْرٌ	لَّكُمْ	وَاِنْ	تَعُوْدُوْا	نَعُدْ
اگر	تم فیصلہ چاہتے ہو	تو البتہ	آگیا تمہارے پاس	فیصلہ	اور اگر	تم باز آجاؤ	تو وہ	بہتر	تمہارے لئے	اور اگر	پھر کرو گے	ہم پھر کریں گے

اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آموجود ہوا اور اگر باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

وَلَنْ	تُغْنِيَ	عَنْكُمْ	فِئَتُكُمْ	شَيْئًا	وَّ	لَوْ كَثُرَتْ	وَ	اَنَّ	اللّٰهَ	مَعَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْٓا
اور ہرگز نہ	کام آئیگا	تمہارے	تمہارا جتھا	کچھ	اور	خواہ کثرت ہو	اور	بیشک	اللہ	ساتھ	مومن (جمع)	اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے

تو ہم بھی پھر یہی کام کریں گے اور تمہاری جمعیت تمہارے ذرا بھی کام نہ آوے گی گو کتنی زیادہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ اے ایمان والو

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

اَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَ	لَا تَوَلَّوْا	عَنْهُ	وَاَنْتُمْ	تَسْمَعُوْنَ	وَلَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ
حکم مانو	اللہ	اور اسکا رسول	اور	مت پھرو	اس سے	جبکہ تم	سنتے ہو	اور نہ ہو جاؤ	ان لوگوں کی طرح جو

اللہ کا کہنا مانو اور اسکے رسول کا اور اس کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی ہو۔ اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ

قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ

قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَهُمْ	لَا يَسْمَعُوْنَ	اِنَّ	شَرَّ	الدَّوَآبِّ	عِنْدَ	اللّٰهِ	الصُّمُّ	الْبُكْمُ	الَّذِيْنَ
انہوں نے کہا	ہم نے سنا	حالانکہ وہ	وہ نہیں سنتے	بیشک	بدترین	جانور (جمع)	نزدیک	اللہ	بہرے	گونگے	جو کہ

ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سناتے کچھ نہیں۔ بیشک بدترین خلائق اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گونگے ہیں

لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾

لَا يَعْقِلُوْنَ	وَلَوْ	عَلِمَ اللّٰهُ	فِيْهِمْ	خَيْرًا	لَّاَسْمَعَهُمْ	وَلَوْ	اَسْمَعَهُمْ	لَتَوَلَّوْا	وَّهُمْ	مُّعْرِضُوْنَ
سمجھتے نہیں	اور اگر	جانتا اللہ	ان میں	کوئی بھلائی	تو ضرور سنا دیتا انکو	اور اگر	انہیں سنا دے	وہ ضرور پھر جائیں	اور وہ	منہ پھیرنے والے

جو کہ ذرا نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ انمیں کوئی خوبی دیکھتے تو انکو سننے کی توفیق دیتے اور اگر انکو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

مشرکین کو حسرت کے سوا کچھ نہ ملا

گذشتہ آیات میں واقعات بدر سے متعلق اہل ایمان سے خطابات تھے اب یہاں ان آیات میں پہلے شکست خوردہ کفار قریش سے خطاب فرمایا جاتا ہے اور ان کو تنبیہ کے ساتھ ان کی حرکتوں پر عار اور حسرت دلائی جاتی ہے ہجرت سے پہلے کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے۔ متیٰ ھذا الفتح ان کنتم صادقین یعنی ہمارے تمہارے درمیان یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اور روایات میں ہے کہ جب کفار قریش کا لشکر مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوگیا تو مکہ سے نکلنے سے پہلے لشکر کے سردار ابوجہل وغیرہ نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر یہ دعا مانگی تھی کہ اے خدا

ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر میں تیرے نزدیک جو اعلیٰ اور افضل ہے اور جو باعتبار دین کے بہتر اور برتر ہے اس کو فتح دے اور فساد مچانے والے کو مغلوب کر۔ تو کفار قریش اپنی کم عقلی سے یوں سمجھ رہے تھے کہ بمقابلہ اہل اسلام کے ہم ہی اعلیٰ اور افضل ہیں اور ہم ہی دین کے لحاظ سے بہتر اور برتر ہیں۔ لہذا یہ دعا وہ اپنے حق میں ہونا سمجھ کر اس دعا کے ذریعہ یہ چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے اور جب ہم فتح پائیں گے تو گویا یہ فیصلہ خدا کی طرف سے ہمارے حق پر ہونے کا ہوگا۔ مگر ان ظالموں کو یہ خبر نہ تھی کہ دعا میں درحقیقت وہ اپنے لئے بددعا اور اہل اسلام کے لئے دعا کر رہے ہیں بہرحال جنگ بدر کا انجام سامنے آجانے کے بعد ان آیات میں پہلے حق تعالیٰ کفار قریش کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تم خدائی فیصلہ چاہتے تھے تو وہ سامنے آچکا کہ حق کو فتح اور باطل کو شکست ہوگئی میدان بدر میں تم نے دیکھ لیا کہ کس طرح تم کو کمزور اور قلیل التعداد مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا ملی۔ اس میں تمہاری اس دعاء کا بھی جواب ہوگیا جو تم نے مکہ سے چلتے وقت خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر مانگی تھی۔ تو جو واقعی اعلیٰ اور افضل تھے ان کو فتح مل گئی اور مفسد ذلیل و رسوا ہوئے۔ اب اگر تم اللہ کے رسول کی مخالفت چھوڑ دو۔ کفر و شرک اور اپنے ضد و عناد سے باز آجاؤ تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ دنیا و آخرت کی بہتری اسی میں ہے ورنہ اگر پھر تم اپنی شرارت اور جنگ کی طرف لوٹے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی مسلمانوں کی اسی طرح امداد کریں گے اور انجام کار تم ذلیل و خوار ہو گے۔ جب خدا کی تائید اہل اسلام کے ساتھ ہے تو تمہاری جماعت اور جتھے خواہ کتنی ہی تعداد میں زیادہ ہوں تمہارے کچھ کام نہ آئیں گے۔

مشرکین آئندہ بھی شکست کھائیں گے

یہاں پہلی آیت میں درپردہ اشارہ اور پیشین گوئی بھی ہے کہ آئندہ مشرکین بڑی جماعت بنا کر مسلمانوں پر چڑھائی کریں گے مگر کچھ فائدہ نہ اٹھائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ غزوۂ خندق یا جنگ احزاب میں قریش نے بڑی زبردست جنگی تیاری اور لشکر بندی کی تھی مگر ذلیل و خوار ہو کر ناکام ہوئے۔

مومن صادق کا کردار

کفار قریش کو اس تنبیہ کے بعد پھر اہل ایمان کو خطاب فرمایا جاتا ہے۔ اور ہدایت فرمائی جاتی ہے کہ ان کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے۔ جس سے وہ خدا کی حمایت و نصرت کے مستحق ہوں سو بتلایا گیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن اللہ اور رسول کا فرمانبردار ہو۔ احوال و حوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر اللہ اور رسول کی باتوں کو جب وہ سن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا تو قولاً اور فعلاً کسی حال ان سے منہ نہ پھیرے یہ شان مومن کی ہرگز نہ ہونی چاہئے کہ اللہ اور رسول کی باتوں کو سن کر ان سنے کے برابر کر دے یعنی زبان سے تو کہے کہ ہم نے حکم سن لیا لیکن اس پر توجہ نہ دے اور عمل نہ کرے تو وہ سننا ہی کیا جو آدمی سیدھی سی بات کو سن کر سمجھے نہیں یا سمجھ کر قبول نہ کرے اور اس کے موافق عمل نہ کرے۔ یہ شان مومن کی نہیں بلکہ یہ حالت تو یہود مشرکین اور منافقین کی سی ہے۔

مومن کفار و مشرکین سے مختلف ہوتا ہے

یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا **سمعنا و عصینا** ہم نے سن لیا مگر مانا نہیں۔ مشرکین مکہ کا قول چند آیات آگے آتا ہے **قدسمعنا لونشآء لقلنا مثل ھذا** یعنی جو قرآن آپ سناتے ہیں بس ہم نے سن لیا اگر ہم چاہیں تو اسی جیسا کلام بنا کر لے آئیں۔ مدینہ کے منافقین کا یہ شیوہ تھا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں کے سامنے زبانی اقرار کر گئے اور دل سے اسی طرح منکر رہے تو مومن صادق کی شان ان یہود مشرکین اور منافقین کی طرح نہ ہونی چاہئے۔ اہل ایمان پر تو لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے دشمنوں اور اس کے باغیوں یعنی کافروں اور منافقوں کی مشابہت اور مماثلت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں جیسا کہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **من تشبہ بقوم فھو منھم** جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں شمار ہوگا۔ دیکھ لیجئے دنیا میں کوئی بادشاہ اور

فرمانروا یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اس کی وفاداری کا دعویدار اس کے دشمنوں کا ہم رنگ اور ہم لباس اور ہم صورت یا سیرت بنے۔ اسی طرح دعویٰ تو ہوا ایمان کا اور خدا اور رسول کی محبت کا اور صورت و سیرت وطرز معاشرت' لباس اور طور طریق سارا کا سارا ہو دشمنان خدا و رسول کا سا۔ یہ تو گویا اجتماع ضدین ہے جو تمام حکماء اور عقلاء کی نظر میں احمقانہ دعویٰ ہے۔ یا اللہ ہمیں ظاہر میں اور باطن میں اپنے دشمنوں کی مشابہت سے بچائیے۔ آمین۔

اندھے' بہرے اور گونگے لوگ

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جنہیں خدا نے بولنے کو زبان سننے کو کان اور سمجھنے کو دل و دماغ دیئے پھر انہوں نے یہ سب قوتیں معطل کر دیں۔ نہ زبان سے حق بولنے اور حق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی نہ کانوں سے حق کی آواز سنی' نہ دل و دماغ سے حق کو سمجھنے کی کوشش کی۔ غرض خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اس اصلی کام میں صرف نہ کیا جس کے لئے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ ان کی زبانیں ہیں مگر حق کی گویا نہیں اس لئے یہ گونگے ہیں۔ ان کے کان ہیں مگر صداقت کو نہیں سنتے اس لئے یہ بہرے ہیں۔ ان کے پاس ہوش وحواس اور عقل ہے مگر حق کو سمجھنے والی اور ہدایت وبصیرت کو سوچنے والی نہیں اس لئے یہ بے عقل ہیں۔ تو جو لوگ زبان' کان اور عقل ہوتے ہوئے گونگے بہرے اور بے عقل ہوں وہ یقیناً تمام حیوانات سے بدتر ہیں۔

مسخ فطرت لوگ

آگے بتلایا جاتا ہے اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اس وقت ملتی ہے جب اس کے دل میں طلب حق کی سچی تڑپ اور نور ہدایت قبول کرنے کی لیاقت ہو۔ جو افراد طلب حق کی روح سے یکسر خالی ہو چکے ہوں اور اس طرح خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکے ہوں رفتہ رفتہ ان میں قبول حق کی لیاقت اور استعداد بھی نہیں رہتی۔ اسی کو فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبول خیر وہدایت کی لیاقت نہیں دیکھی۔ اگر ان میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تو اپنی عادت کے موافق ضرور ان کو اپنی آیتیں سنا کر سمجھا دیتا۔ باقی بحالت موجودہ اگر انہیں آیات سنا اور سمجھا دی جائیں تو یہ ضدی اور معاند لوگ سمجھ کر بھی تسلیم اور قبول کرنے والے نہیں۔ یعنی ان کی ڈھٹائی کی وجہ سے ان میں اچھی باتیں سننے اور سمجھنے کی قابلیت ہی نہیں رہی اس لئے ان کو سنانا بیکار ہے۔ اور ایسی حالت میں اگر سنایا بھی جائے تو سوا اس کے کہ وہ اس سے منہ پھیر کر چل دیں ان سے اور کیا توقع ہو سکتی ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم کو حق کہنے والی زبان' حق سننے والے کان اور حق کو سمجھنے اور قبول کرنے والا دل و دماغ عطا فرما اور حق بات کو سن کر اس کا حق ادا کرنے یعنی عمل کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا

يَا أَيُّهَا	الَّذِينَ آمَنُوا	اسْتَجِيبُوا	لِلَّهِ	وَلِلرَّسُولِ	إِذَا	دَعَاكُمْ	لِمَا يُحْيِيكُمْ	وَاعْلَمُوا
اے	وہ لوگ جو ایمان لائے	قبول کرلو	اللہ کا	اور اسکے رسول کا	جب	وہ بلائیں تمہیں	اس کیلئے جو زندگی بخشے تمہیں	اور جان لو

اے ایمان والو تم اللہ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تمکو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلاتے ہوں اور جان رکھو

أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾

أَنَّ	اللَّهَ	يَحُولُ	بَيْنَ	الْمَرْءِ	وَقَلْبِهِ	وَ	أَنَّهُ	إِلَيْهِ	تُحْشَرُونَ
کہ	اللہ	حائل ہوجاتا ہے	درمیان	آدمی	اور اسکا دل	اور	یہ کہ	اسکی طرف	تم اٹھائے جاؤ گے

کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اُس کے قلب کے درمیان اور بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔

اے مومنو! اطاعت رسول پر کمر بستہ رہو

گذشتہ آیت میں ایمان والوں کو خطاب کر کے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا تھا اور ہدایت کی گئی تھی کہ اللہ اور رسول کا حکم سننے کے بعد اس سے سرتابی نہ کرنا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اور حقیقت میں وہ سنتے سناتے کچھ نہیں کیونکہ مقصد سننے سے ماننا اور قبول کرنا اور اس کے موافق عمل کرنا ہونا چاہئے اگر یہ نہیں تو کیا خاک سنا۔ اسی سلسلہ میں اطاعت کی مزید ترغیب اور معصیت و نافرمانی سے ڈرانے کے لئے پھر ایمان والوں کو خطاب کر کے اللہ اور اس کے رسول کا کہنا ماننے کے لئے حکم دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ خدا اور رسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں مثلاً جہاد وغیرہ اس میں سراپا تمہاری بھلائی ہے اور فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اللہ کا حکم اور اس کے رسول کا حکم ایک ہی بات ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی بات کا حکم نہیں دیتے جو اللہ کی مرضی کیخلاف ہو۔ آپ کا دعوتی پیغام تمہارے لئے دنیا میں عزت اور اطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے پس مومنین کی شان یہ ہے کہ خدا اور رسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں اور اگر کسی کی سمجھ میں کوئی بات نہ بھی آوے تب بھی رسول کے فرمان کو سر آنکھوں پر رکھے اور یقین کرے کہ اسی میں بہتری ہے جو آدمی رسول کے حکم میں پس و پیش کرے گا اور حکم بجالانے میں دیر کرے گا اس کو ڈرنا چاہئے کہ کہیں احکام کی بجا آوری میں سستی و کاہلی اور شک و شبہ کی شامت سے کہیں اس کا دل نہ پھر جائے۔ انسان کا دل سراسر اللہ کے قبضہ میں ہے۔ اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہے پھیر دے۔ بیشک وہ اپنی رحمت سے ابتداءً نہ کسی کا دل روکتا ہے نہ اس پر مہر کرتا ہے ہاں جب بندہ احکام کی بجا آوری میں سستی و کاہلی کرتا ہے تو اس کی سزا میں دل پھیر دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد کو شیوہ بنالے تو اس کے دل پر مہر کر دیتا ہے اور اس پر قفل ڈال دیتا ہے جس سے دل کے اندر خیر پہنچنے کا راستہ بند ہو جاتا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ۔

مہلت عمر کو غنیمت سمجھو

یہاں سمجھایا یہ جارہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ فرصت عمر اور فرصت وقت کو غنیمت جانے اور جب کسی نیک کام کے کرنے یا کسی گناہ سے بچنے کا موقع و محل درپیش ہو تو اس کو فوراً کر گزرے۔ دیر نہ کرے اور ٹال مٹول سے کام نہ لے کیونکہ بعض اوقات آدمی کے ارادے کے درمیان قضائے الٰہی حائل ہو جاتی ہے اور وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوتا۔ کبھی اچانک کوئی بیماری پیش آ گئی۔ یا کوئی اور مشغلہ پیش آ گیا یا موت ہی اچانک آ گئی اور پھر اس نیکی کے کرنے یا اس بدی سے بچنے

کا موقع نہ ملا۔ پھر انسان کا قلب حق تعالیٰ کے خاص تصرف میں ہے۔ جب وہ کسی بندے کی برائیوں سے حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو اس کے قلب اور گناہوں کے درمیان آڑ کر دیتے ہیں اور جب کسی کی بدبختی مقدر ہوتی ہے تو اس کے دل اور نیک کاموں کے درمیان آڑ کر دی جاتی ہے۔ اسی لئے حدیث میں آتا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی دعاؤں میں کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔ یامقلب القلوب ثبت قلبی علیٰ دینک یعنی اے دلوں کے پلٹنے والے خدا میرے دل کو اپنے دین پر ثابت اور قائم رکھیئے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

یہاں آیت کے پہلے جملہ یعنی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ

اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائیں تم کو۔ اس سے متعلق حدیث میں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو بلایا (حضرت ابی بن کعبؓ ایک مشہور صحابی ہیں) اتفاق سے اس وقت ابی بن کعبؓ نماز پڑھ رہے تھے انہوں نے جلدی جلدی نماز پوری کی اور پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے بلانے پر آنے میں دیر کیوں ہوئی؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نماز میں تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آئندہ اس کی اطاعت کروں گا۔ اگر بحالت نماز بھی آپ بلائیں گے تو فوراً حاضر ہو جاؤں گا۔ بعض فقہا نے اس حدیث کی بناء پر فرمایا کہ حکم رسولؐ کی اطاعت سے نماز میں جو کام بھی کریں اس سے نماز میں خلل نہیں ہوتا۔ بہرحال حاصل اس کا بھی وہی ہے کہ اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں دیر نہ لگاؤ۔ تو مقصد آیت کا یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم سچے دل سے بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال اور اسرار پر مطلع ہے خیانت اس کے آگے نہیں چل سکے گی۔ اسی کے پاس سب کو جمع ہونا ہے وہاں سارے بھید اور راز کھول کر رکھ دیئے جائیں گے اور جہاں تم سے تمہارے سارے اعمال کی باز پرس اور مواخذہ ہوگا۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہمارے دلوں کی بھی حفاظت فرمادیں اور ہمارے دلوں کو اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے لئے مستعد رکھیں۔

یَا اللہ قیامت و آخرت کا یقین کامل ہمارے دلوں میں اتار دیجئے جس کے باعث ہمارے لئے آپ کی اطاعت آسان ہو جائے اور گناہوں سے بچنا سہل ہو جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۵﴾

وَاتَّقُوْا	فِتْنَةً	لَّا تُصِيْبَنَّ	الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	مِنْكُمْ	خَآصَّةً	وَاعْلَمُوْٓا	اَنَّ	اللّٰهَ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ
اور ڈرو تم	وہ فتنہ	نہ پہنچے گا	وہ لوگ جو	انہوں نے ظلم کیا	تم میں سے	خاص طور پر	اور جان لو	کہ	اللہ	شدید	عذاب

اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں

خود بھی فرمانبردار رہو اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کرتے رہو

گذشتہ آیات میں اہل ایمان کو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی بجا آوری کی تاکید فرمائی گئی تھی اور یاد دلایا گیا تھا کہ بلاشبہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے۔ اس وقت طاعت، پر جزا اور نافرمانی پر سزا ہوگی۔ اس طرح ہر ایک ایمان والے کو اپنی ذات سے طاعت واجبہ کی تاکید اور ہدایت فرمائی گئی تھی۔ اب اس آیت میں اہل ایمان کو یہ بتلایا جاتا ہے کہ جہاں ایک مومن کو اللہ اور رسول کی حکم برداری کے لئے خود تیار رہنا چاہئے وہیں دوسرے نافرمانوں کو نصیحت و فہمائش کی بھی تاکید کرنی چاہئے۔ اس طرح اہل ایمان کو اس فتنہ سے پرہیز کرنا چاہئے جس کا وبال فقط ظالموں اور اصل مجرموں پر ہی نہیں پڑے گا بلکہ ان کی شامت اعمال سے سب پر پڑے گا۔ اس کو یوں سمجھئے کہ کسی جگہ قوم کے اکثر افراد نے ظلم و عصیان کا وطیرہ اختیار کیا کچھ لوگ جو اس سے علیحدہ رہے انہوں نے مداہنت برتی۔ نہ نصیحت کی نہ اظہار نفرت کیا تو یہ وہ فتنہ ہے کہ جس کی لپیٹ میں وہ ظالم اور یہ خاموش مداہن سب آ جائیں گے۔ جب عذاب آئے گا تو حسب مراتب سب اس میں شامل ہوں گے۔ کوئی نہ بچے گا یہاں تک کہ جانوروں تک کو اس کو بھگتنا پڑتا ہے۔

مداہنت نہ کرو

اکثر مفسرین کا کہنا ہے کہ یہاں آیت میں فتنہ سے مداہنت فی الدین کا فتنہ مراد ہے کہ جب لوگ کھلم کھلا منکرات کا ارتکاب کرنے لگیں اور اہل علم اور اصحاب قدرت و استطاعت باوجود قدرت کے مداہنت برتیں اس طرح کہ اس برائی کو قوت و طاقت سے روکنے اور ختم کرنے کی قدرت ہو مگر ایسا نہ کریں اور خاموش رہیں اور نہ زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں اور نہ دل سے اس برائی سے نفرت کریں جو آخری درجہ ہے اور نہ ایسے لوگوں سے میل جول کو چھوڑیں تو ایسی صورت میں اگر من جانب اللہ کوئی عذاب آیا تو وہ عام ہوگا جس میں اہل معاصی اور مرتکبین منکرات کی کوئی تخصیص نہ ہوگی بلکہ وہ عذاب مداہنت کرنے والوں پر بھی واقع ہوگا۔ کیونکہ منکرات و معاصی اگر لوگوں میں عام ہو جائیں تو ان کی روک تھام حسب قدرت سب پر واجب ہے اور جو باوجود قدرت کے سکوت کرے تو گویا دل سے وہ بھی راضی ہے اور راضی حکم میں عامل کے ہے۔ بلکہ بعض اوقات رضا بالمنکر، ارتکاب منکر سے بھی زیادہ دین کے لئے مضر ہوتی ہے اس لئے ایسے فتنہ پر جو عقوبت و مصیبت نازل ہوگی وہ سب کو عام ہوگی۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم ایسی باتوں کا حکم دیتے رہو جو شرع میں اچھی ہیں (یعنی امر بالمعروف) اور ایسی باتوں سے منع کرتے رہو جو شرع میں بری ہیں (یعنی نہی عن المنکر) ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایک ایسی قوم کو مسلط کر دے گا جس سے بچنے کی تم دعائیں کرو گے مگر قبول نہ ہوں گی۔ ایک دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقل ارشاد کیا گیا ہے کہ جو قوم بدکاری کرے اور ان میں کوئی باعزت شخص ہو جو روک سکتا ہو۔ مگر نہ روکے تو اللہ سب کو عذاب میں مبتلا کر دے گا۔ ایک دوسری حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب زمین میں بدعملیاں اور بدکاریاں پھیلیں گی تو اللہ ان پر عذاب نازل فرمائے گا حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں اللہ کے فرمانبردار بندے بھی ہوں گے؟ فرمایا ہاں ہوں گے لیکن مرنے کے بعد وہ اللہ کی رحمت میں چلے جائیں گے۔

سخت تنبیہ: یہاں واعلموآ ان اللہ شدید العقاب اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے فرما کر ایمان والوں کو ایک طرح کی سخت تنبیہ کی گئی ہے اور یہ جتلا دیا گیا ہے کہ برے کاموں کا وبال فقط کرنے والوں تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ دوسروں تک پہنچتا ہے اس لئے مقصود یہ ہے کہ احتیاط سے چلو۔ برائی کے پاس جاتے ہوئے بھی ڈرو اور برائیوں کو روک کر نیکیوں کو پھیلاؤ ورنہ اگر تھوڑے بھی برائی کریں گے تو خمیازہ سب بھگتیں گے۔ آگے بھی اہل ایمان کو خطاب فرمایا گیا ہے اور بعض انعامات و احسانات یاد دلا کر شکر گزاری کی تلقین فرمائی گئی ہے جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیت میں ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ

وَ	اذْكُرُوْٓا	اِذْ	اَنْتُمْ	قَلِيْلٌ	مُّسْتَضْعَفُوْنَ	فِي	الْاَرْضِ	تَخَافُوْنَ	اَنْ	يَّتَخَطَّفَكُمُ	النَّاسُ
اور	یاد کرو	جب	تم	تھوڑے	ضعیف سمجھے جاتے تھے	میں	زمین	تم ڈرتے تھے	کہ	اُچک لے جائیں تمہیں	لوگ

اور اس حالت کو یاد کرو جبکہ تم قلیل تھے زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تمکو لوگ نوچ کھسوٹ نہ لیں

فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

فَاٰوٰىكُمْ	وَاَيَّدَكُمْ	بِنَصْرِهٖ	وَرَزَقَكُمْ	مِّنَ	الطَّيِّبٰتِ	لَعَلَّكُمْ	تَشْكُرُوْنَ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ
پس ٹھکانہ دیا اس نے تمہیں	اور تمہیں قوت دی	اپنی مدد سے	اور تمہیں رزق دیا	سے	پاکیزہ چیزیں	تا کہ تم	شکر گزار ہو جاؤ	اے	وہ لوگ جو

سو اللہ تعالیٰ نے تمکو رہنے کو جگہ دی اور تمکو اپنی نصرت سے قوت دی اور تمکو نفیس نفیس چیزیں عطا فرمائیں تا کہ تم شکر کرو۔اے ایمان والو

اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاعْلَمُوْٓا

اٰمَنُوْا	لَا تَخُوْنُوا	اللّٰهَ	وَالرَّسُوْلَ	وَتَخُوْنُوْٓا	اَمٰنٰتِكُمْ	وَ	اَنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ	وَاعْلَمُوْٓا
ایمان لائے	خیانت نہ کرو	اللہ	اور رسول	اور نہ خیانت کرو	اپنی امانتیں	جبکہ	تم	جانتے ہو	اور جان لو

تم اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت نہ کرو اور اپنی قابلِ حفاظت چیزوں میں خیانت نہ کرو اور تم تو جانتے ہو۔ اور تم اس بات کو جان رکھو

اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾

اَنَّمَآ	اَمْوَالُكُمْ	وَ	اَوْلَادُكُمْ	فِتْنَةٌ	وَّاَنَّ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗٓ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ
درحقیقت	تمہارے مال	اور	تمہاری اولاد	بڑی آزمائش	اور یہ کہ	اللہ	پاس	اجر	بڑا

کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔

اسلام کے احسانات

اب احکام الٰہیہ کی اطاعت کو آسان کرنے اور اس پر ترغیب دینے کے لئے اہل اسلام کو ان کی ابتدائی خستہ حالی اور ضعف و کمزوری کو یاد دلا کر پھر حق تعالیٰ نے جو اپنے فضل و انعام سے حالات بدل کر مسلمانوں کو قوت اور اطمینان عطا فرمایا اس کو یاد دلایا جاتا ہے تا کہ منعم حقیقی کی نعمتوں کو اور اس کے انعامات و احسانات کو یاد کر کے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کا شوق ہو۔

ہجرت سے پہلے مکہ میں مسلمانوں کی جو عمومی حالت تھی اس کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ دیکھو ہجرت سے پہلے سرزمین مکہ میں تمہاری تعداد تھوڑی تھی۔تم کمزور بھی تھے۔اس لئے خائف بھی رہتے تھے۔ سامان بھی نہ تھا۔تمہاری کمزوری کو دیکھ کر تمہارے مخالفین کو طمع ہوتی تھی کہ تم کو ہضم کر جائیں تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ دشمنان اسلام تم کو نوچ کھسوٹ کر نہ لے جائیں مگر اللہ نے تم کو مدینہ میں ٹھکانا دیا۔انصار ومہاجرین میں بے مثال بھائی چارہ قائم کر دیا۔ پھر معرکہ بدر میں کیسی کھلی غیبی امداد پہنچائی کہ کفار کی جڑ کاٹ دی۔ تم کو فتح نصیب کی۔ مال غنیمت خوب ہاتھ لگا۔غرض حلال طیب ستھری چیزیں اور انواع واقسام کی نعمتیں عطا فرمائیں تا کہ تم اس کے شکر گزار بندے بنے رہو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ عرب میں یہ لوگ

بہت ہی خستہ حالت میں تھے کہ ان کی زندگی بہت تباہ تھی۔ پیٹ سے بھوکے، جسم سے ننگے، انہیں کھانے کو نہ ملتا تھا بلکہ انہی کو کھایا جا رہا تھا۔ ہمیں تو نہیں معلوم کہ دنیا بھر میں ان سے بڑھ کر کوئی ضعیف اور کمزور حالت میں ہو لیکن اسلام کی برکت سے کیا ہوا۔ یہی کمزور لوگ ملکوں پر قابض ہو گئے۔ امیر اور بادشاہ بن گئے رزق ڈھیروں ملنے لگا۔ بادشاہوں پر بھی حکم چلانے لگے۔ اللہ نے انہیں وہ سب کچھ دیا جو آج تم دیکھ رہے ہو۔ اب اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو وہ منعم حقیقی ہے شکر گزار بندوں کو پسند کرتا ہے اور دولت ونعمت کو اور بڑھاتا ہے۔

اولاد واموال کا فتنہ

اب یہاں جو آیت میں فرمایا گیا کہ واعلموآ انمآ اموالکم واولادکم فتنۃ یعنی تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک فتنہ یعنی امتحان کی چیز ہے تو قرآن کریم میں لفظ فتنہ امتحان اور آزمائش کے معنیٰ میں بھی آیا ہے اور عذاب کے معنیٰ میں بھی اور ایسی چیزوں کو بھی فتنہ کہا گیا ہے جو عذاب کا سبب بنیں۔ تو یہاں مال واولاد کے لئے فتنہ کا لفظ تینوں معانی کی گنجائش رکھتا ہے۔ اول یہ کہ مال واولاد کے ذریعہ انسانوں کا امتحان لینا مقصود ہے کہ یہ چیزیں انعامات الٰہیہ میں سے ہیں تو انسان یہ نعمتیں پا کر شکر گزار اور اطاعت گزار بنتا ہے یا ناشکرا اور نافرمان بنتا ہے۔ پھر دوسرے معنیٰ بھی ظاہر ہیں کہ بعض اوقات انسان کے لئے یہ مال و دولت اور یہ بیوی بچے دنیا ہی میں وبال جان بن جاتے ہیں۔ اور ان کے سبب غفلت ومعصیت میں مبتلا ہو کر سبب عذاب بن جاتے ہیں اور اگر مال دولت اور آل واولاد کی محبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تو یہی مال واولاد آخرت میں انسان کے لئے سانپ بچھو اور آگ میں داغ دینے کا ذریعہ بن جائیں گے۔ اس لئے ان آیات کے اخیر میں وان اللہ عندہ اجر عظیم فرما کر یہ سمجھایا گیا کہ سمجھ لو کہ جو شخص اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں مال واولاد کی غلط محبت سے مغلوب نہ ہو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر وثواب ہے۔

حضرت ابولبابہؓ کا واقعہ

آخری دو آیات کا مضمون اگرچہ عام ہے اور سب اہل اسلام کو شامل ہے مگر اکثر مفسرین کے نزدیک ان دو آیات کا شان نزول ایک انصاری صحابی حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک واقعہ ہے جو مدینہ میں غزوۂ بنو قریظہ میں پیش آیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی قریظہ یہودیوں کا ایک بڑا خاندان تھا جو مدینہ کے قریب آباد تھا۔ انہوں نے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کے جنگ احزاب میں جب کہ مشرکوں نے مدینہ پر چڑھائی کر کے مدینہ کا محاصرہ کیا تھا۔ مشرکین مکہ کی مدد کی اور معاہدہ کی سخت خلاف ورزی کی جس سے مسلمانوں کو ضرر پہنچا۔ بہرحال جنگ احزاب جب ختم ہو گئی اور مشرکین مکہ واپس بھاگ گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باشارہ خداوندی یہود بنی قریظہ کا محاصرہ کیا۔ اور یہ محاصرہ اکیس روز تک جاری رہا جس سے یہودی تنگ ہوئے تو صلح اور امان کے خواستگار ہوئے اور اپنا وطن چھوڑ کر ملک شام کو چلے جانے کی درخواست کی۔ ان یہود کی شرارتوں کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست کو قبول نہیں فرمایا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ تم سے صلح کی صورت صرف یہ ہے کہ سعد بن معاذ جو انصار مدینہ میں سے تھے اور اہل مدینہ میں بڑے مشہور تھے۔ وہ تمہارے بارہ میں جو کچھ فیصلہ کریں اس کو تم بھی تسلیم کرو اور ہم بھی مان لیں۔ انہوں نے درخواست کی کہ سعد بن معاذ کی بجائے ابولبابہ کو یہ کام سپرد کیا جائے اور یہ تجویز یہود نے اس خیال سے پیش کی کہ حضرت ابولبابہ کے اہل و عیال اور جائیداد بنو قریظہ میں تھے۔ ان کی طرف سے خیال کیا کہ وہ ہمارے معاملہ میں رعایت کریں گے۔ بہرحال آپ نے ان کی درخواست پر حضرت ابولبابہؓ کو ان کے پاس گفت وشنید کے لئے بھیج دیا۔ بنو قریظہ کے سارے یہود مرد وزن سب ان کے گرد جمع ہو کر رونے لگے اور یہ پوچھا کہ اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر اپنے قلعہ سے اتر آئیں تو کیا وہ ہمارے معاملہ میں کچھ نرمی فرمائیں گے۔ حضرت ابولبابہؓ کو معلوم تھا کہ ان یہود کے معاملہ میں نرمی

برتنے کی رائے نہیں ہے۔ حضرت ابولبابہؓ نے کچھ ان لوگوں کی گریہ و زاری سے متاثر ہو کر اور کچھ اپنے اہل وعیال سے متاثر ہو کر جو بنو قریظہ ہی میں رہتے تھے اپنے گلے پر تلوار کی طرح ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بتلایا کہ قتل کئے جاؤ گے۔ گویا اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز ظاہر کر دیا۔ حضرت ابولبابہ اس وقت یہ اشارہ تو کر گزرے مگر فوراً متنبہ ہوا کہ میں نے خدا اور رسول کی خیانت کی اور اس کے بعد بہت پچھتائے اور جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس درجہ ندامت طاری تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے کی بجائے سیدھے مسجد نبوی میں پہنچے اور مسجد کے ایک ستون کے ساتھ رسی سے اپنے آپ کو بندھوا دیا اور قسم کھالی کہ جب تک میری توبہ اس فعل سے قبول نہ ہوگی۔ نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ اسی طرح مر جاؤں گا یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرما لے۔ چنانچہ سات روز اسی طرح بندھے کھڑے رہے ان کی بیوی اور لڑکی وہاں موجود رہتی تھیں۔ انسانی ضرورت اور نماز کے وقت کھول دیتیں اور فارغ ہونے کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں۔ کھانے پینے کے پاس نہ جاتے تھے اور فاقہ سے غشی طاری ہو جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اول اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اگر وہ پہلے ہی میرے پاس آ جاتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا اور توبہ قبول ہو جاتی۔ اب چونکہ حق تعالیٰ سے بلاواسطہ رجوع کیا ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ جو کچھ بھی حکم فرمائیں۔ اب تو قبولیت توبہ نازل ہونے کا انتظار ہی کرنا ہے۔ چنانچہ سات روز بعد آخر شب میں توبہ قبول ہونے کے متعلق اگلی آیت نازل ہوئی۔ دوسری صحابہ خوش ہو کر بشارت دینے کے لئے ان کے پاس گئے اور کھولنا چاہا تو انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ میں اپنے کو نہ کھولوں گا جب تک کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے میری رسی نہ کھولیں۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔

خلاصہ یہ کہ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت و محبت کو سب چیزوں پر مقدم رکھے اور امتحان اور آزمائش میں ثابت قدم رہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ اب بھی جہاں اہل اسلام قلت اور خوف کی حالت میں ہیں ان کے ضعف اور خوف کو دور فرما کر دشمنوں پر غلبہ اور فتح و نصرت عطا فرما۔

یَا اللہ آپ نے اپنے فضل سے ہم کو جو مال و اولاد عطا فرمایا ہے تو اس امتحان اور آزمائش کی چیز میں ہم کو کامیابی اور کامرانی عطا فرما۔ اور اپنی مرضیات کو ہر حال میں مقدم رکھنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

سَيِّاٰتِكُمْ	عَنْكُمْ	وَيُكَفِّرْ	فُرْقَانًا	لَكُمْ	يَجْعَلْ	اللّٰهَ	تَتَّقُوْا	اِنْ	اٰمَنُوْا	الَّذِيْنَ	يٰٓاَيُّهَا
تمہاری برائیاں	تم سے	اور دُور کردیگا	فرقان	تمہارے لئے	وہ بنادے گا	اللہ	تم ڈروگے	اگر	ایمان لائے	وہ لوگ جو	اے

اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے۔ تو اللہ تعالیٰ تمکو ایک فیصلہ کی چیز دیگا اور تم سے تمہارے گناہ دور کردے گا

وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ

لِيُثْبِتُوْكَ	كَفَرُوْا	الَّذِيْنَ	يَمْكُرُ بِكَ	وَاِذْ	الْعَظِيْمِ	ذُو الْفَضْلِ	وَاللّٰهُ	وَيَغْفِرْ لَكُمْ
تمہیں قید کرلیں	کفر کیا (کافر)	وہ لوگ جنھوں نے	خفیہ تدبیریں کرتے تھے آپ کے بارہ میں	اور جب	بڑا	فضل والا	اور اللہ	اور بخشدے گا تمہیں

اور تمکو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جبکہ کافر لوگ آپ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں

اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

الْمٰكِرِيْنَ	خَيْرُ	وَاللّٰهُ	وَيَمْكُرُ اللّٰهُ	يَمْكُرُوْنَ	وَ	اَوْ يُخْرِجُوْكَ	اَوْ يَقْتُلُوْكَ
تدبیر کرنیوالے	بہترین	اور اللہ	اور خفیہ تدبیر یں کرتا ہے اللہ	وہ خفیہ تدبیریں کرتے تھے	اور	یا نکال دیں تمہیں	یا قتل کردیں تمہیں

یا آپ کو خارج وطن کردیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ ہے۔

گذشتہ تمام نصیحتوں کا خلاصہ اور اطاعت خدا اور رسول کا ثمرہ

پچھلے سارے رکوع میں اللہ اور رسول کی اطاعت وفرمانبرداری کی تلقین فرمائی گئی تھی اور ساتھ ہی اللہ اور رسول کے حقوق میں خیانت نہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اور حقوق اللہ ہوں یا حقوق العباد ہوں ان میں غفلت کوتاہی یا کمی کا سبب عموماً انسان کے اموال واولاد ہوا کرتے ہیں اس لئے اس پر تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ دنیا میں یہ مال و اولاد انسان کے لئے ایک امتحان اور آزمائش کی چیز ہیں تو جو شخص اللہ اور رسول کے احکام کی تعمیل میں مال واولاد کی غلط محبت سے مغلوب نہ ہوگا تو پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔

اب گذشتہ میں بیان میں کی ہوئی ساری نصیحتوں کا خلاصہ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کا ثمرہ بیان کیا جاتا ہے۔ اور ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اگر تم نے تقویٰ اختیار کیا یعنی خدا سے ڈرتے رہے اور اس کی مخالفت سے بچتے رہے تو اللہ تعالیٰ تم کو تین چیزیں عطا کرے گا۔ ایک فرقان' دوسرے گناہوں سے معافی' تیسرے مغفرت' فرقان کی تشریح مفسرین نے کئی طرح سے کی ہے۔ بعض نے اس کے مطلب یہ لکھے ہیں کہ وہ تم کو مخالفین سے کامل امتیاز بخشے گا یعنی دنیا میں تم کو غلبہ دے کر اور دوسرے انعامات کے ذریعہ سے اور آخرت میں نجات دے کر یعنی تم جنت میں دائمی رہو گے اور تمہارے مخالفین کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا بعض نے فرقان کے مطلب یہ بیان کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حق و باطل' نیک و بد میں تمیز کرنے کی قوت عطا کرے گا۔ جس سے قدم قدم پر تمہیں معلوم ہوتا رہے گا کہ کونسا رویہ صحیح ہے اور کونسا غلط۔ کس بات میں خدا کی رضا ہے اور کس میں اس کی ناراضی ہے یعنی تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا جس سے تم ذوقاً اور وجداناً حق و باطل میں فیصلہ کرسکو گے اس کے علاوہ تقویٰ کا دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری برائیاں دور

کردے گا۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو بخش دے گا۔ تو یہاں حضرت ابولبابہؓ کے واقعہ کی طرف اور ان کی قبولیت توبہ کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔ آگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک احسان عظیم اور انعام خصوصی کی یاددہانی کرائی جاتی ہے جو نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور صحابہ کرام و جملہ اہل اسلام پر بلکہ پوری دنیا پر ایک خاص انعام واحسان ہے کہ قبل از ہجرت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کفار کے نرغہ میں تھے اور وہ آپ کے قتل یا قید یا شہر بدر کرنے کے مشورہ کررہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا اور ان کی ساری تدبیروں کو ملیا میٹ کردیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بسلامت و عافیت مدینہ منورہ پہنچا دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر ہمیشہ غالب آتی ہے اور اس کی تدبیر کے سامنے کفار کی ساری تدبیریں بے سود اور ناکام ہوکر رہ جاتی ہیں۔

واقعۂ ہجرت

یہاں اس دوسری آیت میں واقعۂ ہجرت کی طرف اشارہ ہے جس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ جب انصار اہل مدینہ نے اسلام قبول کرنا شروع کردیا اور مکہ میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرلی تو کفار قریش کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور قوت بڑھ نہ جائے اور آپ کا دین سب دینوں پر غالب نہ آجائے۔ تو اس کی روک تھام کی تدبیر کرنے کے لئے سرداران قریش مکہ میں دارالندوہ میں جمع ہوئے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں آپس میں مشورہ کریں اور مشورہ کے بعد جو بات طے پائے اس پر سب باتفاق عمل کریں۔ اس مجمع اور مشورہ میں سب بڑے بڑے سردار قریش جیسے عتبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ، ابوجہل، ابوسفیان، نضر بن الحارث، ابوالبختری بن ہشام وغیرہ وغیرہ شامل تھے۔ جب سب لوگ جمع ہوگئے تو ابلیس لعین بھی ایک بزرگ شیخ کی صورت بنا کر ان میں آموجود ہوا۔ جب لوگوں نے اس کو دیکھا تو پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میں نجد کا ایک شیخ ہوں۔ میں نے تمہارے مجمع کا حال سنا تو میں بھی تمہارے پاس آگیا تاکہ عمدہ رائے سے تمہاری خیر خواہی کروں۔ ان لوگوں نے بڑی خوشی سے شیخ لعین کو بھی مجمع میں شامل کرلیا۔ جب لوگوں سے رائے لی گئی تو ابوالبختری نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ کر مضبوط باندھ لو اور ایک گھر میں مقید کرکے اس کا دروازہ بند کردو اور ایک روشندان کھلا رہنے دو اسی میں سے کھانا پانی ڈال دیا کرو۔ یہاں تک کہ جیسے اور پہلے شاعر مرمرا گئے یہ بھی اپنی موت مرجائیں گے۔ جب ابلیس لعین نے یہ بات سنی تو کہنے لگا کہ تمہاری رائے غلط اور بری ہے اگر تم نے قید کرلیا تو یہ ناممکن ہے کہ یہ خبر باہر نہ نکلے اور پھر جب ان کے ساتھی اس کو سنیں گے تو جنگ کرکے تمہارے ہاتھ سے ان کو چھڑا لے جائیں گے۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا شیخ نجدی سچ کہتا ہے پھر ہشام بن عمرو کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم ان کو ایک اونٹ پر سوار کرکے اپنے یہاں سے نکال دو جب وہ تم سے غائب ہوجائیں گے تو تم کو کوئی نقصان نہ پہنچاسکیں گے۔ اور تم ان کی طرف سے راحت میں ہوجاؤ گے۔ شیخ نجدی نے کہا کہ یہ رائے تو بہت نکمی ہے۔ تم ایسے شخص کو جس نے تمہاری عقلوں پر جادو کردیا ہے اپنے غیروں کی طرف نکالتے ہو۔ کیا تم نے ان کی فصاحت کلامی اور شیریں زبانی کو نہیں دیکھا اور اس بات پر نظر نہیں کی ان کی باتیں لوگوں پر کیا اثر کرتی ہیں اگر تم نے ایسا کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ یہاں سے چلے جائیں گے اور دوسری قوموں کو مائل کرکے تم پر چڑھا لائیں گے پھر تم کو تمہارے شہر سے نکال دیں گے۔ جب لوگوں نے ابلیس لعین کا یہ قول سنا تو سب نے کہا کہ شیخ نجدی نے سچ کہا۔ اس کے بعد ابوجہل نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلہ میں سے ایک آدمی لیا جائے اور سب مل کر دفعتہً ان کو قتل کردیں۔ تاکہ یہ خون تمام قبیلوں میں بٹ جائے اور ظاہر ہے کہ بنی ہاشم تمام قبائل عرب سے نہیں لڑ سکتے۔ ضرور بالضرور دیت پر راضی ہوجائیں گے اور ہم خوں بہا دے کر چھوٹ جائیں گے۔ میری رائے تو یہی ہے۔ شیخ نجدی نے جب یہ رائے سنی تو خوشی سے اچھل پڑا۔ اور کہا کہ بیشک رائے تو

یہی ہے جو اس جوان نے دی۔اس سے بہتر کوئی رائے نہیں۔الغرض ابوجہل کے قول پر سب کا اتفاق ہوگیا کہ اسی شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے اور مجمع اس طے شدہ رائے کے بعد برخاست ہوگیا۔یہاں تو اشقیا نے یہ منصوبے گانٹھے ادھران کے توڑ میں اللہ تعالیٰ کی بہترین اور لطیف تدبیر یہ ہوئی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور تمام واقعہ کی آپ کو خبر دی اور کہا کہ آپ رات یہاں نہ گزاریں۔حسب وحی حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹا دیا اور فرمایا کہ میری چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ۔تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی اور آپ سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے اور ان کو ساتھ لے کر غار ثور میں رات ہی میں پہنچ گئے۔کفار اپنے منصوبے کے موافق آپ کے گھر کو رات بھر گھیرے پڑے رہے۔صبح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو جستجو میں چاروں طرف پھیل گئے۔جس غار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف رکھتے تھے وہاں تک بعض تلاش کرنے والوں کو قدم کے نشانات دیکھ کر قیافہ شناسوں نے لا کر کھڑا کر دیا۔مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو لاعلم رکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین شب اسی غار میں رہ کر بخیر و عافیت مدینہ منورہ جا پہنچے۔اسی قصہ کی طرف آیت میں اشارہ ہے کہ کفار اپنی تدبیروں میں مصروف تھے اور ادھر اللہ عزوجل تدبیر فرما رہے تھے۔آخر اللہ کی تدبیر غالب آئی کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بہتر تدبیر کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہم کو بھی تقویٰ کی دولت عطا فرماویں کہ جس کے باعث ہمارے گناہوں کی بخشش اور مغفرت ہوجائے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم کو دارین میں نواز دیں۔

یَا اللہ جیسے آپ نے مکہ کے کافروں کی تدبیروں کو ملیامیٹ فرما دیا اور اہل اسلام کو غالب فرمایا۔

یَا اللہ موجودہ کفار اور دشمنان دین کی تدبیروں کو بھی خاک میں ملا کر اور ان کو ذلیل و خوار فرما دے۔اور اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت عطا فرما دے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَٰذَا ۙ إِنْ هَٰذَا إِلَّا

وَإِذَا	تُتْلَىٰ	عَلَيْهِمْ	آيَاتُنَا	قَالُوا	قَدْ سَمِعْنَا	لَوْ نَشَاءُ	لَقُلْنَا	مِثْلَ	هَٰذَا	إِنْ	هَٰذَا	إِلَّا
اور جب	پڑھی جاتی ہیں	اُن پر	ہماری آیات	وہ کہتے ہیں	البتہ ہم نے سُن لیا	اگر ہم چاہیں	کہ ہم کہہ لیں	مثل	اس	نہیں	یہ	مگر (صرف)

(اور ان کفار کی یہ حالت ہے کہ) جب انکے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم ارادہ کریں تو اسکے برابر ہم بھی کہہ لاویں یہ تو کچھ بھی نہیں

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣١﴾ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنْ كَانَ هَٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ

أَسَاطِيرُ	الْأَوَّلِينَ	وَإِذْ	قَالُوا	اللَّهُمَّ	إِنْ	كَانَ	هَٰذَا	هُوَ	الْحَقَّ	مِنْ	عِنْدِكَ	فَأَمْطِرْ
قصے کہانیاں	پہلے	اور جب	وہ کہنے لگے	اے اللہ	اگر	ہے	یہ	وہ	حق	سے	تیری طرف	تو برسا

صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آرہی ہیں۔ اور جب ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے

عَلَيْنَا حِجَارَةً مِنَ السَّمَاءِ أَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٣٢﴾ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ

عَلَيْنَا	حِجَارَةً	مِنَ	السَّمَاءِ	أَوِ	ائْتِنَا	بِعَذَابٍ	أَلِيمٍ	وَمَا كَانَ	اللَّهُ	لِيُعَذِّبَهُمْ	وَأَنْتَ
ہم پر	پتھرسے	سے	آسمان	یا	لے آ ہم پر	عذاب	دردناک	اور نہیں ہے	اللہ	کہ انہیں عذاب دے	جبکہ آپ

پتھر برسائیے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے انکو عذاب دیں

فِيهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣٣﴾

فِيهِمْ	وَمَا	كَانَ	اللَّهُ	مُعَذِّبَهُمْ	وَهُمْ	يَسْتَغْفِرُونَ
ان میں	اور نہیں	ہے	اللہ	انہیں عذاب دینے والا	جبکہ وہ	بخشش مانگتے ہوں

اور اللہ تعالیٰ انکو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔

کفار قریش کے متکبرانہ دعوے اور احمقانہ اقوال

ان آیات میں کفار قریش کے تمرد اور عناد اور ان کے متکبرانہ دعوے اور احمقانہ اقوال و عادات کا بیان ہے جس سے مقصود ان کی مذمت و شناعت اور ان کے مستحق عذاب ہونے کو بیان کرنا ہے کہ یہ لوگ اپنے جہل و عناد اور عادات شنیعہ کی بناء پر اس قابل ہیں کہ ان کو سخت عذاب دیا جائے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جب ان کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو از راہ تکبر و عناد یہ کہتے ہیں کہ ہاں ہم نے سن لیا۔ یہ قرآن ہے ہی کیا۔ اس میں اگلے لوگوں کے قصہ کہانیوں کے سوا اور ہے کیا؟ ہم چاہیں تو ہم بھی ایسا ہی کلام بنا ڈالیں۔

نضر بن حارث مشرک اور ابو جہل

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات نضر بن حارث مشرک کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں۔ جو ملک فارس اور حیرہ سے رستم اور اسفندیار کی داستانیں سن آیا تھا۔ جہاں بیٹھتا وہیں لوگوں کو یہ قصے سنایا کرتا اور یہ کہتا کہ جیسے قصہ تم کو محمد سناتے ہیں ویسے ہی قصہ میں تم کو سناتا ہوں۔ ان کا کلام ہے ہی کیا اگر میں چاہوں تو ویسا ہی کلام بنالوں حالانکہ اس کا یہ کہنا صریح کذب بیانی اور حق کو جھٹلانا تھا۔ قرآن پاک نے تو مکی اور مدنی سورتوں میں بار بار ببانگ دہل یہ اعلان کیا ہے اور تمام دنیا کے جن وانس کو چیلنج دیا ہے کہ جس کو قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں شک وشبہ ہو تو اس کے مثل لے آئے اور پھر ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ پوری کتاب اس قرآن کے مثل تو کیا لاسکو گے دس

سورتیں ہی اس جیسی بنالاؤ۔ اس کے بعد کہا گیا کہ اچھا دس نہ سہی تو ایک ہی سورت اس کے مثل بنالاؤ لیکن تمام عرب و عجم ایسا نہ کر سکے اور قرآن جیسے فصیح و بلیغ کلام سے سب عاجز رہے۔

پھر کفار مکہ کا ایک دوسرا قول نقل کیا جاتا ہے وہ کہتے تھے کہ واقعی اگر یہ قرآن اور یہ دین حق ہے جس کی ہم اتنے دنوں سے اور اس قدر شدومد سے تکذیب کر رہے ہیں تو اس کے جھٹلانے کا نتیجہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ ہم پر آسمان سے پتھر برستے اور دردناک عذاب ہمارے اوپر ٹوٹ پڑتا مگر جب ایسا نہیں ہوا تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ نہ یہ قرآن حق ہے نہ یہ دین حق ہے۔ نہ منجانب اللہ ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قول بھی نضر بن حارث ہی نے کہا تھا جس سے مقصود قرآن کے (معاذ اللہ) باطل ہونے پر اپنے یقین کا ظاہر کرنا تھا۔ پھر یہی نضر بن حارث بدر کے دن گرفتار ہوا اور بھوکا پیاسا رکھ کر اس کی گردن ماردی گئی۔ اور ابو جہل نے بھی اسی طرح کہا تھا وہ بھی بدر کے دن ذلت اور رسوائی کے ساتھ مارا گیا اور ایک کنویں میں اس کی لاش پھینک دی گئی۔

حماقت کا مظاہرہ

اگر ذرا بھی عقل ہوتی تو یہ دعا کرتے کہ اے اللہ اگر یہ دین حق ہے اور تیرے پاس سے آیا ہے تو ہم کو ہدایت دے اور اس کے اتباع اور پیروی کی توفیق دے۔ تو اول تو اپنی حماقت سے یہ احمقانہ دعاء مانگی پھر جب خدا کی کسی مصلحت و حکمت سے مکہ میں عذاب نازل نہ ہوا تو اپنی اس احمقانہ دعا سے اپنی حقانیت پر ناز کرنے لگے۔ اور یہ نہ سمجھا کہ سنت اللہ یہی ہے کہ جب کسی قوم پر تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب نازل کرتے ہیں تو اپنے پیغمبر کو ان سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ جیسے حضرت ہود علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کے معاملہ میں مشاہدہ ہوا کہ جب تک یہ حضرات بستی میں رہے عذاب نہیں آیا۔ جب وہاں سے نکال لئے گئے اس وقت عذاب نازل ہوا تو سید الانبیاء والمرسلین جو رحمۃ اللعالمین کا لقب دے کر بھیجے گئے آپ کے مکہ میں موجود ہوتے ہوئے اہل مکہ پر عذاب عام آنا آپ کی شان کے خلاف تھا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز و اکرام کے منافی تھا تو نضر بن حارث اور دوسرے کفار مکہ نے جو یہ کہا کہ اے اللہ اگر یہ اسلام دین حق ہے تو اس کے نہ ماننے پر ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی دوسرا سخت عذاب نازل کر تو اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ **وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم** یعنی اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کریں گے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے مکہ میں ہوتے ہوئے ان پر عذاب نازل کر دیں کیونکہ یہ سنت اللہ کے خلاف ہے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے علیحدہ کر لیا تو جنگ بدر کے عذاب میں کفار مکہ پکڑے گئے۔ دوسرا جواب عام عذاب کفار مکہ پر نہ آنے کا یہ بتلایا گیا **وما کان اللہ معذبھم و ھم یستغفرون** یعنی اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نازل کرنے والے نہیں جب تک کہ وہ استغفار کرتے ہیں۔

استغفار کا فائدہ

اس جملہ کے مفسرین نے ایک مطلب تو یہ بیان کیا ہے کہ دوسری چیز جو نزول عذاب سے مانع ہے وہ ان کا استغفار ہے اور نزول عذاب سے امن اور سلامتی کا باعث ہے۔ مشرکین طواف وغیرہ کی حالت میں غفرانک غفرانک کہا کرتے تھے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔ تو ان کا یہ استغفار کفر و شرک کے ساتھ گو آخرت میں نافع نہ ہو مگر دنیا میں اس کا بھی یہ نفع ان کو مل گیا کہ دنیا میں عام نزول عذاب سے بچ گئے۔ نیز مفسرین نے یہاں لکھا ہے کہ جب کافر کا استغفار دنیا میں نزول عذاب سے مانع ہو سکتا ہے تو مسلمان کا استغفار تو بدرجہ اولیٰ نزول عذاب سے مانع ہو سکتا ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنی رحمت سے اور نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں ہم کو ایمان و اسلام پر استقامت نصیب فرما۔ اور ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق نصیب فرما۔ یا اللہ کفار نے تو تیرے کلام پاک کی تصدیق نہ کی اور اس پر ایمان نہ لائے مگر ہم نے اس پر ایمان لا کر بھی اس کے حقوق ادا نہ کئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ

وَمَا	لَهُمْ	اَلَّا	يُعَذِّبَهُمُ	اللّٰهُ	وَهُمْ	يَصُدُّوْنَ	عَنِ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	وَمَا	كَانُوْٓا	اَوْلِيَآءَهٗ
اور کیا	انکے لئے	کہ نہ	انہیں عذاب دے	اللہ	جبکہ وہ	روکتے ہیں	سے	مسجد حرام	اور نہیں	وہ ہیں	اسکے متولی

اور انکا کیا استحقاق ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ سزا نہ دے حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں

اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ

اِنْ	اَوْلِيَآؤُهٗٓ	اِلَّا	الْمُتَّقُوْنَ	وَلٰكِنَّ	اَكْثَرَهُمْ	لَا يَعْلَمُوْنَ	وَمَا	كَانَ	صَلَاتُهُمْ	عِنْدَ
نہیں	اسکے متولی	مگر	متقی (جمع)	اور لیکن	ان میں سے اکثر	نہیں جانتے	اور نہیں	تھی	انکی نماز	نزدیک

متولی تو سوائے متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے اور انکی نماز خانہ کعبہ کے پاس

الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ۚ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾

الْبَيْتِ	اِلَّا	مُكَآءً	وَتَصْدِيَةً	فَذُوْقُوا	الْعَذَابَ	بِمَا	كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ
خانہ کعبہ	مگر	سیٹیاں	اور تالیاں	پس چکھو	عذاب	اسکے بدلے جو	تم کفر کرتے تھے

صرف یہ تھی سیٹیاں اور تالیاں بجانا سو اس عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب۔

کفار قریش کے مظالم

ان آیات میں بھی کفار مکہ کا حال بیان کیا جا رہا ہے گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ ان پر عذاب دو وجہ سے رکا ہوا ہے۔ ورنہ یہ اپنی ضد وہٹ دھرمی کی وجہ سے کب کے عذاب کے مستحق ہو چکے تھے۔ ایک تو یہ وجہ ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان میں موجود ہونے کی وجہ سے عذاب نہ بھیجا۔ دوسری وجہ یہ کہ ان میں تلبیہ اور طواف وغیرہ میں توبہ واستغفار کی آواز بلند ہے۔ اور مسلمان بھی ان میں ملے جلے ہیں اور وہ اللہ سے اس کی مغفرت ورحمت طلب کرتے رہتے ہیں اور اللہ استغفار کرنے والوں پر عذاب نہیں بھیجتا۔ اب یہاں ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان پر عذاب کا نہ آنا ان دو سبب سے ہے جو اوپر مذکور ہوئے ورنہ ان کی شرارتیں اور ظلم وشقاوت تو ایسی چیزیں ہیں کہ فوراً عذاب آجانا چاہئے اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہوگا کہ توحید پرستوں کو حرم شریف میں آنے یا عبادت کرنے سے طرح طرح کے حیلے تراش کر روکا جائے بلکہ ان کو وطن مکہ سے نکال کر ہمیشہ کے لئے کوشش کی جائے کہ یہ خدا کے پاکباز اور عبادت گزار بندے یہاں نہ آنے پائیں اور ستم ظریفی یہ کہ اس ظلم کے جواز کے لئے یہ سند پیش کی جاتی کہ ہم حرم شریف کے متولی بااختیار ہیں جس کو چاہیں آنے دیں جسے چاہیں روک دیں یہ ہمارا حق ہے۔ اس میں اشارہ واقعہ حدیبیہ کی طرف ہے جبکہ ۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی صحابہ کرامؓ کو عمرہ کرنے اور مکہ میں مسجد حرام میں داخل ہونے سے کفار مکہ نے روک دیا تھا۔ اور احمق یوں سمجھتے تھے کہ ہم مسجد حرام کے متولی ہیں جس کو چاہیں حرم میں آنے کی اجازت دیں اور جس کو چاہیں اجازت نہ دیں۔

بہرحال ان پر عذاب ضرور آئے گا

خلاصہ یہ کہ ان پر عذاب ضرور آئے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے آئے اور جو کمزور اور بے طاقت اہل ایمان ان کے پنجہ میں گرفتار تھے وہ بھی کسی تدبیر سے نکل آئے تو جنگ بدر کی شکل میں ان پر عذاب نازل ہوا پھر دوسرے غزوات میں بھی شکستوں پر شکستیں نصیب ہوئیں۔ ہزاروں مارے گئے بالآخر مکہ بھی فتح ہوا اور جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا وہ دوامی عذاب میں مبتلا ہوئے۔ آگے بھی آخرت کے اسی دائمی عذاب جہنم اور دنیا کی بھی نامرادی و ناکامی کی وعید کفار کو سنائی جاتی ہے اگر وہ باز نہ آئے اور اگر باز آجائیں تو جو کچھ وہ گذشتہ میں کر چکے ہیں وہ معاف کر دیا جائے گا جس کا بیان اگلی آیات میں ان شاءاللہ ہوگا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ دین دنیا میں اپنے عذاب سے ہم کو محفوظ رکھیں۔ امت مسلمہ اور اسلام کو سربلندی عطا فرماویں۔ کفر و شرک کو ذلیل و خوار فرمائیں۔

یَا اللّٰہ ان مساجد کے حقوق و احترام کی ہم کو توفیق کاملہ عطا فرما اور ان مساجد میں شور و غل اور شر و فساد مچانا جو کفار مکہ کی خصلت تھی اس سے اہل اسلام کو بچنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ

إِنَّ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	يُنفِقُونَ	أَمْوَالَهُمْ	لِيَصُدُّوا	عَنْ	سَبِيلِ اللهِ	فَسَيُنفِقُونَهَا	ثُمَّ
بیشک	جن لوگوں نے	کفر کیا	خرچ کرتے ہیں	اپنے مال	تاکہ روکیں	سے	راستہ اللہ کا	سو اب خرچ کریں گے	پھر

بلاشک یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ

تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ ۗ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ﴿٣٦﴾ لِيَمِيزَ

تَكُونُ	عَلَيْهِمْ	حَسْرَةً	ثُمَّ	يُغْلَبُونَ	وَ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	إِلَىٰ	جَهَنَّمَ	يُحْشَرُونَ	لِيَمِيزَ
ہوگا	ان پر	حسرت	پھر	وہ مغلوب ہونگے	اور	جن لوگوں نے	کفر کیا	طرف	جہنم	اکٹھے کئے جائیں گے	تاکہ جدا کردے

مال انکے حق میں باعث حسرت ہوجاویں گے پھر مغلوب ہوجاویں گے اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جاوے گا۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کردے

اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا

اللهُ	الْخَبِيثَ	مِنَ	الطَّيِّبِ	وَ يَجْعَلَ	الْخَبِيثَ	بَعْضَهُ	عَلَىٰ	بَعْضٍ	فَيَرْكُمَهُ	جَمِيعًا
اللہ	گندا	سے	پاک	اور رکھے	گندا	اسکے ایک	پر	دوسرے	پھر ڈھیر کردے	سب

اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملادے یعنی ان سب کو متصل کردے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے ایسے ہی لوگ پورے خسارہ میں ہیں۔

فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٣٧﴾ قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَنتَهُوا

فَيَجْعَلَهُ	فِي	جَهَنَّمَ	أُولَٰئِكَ	هُمُ	الْخَاسِرُونَ	قُلْ	لِلَّذِينَ	كَفَرُوا	إِنْ	يَنتَهُوا
پھر ڈال دے اسکو	میں	جہنم	یہی لوگ	وہ	خسارہ پانے والے	کہدیں	ان سے جو	انہوں نے کفر کیا	اگر	وہ باز آجائیں

آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجاویں گے تو اُن کے سارے گناہ جو پہلے ہوچکے ہیں سب معاف کردیئے جاویں گے اور اگر اپنی

يُغْفَرْ لَهُم مَّا قَدْ سَلَفَ وَإِن يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوهُمْ

يُغْفَرْ	لَهُمْ	مَا	قَدْ سَلَفَ	وَإِنْ	يَعُودُوا	فَقَدْ	مَضَتْ	سُنَّتُ	الْأَوَّلِينَ	وَقَاتِلُوهُمْ
معاف کردیا جائے	انہیں	جو	گزرچکا	اور اگر	پھر وہی کریں	تو تحقیق	گزرچکی ہے	سنت	پہلے لوگ	اور ان سے جنگ کرو

وہی عادت رکھیں گے تو کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہوچکا ہے اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے

حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنِ انتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ

حَتَّىٰ	لَا تَكُونَ	فِتْنَةٌ	وَيَكُونَ	الدِّينُ	كُلُّهُ	لِلَّهِ	فَإِنِ	انتَهَوْا	فَإِنَّ	اللهَ	بِمَا	يَعْمَلُونَ
یہاں تک کہ	نہ رہے	کوئی فتنہ	اور ہوجائے	دین	سب	اللہ کا	پھر اگر	وہ باز آجائیں	تو بیشک	اللہ	جو	وہ کرتے تھے

اور دین اللہ ہی کا ہوجاوے پھر اگر یہ باز آجاویں تو اللہ تعالیٰ انکے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں۔

30

بَصِيْرٌ ۝ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝

النَّصِيْرُ	وَنِعْمَ	الْمَوْلٰى	نِعْمَ	مَوْلٰىكُمْ	اللّٰهَ	اَنَّ	فَاعْلَمُوْٓا	تَوَلَّوْا	وَاِنْ	بَصِيْرٌ
مددگار	اور خوب	ساتھی	خوب	تمہارا ساتھی	اللہ	کہ	تو جان لو	وہ منہ موڑلیں	اور اگر	دیکھنے والا

اور اگر رُوگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔

حق کو روکنے کے لئے کفار مکہ کی مالی کوششیں

گزشتہ آیات میں کفار مکہ کے اقوال اور اعمال بدنیہ کا حال ذکر ہوا تھا اب ان آیات میں پہلے ان کے اعمال مالیہ کا بیان فرمایا جاتا ہے۔ لکھا ہے کہ کفار مکہ کے ۱۲ سرداروں نے بدر میں ایک ایک دن اپنے ذمہ لیا تھا کہ ہر روز ایک سردار لشکر کو کھانا کھلائے گا چنانچہ دس اونٹ روزانہ کسی ایک کی طرف سے ذبح کئے جاتے تھے پھر جب بدر میں شکست ہوگئی تو ہزیمت خوردہ مجمع نے مکہ پہنچ کر ابوسفیان وغیرہ سے کہا کہ جو مال تجارتی قافلہ لایا ہے وہ سب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے انتقام لینے میں خرچ کیا جائے چنانچہ سب اس پر راضی ہوگئے تو کفار کے اس طرح کے مال خرچ کرنے کا ذکر پہلے یہاں آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ ان معاندین کے مالی وسائل بھی مخالفت اسلام کے لئے وقف ہیں اور یہ اپنے مال اللہ کے راستہ سے روکنے کے لئے خرچ کرتے ہیں مگر اس مخالفت اسلام میں مال خرچ کرنے کا انجام اور نتیجہ بتلایا جاتا ہے کہ ان کی یہ مالی کوششیں بھی رائیگاں رہیں گی اور جب دنیا میں آثار ناکامی دیکھیں گے اور مغلوب ہوں گے اور آخرت میں عذاب جہنم حاصل ہوگا تب افسوس وحسرت سے ہاتھ کاٹیں گے کہ مال بھی گیا اور کامیابی بھی نہ ہوئی۔

چنانچہ اول غزوہ بدر میں پھر جنگ احزاب وغیرہ میں سب مالی اور جسمانی طاقتیں خرچ کر دیکھیں مگر انجام میں آخر ہلاک ہوئے یا رسوا ہوئے اور فتح مکہ کے دن تو اس کا ظہور ہوا کہ سارا جزیرۃ العرب مقہور اور مغلوب ہوا اور کفار نے سالہا سال میں جو اسلام کی دشمنی میں خرچ کیا تھا وہ سب ضائع اور بیکار گیا اور دنیوی واخروی دونوں قسم کا نقصان اور خسارہ اٹھایا اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور خسارہ کیا ہوسکتا ہے کہ انسان جس راہ میں اپنا تمام وقت، محنت، قابلیت اور پورا سرمایہ زندگی کھپادے اور پھر اس کی انتہا پر پہنچ کر اسے معلوم ہو کہ وہ اسے تباہی اور ہلاکت کی طرف لے آئی ہے اور اس راہ میں جو کچھ اس نے کھپایا ہے اس پر حصول مقصد کی بجائے الٹا اسے ناکامی اور جرمانہ بھگتنا پڑا تو ایسے ہی لوگ پورے خسارہ اور نقصان میں ہیں۔
چنانچہ یہاں پہلی دو آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

کفار ایمان لے آئیں تو بہتر ورنہ ہلاکت ان کا مقدر ہے

الغرض ان آیات کے سننے کے بعد کفار کی دو حالتیں ہوسکتی ہیں۔ اسلام لے آنا یا کفر پر قائم رہنا اس لئے آگے ان دونوں حالتوں کے متعلق احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اگر یہ اب بھی کفر وطغیان اور عداوت اسلام سے باز آجائیں اور پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت قبول کرلیں تو پہلے حالت کفر میں جو گناہ کر چکے وہ سب معاف کردیئے جائیں گے۔ یہ حکم تو حالت اسلام کا ہوا اور اگر برخلاف اس کے اپنی وہی کفر کی عادت رکھیں گے اور وہی سابق شرارتیں کریں گے تو پہلے لوگوں کا طریقہ گزر ہی چکا ہے پس جو حشر ان کا ہوا وہی ان کا ہوگا۔ یعنی دنیا میں ہلاکت اور آخرت میں عذاب۔

فتنہ کا خاتمہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے

مسلمانوں کو یہ حکم ہے کہ تم لوگ ان کفار عرب سے اس وقت تک جنگ کرتے رہو کہ شر باقی نہ رہے یا تو وہ نیست ونابود ہو جاویں یا کفر چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں اور سارا دین خدا کا ہو جاوے اور بتوں کی

شرکت بالکل ختم ہو جاوے۔ نہ بت رہیں نہ بت پرست ۔ یہ حکم چونکہ مشرکین عرب کے مقابلہ میں ہے اوران کے لئے صرف دو ہی حکم ہیں یا اسلام یا تلوار اور سوائے مشرکین عرب کے دوسرے کفار اور مشرکین کے لئے جزیہ کا بھی قانون ہے تو حق تعالیٰ مسلمانوں کو حکم دے رہے ہیں کہ ان کفار عرب سے لڑتے رہو کہ ان کافروں کا زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں یا مذہب حق کو موت کی دھمکی دے سکیں اور یہی جہاد کا آخری مقصد ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے اور حکم اکیلے خدا کا چلے اور دین حق سب ادیان پر غالب آ جائے پھر اگر یہ کفار کسی وقت ظاہر میں اپنی شرارت اور کفر سے باز آ جائیں تو ان سے قتال نہیں ان کے دلوں کا حال اور مستقبل کی کیفیات کو خدا کے سپرد کیا جائے گا جیساوہ کام کریں گے ویسی جزا ان کو ملے گی اور اگر وہ برابر ایمان سے پیٹھ پھیرتے رہیں تو تم برابر جنگ جاری رکھو اور مسلمانوں کو چاہئے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر بھروسہ کر کے جہاد کریں۔ کفار کی کثرت اور ساز و سامان سے مرعوب نہ ہوں۔

اسلام لانے سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں

ان آیات سے معلوم ہوا کہ دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد گذشتہ معاصی، شرک و کفر سب معاف ہو جاتا ہے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ جب میرے دل میں خدا نے مسلمان ہونے کا خیال پیدا کیا تو میں مکہ سے چل کر مدینہ آیا اور خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ میں بیعت کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا میں کچھ شرطیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا شرطیں کیا کرو گے؟ میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے معاف کر دیں یا میرے لئے استغفار کریں فرمایا کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ اسلام گذشتہ گناہوں کو ڈھا دیتا ہے اور ہجرت پہلے گناہوں کو ڈھا دیتی ہے اور حج بھی اگلے گناہوں کو ڈھا دیتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ ہم کو ایسے اعمال اور افعال کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جن کے ذریعے آپ کی حمایت و نصرت ہمیں ہر حال اور ہر آن حاصل ہو۔

یَا اللہ ہماری زندگی کا سرمایۂ وقت و محنت سب آپ کے راستہ میں آپ کی رضا کے لئے لگے۔

یَا اللہ اہل ایمان کو دنیا میں بھی غلبہ و شوکت عطا ہو اور آخرت میں بھی جنت کی دائمی اور ابدی نعمتیں میسر ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

پارہ
وَاعْلَمُوٓا

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى

وَالْيَتٰمٰى	لِذِي الْقُرْبٰى	وَ	وَلِلرَّسُوْلِ	خُمُسَهٗ	لِلّٰهِ	فَاَنَّ	شَيْءٍ	مِّنْ	غَنِمْتُمْ	اَنَّمَا	اعْلَمُوْٓا	وَ
اور یتیموں	قرابت داروں کیلئے	اور	اور رسول کیلئے	اسکا پانچواں حصہ	اللہ کے واسطے	سو	کسی چیز	سے	تم غنیمت لو	جو کچھ	تم جان لو	اور

اوراس بات کوجان لوکہ جوشئے بطورغنیمت تم کوحاصل ہوتواس کاحکم یہ ہے کہ کل کاپانچواں حصہ اللہ کااوراس کے رسول کا ہےاورآپ کے قرابت داروں کا ہےاوریتیموں کا ہے

وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا

عَبْدِنَا	عَلٰى	اَنْزَلْنَا	وَمَا	بِاللّٰهِ	اٰمَنْتُمْ	كُنْتُمْ	اِنْ	وَابْنِ السَّبِيْلِ	وَالْمَسٰكِيْنِ
اپنا بندہ	پر	ہم نے نازل کیا	اور جو	اللہ پر	ایمان رکھتے	تم ہو	اگر	اور مسافروں	اور مسکینوں

اور غریبوں کا ہے اور مسافروں کا ہے اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ پر

يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۱﴾

	قَدِيْرٌ	كُلِّ شَيْءٍ	عَلٰى	وَاللّٰهُ	الْتَقَى الْجَمْعٰنِ	يَوْمَ	يَوْمَ الْفُرْقَانِ
	قدرت والا ہے	ہر چیز	پر	اور اللہ	دونوں فوجیں بھڑ گئیں	جس دن	فیصلہ کے دن

فیصلہ کے دن جس دن کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئی تھیں نازل فرمایا تھااور اللہ ہر شئے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں

تقسیم غنیمت کا قانون

اس آیت میں مال غنیمت کی تقسیم کا قانون بیان فرمایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ کو یہ شرف بخشا کہ مال غنیمت کو ان کیلئے حلال کردیا۔ پہلی امتوں کیلئے مال غنیمت حلال نہ تھا بلکہ ان کیلئے یہ حکم تھا کہ مال غنیمت کو ایک میدان میں لے جا کر رکھ دیں۔ جہاں آسمان سے ایک آگ آتی اور اس کو جلا دیتی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس امت کیلئے مال غنیمت حلال کردیا اور اس آیت میں اس کی تقسیم کا طریقہ ارشاد فرمایا اور وہ یہ کہ جنگ کے بعد جو مال بھی کفار کا ہاتھ لگے تمام مجاہدین ہر طرح کا مال غنیمت لاکر امیر یا امام لشکر کے سامنے رکھ دیں اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھیں پھر کل مال غنیمت کے پانچ حصہ کئے جائیں جن میں سے چار حصہ یعنی کل مال غنیمت کا ۴/۵ حصہ تو غازیوں میں تقسیم ہو جائے گا اور ایک حصہ یعنی کل کا پانچواں حصہ اللہ کی نذر ہوگا جسے خدا کی نیابت کے طور پر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام وصول کر کے پانچ جگہ خرچ کرسکتے ہیں۔ ایک اپنی ذات پر، دوسرے اپنے ان قرابتداروں پر جنہوں نے قدیم سے خدا کے کام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و امداد کی اور سلام کی خاطر یا محض قرابت کی وجہ سے آپ کا ساتھ دیا اور مدز کوٰۃ وغیرہ سے لینا ان کے لئے حرام ہوا۔ تیسرے یتیموں پر، چوتھے حاجت مند مسلمانوں پر، پانچویں مسافروں پر، یہ ضعیفوں اور ناتواں کا گروہ ہے۔ جن کی برکت سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

اب چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پاچکے ہیں اس لئے آپ کا حصہ ساقط ہوگیا اور چونکہ آپ کے اہل قرابت کا حصہ بوجہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کے تھا اور وفات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت باقی نہیں رہی لہٰذا یہ حصہ بھی ساقط ہوگیا۔ اب خمس یعنی پانچویں حصہ کے پانچ مصارف میں سے حنفیہ کے نزدیک صرف تین مصارف اخیر کے باقی رہ گئے ہیں یعنی ان تین حصوں کے اندر تقسیم یوں ہوگی کہ ایک ثلث یتیموں کا حصہ ہوا۔ ایک ثلث مسکینوں کو اور ایک ثلث مسافروں کو۔ (بیان القرآن)

فتح وغنیمت سب اللہ کی عطا ہے لہٰذا اس کے قانون کو شاق مت سمجھو

اب اللہ تعالیٰ نے جو یہ قانون مال غنیمت کی تقسیم کا مقرر فرمادیا تو مسلمانوں کو تلقین کی جاری ہے کہ تم اس تقسیم میں کچھ پس وپیش نہ کرو اور یہ پانچویں حصہ کا نکالنا کسی پر شاق نہ ہو اور یہ سمجھ لو کہ یہ ساری غنیمت اللہ ہی کی امداد سے تو ہاتھ آئی تو اگر پانچواں حصہ نہ ملا تو کیا ہوا۔ پھر "یوم بدر" جس کو آیت میں فیصلہ کا دن فرمایا کہ جس میں حق وباطل کا کھلا ہوا فیصلہ ہوگیا اس دن کے احسان جتلائے جاتے ہیں کہ اس دن حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر فتح ونصرت اتاری فرشتوں کی امدادی کمک بھیجی اور سکون واطمینان کی کیفیت نازل فرمائی تو جو لوگ خدا پر اور اس کی تائید غیبی پر ایمان رکھتے ہیں ان کو غنیمت میں سے خدا کے نام کا پانچواں حصہ نکالنا بھاری نہیں ہوسکتا۔ جیسے اس دن یعنی یوم بدر میں تم کو مظفر اور منصور کیا وہ قادر ہے کہ آئندہ بھی تم کو غلبہ اور فتوحات عنایت فرمائے۔

مال غنیمت کی تقسیم کا جو قانون اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اسی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ لڑائی کے بعد اعلان فرمادیا کرتے تھے کہ یہ غنیمتیں تمہارے ہی لئے ہیں۔ میری اپنی ذات کا ان میں کوئی حصہ نہیں ہے۔ بجز خمس کے اور وہ خمس بھی یعنی پانچواں حصہ بھی تمہارے ہی اجتماعی مصالح پر خرچ کردیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایک ایک سوئی اور ایک ایک تاگا تک لاکر رکھ دو۔ کوئی چھوٹی یا بڑی چیز چھپا کر نہ رکھو کہ ایسا کرنا شرمناک ہے اور اس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد کے موافق مال غنیمت کے معاملہ میں جس دیانت اور امانت کا معاملہ برتا اس کا اندازہ تاریخی واقعات سے بخوبی ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: اپنے راستہ میں ہمیں بھی کفار سے جنگ وجہاد نصیب فرما اور ہمیں اپنی نصرت سے سرخروئی عطا فرما اور کفار کو ذلیل وخوار اور خاسر ونا کام فرما۔ آمین۔

یا اللہ: آپ نے مجھے عافیت بخشی' آپ کے فضل وکرم سے بہت نعمتیں آپ کی کھائیں اور برتیں آپ نے کبھی بھوکا نہیں رکھا' برابر روزی پہنچائی۔ آپ کی ان نعمتوں کے کھانے سے قوت آئی لیکن میں نے اس قوت کو بجائے آپ کی فرمانبرداری کے نافرمانی میں خرچ کیا' کتنے ہی میں نے عیب کیے۔ آپ نے لوگوں سے پردہ میں رکھا' کبھی آپ کا خوف آیا تو آپ کے امن وعافیت سے دھوکہ کھا گیا اور سمجھا کہ مجھے آپ نہ پکڑیں گے اور آپ کی پکڑ کا خیال بھی آیا تو آپ کے حلم کی طرف دھیان گیا اور کرم کی امید میں گناہ کر بیٹھا۔ اے اللہ! میں ہر ایسے گناہ سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَلَوْ

وَلَوْ	مِنْكُمْ	اَسْفَلَ	وَالرَّكْبُ	الْقُصْوٰى	بِالْعُدْوَةِ	وَهُمْ	الدُّنْیَا	بِالْعُدْوَةِ	اَنْتُمْ	اِذْ
اور اگر	تم سے	نیچے	اور قافلہ	پرلا	کنارہ پر	اور وہ	ادھر والا	کنارہ پر	تم	جب

یہ وہ وقت تھا کہ جب تم اس میدان کے ادھر والے کنارہ پر تھے اور وہ لوگ اس میدان کے اُدھر والے کنارہ پر تھے اور وہ قافلہ تم سے نیچے کی طرف کو تھا اور اگر

تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ وَلٰكِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لِّیَهْلِكَ

لِّیَهْلِكَ	مَفْعُوْلًا	كَانَ	اَمْرًا	اللّٰهُ	لِّیَقْضِیَ	وَلٰكِنْ	فِی الْمِیْعٰدِ	لَاخْتَلَفْتُمْ	تَوَاعَدْتُّمْ
تا کہ ہلاک ہو	ہو کر رہنے والا	تھا	جو کام	اللہ	تا کہ پورا کردے	اور لیکن	وعدہ میں	البتہ تم اختلاف کرتے	تم باہم وعدہ کرتے

تم اور وہ کوئی بات ٹھیراتے تو ضرور اس تقرر کے بارہ میں تم میں اختلاف ہوتا لیکن تا کہ وہ کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کردے تا کہ جس کو برباد ہونا ہے

مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰى مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾

عَلِیْمٌ	لَسَمِیْعٌ	اللّٰهَ	وَاِنَّ	بَیِّنَةٍ	عَنْ	حَیَّ	مَنْ	وَّیَحْیٰى	بَیِّنَةٍ	عَنْ	هَلَكَ	مَنْ
جاننے والا	سننے والا	اللہ	اور بیشک	دلیل	سے	زندہ رہنا ہے	جس	اور زندہ رہے	دلیل	سے	ہلاک ہو	جو

وہ نشان آئے پیچھے برباد ہو اور جس کو زندہ ہونا ہے وہ نشان آئے پیچھے زندہ ہو اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں

یاد کرو کہ اللہ نے کیسے مدد کی

غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے مسلمانوں کو مختلف طور پر امداد ملی اور اہل ایمان پر متعدد احسانات وانعامات فرمائے گئے۔ اس آیت میں بدر کے مقام پر دونوں جماعتوں اور کفار کے تجارتی قافلہ کی جگہ کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور جنگ بدر کے اتفاقیہ آنے کی مصلحت ظاہر فرمائی گئی یعنی جنگ بدر صرف اتفاقیہ بات تھی۔ ادھر سے مسلمان تجارتی قافلہ پر حملہ کی نیت سے چلے تھے ادھر سے ابو جہل اور سرداران قریش اپنی جمعیت کو لے کر قافلہ کی حمایت کو نکلے۔ تجارتی قافلہ تین میل کترا کر ساحلی نشیبی حصہ میں ہو کر نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کا مقابلہ ہو گیا ورنہ مسلمانوں کا ارادہ گھر سے نکلتے وقت جنگ کا نہ تھا۔ چنانچہ اس آیت میں مسلمانوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اس دن جس روز دونوں جماعتوں کا مقابلہ ہوا وہ وقت تھا جبکہ تم میدان کے اس کنارے پر تھے جو مدینہ سے قریب تھا جو جنگی حیثیت سے بوجہ پانی نہ ہونے کے اور ریت کی کثرت کے جس میں پاؤں دھنسے جاتے تھے اور چلنا بھی دوبھر تھا نہایت ناموزوں تھا اور وہ مشرکین میدان کے اس کنارہ پر تھے جو مدینہ سے دور تھا جو کہ پانی کی موجودگی اور زمین کے درست ہونے کی وجہ سے جنگی حیثیت سے موزوں تھا اور تجارتی قافلہ نیچے ساحل پر تھا جس سے مشرکین کو کافی مدد پہنچ سکتی تھی اور ان وجوہ سے تمہاری حالت نہایت نازک اور مشرکین کی حالت ہر طرح بہتر تھی اور اس لئے تمہارے غلبہ کی بظاہر کوئی صورت نہ تھی اور ایسی حالت میں اللہ نے تم کو غلبہ دیا تھا اور تم نے مال غنیمت حاصل کیا تھا پس ہمارے انعام کو یاد کر کے تم کو ہمارے حکم کی تعمیل کرنی چاہئے اور تقسیم مال غنیمت کے متعلق جو قانون مقرر کیا گیا ہے اس میں پس وپیش نہ ہونا چاہئے۔

جنگ بدر کی حکمت

آگے جنگ بدر واقع ہوجانے کے مصالح وحکمت کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ عام دستور اور معمول کے مطابق جنگ کیلئے فریقین اپنے قصد اور مرضی سے کوئی میدان اور تاریخ مقرر کرتے ہیں۔ اگر یہی

صورت یہاں بھی رہنے دی جاتی تو کوئی نہ کوئی فریق کوئی عذر پیدا کر لیتا جس سے مقابلہ کی نوبت نہ آتی اور جو فائدے اس سے اب مشاہدہ میں آ رہے ہیں یہ ظہور ہی میں نہ آئے ہوتے اسی لئے حالات تکوینی کا ایسا اجتماع کر دیا گیا کہ مسلمانوں کو قصد وارادہ کے بغیر بھی لڑنا پڑ گیا اور اس سے بہت سے مصالح پورے ہو گئے اور جو کام اللہ کو کرنا منظور تھا اس کی تکمیل کر دی تا کہ حق کا نشان ظاہر ہو جائے اور دنیا دیکھ لے کہ اس افرادی قوت اور سامان کی کمی کے باوجود مسلمان غالب آئے جو ایک حد تک یہ واضح کرنے کیلئے کافی ہے کہ اسلام حق ہے اس کے بعد جو گمراہ ہوگا وہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد ہوگا جس سے عذاب کا پورا استحقاق ہو جاتا ہے اور عذر کی گنجائش نہیں رہتی اس طرح جس کو ہدایت پانا ہوگا وہ حق کو قبول کرلے گا اور بلاشبہ حق تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں کہ اس حق کی وضاحت کے بعد زبان اور قلب سے کون کفر کرتا ہے اور کون ایمان لاتا ہے۔

دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی

معلوم ہوا کہ جنگ بدر کے اتفاقیہ پیش آجانے میں اللہ تعالیٰ کی بڑی مصلحت تھی اور جنگ بدر کے نتیجہ میں حقانیت اسلام اور صداقت رسول کو پوری طرح واضح کرنا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جہاد میں کسی مسلح لشکر سے جنگ کی تیاری کر کے نہ نکلے تھے بلکہ محض کفار قریش کے ایک تجارتی قافلہ کا راستہ روکنے اور ان سے مڈبھیڑ کرنے کے خیال سے صرف تین سو تیرہ اصحابؓ بے سروسامانی کے عالم میں نکل کھڑے ہوئے تھے مگر غیر ارادی طور پر کفار قریش کے ایک ہزار جوانوں کے مسلح لشکر سے مقابلہ ہو گیا۔ قرآن کریم کی اس آیت نے بتلایا کہ ظاہر میں اگرچہ یہ واقعہ اتفاقی حادثہ کی صورت میں پیش آیا لیکن خالق کائنات احکم الحاکمین کی نظر میں اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ تھیں خاص طور سے اس جنگ سے حق تعالیٰ کو دنیا والوں کی تائید غیبی کا کرشمہ دکھلانا منظور تھا جس سے حق و باطل اور کھرے دکھوٹے کا پورا امتیاز ہر سمجھدار انسان کے سامنے آ گیا اور اسلام کی حقانیت اور کفر و شرک کے باطل و مردود ہونے کو کھول کر سامنے رکھ دیا گیا کہ آئندہ جو زندہ رہے وہ دیکھ بھال کر زندہ رہے اور جو ہلاکت میں پڑے وہ بھی دیکھ بھال کر پڑے اور اندھیرے اور مغالطہ میں کوئی نہ رہے۔ غزوہ بدر میں حق واضح ہو جانے کے بعد کسی غلط فہمی کا عذر اور احتمال ہو گیا اب جو اسلام اختیار کرتا ہے وہ دیکھ بھال کر دائمی زندگی اختیار کر رہا ہے اور جو کفر اختیار کرتا ہے وہ دیکھتی آنکھوں ہلاکت کی طرف جا رہا ہے۔ ابھی آگے بھی جنگ بدر کے موقع پر اہل ایمان پر جو حق تعالیٰ نے انعام واحسان فرمایا اس کو اگلی آیات میں ظاہر فرمایا گیا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ: آپ نے اہل بدر کی امداد فرما کر جس طرح اسلام کی حقانیت کو دنیا پر واضح فرمایا اسی طرح اپنی قدرت سے اب بھی اہل اسلام کی مدد فرمائیں اور اسلام و مسلمین کو کفار کے مقابلہ میں غلبہ اور شوکت عطا فرمائیں۔

یا اللہ ہم کو بھی اسلام کیلئے اپنی جان و مال کی قربانی پیش کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرما اور آپ ہی کی تائید و توفیق سے ہم سے جو خدمت دین ہو جائے اس کو اپنی رحمت سے قبول فرما آمین۔

یا اللہ: میں آپ سے ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جو آپ کے غضب کا باعث ہو اور ہر اس گناہ سے بھی جس کو آپ نے منع کیا تھا اور میں کر گزرا اور اس گناہ سے بھی معافی مانگتا ہوں جس کی نحوست میں آپ کی عبادت واطاعت سے محروم ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ۭ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ

اِذْ	يُرِيْكَهُمُ	اللّٰهُ	فِيْ	مَنَامِكَ	قَلِيْلًا	وَلَوْ	اَرٰىكَهُمْ	كَثِيْرًا	لَّفَشِلْتُمْ	وَ	لَتَنَازَعْتُمْ	فِي الْاَمْرِ
جب	تمہیں دکھایا انہیں	اللہ	میں	تمہارے خواب	تھوڑا	اور اگر	تمہیں دکھاتا انہیں	بہت زیادہ	تو تم بزدلی کرتے	اور	تم جھگڑتے	معاملہ میں

وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خواب میں آپ کو وہ لوگ کم کر کے دکھلائے اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو وہ لوگ زیادہ کر کے دکھلا دیتے تو تمہاری ہمتیں ہار

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ

وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	سَلَّمَ	اِنَّهٗ	عَلِيْمٌۢ	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	وَاِذْ	يُرِيْكُمُوْهُمْ	اِذِ	الْتَقَيْتُمْ
اور لیکن	اللہ	بچالیا	بیشک وہ	جاننے والا	دلوں کی بات	اور جب	وہ تمہیں دکھلائے	جب۔تو	تم آمنے سامنے ہوئے

جائیں اور اس امر میں تم میں باہم نزاع ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ نے بچالیا بیشک وہ دلوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔اور اس وقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ تمہیں جبکہ تم مقابل ہوئے

فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۭ

فِيْٓ	اَعْيُنِكُمْ	قَلِيْلًا	وَّيُقَلِّلُكُمْ	فِيْٓ	اَعْيُنِهِمْ	لِيَقْضِيَ	اللّٰهُ	اَمْرًا	كَانَ	مَفْعُوْلًا
میں	تمہاری آنکھ	تھوڑا	اور تھوڑے دکھلائے تم	میں	اُن کی آنکھیں	تا کہ پورا کر دے	اللہ	کام	تھا	ہو کر رہنے والا

اُن لوگوں کو تمہاری نظر میں کم کر کے دکھلا رہے تھے اور انکی نگاہ میں تم کو کم کر کے دکھلا رہے تھے تا کہ جو کام اللہ کو منظور تھا اس کی تکمیل کر دے

وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾	وَ	اِلَى	اللّٰهِ	تُرْجَعُ	الْاُمُوْرُ
اور سب مقدمے خدا ہی کی طرف رجوع کیے جاویں گے	اور	طرف	اللہ	لوٹنا۔بازگشت	کام (جمع)

لڑائی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب

ان آیات میں تین باتیں بتلائی گئی ہیں ایک یہ کہ لڑائی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں نظر آیا کہ کافر تھوڑے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی اطلاع صحابہ کو دی۔صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب سے مقابلہ کی مزید جرأت پیدا ہوگئی اگر ان کی تعداد زیادہ نظر آتی تو کفار کو زیادہ سمجھ کر کوئی لڑنے کی ہمت کرتا کوئی نہ کرتا۔اس طرح اختلاف ہو کر کام میں رکاوٹ پڑ جاتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں کفار کی تھوڑی تعداد دکھلا کر مسلمانوں کو آپس میں باہمی اختلاف اور کم ہمتی سے بچالیا۔بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جاننے والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس بات سے دلوں میں ہمت و شجاعت پیدا ہوتی ہے اور کس بات سے بزدلی اور کم ہمتی۔

مقابلہ کے وقت کافروں کی تعداد کم نظر آئی

دوسری بات یہ بتائی کہ جب کافروں اور مسلمانوں کی صفیں ایک دوسرے کے سامنے آ کر پڑیں۔اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نظروں میں کافروں کی تعداد قلیل کر کے دکھلائی یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خواب کے مطابق مسلمانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ کر یقین کرلیا کہ کافروں کی تعداد ہم سے کم ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی سے کہا تھا میرے خیال میں کافر ۷۰ ہوں گے۔ساتھی نے جواب نہیں دیا۔کوئی ۱۰۰ ہیں۔اس کے بعد جب ایک قیدی گرفتار ہو کر آیا اور اس سے کافروں کی تعداد پوچھی تو اس نے ہزار بتائی۔اس سے مسلمانوں کی جرأت اور بھی

بڑھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب ان کو سچ ثابت ہو گیا اور واقع میں بھی سچ تھا کیونکہ جتنے لوگ قریش کی طرف سے میدان جنگ میں آئے تھے ان میں سے اکثر کچھ زمانہ کے بعد مسلمان ہو گئے اس طرح کفر پر قائم رہنے والے بہت ہی کم تھے تو گویا کہ خدا تعالیٰ نے صرف انہی کو خواب میں دکھایا جن بدقسمتوں کی قسمت میں کفر دائمی طور پر لکھا گیا تھا اور وہ تعداد میں کم تھے یا جس وقت آپ نے یہ خواب دیکھا اس وقت کافر تعداد میں کم تھے۔ ہاں خواب کے بعد پھر کفار مکہ سے پہنچ کر مشرکین کی فوج میں شامل ہو گئے۔ بہر حال یہ خواب اپنی جگہ بالکل سچا تھا کیونکہ نبی کا خواب کبھی غلط نہیں ہوتا۔

کافروں کو مسلمانوں کی تعداد کم نظر آئی

تیسری بات یہ بتلائی کہ مقابلہ کے وقت کافروں کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد کم نظر آئی اگر کافروں کی نظر میں مسلمانوں کی تعداد بہت دکھائی دیتی تو وہ بھاگ جاتے۔ مقابلہ نہ ہوتا۔ کفر کے ستر سردار قتل نہ ہوتے۔ کفر کی جڑ نہ کٹتی۔ اسلام کا غلبہ نہ دکھائی دیتا۔ ابتدائے جنگ میں ابوجہل مسلمانوں کی جماعت کو دیکھ کر بولا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم کیا ہیں۔ ہمارے اونٹوں کا ایک لقمہ ہیں۔ پھر کہا کہ ان لوگوں کے ساتھ ہتھیاروں سے نہ لڑو بلکہ یونہی پکڑ کر ان کی مشکیں باندھ لو اور رسیوں میں باندھ کر مکہ لے چلو۔ بعد ازاں جب لڑائی شروع ہوئی تو اس وقت حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو کافروں کی نظر میں دگنا کر دیا کفار یکا یک یہ منظر دیکھ کر مبہوت اور شکستہ دل ہو گئے اور شکست کھا گئے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کو تو ایک کام کا فیصلہ کرنا تھا۔ اسلام کا نمایاں غلبہ اور کفر کا کمزور کرنا مقصود تھا اور ہمیشہ کیلئے اسلام کی بنیاد قائم کرنی تھی۔ اس لئے یہ تدبیر فرمائی اور تمام کاموں کا مرجع حق تعالیٰ ہی ہیں۔ اس لئے یہ تمام کام انہی کے کرنے کے تھے اور انہوں نے ہی کئے۔ اسباب کی تاثیر اسی کے ہاتھ میں ہے پس وہ اگر اپنی قدرت کاملہ سے کسی وقت اپنے ہی پیدا کئے ہوئے اسباب کو توڑ پھوڑ کر کوئی کرشمہ ظاہر فرمائے تو وہ نا قابل تعجب اور نہ محل تردد ہے۔ اسباب بالذات موثر نہیں بلکہ اسباب کی تاثیر اس کے ارادہ اور مشیت کے تابع ہے کیونکہ وہ مسبب الاسباب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تھوڑے آدمی نگاہ میں بہت معلوم ہوں یا بہت آدمی تھوڑے نظر آئیں۔ اس قسم کے خوارق عادت اور کرشمہائے قدرت کا ظہور کوئی عجیب نہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرت سے ابتداء جنگ میں مسلمان کافروں کی نظروں میں تھوڑے دکھلائی دیئے اور واقع میں بھی مسلمانوں کی تعداد تھوڑی ہی تھی لیکن جب گھمسان کی جنگ شروع ہوئی اور آسمان سے ملائکہ کا لشکر مسلمانوں کی مدد کیلئے پہنچا تو اس وقت مسلمان کفار کی نظروں میں دگنے نظر آنے لگے جیسا کہ سورہ آل عمران میں ذکر کیا گیا اور یہ تمام انعامات اسی لئے بتائے اور سنائے جا رہے ہیں کہ ان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ کے حکم کو مانا جائے اس کی قدرت کو سمجھا جائے اور اسی کی ذات عالی پر بھروسہ کیا جائے اور اسی کی امداد پر تکیہ کیا جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: اپنی قدرت سے مسلمانوں کی امداد کی غیبی صورتیں ظاہر فرما۔ یا اللہ اس وقت روئے زمین پر جہاں کہیں کافروں اور مسلمانوں میں مقابلہ کی صورت ہے یا اللہ کافروں کو مغلوب فرما۔ اہل اسلام کو غالب فرما اور اپنی قدرت اور تدبیر سے مسلمانوں کی نصرت و امداد فرما اور دشمنان دین کی چالوں اور تدبیروں کو ملیا میٹ فرما۔ یا اللہ: میں ہر اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کی مخلوق میں سے کسی کو گناہ میں لگا دیا ہو حیلہ و حوالہ کر کے اس کو گناہ کی بات میں پھنسا دیا ہو یا اسے تو اس گناہ کی بات کا علم نہ تھا میرے بتانے سے اس نے گناہ کو مانا اور کیا' کسی کے گناہ کا باعث ہوا ہوں' کل قیامت کے روز ان گناہوں کو لے کر کس طرح سامنے آؤں گا۔ الٰہی! مجھے اور میرے ہر ایسے گناہ کو معاف فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۴۵

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اِذَا	لَقِيْتُمْ	فِئَةً	فَاثْبُتُوْا	وَاذْكُرُوا	اللّٰهَ	كَثِيْرًا	لَّعَلَّكُمْ	تُفْلِحُوْنَ
اے	ایمان والے	جب	تمہارا آمنا سامنا ہو	کوئی جماعت	تو ثابت قدم رہو	اور یاد کرو	اللہ	بکثرت	تا کہ تم	فلاح پاؤ

اے ایمان والو جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ کا اتفاق ہوا کرے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا خوب کثرت سے ذکر کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہوگے

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

وَاَطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	وَ	لَا تَنَازَعُوْا	فَتَفْشَلُوْا	وَتَذْهَبَ	رِيْحُكُمْ	وَاصْبِرُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ
اور اطاعت کرو	اللہ	اور اسکا رسول	اور	آپس میں جھگڑا نہ کرو	پس بزدل ہو جاؤ گے	اور جاتی رہے گی	تمہاری ہوا	اور صبر کرو	بیشک	اللہ

اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جاوے گی اور صبر کرو بیشک اللہ تعالیٰ صبر کرنے

مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۴۶ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ

مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ	وَلَا تَكُوْنُوْا	كَالَّذِيْنَ	خَرَجُوْا	مِنْ	دِيَارِهِمْ	بَطَرًا	وَ	رِئَاۗءَ	النَّاسِ
ساتھ	صبر کرنیوالے	اور نہ ہوجانا	انکی طرح جو	نکلے	سے	اپنے گھروں	اتراتے	اور	دکھاوا	لوگ

والوں کے ساتھ ہیں۔ اور ان لوگوں کے مشابہ مت ہونا کہ جو اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۴۷

وَيَصُدُّوْنَ	عَنْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	بِمَا	يَعْمَلُوْنَ	مُحِيْطٌ	
اور روکتے	سے	راستہ	اللہ	اور اللہ	سے-جو	وہ کرتے ہیں	احاطہ کئے ہوئے	

اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہیں

فتح ونصرت الٰہی کی پہلی شرط: استقامت

ان آیات میں ایمان والوں کو مخاطب فرما کر حق تعالیٰ نے چھ باتوں کی تعلیم فرمائی ہے کہ جو فتح وکامیابی کا سرچشمہ ہیں:

پہلی بات یہ فرمائی کہ جب کفار کے لشکر سے مڈبھیڑ ہو جائے تو ثابت قدم رہو۔ احادیث میں روایت ہے کہ بعض لڑائیوں میں جب دشمن سے مقابلہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتظر رہے جب آفتاب ڈھل گیا تو فرمایا لوگو دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ سے عافیت کی دعا مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے اور تم ان سے بھڑ جاؤ تو پھر صبر اور ثبات قلب کے ساتھ ثابت قدم رہو اور یقین جانو کہ جنت تلواروں کے سایہ تلے ہے۔

دوسری شرط: یاد الٰہی کی کثرت

دوسری ہدایت اللہ کو بکثرت یاد کرنے کی دی جا رہی ہے۔ ذکر اللہ میں نماز، دعا، تکبیر وغیرہ سب شامل ہیں۔ ذکر اللہ کی تاثیر یہ ہے کہ ذاکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے جس کی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا۔ تمام قرآن کریم میں سوائے ذکر اللہ کے اور کسی عبادت کو کثرت کے ساتھ کرنے کا حکم نہیں دیا اور پھر ذکر اللہ کیلئے کوئی شرط وپابندی وضو، طہارت، پاکی ناپاکی، لباس، قبلہ رخ وغیرہ وغیرہ کی بھی نہیں لگائی

گئی۔ ایک مومن ہر حال میں ذکر اللہ کرسکتا ہے اور ذکر اللہ صرف زبان یا دل سے ذکر کرنے ہی کو نہیں کہتے بلکہ جو کام بھی شریعت اسلامیہ کے موافق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں کیا جائے وہ بھی ذکر اللہ ہی ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

تیسری ہدایت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی دی جارہی ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا ماننے کیلئے دل و جان سے تیار ہو جائیں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت تو ہمیشہ اور ہر حال میں واجب ہے یہاں اس کی تاکید سے مراد یہ ہے کہ حالت جہاد میں بھی احکام شریعت کے دائرہ سے قدم ذرا بھی باہر نہ نکلے۔ اطاعت کی برکت سے فتح نصیب ہوگی۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو باوجود بے سروسامانی کے فارس اور روم جیسی عظیم سلطنتوں پر جو فتح نصیب ہوئی وہ اسی اطاعت کی برکت تھی۔

چوتھی شرط: باہمی نزاع سے بچو

چوتھی ہدایت باہمی نزاعات سے بچنے کی دی جارہی ہے یعنی آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑے اور اختلاف بالکل نہ پھیلاؤ اگر ایسا کیا تو تمہارے اندر کمزوری پیدا ہو جائے گی ہوا اکھڑ جائے گی دشمنوں کے دل پر تمہاری دھاک نہ رہے گی اور تمہارے بداندیش تم پر غالب آجائیں گے۔ تو معلوم ہوا کہ جس لشکر میں اختلاف اور باہم عناد و پھوٹ ہو اس کو فتح یابی حاصل نہیں ہوسکتی اسی طرح جس قوم میں باہم مخالفت ہو اس کو عزت و شوکت نہیں مل سکتی۔

نزاع سے بچنے کا نسخہ

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے ''کہ نزاع اور جھگڑوں سے بچنے کا کامیاب نسخہ واصبروا یعنی صبر کو لازم پکڑو بتلایا گیا ہے اور بیان اس کا یہ ہے کہ کوئی جماعت کتنی ہی متحد الخیال اور متحد المقصد ہو مگر افراد انسانی کی طبعی خصوصیات ضرور مختلف ہوا کرتی ہیں۔ نیز کسی مقصد کیلئے سعی اور کوشش میں اہل عقل و تجربہ کی رایوں کا اختلاف بھی ناگزیر ہے۔ اس لئے دوسروں کے ساتھ چلنے اور ان کو ساتھ رکھنے کیلئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آدمی خلاف طبع امور پر صبر کرنے اور نظرانداز کرنے کا عادی ہو۔

پانچویں شرط: صبر

پانچویں ہدایت صبر سے کام لینے کی دی جارہی ہے یعنی جو سختیاں اور شدائد جہاد کے وقت پیش آئیں ان کو صبر واستقامت سے برداشت کرو۔ بھوک پیاس، جفاکشی اور محنت غرض ہر قسم کی تکلیف میں صابر رہو۔ نہ دشمن کی قوت کو دیکھ کر بھاگو نہ مالی لالچ میں آکر ٹوٹ جاؤ۔ نہ بھوک پیاس اور جفاکشی سے جی چراؤ کیونکہ اللہ کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ ان کا رفیق ہوتا ہے۔

چھٹی شرط: نمود ونمائش سے پرہیز رکھو

چھٹی تعلیم وہدایت یہ دی گئی کہ گھمنڈ اور نمائش کرنے والے کافروں کا سا چلن اختیار نہ کرو۔ اس میں اشارہ ہے کفار قریش کی طرف جن کا لشکر مکہ سے بڑی دھوم دھام اور باجے گاجے کے ساتھ نکلا تھا تاکہ مسلمان مرعوب ہو جائیں اور دوسرے قبائل عرب پر مشرکین کی دھاک بیٹھ جائے۔ راستہ میں ابو جہل کو ابوسفیان کا پیام پہنچا کہ ہمارا تجارتی قافلہ سخت خطرہ سے بچ نکلا ہے اب تم مکہ کو لوٹ جاؤ۔ ابو جہل نے نہایت غرور سے کہا کہ ہم اس وقت واپس جاسکتے ہیں جبکہ بدر کے چشمہ پر پہنچ کر مجلس طرب ونشاط منعقد کرلیں۔ گانے والی عورتیں خوشی اور کامیابی کے گیت گائیں۔ شرابیں پئیں مزے اڑائیں اور تین روز تک اونٹ ذبح کر کے قبائل عرب کی ضیافت کا انتظام کریں تاکہ یہ دن عرب میں ہمیشہ کیلئے ہماری یادگار رہے اور آئندہ کیلئے ان مٹھی بھر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں کہ پھر کبھی ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کریں لیکن اسے کیا خبر تھی کہ جو منصوبے باندھے جارہے ہیں اور جو تجویزیں سوچی جارہی ہیں وہ سب خدا کے قابو میں ہیں چلنے دے یا نہ چلنے دے بلکہ چاہے تو ان

ہی پر پلٹ دے چنانچہ یہی ہوا۔ بدر میں جام شراب کی جگہ انہیں موت کا پیالہ پینا پڑا محفل سرور ونشاط کو منعقد نہ کر سکے ہاں نوحہ وماتم کی صفیں بدر سے مکہ تک بچھ گئیں۔ جو مال تفاخر ونمائش میں خرچ کرنا چاہتے تھے وہ مسلمانوں کیلئے لقمہ غنیمت بنا۔ بہر حال مسلمانوں کو آگاہ فرمایا کہ جہاد محض ہنگامہ کشت وخون کا نام نہیں بلکہ عظیم الشان عبادت ہے۔ عبادت اتراوے یا دکھاوے کو کرے تو ہرگز قبول نہیں لہٰذا تم فخر وغرور اور نمود ونمائش میں کفار کی چال مت چلو۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان احکام میں ایسے پورے اترے کہ ان کے کارنامے رہتی دنیا تک کیلئے بے مثال ہو گئے۔ یہی شجاعت، یہی اطاعت رسولؐ یہی صبر واستقلال تھا جس کے باعث نصرت خداوندی ان کے شامل حال تھی اور بہت ہی کم مدت میں باوجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق ومغرب کو فتح کر لیا اور نہ صرف لوگوں کے ملکوں ہی کے مالک بنے بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر کے خدا کی طرف لگا دیا۔ عربی، عجمی، رومی، فارسی، ترکی، حبشی، مصری غرض دنیا کا بیشتر حصہ سرنگین کر لیا۔ اللہ کے کلمہ کو بلند کیا۔ دین حق کو پھیلا دیا اور اسلامی حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جما دیا اور تیس سال کے مختصر عرصہ میں دنیا کا نقشہ بدل دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے خلوص ثابت قدمی، نیک نیتی ذکر اللہ کی کثرت اتحاد واتفاق اور اطاعت رسولؐ کا کوئی حصہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو اور روئے زمین کے مسلمانوں کو ان قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ جہاں جہاں مسلمان کفار کے تسلط کے باعث پریشان خاطر ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حمایت ونصرت فرمائیں۔ اسلام اور مسلمانوں کو سربلندی عطا فرمائیں آمین۔

یا اللہ: میں ہر ایسے گناہ سے پناہ چاہتا ہوں جو گمراہی اور کفر کی طرف لے جائے، راہ سے بے راہ کر دے، لوگوں میں بے وقار کر دے، دنیا وآخرت میں رسوائی ہو جائے اور دیگر ایسے گناہ کر گزرا تو الٰہی مجھے معاف فرما دے۔

اے اللہ! ایسے گناہ کہ جن کے ارتکاب سے میں نے اپنے جسم کو تھکا دیا اور مخلوق سے پردہ کرتا رہا لیکن ہائے تجھ سے پردہ نہ ہو سکتا تھا لیکن تجھ سے پردہ میں ہو جانے کا خیال بھی نہ آیا۔

اس کے باوجود کہ آپ مجھ کو رسوا کر سکتے تھے مجھے رسوائی سے بچا لیا اور حقیقت میں آپ کے سوا اور کون ایسا ہے کہ گناہ دیکھتا ہو اور پردہ پوشی کرتا ہو۔ اے اللہ! میرے ہر گناہ کو معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ

وَاِذْ	زَيَّنَ	لَهُمُ	الشَّيْطٰنُ	اَعْمَالَهُمْ	وَقَالَ	لَا غَالِبَ	لَكُمُ	الْيَوْمَ	مِنَ	النَّاسِ	وَاِنِّيْ
اور جب	خوشنما کردیا	ان کیلئے	شیطان	اُنکے کام	اور کہا	کوئی غالب نہیں	تمہارے لئے-تم پر	آج	سے	لوگ	اور بیشک میں

اور اس وقت کا ان سے ذکر کیجئے جب کہ شیطان نے انکو انکے اعمال خوشنما کر کے دکھلائے اور کہا کہ لوگوں میں سے آج کوئی تم پر غالب آنے والا نہیں

جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ

جَارٌ	لَّكُمْ	فَلَمَّا	تَرَآءَتِ	الْفِئَتٰنِ	نَكَصَ	عَلٰى	عَقِبَيْهِ	وَقَالَ	اِنِّيْ	بَرِيْٓءٌ	مِّنْكُمْ	اِنِّيْٓ
رفیق	تمہارا	پھر جب	آمنے سامنے ہوئے	دونوں لشکر	اُلٹا پھر گیا وہ	پر	اپنی ایڑیاں	اور بولا	بیشک میں	جدا لاتعلق	تم سے	میں بیشک

اور میں تمہارا حامی ہوں پھر جب دونوں جماعتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور یہ کہا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں میں ان

اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۴۸ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ

اَرٰى	مَا	لَا تَرَوْنَ	اِنِّيْٓ	اَخَافُ	اللّٰهَ	وَاللّٰهُ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ	اِذْ	يَقُوْلُ	الْمُنٰفِقُوْنَ
دیکھتا ہوں	جو	تم نہیں دیکھتے	میں بیشک	ڈرتا ہوں	اللہ	اور اللہ	سخت	عذاب	جب	کہنے لگے	منافق-جمع

چیزوں کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتیں میں تو خدا سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے کہ جب منافقین

وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ

وَ	الَّذِيْنَ	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	مَّرَضٌ	غَرَّ	هٰٓؤُلَاۗءِ	دِيْنُهُمْ	وَمَنْ	يَّتَوَكَّلْ	عَلَى اللّٰهِ
اور	وہ جو کہ	ان کے دلوں میں	مرض	مغرور کردیا	انہیں	ان کا دین	اور جو	بھروسہ کرے	اللہ پر

اور جن کے دلوں میں بیماری تھی یوں کہتے تھے کہ ان لوگوں کو انکے دین نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۴۹

فَاِنَّ	اللّٰهَ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ
تو بیشک	اللہ	غالب	حکمت والا

تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والے ہیں

شیطان کی چالبازیاں

یہاں پہلی آیت میں شیطانی فریب کا پردہ چاک کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب مشرکین مکہ سے باجے گاجے اور فخر ونمود کے ساتھ بدر کی طرف چلے تھے تو شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا۔ انہیں پھسلا رہا تھا اور ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے۔ آج لوگوں میں کوئی نہیں جو تم پر غالب آسکے۔ میں تمہارا حمایتی ہوں۔ بے فکر رہو۔ شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے۔ نہ ہوتی امیدیں دلائے اور دھوکہ کے جال میں پھنسائے جب شیطان نے انکے کرتوت ان کی نگاہوں میں خوشنما کر کے دکھلائے اور مسلمانوں سے گتھ جانے کیلئے ابھار دیا اور مشرکوں کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں جو مسلمانوں کی امداد کیلئے بدر میں نازل ہوئے تھے تو شیطان کفار کو چھوڑ کر یہ کہتا ہوا الٹے پاؤں بھاگا کہ میرا تم سے کوئی واسطہ

نہیں۔تم جانو تمہارا کام میں اب تمہارے ساتھ نہیں ٹھہر سکتا میں اپنی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں سجھائی نہیں دیتا۔ میرا ڈر کے مارے دم نکلا جا رہا ہے۔ اللہ کے غضب کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں سکتا میری تو کیا مجال ہے۔اس کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔

شیطان نے سرداران قریش کو کیسے ورغلایا

اس آیت کی تفسیر میں علمائے مفسرین کے دو قول ہیں بعض مفسرین نے تو آیت سے مراد مجازی معنی لئے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ شیطان مجسم ہو کر سامنے نہیں آیا تھا بلکہ اس نے وسوسہ اندازی کی تھی اور قریش کے دلوں میں یہ وسوسہ اور خیال پیدا کیا تھا کہ آج تم مغلوب نہیں ہو سکتے۔تمہاری تعداد بہت اور ساز و سامان بکثرت ہے۔تمہارا لشکر بڑا آراستہ اور پیراستہ ہے۔بعض مفسرین نے آیت سے حقیقی معنی مراد لئے ہیں کہ شیطان نے ان سے واقعی یہ قول کہا تھا اور اس کی صورت مفسرین نے یہ لکھی ہے کہ قریش مکہ کی قبیلہ بنو کنانہ سے ہمیشہ کی چھیڑ چھاڑ اور دشمنی تھی۔جس وقت قریش کا لشکر مٹھی بھر مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے نکلا تو ان کو یہ خطرہ دامن گیر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بنو کنانہ ہماری راہ میں رکاوٹ بنیں۔شیطان نے یہ سوچ کر کہ کہیں قریش اس خطرہ کی وجہ سے مسلمانوں کے مقابلے سے ہٹ نہ جائیں فوراً بنو کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی صورت میں خود کو پیش کیا اور قریش کو خوب بہکایا اور حمایت کا یقین دلایا اور کہا کہ تم گھبراؤ نہیں بنی کنانہ کی طرف سے تم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔اس کا میں ذمہ دار ہوں اور تم میری پناہ میں ہو آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اس طرح اس نے ابو جہل وغیرہ کو اطمینان دلایا اور مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ کیا۔بالآخر جب کفار نے شکست کھائی اور بدر کے بھگوڑے جب مکہ واپس پہنچے تو وہاں جا کر یہ کہا کہ ہم کو سراقہ نے شکست دلائی۔ جب یہ خبر سراقہ کے پاس پہنچی تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے تو اتنی بھی خبر نہیں کہ تم لڑائی کے ارادہ سے کب نکلے تھے جب تم ہاں شکست کھا کر واپس آئے اس وقت مجھ کو تمہاری لڑائی اور شکست کا حال معلوم ہوا۔قریش نے کہا کہ کیا تو فلاں فلاں دن ہمارے پاس نہیں آیا تھا؟ اور کیا تو نے ہم سے یہ باتیں نہیں کی تھیں؟ اس نے قسم کھائی کہ مجھے ان باتوں کی ذرا بھی خبر نہیں۔تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ وہ شیطان ابلیس تھا جو سراقہ کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔تو جن مفسرین نے آیت کے حقیقی اور ظاہری معنی لئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ شیطان اور جنات کو اپنی شکل مختلف انداز میں بدلنے کی قدرت خداوند تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے جیسے گرگٹ لحظہ بلحظہ رنگ بدلتا ہے بس اسی طرح ان مخلوقات کو بھی اپنی صورتوں کے بدلنے پر منجانب اللہ قدرت حاصل ہے۔بہر حال شیطان در پردہ ہر قسم کے وسوسہ پیدا کرتا ہے اور خیالات بدلتا ہے اور آدمی کی شکل میں بھی آ کر شیطنت کرتا ہے۔لیکن جب اپنا کام کر چکتا ہے تو اپنا ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور تمام الزام آدمی کے سر تھوپ دیتا ہے۔

منافقوں سے شیطان کی چکر بازی

آگے دوسری آیت زیر تفسیر میں بتلایا جاتا ہے کہ تزئین شیطانی کفار مکہ ہی میں منحصر نہیں بلکہ مدینہ کے منافقین بھی اس میں مبتلا ہیں اور ان کے دل میں جو نفاق بیماری ہے وہ اسی تزئین شیطانی کا اثر ہے۔معرکہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کی تھوڑی جمعیت اور بے سرو سامانی اور اس پر ایسی شجاعت اور دلیری دیکھتے ہوئے مدینہ کے منافقین جو مسلمانوں میں ملے ہوئے تھے اور جن پر کفار کی ظاہری طمطراق کا بڑا رعب تھا وہ مسلمانوں کی بابت کہنے لگے تھے کہ یہ مسلمان اپنے دین اور حقانیت کے خیال میں مغرور ہیں جو اس طرح اپنے کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں۔کہاں ۳۱۳ ٹوٹے پھوٹے مسلمان اور کہاں ہزار جنگجو اور بہادر قریش جو یہ ان سے لڑنے چلے ہیں ان کی شامت نے دھکا دیا ہے جو یہ ان سے جا کر بھڑ رہے ہیں۔

شیطانی وسوسہ کا جواب

اس آیت میں حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ مسلمانوں کا غرور نہیں بلکہ خدا پر توکل ہے اور جو حق تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے اللہ اس کی مدد کرتا ہے اور اس کیلئے کافی ہو جاتا ہے اور جس کو خدا کی زبردست قدرت پر اعتماد ہو وہ یقین رکھے کہ جو کچھ ادھر سے ہوگا

عین حکمت وصواب ہوگا وہ حق کے معاملہ میں ایسا ہی بے جگر اور دلیر ہو جاتا ہے اور اللہ وہم وگمان سے بڑھ کر اسکی مدد کرے گا کیونکہ اللہ عزیز بھی ہے یعنی وہ سب سے زیادہ زبردست ہے۔اس کے مقابلہ میں سب ہیچ ہیں اور وہ حکیم بھی ہے وہ ہر بات کی حقیقت سے واقف ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اپنی حکمت کے مطابق کرتا ہے اس کے حکم بردار بندے اس پر بھروسہ کر کے بے فکر ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے سب کام بنا دیتا ہے اور اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے بے سرو سامان دوستوں کو دشمنوں کے لشکر جرار پر فتح دے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو بھی اپنی ذات پاک پر توکل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور توکل کرنے والوں کو اللہ پاک کی جو نصرت اور حمایت حاصل ہوتی ہے یا اللہ وہی نصرت وحمایت ہم کو بھی عطا فرمائیں۔دین واسلام کی باتوں میں شک وتردد جو منافقانہ خصلت ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرمائیں۔یا اللہ اپنے وعدوں پر ہم کو پورا ایمان ویقین نصیب فرمایئے اور ان میں کسی شک وتردد سے ہم کو بچایئے آمین۔

یا اللہ: میں تو نافرمانی کرتا رہا لیکن آپ نے اپنے حلم سے مجھے ڈھیل دیدی' مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھے چھوڑے رکھا' اس بداعمالی کے ساتھ میں نے جو مانگا آپ نے دیدیا۔آپ کا کہاں تک شکر ادا کروں' مجھ پر میرے دشمنوں نے خفیہ وعلانیہ حملے کئے مجھے ایذا پہنچانی چاہی لیکن آپ نے مجھے ان سے ان کے حملوں سے بچالیا اور مجھے رسوا نہ ہونے دیا۔آپ نے مجھ گنہگار وعاصی کی اس طرح مدد کی جیسے آپ اپنے اطاعت گزار بندوں کی مدد فرماتے ہیں مجھے اس طرح رکھا جیسے اپنے پسندیدہ بندوں کو رکھا کرتے ہیں لیکن اے پروردگار! اس کرم کے ہوتے ہوئے بھی میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اور باز نہ آیا' الٰہی! مجھے محض اپنے فضل وکرم سے بخش دیجئے۔

اے پروردگار! میں نے کتنی بار توبہ کی' قسمیں کھائیں' واسطے دیئے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا لیکن جب شیطان نے اس گناہ کی طرف دعوت دی' مجھے میرے نفس نے اس کو مزین کر کے سامنے کیا تو میں نے بے دھڑک اس گناہ کا ارتکاب کیا۔افسوس مجھے لوگوں سے تو حیا آئی لیکن آپ سے کبھی حیا نہ کی کہ آپ ہر وقت دیکھنے اور خبر رکھنے والے ہیں۔یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ سے کہاں چھپ سکتا ہوں نہ کوئی مکان' نہ اندھیرا' نہ کوئی حیلہ وتدبیر آپ سے اوجھل کرسکتا ہے۔افسوس میری اس جرأت پر کہ جس کام کو آپ نے منع کیا تھا میں نے جان کے بھی مخالفت کی پھر بھی آپ نے پردہ فاش نہ کیا بلکہ اپنے بندوں میں اس طرح شامل رکھا کہ گویا میں بھی آپ کا فرمانبردار بندہ ہوں۔ان گناہوں سے شرمندہ ہوں کہ ان کو سوائے آپ کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ چاہتے گناہ کرنے کے بعد کوئی نشان چہرے پر لگا دیتے لیکن اے اللہ! تو نے نیکیوں کا سا چہرہ بنائے رکھا' لوگوں کی نگاہ میں باعزت رہا۔لوگ مجھے اپنے نزدیک اچھا ہی سمجھتے رہے ورنہ میں تو جیسا تھا آپ کے علم میں ہے' یہ محض آپ ہی کا فضل وکرم تھا۔الٰہی! ایسے سب گناہ میرے بخش دیجئے۔آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰۤئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا

وَلَوْ	تَرٰۤى	اِذْ	يَتَوَفَّى	الَّذِيْنَ كَفَرُوا	الْمَلٰۤئِكَةُ	يَضْرِبُوْنَ	وُجُوْهَهُمْ	وَاَدْبَارَهُمْ	وَذُوْقُوْا
اور اگر	تو دیکھے	جب	جان نکالتے ہیں	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	فرشتے	مارتے ہیں	ان کے چہرے	اور اُنکی پیٹھ (جمع)	اور چکھو

اور اگر آپ دیکھیں جبکہ فرشتے ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں انکے منہ پر اور انکی پشتوں پر مارتے جاتے ہیں اور یہ کہتے جاتے ہیں کہ آگ

عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾

عَذَابَ	الْحَرِيْقِ	ذٰلِكَ	بِمَا	قَدَّمَتْ	اَيْدِيْكُمْ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	لَيْسَ	بِظَلَّامٍ	لِّلْعَبِيْدِ
عذاب	بھڑکتا ہوا-دوزخ	یہ	بدلہ جو	آگے بھیجے	تمہارے ہاتھ	اور یہ کہ	اللہ	نہیں	ظلم کرنیوالا	بندوں پر

کی سزا جھیلنا۔ یہ عذاب ان اعمال کی وجہ سے ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنیوالے نہیں

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ

كَدَاْبِ	اٰلِ فِرْعَوْنَ	وَالَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	كَفَرُوْا	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	فَاَخَذَهُمُ	اللّٰهُ	بِذُنُوْبِهِمْ
جیسا کہ دستور	فرعون والے	اور جو لوگ	ان سے پہلے	انہوں نے انکار کیا	اللہ کی آیتوں کا	تو انہیں پکڑا	اللہ	انکے گناہوں پر

انکی حالت ایسی ہے جیسے فرعون والوں کی اور ان سے پہلے کے لوگوں کی حالت تھی کہ انہوں نے آیات الٰہیہ کا انکار کیا سو خدا تعالیٰ نے ان کے گناہوں پر انکو پکڑ لیا

اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا

اِنَّ	اللّٰهَ	قَوِيٌّ	شَدِيْدُ	الْعِقَابِ	ذٰلِكَ	بِاَنَّ	اللّٰهَ	لَمْ يَكُ	مُغَيِّرًا	نِعْمَةً	اَنْعَمَهَا
بیشک	اللہ	قوت والا	سخت	عذاب	یہ	اس لئے	کہ اللہ	نہیں ہے	بدلنے والا	کوئی نعمت	اسے دی

بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والے سخت سزا دینے والے ہیں۔ یہ بات اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسی نعمت کو جو کسی قوم کو عطا فرمائی ہو نہیں بدلتے

عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ

عَلٰى قَوْمٍ	حَتّٰى	يُغَيِّرُوْا	مَا	بِاَنْفُسِهِمْ	وَاَنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ	كَدَاْبِ	اٰلِ فِرْعَوْنَ
کسی قوم کو	جب تک	وہ بدلیں	جو	انکے دلوں میں	اور یہ کہ	اللہ	سننے والا	جاننے والا	جیسا کہ دستور	فرعون والے

جب تک کہ وہی لوگ اپنے ذاتی اعمال کو نہیں بدل ڈالتے اور یہ امر ثابت ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے سننے والے بڑے جاننے والے ہیں۔ انکی حالت فرعون والوں

وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَا

وَ	الَّذِيْنَ	مِنْ قَبْلِهِمْ	كَذَّبُوْا	بِاٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	فَاَهْلَكْنٰهُمْ	بِذُنُوْبِهِمْ	وَاَغْرَقْنَا
اور	وہ لوگ جو	ان سے پہلے	انہوں نے جھٹلایا	آیتوں کو	اپنا رب	تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا	انکے گناہوں کے سبب	اور ہم نے غرق کردیا

اور ان سے پہلے والوں کی سی حالت ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا اس پر ہم نے اُن کو انکے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا

31

	ظٰلِمِیْنَ	کَانُوْا	وَکُلٌّ	اٰلَ فِرْعَوْنَ	اٰلَ فِرْعَوْنَ وَکُلٌّ کَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ۝	
	ظالم	تھے	اور سب	فرعون والے	اور فرعون والوں کو غرق کر دیا اور وہ سب ظالم تھے	

موت کے وقت اور موت کے بعد کفار کی حالت

اگر چہ بعض مفسرین نے ان آیات کو بھی بدر کے واقعہ میں داخل کیا ہے۔ یعنی اس وقت جو کافر مارے جا رہے تھے ان کے ساتھ فرشتوں کا یہ معاملہ تھا مگر الفاظ عام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کفار بدر کی تخصیص نہیں فرمائی اس لئے اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ ہر کافر کا مرتے وقت یہی حال ہوتا ہے چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار جو ناحق حق کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں ان کی یہ حالت اسی وقت تک ہے جب تک یہ لوگ زندہ ہیں اور کاش اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ان کی حالت اس وقت دیکھیں جبکہ فرشتے ان کافروں کی روح یوں قبض کرتے ہیں کہ ان کے چہروں اور پیٹھوں پر کوڑے یا آگ کے گرز مارتے ہیں اور ساتھ ہی یہ کہتے جاتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں جب آگ میں جلنا پڑے گا تب حقیقت کھلے گی اور یہ سب تمہارے کرتوت کی سزا ہے ورنہ خدا کے یہاں ظلم کی کوئی صورت نہیں۔ پس نہ پوچھو کہ اس وقت انکی کیا حالت ہوگی اور وہ اپنی حرکات پر کیسے کیسے نادم ہوں گے اور ان پر کیسا کیسا پچھتائیں گے۔ تو ان آیات سے اور قرآن مجید کی دوسری آیات سے اور بہت سی احادیث سے موت اور اس کے بعد عالم برزخ میں کفار کو عذاب ہونا ثابت ہے مگر اس کا تعلق عالم غیب سے ہے اور اس عالم دنیا سے نہیں۔ اس لئے عام طور پر آنکھوں سے دیکھا نہیں جاتا۔

کفار مکہ کا حالت فرعونیوں جیسا ہے

آگے مکہ کے کافروں کے طرز عمل کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ دین حق اور نبی برحق کی تکذیب اور عداوت میں ان کا وہی طور طرق ہے جو فرعونیوں کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا اور فرعونیوں سے پہلے جیسے تمام سرکشوں اور کافروں نے اپنے اپنے پیغمبروں کے ساتھ معاملہ کیا تھا۔ انہوں نے ان باتوں کو جو اللہ نے اپنے رسول کی معرفت نہیں بتائیں نہ مانا۔ اللہ کے احکام سے سرتابی کی اور آیات الٰہیہ کی تکذیب کی اور اس کے انبیاء سے جنگ کرنے پر مصر رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جرائم کی پاداش میں ان کی گرفت کی اور ان کے گناہوں کے سبب ان کو پکڑ لیا۔ یہی حال کفار و مقتولین بدر کا ہوا کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو نہ مانا اور دنیا ہی میں قتل و قید کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا قوی ہے اور اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کو سخت عذاب دینے والا ہے۔ اس کو ہر طرح کی طاقت ہے اور کسی کی طاقت اس کے سامنے نہیں چل سکتی۔

کفار مکہ کی محرومی

اور یہ عذاب جو ان لوگوں پر ان کے جرائم کی پاداش میں نازل ہوا اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جو نعمت کسی قوم کو دے دیتا ہے وہ اس کو اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ قوم اپنے حالات کو نہ بدلیں یعنی خدا تعالیٰ نے اہل مکہ کو یہ نعمت دی کہ ان کی ہدایت کیلئے اشرف الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان میں بھیجا اور ان کو عقل و فہم اور قبول حق کی استعداد عطاء کی پس جب ان لوگوں نے خدا کی اس عظیم الشان نعمت کی ناشکری کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا تو اللہ نے ان سے اس نعمت کو چھین لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان میں سے نکل کر انصار مدینہ میں چلے گئے اور یہ لوگ نور ہدایت سے محروم ہو گئے۔ نیز ان کفار مکہ نے اپنے حالات درست کرنے کے بجائے پہلے سے بھی زیادہ گندے اور خبیث کر لئے کہ صلہ رحمی کو چھوڑ کر مسلمان ہو جانے والے اپنے بھائی بھتیجوں پر وحشیانہ مظالم کرنے لگے مہمان نوازی کے بجائے مسلمانوں پر آب و دانہ بند کر کے ان کا بائیکاٹ کیا اور اس بات کے عہد نامہ لکھے گئے اللہ کے گھر بیت اللہ میں مسلمانوں کو عبادت سے منع کرنے لگے اور حرم میں ان کو داخل

ہونے سے روکنے لگے تو جب کفار قریش نے اپنے حالات کو بدلا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی نعمتوں کو چھین لیا اور ان کی اس زوال نعمت میں وہی حالت ہوئی جو فرعونیوں اور ان سے پہلے کافروں کی ہوئی تھی کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے ہلاک کیا۔ کسی کو زمین میں دھنسا کر' کسی کو زلزلہ سے' کسی کو ہوا سے' کسی کو پتھر برسا کر اور فرعونیوں کو بحر قلزم میں غرق کر کے دکھا دیا اور جو نعمتیں انکو دے رکھی تھیں وہ سب چھین لیں نہ انکے وہ محلات رہے نہ باغات رہے۔ نہ وہ نہریں اور کھیتیاں رہیں اور وہ اگلے پچھلے سب ہی ظالم تھے۔ اللہ نے ان پر کوئی ظلم وستم نہیں کیا بلکہ ان بدبختوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا کہ خدا سے مقابلہ کی ٹھانی۔ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقابلہ نہ کرتے تو خدا ان سے اپنی دی ہوئی نعمتیں نہ چھینتا۔

اقوام کی ترقی وتنزلی کا قانون

یہاں اللہ تعالیٰ نے ایک ضابطہ قدرت اور قانون فطرت بیان فرمایا ہے کہ عادت الٰہی یونہی اور قانون عدل اسی طور پر نافذ ہے کہ جو قوم اپنی حالت خود بدل لیتی ہے خداداد نعمت کا شکر ادا کرنے کی بجائے کفران نعمت کرتی ہے' راہ ہدایت کو چھوڑ کر کج روی اختیار کرتی ہے۔ انصاف وعدل کی بجائے حق تلفی اور ظلم وستم کرنے لگتی ہے خداوند قدوس بھی اپنی دی ہوئی نعمت اس سے چھین لیتا ہے ورنہ حق تعالیٰ اپنی دی ہوئی نعمت کسی سے نہیں چھینتے۔ تو گویا یہاں اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ قوموں اور جماعتوں کے ابھرنے یا گرنے یا ان کی عزت وذلت کا قانون کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی مقررہ سنت یہی ہے کہ جب وہ کسی قوم کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے تو اس میں از خود تبدیلی نہیں فرماتا جب تک کہ لوگ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہمیں اسلام کی زندگی اور ایمان کی موت نصیب فرمائیں اور ہماری جانوں کو رحمت کے فرشتے خوشخبری کے ساتھ قبض کریں۔ یا اللہ آپ نے جو نعمتیں اپنے فضل سے ہم کو دین ودنیا کی عطا فرمائی ہیں ان نعمتوں کی صحیح قدردانی اور شکر گزاری کی توفیق بھی نصیب فرمایئے۔ کفران نعمت کے گناہ اور وبال سے ہم کو بچایئے اور ظالمین کے گروہ سے ہم کو علیحدہ رکھئے آمین۔

یا اللہ: میں ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی لذت سے میں نے ساری رات کالی کر دی اس کی فکر میں دماغ سوزی کرتا رہا' رات سیاہ کاری میں گزاری اور صبح نیک بن کر باہر آیا حالانکہ میرے دل میں بجائے نیکی کے وہی گناہ کی گندگی بھری رہی۔

اے پروردگار! تیری ناراضگی کا کوئی خوف ہی نہ کیا' میرا کیا حال ہوگا۔ الٰہی! مجھے اپنی مہربانی سے معاف فرمادے۔ اے اللہ! میں اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں جس کے سبب آپ کے کسی ولی پر ظلم کیا ہو یا آپ کے کسی دشمن کی مدد کی ہو یا تیری مخالفت میں کھڑا ہوا ہوں یا تیرے اوامر ونواہی کے خلاف تگ ودود میں لگا رہا ہوں ایسے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٥﴾ الَّذِينَ عَاهَدتَّ مِنْهُمْ

إِنَّ	شَرَّ	الدَّوَابِّ	عِندَ اللَّهِ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	فَهُمْ	لَا يُؤْمِنُونَ	الَّذِينَ	عَاهَدتَّ	مِنْهُمْ
بیشک	بدترین	جانور-جمع	اللہ کے نزدیک	وہ جنہوں نے	کفر کیا	سو وہ	ایمان نہیں لاتے	وہ لوگ جو	تم نے معاہدہ کیا	ان سے

بلاشبہ بدترین خلائق اللہ کے نزدیک یہ کافر لوگ ہیں تو یہ ایمان نہ لاویں گے۔ جن کی یہ کیفیت ہے کہ آپ ان سے عہد لے چکے ہیں پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں

ثُمَّ يَنقُضُونَ عَهْدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿٥٦﴾ فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ

ثُمَّ	يَنقُضُونَ	عَهْدَهُمْ	فِي	كُلِّ مَرَّةٍ	وَهُمْ	لَا يَتَّقُونَ	فَإِمَّا	تَثْقَفَنَّهُمْ	فِي الْحَرْبِ
پھر	توڑ دیتے ہیں	اپنا معاہدہ	میں	ہر بار	اور وہ	ڈرتے نہیں	پس اگر	تم انہیں پاؤ	جنگ میں

اور وہ ڈرتے نہیں سو اگر آپ لڑائی میں ان لوگوں پر قابو پائیں تو انہیں ایسی سزا دیں کہ جو لوگ اُن کے پس پشت ہوں وہ انکو دیکھ کر بھاگ جائیں عجب نہیں کہ انکو

فَشَرِّدْ بِهِم مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً

فَشَرِّدْ	بِهِم	مَّنْ	خَلْفَهُمْ	لَعَلَّهُمْ	يَذَّكَّرُونَ	وَإِمَّا	تَخَافَنَّ	مِن	قَوْمٍ	خِيَانَةً
تو بھگا دو	ان کے ذریعہ	جو	ان کے پیچھے	عجب نہیں کہ وہ	عبرت پکڑیں	اور اگر	تمہیں خوف ہو	سے	کسی قوم	خیانت

اس سے عبرت ہو۔ اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد انکو اس طرح

فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

فَانبِذْ	إِلَيْهِمْ	عَلَىٰ	سَوَاءٍ	إِنَّ	اللَّهَ	لَا يُحِبُّ	الْخَائِنِينَ
تو پھینک دو	ان کی طرف	پر	برابری	بیشک	اللہ	پسند نہیں کرتا	دغابازی

واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ برابر ہو جائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتے

شانِ نزول

ان آیات میں کفار اہل کتاب یعنی یہود کے احوال وقتال کا بیان ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا سبب نزول یہود بنی قریظہ کی عہد شکنی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے انہی یہود بنی قریظہ کے ساتھ باہمی تعاون ومددگاری کا معاہدہ کیا تھا چنانچہ یہود کا معاہدہ یہ تھا کہ ہم مسلمانوں کے خلاف مشرکوں کی مدد نہ کریں گے مگر جب جنگ بدر واقع ہوئی تو ان یہود نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور سامان جنگ سے مشرکین کی مدد کی جب ان سے جواب طلب کیا گیا تو کہنے لگے ہم بھول گئے تھے اب ایسا نہ کریں گے لیکن غزوہ خندق میں دوبارہ عہد شکنی کی اور مشرکوں کو مدد پہنچائی بلکہ کعب بن اشرف نے جو یہود مدینہ کا ایک سردار بنا ہوا تھا مکہ جا کر قریش سے معاہدہ کیا اور کفار قریش کی خاطر بتوں کو سجدہ کیا اور اقرار کیا کہ مسلمانوں کی بہ نسبت تم راہ راست پر ہو۔ ہم تمہاری مدد کریں گے اور بالآخر یہود بنی قریظہ مشرکوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے مقابلہ میں میدان میں آئے۔

بدعہدی کے خوگر یہودی سخت سزا کے مستحق ہیں

اگرچہ ان آیات کا سبب نزول خصوصی ہے مگر آیات کا حکم عمومی ہے جن میں یہ بتلایا گیا کہ جو لوگ ہمیشہ کیلئے کفر اور بے ایمانی پر تل گئے اور

انجام سے بالکل بے خوف ہو کر غداری اور بدعہدی کے خوگر ہو رہے ہیں وہ اللہ کے نزدیک جانوروں سے بھی بدتر ہیں آگے بتلایا گیا کہ ایسے غداروں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ یہ دغاباز غدار معاہدوں کو علانیہ پس پشت ڈال کر آپ کے مقابل میدان میں آجائیں تو ان کو ایسی سخت سزا دی جائے جسے دیکھ کر ان کے پیچھے رہنے والے یا ان کے بعد آنے والی نسلیں بھی عبرت حاصل کریں اور عہد شکنی کی کبھی جرأت نہ کر سکیں اور اگر ایک قوم نے علانیہ دغا بازی نہیں کی ہاں آثار وقرائن بتا رہے ہیں کہ عہد شکنی پر آمادہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت دی گئی کہ مصلحت سمجھیں تو ان کا عہد واپس کر دیں اور معاہدہ سے دست برداری کی اطلاع کر کے مناسب کارروائی کریں تاکہ فریقین پچھلے معاہدات کی نسبت شک وشبہ میں نہ رہیں دونوں مساویانہ طور پر آگاہ و بیدار ہو کر اپنی تیاری اور حفاظت میں مشغول ہوں۔ کوئی خیانت یا چوری چھپے کا معاملہ نہ ہو۔ سب معاملہ صاف ہو۔ حق تعالیٰ خیانت کی کارروائی کو خواہ کفار کے ساتھ ہو پسند نہیں کرتے۔

معاہدوں کی پاسداری کا ضابطہ

سنن ابی داؤد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان کوئی میعادی معاہدہ تھا۔ میعاد کے اندر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوجوں کو رومیوں کی سرحد کے قریب جمع کرنا شروع کیا تاکہ جب عہد کی میعاد ختم ہو تو فوراً رومیوں پر حملہ کر دیا جائے۔ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ ایک بزرگ صحابی کا اس طرف گزر ہوا تو اس ماجرے کو دیکھ کر یہ فرمایا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لا غدراً۔ یعنی وفا چاہئے عہد شکنی نہیں اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کسی قوم سے معاہدہ ہو تو اس کی کوئی گرہ نہ کھولی جائے اور نہ باندھی جائے یہاں تک کہ معاہدہ کی مدت پوری ہو جائے یا برابری کی حالت میں ان کے عہد کو ان کی طرف پھینک دیا جائے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو بے لڑے اپنے ملک واپس آگئے۔

فقہائے کرامؒ نے تصریح کی ہے کہ برابری کی حالت میں عہد پھینکنا اس وقت ہے کہ جب قرائن اور علامات سے یہ معلوم ہو کہ وہ عہد شکنی کرنے والے ہیں لیکن اگر انہوں نے فی الحقیقت عہد شکنی کر دی ہے تو پھر عہد پھینکنے کی کوئی ضرورت نہیں ان کی بغیر اطلاع کے ان پر حملہ کرنا جائز ہے جیسا کہ قریش نے جب صلح حدیبیہ کو توڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بغیر اطلاع دیئے قریش پر حملہ کیا اور مکہ فتح کر لیا۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ)

دعا کیجئے

یا اللہ: ہمارے دلوں میں اپنا وہ خوف اور خشیت عطا فرما کہ جو ہم کسی آن اور کسی حال میں خیانت کے مرتکب نہ ہوں چاہے وہ اعضاء وجوارح سے ہو یا دل ودماغ سے ہو۔ یا حقوق اللہ وحقوق العباد میں ہو۔ یا تعلقات میں ہو۔ یا اللہ ہم ہر حال میں صراط مستقیم پر قائم رہیں۔ اسی پر جینا اور اسی پر مرنا نصیب فرما آمین۔

یا اللہ: اس گناہ سے بھی معافی دے کہ میں نے مسلمانوں میں بغض وعداوت اور منافرت پھیلا دی ہو یا میرے گناہوں کے باعث مسلمانوں پر آفت ومصیبت آگئی ہو یا میرے گناہ کی وجہ سے دشمنان اسلام کو ہنسنے کا موقع ملا ہو یا دوسروں کی میرے گناہ کی وجہ سے پردہ دری ہوئی ہو یا میرے گناہ کے باعث مخلوق پر بارش برسانے سے روک لی گئی ہو۔ الٰہی! میرے سب گناہ بخش دیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ

اسْتَطَعْتُمْ	مَا	لَهُمْ	وَاَعِدُّوْا	لَا يُعْجِزُوْنَ	اِنَّهُمْ	سَبَقُوْا	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	وَلَا يَحْسَبَنَّ
تم سے ہو سکے	جو	ان کیلئے	اور تیار رکھو	وہ عاجز نہ کرسکیں گے	بیشک وہ	وہ بھاگ نکلے	جن لوگوں نے کفر کیا (کافر)	اور ہرگز خیال نہ کریں

اور کافر لوگ اپنے کو یہ خیال نہ کریں کہ وہ بچ گئے یقیناً وہ لوگ عاجز نہیں کر سکتے خدا تعالیٰ کو اور ان کافروں کیلئے جس قدر تم سے ہو سکے

مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ

دُوْنِهِمْ	مِنْ	وَاٰخَرِيْنَ	وَعَدُوَّكُمْ	عَدُوَّ اللّٰهِ	بِهٖ	تُرْهِبُوْنَ	رِبَاطِ الْخَيْلِ	مِنْ	وَ	قُوَّةٍ	مِنْ
انکے سوا	سے	اور دوسرے	اور تمہارے (اپنے) دشمن	اللہ کے دشمن	اس سے	دھاک بٹھاؤ تم	پلے ہوئے گھوڑے	سے	اور	قوت	سے

ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو کہ اسکے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور انکے علاوہ دوسروں پر بھی

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ

اِلَيْكُمْ	يُوَفَّ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	فِيْ	مِنْ شَيْءٍ	تُنْفِقُوْا	وَمَا	يَعْلَمُهُمْ	اَللّٰهُ	لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ
تمہیں	پورا پورا دیا جائیگا	اللہ کا راستہ	میں	کچھ	تم خرچ کروگے	اور جو	جانتا ہے انہیں	اللہ	تم انہیں نہیں جانتے

جن کو تم نہیں جانتے انکو اللہ ہی جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تم کو پورا پورا دے دیا جائے گا

وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝

لَا تُظْلَمُوْنَ	وَاَنْتُمْ
تمہارا نقصان نہ کیا جائیگا	اور تم

اور تمہارے لئے کچھ کمی نہ ہوگی

گزشتہ حکم پر ایک اشکال کا ازالہ

گزشتہ آیات میں بیان کیا گیا تھا کہ معاہد کفار کی طرف سے اگر معاہدہ کی خلاف ورزی کے آثار نمودار ہو جائیں اور عہد شکنی کا اندیشہ ہو تو اہل اسلام بھی معاہدہ توڑ دیں اور اس فسخ معاہدہ کی اطلاع دشمن کو دے دیں۔ اس سے شبہ ہو سکتا تھا کہ جب فسخ معاہدہ کی اطلاع دشمنوں کو دے دی جائے گی تو وہ ہوشیار اور بیدار ہو جائیں گے اور بیدار ہو کر پوری تیاری اور قدرت حاصل کرلیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر وہ مسلمانوں کے قبضہ کے نہ رہیں گے۔ اس شبہ کو ان آیات میں دفع فرمایا جاتا ہے کہ اہل ایمان انکو خبردار اور بیدار کرنے سے قطعاً اندیشہ نہ کریں۔ وہ کسی طرح اللہ کے قبضہ سے نکل نہیں سکتے۔ گویا مسلمانوں کی تسلی کردی کہ وہ خدا پر بھروسہ کر کے اس کے احکام کی تکمیل کریں تو وہ سب پر غالب آئیں گے۔

مسلمانوں کیلئے بھرپور تیاری ضروری ہے

اب آگے یہ بتلایا گیا کہ خدا پر بھروسہ کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کردیا جائے۔ نہیں۔ بلکہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی استطاعت کے موافق جہاں تک ہو سکے سامان جہاد اور جنگ کا ساز و سامان جمع کریں۔ اس میں سواری کے گھوڑے اور تمام اسلحہ و آلات حرب وضرب اور فنون حربیہ کا سیکھنا اور جمع کرنا سب شامل ہے تاکہ دشمن کے مقابلہ میں کام آئیں اور اس جنگی ساز و سامان سے کافروں پر رعب اور دھاک بیٹھ جائے اس لئے کافروں کو مرعوب کرنے کیلئے جنگی ساز و سامان اور جہاد کی تیاری میں جہاں تک ممکن ہو اپنا مال خرچ کرو پھر آگے یہ بھی بتلا دیا کہ اس طرح جہاد

کی تیاری میں جو مال صرف کرو گے اس کا اجر و بدلہ پورا پورا تم کو ملے گا ذرہ برابر حق تلفی نہ کی جائے گی۔

یہاں اس آیت میں کفار کے مقابلہ میں جہاد کی تیاری کا جو حکم مسلمانوں کو دیا گیا ہے وہ کسی خاص زمانہ کیلئے مخصوص نہیں بلکہ ہمیشہ کیلئے حکم عام ہے اور اس آیت میں ایک بڑی گہری حقیقت کی تعلیم ہے وہ یہ کہ اہل کفر برابر اسلام اور مسلمانوں کے دشمن رہا ہی کریں گے چنانچہ ان سے مقابلہ کیلئے مسلمانوں کو ہمیشہ تیار رہنے اور ان کی طرف سے کبھی غافل نہ ہونے اور اپنے پاس وہ تمام سامان جہاد برابر تیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ جس سے کفار پر ہیبت طاری ہو اور ان کے دل دہلتے رہیں۔

دعا کیجئے

ہمیں بھی دین کیلئے جانی و مالی جہاد کی ہمہ وقت تیاری کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنے راستہ میں ہم کو اپنی جان و مال خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔

یا اللہ کفر کی وجہ سے جو اسلام' دین اور مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کو مسلمانوں کے ہاتھوں مغلوب اور رسوا فرما اور دنیا و آخرت میں انہیں سزایاب فرما اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت عطا فرما کہ دین کا بول بالا ہو اور کلمہ اسلام سربلند ہو آمین۔

یا اللہ: آپ کی ہدایت آجانے کے بعد اور دین کی بات کا علم ہو جانے کے بعد بھی میں نے اپنے آپ کو غافل بنائے رکھا۔ آپ نے حکم دیا' یا منع کیا' کسی عمل کی رغبت دلائی' اپنی رضا و محبت کی طرف بلایا اور اپنے قریب کرنے کے لئے اعمال خیر کی دعوت دی۔ آپ نے سب کچھ انعام کیا لیکن میں نے کوئی پروا نہ کی۔ الٰہی! میری ہر ایسی خطاؤں کو معاف فرما دے۔ جس گناہ کو کر کے بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔ میں نے بارہا علانیہ گناہ کیا آپ نے چھپا لیا' لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول فرما لیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾ وَاِنْ

وَاِنْ	جَنَحُوْا	لِلسَّلْمِ	فَاجْنَحْ	لَهَا	وَ	تَوَكَّلْ	عَلَى	اللّٰهِ	اِنَّهٗ	هُوَ	السَّمِيْعُ	الْعَلِيْمُ	وَاِنْ
اور اگر	وہ جھکیں	صلح کی طرف	تو صلح کرلو	اسکی طرف	اور	بھروسہ رکھو	پر	اللہ	بیشک	وہ	سننے والا	جاننے والا	اور اگر

اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو آپ بھی جھک جایئے اور اللہ پر بھروسہ رکھئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ اور اگر

يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾

يُّرِيْدُوْٓا	اَنْ	يَّخْدَعُوْكَ	فَاِنَّ	حَسْبَكَ	اللّٰهُ	هُوَ	الَّذِيْٓ	اَيَّدَكَ	بِنَصْرِهٖ	وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ
وہ چاہیں	کہ	تمہیں دھوکہ دیں	تو بیشک	تمہارے لئے کافی	اللہ	وہ	جس نے	تمہیں زور دیا	اپنی مدد سے	اور مسلمانوں سے

وہ لوگ آپ کو دھوکا دینا چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کیلئے کافی ہیں وہ وہی ہے جس نے آپ کو اپنی امداد سے اور مسلمانوں سے قوت دی

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ

وَ اَلَّفَ	بَيْنَ	قُلُوْبِهِمْ	لَوْ	اَنْفَقْتَ	مَا	فِي الْاَرْضِ	جَمِيْعًا	مَّآ	اَلَّفْتَ	بَيْنَ	قُلُوْبِهِمْ	وَلٰكِنَّ
اور الفت ڈال دی	درمیان ۔ میں	انکے دل	اگر	تم خرچ کرتے	جو	زمین میں	سب کچھ	نہ	اُلفت ڈال سکتے	میں	انکے دل	اور لیکن

اور انکے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی انکے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے ان میں

اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾

اللّٰهَ	اَلَّفَ	بَيْنَهُمْ	اِنَّهٗ	عَزِيْزٌ	حَكِيْمٌ	يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	حَسْبُكَ	اللّٰهُ	وَمَنِ	اتَّبَعَكَ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ
اللہ	الفت ڈالدی	انکے درمیان	بیشک وہ	غالب	حکمت والا	اے	نبی	کافی ہے تمہیں	اللہ	اور جو	تمہارے پیرو ہیں	سے	مومن (جمع)

باہم اتفاق پیدا کر دیا بیشک وہ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ اے نبی آپ کیلئے اللہ کافی ہے اور جن مؤمنین نے آپ کا اتباع کیا ہے وہ کافی ہیں

کفار سے صلح کے احکام

ان آیات میں صلح کے احکام بیان فرمائے جارہے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اگر کفار صلح کی طرف جھکیں اور مائل ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی صلح کا ہاتھ بڑھادیں کیونکہ جہاد سے مقصود خونریزی نہیں بلکہ دفع فتنہ اور اعلائے کلمۃ اللہ مقصود ہے تو اگر بدوں خونریزی کے یہ مقصد حاصل ہو سکے تو خون بہانے کی کیا حاجت ہے اور اگر یہ احتمال ہو کہ شاید کفار صلح کے پردہ میں ہم کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ اپنا ساز وسامان درست کرلیں۔ جنگی قوت بڑھالیں۔ تو آپ کچھ پروانہ کیجئے۔ اللہ پر بھروسہ رکھئے اللہ تعالیٰ ان کی نیتوں کو جانتا اور ان کے اندرونی مشوروں کو سنتا ہے۔ اس کی حمایت اور نصرت کے سامنے ان کی بدنیتی نہ چل سکے گی۔ آپ اپنی نیت صاف رکھئے اور اگر صلح کر کے وہ لوگ یعنی کفار دغا بازی اور عہد شکنی کا ارادہ کرلیں تو فکر نہ کیجئے۔ خدا آپ کی مدد کیلئے کافی ہے۔ ان کے سب فریبوں کو بیکار کردے گا۔ اسی نے بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبی امداد فرمائی اور ظاہری طور پر جان نثار اور سرفروش مسلمانوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید کی اور مومنوں کے دل ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ دیئے۔

اسلام کا احسان کہ اس نے مثالی اخوت ومساوات قائم کردی

اس میں اشارہ ہے اس بھائی چارے اور الفت ومحبت کی طرف جو اللہ

تعالیٰ نے ایمان لانے والے اہل عرب کے درمیان پیدا کر کے ان کو ایک مضبوط جتھا بنادیا تھا۔ اسلام سے پہلے عرب میں جدال وقتال کا بازار گرم تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قبیلے آپس میں ٹکراتے رہتے تھے اور جب دو جماعتوں میں لڑائی شروع ہوجاتی تو صدیوں تک اس کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تھی۔ مدینہ کے دو زبردست قبیلوں اوس اور خزرج کی دیرینہ عداوت اور بغض کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا۔ ہر ایک دوسرے کے خون کا پیاسا اور عزت و آبرو کا بھوکا تھا۔ ان حالات میں آقائے نامدار فخر موجودات سید الرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توحید و معرفت اور اتحاد اور اخوت کا عالمگیر پیغام لے کر مبعوث ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے سارے پرانے کینے اور عداوتیں چھوڑ کر ایک دوسرے سے حقیقی بھائیوں سے زیادہ الفت اور محبت کرنے لگے اور پھر سب کی الفتوں کا اجتماعی مرکز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مبارک ہوگئی۔ بلاشبہ روئے زمین کے خزانہ خرچ کر کے بھی یہ مقصد حاصل نہ کیا جاسکتا تھا۔ جو اللہ کی رحمت اور اعانت سے ایسی سہولت کے ساتھ حاصل ہوگیا۔ قلوب کو دفعتاً ایسا پلٹ دینا اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے۔ دلوں کا اس طرح آپس میں جوڑ دینا۔ یقیناً انسانی طاقت سے بالاتر تھا اور دنیوی اسباب کی مدد سے یہ عظیم الشان کارنامہ کبھی انجام نہیں پاسکتا تھا۔

اس انعام کو جتلانے سے مقصد یہ ہے کہ جب اللہ کی تائید اور نصرت نے یہ کچھ کر دکھایا ہے تو آئندہ بھی اہل ایمان کی نظر محض دنیوی اسباب پر نہیں بلکہ خدا کی تائید پر ہونی چاہئے کہ جو کچھ کام بنتا ہے اللہ کی نصرت وحمایت سے بنتا ہے نہ کہ محض ظاہری تدبیروں سے۔

حسب ضرورت کفار سے صلح ہوسکتی ہے

ان آیات کے تحت آئمہ دین وفقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ اگر کسی وقت دشمن صلح کی طرف مائل ہو اور اہل اسلام سے صلح کی درخواست کرے تو حسب ضرورت و مصلحت ایک مدت معینہ کیلئے صلح کرنا جائز ہے مگر واجب نہیں اس لئے کہ اصل فریضہ کفار سے جہاد وقتال کرنا ہے البتہ حسب ضرورت و مصلحت کفار سے صلح کی اجازت ہے۔ حکم نہیں۔ چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں کافروں کے مقابلہ کی طاقت اور قوت ہو تو پھر ان سے صلح کرنا کسی طرح مناسب اور زیبا نہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے کافروں سے جہاد وقتال کا حکم دیا ہے پس اگر کفار سے صلح کی جائے تو فریضہ جہاد کا ترک یا اس میں تاخیر لازم آئے گی اور مسلمانوں کے امیر کیلئے یہ کسی طرح زیبا اور لائق نہیں کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں سے بغیر ضرورت اور بغیر مجبوری کے صلح کرے اس لئے کہ حق جل شانہ کا ارشاد ہے۔ "وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ" (سورہ آل عمران)

"یعنی اے مسلمانو تم دشمنان اسلام سے جہاد وقتال میں کمزور اور سست نہ پڑو اور اس راہ میں جو تکلیف پہنچے اس سے رنجیدہ اور غمگین نہ ہو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم سچے اور پکے مومن ہو"۔ آگے حضرت امام اعظم رحمہ اللہ فرماتے ہیں اور اگر مسلمانوں میں کافروں کے مقابلہ کی قوت نہ ہو تو پھر صلح کر لینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ ایسی حالت میں صلح کرنا ہی مسلمانوں کیلئے خیر و مصلحت ہے جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا" یعنی اگر کافر صلح کی طرف مائل ہیں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہوجاؤ۔ نیز ایسی حالت میں صلح کر لینا یہ در پردہ جہاد وقتال کی ایک تدبیر ہے اس لئے کہ مجاہد پر یہ فرض ہے کہ اولاً وہ اپنی قوت کو محفوظ کرے اور قوت حاصل ہوجانے کے بعد پھر دشمن اسلام پر غلبہ کی کوشش کرے جب کبھی اسکو یہ موقع ملے۔ (از معارف القرآن از کاندھلوی)

دعا کیجئے: یا اللہ تمام مومنوں کے قلوب کو آپس میں جوڑ دے۔ ان میں باہم اخلاص اور محبت پیدا فرمادے۔ ان کے آپس کے اختلاف اور تفرقہ کو اپنی رحمت سے دور فرمادے۔ ان کو آپس میں صلح اور صفائی کی توفیق عطا فرمادے۔ یا اللہ آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا۔ کتنا برا کیا آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا' نادم ہوں برا کیا' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ۭ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	حَرِّضِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	عَلَى	الْقِتَالِ	اِنْ	يَّكُنْ	مِّنْكُمْ	عِشْرُوْنَ	صٰبِرُوْنَ
اے	نبی	ترغیب دو	مومن (جمع)	پر	جہاد	اگر	ہوں	تم میں سے	بیس	صبر والے

اے پیغمبر! آپ مومنین کو جہاد کی ترغیب دیجئے اگر تم میں کے بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں تو دو سو پر غالب آ جاویں گے اور اگر تم میں کے سو آدمی

يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ

يَغْلِبُوْا	مِائَتَيْنِ	وَاِنْ	يَّكُنْ	مِّنْكُمْ	مِّائَةٌ	يَّغْلِبُوْٓا	اَلْفًا	مِّنَ	الَّذِيْنَ + كَفَرُوْا	بِاَنَّهُمْ	قَوْمٌ
غالب آئینگے	دو سو	اور اگر	ہوں	تم میں سے	ایک سو	وہ غالب آئینگے	ایک ہزار	سے	وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	اس لئے کہ وہ	لوگ

ہوں گے تو ایک ہزار کفار پر غالب آ جاویں گے اس وجہ سے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے

لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ۭ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ

لَا يَفْقَهُوْنَ	اَلْـٰٔنَ	خَفَّفَ	اللّٰهُ	عَنْكُمْ	وَعَلِمَ	اَنَّ	فِيْكُمْ	ضَعْفًا	فَاِنْ	يَّكُنْ	مِّنْكُمْ	مِّائَةٌ
سمجھ نہیں رکھتے	اب	تخفیف کردی	اللہ	تم سے	اور معلوم کرلیا	کہ	تم میں	کمزوری	پس اگر	ہوں	تم میں سے	ایک سو

اب اللہ تعالیٰ نے تم پر تخفیف کر دی اور معلوم کر لیا کہ تم میں جوش کی کمی ہے سو اگر تم میں کے سو آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے

صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ

صَابِرَةٌ	يَّغْلِبُوْا	مِائَتَيْنِ	وَاِنْ	يَّكُنْ	مِّنْكُمْ	اَلْفٌ	يَّغْلِبُوْٓا	اَلْفَيْنِ	بِاِذْنِ	اللّٰهِ
صبر والے	وہ غالب آئینگے	دو سو	اور اگر	ہوں	تم میں سے	ایک ہزار	وہ غالب رہیں گے	دو ہزار	حکم سے	اللہ

تو دو سو پر غالب آ جاویں گے اور اگر تم میں کے ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب آ جاویں گے

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٦٦﴾

وَاللّٰهُ	مَعَ	الصّٰبِرِيْنَ
اور اللہ	ساتھ	صبر والے

اور اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہیں

کفار سے جنگ کا اصول

گزشتہ آیات میں بوقت ضرورت وحسب مصلحت کفار سے صلح کی اجازت کا مضمون بیان ہوا تھا اب آگے ان آیات میں یہ تلقین فرمائی جاتی ہے کہ کافروں سے صلح محض جائز اور مباح کے درجہ میں ہے اصلی حکم تو کافروں سے جہاد وقتال ہی کا ہے اس لئے اہل اسلام کو کفار سے جہاد کا شوق دلایا جارہا ہے اور اس سلسلہ میں پہلے قانون جنگ کی ایک دفعہ بیان کی جارہی ہے پھر اس کو نرم کر کے دوسری دفعہ کی شکل میں ترمیم بیان کی گئی ہے۔

آثار صحابہؓ سے ثابت ہے کہ ابتدائے اسلام میں مسلمان بہت جری تھے۔ ایک سو مسلمان ہزار کافروں کا مقابلہ کر لیتے تھے بلکہ کبھی دس نفر ہزار کے لشکر پر بھی حملہ کر دیتے تھے اس وقت ان کے دلوں میں جوش ایمان موجزن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ سہولت کیلئے ایک خاص حکم نازل فرمادیا اور تعداد کی خاص تعین کردی کہ اپنے سے دس گنا کافروں کے سامنے سے فرار کرنا روا نہیں ہاں اگر کفار

اس سے زائد ہوں تو جائز ہے کہ جان بچانے کیلئے مسلمان معرکہ سے پہلوتہی کرلیں لیکن کہیں اگر دس گنا کافروں سے زائد کا مقابلہ بھی کریں گے تو ناجائز نہیں لیکن کچھ زمانہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں تخفیف فرمادی اور صرف دوگنا کافرں سے مقابلہ کا وجوبی حکم باقی رہ گیا یعنی اگر مسلمان ١٠ اور کافر ٢٠ ہوں یا مسلمان ١٠٠ اور کافر ٢٠٠ ہوں یا مسلمان ١٠٠٠ اور کافر ٢٠٠٠ ہوں تو ایسی صورت میں استقامت اور مقابلہ واجب ہے اور میدان جنگ سے منہ موڑنا کسی طرح جائز نہیں اور گر کفار دوچند سے زائد ہوں تو مقابلہ سے ہٹ جانا جائز ہے۔

مومن اور کافر کے مقاصد ونفسیات کا فرق

یہاں ان آیات میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی کہ تھوڑے بھی ہوں تو کفار کی کثرت کے مقابلہ میں جی نہ چھوڑیں۔ خدا کی رحمت سے دشمنوں پر غالب آئیں گے اور اس کا سبب یہ ہے کہ مسلمان کی لڑائی محض خدا کیلئے ہے وہ خدا کو اور اس کی مرضی اور حکم کو پہچان کر اور یہ سمجھ کر میدان جنگ میں قدم رکھتا ہے کہ خدا کے راستہ میں مرنا اصلی زندگی ہے اس کو یقین ہے کہ میری تمام قربانیوں کا ثمرہ آخرت میں ضرور ملنے والا ہے خواہ میں غالب ہوں یا مغلوب اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جو تکلیف میں اٹھاتا ہوں وہ فی الحقیقت مجھ کو دائمی خوشی اور ابدی مسرت سے ہمکنار کرنے والی ہے۔ مسلمان جب یہ سمجھ کر جہاد کیلئے قدم اٹھاتا ہے تو تائیدالٰہی مددگار ہوتی ہے اور موت سے وحشت اور خوف نہیں رہتا۔ اس لئے پوری دلیری اور بے جگری سے لڑتا ہے۔ کافر چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا اس لئے محض حقیر اور فانی اغراض کیلئے جانور کی طرح لڑتا ہے اور قوت قلبی اور امداد غیبی سے محروم رہتا ہے اس بناء پر خبر اور بشارت کے رنگ میں حکم دیا گیا کہ مومنین کو اپنے سے دس گنا دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے لڑنا چاہئے اگر مسلمان ٢٠ ہوں تو ٢٠٠ کے مقابلہ سے نہ ہٹیں اور سو ہوں تو ہزار کو پیٹھ نہ دکھلائیں۔

تعداد کے قانون میں ترمیم کے اسباب

یہاں آیت میں ٢٠ اور ١٠٠ کے دو عدد مثال کے طور پر بیان فرمادیئے گئے اور یا شاید اس لئے بیان فرمائے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے سریہ کم از کم ٢٠ اور جیش میں ١٠٠ سپاہی ہوتے ہوں گے اس کے کچھ مدت کے بعد اگلی آیت اتری اس وقت مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی اس لئے سریہ کم از کم ایک سو کا اور جیش ایک ہزار کا ہوگا۔ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ شروع میں مسلمانوں کو دس گنا کافروں سے مقابلہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم تھا جب لوگوں کو یہ حکم بھاری ہوا تو اسکے بعد ''الن خفف الله'' پوری آیت نازل ہوئی یعنی خدا نے تمہارے جوش کی کمی کو دیکھ کر پہلا حکم اٹھالیا اب صرف اپنے سے دوگنی تعداد کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ضروری اور بھاگنا حرام ہے۔ جس وجہ سے یہ حکم میں تخفیف ہوئی اس کی وجہ علماء مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ ابتدائے ہجرت میں گنے چنے مسلمان تھے اور عادتاً جب کام کرنے والے کم اور کام اہم سمجھا جائے تو ہر شخص کو ایک خاص فکر اور لگن ہوا کرتی ہے کہ یہ کام میرے ہی کرنے سے ہوگا ایسی صورت میں کوئی بھی دوسرے کا سہارا نہیں دیکھتا بلکہ ہر شخص اپنی ذمہ داری خود محسوس کر کے فرض سے زیادہ اس کی ادائیگی کی کوشش کیا کرتا ہے اس لئے ہمت زیادہ ہوجاتی ہے مگر جب کام کرنے والے بڑھ جایا کرتے ہیں تو کام کرنے والوں میں ایک گونہ بےفکری سی پیدا ہوجاتی ہے ہر شخص کو خیال ہوا کرتا ہے کہ مجھ ہی پر کیا منحصر ہے کام کرنے والے اور بھی تو ہیں۔ اس طرح پہلے سے جوش وخروش اور ہمت اور سرگرمی میں کمی سی آجایا کرتی ہے یہ ایک طبعی بات ہے جو ہر کام اور تحریک کے آغاز وانجام پر اثر انداز ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ٨ھ میں سریہ موتہ میں تین ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کے لشکر سے رومیوں کے ڈیڑھ لاکھ لشکر کا مقابلہ ہوا اور رومیوں کو شکست ہوئی۔ (سیرۃ خاتم الانبیاء علیہ السلام) اور ایک جنگ میں ایک ہزار مسلمان ٨٠ ہزار سے لڑے ہیں (فوائد حضرات عثمانی) اخیر میں خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ صابروں کے ساتھ ہے یعنی جنگ میں صبر واستقامت لازم ہے کثرت اور

قلت کو اس میں زیادہ دخل نہیں جو لوگ جم کر یکدل ہو کر لڑیں گے نصرت الٰہی ان کے ساتھ ہوگی۔

دوگنی طاقت کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا واجب ہے

یہاں ان آیات میں اگر چہ اس حکم کو خبر کے عنوان سے بیان کیا جارہا ہے لیکن مقصود خبر دینا یا پیشین گوئی کرنا نہیں ہے بلکہ حکم دینا ہے کہ میدان جنگ میں دوگنی طاقت کے آگے بھی ثابت قدم رہنا واجب ہے بھاگنا جرم ہے اور سنگین جرم۔ یہ عربی زبان اور بلاغت قرآنی کا ایک عام اسلوب بیان ہے کہ زور اور تاکید کے موقع پر حکم وجوبی کو خبر کی صورت میں بیان کر دیا جاتا ہے۔

الغرض یہاں جہاد وقتال کے مسائل اور احکام کا بیان تھا اور چونکہ جہاد اور قتال میں بسا اوقات کفار قید ہو کر آتے ہیں اس لئے آئندہ آیات میں اسیران جنگ خاص کر اسیران بدر کے متعلق احکام ظاہر فرمائے گئے ہیں جس کا بیان ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ: روئے زمین پر جہاں جہاں اس وقت اہل اسلام اور کفار میں مقابلہ ہے۔ اہل اسلام کو صحیح جذبے کے ساتھ کفار سے جہاد کی توفیق عطا فرمایئے اور اپنی تائید سے اہل اسلام کو غلبہ اور کفار کو مغلوب فرمایئے۔ یا اللہ صابرین کے ساتھ آپ کی معیت اور امداد و نصرت کا وعدہ ہے جو ہمیشہ پورا ہوا اور پورا ہوتا رہے گا۔ یا اللہ ہم کو بھی دین پر صبر و استقامت عطا فرما اور اپنے حکم سے ہم کو اپنے دشمنوں پر غلبہ عطا فرما۔

یا اللہ: میں نے ایسے گناہ بھی کئے کہ میں کرتا رہا اور ڈرتا رہا ہوں کہ اب پکڑا جاؤں گا مگر آپ نے بچائے رکھا میں نے گناہ کرنے میں پوری کوشش صرف کردی' رسوائی کا بھی خیال نہ کیا لیکن آپ نے پردہ پوشی ہی فرمائی الٰہی وہ گناہ بھی میرے معاف کردے۔

مجھے اس گناہ کی وعید اور سزا معلوم تھی آپ نے اس کے عذاب سے ڈرایا اس کی برائی بیان کی مجھے علم تھا لیکن نفس وشیطان نے اسے ایسا سجایا کہ میں نے آپکی وعید و دھمکی سے بے اعتنائی برتی اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔ آمین۔

میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کردیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں عزت سے محروم کردیں اور برائی کے لائق کردیں آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

میں ہر اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے آپ کی کسی مخلوق کو عار دلائی ہو' یا آپ کی مخلوق کو فعل قبیح میں مبتلا کر دیا ہو اور خود میں بھی اس میں لگ گیا ہوں اور جرأت کے ساتھ کر رہا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ

مَا كَانَ	لِنَبِيٍّ	أَنْ	يَكُونَ	لَهُ	أَسْرَى	حَتَّى	يُثْخِنَ	فِي	الْأَرْضِ	تُرِيدُونَ	عَرَضَ	الدُّنْيَا
نہیں ہے	کسی نبی کیلئے	کہ	ہوں	اس کے	قیدی	جب تک	خونریزی کرلے	میں	زمین	تم چاہتے ہو	مال	دنیا

نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کرلیں تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو

وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كِتَابٌ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ

وَاللَّهُ	يُرِيدُ	الْآخِرَةَ	وَاللَّهُ	عَزِيزٌ	حَكِيمٌ	لَوْ	لَا	كِتَابٌ	مِنَ اللَّهِ	سَبَقَ	لَمَسَّكُمْ
اور اللہ	چاہتا ہے	آخرت	اور اللہ	غالب	حکمت والا	اگر	نہ	لکھا ہوا	اللہ سے	پہلے ہی	تمہیں پہنچتا

اور اللہ تعالیٰ آخرت کو چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہوچکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے

فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ

فِيمَا	أَخَذْتُمْ	عَذَابٌ	عَظِيمٌ	فَكُلُوا	مِمَّا	غَنِمْتُمْ	حَلَالًا	طَيِّبًا	وَاتَّقُوا	اللَّهَ
اس میں جو	تم نے لیا	عذاب	بڑا	پس کھاؤ	اس سے جو	تمہیں غنیمت میں ملا	حلال	پاک	اور ڈرو	اللہ

اسکے بارہ میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔ سو جو کچھ تم نے لیا ہے اس کو حلال پاک سمجھ کر کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو

إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦٩﴾

إِنَّ	اللَّهَ	غَفُورٌ	رَحِيمٌ
بیشک	اللہ	بخشنے والا	نہایت مہربان

بیشک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑی رحمت والے ہیں

شان نزول

ان آیات کا سبب نزول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب بدر کی جنگ میں ستر کافر قیدی مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوکر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس معاملہ میں رائے طلب کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ سب قیدی اپنے خویش واقارب اور بھائی بند ہیں۔ بہتر ہے کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اس نرم سلوک اور احسان کے بعد ممکن ہے کہ کچھ لوگ مسلمان ہوکر وہ خود اور ان کی اولاد ہمارے دست وبازو بنیں اور جو مال فی الوقت ہاتھ آئے اس سے جہاد وغیرہ دینی کاموں میں سہارا لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا میلان بھی فطری رحمدلی اور شفقت وصلہ رحمی کی بناء پر اسی رائے کی طرف تھا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عام رائے اسی جانب تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ قیدی کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں۔ ان کو ختم کردیا جائے تو کفر وشرک کا سرٹوٹ جائے گا تمام مشرکین پر ہیبت طاری ہوجائے گی۔ آئندہ مسلمانوں کے ستانے اور خدا کے راستے سے روکنے کا حوصلہ نہ رہے گا اور خدا کے آگے مشرکین سے ہماری انتہائی نفرت وبغض اور کامل بیزاری کا اظہار ہوجائے گا کہ ہم نے خدا کے معاملہ میں اپنی قرابتوں اور مالی فوائد کی کچھ پروانہیں کی اس لئے مناسب ہے کہ ان قیدیوں میں سے جوکوئی ہم میں سے کسی کا عزیز وقریب ہو وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ الغرض بحث وتمحیص کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل ہوا کیونکہ کثرت رائے ادھر تھی۔ غرض ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا

اور یہ شرط کرلی کہ آئندہ مسلمانوں سے نہ لڑیں لیکن اسلام اس وقت جن حالات میں سے گزر رہا تھا ان پر نظر کرتے ہوئے وقتی مصالح کا تقاضا یہ تھا کہ کفار کے مقابلہ میں سخت کمرشکن کارروائی کی جائے اس لئے اس رائے کو اختیار فرمانا وقتی مصالح اور ہنگامی حیثیت سے حق تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہ ہوا اور یہ آیات نازل ہوئیں جن میں اسی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہ کی یہ ایک اجتہادی غلطی قرار دی گئی اور جنہوں نے زیادہ تر مالی فوائد پر نظر کرکے اس رائے سے اتفاق کیا تھا کہ فدیہ لے کر کفار قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے ان کو "تریدلون عرض الدنیا" سے خطاب فرمایا گیا۔ یعنی تم دنیا کے فانی اسباب پر نظر کررہے ہو حالانکہ مومن کی نظر انجام پر ہونی چاہئے۔

بدر کے مشرک قیدیوں کا قضیہ

روایات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ محض صلہ رحمی اور رحمدلی کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رجحان اس رائے کی طرف تھا البتہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض صرف مالی فوائد کے پیش نظر اور اکثر حضرات دوسری مصالح دینیہ اور اخلاقی داعیہ کے ساتھ مالی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ رائے پیش کررہے تھے گویا صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ میں کلاً یا جزءً کسی درجہ میں مالی حیثیت ضرور زیر نظر تھی جو صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے مقربین کی شان عالی اور منصب جلیل کے منافی سمجھا گیا اسی لئے ان آیات میں عتاب آمیز لہجہ اختیار کیا گیا اور بتلایا گیا کہ یہ غلطی اپنی ذات کے اعتبار سے ایسی تھی کہ سخت سزا ان لوگوں کو دی جاتی ہے جنہوں نے دنیوی سامان کا خیال کرکے ایسا مشورہ دیا مگر سزا دہی سے وہ چیز مانع ہے جو اللہ تعالیٰ پہلے سے لکھ چکے اور طے کرچکے ہیں۔

وہ کیا امر تھا جس نے سزا کو روک لیا

اب وہ کیا بات تھی جو اللہ تعالیٰ پہلے سے لکھ چکے اور طے فرما چکے تھے جس کی وجہ سے سزا واقع نہ ہوئی اس میں مفسرین نے حسب ذیل متعدد اقوال لکھے ہیں:۔

(۱) ایک یہ کہ قانون الٰہی یہی ہے کہ خطائے اجتہادی پر سزا نہیں۔

(۲) جب تک اللہ تعالیٰ کسی چیز کا صاف حکم کرنے یا نہ کرنے کا بیان نہ فرمائیں اس وقت تک اس کے مرتکب کو عذاب نہیں دیتے۔

(۳) اہل بدر کی گزشتہ اور آئندہ تمام خطاؤں کو اللہ تعالیٰ معاف فرما چکا ہے۔

(۴) یہ طے شدہ ہے کہ جب تک پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان میں موجود ہیں یا لوگ صدق دل سے استغفار کرتے ہیں عذاب نہ آئے گا۔

(۵) ان قیدیوں میں سے اکثریت کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا الغرض ارشاد فرمایا گیا کہ اگر اس قسم کے موانع نہ ہوتے تو یہ غلطی اتنی عظیم وثقیل تھی کہ سخت سزا واقع ہوجانی چاہئے تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس قولی تنبیہ کے بعد وہ سزا جو اس قسم کی غلطی پر ہوسکتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے نہایت قرب کرکے پیش کی گئی گویا یہ قولی تنبیہ کو زیادہ موثر بنانے کی ایک شکل تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس منظر کو دیکھ کر گریہ وزاری میں مشغول ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا سبب پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے وہ عذاب پیش کیا گیا جس کا آنا ان پر ممکن تھا اگر موانع مذکورہ بالا نہ ہوتے۔ اس عتاب اور تہدید سے مسلمان ڈر گئے کہ مال غنیمت کو جس میں قیدیوں سے وصول کیا ہوا فدیہ بھی شامل ہے۔ اب ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہئے۔ اس پر اگلی آیت نازل ہوئی اور تسلی فرمائی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اور مال غنیمت اور زرفدیہ حاصل کرنے اور ہر قسم کا تصرف کرنے کو مباح قرار دیا اور ارشاد ہوا کہ خیر اب جو کچھ تم نے ان سے لے لیا ہے یا مال غنیمت حاصل کیا ہے وہ تمہارے لئے حلال طیب ہے۔ کھاؤ پیو اللہ معاف کرنے والے ہیں مگر آئندہ پرہیز رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

ایک اہم بات

یہاں ایک بات یہ سمجھ لینے کی ہے کہ اس اجتہاد میں اگرچہ فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کا اللہ کے ہاں درست ہونا معلوم ہوا جو ان کی عظمت میں چار چاند لگاتا ہے اور ایسے کئی موقعوں پر ان کا جوہر کمال کھلا ہے تاہم دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خطاء اجتہادی پر بھی اجر وثواب کا وعدہ ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی علیہ السلام اور پیغمبر علیہ السلام سے باوجود معصوم ہونے کے کسی درجہ میں

اجتہادی لغزش ہوسکتی ہے مگر وہ اس پر برقرار نہیں رکھا جاتا بلکہ بذریعہ وحی فوراً متنبہ کردیا جاتا ہے۔اسی سے معلوم ہوا کہ جب نبی علیہ السلام معصوم سے خطاء اجتہادی ہوسکتی ہے تو مشائخ، بزرگ اور اولیاء جو غیر معصوم ہیں ان سے تو بدرجہ اولیٰ خطائے اجتہادی ممکن ہے۔
الغرض بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس اجتہادی غلطی کو حق تعالیٰ نے معاف فرمادیا اور فدیہ کی رقم جو قیدیوں سے وصول کی گئی وہ بھی حلال فرمادی۔ بعدازاں بعض قیدی مسلمان ہوگئے اور زرفدیہ بھی ادا کردیا تو یہ فدیہ کی ادائیگی ان پر گراں گزری جس سے وہ دل شکستہ ہوئے اس پر ان کی تسلی کیلئے اگلی آیات نازل ہوئیں جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم آپ ہی کی ہدایت اور توفیق سے راہ ہدایت پر قائم رہ سکتے ہیں ہماری ہر حال میں امداد و نصرت فرمایئے اور اپنی تائید اور توفیق کو ہمارے شامل حال رکھئے۔ یا اللہ ہماری غلطیوں پر ہماری گرفت اور مواخذہ نہ فرمایئے اور اپنے فضل وکرم سے ہماری مغفرت فرما کر رحم واحسان کا معاملہ فرمایئے آمین۔

یا اللہ: گناہ کر کے توبہ اور توبہ کرنے کے بعد پھر وہی کیا اپنی توبہ کو جانتا رہا اور گناہ کرتا رہا۔ رات کو معافی مانگی دن کو پھر وہیں چلا گیا اور بار بار یہی حال رہا۔ الٰہی! میں اپنے گناہوں کا اقراری ہوں اور آپ کی نعمتوں کا بھی اقرار کرتا ہوں مجھے معاف فرمادے۔

میں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہو یا نذر مان کر کوئی عبادت واجب کی ہو یا آپ کی کسی مخلوق سے وعدہ کر کے پھر گیا ہوں یا غرور میں آ کر اس کو ذلیل وحقیر سمجھا ہو اے اللہ! اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور مجھے معاف فرمادے۔

آپ نے نعمت پر نعمت عطا کی اس سے قوت آئی لیکن آپ کی دی ہوئی قوت کو میں نے آپ ہی کی نافرمانی میں خرچ کیا کتنا برا کیا، آپ نے تو کھلایا پلایا اور میں نے آپ ہی کی مخالفت کی آپ کو ناراض کر کے مخلوق کو راضی کیا، نادم ہوں برا کیا، اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب وعذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرمادیں گے اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا، میرے سب گناہ معاف فرمادیجئے۔

میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں میں تو کر کے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے، سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	قُلْ	لِّمَنْ	فِيْٓ	اَيْدِيْكُمْ	مِّنَ	الْاَسْرٰٓى	اِنْ	يَّعْلَمِ	اللّٰهُ	فِيْ	قُلُوْبِكُمْ	خَيْرًا
اے	نبی	کہدیں	ان سے جو	میں	تمہارے ہاتھ	سے	قیدی	اگر	معلوم کریگا	اللہ	میں	تمہارے دل	کوئی بھلائی

اے پیغمبر آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ اُن سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے

يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٧٠ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا

يُؤْتِكُمْ	خَيْرًا	مِّمَّآ	اُخِذَ	مِنْكُمْ	وَيَغْفِرْ	لَكُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	وَاِنْ	يُّرِيْدُوْا
تمہیں دیگا	بہتر	اس سے جو	لیا گیا	تم سے	اور بخش دیگا	تمہیں	اور اللہ	بخشنے والا	نہایت مہربان	اور اگر	وہ ارادہ کریں گے

اس سے بہتر تم کو دیدے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ اور اگر یہ لوگ آپ کے ساتھ خیانت کرنے

خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٧١

خِيَانَتَكَ	فَقَدْ خَانُوا	اللّٰهَ	مِنْ قَبْلُ	فَاَمْكَنَ	مِنْهُمْ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ
آپ سے خیانت کا	تو انہوں نے خیانت کی	اللہ	اس سے قبل	تو قبضہ میں دیدیا	ان سے (انہیں)	اور اللہ	جاننے والا	حکمت والا

کا ارادہ رکھتے ہوں تو اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو گرفتار کرادیا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں

شان نزول

ان آیات کا سبب نزول اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ منجملہ اسیران بدر کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے وہ بھی گرفتار ہوکر آئے اور جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس دن بدری قیدی گرفتار ہوکر آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس رات نیند نہیں آئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان قیدیوں میں سے میرے چچا عباس رضی اللہ عنہ کی آہ و بکا کی آواز میرے کانوں میں آرہی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت ان کی قید کھول دی تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نیند آئی۔ انہیں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قیدیوں کا جو معاوضہ فی کس مقرر فرمایا تھا۔ تو قریش نے اپنے قیدیوں کا فدیہ بھیجا اور چھڑا لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں تو بالکل غریب ہوگیا میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو تم نے اور تمہاری بیوی ام فضل نے سونا دفن کر رکھا ہے وہ کہاں ہے؟ جس کے بارے میں تم اپنی بیوی کو وصیت کر کے آئے ہو کہ اگر میں سفر میں کسی مصیبت کا شکار ہوگیا تو یہ میرے بیٹوں کے کام آئے گا۔ یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ حیران اور ششدر رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ اے بھتیجے تم کو یہ کیونکر معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو میرے پروردگار نے بتلایا یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یقین ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہیں اور بے ساختہ بول اٹھے کہ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اس دفینے کے واقعہ کو میرے اور میری بیوی کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ اچھا یوں کیجئے کہ میرے پاس سے ۲۰ اوقیہ سونا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لشکریوں کو ملا ہے اسی کو میرا زر فدیہ سمجھ لیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مال آپ کفر کی امداد و اعانت کیلئے ہمراہ لائے تھے وہ تو مسلمانوں کا مال

غنیمت بن گیا وہ مال تو ہمیں خدا نے اپنے فضل سے دلوا دیا۔ اب فدیہ اس کے علاوہ ہونا چاہئے روایات میں ہے کہ انصار نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ ضعیف العمر عباس سے فدیہ معاف کر دیا جائے مگر اسلامی مساوات میں عزیز و قریب اور دوست و دشمن سب برابر تھے۔ انصار رضی اللہ عنہم کے کہنے پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قبول نہیں فرمایا۔ (سیرۃ خاتم الانبیاء) اور جس طرح سب سے فدیہ لیا گیا ان سے بھی اسی طرح وصول کیا گیا کیونکہ عام اسیروں سے چار ہزار درہم اور امراء سے کچھ زائد لیا گیا تھا اور چونکہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی امرائے مکہ میں شمار تھے اس لئے ان کو بھی عام اسیروں کی بہ نسبت چار ہزار درہم سے کچھ زیادہ دینا پڑا اور ساتھ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ آپ اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ بھی ادا کریں۔

اسلامی مساوات وعدل کا ایک عجیب واقعہ

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ابو العاص (یعنی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر جو اس وقت تک مکہ میں مقیم تھیں) وہ بھی اسیران جنگ میں شامل تھے چونکہ یہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے تو ان کے پاس بھی فدیہ کیلئے مال نہ تھا۔ اس لئے ان کی زوجہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو جو مکہ میں مقیم تھیں کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں۔ جب ان کے پاس یہ مطالبہ پہنچا تو ان کے گلے میں ایک ہار تھا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو جہیز میں دیا تھا وہی گلے سے اتار کر بھیج دیا چنانچہ جب یہ ہار مدینہ پہنچا تو اس کو دیکھ کر بے اختیار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھو میں آنسو بھر آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم سب راضی ہو تو زینب رضی اللہ عنہا کے پاس یہ اس کی والدہ کی یادگار ہے اس کو واپس کر دیا جائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشاروں پر مر مٹنے والے تھے وہ پھر اس کو کس طرح گوارا کر سکتے تھے۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بخوشی قبول کر کے اس کو واپس کر دیا اور ابو العاص رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد یہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر اسلام کی برکتیں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت میرے ہی حق میں نازل ہوئی ہے اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ ۲۰ اوقیہ سونے کی بجائے حالت اسلام میں اللہ نے مجھے ۲۰ غلام عطا کئے جو خود بھی بہت قیمتی ہیں۔ گھٹیا غلام کی قیمت تقریباً ۲۰ ہزار درہم ہے اور پھر ہر غلام میرے لئے کثیر مال تجارت لگا کر بیوپار کرتا ہے۔ یہ تو بدلہ دنیا میں عطا فرمایا گیا اور دوسرا وعدہ مغفرت کی آخرت میں امید رکھتا ہوں۔ متعدد روایات سے ثابت ہے کہ مسلمان ہونے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ بہت مالدار ہو گئے تھے۔ بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صوبہ بحرین سے کثیر مال آیا اتنا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ حکم دیا کہ مسجد میں پھیلا دو۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تقسیم کرنا شروع کیا جو سامنے آتا اس کو دیتے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے بھی۔ میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اپنے ہاتھ سے لے لو۔ انہوں نے چادر میں گٹھڑی باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھا نہ سکے تو کہا یا رسول اللہ کسی کو حکم دیجئے کہ میرے کاندھے پر چڑھا دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا میں تو کسی سے نہیں کہتا کہا اچھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ذرا اٹھوا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا بھی انکار کیا۔ آخر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کچھ کم کر دیا اور بمشکل اٹھا کر لے چلے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو تعجب کی نظر سے دیکھتے رہے جب تک کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے اس کے بعد سب مال بانٹ چکے ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے اٹھے

32

اور اپنے گھر ایک درہم بھی نہ بھجوایا تھا۔

اسیران بدر کو نصیحت و تسلی

الغرض ان آیات کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ بدر کے ان قیدیوں سے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبضہ میں ہیں کہہ دیجئے کہ جو کچھ تم سے فدیہ کی شکل میں لیا گیا ہے اس پر تم افسوس نہ کرو اگر تمہارے دل میں نیکی ہوگی اور ایمان لے آؤ گے اور سچے دل سے اسلام کے مقابلہ میں تلوار نہ اٹھانے کا عہد کرو گے تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اللہ اس سے بہتر تم کو عنایت کردے گا اور تمہارے قصور معاف کردے گا اور اگر وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھوکہ دینا چاہیں گے اور پھر شرارت کرنے کا ان کا ارادہ ہوگا وہ عہد و پیمان کے خلاف ان کے دلوں میں مکاری چھپی ہوگی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ خود ذلیل ہوں گے پہلے بھی شرارت کر چکے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں گرفتار ہوئے دوبارہ ایسی حرکت کریں گے تو پھر ایسی سزا پائیں گے خدا کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں۔ اس کو ان کی نیتوں اور آئندہ ارادوں کا اب بھی علم ہے لیکن اس کی حکمت و مصلحت ہے کہ ظاہر نہیں فرماتا اور کسی کا پردہ فاش نہیں کرتا۔

خلاصہ یہ کہ اسیران بدر کو نصیحت اور تسلی آمیز ہدایت کی جارہی ہے کہ سچے دل سے مسلمان ہو جاؤ آئندہ زندگی درست رکھو تو تم کو اس سے بہتر مال ملے گا جو تم اپنی قید چھڑانے میں خرچ کر چکے ہو اور آخرت میں بھی مغفرت ہو جائے گی۔ ورنہ مکاری کرو گے تو خود تباہ ہو جاؤ گے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: آپ علام الغیوب ہیں دلوں کے بھید اور راز سے بھی واقف ہیں۔

یا اللہ: ہم کو دیانت وامانت کے اوصاف عطا فرمایئے اور ہمارے اعضاء و جوارح اور قلب کو ہر طرح کی خیانت سے پاک رکھئے۔

یا اللہ آپ علیم و خبیر ہیں ہم سے گزشتہ زندگی میں آپ کے حقوق یا بندوں کے حقوق میں جو کوتاہی و خیانت سرزد ہوئی ہو اکی تلافی کی توفیق مرحمت فرمایئے اور اس پر ہم سے مواخذہ نہ فرمایئے آمین۔

یا اللہ: بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپ کے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کرلوں گا' معافی چاہ لوں گا اللہ العالمین! گناہ کرلیا اور نفس و شیطان نے توبہ و استغفار سے باز رکھا' گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ الٰہی میری اس جرأت پر نظر نہ فرمانا' اپنی شان کریمی کے صدقے مجھے معاف فرمادے میں توبہ کرتا ہوں معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف کردے۔ آپ کے سوا اور کون معاف کرنے والا ہے۔

ایسا بھی ہوا کہ گناہ کر کے میں نے آپ سے حسن ظن رکھا کہ آپ عذاب نہ دیں گے' آپ معاف کردیں گے اس وقت میرے نفس نے یہی پٹی پڑھائی کہ اللہ کا کرم و رحمت تو بہت وسیع ہے اور آپ پردہ ڈالتے رہے بس میں سمجھا کہ جب وہ پردہ پوشی فرمارہے ہیں تو عذاب بھی نہ دیں گے۔ بس اسی خیال میں آکر بہت سے گناہ کرلئے' اے اللہ! مجھے معاف فرمادے۔

ان گناہوں کی بھی معافی چاہتا ہوں جن کی وجہ سے دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو گیا' روزی کی برکت اور خیر نہ رہی ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

جن گناہوں کے سبب لاغری آتی ہے اور نقاہت چھا جاتی ہے بروز قیامت حسرت و ندامت ہوگی ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔ جو گناہ باعث تنگئ رزق ہوں' باعث مانع خیر و برکت ہوں' باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

إِنَّ	الَّذِينَ	آمَنُوا	وَهَاجَرُوا	وَجَاهَدُوا	بِأَمْوَالِهِمْ	وَأَنْفُسِهِمْ	فِي	سَبِيلِ	اللَّهِ	وَالَّذِينَ
بیشک	جولوگ	ایمان لائے	اور انہوں نے ہجرت کی	اور جہاد کیا	اپنے مالوں سے	اور اپنی جانیں	میں	راستہ	اللہ	اور وہ لوگ

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت بھی کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے رستے میں جہاد بھی کیا اور جن لوگوں نے

آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ

آوَوْا	وَنَصَرُوا	أُولَٰئِكَ	بَعْضُهُمْ	أَوْلِيَاءُ	بَعْضٍ	وَالَّذِينَ	آمَنُوا	وَلَمْ يُهَاجِرُوا	مَا لَكُمْ
ٹھکانہ دیا	اور مدد کی	وہی لوگ	ان کے بعض	رفیق	بعض	اور وہ لوگ جو	ایمان لائے	اور انہوں نے ہجرت نہ کی	تمہیں نہیں

رہنے کو جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ باہم ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تمہارا ان سے

مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ

مِنْ	وَلَايَتِهِمْ	مِنْ شَيْءٍ	حَتَّىٰ	يُهَاجِرُوا	وَإِنِ	اسْتَنْصَرُوكُمْ	فِي الدِّينِ	فَعَلَيْكُمُ
سے	اُن کی رفاقت	کچھ شے (سروکار)	یہاں تک کہ	وہ ہجرت کریں	اور اگر	وہ تم سے مدد مانگیں	دین میں	تو تم پر (لازم ہے)

میراث کا کوئی تعلق نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمے مدد کرنا واجب ہے

النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٧٢﴾ وَالَّذِينَ

النَّصْرُ	إِلَّا	عَلَىٰ	قَوْمٍ	بَيْنَكُمْ	وَبَيْنَهُمْ	مِيثَاقٌ	وَاللَّهُ	بِمَا تَعْمَلُونَ	بَصِيرٌ	وَالَّذِينَ
مدد	مگر	پر (خلاف)	وہ قوم	تمہارے درمیان	اور اُنکے درمیان	معاہدہ	اور اللہ	جو تم کرتے ہو	دیکھنے والا	اور وہ لوگ جو

مگر اس قوم کے مقابلہ میں نہیں کہ تم میں اور ان میں باہم عہد ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو دیکھتے ہیں۔ اور جو لوگ کافر ہیں

كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ﴿٧٣﴾

كَفَرُوا	بَعْضُهُمْ	أَوْلِيَاءُ	بَعْضٍ	إِلَّا تَفْعَلُوهُ	تَكُنْ	فِتْنَةٌ	فِي	الْأَرْضِ	وَفَسَادٌ	كَبِيرٌ
انہوں نے کفر کیا	ان کے بعض	رفیق	بعض (دوسرے)	اگر تم ایسا نہ کرو گے	ہوگا	فتنہ	میں	زمین	اور فساد	بڑا

وہ باہم ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر اس پر عمل نہ کرو گے تو دنیا میں بڑا فتنہ اور فساد پھیلے گا

تفسیر وتشریح: گزشتہ آیات میں کفار کے قتال اوران سے صلح اوران کو قید کرنے کا ذکر تھا اور یہ تینوں باتیں مسلمانوں کے غلبہ اور شوکت کے وقت واقع ہوتی ہیں۔قتل اور قید تو ظاہر ہے اور صلح کی بھی کفار جب ہی درخواست کرتے ہیں جب کسی قدر مسلمانوں سے دبتے ہیں پس اب تک تو احکام غلبہ کے متعلق ہوئے۔گاہے مسلمان مغلوب ہوتے ہیں کہ نہ قتل اور قید پر قادر اور نہ ان سے کفار صلح کرنا چاہتے ہیں ایسے وقت ہجرت کی ضرورت واقع ہوتی ہے اس لئے اب ہجرت کے بعض احکام جو میراث کے متعلق ہیں بیان فرمائے جاتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے چار گروہ: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے چار طرح کے مسلمانوں کا ذکر فرمایا ہے اور ہر ایک کی صفات بھی

الگ الگ بیان کردی ہیں۔ پھر پانچویں درجہ میں تمام دنیا کے مختلف مذاہب کے کفار کا ایک ہی فرقہ قرار دیا ہے۔

پہلا گروہ مہاجرین

ایک قسم تو مسلمانوں کی وہ لوگ ہیں جو شروع میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور ہجرت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے مدینہ میں آکر رہنے لگے۔ ان کے چار اوصاف بیان فرمائے اول۔ یہ کہ وہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ملائکہ و قیامت پر سچے دل سے ایمان لائے۔ دوسرے یہ کہ انہوں نے اللہ کی خوشنودی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضامندی حاصل کرنے کیلئے ترک وطن کیا۔ تمام اعزاء و اقارب بال بچوں کو چھوڑا۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ جوڑا۔ جلاوطنی کتنی سخت چیز ہے اس کو وہی لوگ جانتے ہیں جن پر گزری ہے تیسرا اور چوتھا وصف یہ ہے کہ راہ خدا میں انہوں نے جان و مال قربان کر دیا۔ سخت ترین معرکوں میں جانیں لڑا دیں مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت نہ چھوڑی۔ مکہ کے اندر گھاٹی میں قید ہوئے۔ شعب ابی طالب میں تین سال تک ترک تعلقات کی تکلیف اٹھائی۔ قوم نے لین دین سلام کلام بند کر دیا۔ مگر ان مہاجرین کی ہمتیں کمزور نہ پڑیں۔ غار ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہے جس مکان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت فرمائی اس مکان کے اندر حضور کی بجائے خود اپنی جان کو کافروں کے نرغہ میں پھنسایا۔ جنگ بدر احد احزاب وغیرہ میں ساتھ رہے۔ مالی قربانیاں اس حد تک کیں کہ گھر میں کوئی چیز تک نہ چھوڑی۔ ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈال دی۔ غرض تن من دھن کسی چیز سے دریغ نہ کیا۔

دوسرا گروہ۔ انصار مدینہ

دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مہاجرین اولین کو اپنے مکانوں میں جگہ دی باوجود یکہ خود تنگ حال تھے مگر اپنے معزز مہمانوں کی ہر طرح خاطر مدارات کی۔ خود بھوکے رہے اہل وعیال کو بھوکا رکھا مگر مہمانوں کو تکلیف نہ ہونے دی۔ تمام دنیائے کفر کے خلاف مہاجرین کی مدد کی۔ دنیا ان کے گھروں پر چڑھ گئی مگر انہوں نے کسی کی پروانہ کی۔ اپنے اہل وعیال کی طرح مہاجرین کی حفاظت کی گویا انہوں نے بھی راہ خدا میں جانیں لڑا دیں اور اسلام کی اعانت میں کسی مال قربانی سے دریغ نہ کیا۔

تیسرا گروہ جو ہجرت نہ کر سکے

تیسرا وہ گروہ جو فتح مکہ سے قبل مسلمان تو ہو گیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق تو کی۔ احکام شریعت کی تعمیل بھی کی مگر خاص وجوہ کے تحت ترک وطن نہ کر سکے۔ کچھ کافروں کے پنجہ میں گرفتار ہونے کے باعث مجبور رہے۔ کوئی بیماری کے سبب حرکت نہ کر سکے کسی کو اور قسم کے موانع روکے رہے۔

چوتھا گروہ جو بعد میں مسلمان ہوئے

چوتھے وہ مسلمان ہیں جو بعد میں مسلمان ہوئے اپنا وطن چھوڑ کر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت اختیار کی۔ آخری جہادوں میں بھی شریک ہوئے۔ یہ چار قسم کے مسلمان ہوئے۔ ہر گروہ کے جدا جدا احکام بیان فرمائے گئے ہیں۔

مہاجرین وانصار میں مواخات کا حکم

اول الذکر دونوں قسموں کے متعلق یعنی مہاجرین اولین اور انصار مدینہ کے متعلق فرمایا کہ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق، دوست جان و مال بلکہ دین وایمان کے ساتھی ہیں اور میراث میں ایک دوسرے کے حقدار ہیں۔ اس آیت کی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ اور برادری کرادی تھی۔ ایک مہاجر اور ایک انصاری کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ اس اسلامی رشتہ کے بھائی چارہ سے ساری باتوں میں ایک دوسرے کی شرکیت وملکیت کے ویسے ہی حقدار ہو جاتے جیسے حقیقی بھائی ہوتے ہیں حتیٰ کہ اگر ایک مرجاتا تو دوسرا اس کا وارث ہو جاتا تھا۔ یہ مواخات دو مرتبہ ہوئی ایک مرتبہ مکہ میں جو صرف مہاجرین کے درمیان ہوئی تھی

اور دوسری دفعہ مدینہ میں جو مہاجرین اور انصار کے درمیان ہوئی تھی ایک قول کے مطابق یہ ۱۹۰ اشخاص تھے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ۱۰۰ انفوس تھے۔ مسلمانوں میں اسلامی بھائی چارگی کا ایسا ولولہ پیدا ہوگیا تھا کہ خون کے عزیزوں سے کہیں زیادہ جس انصاری کی مواخاۃ کسی مہاجر سے ہوگئی تو اس نے اپنا نصف مال نصف جائیداد دے دی۔ یہاں تک کہ اگر کسی کی دو بیویاں تھیں تو ایک بیوی کو طلاق دے کر مہاجر کے نکاح میں دینے کی آمادگی ظاہر کردی لیکن آیت میراث نازل ہونے کے بعد انصار و مہاجرین کے میراث کا حکم منسوخ ہوگیا۔

تیسرے گروہ کا حکم

تیسرے گروہ کا حکم بیان فرمایا کہ ان لوگوں کو حق موالات حاصل نہیں۔ دین میں اشتراک ضرور ہے۔ مذہبی تعاون بھی لازم ہے مگر مواخات و موالات کا درجہ ان کو حاصل نہیں تاوقتیکہ وطن یعنی مکہ کو نہ چھوڑیں۔ مہاجرین اولین کو ایمان اور ہجرت دو فضیلتیں حاصل تھیں اور ان کو صرف فضیلت ایمان حاصل ہے۔ آغاز اسلام میں ہجرت لوازم ایمان میں سے تھی۔ لہٰذا دونوں گروہ مساوی درجہ کے نہیں ہوسکتے۔ ہاں اس تیسرے گروہ کی دینی اعانت ضرور ہے۔ اگر وہ کفار کے مقابلہ میں مہاجرین وانصار سے مدد کے خواستگار ہوں تو ان کی مدد کرنی لازم ہے۔ بشرطیکہ ان کی چڑھائی ایسے کافروں پر نہ ہو جن سے مہاجرین وانصار کا معاہدہ ہو۔ کیونکہ اس صورت میں اگر ان کی امداد کی جائے گی تو نقض عہد اور معاہدہ کی خلاف ورزی لازم آئے گی۔ چوتھی قسم کے مسلمانوں کا حکم آئندہ آیات میں آتا ہے۔

کفار سب ایک دوسرے کے دوست و معاون ہیں

اب رہ گئے کفار تو ان کے متعلق فرمایا کہ یہ سب ایک برادری ہیں ان میں باہم تعاون ہے۔ یعنی اگرچہ مختلف مذاہب کے پیرو ہیں اور مختلف عقائد رکھتے ہیں مگر مخالفت اسلام میں سب ایک دوسرے کے حلیف اور معاون ہیں اور اسلام کے مقابلہ میں سب متحد ہیں چنانچہ بنی قریظہ کے یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف مشرکوں سے اتحاد کرلیا اور ان کی مدد کی باوجودیکہ یہودیت اور بت پرستی میں عقائد کے اعتبار سے اتنی ہی دوری تھی جتنی اسلام اور شرک میں لہٰذا مسلمانوں کو بھی باہم اتحاد و تعاون و تناصر کرنا چاہئے تاکہ مجموعی طاقت اور یگانگت سے کفر کا مقابلہ ہوسکے ورنہ زمین میں فتنہ و فساد برپا ہوجائے گا جس سے اسلام کو ضعف اور کفر کو قوت حاصل ہوگی۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو بھی اپنے راستہ میں دین اسلام کیلئے جانی و مالی قربانی کرنے کی توفیق و ہمت و عزم عطا فرمادے اس وقت جہاں جہاں کفار اور اہل اسلام میں مقابلہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیواؤں کی غیب سے مدد اور نصرت عطا فرمائیں اور مسلمانوں کو غلبہ و شوکت عطا فرمائیں اور کفار کا آپس میں ٹکراؤ اور افتراق پیدا فرمائیں اور ان کی قوتوں کو پاش پاش فرمائیں مسلمانوں کی عزت و آبرو کو بلند فرمائیں۔ اسلام کا غلبہ قائم فرمائیں آمین۔ یا اللہ: جس گناہ کی میں نے تعریف کی ہو یا کینہ کی طرح دل میں چھپایا ہو دل میں عزم مصمم کرلیا ہو کہ یہ گناہ کروں گا یا زبان سے اظہار بھی کردیا ہو یا وہ گناہ جو میں نے اپنے قلم سے لکھا ہو یا اعضاء سے اس کا ارتکاب کرلیا ہو یا اپنے ساتھ دوسروں کو بھی اس گناہ کے کرنے پر آمادہ کرلیا ہو ایسے سب گناہوں کو معاف فرمادیجئے۔

میں نے گناہ رات کو بھی کئے دن کو بھی کئے۔ لیکن آپ نے اپنے حلم سے پردہ پوشی فرمائی کہ کسی مخلوق کو اس کا علم نہ ہونے دیا' میں نے آپ کی اس ستاری فرمانے کا کچھ خیال نہ کیا میرے نفس نے اس گناہ کو پھر مزین کر کے پیش کیا اور گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے پھر کر گزرا۔ میں بار بار ایسا ہی کرتا رہا۔ الٰہ العالمین! میرے اس حال کو خوب جانتے ہیں آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ سے توفیق مانگتا ہوں میں توبہ کرتا ہوں معافی چاہتا ہوں۔ الٰہی! معاف فرمادیجئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ

وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	وَهَاجَرُوْا	وَجٰهَدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	وَالَّذِيْنَ	اٰوَوْا	وَنَصَرُوْا	اُولٰٓئِكَ
اوروہ لوگ جو	ایمان لائے	اورانہوں نے ہجرت کی	اور جہاد کیا انہوں نے	میں	اللہ کا راستہ	اوروہ لوگ جو	ٹھکانہ دیا	اورمدد کی	وہی لوگ

اور جو لوگ مسلمان ہوئے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے اپنے یہاں ٹھہرایا اور انکی مدد کی یہ لوگ ایمان کا

هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝٧٤ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا

هُمُ	الْمُؤْمِنُوْنَ	حَقًّا	لَهُمْ	مَغْفِرَةٌ	وَرِزْقٌ	كَرِيْمٌ	وَالَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	مِنْۢ بَعْدُ	وَهَاجَرُوْا
وہ	مومن (جمع)	سچے	ان کیلئے	بخشش	اورروزی	عزت	اوروہ لوگ جو	ایمان لائے	اس کے بعد	اورانہوں نے ہجرت کی

پورا حق ادا کرنے والے ہیں ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے۔ اور جو لوگ بعد کے زمانہ میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے

وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ

وَجٰهَدُوْا	مَعَكُمْ	فَاُولٰٓئِكَ	مِنْكُمْ	وَاُولُوا الْاَرْحَامِ	بَعْضُهُمْ	اَوْلٰى	بِبَعْضٍ	فِيْ	كِتٰبِ اللّٰهِ
اورانہوں نے جہاد کیا	تمہارے ساتھ	پس وہی لوگ	تم میں سے	اور قرابت دار	انکے بعض	قریب (زیادہ حقدار)	بعض (دوسرے) کے	میں (روسے)	اللہ کا حکم

ساتھ جہاد کیا سو یہ لوگ تمہارے ہی شمار میں ہیں اور جو لوگ رشتہ دار ہیں کتاب اللہ میں ایک دوسر کے زیادہ حقدار ہیں

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝٧٥

اِنَّ	اللّٰهَ	بِكُلِّ شَيْءٍ	عَلِيْمٌ
بیشک	اللہ	ہر چیز	جاننے والے

بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں

مہاجرین وانصار کے دو انعام

گزشتہ آیات میں مہاجرین وانصار کے متعلق بیان تھا۔ ان آیات میں بھی اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کیلئے دو انعام مقرر ہیں۔

اول تو یہ کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کی تمام تقصیرات معاف فرما دینگے۔ دوسرے یہ کہ ان کے واسطے اجر جزیل اور باعزت وباکرامت ثواب اور جنت کی روزی موجود ہے۔

ایک غلط نظریے کی تردید

یہاں اس بات کی صاف صراحت ہے کہ مہاجرین سابقین اور انصار مدینہ قطعی مومن ہیں۔ ان کے کمال ایمان میں کوئی شک نہیں۔ اس آیت سے ان لوگوں کے عقیدہ کی صاف تردید ہوتی ہے۔ جنہوں نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ خارج از ایمان قرار دے رکھا ہے اور برائے نام لفظ مسلم کا ان پر اطلاق کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ ان حضرات مہاجرین اور انصار کے کامل الایمان ہونے کی اور کیا گواہی ہوگی کہ حق تعالیٰ اس جگہ خود ارشاد فرمارہے ہیں۔ (یہ سب سچے مسلمان اور پورے پورے مومن ہیں) (ان کیلئے بڑی مغفرت اور بڑی معزز روزی ہے جنت میں)

بعد والے مہاجرین وانصار

تین قسم کے مسلمانوں کا بیان تو گزشتہ آیات میں ہو چکا تھا ہے چوتھی قسم کے مسلمان یعنی وہ لوگ جو بعد کو ایمان لائے اور ہجرت کر کے مہاجرین اور انصار کے ساتھ مل کر جہاد کیا ان کا شمار بھی مہاجرین اور انصار میں ہے۔ یعنی بہ اعتبار احکام شرعی کے مہاجرین

سابقین اور مہاجرین مابعد میں بہ اعتبار فضل و مرتبہ جو کچھ بھی فرق ہو۔ بہ اعتبار احکام شرعی سب برابر ہیں۔ یہاں آیت میں بعد کو ایمان لانے سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ غزوہ بدر کے بعد بعض نے کہا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد۔ بعض نے کہا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد۔ بعض نے کہا اس سے دوسری ہجرت والے مراد ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی تھی۔ بہر حال بعد سے کچھ بھی مراد لی جائے مگر فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی شرط ضرور لگانا پڑے گی۔ کیونکہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت کا حکم باقی نہیں رہا۔

ہجرت کے اقسام واحکام

ہجرت تین قسم کی ہوتی ہے اول وہ ہجرت جو ابتدائے اسلام میں ہوئی جب کہ اسلام کی حالت بالکل کمزور اور ابتدائی تھی۔ دوسری وہ ہجرت جو صلح حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے ہوئی۔ اول قسم کے مہاجرین۔ مہاجرین سابقین کہلاتے ہیں اسلام میں سب سے زیادہ اعزاز انہی کا ہے۔ دوسری ہجرت بھی ہجرت ہے تیسری قسم وہ ہے جو قیامت تک باقی ہے یعنی اپنے وطن کو جو کفرستان میں واقع ہو چھوڑ کر کسی اسلامی ملک کی طرف ہمیشہ کیلئے چل جانا۔ اس تیسری قسم کی ہجرت کے دو حکم ہیں۔ (۱) واجب۔ (۲) مستحب۔ جس ملک میں غلبہ کفر کی وجہ سے اسلامی فرائض وواجبات ادا کرنے کی روک ٹوک ہو وہاں سے ہجرت اب بھی واجب ہے اور جہاں حدود اسلامی جاری نہ ہوں۔ فرائض وواجبات ادا کرنے کی روک ٹوک نہ ہوں وہاں سے ہجرت کر جانا مستحب ہے۔ تو حاصل ارشاد یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہو کر جتنے مہاجرین مابعد مہاجرین اولین سے ملتے جائیں اور دین کے کاموں میں ان کا ہاتھ بٹائیں اور دینی سعی اور کوشش میں ان کے ساتھ رہیں تو وہ بھی ان کے بھائی برادر ہیں۔ ان کے اندرونی و بیرونی تعلقات وہی ہیں۔ جو مہاجرین اول کے بیان کئے گئے۔ ہاں اگر پہلے مہاجروں کے قریبی رشتہ دار مسلمان ہو کر ہجرت کر کے چلے آئیں تو وہ پھر اپنے رشتہ داروں کے وارث ہوں گے اور اللہ کی کتاب میں جو قرابتداروں کا حصہ میراث میں مقرر کیا گیا ہے اس کے مطابق میت کا مال تقسیم ہوگا۔ نئے اور اسلامی بھائی چارہ کی وجہ سے وہ محروم نہ کئے جائیں گے۔ بھائی چارہ کی وجہ سے ورثہ اسی وقت ملے گا جب تک اصلی رشتہ دار ہجرت کر کے اپنے رشتہ دار سے نہیں آملتے جب وہ آملے تو ان کا حق مقدم ہے اور میت کا ورثہ انہی میں تقسیم ہوگا۔

اخیر میں آیت کو "ان اللہ بکل شیء علیم" کہہ کر ختم فرمایا گیا یعنی بے شک اللہ ہر شے کا علم رکھنے والا ہے اسی نے ہر وقت کے مناسب احکام دیئے ہیں اور احکام میراث وغیرہ میں ہر ایک کی مصلحت کا پورا لحاظ رکھا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: مہاجرین سابقین اور انصار اولین کے طفیل ہم کو بھی صراط مستقیم اور ایمان کامل نصیب فرمائیں۔ ہمیں بھی دین اسلام کیلئے اپنی جان ومال کے خرچ کرنے کی توفیق حسن عطا فرمائیں۔

یا اللہ: گناہ کر کے توبہ اور توبہ کرنے کے بعد پھر وہی کیا۔ اپنی توبہ کو جا نتا رہا اور گناہ کرتا رہا۔ رات کو معافی مانگی دن کو پھر وہیں چلا گیا اور بار بار یہی حال رہا۔ الٰہی! میں اپنے گناہوں کا اقراری ہوں اور آپ کی نعمتوں کا بھی اقرار کرتا ہوں مجھے معاف فرمادے۔ میں نے آپ سے کوئی وعدہ کیا ہو یا نذر مان کر کوئی عبادت واجب کی ہو یا آپ کی کسی مخلوق سے وعدہ کر کے پھر گیا ہوں یا غرور میں آکر اس کو ذلیل وحقیر سمجھا ہو اے اللہ! اس کی ادائیگی کی توفیق عطا فرما اور مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَتِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَسِتَّةَ عَشَرَ رُكُوْعًا

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ؕ ①

بَرَآءَةٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖٓ	اِلَى	الَّذِيْنَ	عٰهَدْتُّمْ	مِّنَ	الْمُشْرِكِيْنَ
بیزاری (قطع تعلق)	سے	اللہ	اور اسکا رسول	طرف	وہ لوگ جنہوں نے	تم سے عہد کیا	سے	مشرکین

اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین سے دست برداری ہے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا

ترتیب و مقام نزول اور نام

بحساب ترتیب یہ قرآن پاک کی نویں سورۃ ہے اور بحساب نزول اس کا شمار ۱۱۳ ہے یعنی قرآن پاک کی ۱۱۴ سورتوں میں سے ۱۱۲ سورتیں اس سورہ توبہ سے پہلے نازل ہو چکی تھیں اور صرف ایک سورہ مائدہ اس کے بعد سب سے اخیر میں نازل ہوئی۔ یہ سورۃ بالاتفاق مدنی ہے اور فتح مکہ کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اس سورۃ میں ۱۲۹ آیات ۱۶ رکوعات ۲۵۲۷ کلمات اور ۱۱۳۶۰ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ سورت دو ناموں سے مشہور ہے ایک التوبۃ دوسرے البرأت توبہ اس لحاظ سے کہ اس میں ایک جگہ تین نیک مسلمانوں کے قصوروں کی معافی اور ان کی توبہ قبول فرمانے کا ذکر ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ اس سورۃ میں توبہ کا ذکر بار بار آیا ہے اور برأۃ اس لحاظ سے کہ اس کی ابتداء ہی میں مشرکین سے بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے۔

اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ

اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ دوسری سورتوں کی طرح نہیں لکھی جاتی۔ اسکے متعلق مفسرین کے پانچ اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح رائے وہی ہے جو امام رازی رحمہ اللہ نے لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی یعنی اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ نازل ہی نہیں ہوئی۔ اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی نہیں لکھی اور بعد کے لوگ بھی اسی کی پیروی کرتے رہے اور یہ اس بات کا مزید ایک ثبوت ہے کہ قرآن کریم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جوں کا توں لینے اور جیسا دیا گیا تھا ویسے ہی اس کو محفوظ رکھنے میں کس درجہ احتیاط اور اہتمام سے کام لیا گیا ہے۔

اس سورۃ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا

مگر دوران تلاوت اس سورۃ سے پہلے بسم اللہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کا حکم یہ ہے کہ جو شخص خود اس سورۃ سے قرأت شروع کرے یا اس کے درمیان سے کہیں شروع کرے ان دونوں حالتوں میں وہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا اور جو اوپر سے پڑھتا آتا ہو وہ بغیر بسم اللہ پڑھے اس سورۃ کو شروع کردے۔ یہ سورۃ ۹ھ میں مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔

سورۃ برأت کے مضامین کا خلاصہ

اس سورۃ کا اجمالی خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) جن مشرکین عرب نے نقض عہد کیا ان سے برأت اور بے زاری کا اعلان کردیا جائے اور چار مہینہ کی ان کو مہلت دیدی جائے کہ اس مدت میں جہاں چاہیں پھریں کوئی روک ٹوک نہیں۔ اگر اس مدت کے اندر اندر اسلامی برادری میں داخل ہوجائیں تو بہتر ہے ورنہ اس مدت کے گزر جانے کے بعد جہاں پائے جائیں گے قتل کردیئے جائیں گے۔ اب راستے دو ہی ہیں یا تو اسلام لے آئیں یا قتل کیلئے تیار ہوجائیں۔

(۲) اور جن لوگوں سے اہل اسلام کا کوئی عہد ہی نہ تھا یا ایسا عہد تھا جس کی کوئی مدت مقرر نہ تھی ان کو بھی یہ اطلاع دے دی گئی کہ اب ہم آئندہ تم سے کوئی معاہدہ کرنا اور رکھنا نہیں چاہتے۔ کفر سے صلح اور عہد کا وقت ختم ہوا۔ اس لئے از راہ رحم و کرم تم کو بھی چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔ اگر اسلام قبول کرلو تو تمہارے لئے سعادت ہے ورنہ سرزمین عرب کو اپنے ناپاک وجود سے خالی کردو ورنہ پھر جہاں پائے جاؤ گے پکڑے جاؤ گے اور قتل کردیئے جاؤ گے۔

(۳) تیسرے جن لوگوں کا اہل اسلام سے کوئی ایسا عہد جس کی مدت مقرر تھی اور وہ اپنے عہد پر قائم بھی ہوں تو ان کے عہد کی مدت اہل اسلام کو پوری کر دینے کا حکم ہوا۔ خواہ وہ کتنی ہی مدت ہو۔

گویا ان اعلانات سے عرب میں ہمیشہ کیلئے بت پرستی کا خاتمہ ہوگیا اور کعبہ کی تولیت اب مشرکین کے قبضہ میں نہ رہے گی۔ روم کی عیسائی سلطنت مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر اس کے دبانے کی تیاری کر رہی تھی اس کی بابت خبریں اور ان سے جو لڑائی آئندہ ہوگی اس کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں۔ منافقین کے ساتھ اب کسی طرح کی نرمی نہ برتنے اور مسلمانوں کو ان سے الگ اور ان سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ سورۃ کے اخیر میں مجاہدین اسلام یعنی مہاجرین و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر توجہات وعنایات خداوندی کا ذکر فرمایا گیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تین حضرات جو غزوہ تبوک میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے ان کی قبولیت توبہ کا ذکر فرمایا گیا اور اخیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر کمال شفقت کا ذکر فرمایا گیا۔

شان نزول

۶ ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا اور کفار نے رکاوٹ کی اور مکہ میں جانے نہ دیا تو اس کے نتیجہ میں صلح حدیبیہ کے نام سے ایک عہد نامہ فریقین کی رضامندی سے مرتب ہوگیا جس کی دفعات کی پابندی دس سال کیلئے ضروری قرار دی گئی تھی اور عرب کے مختلف قبائل کے متعلق یہ طے پایا کہ وہ کسی بھی فریق کے ساتھ ہو سکتے ہیں چنانچہ ایک قبیلہ بنی خزاعہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوگیا اور قبیلہ بنو بکر قریش مکہ کا ساتھی ہوگیا۔ غرض کہ سال بھر کوئی نئی بات پیش نہیں آئی۔ ۷ھ میں قرارداد کے مطابق عمرہ قضا کرنے کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ تشریف لائے اور فراغت کے بعد مدینہ واپس ہوگئے۔ ۶'۷ ماہ کے بعد یعنی صلح حدیبیہ کے ۱۷ یا ۱۸ مہینے گزرنے پر قریش کے ساتھی قبیلہ بنو بکر نے رات کو اچانک مسلمانوں کے ساتھی قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے یہ سمجھ کر کہ اول تو رات کا وقت ہے کون دیکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا مسلمانوں کو کیا خبر ہوگی کہ قریش نے اپنے حلیفوں کا ساتھ دیا اور ہتھیاروں اور جوانوں سے ان کی مدد کی۔ اس طرح گویا اپنا کیا ہوا عہد توڑنے میں خود انہوں نے پہل کی چنانچہ جب اس کی اطلاع بنی خزاعہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی پوشیدہ طریقہ پر تیاری کر کے ۸ ہجری میں قریش پر لشکر کشی کر دی اور مکہ معظمہ فتح ہوگیا۔ فتح مکہ کے وقت عرب کے قبیلوں کے ساتھ مسلمانوں کے مختلف قسم کے تعلقات تھے۔ مکہ پر قبضہ ہونے کے یہ معنی تھے کہ تمام جزیرۃ العرب پر قبضہ ہوگیا جہاں سوائے مسلمانوں کے کسی کا عمل دخل نہ ہوگا۔ ۹ ہجری میں سورہ توبہ نازل ہوئی جس میں تمام جزیرۃ العرب کو براہ راست مسلمانوں کے بلاشرکت غیرے زیر اقتدار لانے کا فیصلہ کر دیا گیا۔ چنانچہ ۹ ہجری میں حج کے موقع پر عرفات یا منیٰ میں حضرت علیؓ نے اس سورۃ کی تیس یا چالیس آیتیں مجمع عام میں سنانے کے بعد اس امر کا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کے موافق اعلان کر دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرنے پائے گا اور نہ کوئی بیت اللہ کے گرد برہنہ طواف کرنے پائے گا۔ چنانچہ ۱۰ ہجری میں خالص اسلامی طریقہ پر حج ہوا اور یہی وہ مشہور حج ہے جسے اسلامی تاریخ میں حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثیر جماعت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ۱۰ ہجری میں جب بالکل شرک کا استیصال ہوگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حج ادا فرمایا۔

آیت مذکورہ کی تشریح

ان ضروری فوائد کو جان لینے کے بعد اب اس آیت کا ترجمہ سنئے جس میں ارشاد ہوتا ہے: ''اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکین کے عہد سے دست برداری ہے جن سے تم نے بلا تعین مدت عہد کر رکھا تھا''۔

یعنی مشرکین عرب کی مسلسل عہد شکنیوں کے بعد اب انہیں نوٹس دیا جا رہا ہے کہ اتنی مدت کے بعد جس کا تعین اگلی آیت میں

فرمایا گیا ہے تم سے سارے معاہدے ختم۔ بس اب تمہارے سامنے اسلام پیش کیا جائے گا یا تلوار۔ ان دونوں باتوں میں سے جس کو چاہو پسند کرلو۔ مشرکین عرب کیلئے جزیہ کی بھی گنجائش نہیں۔ اس اعلان برأت سے عرب میں شرک اور مشرکین کا وجود گویا عملاً خلاف قانون ہوگیا اور ان کیلئے سارے ملک جزیرۃ العرب میں کوئی جائے پناہ نہ رہی کیونکہ ملک کا غالب حصہ اسلام کے زیر حکم آچکا تھا۔ اس اعلان کی مزید تشریح ان شاء اللہ اگلی آیات میں آئندہ درس میں بیان ہوگی۔

دعا کیجئے

یا اللہ: کفار ومشرکین جو اسلام اور مسلمانوں کیلئے ہمیشہ سے دشمن رہے ہیں اور اب بھی دشمنی کرر ہے ہیں۔ یا اللہ ان دشمنان دین واسلام سے آپ اسی طرح نمٹ لیں جیسا کہ کفار مکہ سے آپ نے انتقام لے کر سرزمین عرب کو مشرکین کے وجود سے پاک فرمادیا تھا آمین۔

یا اللہ: بہت سے گناہ بڑے تھے لیکن میں نے ان کو چھوٹا سمجھا اور محض اس خیال سے کہ کرلو دیکھا جائے گا میں کر گزرا۔ اب آئندہ ایسا نہ کروں گا آپ بچنے کی توفیق دیدینا اب میں معافی چاہتا ہوں ایسے سب گناہ بخش دیجئے۔

میں نے آپ کی کسی مخلوق کو گمراہ کیا ہو اس کو گناہ کی بات بتائی ہو اکسایا ہو اپنے آپ کو بچانے کی خاطر اس کو گناہ میں پھنسادیا ہو یا میرے نفس نے گناہ کو ایسا سجادیا ہو کہ مجھے دیکھ کر دوسرا اس گناہ میں مبتلا ہوگیا ہو اور جان بوجھ کر گناہ کرتا رہا۔ اللہ العالمین! سب گناہوں کو معاف کردیجئے۔

میں نے امانت میں خیانت کی ہو خیانت مال کی ہو یا زبان کی ہو اور نفس نے اس کو مزین کردیا اور میں اس میں مبتلا ہوگیا یا شہوانی خیانت کرلی ہو یا کسی کو گناہ کرنے میں امداد دی ہو یا کسی بھی طریقہ سے اس کو گناہ کرنے پر قوت پہنچائی ہو یا اس کا ساتھ دیا ہو کبھی کوئی نصیحت کرنے والا آیا میں نے اس کو برا بھلا کہا ہو کسی قسم کی اس کو ایذا دی ہو یا تکلیف پہنچائی ہو یا کسی حیلہ کے ذریعہ اس کو ناحق ستایا ہو اے اللہ! میں معافی چاہتا ہوں مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۙ وَأَنَّ اللَّهَ

فَسِيحُوا	فِي الْأَرْضِ	أَرْبَعَةَ	أَشْهُرٍ	وَاعْلَمُوا	أَنَّكُمْ	غَيْرُ	مُعْجِزِي اللَّهِ	وَأَنَّ	اللَّهَ
پس چل پھرلو	زمین میں	چار	مہینے	اور جان لو	کہ تم	نہیں	اللہ کو عاجز کرنیوالا	اور یہ کہ	اللہ

پس اے مشرکو تم لوگ اس سرزمین میں چار مہینے چل پھر لو اور یہ جان رکھو کہ تم خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کرسکتے اور یہ کہ بیشک اللہ تعالیٰ

مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝٢ وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ

مُخْزِي	الْكَافِرِينَ	وَأَذَانٌ	مِنَ اللَّهِ	وَرَسُولِهِ	إِلَى	النَّاسِ	يَوْمَ	الْحَجِّ الْأَكْبَرِ	أَنَّ	اللَّهَ
رسوا کرنیوالے	کافر (جمع)	اور اعلان	اللہ سے	اور اس کا رسول	طرف (لئے)	لوگ	دن	حج اکبر	کہ	اللہ

کافروں کو رسوا کریں گے اور اللہ اور رسول کی طرف سے بڑے حج کی تاریخوں میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ

بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۙ وَرَسُولُهُ ۚ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ ۖ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا

بَرِيءٌ	مِنَ	الْمُشْرِكِينَ	وَرَسُولُهُ	فَإِنْ	تُبْتُمْ	فَهُوَ	خَيْرٌ لَكُمْ	وَإِنْ	تَوَلَّيْتُمْ	فَاعْلَمُوا
قطع تعلق	سے	مشرک (جمع)	اور اسکا رسول	پس اگر	تم توبہ کرو	تو یہ	تمہارے لئے بہتر	اور اگر	تم نے منہ پھیرلیا	تو جان لو

اور اس کا رسول دونوں دست بردار ہوتے ہیں ان مشرکین سے پھر اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے لئے بہتر ہے اور اگر تم نے اعراض کیا

أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝٣ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ

أَنَّكُمْ	غَيْرُ	مُعْجِزِي اللَّهِ	وَبَشِّرِ	الَّذِينَ	كَفَرُوا	بِعَذَابٍ	أَلِيمٍ	إِلَّا	الَّذِينَ	عَاهَدْتُمْ
کہ تم	نہ	عاجز کرنیوالے اللہ	خوشخبری دو (آگاہ کردو)	وہ لوگ جو	انہوں نے کفر کیا	عذاب سے	دردناک	سوائے	وہ لوگ جو	تم نے عہد کیا تھا

تو یہ سمجھ رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کرسکو گے اور ان کافروں کو ایک دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ہاں مگر وہ مشرکین مستثنیٰ ہیں

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ

مِنَ	الْمُشْرِكِينَ	ثُمَّ	لَمْ يَنْقُصُوكُمْ	شَيْئًا	وَ	لَمْ يُظَاهِرُوا	عَلَيْكُمْ	أَحَدًا	فَأَتِمُّوا	إِلَيْهِمْ
سے	مشرک (جمع)	پھر	انہوں نے تم سے کمی نہ کی	کچھ بھی	اور	نہ انہوں نے مدد کی	تمہارے خلاف	کسی کی	تو پورا کرو	ان سے

جن سے تم نے عہد لیا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ ذرا کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد کی سو اُن کے

عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝٤

عَهْدَهُمْ	إِلَىٰ	مُدَّتِهِمْ	إِنَّ	اللَّهَ	يُحِبُّ	الْمُتَّقِينَ
ان کا عہد	تک	ان کی مدت	بیشک	اللہ	دوست رکھتا ہے	پرہیزگار (جمع)

معاہدہ کو اُن کی مدت تک پورا کردو واقعی اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

مشرکین سے معاہدات کی منسوخی کا اعلان

سورۂ انفال کے ساتویں رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا تھا کہ اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت یعنی نقض عہد اور غداری کا اندیشہ ہو تو علی الاعلان اس کا معاہدہ اس کی طرف پھینک دیں اور اسے خبردار کر دیں کہ اب ہمارا تم سے کوئی معاہدہ باقی نہیں ہے۔ اس اعلان کے بغیر کسی معاہد قوم کے خلاف جن کی کارروائی شروع کر دینے کو اللہ نے پسند نہیں فرمایا کہ وہ ایک طرح کی خیانت ہے۔ اسی ضابطۂ اخلاق کے مطابق ۹ ہجری میں جب سورۃ توبہ کا نزول ہوا تو مشرکین سے معاہدات کی منسوخی کے اعلان عام کا حکم ان تمام قبائل کے خلاف کیا گیا جو عہد و پیمان کے باوجود ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشیں کرتے رہے تھے۔ اور موقع پاتے ہی پاس عہد کو بالائے طاق رکھ کر دشمنی پر اتر آتے تھے۔

غیر میعادی معاہدوں کیلئے مہلت کا اعلان

اس سورۃ کی مختلف آیات مختلف قبائل کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ شروع کی آیت میں ان مشرکین کا ذکر ہے جن سے معاہدہ تھا مگر میعادی نہ تھا یا جن مشرکین نے معاہدہ سے نقض عہد کیا تھا ان کو ان ابتدائی آیات کے حکم کے موافق اطلاع کر دی گئی کہ ہم آئندہ معاہدہ نہیں رکھنا چاہتے۔ چار ماہ کی مہلت تم کو دی جاتی ہے اس مدت کے اندر سوچ سمجھ کر یا تو اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ یا وطن چھوڑ کر مرکز ایمان و توحید کو اپنے مشرکانہ وجود سے خالی کر دو یا پھر جنگی مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

یہاں آیت میں حج اکبر کے دن اعلان عام ہونے کا جو ذکر فرمایا گیا تو حج اکبر سے مراد اکثر مفسرین نے ۱۰ ذی الحجہ یعنی یوم الاضحیٰ کا دن مراد لیا ہے کہ اس دن حج تمام ہوتا ہے۔ اور رمی اور قربانی اور حلق اور طواف زیارۃ کر کے محرم حلال ہو جاتا ہے۔ حج اکبر شریعت میں ہر حج کو کہتے ہیں کیونکہ وہ عمرہ کے مقابل ہے جو حج اصغر کہلاتا ہے۔ اکثر عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ حج اکبر وہ حج ہے جو خاص جمعہ کے دن ہو تو اس کی شریعت میں کوئی اصلیت نہیں سوائے اس کے کہ اتفاقی طور پر جس سال یعنی ۱۰ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کیا ہے اس میں عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ جمعہ کا دن تھا یہ اپنی جگہ ایک فضیلت ضرور ہے مگر قرآنی اصطلاح میں ہر سال کا حج حج اکبر ہی ہے۔ (معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ)

لکھا ہے کہ حضرت علیؓ نے ۹ ہجری حج کے موقع پر مکہ عرفات اور منیٰ میں کہ تمام قبائل عرب کا وہاں اجتماع تھا جن کی معرفت تمام عرب میں اس کی شہرت ہو جانا لازمی امر تھا اس اعلان کو مشتہر کر دیا تو بعض کافروں نے اس اعلان کا جواب دیا کہ اے علی اپنے بھائی سے کہہ دیجئے کہ ہم نے خود معاہدہ کو پس پشت ڈالا۔ اب تلوار ہے یا تیر۔

اللہ تعالیٰ کی مشیت کو کوئی نہیں روک سکتا

آگے ان آیات میں مشرکین کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ خوب سمجھ لینا کہ تم خدا کی مشیت کو روک نہیں سکتے اگر اسلام نہ لائے تو وہ تم کو دنیا اور آخرت میں رسوا کرنے والا ہے۔ تم اپنی تدبیروں اور حیلہ بازیوں سے اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے۔ جن قبائل سے کوئی معاہدہ ہی نہ تھا انہیں بھی چار ماہ کی مہلت دی گئی۔ یہ چار ماہ کی مہلت ذی الحجہ ۹ ہجری کی دس تاریخ سے شروع ہو کر ۱۰ ربیع الثانی ۱۰ ہجری پر ختم ہوئی تھی۔

آگے سمجھایا جاتا ہے کہ اگر یہ سب لوگ شرک و کفر سے توبہ کر لیں تو ان کی دنیا و آخرت دونوں سنور جائیں گی ورنہ تو خدا کا جو ارادہ ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ کوئی طاقت اور تدبیر اسے مغلوب نہیں کر سکتی اور کافروں کو کفر اور بدعہدی کی سزا مل کر رہے گی۔

سابقہ معاہدوں کی میعاد ختم ہونے پر نیا معاہدہ کوئی نہیں ہوگا

ان قبائل کی عہد شکنی اگرچہ فتح مکہ ۸ ہجری سے پہلے ہو چکی تھی بلکہ اسی کے جواب میں مکہ فتح کیا گیا تاہم ۹ ہجری کے حج کے موقع پر اس کا بھی اعلان عام کرایا گیا تا کہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کے جتنے لوگ ہیں ان سے کسی قسم کا معاہدہ باقی نہیں رہا۔ اب بعض قبائل ایسے بھی تھے جن کا معاہدہ میعادی تھا پھر وہ اس پر برابر قائم بھی رہے اور کوئی کوتاہی ایفائے عہد میں نہیں کی۔ نہ بذات خود کوئی کارروائی خلاف عہد کی نہ دوسرے بدعہدوں کو مدد پہنچائی ان کے متعلق اعلان کر دیا گیا کہ میعاد معاہدہ پورا ہونے تک مسلمان بھی برابر معاہدہ کا احترام کریں گے میعاد

ختم ہونے کے بعد کوئی معاہدہ نہیں۔ اس وقت ان کے لئے بھی وہی راستہ ہے جو اوروں کے لئے تھا۔ اخیر میں فرمایا گیا۔ ان اللہ یحب المتقین (بیشک اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے اور اسی تقویٰ اور پرہیزگاری کا ایک فرد ایفائے عہد بھی ہے)

اسلام میں ایفائے عہد کی اہمیت

اب یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ قرآن اور اسلام مسلمانوں کو عہد و پیمان کا پورا کرنا اور بدعہدی سے بچنا کتنا اہم اور ضروری بتلاتا ہے۔ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اگر مسلمان ایسا نہ کرے گا تو اسلام کا نام بدنام ہوگا اور مسلمانوں کو لوگ کہنے لگیں گے کہ یہ بات کہہ کر مکر جاتے ہیں اور اپنی زبان سے کئے ہوئے عہد کا پاس نہیں کرتے۔ یہ اس قابل نہیں کہ ان پر اعتبار کیا جائے تو سوچنا یہ ہے کہ قرآن مجید تو یہ ہدایت کر رہا ہے کہ ایسا کوئی کام نہ کرو جس سے تم بدنام ہو جاؤ اور دنیا تم پر اعتبار کرنا چھوڑ دے جو اسلام کی بدنامی کا باعث ہوگا اور اب ہماری کیا حالت ہے کہ مسلمانوں نے اپنے آپ کو دنیا بھر کی برائیوں کا اڈہ بنالیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ جو باتیں کہ غیر مسلم بھی معیوب جانتے ہیں وہ اسلام کا لیبل لگانے کے بعد فخریہ اور علی الاعلان کی جاتی ہیں اور پھر ہم اپنی بدحالی کا اور مصائب ذلت اور پریشانی کا رونا روتے ہیں۔ اللہ پاک ہماری حالتوں پر رحم فرمائیں اور نیک و بد کی تمیز و فہم ہم کو عطا فرمائیں۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ شرک اور کفر کو جیسا عرب کی سرزمین سے آپ نے مٹادیا اور کافروں کے وجود سے اس سرزمین کو پاک فرمادیا۔ اب بھی جہاں کافروں نے سر اٹھا رکھا ہے اور اہل اسلام کو اذیت پہنچا رہے ہیں یا اللہ کفر کی طاقت کو ملیامیٹ فرمادے اور ان کی قوت کو پاش پاش فرمادے۔ ان کی جمعیت میں افتراق ڈال دے اور ان پر اپنے عذاب کا کوڑا برسادے اور ان کو ذلیل دنیا میں بھی فرمادے اور آخرت میں بھی عذاب میں گرفتار فرمادے۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ میں آپ سے گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے غضب کے قریب ہوگیا ہوں یا کسی مخلوق کو گناہ کی طرف لے گیا یا ایسی خواہش دلائی ہو کہ وہ اطاعت و عبادت سے دور ہوگیا ہو۔

اے اللہ! میں نے عجب کیا ہو' ریاکاری کی ہو' کوئی آخرت کا عمل شہوت کی نیت سے کیا ہو' کینہ' حسد' تکبر' اسراف' کذب' غیبت' خیانت' چوری' اپنے اوپر اترانا' دوسرے کو ذلیل کرنا یا اس کو حقیر سمجھ کر یا حمیت وعصبیت میں آکر بے جا سخاوت' ظلم' لہو ولعب' چغلی یا اور کوئی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو جس کے سبب میں ہلاکت میں آ گیا ہوں' الٰہی! مجھے معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ

فَاِذَا	انْسَلَخَ	الْاَشْهُرُ	الْحُرُمُ	فَاقْتُلُوا	الْمُشْرِكِيْنَ	حَيْثُ	وَجَدْتُّمُوْهُمْ	وَخُذُوْهُمْ	وَاحْصُرُوْهُمْ
پھر جب	گزر جائیں	مہینے	حرمت والے	تو قتل کرو	مشرک (جمع)	جہاں	تم انہیں پاؤ	اور انہیں پکڑو	اور انہیں گھیر لو

سو جب حرمت والے مہینہ گذر جاویں تو ان مشرکین کو جہاں پاؤ مارو پکڑو باندھو اور داؤ گھات کے موقعوں میں ان کی تاک میں بیٹھو پھر اگر توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے

وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ۗ

وَاقْعُدُوْا	لَهُمْ	كُلَّ مَرْصَدٍ	فَاِنْ	تَابُوْا	وَاَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ	فَخَلُّوْا	سَبِيْلَهُمْ
اور بیٹھو	ان کیلئے	ہر گھات	پھر اگر	وہ توبہ کرلیں	اور قائم کریں	نماز	اور زکوٰۃ ادا کریں	تو چھوڑ دو	انکا راستہ

لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو واقعی اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنے والے بڑی رحمت کرنے والے ہیں۔ اور اگر کوئی شخص مشرکین میں سے آپ سے پناہ

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ

اِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ	وَاِنْ	اَحَدٌ	مِّنَ	الْمُشْرِكِيْنَ	اسْتَجَارَكَ	فَاَجِرْهُ	حَتّٰى	يَسْمَعَ
بیشک	اللہ	بخشنے والا	نہایت مہربان	اور اگر	کوئی	سے	مشرکین	آپ سے پناہ مانگے	تو اُسے پناہ دیدو	یہاں تک کہ	وہ سُن لے

کا طالب ہو تو آپ اس کو پناہ دیجئے تاکہ وہ کلام الٰہی سُن لے پھر اس کو اسکے امن کی جگہ میں پہنچا دیجئے

كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۞

كَلٰمَ اللّٰهِ	ثُمَّ	اَبْلِغْهُ	مَاْمَنَهٗ	ذٰلِكَ	بِاَنَّهُمْ	قَوْمٌ	لَا يَعْلَمُوْنَ
اللہ کا کلام	پھر	اسے پہنچادیں	اسکی امن کی جگہ	یہ	اس لئے کہ وہ	لوگ	علم نہیں رکھتے

یہ حکم اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ پوری خبر نہیں رکھتے۔

مہلت کے بعد جزیرہ عرب کو شرک سے پاک کرنیکا حکم

ان آیات میں مسلمانوں کو بتلایا جاتا ہے کہ جن مشرکین کو مہلت دی گئی تھی جب انکی پناہ کے چار ماہ گزر جائیں تو پھر مسلمانوں پر لازم ہے کہ مشرکوں کو جہاں پائیں قتل کریں۔ گرفتار کریں۔ محاصرہ کریں۔ ان کی تاک میں مورچوں میں بیٹھیں اور مشرکین اس مہلت کے ختم تک جو چاہیں اپنا بندوبست کرلیں اس کے بعد جزیرۃ العرب کو ان کے وجود سے پاک کرنے کی خاطر جنگ سے چارہ نہیں۔ جو کچھ برتاؤ جنگ میں ہوتا ہے مارنا' پکڑنا' داؤ لگانا' گھات میں رہنا وہ سب ہوگا۔ البتہ اگر بظاہر مشرکین کفر سے توبہ کرکے اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں اور توحید و رسالت کا اقرار کرکے نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو پھر مسلمانوں کو ان سے تعرض کرنے' ان کا راستہ روکنے' ان کو مارنے یا گرفتار کرنے کی اجازت نہیں۔ رہا باطن کا معاملہ وہ خدا کے سپرد ہے۔ مسلمانوں کا معاملہ ظاہر کو دیکھ کر ہوگا۔

نماز و زکوٰۃ کی اہمیت

ان آیات میں جو یہ فرمایا گیا فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ پھر اگر توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو یعنی قید یا قتل مت کرو تو اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کلمہ اسلام پڑھ کر نماز ادا نہ کرے یا زکوٰۃ نہ دے تو مسلمان راستہ روک سکتے ہیں۔ اسی آیت کی بناء پر امام احمدؒ امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اسلامی حکومت کا

فرض ہے کہ بے نمازی اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کردے۔ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اسلامی حکومت اسے خوب زدوکوب کرے اور قید میں رکھے حتیٰ کہ مرجائے یا توبہ کرے۔ رہے زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے تو ان کے اموال میں سے اسلامی حکومت جبراً زکوٰۃ وصول کرے اگر وہ لوگ مل کر حکومت سے آمادۂ پیکار ہوں تو راہ راست پر لانے کے لئے ان سے جنگ کی جائے۔

اسی آیت کی رو سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف جہاد کیا تھا۔

اسی طرح آگے ایک آیت میں فرمایا جارہا ہے۔ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ یعنی صاف صاف ارشاد ہورہا ہے کہ اگر کفر وشرک سے توبہ کے بعد نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص زبان سے اسلام کا اقرار کرے مگر احکام اسلام کا التزام نہ کرے مثلاً نماز اور زکوٰۃ کو فریضۂ خداوندی نہ سمجھے تو وہ مسلمانوں کا بھائی نہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں اطاعت خداوندی اور اطاعت رسول دونوں ہی کا حکم دیا ہے اسی طرح وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ میں نماز اور زکوٰۃ کی بجاآوری کو فرض قرار دیا ہے پس جس طرح اطاعت خداوندی اور اطاعت رسول میں تفریق کفر ہے اسی طرح نماز اور زکوٰۃ کی فرضیت میں بھی تفریق کفر اور ارتداد ہے البتہ جو شخص نماز اور زکوٰۃ کو فرض سمجھے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی کرے اور اس کوتاہی پر اپنے کو گنہ گار اور قصوروار سمجھے تو ایسا شخص کافر اور مرتد نہیں بلکہ ایک گنہگار مسلمان ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

مشرک وکافر کو پناہ دینا

اب ممکن تھا کہ کسی شخص کو اصول اسلام سے آگاہی نہ ہو اور وہ تحقیق یا رفع شکوک کی غرض سے مسلمانوں کے پاس رہنا چاہے تو اس کی نسبت حکم دیا گیا کہ اسے اپنی پناہ اور حفاظت میں لے کر خدا کا کلام اور اسلام کے حقائق ودلائل سناؤ اگر سب کچھ سن سنا کر اور سمجھ کر وہ یہی فیصلہ کرے کہ میں اسلام میں داخل نہیں ہوتا تو اس کو قتل مت کرو بلکہ وہ جہاں جانا چاہے اور سمجھتا ہو کہ وہاں وہ امن سے رہ سکے گا تو اسے وہاں پہنچادو جہاں پہنچ کر وہ مامون اور مطمئن ہوجائے اس کے بعد وہ سب کافروں کے برابر ہے اور یہ امن دینے کا حکم اس لئے ہے کہ اسلامی اصول وحقائق سے ان لوگوں کو آگاہی نہیں ہے لہٰذا ان کے سامنے حق اچھی طرح واضح کردینا چاہئے اگر اس کے بعد بھی نہ ماننے کا فیصلہ کریں تو وہ جانیں۔ محض نہ جاننا ایسا قصور نہیں کہ جس کی بناء پر اس کا قتل جائز ہو یہ ہے وہ اسلامی رواداری اور قرآنی احکام کہ جو غیرمسلموں کو خودبخود اسلام کی طرف مائل کرتے تھے اور اس آیت سے صاف سمجھ میں آرہا ہے کہ مشرکوں کے قتل کرنے کا حکم جو اوپر دیا گیا وہ اس لئے نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اسلام قبول نہ کرتے تھے بلکہ اس لئے کہ اسلام کو مٹانے پر تلے ہوئے تھے اور مسلمانوں کو محض دشمنی اور عناد کی بنا پر دنیا سے مٹانا چاہتے تھے۔

ان آیات سے فقہائے مفسرین نے ایک مسئلہ یہ نکالا ہے کہ حربی امن گزین کو چھیڑا یا ستایا نہ جائے بلکہ اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی جائے۔ ذمیوں کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اسی آیت سے نکالی گئی ہے۔ اسی سے فقہا نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ کافر حربی کا دارالاسلام میں زیادہ عرصہ تک ٹھہرنا ٹھیک نہیں اسے چاہیے کہ بس ضرورت بھر قیام کرے اور چلا جائے۔ یہ حکم بھی فقہا نے یہاں سے نکالا ہے کہ جو کوئی دین کے مسائل واحکام ہم سے دریافت کرنا چاہے تو ہم پر اس کا بتانا واجب ہے۔

دعا کیجئے: یَااللّٰہُ اسلام کے فوائد وبرکات ہمارے ذریعہ سے غیرمسلموں کو پہنچنا نصیب فرمایئے اور جن کفار ومشرکین کے لئے ہدایت پانا آپ کی مشیت میں آچکا ہے یا اللہ ان کی ہدایت کا سامان فرمادیجئے۔

یَااللّٰہُ بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپ کے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کرلوں گا' معافی چاہ لوں گا۔ الٰہ العالمین! گناہ کرلیا اور نفس وشیطان نے توبہ واستغفار سے باز رکھا' گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ الٰہی! میری اس جرأت پر نظر نہ فرمانا' اپنی شان کریمی کے صدقے مجھے معاف فرمادے میں توبہ کرتا ہوں' معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف کردے۔ آپ کے سوا اور کون معاف کرنے والا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ

كَيْفَ	يَكُوْنُ	لِلْمُشْرِكِيْنَ	عَهْدٌ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَ	عِنْدَ رَسُوْلِهٖ	اِلَّا	الَّذِيْنَ	عَاهَدْتُّمْ
کیونکر	ہو	مشرکوں کیلئے	عہد	اللہ کے پاس	اور	اسکے رسول کے پاس	سوائے	وہ لوگ جو	تم نے عہد کیا

ان مشرکین کا عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک کیسے رہے گا مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے نزدیک عہد لیا ہے

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ⑦

عِنْدَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	فَمَا	اسْتَقَامُوْا	لَكُمْ	فَاسْتَقِيْمُوْا	لَهُمْ	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُتَّقِيْنَ
پاس	مسجد حرام	سو جب تک	وہ قائم رہیں	تمہارے لئے	تو تم قائم رہو	ان کیلئے	بیشک	اللہ	دوست ہے	پرہیزگار (جمع)

سو جب تک یہ لوگ تم سے سیدھی طرح رہیں تم بھی اُن سے سیدھی طرح رہو بلاشبہ اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ

كَيْفَ	وَاِنْ	يَظْهَرُوْا	عَلَيْكُمْ	لَا يَرْقُبُوْا	فِيْكُمْ	اِلًّا	وَ	لَا ذِمَّةً	يُرْضُوْنَكُمْ	بِاَفْوَاهِهِمْ
کیسے	اور اگر	وہ غالب آجائیں	تم پر	نہ لحاظ کریں	تمہاری	قرابت	اور	نہ عہد	وہ تمہیں راضی کردیتے ہیں	اپنے منہ (جمع) سے

صلح کیونکر رہ سکتی ہے حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اگر وہ تم پر کہیں غلبہ پاجائیں تو تمہارے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں

وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ⑧ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا

وَتَاْبٰى	قُلُوْبُهُمْ	وَاَكْثَرُهُمْ	فٰسِقُوْنَ	اِشْتَرَوْا	بِاٰيٰتِ	اللّٰهِ	ثَمَنًا	قَلِيْلًا	فَصَدُّوْا
لیکن نہیں مانتے	انکے دل	اور انکے اکثر	نافرمان	بیچ ڈالے انہوں نے	احکام	اللہ	قیمت	تھوڑی	پھر انہوں نے روکا

اور نہ قول قرار کا یہ لوگ تم کو اپنی زبانی باتوں سے راضی کررہے ہیں اور انکے دل نہیں مانتے اور ان میں زیادہ آدمی شریر ہیں۔

عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑨ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ

عَنْ	سَبِيْلِهٖ	اِنَّهُمْ	سَاۗءَ	مَا	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	لَا يَرْقُبُوْنَ	فِيْ	مُؤْمِنٍ	اِلًّا	وَ	لَا ذِمَّةً
سے	اس کا راستہ	بیشک وہ	بُرا	جو	وہ کرتے ہیں	لحاظ نہیں کرتے ہیں	بارہ (میں)	کسی مومن	قرابت	اور	نہ عہد

انہوں نے احکام الٰہیہ کے عوض متاع ناپائدار کو اختیار کر رکھا ہے سو یہ لوگ اللہ کے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں یقیناً یہ ان کا عمل بہت ہی بُرا ہے۔

وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ

وَ	اُولٰۗىِٕكَ	هُمُ	الْمُعْتَدُوْنَ	فَاِنْ	تَابُوْا	وَاَقَامُوا	الصَّلٰوةَ	وَ	اٰتَوُا الزَّكٰوةَ	فَاِخْوَانُكُمْ
اور	وہی لوگ	وہ	حد سے بڑھنے والے	پھر اگر وہ	توبہ کرلیں	اور قائم کریں	نماز	اور	ادا کریں زکوٰۃ	تو تمہارے بھائی

یہ لوگ کسی مسلمان کے بارے میں نہ قرابت کا پاس کریں اور نہ قول وقرار کا اور یہ لوگ بہت ہی زیادتی کررہے ہیں۔ سو اگر یہ لوگ توبہ کرلیں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں

فِي الدِّيْنِ ۗ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ

عَهْدِهِمْ	مِّنْۢ بَعْدِ	اَيْمَانَهُمْ	نَّكَثُوْٓا	وَاِنْ	يَّعْلَمُوْنَ	لِقَوْمٍ	الْاٰيٰتِ	وَنُفَصِّلُ	الدِّيْنِ	فِي
اپنا عہد	کے بعد سے	اپنی قسمیں	وہ توڑ دیں	اور اگر	علم رکھتے ہیں	لوگوں کیلئے	آیات	اور کھول کر بیان کرتے ہیں	دین	میں

تو وہ تمہارے دینی بھائی ہو جاویں گے اور ہم سمجھ دار لوگوں کیلئے احکام کو خوب تفصیل سے بیان کرتے ہیں ۔ اور اگر وہ لوگ عہد کے بعد

وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫

يَنْتَهُوْنَ	لَعَلَّهُمْ	لَهُمْ	اَيْمَانَ	لَآ	اِنَّهُمْ	اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ	فَقَاتِلُوْٓا	دِيْنِكُمْ	فِيْ	وَطَعَنُوْا
باز آ جائیں	شاید وہ	ان کی	قسم	نہیں	بیشک وہ	کفر کے سردار	تو جنگ کرو	تمہارا دین	میں	اور عیب نکالیں

اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین پر طعن کریں تو تم لوگ اس قصد سے کہ یہ باز آ جاویں ان پیشوایان کفر سے لڑو ان کی قسمیں نہیں رہیں ۔

مشرکین سے معاہدات ختم کرنے کی علت

گذشتہ آیات میں مشرکوں کے معاہدہ کو ختم کر دینے کا حکم تھا مگر اسکی وجہ فسخ کوئی نہیں بیان کی گئی تھی ۔ ان آیات میں اس کی حکمت بیان فرمائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین عرب سے کیا عہد قائم رہ سکتا ہے اور آئندہ کیا صلح ہو سکتی ہے جن کا حال تم مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ اگر کسی وقت ذرا تم پر قابو حاصل کر لیں تو ستانے اور نقصان پہنچانے میں نہ قرابت کا بالکل لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا ۔ چونکہ اتفاق سے تم پر غلبہ اور قابو حاصل نہیں ہے اس لئے محض زبانی عہد و پیمان کر کے تم کو خوش رکھنا چاہتے ہیں ورنہ ان کے دل ایک منٹ کے لئے بھی اس عہد پر راضی نہیں ۔ ہر وقت عہد شکنی کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں چونکہ ان میں اکثر لوگ غدار اور بدعہد ہیں اگر کوئی اکا دکا وفائے عہد کا خیال بھی کرتا ہے تو کثرت کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہیں جاتی ۔ بہر حال ایسے دغاباز بدعہد لوگوں سے خدا اور رسول کا کیا عہد ہو سکتا ہے البتہ جن قبائل سے تم بالخصوص مسجد حرام کے پاس معاہدہ کر چکے ہو سو تم ابتدا کر کے معاہدان سے نہ توڑو ۔ جب تک وہ وفاداری کے راستہ پر سیدھے چلیں تم بھی ان سے سیدھے رہو اور بڑی احتیاط رکھو کہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات ایسی نہ ہونے پائے جس سے تمہارا دامن عہد شکنی کی گندگی سے داغدار ہو ۔ خدا کو وہی لوگ محبوب ہیں جو پوری احتیاط کرتے ہیں چنانچہ جن قبائل نے مسلمانوں سے بدعہدی نہ کی تھی ۔ مسلمانوں نے نہایت دیانت داری اور احتیاط کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا ۔

مشرکین کی اغراض پرستی

آگے مشرکین کی ایک دوسری حالت بیان کی جاتی ہے کہ یہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی تھوڑی سی طمع اور اپنی نفسانی اغراض کی خاطر خدا کے احکام و آیات کو رد کر دیا ۔ اس طرح خود بھی خدا کے راستہ پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی چلنے سے روکا ۔ جو ایسے بدترین اور نالائق کاموں میں پھنسے ہوں اور خدا سے نہ ڈریں وہ عہد شکنی کے وبال سے کیا ڈریں گے ۔ اور اپنے قول و قرار پر کیا قائم رہیں گے ۔

مشرکین مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہیں

آگے مزید مشرکین کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ کچھ تمہارے ہی ساتھ نہیں بلکہ مسلمان نام سے ان کو دشمنی ہے کوئی مسلمان ہو موقع پانے پر اس کو نقصان پہنچانے کے لئے سب تعلقات قرابت اور قول و قرار اٹھا کر رکھ دیتے ہیں ۔ اس بارہ میں ان کی ظلم و زیادتی حد سے بڑھی

33

ہوئی ہے ان سب باتوں کے باوجود بھی اگر اب کفر و شرک سے توبہ کر کے احکام دینیہ نماز زکوٰۃ وغیرہ پر عمل پیرا ہوں تو نہ صرف یہ کہ آئندہ کے لئے محفوظ اور مامون ہو جائیں گے بلکہ اسلامی برادری میں شامل ہو کر ان حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے دوسرے مسلمان مستحق ہیں جو کچھ بدعہدیاں اور شرارتیں پہلے کر چکے ہیں سب معاف کر دی جائیں گی لیکن اگر انہوں نے اپنا عہد و پیمان توڑ ڈالا اور کفر سے باز نہ آئے بلکہ دین حق کے متعلق طعنہ زنی اور گستاخانہ عیب جوئی کرتے رہے تو سمجھ لو کہ اس طرح کے لوگ آئمۃ الکفر یعنی کفر کے سردار اور امام ہیں کیونکہ ان کی حرکات دیکھ کر اور باتیں سن کر بہت سے کجرو اور بیوقوف پیچھے ہو لیتے ہیں۔ ایسے سرغنوں سے پورا مقابلہ و مقاتلہ کرو کیونکہ ان کا کوئی قول و قسم اور عہد و پیمان باقی نہیں رہا۔ ممکن ہے کہ تمہارے ہاتھوں کچھ سزا پا کر اپنی شرارت اور سرکشی سے باز آ جائیں۔ مفسرین نے یہاں لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (تاکہ وہ باز آ جائیں) اس جملہ سے اخذ کیا ہے کہ مسلمانوں کی جنگ و جہاد کا مقصد عام دنیا کے لوگوں کی طرح دشمن کو ستانا اور جوش انتقام کو ٹھنڈا کرنا یا عام سلاطین اور بادشاہوں کی طرح ملک گیری نہ ہونا چاہئے بلکہ ان کی جنگ کا مقصد دشمنوں کی خیر خواہی میں اس جذبہ سے ہونا چاہئے کہ وہ لوگ اپنی غلط روش سے باز آ جائیں۔

اسلامی برادری میں شامل ہونے کی تین شرطیں

یہاں بھی ایک گذشتہ آیت کی طرح فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوۃَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ مشرکین کے اسلامی برادری میں داخل ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اول کفر و شرک سے توبہ' دوسرے نماز کی ادائیگی اور تیسرے زکوٰۃ کا دینا۔ جب تک ان پر عمل نہ ہو ان کے ساتھ قتال بند نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جن نو مسلموں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا ان کے مقابلہ میں حضرت صدیق اکبرؓ نے جہاد کرنے کے لئے اسی آیت سے استدلال کیا تھا اور تمام صحابہ کرام کو ان سے جہاد پر مطمئن کر دیا تھا۔ پھر فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ فرما کر (یعنی اگر مشرکین توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو اب یہ تمہارے دینی بھائی ہیں) یہ بھی بتلا دیا کہ کوئی کیسا ہی دشمن رہا ہو اور کتنی ہی ایذائیں اس نے پہنچائی ہوں جب وہ مسلمان ہو گیا تو جس طرح اللہ تعالیٰ اس کے سب پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں مسلمانوں پر بھی لازم ہے کہ پچھلے سب معاملات کو دل سے بھلا دیں اور ان کو اپنا دینی بھائی سمجھیں اور برادرانہ تعلق کے حقوق ادا کریں۔ یہ ہے اسلامی عدل و انصاف اور اسلامی رواداری۔

گستاخ رسول کی سزا

پھر انہی آیات سے علماء نے استنباط کیا ہے کہ جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرے یا کوئی عیب لگائے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حالت پر طعنہ زنی کرے تو وہ واجب القتل ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ کفار و مشرکین کے شر سے مسلمانوں کو محفوظ و مامون فرما اور اس وقت جہاں جہاں کفار و مشرکین سے مسلمانوں کا مقابلہ و مقاتلہ ہو رہا ہے مسلمانوں کو غالب فرما۔ کفار و مشرکین کو مغلوب' رسوا اور ذلیل فرما۔ یَا اللہ میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں' میں تو کر کے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے' سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا۔ اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ	قَوْمًا	نَّكَثُوْٓا	اَيْمَانَهُمْ	وَهَمُّوْا	بِاِخْرَاجِ	الرَّسُوْلِ	وَهُمْ	بَدَءُوْكُمْ	اَوَّلَ مَرَّةٍ
کیا تم نہ لڑوگے؟	ایسی قوم	اُنہوں نے توڑ ڈالا	اپنا عہد	اور ارادہ کیا	نکالنے کا	رسولؐ	اور وہ	تم سے پہل کی	پہلی بار

تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے جلاوطن کردینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکالی

اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ

اَتَخْشَوْنَهُمْ	فَاللّٰهُ	اَحَقُّ	اَنْ	تَخْشَوْهُ	اِنْ كُنْتُمْ	مُّؤْمِنِيْنَ	قَاتِلُوْهُمْ	يُعَذِّبْهُمُ	اللّٰهُ
کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟	تو اللہ	زیادہ حقدار	کہ	تم اس سے ڈرو	اگر تم ہو	ایمان والے	تم ان سے لڑو	انہیں عذاب دے	اللہ

کیا ان سے ڈرتے ہو سو اللہ تعالیٰ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ اُن سے لڑو اللہ تعالیٰ اُنکو تمہارے ہاتھوں سزا

بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ

بِاَيْدِيْكُمْ	وَيُخْزِهِمْ	وَيَنْصُرْكُمْ	عَلَيْهِمْ	وَيَشْفِ	صُدُوْرَ	قَوْمٍ	مُّؤْمِنِيْنَ	وَيُذْهِبْ
تمہارے ہاتھوں سے	اور انہیں رسوا کرے	اور تمہیں غالب کرے	اُن پر	اور شفا بخشے	سینے (دل)	لوگ	مومن (جمع)	اور دُور کردے

دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفا دے گا۔ اور انکے قلوب کے غیظ کو دور کرے گا

غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۚ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾

	غَيْظَ	قُلُوْبِهِمْ	وَ	يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى	مَنْ	يَّشَآءُ	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ	
	غصہ	انکے دل (جمع)	اور	اللہ توبہ قبول کرتا ہے	جسے	چاہے	اور اللہ	علم والا	حکمت والا	

اور جس پر منظور ہوگا اللہ تعالیٰ توجہ فرماوے گا اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

مشرکین کے طرزِ عمل کے پیشِ نظر جہاد کی اہمیت

گذشتہ سے کفار و مشرکین عرب کے متعلق مضمون بیان ہوتا چلا آ رہا ہے ان آیات میں بھی قریش کی بدعہدی کی طرف اشارہ ہے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد کرنے کی ترغیب دی جا رہی ہے قریش نے جو معاہدے اور حلف نامے کئے تھے وہ توڑ دیئے تھے کیونکہ حدیبیہ کے عہد نامہ کے خلاف قبیلہ خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی مدد کی اور ہجرت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وطن مقدس یعنی مکہ معظمہ سے نکالنے کی تجاویز سوچیں اور وہی آپ کی ہجرت کا سبب بنے۔ مکہ میں بے قصور مسلمانوں پر مظالم کی ابتداء کی۔ جب ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بچ نکلا تو از راہ تکبر و غرور بدر کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ چھیڑ کرنے کے لئے گئے۔ اور صلح حدیبیہ کے بعد بھی اپنی جانب سے عہد شکنی کی ابتداء کی کہ مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابلہ پر بنوبکر جو قریش کے حلیف تھے ان کی پیٹھ ٹھوکتے رہے اور اسلحہ وغیرہ سے ان کی امداد کرتے رہے۔ جو کہ معاہدہ کی خلاف ورزی تھی آخرکار مسلمان ان سے لڑے اور مکہ معظمہ کو مشرکین کے قبضہ سے پاک کیا تو مسلمانوں کو جہاد کی اس طرح ترغیب دی جا رہی ہے کہ جو قوم اس طرح کے احوال رکھتی ہو اس سے جنگ کرنے میں مسلمانوں کو کسی وقت بھی کچھ تامل نہیں ہونا چاہئے۔ اگر ان کی طاقت و جمعیت اور ساز و سامان کا خوف ہو تو بتلایا جاتا ہے کہ مومنین کو سب سے بڑھ کر خدا کا خوف ہونا چاہئے خدا کا ڈر جب دل میں آ

جائے تو پھر سب ڈر دل سے نکل جاتے ہیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے اور اس کے قہر وغضب سے لرزاں و ترساں رہے کیونکہ نفع وضرر سب اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی مخلوق ادنیٰ سے ادنیٰ ضرر پہنچانے پر بغیر اس کی مشیت کے قادر نہیں۔

جہاد کی مشروعیت کی ایک حکمت

آگے مشروعیت جہاد کی ایک حکمت پر متنبہ فرمایا جاتا ہے قرآن کریم میں سابقہ امتوں کے جو قصے بیان فرمائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم کفر وشرارت اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب وعداوت میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو قدرت کی طرف سے کوئی تباہ کن آسمانی عذاب ان پر نازل کیا جاتا تھا جس سے ان کے سارے مظالم اور کفریات کا دفعۃً خاتمہ ہو جاتا تھا۔ بلاشبہ عذاب کی یہ اقسام بہت سخت مہلک اور آئندہ نسلوں کے لئے عبرتناک تھیں لیکن ان صورتوں میں معذبین کو دنیا میں رہ کر اپنی ذلت و رسوائی کا نظارہ نہیں کرنا پڑتا تھا اور نہ آئندہ کے لئے ان کی توبہ ورجوع کا کوئی امکان باقی رہتا تھا۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ مشروعیت جہاد کی اصلی غرض وغایت یہ ہے کہ مکذبین اور معتوبین کو حق تعالیٰ بجائے بلاواسطہ عذاب دینے کے اپنے مخلص ووفادار بندوں کے ہاتھ سے سزا دلوائے۔ سزا دہی کی اس صورت میں مجرمین کی رسوائی اور مخلصین کی قدر افزائی زیادہ ہے۔ وفادار بندوں کا نصرت وغلبہ علانیہ ظاہر ہوتا ہے ان کے دل یہ دیکھ کر ٹھنڈے ہوتے ہیں کہ جو لوگ کل تک انہیں حقیر وناتواں سمجھ کر ظلم وستم اور استہزاء وتمسخر کا تختہ مشق بنائے ہوئے تھے۔ آج خدا کی تائید ورحمت سے انہیں کے رحم وکرم یا عدل وانصاف پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کفر وباطل کی شوکت ونمائش کو دیکھ کر جو اہل حق گھٹتے رہتے تھے یا جو ضعیف اور مظلوم مسلمان کفار کے مظالم کا انتقام نہ لے سکنے کی وجہ سے دل ہی دل میں غیظ کھا کر چپ ہو رہتے تھے جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے ان کے قلوب تسکین پاتے تھے اور آخری بات یہ ہے کہ خود مجرمین کے حق میں سزا دہی کا یہ طریقہ نسبۃً زیادہ نافع ہے کیونکہ سزا پانے کے بعد بھی رجوع اور توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حالات سے عبرت حاصل کر کے بہت سے مجرموں کو توبہ نصیب ہو جائے چنانچہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں سارا عرب صدق دل سے دین الٰہی کا حلقہ بگوش بن گیا اخیر میں ارشاد ہوا۔ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے اور حکمت والے ہیں یعنی ہر ایک کی حالت کو جان کر حکمت کا معاملہ کرتے ہیں اور ہر زمانہ میں اس کے مناسب احکام بھیجتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ان آیات میں اہل ایمان کو کفار بدعہد سے جہاد کرنے کی ترغیب دی گئی اور اس امر کی وضاحت فرمائی گئی کہ اگر ان بدعہد مشرکین سے لڑائی کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے اقدام نہ ہوگا بلکہ اپنے تحفظ اور بقا کے لئے مدافعانہ کارروائی ہوگی کیونکہ معاہدہ کی خلاف ورزی کی ابتداء ان ہی کی طرف سے ہوئی۔ پھر شروع سے یہ مسلمانوں کو تکلیفیں دیتے چلے آئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا۔ مسلمانوں کو انہوں نے طرح طرح سے ایذائیں دیں اور پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ معاہدہ کے بعد خود ہی معاہدہ توڑنے کی ابتدا کی۔ نیز یہاں پیشین گوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مسلمانوں کو فتح یاب کرے گا اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کفار کو ذلیل و برباد اور رسوا کرے گا اور مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈا کرے گا اور پھر اس کی ازلی مشیت میں کفار میں سے جس کی قسمت میں ایمان اور اسلام لانا لکھا ہو گا ان کو مسلمان ہونے کی توفیق دے گا اور ان کی توبہ قبول کریگا۔

دعا کیجئے: یَا اللّٰہُ آپ نے قرآن مجید میں صحابہ کرامؓ سے جو وعدے فرمائے اور ان کو پورا فرمایا آج بھی اسلام کا نام لینے والوں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے والوں کو کفار اور مشرکین کے مقابلہ میں فتح وکامیابی نصیب فرما اور اہل اسلام کے ہاتھوں کفار کو مغلوب، رسوا اور ذلیل فرما۔ اور کفار کی بربادی اور ذلت دکھلا کر مسلمانوں کے دلوں کو ٹھنڈک عطا فرما۔

یَا اللّٰہُ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب وعذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا، میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ

أَمْ حَسِبْتُمْ	أَنْ	تُتْرَكُوا	وَلَمَّا	يَعْلَمِ اللّٰهُ	الَّذِينَ	جَاهَدُوا	مِنْكُمْ	مِنْ دُونِ
کیا تم گمان کرتے ہو	کہ	تم چھوڑ دیئے جاؤ گے	اور ابھی نہیں	معلوم کیا اللہ	وہ لوگ جو	انہوں نے جہاد کیا	تم میں سے	اور انہوں نے نہیں بنایا

کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہو اور

اللّٰهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾

اللّٰهِ	وَ	لَا رَسُولِهِ	وَلَا الْمُؤْمِنِينَ	وَلِيجَةً	وَاللّٰهُ	خَبِيرٌ	بِمَا تَعْمَلُونَ
سوا اللہ	اور	نہ اس کا رسول	اور نہ مومن (جمع)	راز دار	اور اللہ	باخبر	اس سے جو تم کرتے ہو

اللہ اور رسول اور مؤمنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہ بنایا ہو اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے تمہارے سب کاموں کی۔

مشروعیت جہاد کی ایک اور حکمت

اس آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ جہاد وقتال سے مقصود فقط ذلت کفار ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کی آزمائش اور امتحان بھی مقصود ہے۔ یعنی ایمان اور بندگی کے زبانی دعویٰ کرنے والے تو بہت ہیں لیکن امتحان کی کسوٹی پر جب تک کسا نہ جائے کھرا اور کھوٹا ظاہر نہیں ہوتا۔ جہاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کتنے مسلمان ہیں جو اس کی راہ میں جان و مال نثار اور قربان کرنے کو تیار ہیں اور خدا اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا راز دار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے خواہ وہ ان کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو گویا یہ معیار ہے جس پر مومنین کا ایمان پرکھا جاتا ہے۔ جب تک عملی جہاد نہ ہو صرف زبانی جمع خرچ سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی پس جہاد کے مشروع کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کھرے اور کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے گو اللہ تعالیٰ تو ہر چیز سے واقف ہے۔ جو ہوگا وہ بھی اسے معلوم ہے اور جو نہیں ہوا وہ جب ہوگا اور کس طرح ہوگا یہ بھی وہ جانتا ہے چیز کے ہونے سے پہلے ہی اسے اس کا علم حاصل ہے اور ہر چیز کی حالت سے وہ واقف ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ دنیا پر بھی کھرا کھوٹا ظاہر کر دے اس لئے یہ ناممکن ہے کہ امتحان اور آزمائش بغیر مسلمان بھی چھوڑ دیئے جائیں لہٰذا یہ ضروری ہے کہ تم اس آزمائش سے گزر کر یہ ثابت کر دو کہ واقعی تم خدا اور اس کے دین کی اپنی جان و مال اور اپنے بھائی بندوں سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہو اس لئے جہاد میں تمہاری ثابت قدمی دیکھی جائے گی کہ تمام دنیا کے تعلقات پر کس طرح خدا اور رسول کو ترجیح دیتے ہو اور پھر آیت کے اخیر میں وَاللّٰهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ عمل بھی جو کچھ کیا جاتا ہے اس کی خبر خدا کو ہے کہ صدق و اخلاص سے کیا۔ اللہ رسول کی محبت اور بجا آوری میں کیا یا نمود وریا سے کیا۔ جیسا عمل ہوگا ادھر سے اسی کے موافق پھل ملے گا۔

کافروں سے دوستی کی ممانعت

اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جہاد کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ دو امور دیکھنا چاہتے ہیں ایک تو یہ کہ کتنے مسلمان ہیں کہ جو اس کی راہ میں جان و مال کو قربان کرنے کو تیار ہیں اور دوسرے یہ کہ اللہ اور رسول اور مسلمانوں کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا راز دار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے۔ تو اس آیت اور قرآن پاک کی دوسری آیات کی بناء پر مسلمانوں کے خلاف کافروں سے دوستی کرنا حرام ہے اور اس کی بڑی شدت اور سختی سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ سورۂ آل عمران میں ایک

جگہ ارشاد فرمایا گیا ہے:۔ ''اے ایمان والو اپنے سوا کسی کو صاحب خصوصیت اور گہرا دوست نہ بناؤ'' پھر دوسری جگہ اسی سورۂ آل عمران میں حکم ہوا ہے ''مسلمانوں کو نہ چاہئے کہ مومنوں کے ہوتے ہوئے کافروں کو اپنا دوست بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا تو وہ اللہ کے ہاں کسی شمار میں نہیں''۔ ان آیات کی بناء پر مسلمانوں کو کافروں، منکروں اور اللہ کے باغیوں کے ساتھ دوستی کا تعلق ظاہر اور باطن میں قائم کرنے کی قطعی ممانعت ہے۔ اور عقلاً بھی یہ ملی اور قومی خودداری کے بالکل منافی ہے۔ قانون اسلام کے منکروں اور باغیوں سے تعلقات ایک خاص حد سے آگے بڑھانے کی اجازت کسی مسلم کو یا اسلامی اسٹیٹ کی رعایا کو نہیں۔ اس سے فرد و ملت دونوں کو ضرر پہنچنے کا اندیشہ کسی سے مخفی نہیں اور اس صریح، معقول اور مناسب و ضروری انتظام کا نام بعض عقل کے دشمنوں نے ''تنگ نظری'' رکھا ہے۔ سبحان اللہ! وبائی امراض میں پرہیز اور احتیاط کا نام تو فخر کے ساتھ ''اصول حفظان صحت'' رکھا جائے اور جو انتظام کفر و طغیان یعنی دنیا و آخرت دونوں کی بربادی سے بچنے کے لئے کیا جائے اس کا نام ''تنگ نظری'' پڑ جائے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کے اس حکم پر عمل میں سستی غفلت اور مداہنت برتی جس کا نتیجہ اب یہ ہے کہ مسلمان کی زندگی کے ہر شعبہ میں کافروں کا غلبہ و تسلط نمایاں ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ یا اللہ ہم کو اپنی جان و مال آپ کے راستہ میں خرچ کرنے اور نثار کرنے کی ہمت و عزم عطا فرما۔
یا اللہ اہل اسلام کا دشمنان دین سے اس وقت جہاں جہاں مقابلہ و مقاتلہ درپیش ہے یا اللہ اہل اسلام کو غلبہ عطا فرما اور اپنی تائید اور نصرت سے ان کو کامیابی و کامرانی و سربلندی عطا فرما۔ آمین۔
یا اللہ تمام مسلمانوں کو قرآن مجید پڑھنے سمجھنے کی اور اسکے مطابق اپنی زندگی سنوارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
یا اللہ ہم سب کو معاشرہ میں پھیلے ہوئے تمام شرور و فتن سے شرک و بدعت سے غیر اسلامی تہذیب و معاشرت سے محفوظ فرما کر ہدایت کے راستے پر چلا اور پوری زندگی اتباع سنت میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائیے۔

یَا اَللّٰہُ غیر اللہ سے عقلی طور پر ڈر گیا ہوں، تیرے کسی ولی سے دشمنی کی ہو الٰہی! تیرے دشمنوں سے دوستی کی ہو اور تیرے دوستوں کو رسوا کیا ہو یا تیرے غضب میں آجانے کا کام کیا ہو تو الٰہی! مجھے معاف فرما دے، میری توبہ ہے۔
اللہ العالمین! وہ گناہ جو آپ کے علم میں موجود ہیں اور میں بھول گیا ہوں ان سب گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔
کوئی گناہ کیا اور اس سے توبہ کی لیکن جرأت کر کے پھر اس توبہ کی پرواہ نہ کی ہو کیے بعد دیگرے گناہ کرتا چلا گیا۔
الٰہی! ان تمام گناہوں سے پناہ دیدے اور مجھے بخشدے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ

بِالْكُفْرِ	اَنْفُسِهِمْ	عَلٰى	شٰهِدِيْنَ	مَسٰجِدَ اللّٰهِ	يَّعْمُرُوْا	اَنْ	لِلْمُشْرِكِيْنَ	مَا كَانَ
کفر کو	اپنی جانیں اپنے اوپر	پر	تسلیم کرتے ہوں	اللہ کی مسجدیں	وہ آباد کریں	کہ	مشرکوں کیلئے	نہیں ہے

مشرکین کی یہ لیاقت ہی نہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جس حالت میں کہ وہ خود اپنے کفر کا اقرار کررہے ہیں

اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ

مَنْ	مَسٰجِدَ اللّٰهِ	يَعْمُرُ	اِنَّمَا	خٰلِدُوْنَ	هُمْ	فِي النَّارِ	وَ	اَعْمَالُهُمْ	حَبِطَتْ	اُولٰٓئِكَ
جو	اللہ کی مسجدیں	وہ آباد کرتا ہے	صرف	ہمیشہ رہیں گے	وہ	جہنم میں	اور	انکے اعمال	اکارت گئے	وہی لوگ

ان لوگوں کے سب اعمال اکارت ہیں اور دوزخ میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے۔ہاں اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے

اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى

فَعَسٰى	اللّٰهَ	اِلَّا	لَمْ يَخْشَ	وَ	اٰتَى الزَّكٰوةَ	وَ	اَقَامَ الصَّلٰوةَ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	بِاللّٰهِ وَ	اٰمَنَ
سو اُمید ہے	اللہ	سوائے	وہ نہ ڈرا	اور	زکوٰۃ ادا کی	اور	اس نے نماز قائم کی	اور	آخرت کا دن	اللہ پر اور	ایمان لایا

جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاویں اور نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور بجز اللہ کے کسی سے نہ ڈریں

اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

الْمُهْتَدِيْنَ	مِنَ	يَّكُوْنُوْا	اَنْ	اُولٰٓئِكَ
ہدایت پانیوالے	سے	ہوں	کہ	وہی لوگ

سو ایسے لوگوں کی نسبت توقع ہے کہ اپنے مقصود تک پہنچ جاویں گے۔

اللہ تعالیٰ کے گھروں کو کون آباد رکھ سکتا ہے

ان آیات میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ خدا کی مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ ان میں خدائے واحد کی عبادت اس کی شان کے لائق ہو۔ذکر اللہ کرنے والے کثرت سے موجود ہوں جو بے روک ٹوک خدا کو یاد کریں۔لغویات اور خرافات سے ان پاک مقامات کو محفوظ رکھا جائے۔ یہ مقصد کفار ومشرکین سے کب حاصل ہوسکتا ہے؟ مشرکین مکہ بڑے فخر سے اپنے کو مسجد حرام کا متولی اور خادم کعبہ کہتے تھے۔حالانکہ حقیقۃً اولو العزم مسلمانوں ہی کے دم سے مساجد آباد رہ سکتی ہیں۔

شان نزول: حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس جب اسلام لانے سے پہلے غزوۂ بدر میں گرفتار ہوئے اور مسلمانوں نے ان کو کفر وشرک پر قائم رہنے سے عار دلائی تو انہوں نے جواب دیا کہ تم لوگ صرف ہماری برائیاں یاد رکھتے ہو اور بھلائیوں کا کوئی ذکر نہیں کرتے۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم بیت اللہ اور خانہ کعبہ کو آباد رکھنے اور اس کا انتظام کرنے اور حجاج کو پانی پلانے وغیرہ کی خدمات کے مہتمم ومتولی بھی ہیں۔اس پر قرآن کریم کی یہ آیتیں نازل ہوئی تھیں جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ مشرکین کو اللہ کی مساجد کی آباد کاری کا کوئی حق نہیں جبکہ وہ خود اپنے کفر وشرک کے گواہ ہیں ان لوگوں کے اعمال ضبط اور ضائع ہوگئے اور وہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں رہیں گے۔

مشرکین کا کردار

مشرکین مکہ بڑے فخر سے اپنے کو مسجد حرام اور بیت اللہ کا متولی اور خادم کعبہ کہا کرتے تھے مگر ان کی بڑی خدمت گزاری یہ تھی کہ پتھر

کی سینکڑوں مورتیاں کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں ان ہی کی نذر نیاز کرتے اور منتیں مانتے۔ پھر برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے۔ ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور خدائے واحد کے سچے پرستاروں کو وہاں تک پہنچنے کی اجازت نہ دیتے تھے۔ لے دیکر ان کی بڑی عبادت یہ تھی کہ حاجیوں کے لئے پانی کی سبیل لگادی۔ یا حرم شریف میں چراغ جلا دیا۔ یا کعبہ پر غلاف چڑھا دیا یا کبھی ضرورت ہوئی تو ٹوٹ پھوٹ کی مرمت کرادی مگر یہ اعمال محض بے جان اور بے روح تھے کیونکہ شرک اور کفر کے ساتھ کوئی عمل خدا کے نزدیک مقبول نہیں اسی کو آیت میں حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ (ان کے اعمال اکارت ہو گئے) سے تعبیر فرمایا۔ الغرض اس آیت میں بتلایا گیا کہ کفار و مشرکین جو اپنے حال وقال سے اپنے کفر و شرک پر ہر وقت شہادت دیتے رہتے ہیں اس لائق نہیں کہ ان سے مساجد خصوصاً مسجد حرام کی حقیقی آبادی ہو سکے یہ کام صرف ان لوگوں کا ہے جو دل سے خدائے واحد اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اپنے اعضاء سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں۔ اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے کا مطلب

ایک بات یہاں یہ بھی سمجھ لی جائے کہ آیت میں جو یہ فرمایا گیا کہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اس کا معنی یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں کسی کے خوف سے اللہ کے حکم کو ترک نہ کرے۔ ورنہ خوف کی چیزوں سے ڈرنا اور دہشت کھانا تو تقاضائے عقل و فطرت ہے۔ درندے اور زہریلے جانوروں سے' چور ڈاکو سے طبعی طور پر ڈرنا اس کے خلاف نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب جادوگروں نے رسیوں کے سانپ بنا کر دکھلائے تو وہ ڈر گئے۔ اَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى اس لئے ایذا اور نقصان پہنچانے والوں سے طبعی خوف نہ حکم قرآنی کے خلاف ہے نہ رسالت اور ولایت کے۔ ہاں اس خوف سے مغلوب ہو کر اللہ تعالیٰ کے احکام میں خلل ڈالنا یا ان کو ترک کر دینا یہ مومن کی شان نہیں اور یہی اس جگہ مراد ہے۔ تو ایسے مومنین جو دل و زبان' ہاتھ پاؤں' مال و دولت غرضیکہ ہر چیز سے خدا کے مطیع و فرمانبردار ہیں ان کا فرض منصبی ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور تعمیر مساجد کے جھوٹے دعوے رکھنے والے مشرکین کو خواہ اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں مسلمان ان کو وہاں سے نکال باہر کریں کیونکہ ان کے وجود سے مساجد کی آبادی نہیں بلکہ بربادی ہے۔

مشرک بیت اللہ کا متولی نہیں ہوسکتا

یہاں آیت میں اگرچہ بات عام کہی گئی ہے اور اپنی حقیقت کے لحاظ سے یہ عام ہے بھی لیکن خاص طور پر اس کا یہاں ذکر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ خانہ کعبہ اور مسجد حرام پر سے مشرکین کی تولیت کا خاتمہ کر دیا جائے اور اس پر ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کی تولیت قائم کر دی جائے۔

ان آیات کا ایک حاصل تو یہ ہے کہ کفار کے نیک اعمال مقبول نہیں ہیں باقی کسی کافر کا مسجد بنانا یا اس کی خدمت کرنا یہاں اس سے بحث نہیں ہے اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے دلائل سے یہ ہے کہ اگر وہ کافر اپنے مذہب کی رو سے اس کو ثواب سمجھے تو اجازت دے دی جاوے گی ورنہ نہیں۔ البتہ ثواب سمجھنے کے باوجود اگر کسی اسلامی مصلحت کے لحاظ سے اجازت دینا نامناسب ہو تو اجازت نہیں دی جائے گی۔ اور یہی حکم کفار کا مسجد کی تعمیر وغیرہ میں چندہ دینے کا ہے۔

مسجد کی تعمیر' صفائی اور انتظام کی فضیلت

دوسری بات یہاں یہ معلوم ہوئی کہ جس کے ہاتھوں سے مسجد کی آبادی ہو تو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔ ان آیات سے ثابت ہوا کہ جو شخص مساجد کی حفاظت' صفائی اور دوسری ضروریات کا انتظام کرتا اور دیکھ بھال رکھتا ہے اور جو عبادت اور ذکر اللہ کے لئے یا علم دین اور قرآن پڑھنے پڑھانے کے لئے مسجد میں آتا جاتا ہے اس کے یہ اعمال اس کے مومن کامل ہونے کی شہادت ہے۔ آیت میں مسجد کی عمارت کا لفظ آیا ہے۔ عمارت عربی محاورہ میں ضد ہے ویرانی کی۔ سو عمارت کے تحت مسجدوں کا آباد کرنا' ان میں داخل ہونا ان کی تعمیر کرنا اور ان کی خدمت کرنا سب کچھ آ گیا۔ مفسر قرآن حضرت

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ عمارت مسجد میں یہ بھی داخل ہے کہ مسجد کو ایسی چیزوں سے پاک کرے جن کے لئے مسجدیں نہیں بنائی گئی مثلاً خرید و فروخت دنیا کی باتیں کسی گم شدہ چیز کی تلاش' یا دنیا کی چیزوں کا لوگوں سے سوال' یا فضول قسم کے اشعار' لڑائی' جھگڑا' شور و شغب وغیرہ۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو کہ وہ مسجد کو لازم پکڑے ہوئے ہے تو اس کے ایمان کے گواہ ہو جاؤ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ والے ہیں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے اللہ عزوجل فرماتے ہیں مجھے اپنی عزت کی اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کو آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں' اور صبح سحر کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظر ڈال کر اپنے عذاب کو ہٹا لیتا ہوں۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہمیں بھی مسجدوں کے آباد کرنے والوں میں شامل فرمادیں اور ہمیں بھی ایمان و اسلام کے ساتھ نمازوں کو قائم کرنے والا' زکوٰۃ کو ادا کرنے والا اور بجز اللہ کے اور کسی سے نہ ڈرنے والا بنائیں۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ جس گناہ کے کرنے سے عذاب کے قریب ہو گیا ہوں اور آپ سے محروم ہو گیا ہوں یا تیری رحمت سے وہ گناہ حجاب میں ہو گیا ہو یا اس کی وجہ سے تیری کسی نعمت سے محروم ہو گیا ہوں ان تمام گناہوں کی معافی چاہتا ہوں۔

میں نے آپ کے مقید حکم کو مطلق کر دیا ہو یا مطلق حکم کو مقید کر دیا ہو اور میں اس کی وجہ سے خیر سے محروم کر دیا گیا ہوں اے اللہ! اس کو معاف فرمادے۔

جو گناہ آپ کے عافیت دینے کے باوجود عافیت میں دھوکہ کھا کر کر لیا ہو یا تیری نعمت کو غلط ناجائز استعمال کیا ہو یا آپ کے رزق کی وسعت کی وجہ سے گناہوں میں مبتلا ہو گیا یا عمل تیری رضا کے لئے کر رہا تھا لیکن نفس کی شہوت کے غلبہ سے وہ کام تیری رضا سے نکل گیا ہو اس کی معافی دیدے۔

کوئی گناہ تھا میں نے رخصت سمجھ کر کر لیا' جو حرام تھا اس کو حلال سمجھ کر کر لیا ہو تو آج اسے بھی معاف فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ

اَجَعَلْتُمْ	سِقَايَةَ	الْحَآجِّ	وَ	عِمَارَةَ	الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ	كَمَنْ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَ	الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	وَجٰهَدَ
کیاتم نے بنایا (ٹھہرایا)	پانی پلانا	حاجی (جمع)	اور	آباد کرنا	مسجد حرام	اسکے مانند	ایمان لایا	اللہ پر	اور	یوم آخرت	اوراس نے جہاد کیا

کیاتم لوگوں نے حجاج کے پانی پلانے کو اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کی برابر قرار دے لیا جو کہ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہو اور اس نے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹ اَلَّذِيْنَ

فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	لَا يَسْتَوٗنَ	عِنْدَ اللّٰهِ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ	اَلَّذِيْنَ
میں	اللہ کی راہ	وہ برابر نہیں	اللہ کے نزدیک	اور اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	ظالم (جمع)	جولوگ

اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہو یہ لوگ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور جو لوگ بے انصاف ہیں اللہ تعالیٰ ان کو سمجھ نہیں دیتا۔ جو لوگ

اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً

اٰمَنُوْا	وَهَاجَرُوْا	وَجٰهَدُوْا	فِيْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	بِاَمْوَالِهِمْ	وَ	اَنْفُسِهِمْ	اَعْظَمُ	دَرَجَةً
ایمان لائے	اورانہوں نے ہجرت کی	اور جہاد کیا	میں	اللہ کا راستہ	اپنے مالوں سے	اور	اپنی جانیں	بہت بڑا	درجے

ایمان لائے اور انہوں نے ترکِ وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں

عِنْدَ اللّٰهِ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝۲۰ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ

عِنْدَ اللّٰهِ	وَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الْفَآئِزُوْنَ	يُبَشِّرُهُمْ	رَبُّهُمْ	بِرَحْمَةٍ	مِّنْهُ	وَرِضْوَانٍ
اللہ کے ہاں	اور وہی لوگ	وہ	مراد کو پہنچنے والے	انہیں خوشخبری دیتا ہے	ان کا رب	رحمت کی	اپنی طرف سے	اور خوشنودی

اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی

وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝۲۱ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۲۲

وَجَنّٰتٍ	لَهُمْ	فِيْهَا	نَعِيْمٌ	مُقِيْمٌ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا	اَبَدًا	اِنَّ	اللّٰهَ	عِنْدَهٗ	اَجْرٌ	عَظِيْمٌ
اور باغات	ان کیلئے	ان میں	نعمت	دائمی	ہمیشہ رہیں گے	اس میں	ہمیشہ	بیشک	اللہ	اس کے ہاں	اجر	عظیم

اور ایسے باغوں کی کہ ان کیلئے ان میں دائمی نعمت ہوگی۔ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

شانِ نزول: اسلام لانے سے پہلے جب حضرت عباس غزوۂ بدر میں گرفتار ہوکر مسلمانوں کی قید میں آئے اوران کے مسلم عزیزوں نے ان کو اس پر ملامت کی کہ آپ نعمت ایمان سے محروم ہیں تو انہوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آپ لوگ ایمان وہجرت کو اپنا بڑا سرمایہ فضیلت سمجھتے ہیں مگر ہم بھی تو بیت اللہ کی عمارت اور حجاج کو پانی پلانے کی اہم خدمات کے متولی ہیں جن کے برابر کسی کا عمل نہیں ہوسکتا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اور صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ ایک روز جمعہ کے دن مسجد نبوی میں چند حضرات صحابہ جمع تھے۔حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ اسلام اورایمان کے بعد میرے نزدیک حجاج کو پانی پلانے سے بڑھ کر کوئی عمل نہیں اور مجھے اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے عمل کی پروانہیں۔

دوسرے صاحب نے ان کے جواب میں کہا کہ نہیں اللہ کی راہ میں جہاد سب سے بڑا عمل ہے اور تمام عبادات واعمال سے افضل واشرف ہے۔ اس طرح آپس میں مذاکرہ ہوا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو ڈانٹا کہ تم جمعہ کے وقت منبر نبوی کے پاس بیٹھ کر اس طرح بحثیں کرر ہے ہو۔ ذرا صبر کرو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ سے فارغ ہو جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چیز دریافت کر لینا چنانچہ جمعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا تو یہ آیات نازل ہوئیں۔

بغیر ایمان کوئی عمل مقبول نہیں

یہاں بتلایا جاتا ہے کہ شرک کے ساتھ تو کوئی عمل کتنا ہی بڑا ہو مقبول اور قابل ذکر ہی نہیں اس لئے کسی مشرک کو بیت اللہ کی یا حجاج کے پانی پلانے کی وجہ سے کوئی فضیلت اور بزرگی مسلمانوں کے مقابلہ میں حاصل نہیں ہو سکتی اور ایمان کے بعد بھی ایمان و جہاد کا درجہ بہ نسبت عمارت بیت اللہ اور سقایۃ الحجاج کے بہت زیادہ ہے۔ جو مسلمان ایمان اور جہاد فی سبیل اللہ میں مقدم رہے وہ ان مسلمانوں سے افضل ہیں جنہوں نے جہاد میں شرکت نہیں کی اور صرف بیت اللہ کی عمارت اور حجاج کے پانی پلانے کی خدمت انجام دیتے رہے تو یہاں مشرکین کی بات کا بھی جواب ہو گیا کہ بیت اللہ کی عمارت کی دیکھ بھال اور حجاج کو پانی پلانا ان دونوں سے ایمان بھی افضل ہے اور جہاد فی سبیل اللہ بھی۔ اور مسلمانوں کی بات کا بھی جواب ہو گیا کہ اسلام اور ایمان کے بعد جہاد فی سبیل اللہ عمارت مسجد الحرام اور حجاج کو پانی پلانے سے افضل ہے۔

عمارت مسجد کا معنی ومقام

تفسیر مظہری میں حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو عمارت مسجد پر جہاد کو فضیلت اور ترجیح دی گئی ہے یہ عمارت کے ظاہری معنیٰ کی رو سے ہے یعنی مسجد کی تعمیر اور ضروری انتظامات کہ جہاد فی سبیل اللہ کا ان کے مقابلہ میں افضل ہونا مسلم ہے۔ لیکن عمارت مسجد کے ایک دوسرے معنیٰ عبادت اور ذکر اللہ کے لئے مسجد میں حاضری کے بھی آتے ہیں اور درحقیقت مسجد کی اصلی عمارت وآبادی اسی سے ہے اور اس معنی کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کی بناء پر عمارت مسجد جہاد سے افضل اور اعلیٰ ہے جیسا کہ مسند احمد اور ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت ابودرداء کی روایت میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسا عمل بتلاؤں جو تمہارے تمام اعمال سے بہتر اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ افضل ہو اور تمہارے درجات کو سب سے زیادہ بلند کرنے والا اور سونے چاندی کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بھی افضل ہو اور اس سے بھی افضل ہو کہ تم جہاد میں دشمن سے سخت مقابلہ کرو جس میں تم ان کو قتل کرو وہ تمہیں قتل کریں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ عمل ضرور بتلایئے آپ نے فرمایا کہ وہ عمل ذکر اللہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذکر اللہ کی فضیلت جہاد سے بھی زیادہ ہے اور عمارت مسجد جب بمعنیٰ ذکر اللہ لی جائے تو وہ بھی جہاد سے افضل ہے مگر اس جگہ مشرکین کا فخر و غرور ظاہر ہے کہ ذکر اللہ اور عبادت کی بناء پر نہ تھا بلکہ ظاہری تعمیر اور انتظامات کی بناء پر تھا اس لئے جہاد کو اس پر افضل قرار دیا گیا۔

ایمان' جہاد اور ہجرت پر بشارت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ خوب سمجھ لو کہ جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے اور پھر اللہ کے لئے اپنے گھر بار اور خویش و اقارب سب کو چھوڑا اور پھر خدا کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کیا اور اللہ اس کے رسول کی محبت میں اپنے خویش و اقارب سے جنگ کی۔ ایسے لوگ اللہ کے نزدیک بڑے درجہ والے ہیں اور ایسے ہی لوگ دونوں جہان میں کامیاب ہیں۔ ان کو ان کا پروردگار خوشخبری دیتا ہے اپنی خاص رحمت کی اور رضامندی کی اور ایسے باغوں کی جن میں ان کے لئے دائمی نعمت ہوگی جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ انہی باغوں میں رہیں گے بیشک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے جس کے سامنے تمام دنیا ہیچ ہے اور خداوند تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی جنت سے بھی بڑھ کر ہے۔

یہاں پہلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا۔ ایمان' جہاد اور ہجرت۔ ان تین پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی رحمت' رضوان' اور

جنت میں داخلہ یعنی رحمت ایمان پر مرتب ہے۔ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا اور رضوان جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی لذات اور تعلقات ترک کر کے خدا کے راستہ میں جان و مال نثار کرتا ہے اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے۔لہٰذا اس کا صلہ بھی انتہائی ہونا چاہئے اور وہ حق تعالیٰ کی رضا کا مقام ہے۔باقی ہجرت وہ خدا کے لئے اپنے وطن اور گھربار چھوڑنے کا نام ہے اس لئے مہاجر کو خوشخبری اور بشارت دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملے گا جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسائش اور راحت سے رہنا ہو گا جس سے علیحدگی کی کبھی نوبت نہیں آئے گی۔

خلاصہ یہ کہ کافر کی کوئی نیکی مقبول نہیں۔اس کا کفر سب نیکیوں کو برباد کر دیتا ہے بخلاف اس کے جو لوگ ایمان باللہ رکھتے ہیں اور پھر انہوں نے اللہ کے واسطے ہجرت بھی کی اور اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا ان کو اللہ تعالیٰ بڑے درجات عنایت فرمائے گا اور ایسے لوگوں کے لئے تین بشارتیں ہیں۔رحمت، خوشنودی اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخلے کا ویزا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ایمان اور اسلام کے ساتھ ہم کو جہاد فی سبیل اللہ کی دولت عطا فرمائیں اور ان آیات میں دی ہوئی بشارت کا ہم کو بھی مصداق بنائیں۔یا اللہ اپنی رحمت سے ہم سب کو نواز دے اور اپنی خوشنودی عطا فرما دے اور اپنی جنت میں ہیشگی کا داخلہ نصیب فرما دے۔آمین

یَا اللّٰہُ بہت سے گناہ آپ کی مخلوق سے چھپا کر کر لئے لیکن آپ سے کہاں چھپا سکتا تھا۔الٰہی! میں اپنا عذر پیش کرتا ہوں اور آپ سے معافی چاہتا ہوں معافی چاہنے کے بعد بھی گناہ ہو جائے تو اس کی بھی معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔

جس گناہ کی طرف میرے پیر چلے ہوں، میرے ہاتھ بڑھے ہوں، میری نگاہوں نے ایسا ویسا دیکھا ہو، زبان سے گناہ ہوئے ہوں، آپ کا رزق بے جا برباد کر دیا ہو لیکن آپ نے باوجود اس کے اپنا رزق مجھ سے نہیں روکا اور عطا کیا۔میں نے پھر اس عطا کو تیری نافرمانی میں لگایا اس کے باوجود میں نے زیادہ رزق مانگا، آپ نے زیادہ دیا، میں نے گناہ علی الاعلان کیا لیکن آپ نے رسوا نہ ہونے دیا۔میں گناہ پر اصرار کرتا رہا آپ برابر حلم فرماتے رہے۔پس اے اکرم الاکرمین! میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	لَا تَتَّخِذُوْٓا	اٰبَآءَكُمْ	وَاِخْوَانَكُمْ	اَوْلِيَآءَ	اِنِ	اسْتَحَبُّوا	الْكُفْرَ
اے	وہ لوگ جو ایمان لائے (ایمان والے)	تم نہ بناؤ	اپنے باپ دادا	اور اپنے بھائی	رفیق	اگر	وہ پسند کریں	کفر

اے ایمان والو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو بمقابلہ ایمان کے عزیز رکھیں اور جو شخص تم میں سے انکے ساتھ رفاقت

عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ

عَلَى الْاِيْمَانِ	وَ	مَنْ	يَّتَوَلَّهُمْ	مِّنْكُمْ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ	الظّٰلِمُوْنَ	قُلْ	اِنْ	كَانَ	اٰبَآؤُكُمْ
ایمان پر (ایمان کے خلاف)	اور	جو	دوستی کریگا ان سے	تم میں سے	تو وہی لوگ	وہ	ظالم (جمع)	کہدیں	اگر	ہوں	تمہارے باپ دادا

رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں ۔ آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بھائی

وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ

وَاَبْنَآؤُكُمْ	وَاِخْوَانُكُمْ	وَاَزْوَاجُكُمْ	وَعَشِيْرَتُكُمْ	وَاَمْوَالُ	اقْتَرَفْتُمُوْهَا	وَتِجَارَةٌ
اور تمہارے بیٹے	اور تمہارے بھائی	اور تمہاری بیویاں	اور تمہارے کنبے	اور مال (جمع)	جو تم نے کمائے	اور تجارت

اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے ماند پڑجانے کا تم کو اندیشہ ہو

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ

تَخْشَوْنَ	كَسَادَهَا	وَمَسٰكِنُ	تَرْضَوْنَهَآ	اَحَبَّ	اِلَيْكُمْ	مِّنَ اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	وَجِهَادٍ
تم ڈرتے ہو	اس کا نقصان	اور حویلیاں	جو تم پسند کرتے ہو	زیادہ پیاری	تمہارے لئے (تمہیں)	اللہ سے	اور اس کا رسولؐ	اور جہاد

اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو

فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾

فِيْ سَبِيْلِهٖ	فَتَرَبَّصُوْا	حَتّٰى	يَاْتِيَ	اللّٰهُ	بِاَمْرِهٖ	وَاللّٰهُ	لَا يَهْدِي	الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ
اس کی راہ میں	انتظار کرو	یہانتک کہ	آجائے	اللہ	اس کا حکم	اور اللہ	ہدایت نہیں دیتا	لوگ	نافرمان

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو انکے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

ایمان، جہاد و ہجرت کے سامنے رشتہ داری کی کوئی حیثیت نہیں ہے

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ ایمان باللہ کے ساتھ جہاد و ہجرت اعظم اور افضل ترین اعمال ہیں لیکن بسا اوقات جہاد اور ہجرت میں عزیز و اقارب، کنبہ برادری کے تعلقات خلل انداز ہوتے ہیں اس لئے اب ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے ایک مومن کو انہیں ہرگز عزیز نہیں رکھنا چاہئے اگر وہ اس کے باپ اور بھائی ہی کیوں نہ ہوں۔ مومن کی شان نہیں کہ ان سے رفاقت اور دوستی

کا دم بھرے حتیٰ کہ یہ تعلقات اس کو جہاد اور ہجرت سے مانع ہو جائیں۔ ایسا کرنے والے گنہ گار بن کر اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہوں گے۔

جہاد کی مزید تاکید

آگے جہاد کے لئے مزید تاکید اور تنبیہ کی غرض سے نہایت موثر انداز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ آپ مسلمانوں کو بتا دیجئے کہ اگر خدا اور رسول کے احکام کو ماننے اور ہجرت یا جہاد کرنے سے یہ خیال رکاوٹ ہو کہ کنبہ اور برادری چھوٹ جائے گی اموال تلف ہوں گے۔ تجارت ماند پڑ جائے گی یا بند ہو جائے گی۔ آرام کے مکانوں سے نکل کر بے آرام ہونا پڑے گا تو پھر خدا کی طرف سے حکم سزا کا انتظار کرو جو اس تن آسانی اور دنیا طلبی پر آنے والا ہے۔ مزید تنبیہ اور تاکید کے لئے آیت کے اخیر میں فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ یعنی جو لوگ مشرکین کے تعلقات یا دنیوی خواہشات یا مال و دولت کی محبت میں پھنس کر احکام الٰہیہ کی تعمیل نہ کریں اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے سے باز رہیں تو ان کو حقیقی کامیابی کا راستہ نہیں مل سکتا۔ ایک حدیث میں بھی ارشاد ہے کہ جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور "جہاد" چھوڑ بیٹھو گے تو خدا تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جس سے کبھی نکل نہ سکو گے یہاں تک کہ پھر اپنے دین یعنی جہاد فی سبیل اللہ کی طرف واپس آؤ۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بتلا دیا کہ ایک طرف خدا اور رسول کی محبت اور اطاعت اور دوسری طرف ماں باپ بھائی بہن دوست احباب عزیز و اقارب مال و دولت کاروبار دکان، مکان، سامان ان سب کی محبت۔ اب اگر کوئی خدا اور رسول کا وفادار ہے تو وہ لازمی طور سے ان میں سے کسی ایک کا کہنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نافرمانی میں نہ مانے گا اور ان میں سے کسی چیز کی محبت اس کو جہاد فی سبیل اللہ اور خدمت دین سے نہ روک سکے گی۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو وہ خدا کا دوست اور سچا مومن نہیں ہو سکتا بلکہ آیت کا اخیر جملہ واللہ لایھدی القوم الفسقین اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ وہ فاسق اور نافرمان شمار ہوگا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جذبہ جہاد

بدر کی لڑائی سب سے افضل اور سب سے زیادہ مہتم بالشان لڑائی ہے اس لئے کہ اس میں مقابلہ نہایت سخت تھا۔ مسلمانوں کی جماعت نہایت قلیل اور بے سروسامان اور کفار کی تعداد نسبتاً بہت زیادہ اور جنگی ساز و سامان کے ساتھ۔ ان سب باتوں کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت براء بن عازبؓ جن کی عمر اس وقت ۱۲، ۱۳ برس کے قریب ہوگی لڑائی میں شرکت کے شوق میں گھر سے چل دیئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ہونے کی وجہ سے راستہ میں سے لوٹا دیا۔ یہ دونوں حضرات احد کی لڑائی میں بھی واپس کئے گئے تھے جو بدر کی لڑائی کے ایک سال بعد ہوئی۔ جب اس میں بھی یہ بچوں میں شمار کئے گئے تو بدر میں تو اور بھی چھوٹے تھے مگر ان حضرات کا شوق تھا کہ بچپن ہی سے یہ ولولہ اور شوق جوش مارتا تھا اور ہر لڑائی میں شریک ہونے اور اجازت ملنے کی کوشش کرتے تھے۔ یہ تو تھا بچوں کا حال اب عورتوں کی حالت دیکھئے۔ حضرت خنساء جنہوں نے ہجرت کر کے اور مدینہ منورہ آ کر اسلام قبول کیا اور جو عرب کی مشہور شاعرہ تھیں۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ۱۶ ہجری میں قادسیہ کی لڑائی ہوئی جس میں حضرت خنساء اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں۔

لڑکوں کو ایک دن پہلے نصیحت کی اور لڑائی کی شرکت کا شوق دلایا اور کہنے لگیں کہ میرے بیٹو تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے خیانت کی نہ میں نے تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا۔ نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے مسلمانوں کے لئے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب رکھا ہے۔ تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہو جانے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔ لہٰذا کل صبح کو جب تم صحیح سالم اٹھو تو لڑائی میں شریک ہو اور اللہ تعالیٰ سے دشمن کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آ گئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے تو اس میں بلا

دریغ گھس جانا اور کافروں کا مقابلہ کرنا۔ ان شاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہو کر رہو گے۔ چنانچہ صبح کو جب لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں میں سے ایک ایک نمبر وار آگے بڑھتا اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر امنگ پیدا کرتا اور جب شہید ہو جاتا تو اسی طرح دوسرا بڑھتا بالآخر چاروں شہید ہوئے اور جب ماں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا۔ مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ میں بھی ان چاروں کے ساتھ اللہ کی رحمت کے سایہ میں رہوں گی اگر آپ صحابہ کرام مرد عورتوں اور بچوں کے حالات پڑھیں تو دو چار دس بیس نہیں سینکڑوں ہزاروں واقعات و حالات اس نوعیت کے پائیں گے۔ پھر جیسا انہوں نے اللہ اور رسول کی محبت اور دین کے لئے اپنا جان مال قربان کیا اللہ پاک نے پھر ویسا ہی انہیں درجات عالیہ سے نوازا۔

کامل ایمان: مفسرین نے ان آیات کے تحت لکھا ہے کہ سچا ایمان اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ اللہ اور رسول کی محبت ساری دنیا اور خود اپنی جان سے بھی زیادہ ہو۔ اسی لئے ایک صحیح حدیث میں جو بخاری و مسلم میں بروایت حضرت انسؓ منقول ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اور اولاد اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ اور ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو امامہؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی سے دوستی کی تو اللہ کے لئے اور دشمنی کی تو وہ بھی اللہ ہی کے لئے کی اور مال کو خرچ کیا تو وہ بھی اللہ کے لئے اور کسی جگہ خرچ کرنے سے رکا تو وہ بھی اللہ کے لئے اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔ ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ایمان کی تکمیل اس پر موقوف ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب محبتوں پر غالب ہو اور انسان کی دوستی، دشمنی دینا، نہ دینا سب حکم خدا اور رسول کے تابع ہو۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ یہ قرآن پاک کی آیات و احکام جیسا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے تھے ویسی ہی رہتی دنیا مسلمانوں کے لئے ہیں مگر ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ تیرے احکام کی ادائیگی اور ان کے خاطر خواہ حقوق کی بجا آوری سے قاصر رہے۔

یا اللہ آپ قدرت والے ہیں آپ نے جو کام صحابہ کرام سے لینا چاہا لیا

یا اللہ ہم ناکاروں سے بھی دین اسلام کی کوئی خدمت لے لیجئے۔ دنیا میں اسلام کو سربلند کرنے میں ہمارا بھی کوئی حصہ رکھ دیجئے۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ جس گناہ کے صغیرہ ہونے سے عذاب آئے، جس گناہ کے کبیرہ ہونے سے عذاب زیادہ ہو جائے اور ان کے وبال میں ابتلا ہو جائے اور ان پر اصرار کرنے سے نعمت زائل ہو جائے ایسے سب گناہ میرے معاف کر دیجئے۔

جس گناہ کو صرف آپ نے دیکھا آپ کے سوا کسی نے نہ دیکھا اور سوائے آپ کے عفو و نجات کا کوئی ذریعہ نہیں انہیں بھی آپ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

لَقَدْ	نَصَرَكُمُ	اللّٰهُ	فِيْ	مَوَاطِنَ	كَثِيْرَةٍ	وَ	يَوْمَ حُنَيْنٍ	اِذْ	اَعْجَبَتْكُمْ	كَثْرَتُكُمْ
البتہ	تمہاری مدد کی	اللہ	میں	میدان (جمع)	بہت سے	اور	حنین کے دن	جب	تم خوش ہوئے اِترا گئے	اپنی کثرت

تم کو خدا تعالیٰ نے بہت موقعوں میں غلبہ دیا اور حُنین کے دن بھی جب کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہوگیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۲۵

فَلَمْ تُغْنِ	عَنْكُمْ	شَيْـًٔا	وَضَاقَتْ	عَلَيْكُمُ	الْاَرْضُ	بِمَا رَحُبَتْ	ثُمَّ	وَلَّيْتُمْ	مُدْبِرِيْنَ
تو نہ فائدہ دیا	تمہیں	کچھ	اور تنگ ہوگئی	تم پر	زمین	فراخی کے باوجود	پھر	تم پھر گئے	پیٹھ دیکر

نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ

ثُمَّ	اَنْزَلَ	اللّٰهُ	سَكِيْنَتَهٗ	عَلٰى	رَسُوْلِهٖ	وَعَلَى	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَاَنْزَلَ	جُنُوْدًا	لَمْ تَرَوْهَا
پھر	نازل کی	اللہ	اپنی تسکین	پر	اپنے رسولؐ	اور پر	مومنوں	اور اُتارے اسنے	لشکر	وہ تم نے نہ دیکھے

اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور دوسرے مؤمنین پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور ایسے لشکر نازل فرمائے جن کو تم نے نہیں دیکھا

وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۲۶ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ

وَعَذَّبَ	الَّذِيْنَ+كَفَرُوْا	وَذٰلِكَ	جَزَاۗءُ	الْكٰفِرِيْنَ	ثُمَّ	يَتُوْبُ	اللّٰهُ	مِنْ بَعْدِ	ذٰلِكَ
اور عذاب دیا	وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	اور یہی	سزا	کافر (جمع)	پھر	توبہ قبول کریگا	اللہ	بعد	اس

اور کافروں کو سزا دی اور یہ کافروں کی سزا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ جس کو چاہیں توبہ

عَلٰى مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۲۷

عَلٰى	مَنْ يَّشَاۗءُ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَحِيْمٌ
پر	جس کی چاہے	اور اللہ	بخشنے والا	نہایت مہربان

نصیب کردیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت کرنیوالے بڑی رحمت کرنیوالے ہیں۔

غزوۂ حنین کا واقعہ: ان آیات میں غزوۂ حنین کا واقعہ یاد دلایا جاتا ہے۔ ۸ ہجری میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو فتح مکہ سے دو ہفتہ بعد آپ کو اطلاع ملی کہ ہوازن اور ثقیف وغیرہ بہت سے قبائل عرب نے ایک لشکر جرار تیار کر کے بڑے ساز و سامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے یہ خبر پاتے ہی آپ نے دس ہزار مہاجرین وانصار کی فوج گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لئے مدینہ سے ہمراہ آئی تھی طائف کی طرف کوچ کر دیا۔ اس فوج میں دو ہزار نو مسلم جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے وہ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ ۱۲ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے اور جنگی سامان سے لیس ہو کر میدان جہاد میں نکلے۔ حنین ایک مقام ہے طائف اور مکہ کے درمیان وہاں مشرکین کا لشکر جس کی تعداد چار ہزار تھی جمع ہوا تھا۔ جب اسلامی لشکر جس کی تعداد ۱۲ ہزار تھی ساز وسامان سے چلا تو بعض صحابہ سے یہ منظر دیکھ کر رہا نہ گیا اور بے ساختہ بول اٹھے کہ جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت

ہمیشہ غالب رہے تو آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں۔ یہ جملہ مردان توحید کی زبان سے نکلنا بارگاہ خداوندی میں ناپسند ہوا۔ ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے۔ فریق مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی جو سر کو کفن باندھ کر اور سب عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے پوری تیاری سے نکلے تھے۔ اونٹ' گھوڑے' مواشی اور گھروں کا کل اندوختہ کوڑی کوڑی اپنے ہمراہ لے آئے تھے۔ ہوازن کا قبیلہ تیراندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا۔ اس کے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادیٔ حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔

صحیحین میں حضرت براء بن عازبؓ کی روایت ہے کہ پہلے معرکہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی وہ بہت سا مال چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے اس وقت ہوازن کے تیراندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا۔ آن واحد میں چاروں طرف سے مسلمانوں پر اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا۔ پہلے نو مسلموں میں بھگدڑ پڑی اور پھر بقیہ کے بھی پاؤں اکھڑ گئے۔ زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مع چند رفقاء کے دشمنوں کے نرغہ میں تھے۔ تقریباً ۱۰۰ یا ۸۰ صحابہ جن میں حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عباسؓ' حضرت علیؓ' حضرت عبداللہ بن مسعود وغیرھم رضی اللہ تعالیٰ عنہم شامل تھے۔ میدان جنگ میں باقی رہ گئے تھے۔ جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے۔ یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت و توکل اور معجزانہ شجاعت کا کارنامہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ آپ سفید خچر پر سوار ہیں۔ حضرت عباسؓ ایک رکاب اور حضرت ابوسفیان دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں۔ چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوش انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے۔ ہر چار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے۔ ساتھی منتشر ہو چکے ہیں مگر رفیق اعلیٰ آپؐ کے ساتھ ہے اس وقت بھی زبان پر نہایت استغنا اور اطمینان کے ساتھ انا النبی لا کذب انا بن عبدالمطلب جاری ہے یعنی بیشک میں سچا پیغمبر ہوں اور عبدالمطلب کی اولاد ہوں۔ پھر آپ کی ہدایت کے موافق حضرت عباسؓ نے جو نہایت بلند آواز تھے اصحاب کو پکارا۔ لوگ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوئے۔ اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھا کر لشکر کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھ پر پڑی ادھر حق تعالیٰ نے فرشتوں کی فوجیں آسمان سے بھیج دیں جن کا نزول مسلمانوں کی تقویت و ہمت افزائی اور کفار کی مرعوبیت کا سبب ہوا۔ پھر کیا تھا مسلمانوں نے جو پلٹ کر حملہ کیا تو آناً فاناً میں مطلع صاف تھا۔ بالآخر کفار نے شکست کھائی بہت سے قتل وقید ہوئے اور ہزاروں قیدی بندھے ہوئے آپ کے سامنے کھڑے کئے گئے۔ مال غنیمت کے ڈھیر لگ گئے۔ چوبیس ہزار اونٹ اور چار ہزار اوقیہ چاندی (جو تقریباً چار من بنتی ہے) اور چالیس ہزار سے زائد بکریاں مال غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ (تفسیر معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ) اس طرح کافروں کو دنیا میں سزا دی گئی۔ بعد میں بہت سوں نے حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ سچی توبہ کی اور پکے مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان کے گرفتار بال بچوں کو رہا فرما دیا۔

تو ان آیات میں واقعہ حنین جتلا کر یہ بتلایا کہ کفار سے مقابلہ کے وقت فتح فقط اللہ کی مدد پر موقوف ہے۔ آدمی اور سامان کی کمی بیشی سے کچھ نہیں ہوتا۔ گو ہر کام کے لئے تدبیر اور کوشش ضروری ہے مگر بھروسہ فقط اللہ پر ہونا چاہئے۔

ان آیات کے تحت اور غزوۂ حنین کے واقعات کے ضمن میں جو بعض احکام و ہدایات مفسرین کرام نے تحریر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔

قوت وطاقت پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہئے

آیات مذکورہ میں سب سے پہلی ہدایت تو یہ دی گئی کہ مسلمانوں کو کسی وقت بھی اپنی جمعیت اور طاقت پر غرور نہ کرنا چاہئے۔ جس طرح کمزوری اور بے سامانی کے وقت ان کی نظر اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد پر رہتی ہے اسی طرح قوت و طاقت کے وقت بھی ان کا مکمل اعتماد صرف اللہ تعالیٰ کی امداد ہی پر ہونا چاہئے۔ غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی تعداد کثرت اور سامان حرب کے کافی ہونے کی وجہ سے

34

بعض صحابہ کرام کی زبان پر جو بڑا بول آ گیا تھا کہ آج تو کسی کی مجال نہیں جو ہم سے بازی لے جا سکے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی اس محبوب جماعت کی زبان سے ایسے کلمات پسند نہ آئے۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابتدائی حملہ کے وقت مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور بھاگنے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد سے یہ میدان فتح ہوا۔

دشمنوں کے ساتھ عدل وانصاف کا سبق

دوسری ہدایت اس واقعہ سے یہ حاصل ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین کے لئے مکہ کے مفتوح غیر مسلموں سے جو سامان جنگ زرہیں اور نیزے لئے تھے یہ ایسا موقع تھا کہ ان سے زبردستی بھی یہ چیزیں لی جا سکتی تھیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاریت کہہ کر لیا اور ان کی مستعار چیزیں جنگ کے بعد واپس کر دیں۔ اس واقعہ نے مسلمانوں کو دشمنوں کے ساتھ بھی پورے عدل وانصاف اور رحم وکرم کے معاملہ کا سبق دیا۔

رحمۃ اللعالمینی

تیسری ہدایت اس غزوۂ حنین سے یہ ملتی ہے کہ ہوازن کے شکست خوردہ لوگوں کے بار بار حملہ آور ہونے اور تیر برسانے کے جواب میں رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بددعاء کی بجائے ان کے لئے ہدایت کی دعاء مسلمانوں کو یہ سبق دے رہی ہے کہ مسلمانوں کی جنگ و جہاد کا مقصد صرف دشمن کو زیر کرنا نہیں بلکہ ان کو ہدایت پر لانا ہے۔ اس لئے اس کوشش سے کسی وقت غفلت نہ ہونی چاہئے۔

مایوس نہ ہوں

آخری آیت نے یہاں یہ ہدایت کر دی کہ جو کفار مقابلہ میں مغلوب ہو جائیں ان سے بھی مایوس نہ ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ ان کو پھر اسلام وایمان کی ہدایت دے دیں۔ جیسا کہ وفد ہوازن کے واقعۂ اسلام سے ثابت ہوا۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم ضعف کی حالت میں ہوں یا طاقت کی حالت میں ہر حال میں ہمارا اعتماد توکل اور بھروسہ آپ کی ذات عالی پر ہو۔

یا اللہ جس طرح آپ نے ابتدائے اسلام میں اہل ایمان کی مدد فرمائی اور کفر وشرک کے زور کو توڑا۔ یا اللہ اب بھی مسلمانوں کی مدد فرما دے اور جہاں جہاں اہل اسلام اور اہل کفر میں مقابلہ ومقاتلہ ہے یا اللہ اسلام کو غلبہ فتح ونصرت عطا فرما اور کفر کو ذلیل وخوار فرما۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ جس گناہ سے نعمت زائل ہو جائے' پردہ دری ہو جائے' مصیبت آ جائے' بیماری لگ جائے' درد ہو جائے یا وہ کل کو عذاب لائے ان گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ

يٰاَيُّهَا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اِنَّمَا	الْمُشْرِكُوْنَ	نَجَسٌ	فَلَا يَقْرَبُوا	الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ	بَعْدَ	عَامِهِمْ	هٰذَا
اے	جولوگ ایمان لائے	اسکے سوانہیں	مشرک	پلید	لہٰذا وہ قریب نہ جائیں	مسجد حرام	بعد	سال	اس

اے ایمان والو مشرک لوگ نرے ناپاک ہیں سو یہ لوگ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس نہ آنے پاویں

وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾

وَاِنْ	خِفْتُمْ	عَيْلَةً	فَسَوْفَ	يُغْنِيْكُمُ	اللّٰهُ	مِنْ	فَضْلِهٖٓ	اِنْ شَآءَ	اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ
اور اگر	تمہیں ڈر ہو	محتاجی	تو جلد	تمہیں غنی کر دیگا	اللہ	سے	اپنا فضل	اگر وہ چاہے	بیشک	اللہ	جاننے والا	حکمت والا

اور اگر تم مفلسی کا اندیشہ ہو تو خدا تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا محتاج نہ رکھے گا بیشک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے

اب مشرکین حرم کے پاس نہ آنے پائیں

اس آیت میں کفار کے نجس ہونے کی صراحت کے ساتھ ان کے لئے حدود حرم میں داخلہ کی ممانعت کا حکم دیا جاتا ہے اور مشرکین کی حدود حرم میں آمد و رفت بند کر دینے سے بعض مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ تجارت وغیرہ کو نقصان پہنچے گا۔ کیونکہ اہل مکہ کی گزران معاش تجارت پر تھی۔ دوسرے ملکوں سے مشرکین مکہ میں غلہ لاتے تھے۔ جب مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا کہ مشرکین کو حدود حرم میں داخل نہ ہونے دیا جائے تو مسلمانوں کو یہ خوف ہوا کہ تجارت کے بند ہو جانے سے ہم تنگدست ہو جائیں گے۔ اس لئے اس اندیشہ کو بھی دفع کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے اور اسی کو اپنا کفیل کارساز سمجھنے کی تلقین اور اسی سے اپنی امیدیں وابستہ رکھنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔

جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کا صدر مقام یعنی مکہ معظمہ رمضان ۸ ہجری میں فتح کرا دیا اور قبائل عرب جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تب ۹ ہجری میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک یا کافر مسجد حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک یعنی حدود حرم میں بھی نہ آنے پائے کیونکہ ان کے قلوب شرک اور کفر کی نجاست سے اس قدر پلید اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید و ایمان میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔

اس کے بعد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود و نصاریٰ سب کے نکال دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کے موافق حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا۔

تمہاری تجارت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے

اب حدود حرم میں مشرکین کی آمد و رفت بند کر دینے سے بعض مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ اس وجہ سے تجارت کو نقصان پہنچے گا اور جو سامان تجارت یہ لوگ لاتے تھے وہ نہیں آئے گا۔ اس لئے مسلمانوں کی حق تعالیٰ نے تسلی کر دی کہ تم اس سے مت گھبراؤ اور یہ نہ خیال کرو کہ اگر یہ نہ آئیں گے تو تجارت تباہ ہو جائے گی۔ تم کو غنیٰ عطا فرمانا یہ محض اس کی مشیت پر موقوف ہے وہ چاہے گا تو کچھ دیر نہ لگے گی۔ چنانچہ یہی ہوا خدا تعالیٰ نے جزیرۃ العرب کے علاوہ آس پاس کے ممالک والے سارے مسلمان کر دیئے۔ مختلف ممالک سے تجارتی سامان آنے لگا۔ بارشیں خوب ہوئیں جس سے پیداوار بڑھ گئی فتوحات و غنائم کے دروازے کھول دیئے۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے جزیہ کی رقم وصول ہونے لگی غرض مختلف طرح سے حق تعالیٰ نے اسباب غنا جمع کر دیئے۔

آیت کے اخیر میں اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ فرما کر یہ ظاہر فرما دیا کہ بیشک خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ لہٰذا تم بے چون و چرا اس

کے حکم کی تعمیل کرو اور دل میں کوئی اندیشہ نہ لاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان براءت حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے ذریعہ موسم حج میں ۹ ہجری میں کرایا ہے اس لئے ۹ ہجری سے ۱۰ ہجری تک مہلت کا سال ہے۔ ۱۰ ہجری کے بعد یہ قانون نافذ ہوا۔

مشرکین کے نجس ہونے کی وضاحت

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک آیت میں مشرکین کو مسجد حرام کے قریب جانے سے منع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ سال سے ان کو مشرکانہ طرز پر حج وعمرہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور دلیل یہ ہے کہ جس وقت موسم حج میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے ذریعہ اعلان براءت کر دیا گیا تو اس میں اعلان اسی کا تھا کہ لایحجن بعد العام مشرک جس میں ظاہر کر دیا گیا تھا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کر سکے گا۔ اس لئے اس آیت میں فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ کے معنیٰ بھی اس اعلان کے مطابق یہی ہیں کہ ان کو حج وعمرہ کی ممانعت کر دی گئی اور کسی ضرورت سے باجازت امیر المومنین داخل ہو سکتے ہیں۔ وفد ثقیف کا واقعہ اس کا شاہد ہے کہ فتح مکہ کے بعد جب ان کا ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ان کو مسجد میں ٹھہرایا۔ حالانکہ یہ لوگ اس وقت کافر تھے۔ صحابہ کرام نے عرض بھی کیا یا رسول اللہؐ یہ نجس قوم ہے تو آپ نے فرمایا کہ مسجد کی زمین پر ان لوگوں کی نجاست کا کوئی اثر نہیں پڑتا (جصاص)

ان روایات نے یہ بات بھی واضح کر دی کہ قرآن کریم میں مشرکین کو نجس کہنے سے ان کی نجاست کفر وشرک مراد ہے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مشرک مسجد کے پاس نہ جائے بجز اس کے کہ وہ کسی مسلمان کا غلام یا کنیز ہو تو بضرورت اس کو داخل کر سکتے ہیں۔ (قرطبی) یہ حدیث بھی اسی کی شاہد ہے کہ نجاست ظاہری کو سبب قرار دے کر مشرکین کو مسجد حرام سے نہیں روکا گیا ورنہ اس میں غلام اور باندی کی کوئی قید نہ تھی۔ بلکہ بنیاد اصل کفر وشرک اور ان کے غلبہ کا خطرہ ہے۔ غلام وکنیز میں یہ خطرہ نہیں ان کو اجازت دے دی گئی۔ اس کے علاوہ ظاہری نجاست کے اعتبار سے تو مسلمان بھی اس میں داخل ہیں کہ نجاست یا حدث اکبر کی حالت میں ان کے لئے بھی مسجد حرام کا داخلہ ممنوع ہے۔ نیز جمہور کی تفسیر کے مطابق مسجد حرام سے اس جگہ جب پورا حرم مراد ہے تو وہ بھی اسی کا مقتضیٰ ہے کہ یہ ممانعت ظاہری نجاست کی بنیاد پر نہیں بلکہ کفر وشرک کی نجاست کی بناء پر ہے اسی لئے صرف مسجد حرام میں ان کا داخلہ ممنوع نہیں کیا گیا بلکہ پورے حرم محترم میں ممنوع قرار دیا گیا۔ کیونکہ وہ اسلام کا ایک قلعہ ہے۔ اس میں کسی غیر مسلم کو رکھنا گوارا نہیں کیا جا سکتا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ نجاسات سے مساجد کی تطہیر بھی ایک مستقل مسئلہ ہے جو قرآن مجید اور احادیث سے ثابت ہے لیکن اس آیت کا تعلق اس مسئلہ سے نہیں بلکہ اسلام کے اس سیاسی حکم سے ہے جس کا اعلان سورۂ براءت کے شروع میں کیا گیا ہے کہ جتنے مشرکین مکہ میں موجود تھے ان سب سے حرم محترم کو خالی کرانا مقصود تھا لیکن بتقاضائے عدل وانصاف ورحم وکرم مکہ فتح ہوتے ہی سب کو یک قلم خارج کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ جن لوگوں سے کسی خاص میعاد کا معاہدہ تھا اور وہ لوگ اس معاہدہ پر قائم رہے تو ان کی میعاد معاہدہ پوری کر کے اور باقیوں کو کچھ کچھ مہلت دے کر سال بھر کے اندر اس تجویز کی تکمیل پیش نظر تھی۔ (معارف القرآن جلد نمبر ۴)

دعا کیجئے: یَا اللہُ جیسے آپ نے سرزمین عرب سے کفار ومشرکین کے زور اور طاقت کو ختم فرما کر اہل اسلام کو غلبۂ عزت اور شوکت عطا فرمائی۔

یَا اللہُ ان گناہوں کی بھی معافی چاہتا ہوں جن کی وجہ سے دعا کے قبول ہونے سے محروم ہو گیا روزی کی برکت اور خیر نہ رہی۔ ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

یَا اللہُ جن گناہوں کے سبب لاغری آتی ہے اور نقاہت چھا جاتی ہے بروز قیامت حسرت وندامت ہوگی ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ

اہل کتاب جو کہ نہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے

وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا

اور اسکے رسول نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں اُن سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر

الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿۲۹﴾

اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں۔

قَاتِلُوا تم لڑو	الَّذِينَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُونَ ایمان نہیں لائے	بِاللَّهِ اللہ پر	وَلَا اور نہ	بِالْيَوْمِ الْآخِرِ یوم آخرت پر
وَلَا يُحَرِّمُونَ اور نہ حرام جانتے ہیں	مَا حَرَّمَ جو حرام ٹھہرایا	اللَّهُ اللہ	وَرَسُولُهُ اور اس کا رسول	وَ اور لَا يَدِينُونَ نہ قبول کرتے ہیں	
دِينَ الْحَقِّ دین حق	مِنَ سے	الَّذِينَ وہ لوگ جو	أُوتُوا الْكِتَابَ کتاب دیئے گئے (اہل کتاب)	حَتَّىٰ یہاں تک	يُعْطُوا وہ دیں
الْجِزْيَةَ جزیہ	عَن سے	يَدٍ ہاتھ	وَهُمْ اور وہ	صَاغِرُونَ ذلیل ہو کر	

اہل کتاب سے جہاد و قتال کا حکم اور اس کا مقصد

گذشتہ آیات میں مشرکین سے متعلق بیان ہوا تھا۔ اب آگے اس آیت میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ سے قتال و جہاد کا بیان ہے۔ گویا غزوۂ تبوک کی تمہید ہے کہ جو اہل اسلام کو اہل کتاب کے مقابلہ میں پیش آیا تھا۔

یہاں آیت میں اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے متعلق چار باتیں بتلائی گئیں کہ جن کی وجہ سے ان سے جہاد و قتال کا حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ ذلت کے ساتھ جزیہ یعنی سالانہ ٹیکس ادا کریں اور مسلمانوں کی پرامن رعایا بن کر رہیں یا مسلمان ہو جائیں وہ چار باتیں اہل کتاب کی یہ بیان فرمائی گئیں۔

پہلی یہ کہ اہل کتاب کا اللہ پر ایمان نہیں۔ بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ اہل کتاب تو خدا کو مانتے تھے پھر ان کے ایمان باللہ کی نفی کیوں کی گئی؟ مفسرین نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ خدا پر ایمان رکھنے کے معنی یہ نہیں کہ آدمی بس اس بات کو مان لے کہ خدا ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی خدا کو الٰہ واحد اور رب واحد تسلیم کرے اور اس کی ذات اس کی صفات اور اس کے حقوق اور اس کے اختیارات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے لیکن نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہہ کر اور یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے کر اس کی خدائی میں شریک ٹھہرا لیا جیسا کہ اگلی آیات میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔ اس لئے یہود و نصاریٰ کا اقرار توحید لغو اور ایمان باللہ کا دعویٰ غلط ہو گیا ان کے ایمان کو ایمان باللہ نہیں کہا جا سکتا۔

دوسری بات یہ بتلائی گئی کہ روز آخرت پر ان کا ایمان نہیں۔ اہل کتاب اگرچہ روز قیامت کو ماننے کے مدعی ہیں مگر در حقیقت وہ حقیقی قیامت کے قائل نہیں۔ ان کی قیامت بھی نرالی ہے کہ نہ ان سے حساب کتاب ہو گا نہ ان پر عذاب بس کھڑے جنت میں پہنچ جائیں گے۔ کیونکہ یہود کہتے تھے کہ ہم خدا کے چہیتے ہیں اور نبیوں کی اولاد ہیں ہمیں عذاب نہ ہو گا اور ہمارے سوا اور کوئی جنت میں نہ جائے گا۔ نصاریٰ کہتے تھے کہ حضرت یسوع مسیح دنیا میں سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ دے گئے اب نجات آخرت محض ہمارے لئے ہے اور جنت میں ہمارے سوا اور کوئی نہ جائے گا۔ تیسری بات یہ بتائی کہ اللہ اور اس کے رسول نے جن چیزوں کو حرام کر دیا اس کو حرام نہیں سمجھتے یعنی بہت سی چیزیں جن کو توراۃ و انجیل نے حرام قرار دیا تھا یہ اس کی حرمت کے بھی قائل نہیں جیسے سور اور بہت سی کھانے پینے کی چیزیں جو توراۃ اور انجیل میں حرام قرار دی گئی تھیں انہوں نے ان کو حرام نہ سمجھا اور ان میں مبتلا ہو گئے۔

چوتھی بات یہ بتلائی کہ دین حق کو اپنا دین نہیں بناتے یعنی اسلام کو حق نہیں جانتے اور اپنے اپنے مذہب کو نا قابل منسوخی خیال کرتے ہیں۔ تو یہ چار باتیں ہیں جن کی بناء پر ان یہود ونصاریٰ سے بھی مجاہدانہ قتال کا حکم دیا گیا حتیٰ کہ وہ ذلت کے ساتھ ماتحت ہو کر جزیہ ادا کرنے لگیں۔ اب قرآن اور دین اسلام جو چاہتا ہے وہ تو یہ ہے کہ دین حق کے متبعین صاحب اقتدار، حاکم اور صاحب امر بن کر رہیں اور یہود ونصاریٰ ان کے ماتحت۔ تابع اور مطیع بن کر اسلامی حکومت میں رہیں اور سالانہ مقررہ جزیہ اسلامی حکومت کو ادا کریں۔ گویا اسلام کو غلبہ شوکت وعزت کے ساتھ دنیا میں سر بلند رہنا نصیب ہو اور باطل ادیان والے ان کے ماتحت اور ان کے زیر اثر ہو کر رہیں۔ مگر آج قرآن کو چھوڑنے کا نتیجہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہود ونصاریٰ اور بے دین کفار ومشرکین تو دنیا کے مالک بنے ہوئے ہیں اور مسلمان ان کے تابع اور مطیع۔ اناللہ و انا الیہ راجعون.

جزیہ کے معنیٰ ومفہوم اور مقصد

جزیہ کے لفظی معنیٰ بدلہ اور جزا کے ہیں۔ اصطلاح شرع میں اس سے مراد وہ رقم ہے جو کفار سے قتل کے بدلہ میں لی جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کفر وشرک اللہ اور رسول کی بغاوت ہے۔ جس کی اصلی سزا قتل ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ان کی سزا میں یہ تخفیف کر دی کہ اگر وہ اسلامی حکومت کی رعیت بن کر عام اسلامی قانون کے ماتحت رہنا منظور کریں تو ان سے ایک معمولی رقم جزیہ کی لے کر چھوڑ دیا جائے اور اسلامی ملک کا باشندہ ہونے کی حیثیت سے ان کی جان ومال عزت وآبرو کی حفاظت اسلامی حکومت کے ذمہ ہو گی۔ ان کی مذہبی رسوم میں کوئی مزاحمت نہ کی جائے۔ اسی رقم کو جزیہ کہا جاتا ہے۔

جزیہ کی مقدار

جزیہ کا تعین اگر باہمی مصالحت اور رضامندی سے ہو تو شرعاً اس کی کوئی حد مقرر نہیں۔ جتنی مقدار اور جس چیز پر باہمی معاہدہ صلح کا ہو جائے وہی ان سے لیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمایا کہ ان کی پوری جماعت سے سالانہ دو ہزار حلے دینے پر معاہدہ ہو گیا۔ حلہ دو کپڑوں کے جوڑے کو کہتے ہیں۔ ایک تہ بند ایک چادر۔ ہر حلہ کی قیمت کا اندازہ بھی یہ طے کر دیا گیا تھا کہ ایک اوقیہ چاندی کی قیمت کا ہو گا۔ اوقیہ ۴۰ درہم یعنی ہمارے وزن کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے گیارہ تولہ چاندی ہوتی ہے۔ اسی طرح نصاریٰ بنی تغلب سے حضرت فاروق اعظمؓ کا اس پر معاہدہ ہوا کہ ان کا جزیہ اسلامی زکوٰۃ کے حساب سے وصول کیا جائے مگر زکوٰۃ سے دوگنا۔ اور اگر مسلمانوں نے کسی ملک کو جنگ کے ذریعہ فتح کیا پھر وہاں کے باشندوں کی جائیدادوں کو انہی کی ملکیت پر برقرار رکھا اور وہ رعیت بن کر رہنے پر رضامند ہو گئے تو ان کے جزیہ کی مقرر شرح یہ ہو گی جو حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں نافذ فرمائی کہ سرمایہ دار سے چار درہم ماہانہ اور متوسط حال سے اس کا نصف صرف دو درہم ماہانہ اور غریب سے جو تندرست اور محنت مزدوری یا صنعت وتجارت وغیرہ کے ذریعہ کماتا ہے اس سے اس کا بھی آدھا صرف ایک درہم ماہوار یعنی ساڑھے تین ماشہ چاندی یا اس کی قیمت لی جائے اور جو بالکل مفلس یا اپاہج یا معذور ہیں ان سے کچھ نہ لیا جائے۔ اسی طرح عورتوں، بچوں اور بوڑھوں سے اور ان کے تارک الدنیا مذہبی پیشواؤں سے کچھ نہ لیا جائے۔

اتنی قلیل مقدار لینے کے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات یہ تھیں کہ کسی شخص پر اس کی طاقت سے زیادہ بار نہ ڈالا جائے اور جو شخص کسی غیر مسلم باشندہ پر ظلم کرے گا تو میں قیامت کے روز ظالم کے مقابلہ میں اس غیر مسلم کی حمایت کروں گا۔ (معارف القرآن جلد چہارم)

دعا کیجئے: یَا اللّٰہُ اسلام اور مسلمانوں کو پھر پہلا سا غلبہ اور عظمت وشوکت عطا فرما۔ اور اہل اسلام کو سچا جذبہ جہاد عطا فرما۔

یَا اللّٰہُ ایسا بھی ہوا کہ گناہ کر کے میں نے آپ سے حسن ظن رکھا کہ آپ عذاب نہ دیں گے آپ معاف کر دیں گے اس وقت میرے نفس نے یہی پٹی پڑھائی کہ اللہ کا کرم ورحمت تو بہت وسیع ہے اور آپ پردہ ڈالتے رہے بس میں سمجھا کہ جب وہ پردہ پوشی فرما رہے ہیں تو عذاب بھی نہ دیں گے۔ بس اسی خیال میں آ کر بہت سے گناہ کر لئے اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۖ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ

اور یہود نے کہا کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح خدا کے بیٹے ہیں یہ اُن کا قول ہے ان کے منہ سے کہنے کا

بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾

یہ بھی ان لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر ہو چکے ہیں خدا ان کو غارت کرے یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔

اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا

انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور مشائخ کو رب بنا رکھا ہے اور مسیح بن مریم کو بھی حالانکہ ان کو

أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا وَاحِدًا ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾

صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں وہ انکے شرک سے پاک ہے۔

وَقَالَتِ اور کہا	الْيَهُودُ یہود	عُزَيْرٌ عزیر	ابْنُ اللَّهِ اللہ کا بیٹا	وَقَالَتِ اور کہا	النَّصَارَى نصاریٰ	الْمَسِيحُ مسیح	ابْنُ اللَّهِ اللہ کا بیٹا	ذَٰلِكَ یہ
قَوْلُهُمْ انکی باتیں	بِأَفْوَاهِهِمْ اُن کے منہ کی	يُضَاهِئُونَ وہ ریس کرتے ہیں	قَوْلَ بات	الَّذِينَ+كَفَرُوا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)				
مِنْ قَبْلُ پہلے	قَاتَلَهُمُ ہلاک کرے انہیں	اللَّهُ اللہ	أَنَّىٰ کہاں	يُؤْفَكُونَ بہکے جاتے ہیں وہ	اتَّخَذُوا انہوں نے بنالیا	أَحْبَارَهُمْ اپنے احبار (علماء)		
وَرُهْبَانَهُمْ اور اپنے راہب درویش	أَرْبَابًا رب (جمع)	مِنْ سے	دُونِ اللَّهِ اللہ کے سوا	وَالْمَسِيحَ اور مسیح	ابْنَ مَرْيَمَ ابن مریم	وَمَا اور نہیں		
أُمِرُوا انہیں حکم دیا گیا	إِلَّا مگر	لِيَعْبُدُوا یہ کہ وہ عبادت کریں	إِلَٰهًا وَاحِدًا معبود واحد	لَا نہیں	إِلَٰهَ کوئی معبود	إِلَّا هُوَ اس کے سوا	سُبْحَانَهُ وہ پاک ہے	
عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُونَ وہ شرک کرتے ہیں							

یہودیوں کا باطل عقیدہ

ان آیات میں یہود و نصاریٰ کی حالت الگ الگ بیان کی گئی ہے۔ پہلے یہود کے متعلق بتلایا گیا کہ انہوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) خدا کا بیٹا بتایا تھا۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے ہیں لیکن یہ عقیدہ عام یہود کا نہ تھا اور زمانہ مابعد میں تو بعض علماء نے لکھا ہے کہ اب کوئی یہودی اس عقیدہ کا نہیں رہا۔ حضرت عزیرؑ جن کو یہودی اپنے دین کا مجدد مانتے ہیں ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۴۵۰ سال قبل کے لگ بھگ بتایا جاتا ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ

یہود کو حضرت عزیرؑ کے متعلق جو یہ وہم ہوا اس کا قصہ تفسیر ابن کثیر میں اس طرح لکھا ہے کہ جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے تو ان کے علمائے تورات کو قتل کر دیا اور ان کے رؤسا کو قید کر لیا اور توراۃ کے نسخے چن چن کر ختم کر ڈالے۔ عزیر علیہ السلام علم کے اٹھ جانے سے اور علماء کے قتل ہو جانے سے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے آپ جنگلوں میں نکل گئے اور مدتوں روتے پھرے یہاں تک کہ پلکیں بھی جھڑ گئیں۔ ایک دن اسی طرح روتے ہوئے جا رہے تھے کہ اتفاقاً کسی قبر پر کوئی بڑھیا عورت بیٹھی اور واویلا کرتی دکھائی دی جو کہہ رہی تھی کہ ہائے میرے کھانے کا کیا ہوگا؟ میرے کپڑوں کا کیا ہوگا؟ حضرت عزیرؑ اس کے پاس ٹھہرے اور اس عورت سے پوچھا کہ پہلے تجھے کون کھلاتا اور پہناتا تھا؟ اس پر اس عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو اب بھی زندہ اور باقی

ہے۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا کہ آپ یہ تو بتلائیں کہ بنی اسرائیل کو پہلے علم و کتاب دینے والا کون تھا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ اس پر اس عورت نے کہا کہ پھر آپ یہ رونا دھونا لے کر کیوں بیٹھے ہیں؟ حضرت عزیرؑ اس پر متنبہ ہوئے کہ یہ جناب باری تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ ہے چنانچہ حکم الٰہی ہوا کہ فلاں چشمہ پر جاؤ وہاں ایک بوڑھا ملے گا وہ جو کچھ تمہیں کھلائیں کھالو۔ چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ نہا کر نماز ادا کی۔ دیکھا کہ ایک شخص ہیں کہہ رہے ہیں کہ منہ کھولو۔ تو آپ نے منہ کھول دیا۔ انہوں نے کوئی چیز آپ کے منہ میں ڈالی۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور توریت آپ کو حفظ ہو گئی۔ آپ بنی اسرائیل میں واپس آئے اور ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس توریت لایا ہوں اور توراۃ حفظ سنائی۔ پھر پہاڑوں اور غاروں میں توراۃ کے بعض نسخے جو چھپا دیئے تھے وہ لوگ نکال کر لائے اور ان سے مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا۔ اب بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ حضرت عزیر اللہ کے بیٹے ہیں۔

عیسائیوں کا غلط عقیدہ

رہے نصاریٰ تو ان کے عقیدہ کی بنیاد کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہیں وہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ شیر خوارگی کی حالت میں کلام کیا اور والدہ کی عصمت کی گواہی دی۔ پھر مردوں کو بحکم خداوندی زندہ کیا۔ پرندوں میں روح پھونکی۔ بیماروں کو یکدم تندرست کیا اور خود شادی بھی نہیں کی۔ اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بار بار اللہ تعالیٰ کو اب یعنی باپ کا لفظ کہہ کر خطاب کیا اور مختلف دعاؤں میں یہ لفظ بولا اگرچہ آپ کا مقصود صرف محاورہ تھا۔ بغرض تعظیم الٰہی مگر عیسائی آپ کو عام طور پر خدا کا بیٹا کہنے لگے۔

یہود و نصاریٰ کی گمراہی

پس ان دونوں گروہ کی غلط بیانی بتلائی جاتی ہے کہ یہ صرف ان کی زبانی باتیں ہیں۔ جو محض بے دلیل ہیں۔ جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر و ضلالت میں تھے ان ہی کی تقلید میں انہوں نے یہ عقیدہ اختیار کیا ہے۔ خدا انہیں غارت کرے توحید کی صاف اور تیز روشنی پہنچنے کے بعد یہ کدھر اندھیرے میں چلے جا رہے ہیں۔ ان کے پیشوا اور مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے کہہ دیتے ہیں خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیں بس اسی کو سند سمجھ لیتے ہیں۔ کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا۔ بس اپنے بڑوں کے احکام پر چلتے تھے اور ان کا یہ حال تھا کہ تھوڑا سا مال یا جاہ کا فائدہ دیکھا اور حکم شریعت کو بدل ڈالا جیسا کہ دو آیتوں کے بعد مذکور ہے۔ پس جو منصب خدا کا تھا یعنی حلال و حرام کی تشریع وہ انہوں نے اپنے پیشوا و مشائخ کو دے دیا تھا۔ اسی لحاظ سے آیت میں فرمایا کہ انہوں نے اپنے پیشوا عالموں اور درویشوں کو خدا ٹھہرا لیا۔

عدی بن حاتم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں

حدیث میں آیا ہے کہ عدی بن حاتم کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلے۔ جاہلیت ہی میں یہ نصرانی بن گئے تھے۔ ان کی بہن اور قبیلہ کی ایک جماعت قید ہو گئی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاتم کی سخاوت کے باعث بطور احسان ان کی بہن کو آزاد کر دیا اور کچھ رقم بھی دی۔ یہ سیدھی اپنے بھائی عدی کے پاس گئیں اور انہیں اسلام کی رغبت دلائی اور سمجھایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے جاؤ چنانچہ یہ مدینہ طیبہ آئے۔ اپنی قوم طے کے سردار تھے اور ان کے باپ حاتم طائی کی سخاوت تمام عرب میں مشہور تھی۔ جب عدی بن حاتم مدینہ آئے تو لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی۔ آپ خود ان کے پاس تشریف لائے اس وقت عدی کی گردن میں چاندی کی صلیب لٹک رہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اسی آیت اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ کی تلاوت ہو رہی تھی یعنی یہود و نصاریٰ نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء و مشائخ کو اپنا رب بنا رکھا ہے۔ تو عدی نے کہا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویش کو کہاں اپنا رب بنا رکھا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں سنو! ان کے کئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے

علماء اور درویش حلال بتلادیں اسے حلال سمجھنے لگے یہی ان کی عبادت تھی۔ پھر آپ نے فرمایا عدی کیا تم اس سے منکر ہو کہ اللہ سب سے بڑا ہے؟ کیا تمہارے خیال میں خدا سے بڑا اور کوئی ہے؟ کیا تم اس سے انکار کرتے ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟ پھر آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے مان لی اور خدا کی توحید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمانے لگے یہود پر غضب خدا اترا ہے اور نصرانی گمراہ ہوگئے ہیں۔

اہل کتاب کا جھوٹا دعویٰ ایمان

یہاں آیت میں دو الزام یہود و نصاریٰ پر یعنی کسی کو خدا کا بیٹا قرار دینا (نعوذ باللہ) اور کسی کو شریعت سازی کا حق دے دینا کہ اپنی طرف سے حلال حرام جائز و ناجائز کے حدود بنالے اس بات کے الزام میں پیش کیے گئے ہیں کہ یہ لوگ ایمان باللہ کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ خدا کی ہستی کو چاہے یہ مانتے ہوں مگر ان کا تصور خدا کی ذات و صفات کا اس قدر غلط ہے کہ اس وجہ سے ان کا خدا کو ماننا نہ ماننے کے برابر ہوگیا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ بیشک آپ کی ذات پاک ہر طرح کے شرک سے پاک ہے۔ آپ ہی معبود حقیقی ہیں۔ آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

یا اللہ! جب ہمیں آپ نے اسلام کی دولت عطا فرمائی ہے تو توحید کی حقیقت بھی نصیب فرمائیے اور ہر طرح کے شرک خفی وجلی سے ہماری اور تمام اہل اسلام کی حفاظت فرمائیے۔ آمین

یَا اللّٰہُ جس گناہ کی وجہ سے نیکی زائل ہوگئی' گناہ پر گناہ بڑھے' تکالیف اتریں اور تیرے غضب کا باعث ہوں ان سب گناہوں کو معاف فرمادے۔

گناہ تو صرف آپ ہی معاف کرسکتے ہیں۔ آپ نے بہت سے گناہ اپنے علم میں چھپا لئے ہیں آپ ان کو معاف کردیجئے۔

میں نے تیری مخلوق پر کسی قسم کا ظلم کیا یا تیرے دوستوں کے خلاف چلا۔ تیرے دشمنوں کی امداد کی ہو' اہل اطاعت کے مخالف' اہل معصیت سے جاملا ہوں' ان کا ساتھ دیا ہو' الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ

وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں حالانکہ اللہ تعالیٰ بدوں اس کے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچادے مانے گا نہیں گو کافر لوگ

الْكَافِرُونَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ

کیسے ہی ناخوش ہوں۔ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں

كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾

پر غالب کردے گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

يُرِيدُونَ وہ چاہتے ہیں	أَنْ کہ وہ	يُطْفِئُوا وہ بجھادیں	نُورَ اللَّهِ اللہ کا نور	بِأَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ سے (جمع)	وَيَأْبَى اللَّهُ اور نہ رہیگا اللہ	إِلَّا مگر	أَنْ یہ کہ
يُتِمَّ پورا کرے	نُورَهُ اپنا نور	وَلَوْ خواہ	كَرِهَ پسند نہ کریں	الْكَافِرُونَ کافر (جمع)	هُوَ وہ الَّذِي وہ جس نے	أَرْسَلَ بھیجا	رَسُولَهُ اپنا رسول / بِالْهُدَىٰ ہدایت کیساتھ
وَ اور	دِينِ الْحَقِّ دین حق	لِيُظْهِرَهُ تاکہ اسے غلبہ دے	عَلَى پر	الدِّينِ دین	كُلِّهِ تمام۔ ہر	وَلَوْ خواہ	كَرِهَ پسند نہ کریں / الْمُشْرِكُونَ مشرک

اہل کتاب گمراہی پھیلانا چاہتے ہیں

ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ ان یہود و نصاریٰ میں جن کو یہاں ان کے عقائد کی وجہ سے کافر و مشرک کہا گیا ہے فقط یہی خرابی نہیں کہ خود تاریکی میں ہیں بلکہ اللہ کے آفتاب ہدایت کے چراغ کو اپنی پھونکوں سے بجھانا اور دوسروں کو بھی تاریکی میں رکھنا چاہتے ہیں۔ خود گمراہ ہیں دوسروں کو بھی گمراہ رکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ نے ان کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کے لئے جو قرآن نازل کیا اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور آپ نے ان کو دعوت اسلام و ایمان دی تو اس سے یہ سرتابی کرتے ہیں بلکہ جھوٹ' بہتان اور افتراء باندھتے ہیں اور طرح طرح کی لغو باتیں کرتے ہیں تاکہ دین حق نہ پھیلے۔ مسلمانوں کو غلبہ و شوکت نہ نصیب ہو مگر ان کافروں اور مشرکوں یعنی یہود و نصاریٰ کے عزائم سے کیا ہوتا ہے۔ اللہ تو اپنے دین کی روشنی اطراف عالم میں پوری طرح پھیلا کر رہے گا۔

اسلام غالب ہو کر رہا

شان اسلام مشرق و مغرب میں جلوہ گر ہوگی خواہ ان کافروں کو کتنا ہی بینا گوار ہو۔ دین اسلام غالب آ کر رہے گا۔ اللہ نے اپنے رسول کو عقائد و اعمال کی اصلاح کے اصول و قواعد دے کر بھیجا ہی اس لئے ہے کہ اسلام کو ہر دین پر غالب کردے خواہ یہ مشرک یہود و نصاریٰ کتنا ہی برا مانیں۔

غلبۂ اسلام کی پیشین گوئی

یہاں حق تعالیٰ نے یہ خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ عطا کیا جائے اور یہی مضمون سورۃ الفتح میں اور سورۃ الصف میں بھی ذکر فرمایا گیا ہے۔ اب تحقیق طلب امر یہ ہے کہ ظہور اور غلبہ سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق حضرت کاندھلویؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ غلبہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک دلیل و برہان کے اعتبار سے یعنی دین اسلام باعتبار دلیل اور برہان کے تمام دینوں پر غالب ہو۔ مطلب یہ کہ دین اسلام کی حقانیت پر ایسے براہین اور دلائل قائم کئے جائیں جس سے دین اسلام کا حق ہونا اور دوسرے دینوں کا باطل ہونا واضح ہو جائے اور غلبہ کی دوسری قسم یہ ہے کہ وہ باعتبار تیغ و سنان کے ہو یعنی دین حق کی شوکت اور سطوت کے سامنے دوسرے دین سرنگوں ہو جائیں اور اسلام ہی کی حکومت ہو اور اسی کا قانون ہو۔ ہم کہتے ہیں کہ آیت میں ظہور اور غلبہ سے دونوں قسم کا غلبہ

مراد ہے۔ دلیل و برہان کے اعتبار سے غلبہ تو اسلام کو ابتداء ہی سے حاصل تھا اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا البتہ دوسری قسم کا غلبہ اسلام کو بتدریج حاصل ہوا۔ مکہ مکرمہ میں دین اسلام باعتبار قوت و شوکت کے ابتداءً کمزور تھا۔ ہجرت اور جہاد کے بعد بتدریج رفتہ رفتہ اسلام کی قوت و شوکت میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ فتح مکہ سے حجاز اور نجد اور یمن کے تمام علاقہ پر اسلام کی حکومت قائم ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت میں روئے زمین پر دو عظیم سلطنتیں تھیں۔ ایک ایران کی دوسرے روم کی۔ ان دونوں بادشاہوں کی سطوت و جبروت نے تمام دنیا کو گھیر رکھا تھا اور دوسرے مذاہب ان کی قوت کے سامنے مضمحل ہو رہے تھے۔ کسریٰ شاہ ایران مجوسی تھا اور قیصر روم عیسائی تھا۔ دنیا میں عیسائیت اور مجوسیت یہی دو مذاہب سب سے طاقتور تھے۔ جن کو کسریٰ اور قیصر کی سرپرستی حاصل تھی اور انہی کا دین تمام ادیان پر غالب تھا اور دیگر ادیان بمصداق الناس علیٰ دین ملو کھم مغلوب تھے۔ ملک عرب میں بت پرستی کا زور تھا اور کچھ قدرے قلیل عیسائی اور یہود بھی تھے۔ ان حالات میں یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ بشارت دی گئی کہ دین اسلام تمام دینوں پر غالب ہو کر رہے گا۔

غلبۂ دین کی مرحلہ وار تکمیل

اب ظاہر ہے کہ اس غلبہ کی صورت سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ روم اور ایران کی سلطنتیں درہم برہم ہو جائیں اور ان کی جگہ اسلام کی پرشوکت حکومت قائم ہو جائے کہ حکم اور قانون اسلام کا چلے۔ غلبۂ دین کی اس پیشین گوئی کے ظہور کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے ہوا کہ حجاز اور نجد اور یمن میں اسلام کو قوت و شوکت حاصل ہوئی اور دین اسلام کو بت پرستوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ یہ غلبہ دین کی ایک منزل طے ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم دنیا سے تشریف لے گئے اور وعدہ کی تکمیل آپ کے خلفائے ثلثہ کے ہاتھوں ہوئی اور انہیں کے زمانہ میں دنیا کی سب سے بڑی دو سلطنتیں روم اور ایران زیر و زبر ہوئیں اور ان دونوں سلطنتوں پر اسلام کا فاتحانہ قبضہ ہوا۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب سلطنت قیصر مغلوب ہوئی تو گویا تمام ولایات فرنگ مغلوب ہو گئیں اس لئے کہ ولایات فرنگستان یعنی ریاست ہائے انگلستان سب قیصر روم کے ماتحت تھیں۔ اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں سلطنت کسریٰ کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ ۳۰ ہجری میں کسریٰ مارا گیا اور مغرب کی جانب میں اسلامی سلطنت کی حدود اندلس اور قیروان اور بحر محیط تک پہنچی اور مشرق میں بلاد چین تک پہنچی اور مشارق و مغارب سے مدینہ میں خراج آنے لگا اس طرح اللہ نے اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کیا اور اپنا وعدہ پورا فرمایا۔ (معارف القرآن جلد پنجم)

پیروان اسلام میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے

الغرض ان آیات میں اشاعت اور غلبۂ اسلام کی ایک زبردست پیشین گوئی فرمائی گئی اور اس کی صداقت پر امت مسلمہ کی تاریخ گواہ ہے۔ یہود و نصاریٰ و مشرکین غرض ہر مخالف و معاند مکر و حیلۂ زور و جبر کے ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی بیخ کنی میں لگا رہا اور لگا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اسلام ہے کہ پھیلتا ہی جاتا ہے اور پیروان اسلام کی تعداد میں اضافہ روز افزوں ہے یہاں تک کہ مسیحی مشنریوں نے بھی اعتراف کیا کہ بے دریغ روپیہ خرچ کرنے اور نہایت درجہ مستحکم نظام کے باوجود مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کے مشن افریقہ وغیرہ میں ناکام ہو رہے ہیں۔

ادیان باطلہ کا نیست و نابود ہونا

ان آیات کی تشریح میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اسلام کا غلبہ باقی اور ادیان پر معقولیت اور حجت و دلیل کے اعتبار سے تو ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔ باقی حکومت و سلطنت کے اعتبار سے وہ اس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصول اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہوں گے اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کر کے بالکل صفحہ ہستی سے محو کر دے یہ نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قرب قیامت میں ہوگا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ دشمنانِ دین، مشرکین، کفار، یہود و نصاریٰ سب ہی تیرے نورِ دین اسلام اور مسلمین کے بدخواہ اور درپے آزار رہے ہیں اور اب بھی ہیں مگر اے اللہ آپ نے اپنی قدرت و حکمت سے اپنی نصرت و تائید سے اسلام کو چمکایا اور غالب فرمایا اور کفر و شرک کو مٹایا اور مغلوب کیا۔ اب بھی آپ اپنی قدرت سے اور اپنی تائید و نصرت سے اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ و شوکت عطا فرمائیں۔ دینِ حق کو فتح یابی اور کامرانی نصیب فرمائیں۔ آمین

یَا اللّٰہُ جن گناہوں کے باعث ذلت و خواری میں آ گیا ہوں یا تیری رحمت ہی سے ناامید ہو گیا ہوں یا طاعت کی طرف آنے سے گریز کرتا رہا، اپنے گناہ کو بڑا سمجھ کر ناامیدی پیدا کر لی ہوا سے معاف فرما دیجئے۔

بعض گناہ ایسے بھی کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ یہ گناہ کی بات ہے اور آپ میرے حال کو جانتے ہیں لیکن گناہ کو ہلکا خیال کیا اور تیری پکڑ کا خیال نہ کیا۔ اپنی رو میں کر گزرا، الٰہی! ان کو بھی معاف فرما دیجئے۔

دن کی روشنی میں تیرے بندوں سے چھپ کر گناہ کیا اور رات کے اندھیرے میں تیرا حکم توڑا یہ صرف میری نادانی ہی تھی کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کے نزدیک ہر پوشیدہ ظاہر ہے۔ آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں آپ کے یہاں سوائے آپ کی رحمت کے نہ مال کام آئے گا نہ اولاد کام آئے گی۔ اے اللہ! مجھے قلبِ سلیم عطا فرما اور مجھے معاف فرما۔

ان گناہوں سے جن کی وجہ سے تیرے بندوں میں ناپسندیدہ ہو جاؤں اور تیرے دوست نفرت کرنے لگیں اور تیرے اہلِ طاعت کو وحشت ہونے لگے ایسے گناہوں کا ارتکاب کر لیا ہو تو آپ معاف فرما دیجئے اور ان حالات سے پناہ میں رکھیئے۔

جو گناہ کفر تک پہنچائے، تنگی اور محتاجی لائے تنگی و سختی کا سبب ہو جائے، خیر سے دور کر دے، پردہ دری کا سبب بن جائے، فراخی کو روک لے اگر کر لئے ہوں تو معاف فرما ورنہ محفوظ رکھ یا اللہ العالمین!۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ

اے ایمان والو اکثر احبار اور رُہبان لوگوں کے مال ناشروع طریقے سے کھاتے ہیں

بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ

اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کر رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں

وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ

خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جاوے گا

نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ

پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر کر کے رکھا تھا

فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْٓا ایمان لائے	اِنَّ بیشک	كَثِيْرًا بہت	مِّنَ سے	الْاَحْبَارِ علماء	وَالرُّهْبَانِ اور راہب (درویش)
لَيَاْكُلُوْنَ کھاتے ہیں	اَمْوَالَ مال (جمع)	النَّاسِ لوگ (جمع)	بِالْبَاطِلِ ناحق طور پر	وَيَصُدُّوْنَ اور روکتے ہیں	عَنْ سے	سَبِيْلِ راستہ	اللّٰهِ اللہ
وَ اور	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَكْنِزُوْنَ جمع کر کے رکھتے ہیں	الذَّهَبَ سونا	وَالْفِضَّةَ اور چاندی	وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا اور وہ اسے خرچ نہیں کرتے	فِيْ میں	
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	فَبَشِّرْهُمْ سو انہیں خوشخبری دو	بِعَذَابٍ عذاب	اَلِيْمٍ دردناک	يَّوْمَ جس دن	يُحْمٰى دہکائیں گے	عَلَيْهَا اس پر	فِيْ میں
نَارِ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	فَتُكْوٰى بِهَا پھر داغا جائیگا اس سے	جِبَاهُهُمْ ان کی پیشانی (جمع)	وَ اور	جُنُوْبُهُمْ انکے پہلو (جمع)	وَظُهُوْرُهُمْ اور انکی پیٹھ		
هٰذَا یہ ہے	مَا جو	كَنَزْتُمْ تم نے جمع کر کے رکھا	لِاَنْفُسِكُمْ اپنے لئے	فَذُوْقُوْا پس مزہ چکھو	مَا جو	كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ تم جمع کر کے رکھتے تھے	

اہل کتاب کے اہل علم و اہل عبادت کا کردار

یہود و نصاریٰ کا ذکر گذشتہ آیات سے ہوتا چلا آ رہا ہے۔ یہود کے علماء کو احبار اور نصاریٰ کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔

اب ان احبار اور رہبان کی بعض حالتیں جن سے عوام میں گمراہی پھیلتی تھی بیان کی جاتی ہیں کہ ان کی بھی حالت عجیب ہے کہ بظاہر مذہبی پیشوا' درویش' تارک الدنیا بنے بیٹھے ہیں مگر باطن میں عجب خباثت بھری ہے۔ ان میں سے اکثر کی یہ حالت ہے کہ طرح طرح سے لوگوں کا مال مارتے اور اس کو جمع کرتے ہیں۔ تحفہ اور نذرانہ کے بہانہ سے لوگوں سے رشوتیں لیتے ہیں اور روپیہ لے کر کتاب الٰہی اور احکام میں تحریف کرتے ہیں احکام و اخبار شرعیۃ کو بدل ڈالتے ہیں۔ ادھر عوام الناس نے انہیں جیسا گذشتہ درس میں بیان ہوا خدا کا مرتبہ دے رکھا ہے۔ جو کچھ غلط سلط کہہ دیں وہ ہی ان کے نزدیک حجت ہے۔ اس طرح یہ احبار و رہبان نذرانے وصول کرنے اور اپنی سیادت و ریاست قائم رکھنے کے لئے عوام کو مکر و فریب کے جال میں پھنسا کر راہ حق یعنی دین اسلام سے روکتے رہتے ہیں کیونکہ عوام اگر ان کے جال سے نکل جائیں اور دین حق اختیار کر لیں تو ان کی ساری

آمدنی بند ہوجائے یہ حال مسلمانوں کو خطاب کر کے سنایا جارہا ہے تاکہ متنبہ ہوجائیں کہ امتوں کی خرابی وتباہی کا بڑا اسبب تین جماعتوں کا خراب اور بے راہ ہونا اور اپنے فرائض کو چھوڑ دینا ہے۔

زکوٰۃ نہ دینے والے مالداروں کا انجام

علماء ومشائخ اور اغنیاء یعنی مالدار لوگ۔ ان میں سے دو کا تو ذکر ہو چکا یعنی احبار اور رہبان کا۔ تیسری جماعت یعنی اغنیاء اور مالدار لوگوں کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو۔ مگر خدا کے راستہ میں خرچ نہ کریں مثلاً زکوٰۃ نہ دیں حقوق واجبہ نہ نکالیں جہاد کے موقع پر مجاہدین اور سامان جہاد پر خرچ نہ کریں۔ تو ان کی یہ سزا ہے کہ ان کے سونے چاندی کو اول دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس تپائے ہوئے سونے چاندی سے ان کے بدن کو تپایا جائے گا۔ بخیل دولتمند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ زیادہ کہو تو اعراض کر کے ادھر سے پہلو بدل لیتا ہے۔ اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اس لئے سونا چاندی تپا کر ان ہی تین موقعوں یعنی پیشانی پہلو پیٹھ پر داغ دیئے جائیں گے تاکہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔ اور داغ دیتے وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی خزانہ تو ہے جو تم نے اپنے نفع کے لئے جمع کر رکھا تھا اور خدا کا حق ادا نہ کرنے کی وجہ سے آج تمہارے لئے باعث عذاب بنا۔

مسلمانوں کے لئے عبرت وتنبیہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا مضمون مومنین کو خطاب کر کے اس لئے بتایا کہ یہ متنبہ ہوں اور ایسے کام نہ کریں اور ایسے علماء ومشائخ سے پرہیز کریں جو دنیا کی حرص وطمع میں گرفتار ہیں۔ یہاں سونا چاندی کے جمع کرنے اور اس کو راہ خدا میں خرچ نہ کرنے پر جس عذاب کی خبر سنائی گئی ہے اس بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے یہودی اور عیسائی مذہبی پیشوا علماء ومشائخ ہی مراد ہیں جن کا تذکرہ متصل آیات میں ہوتا چلا آیا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ نہ دینے والے مسلمان مراد ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض مسلمانوں پر بہت دشوار گزری۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہو کر مسلمانوں کی حالت کا تذکرہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے تم پر زکوٰۃ اسی لئے تو فرض کی ہے کہ اس کو نکال کر بقیہ مال کو پاک رکھو۔ تیسرا قول حضرت ابوذرؓ کا ہے کہ یہ آیت اہل کتاب اور اہل اسلام دونوں کے حق میں نازل ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

الغرض شریعت اسلامیہ کا حکم یہ ہے کہ مال اپنی ذات میں کوئی بری چیز نہیں بلکہ بہت سی نیکیوں کا ذریعہ ہے خواہ وہ اربہا ارب کیوں نہ ہو۔ شریعت نے نہ ذاتی ملکیت کو ممنوع قرار دیا ہے اور نہ اس کی کوئی حد مقرر کی ہے۔ البتہ اس میں حقوق واجب کئے ہیں۔ حقوق واجبہ کے ادا کر دینے کے بعد مال دولت کی مضرت ختم ہوجاتی ہے اور اس کی منفعت باقی رہ جاتی ہے۔ یہ حکم عام ہے۔

ان آیات سے اور دیگر احادیث سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے استدلال کیا کہ سونے اور چاندی کے زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔

الغرض یہاں تک گذشتہ آیات میں پہلے اہل کتاب سے قتال کا حکم دیا اور پھر ان سے جہاد وقتال کے وجوہ بیان کئے اور پھر ان کے علماء ومشائخ کی حرص وطمع کو بیان کیا کہ اس حرص وطمع نے ان کی دین ودنیا کو خراب کیا۔ اب پھر مشرکین عرب کی بعض حالتوں کو آگے بیان فرمایا جاتا ہے جس کا بیان ان شاء اللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے: یا اللہ یہود ونصاریٰ کے احبار ورہبان کی مذمت ہمارے علمائے اسلام کے لئے بھی باعث عبرت ونصیحت ہو اور حرص وطمع کی لالچ سے ان کو بچنا نصیب ہو۔

یا اللہ جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں باعث مانع خیر وبرکت ہوں باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

یقیناً شمار مہینوں کا کتابِ الٰہی میں اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں جس روز اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین پیدا کئے تھے

مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڏ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا

ان میں چار خاص مہینے ادب کے ہیں یہی دین مستقیم ہے سو تم ان سب مہینوں کے بارے میں اپنا نقصان مت کرنا اور ان مشرکین سے

الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ

سب سے لڑنا جیسا کہ وہ تم سب سے لڑتے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے۔ مہینوں کا یہ ہٹا دینا

زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا

کفر میں اور ترقی ہے جس سے کفار گمراہ کئے جاتے ہیں کہ وہ اس حرام مہینے کو کسی سال حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال حرام سمجھتے ہیں

لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ

تاکہ اللہ تعالیٰ نے جو مہینے حرام کئے ہیں ان کی گنتی پوری کر لیں پھر اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینے کو حلال کر لیتے ہیں ان کی بداعمالیاں اُن کو مستحسن معلوم ہوتی ہیں

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

اور اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

اِنَّ بیشک	عِدَّةَ تعداد	الشُّهُوْرِ مہینے	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے نزدیک	اثْنَا عَشَرَ بارہ	شَهْرًا مہینے	فِيْ میں	كِتٰبِ اللّٰهِ اللہ کی کتاب	يَوْمَ جس دن
خَلَقَ اس نے پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	مِنْهَا ان سے (اُن میں)	اَرْبَعَةٌ چار	حُرُمٌ حرمت والے	ذٰلِكَ یہ		
الدِّيْنُ الْقَيِّمُ سیدھا دین	فَلَا تَظْلِمُوْا پھر نہ ظلم کرو تم	فِيْهِنَّ ان میں	اَنْفُسَكُمْ اپنے اوپر	وَ اور	قَاتِلُوا لڑو	الْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں		
كَآفَّةً سب کے سب	كَمَا جیسے	يُقَاتِلُوْنَكُمْ وہ تم سے لڑتے ہیں	كَآفَّةً سب کے سب	وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	مَعَ ساتھ	
الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگار (جمع)	اِنَّمَا یہ جو	النَّسِيْٓءُ مہینے کا ہٹا دینا	زِيَادَةٌ اضافہ	فِي الْكُفْرِ کفر میں	يُضَلُّ گمراہ ہوتے ہیں	بِهِ اس میں		
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا (کافر)	يُحِلُّوْنَهٗ وہ اُس کو حلال کرتے ہیں	عَامًا ایک سال	وَيُحَرِّمُوْنَهٗ اور اسے حرام کر لیتے ہیں					
عَامًا ایک سال	لِّيُوَاطِـُٔوْا تاکہ وہ پوری کرلیں	عِدَّةَ گنتی	مَا جو	حَرَّمَ حرام کیا	اللّٰهُ اللہ	فَيُحِلُّوْا تو وہ حلال کرتے ہیں	مَا حَرَّمَ جو حرام کیا	اللّٰهُ اللہ
زُيِّنَ مزین کر دیئے گئے	لَهُمْ انہیں	سُوْٓءُ بُرے	اَعْمَالِهِمْ ان کے اعمال	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِيْ ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ قوم	الْكٰفِرِيْنَ کافر (جمع)	

نسیٔ کی رسم اور اہل کتاب و مشرکین میں مشابہت

عرب میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے وقت سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے اشہر حرم یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم و رجب یہ خاص ادب اور احترام کے مہینہ سمجھے جاتے تھے۔ ان میں خونریزی اور جدال قتال بند کر دیا جاتا تھا۔ اور امن و امان آزادی کے ساتھ سفر کر سکتے تھے۔ کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصل ملت ابراہیمی میں یہ

چار ماہ اشہر حرم قرار دیئے گئے تھے۔ اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال وقتال میں بعض بعض قبائل کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ جذبہ انتقام میں کسی آسمانی یا زمینی قانون کے پابند نہ رہے تو نسیٔ کی رسم نکالی یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ ماہ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو قبیلہ کے سردار نے اعلان کر دیا کہ امسال ہم نے محرم کو اشہر حرم سے نکال کر اس کی جگہ صفر کو حرام کر دیا۔ پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسب دستور قدیم محرم حرام اور صفر حلال رہے گا۔ اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے تھے لیکن ان کی حرمت کی تعیین میں حسب خواہش ردوبدل کرتے رہتے تھے اور عام طور پر لوگ اسی کو قبول کر لیتے تھے گویا عہد جاہلیت میں کافروں کے کفر و گمراہی کو بڑھانے کے لئے ایک چیز یہ بھی تھی کہ خدا کے حلال یا حرام کئے ہوئے مہینہ کو بدل ڈالتے۔ ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا حال تھا۔ کہ انہوں نے حلال و حرام کی باگ ڈور غرض پرست احبار و رہبان کے ہاتھوں میں دے دی تھی۔ دونوں جماعتوں یعنی مشرکین و اہل کتاب کی مشابہت ظاہر کرنے کے لئے نسیٔ کی رسم کا ذکر یہاں کیا گیا اور اس کا ان آیات میں رد فرمایا گیا۔

مہینوں کی ترتیب بدلنا گناہ کا کام ہے

بتلایا گیا کہ آج سے نہیں جب سے آسمان و زمین پیدا کئے خدا کے نزدیک بہت سے احکام شرعیہ جاری کرنے کے لئے سال کے بارہ مہینہ رکھے گئے ہیں جن میں سے چار اشہر حرم یعنی ادب و احترام کے مہینہ ہیں جن میں گناہ اور ظلم سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ یہی سید ھا دین ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو ہدایت کی جا رہی ہے کہ تم ان سب مہینوں کے بارہ میں دین کے خلاف کر کے جو کہ موجب گناہ ہے اپنا نقصان مت کرنا یعنی اس عادت جاہلیت کے موافق مت کرنا اور مشرکین سے جب کہ یہ اپنی کفریات کو جن میں یہ خاص عادت و رسم بھی آ گئی نہ چھوڑیں تو ان سے لڑنا جیسا کہ وہ مسلمانوں سے ہر وقت لڑنے کو تیار رہا کرتے ہیں اور اگر ان کی جمعیت اور سامان سے اندیشہ ہو تو یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کا ساتھی ہے یعنی ایمان اور تقویٰ کو اپنا شعار رکھو اور کسی سے مت ڈرو۔ پھر مشرکین کی رسم نسیٔ یعنی مہینوں کو ٹال دینے کی تردید فرمائی کہ یہ مشرکین کس طرح اللہ کے حرام کئے ہوئے مہینہ کو حلال کر لیتے ہیں تو گویا ان آیات میں سمجھایا گیا کہ یہ مشرکین اور اہل کتاب دونوں اللہ کے دین کو بگاڑ چکے ہیں اور چیزوں کا حلال و حرام کرنا انہوں نے اپنی رائے پر موقوف کر لیا ہے اس لئے ان سے لڑے اور ان کو دبائے بغیر چارہ نہیں۔

تاریخ قمری کی حفاظت

ان آیات سے معلوم ہوا کہ چونکہ احکام شرعیہ کا مدار حساب قمری پر ہے اس لئے اس کی حفاظت اہل اسلام پر فرض علی الکفایہ ہے۔ پس اگر ساری امت دوسری اصطلاح کو اپنا معمول بنالے جس سے حساب قمری ضائع ہو جائے تو سب گنہ گار ہوں گے اور اگر وہ محفوظ رہے تو دوسرے حساب کا استعمال بھی مباح ہے لیکن خلاف سنت و سلف ضرور ہے اور حساب قمری کا برتنا بوجہ اس کے فرض کفایہ ہونے کے یقیناً افضل و احسن ہے۔

محترم مہینوں میں قتال

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب مفسر و محدث دہلویؒ لکھتے ہیں کہ ان آیات سے نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ روا ہے چنانچہ غزوہ تبوک جس کا ذکر آگے آتا ہے ماہ رجب میں ہوا اور آپس میں ظلم کرنا ہمیشہ گناہ ہے اور ان مہینوں میں زیادہ۔ اکثر علماء کی رائے یہی ہے لیکن بہتر ہے کہ اگر کوئی کافر ان مہینوں کا ادب کرے تو ہم بھی ان مہینوں میں اس سے لڑائی کی ابتداء نہ کریں۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ دین کے جذبہ کے ساتھ ہم کو کفار و مشرکین سے جنگ وقتال میں صبر و استقلال اور جراءت عطا فرما۔

یَا اللّٰہُ جو گناہ عمر کو خراب کریں امید سے ناامید کر دیں۔ نیک اعمال کو برباد کر دیں الٰہی! ایسے گناہوں سے بچا کر رکھنا اگر کر لئے ہوں تو معاف فرمانا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ

اے ایمان والو تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو

اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٣٨﴾

کیا تم نے آخرت کے عوض دنیاوی زندگی پر قناعت کر لی سو دنیاوی زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔

اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ

اگر تم نہ نکلو گے تو اللہ تعالٰی تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کردے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٩﴾

اور اللہ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے	مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہوا	اِذَا جب	قِيْلَ کہا جاتا ہے	لَكُمْ تمہیں	انْفِرُوْا کوچ کرو	فِيْ میں
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	اثَّاقَلْتُمْ تم گرے جاتے ہو	اِلَى طرف	الْاَرْضِ زمین	اَرَضِيْتُمْ کیا تم نے پسند کرلیا	بِالْحَيٰوةِ زندگی کو	الدُّنْيَا دنیا	مِنَ سے
الْاٰخِرَةِ آخرت	فَمَا سو نہیں	مَتَاعُ سامان	الْحَيٰوةِ زندگی	الدُّنْيَا دنیا	فِي میں	الْاٰخِرَةِ آخرت	اِلَّا مگر
قَلِيْلٌ تھوڑا	اِلَّا تَنْفِرُوْا اگر نہ نکلو گے	يُعَذِّبْكُمْ تمہیں عذاب دے گا	عَذَابًا عذاب	اَلِيْمًا دردناک	وَ اور	يَسْتَبْدِلْ بدلہ میں لے آئے گا	قَوْمًا اور قوم
غَيْرَكُمْ تمہارے سوا	وَ اور	لَا تَضُرُّوْهُ نہ بگاڑ سکو گے اس کا	شَيْـًٔا کچھ بھی	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ ہر چیز پر	قَدِيْرٌ قدرت رکھنے والا	

غزوۂ تبوک کا واقعہ

تبوک ملک شام میں ایک مقام ہے جو مدینہ کے شمال میں سرحد شام پر واقع ہے۔ شام اس وقت عیسائیوں کی رومن سلطنت کا ایک صوبہ تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ اور غزوۂ حنین وغیرہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ واپس تشریف لائے تو آپ کو اطلاع ملی کہ روم کا نصرانی بادشاہ مدینہ پر فوج کشی کرنا چاہتا ہے اور وہ فوج تبوک میں کہ اس کی عملداری کے حدود میں ہے جمع کی جاوے گی۔ آپ نے خود ہی مقابلہ کیلئے سفر کا ارادہ فرمایا اور مسلمانوں میں اس کا اعلان عام فرما دیا۔ ۳۰ ہزار کی جمعیت آپ کے ہمراہ جمع ہوگئی تاہم اب مقابلہ کسی قبیلہ سے نہیں بلکہ ایک باضابطہ قواعددان شاہی فوج سے کرنا تھا پھر وہ موسم بھی شدید گرمی کا تھا۔ کھجوروں کے پکنے اور توڑنے کا زمانہ قریب تھا اور سفر خاصا دور دراز کا اس لئے اس غزوہ میں جانا بڑی ہمت کا کام تھا اس لئے ان آیات میں اس کی بہت ترغیب دی گئی ہے اور چونکہ منافقین بوجہ عدم ایمان و عدم اخلاص کے اس میں شرکت سے طرح طرح کے بہانے پیش لائے اور ان کی طرح طرح سے خباثتیں ظاہر ہوئیں۔ اس لئے ان پر بھی تشنیع ہوئی ہے۔ ایسی مہم میں مومنین مخلصین کے سوا کس کا حوصلہ تھا کہ جانبازانہ قدم اٹھا سکتا۔ بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل اور پر مشقت سفر سے ہچکچا رہے تھے۔ لیکن اس ساری سختی، مشکلات اور تکالیف کے باوجود شرکت جہاد سے باز رہنے والوں کی مجموعی تعداد برائے نام تھی۔ بھاری اکثریت انہی مسلمانوں کی تھی جو اپنے سارے منافع و راحت کو قربان کر کے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی مشقت برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی لئے اس جہاد میں اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی۔ جو اس سے پہلے کسی جہاد میں نہ تھی۔ بہرحال ۳۰ ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکر جرار لے کر

35

حدود شام کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے۔ لشکر نصاریٰ کو جن کی تعداد دو لاکھ بتلائی جاتی ہے۔ جب لشکر اسلام کی اس مستعدی کی خبر ملی تو خود ہی ان کے حوصلہ پست ہو گئے اور ان کی ہمت فوج کشی کی نہ ہوئی۔ آپ نے مقام تبوک میں ڈیرے ڈال دیئے اور بیس دن وہاں قیام فرمایا۔ قیصر روم نے اپنی فوجیں ہٹا لیں اور اس طرح جو اخلاقی فتح حاصل ہوئی اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کافی سمجھا اور سلطنت روم اور دارالاسلام کے درمیان جو چھوٹی چھوٹی ریاستیں واقع تھیں اور اب تک رومیوں کے زیر اثر رہی تھیں وہ فوجی دباؤ سے سلطنت اسلامی کی باجگزار بن گئیں۔ جن عرب قبائل کو رومی اب تک عرب کے خلاف استعمال کرتے تھے اب ان کا بیشتر حصہ رومیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا معاون بن گیا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے غالب و منصور واپس تشریف لائے اور خدا نے بڑی بڑی سلطنتوں پر اسلام کی دھاک بٹھلا دی تو منافقین مدینہ بڑے شرمندہ ہوئے نیز چند سچے مسلمان جو محض سستی اور کسل کی بناء پر غزوۂ تبوک میں شامل نہ ہوئے تھے بے حد نادم اور حسرت زدہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں تمام ملک شام فتح ہوا۔ غزوۂ تبوک رجب ۹ ہجری میں ہوا۔

غزوۂ تبوک کے متعلق مختلف لوگوں کی حالتیں

یہاں سے سورۃ کے اخیر آیات تک غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ کے متعلق لوگوں کی کئی حالتیں ہو گئی تھیں۔ اول جو بلا تردد ساتھ ہو لئے۔ دوم جو بعد تردد ساتھ ہو لئے۔ سوم جو عذر کی وجہ سے نہ جا سکے۔ چہارم وہ مومنین جو باوجود عذر نہ ہونے کے محض سستی کے سبب نہ جا سکے۔ پنجم اکثر منافقین جو باوجود عذر نہ ہونے کے نفاق کے سبب نہیں گئے۔ آیات کثیرہ میں ان ہی کا ذکر ہے۔ ششم بعض منافقین جو بقصد تجسس و شرارت ساتھ ہو لئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا ذکر ختم سورۃ تک کہیں کہیں آیا ہے۔

مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب

ان آیات میں مسلمانوں کو خطاب کر کے بڑی شدت سے جہاد کی طرف ابھارا جاتا ہے اور بتلایا ہے کہ تھوڑے سے عیش و آرام میں پھنس کر جہاد کو چھوڑنا گویا بلندی سے پستی کی طرف گر جانے کے مترادف ہے۔ مومن صادق کی نظر میں دنیا کے عیش و آرام اور مال و دولت کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہ ہونی چاہئے۔ چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی وقعت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔ پھر آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ خدا کا کام کسی پر منحصر اور موقوف نہیں۔ تم اگر سستی کرو گے تو وہ اپنی قدرت کاملہ سے کسی دوسری قوم کو دین حق کی خدمت کے لئے کھڑا کر دے گا اور تم اس سعادت سے محروم رہو گے جو تمہارے ہی نقصان کا باعث ہے۔ درحقیقت یہ تو خدا کا فضل و احسان ہے کہ وہ تمہیں اپنے دین کی خدمت کا موقع دے رہا ہے۔

سستی و کاہلی کے اثرات اور اس کا علاج

ان آیات میں بظاہر اس چوتھی جماعت کا ذکر ہے جو بغیر کسی صحیح اور قوی عذر کے محض اپنی سستی کی بناء پر شریک جہاد نہ ہو سکے تھے۔ ان کو اس سستی اور غفلت پر تنبیہ کی گئی اور ساتھ ہی غفلت اور سستی کا سبب اور پھر اس کا علاج بھی تعلیم فرمایا گیا۔

"مرض کا جو سبب اور علاج اس جگہ بیان فرمایا گیا ہے اگرچہ اس جگہ اس کا تعلق ایک خاص واقعہ سے تھا لیکن اگر غور کیا جائے تو ثابت ہوگا کہ دین کے معاملہ میں ہر کوتاہی، سستی اور غفلت اور تمام جرائم اور گناہوں کا اصلی سبب یہی دنیا کی محبت اور آخرت سے غفلت ہے۔ اسی لئے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ حب الدنیا رأس کل خطیئة یعنی دنیا کی محبت ہر خطا و گناہ کی بنیاد ہے۔ اسی لئے آیت مذکورہ میں فرمایا گیا کہ "اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تمہیں اللہ کے راستہ میں نکلنے کے لئے کہا جاتا ہے تو تم زمین کو لگتے جاتے ہو (حرکت کرنا نہیں چاہتے) کیا تم آخرت کے بدلے صرف دنیا کی زندگی پر مگن ہو گئے"۔

تشخیص مرض کے بعد اس کا علاج اگلے جملہ میں اس طرح ارشاد

ہوا کہ ''دنیوی زندگی سے نفع اٹھانا تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل وحقیر ہے'' جس کا حاصل یہ ہے کہ بڑی فکر آخرت کی دائمی زندگی کی ہونی چاہئے۔ اور یہ فکر آخرت ہی درحقیقت سارے امراض کا واحد اور مکمل علاج ہے اور انسداد جرائم کے لئے بے نظیر نسخۂ اکسیر ہے۔ عقائد اسلام کے بنیادی اصول تین ہیں۔ توحید، رسالت اور آخرت۔ ان میں عقیدۂ آخرت درحقیقت اصلاح عمل کی روح اور جرائم اور گناہوں کے آگے ایک آہنی دیوار ہے۔ اگر غور کیا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوگا کہ دنیا میں امن وسکون اس عقیدہ کے بغیر قائم ہی نہیں ہوسکتا۔ آج کی دنیا میں مادی ترقیات اپنے شباب کو پہنچی ہوئی ہیں۔ جرائم کے انسداد کے لئے بھی کسی ملک اور قوم میں مادی تدبیروں کی کوئی کمی نہیں۔ قانون کی جکڑ بندی اور اس کے لئے انتظامی مشینری روز بروز ترقی پر ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی آنکھوں دیکھا حال ہے کہ جرائم ہر جگہ اور ہر قوم میں روز بروز ترقی ہی پر ہیں۔ ہماری نظر میں اس کی وجہ اس کے سوا نہیں کہ مرض کی تشخیص اور علاج کا رخ صحیح نہیں۔ مرض کا سرچشمہ مادہ پرستی اور مادیات میں انہماک اور آخرت سے غفلت اور اعراض ہے اور اس کا واحد علاج ذکر اللہ اور آخرت کی فکر ہے۔ جس وقت اور جس جگہ بھی دنیا میں اس اکسیری نسخہ کو استعمال کیا گیا پوری قوم اور اس کا معاشرہ صحیح انسانیت کی تصویر بن کر فرشتوں کے لئے قابل رشک ہوگیا۔ عہد رسالتؐ اور عہد صحابہ کرام کا مشاہدہ اس لئے کافی دلیل ہے آج کی دنیا جرائم کا انسداد تو چاہتی ہے مگر خدا اور آخرت سے غافل ہو کر چاہتی ہے اور قدم قدم پر ایسے سامان جمع کرتی ہے جس میں رہ کر خدا اور آخرت کی طرف دھیان بھی نہ آئے تو اس کا لازمی نتیجہ وہی ہے جو آنکھوں کے سامنے آرہا ہے کہ بہتر سے بہتر قانون اور قانونی مشینریاں سب فیل نظر آتی ہیں۔ جرائم اپنی جگہ نہ صرف موجود بلکہ روز بروز طوفانی رفتار سے بڑھ رہے ہیں۔ کاش ایک مرتبہ عقلائے دنیا اس قرآنی نسخہ کو استعمال کر کے دیکھیں تو انہیں معلوم ہو کہ کس قدر آسانی کے ساتھ جرائم پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ آگے دوسری آیت میں سستی اور کاہلی برتنے والوں کو ان کے مرض اور علاج پر متنبہ کرنے کے بعد آخری فیصلہ یہ بھی سنا دیا کہ ''اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کردیں گے اور تمہاری جگہ کسی اور قوم کو کھڑا کردیں گے، اور دین پر عمل نہ کرنے سے تم اللہ کو یا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکو گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے''۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم کو اور ہماری پوری قوم کو جہاد فی سبیل اللہ کا جذبۂ صادق عطا فرما۔ یا اللہ دین کے مقابلہ میں دنیا کی اہمیت کو ہماری نظروں میں ہیچ کردے۔ یا اللہ آخرت کا فکر ہمارے دلوں میں ایسا بٹھادے کہ جو ہم ہر چھوٹی بڑی نافرمانی سے رک جائیں۔ یا اللہ یہ آپ کا فضل واحسان ہے کہ اگر کسی سے دین کی کوئی خدمت لے لیں یا اللہ ہم ناکاروں کو بھی اپنی رحمت سے دین کی خدمت کا اخلاص کے ساتھ کوئی حصہ عطا فرمادے۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ آپ نے قلب کو پاک کیا، میں نے گناہوں سے ناپاک کرلیا، آپ نے پردہ رکھا میں نے خود اس کو چاک کردیا اپنے برے اخلاق کو مزین کیا اور نیک بنا رہا ایسے گناہ بھی معاف فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ

اگر تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد اس وقت کر چکا ہے جبکہ آپ کو کافروں نے جلاوطن کر دیا تھا جبکہ دو میں ایک آپ تھے

اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ

جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے سو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی تسلی نازل فرمائی

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ

اور آپ کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کی بات نیچی کر دی اور اللہ ہی کا بول بالا رہا

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ اگر تم مدد نہ کرو گے اسکی | فَقَدْ نَصَرَهُ تو البتہ اسکی مدد کی ہے | اللّٰهُ اللہ | اِذْ جب | اَخْرَجَهُ اس کو نکالا | الَّذِيْنَ وہ لوگ | كَفَرُوْا جو کافر ہوئے (کافر)

ثَانِيَ دوسرا | اثْنَيْنِ دو میں | اِذْ هُمَا جب وہ دونوں | فِي میں | الْغَارِ غار | اِذْ جب | يَقُوْلُ وہ کہتے تھے | لِصَاحِبِهٖ اپنے ساتھی سے | لَا تَحْزَنْ گھبراؤ نہیں

اِنَّ یقیناً | اللّٰهَ اللہ | مَعَنَا ہمارے ساتھ | فَاَنْزَلَ تو نازل کی | اللّٰهُ اللہ | سَكِيْنَتَهٗ اپنی تسکین | عَلَيْهِ اس پر | وَ اور | اَيَّدَهٗ اسکی مدد کی

بِجُنُوْدٍ ایسے لشکروں سے | لَّمْ تَرَوْهَا جو تم نے نہیں دیکھے | وَجَعَلَ اور کر دی | كَلِمَةَ بات | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | كَفَرُوا انہوں نے کفر کیا (کافر)

السُّفْلٰى پست | وَ اور | كَلِمَةُ اللّٰهِ اللہ کا کلمہ | هِيَ وہ | الْعُلْيَا بالا | وَاللّٰهُ اور اللہ | عَزِيْزٌ غالب | حَكِيْمٌ حکمت والا

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کی نصرت کیلئے کافی ہے

غزوۂ تبوک کے سلسلہ میں گذشتہ آیات میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی تھی جنہوں نے جہاد میں شرکت سے کچھ سستی اور پست ہمتی دکھلائی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ تم اگر جہاد پر نہ جاؤ گے تو اللہ کی پکڑ میں آ جاؤ گے اور تمہاری بجائے اللہ دوسری قوم کو اسلام کی حمایت کے لئے پیدا فرما دے گا۔ اسی سلسلہ میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ بالفرض اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد جہاد کی شرکت سے نہ کرو گے تو نہ سہی۔ آپ کا منصور اور کامیاب ہونا کسی کی حمایت اور امداد پر موقوف نہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد و نصرت کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست غیب سے امداد پہنچا سکتا ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے چنانچہ نصرت خداوندی کی مثال میں ہجرت کے واقعہ کو بتلایا جاتا ہے کہ ایک وقت پہلے ایسا آ چکا ہے جب ایک یار غار کے سوا کوئی آپ کے ساتھ نہ تھا اور جب کہ دونوں غار ثور میں تھے۔ اور آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مغموم دیکھ کر ان سے فرمایا تھا کہ تم ملول مت ہو حق تعالیٰ ہم دونوں کے ساتھ ہے۔ نہ یہ کفار میرا کچھ کر سکتے ہیں جس کی وجہ سے تم کو غم ہے نہ تمہارا کچھ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی خاص تسکین نازل فرمائی اور فرشتوں کو آپ کی حفاظت کے لئے نازل فرمایا اور کفار کی ساری تدبیروں کو خاک میں ملا دیا اور وہ اپنے ارادوں میں ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی بات اونچی رہی۔

واقعۂ ہجرت

مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آ کر چند مسلمان مکہ سے ہجرت کر گئے تھے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہجرت کا حکم ہوا۔ مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا تھا کہ ہر قبیلہ کا ایک نوجوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر بیک وقت آپ پر تلواروں سے حملہ کر دیں تا کہ خون

بہادینا پڑے تو سب قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کی یہ ہمت نہ ہو کہ خون کے انتقام میں سارے عرب سے لڑائی مول لیں۔ جس شب میں اس ناپاک ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آ کر اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ میری سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور ڈرومت تم کو کوئی کسی قسم کا گزند نہ پہنچا سکے گا۔ قریش اگرچہ حضورؐ کے جانی دشمن تھے لیکن آپ کو صادق وامین سمجھتے تھے اور امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے۔ آپ نے وہ سب امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کیں کہ صبح کو یہ امانتیں لوگوں تک پہنچا دینا۔ پھر خود بنفس نفیس ظالموں کے ہجوم میں سے شاهت الوجوه فرماتے ہوئے اور ان کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے صاف نکل آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ہمراہ لے کر جبل ثور جو مکہ سے قریب تین میل پر ہے وہاں پہنچ کر ایک غار میں قیام فرمایا یہ غار جو اب غار ثور کے نام سے مشہور ہے ایک پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری چٹان میں ہے جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ ہے وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان اس میں کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا۔ صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا۔ غار کے اندر اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جا کر اسے اپنی چادر سے صاف کیا۔ غار کے اندر بہت سے سوراخ تھے جو آپ نے اپنی چادر پھاڑ پھاڑ کر سب سوراخ کپڑے سے بند کئے کہ کوئی کیڑا گزند نہ پہنچا سکے۔ ایک بڑا سوراخ باقی تھا جس کا بھراؤ کپڑا نہ ہونے کے باعث نہ ہو سکا۔ اس میں اپنا پاؤں کا انگوٹھ حضرت صدیقؓ نے اڑا دیا۔ یہ سب انتظام کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کو کہا اور حضورؐ کا سر مبارک اپنے زانو پر رکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ تھوڑی دیر سو رہیں تا کہ سفر کا تکان رفع ہو جائے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ غار کے پتھر سے کمر لگا کر اور اس سوراخ میں پیر کا انگوٹھا اڑا کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے جو درحقیقت کسی زہریلے سانپ کا بل تھا اور وہ سانپ اپنی آمدورفت کا راستہ بند دیکھ کر اندر گھبرا رہا تھا۔ آخر وہ مقید رہنے کی تاب نہ لا سکا اور اس نے حضرت صدیق اکبرؓ کے اس انگوٹھے میں کاٹ لیا جو اس کو باہر نکلنے سے روک رہا تھا۔ حضرت صدیقؓ کو سانپ کے زہر نے بے چین کر دیا لیکن وہ پیر اپنی جگہ سے اس لئے نہ ہلایا کہ اس کے حرکت کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھل جانے کا اندیشہ تھا۔ یہاں تک کہ حضرت صدیقؓ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہونے لگا اور بے تابی کے سبب آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور اپنے رفیق کی حالت غیر دیکھ کر وجہ پوچھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے واقعہ بیان کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انگوٹھا سوراخ سے علیحدہ کر دیا اور دہن مبارک کا لعاب کاٹی ہوئی جگہ پر لگا دیا جس نے تریاق کا اثر کیا۔ سوزش یکدم زائل ہوگئی اور فوراً آرام ہو گیا۔ ادھر کفار قدموں کے نشان سے پہچاننے والوں کی مدد سے حضورؐ کی تلاش میں نکلے۔ انہوں نے غار ثور تک نشان قدم کی شناخت کی۔ مگر خدا کی قدرت کہ غار کے دروازہ پر مکڑی نے جالا تن لیا اور جنگلی کبوتر نے انڈے دیدیئے یہ دیکھ کر کفار کہنے لگے کہ یہ جالا تو پرانا معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی اندر داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح سالم رہ سکتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اندر سے کفار کے پاؤں نظر پڑتے تھے۔ انہیں فکر تھی کہ جان سے زیادہ محبوب جس کے لئے سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کو نظر نہ پڑ جائیں گھبرا کر کہنے لگے یا رسول اللہ اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر کی تو ہم کو دیکھ پائیں گے اور عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں مارا جاؤں تو فقط ایک شخص ہلاک ہوگا لیکن نصیب دشمناں اگر آپ مارے گئے تو ساری امت ہلاک ہو جائے گی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی تسلی کے لئے ارشاد فرمایا لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا اے ابوبکر! تم غمگین نہ ہو۔ تسلی رکھو اور یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی تسکین کے لئے دعاء بھی فرمائی جس سے اللہ کی طرف سے حضرت ابوبکرؓ پر ایک خاص سکینت اور خاص طمانیت نازل ہوئی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر تمہارا کیا خیال ہے ان دو کی نسبت جن کا تیسرا اللہ ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار ثور پر فرشتوں کا پہرہ لگا

دیا جس کی وجہ سے مشرکین کے دلوں پر ایسا رعب چھایا کہ غار کے اندر جھانکنے کی ہمت نہ ہوئی اور مشرکین کا اس جانب خیال بھی نہ ہوا کہ غار کے اندر گھس کر تلاش کریں کیونکہ جالے کا تناؤ اور انڈوں کا نظر آنا اس بات کی ظاہر علامت تھی کہ غار کے اندر کوئی نہیں گیا۔ یہ تائید غیبی ہی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جیسی کمزور چیز مضبوط اور مستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بن گیا۔ اس طرح خداوند قدوس نے دشمنوں کی تدابیر خاک میں ملا دیں اور کفار کو غار کے کنارہ سے نامراد واپس کر دیا آپ تین روز غار میں قیام فرما کر بعافیت تمام مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ بیشک انجام کار خدا ہی کا بول بالا رہتا ہے اور اللہ ہی غالب ہے۔ جس کو چاہے جس طرح عزت وغلبہ عطا فرمائے اور حکمت والا ہے کبھی اسباب کے پردہ میں مدد کرتا ہے اور کبھی بلا اسباب کے مدد فرماتا ہے تو اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعہ کو پیش کر کے بتلا دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول کسی انسان کی نصرت اور امداد کا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہے اور وہ غیب سے آپ کی مدد فرماتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت

اس آیت مبارکہ سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت کیسی صریح اور صاف معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کسی حال میں نہ چھوڑی۔ اور اپنی جان کی کوئی پرواہ نہ کی۔ اگر فکر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ واقعی اس واقعہ غار میں حضرت صدیق اکبرؓ کی جان نثاری قابل صد آفریں ہے۔ یار غار کی مثل جو دنیا میں مشہور ہے وہ یہیں سے چلی ہے۔ جو شخص یاری وغمگساری کا حق ادا کرے اور اس کی محبت اور اخلاص انتہا کو پہنچ جائے تو ایسے محب مخلص کو محاورہ میں یار غار کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابوبکر مجھے صرف غار کی فضیلت دیدیں اور مجھ سے تمام عمر کی عبادت اور نیکیاں لے لیں تو میں اس پر راضی ہوں۔ امت مرحومہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار صرف حضرت صدیقؓ تھے۔ حتیٰ کہ مخالفین بھی اس کے مقر اور معترف ہیں پس یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو حضرت صدیقؓ کی شان عظمت کو واضح کر رہی ہے اور اگر عنداللہ آپ کو شرف قبولیت حاصل نہ ہوتا تو آپ کی اس فضیلت کو خصوصیت اور خاص شان کے ساتھ قرآن کریم میں ذکر کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ جس شب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی جگہ پر سلایا اور خود حضرت ابوبکر کی رفاقت میں غار ثور کی طرف روانہ ہوئے بلاشبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی یہ جان نثاری بھی قابل تحسین وصد آفرین ہے مگر حق جل شانہ نے اس آیت میں سفر ہجرت اور حضرت صدیق کی رفاقت کا بیان کیا ہے اور حضرت علیؓ کے بستر پر سونے کا واقعہ ذکر نہیں فرمایا اور قرآن کریم میں جس تشخیص وتعیین کے ساتھ اور صراحت و وضاحت کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق کی رفاقت اور فضیلت کو بیان کیا ہے اس طرح کسی اور کی فضیلت کا بیان نہیں پس جو شخص اس آیت کو پڑھے گا اس کو حضرت صدیق اکبرؓ کے سرتاج اہل ایمان اور سالار قافلہ اہل عرفان ہونے میں کوئی شک نہیں رہ سکتا۔

دعا کیجئے

یَااللہ آپ نے جس طرح اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اے اللہ اب بھی اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیواؤں کی مدد فرما دے۔

یَااللہ وہ گناہ جن کے ارتکاب سے آپ کے وعدوں سے محروم ہو جاؤں اور آپ کے غصہ وعذاب میں آ جاؤں۔ الٰہی! مجھ پر رحمت رکھنا اور ایسے سب گناہ معاف فرما دیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

انْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

نکل پڑو تھوڑے سامان سے اور زیادہ سامان سے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْ بَعُدَتْ

اگر تم یقین رکھتے ہو۔اگر کچھ لگتے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ لوگ ضرور آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو

عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ

تو مسافت ہی دور دراز معلوم ہونے لگی اور ابھی خدا کی قسمیں کھا جاویں گے کہ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے

اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

یہ لوگ اپنے آپ کو تباہ کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔

اِنْفِرُوْا تم نکلو	خِفَافًا ہلکے	وَثِقَالًا اور (یا) بھاری	وَجَاهِدُوْا اور جہاد کرو	بِاَمْوَالِكُمْ اپنے مالوں سے	وَاَنْفُسِكُمْ اور اپنی جانوں	فِيْ میں		
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	ذٰلِكُمْ یہ تمہارے لئے	خَيْرٌ بہتر	لَّكُمْ تمہارے لئے	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	تَعْلَمُوْنَ جانتے ہو	لَوْ اگر	كَانَ ہوتا
عَرَضًا مال (غنیمت)	قَرِيْبًا قریب	وَّسَفَرًا اور سفر	قَاصِدًا آسان	لَّاتَّبَعُوْكَ تو آپ کے پیچھے ہو لیتے	وَلٰكِنْ اور لیکن	بَعُدَتْ دور نظر آیا		
عَلَيْهِمُ اُن پر	الشُّقَّةُ راستہ	وَسَيَحْلِفُوْنَ اور اب قسمیں کھائیں گے	بِاللّٰهِ اللہ کی	لَوِ اسْتَطَعْنَا اگر ہم سے ہو سکتا	لَخَرَجْنَا ہم ضرور نکلتے			
مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	يُهْلِكُوْنَ وہ ہلاک کر رہے ہیں	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَعْلَمُ جانتا ہے	اِنَّهُمْ کہ وہ	لَكٰذِبُوْنَ یقیناً جھوٹے ہیں		

غزوۂ تبوک کی تیاری کا حکم ایک آزمائش

گذشتہ آیات میں اہل اسلام کو سمجھا دیا گیا کہ اگر تم اللہ اور رسول کے حکم پر مستعدی کے ساتھ کمربستہ ہو کر نہ اٹھے تو اللہ کے کام کسی کی شرکت کرنے یا نہ کرنے سے رکے نہیں رہتے۔ اگر سعادت دارین حاصل کرنی ہے تو اس کا یہی وقت ہے کام کیلئے تیار ہو جاؤ۔

غزوۂ تبوک کے لئے تیاری کا حکم واقعی مسلمانوں کے لئے بڑا سخت امتحان تھا۔ حنین اور طائف سے لڑتے لڑتے تھکے ماندے واپس آئے تھے۔ گرمی بلا کی پڑ رہی تھی۔ سفر کافی لمبا تھا اور جس علاقے میں سے شام کی سرحد تک پہنچنے کے لئے گزرنا تھا وہاں تپتی ہوئی ریت کے میدان اور گرم ہواؤں کے سوا کچھ نہ تھا۔ اوپر سے پانی کی کم یابی۔ مدینہ میں اس وقت بڑی چہل پہل تھی۔ کھجوریں پک کر تیار ہو گئی تھیں۔ کھانے پینے کی کمی نہ تھی۔ تیز دھوپ سے پناہ لینے کے لئے سایہ دار درخت تھے۔ یہ سب آرام و راحت کے اسباب چھوڑ کر جنگل بیابان میں دور دراز کا سفر اختیار کرنا۔ لو کے جھلسا دینے والے تھپیڑے کھانا۔ تپتی ہوئی دھوپ میں چلنا۔ حقیقت میں یہ کام اللہ کے انہی بندوں کا تھا جن کے سینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے تمام کدورتوں اور وساوس سے پاک صاف ہو گئے تھے اور جن کے دل عشق الٰہی اور اس کے رسول کی محبت سے لبریز تھے۔ انہوں نے دنیا کو اصلی رنگ میں دیکھ لیا تھا اور اسے آخرت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ سمجھتے تھے۔ قرآن مجید کے الفاظ اور احکام ان کی ہمتوں کیلئے تازیانہ کا کام دیتے تھے۔ چنانچہ جب اس غزوۂ تبوک کے لئے جہاد کا عمومی حکم نازل ہوا اور ارشاد ہوا کہ کوئی پیادہ ہو یا سوار۔ غنی ہو یا فقیر۔ جوان ہو یا بوڑھا' فارغ ہو یا مشغول' خوشحال ہو یا تنگدست' بھاری ہوں یا ہلکے' پیشہ ور ہوں یا تاجر' قوی ہوں یا کمزور غرض جو جس

حال میں ہو فوراً اٹھ کھڑا ہو اور راہ خدا میں جہاد کے لئے چل پڑے۔ جس کے پاس صرف جان ہو وہ جان اور جس کے پاس مال بھی ہو وہ جان اور مال دونوں لے کر حاضر ہو۔ اس وقت کوئی عذر نہ سنا جائے گا۔ یہ ان باتوں کے سوچنے کا موقع نہیں کہ گرمی سخت ہے۔ ساز و سامان نہیں ہے۔ یا پختہ فصلیں کاٹنی ہیں۔ اس وقت اپنے سپہ سالار اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا اعتماد کرو اور یقین رکھو کہ اس سفر جنگ میں تمہارے لئے بہتری ہی بہتری ہے آگے چل کر تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ اس سفر سے مسلمانوں کے کیا ہاتھ آئے گا۔ بظاہر تو نقصان ہی نقصان نظر آ رہا ہے۔ گھر کا آرام و ٹھنڈ چھوڑنا' گرمی کی شدت برداشت کرنا' خشک جنگلوں میں بھوکے پیاسے سفر کرنا پھر فصلوں کا نقصان الگ رہا۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی فداکاریاں

اس عمومی حکم جہاد کو سن کر مومنین مخلصین جان و مال سے غزوۂ تبوک کے سفر کے لئے تیاری میں مصروف ہو گئے۔ سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ نے کل مال لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اہل و عیال کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ تو حضرت صدیقؓ نے جواب دیا کہ صرف اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے تمام مال کا نصف حصہ پیش کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ۲۰۰ اوقیہ چاندی لا کر حاضر کی۔ حضرت عاصمؓ بن عدی نے ۷۰ وسق کھجوریں پیش کیں۔ حضرت عثمان غنیؓ نے ۳۰۰ اونٹ مع ساز و سامان کے اور ایک ہزار دینار یعنی اشرفیاں لا کر بارگاہ نبوی میں پیش کئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے بار بار ان اشرفیوں کو پلٹتے تھے اور یہ فرماتے جاتے تھے کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوا تو بھی اس سے راضی ہو۔ اکثر صحابہ نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس مہم میں امداد کی مگر پھر بھی سواری اور زادراہ کا پورا سامان نہ ہو سکا۔ چند صحابہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہم بالکل نادار ہیں اگر سواری کا ہم کو کچھ تھوڑا بہت بھی سہارا ہو جائے تو ہم اس سعادت سے محروم نہ رہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں۔ اس پر وہ حضرات روتے ہوئے واپس چلے۔ انہی بے سہارا حضرات صحابہ کی شان میں اسی سورۂ توبہ میں آگے یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ۝ یعنی "اور نہ لوگوں پر کوئی گناہ اور الزام ہے کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو کوئی سواری دے دیں اور آپ ان سے کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر میں تم کو سوار کر دوں تو وہ اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ افسوس ان کو سامان جہاد کی تیاری میں خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں"۔ روایت میں آتا ہے کہ ایسے بے سہارا حضرات میں بعض کا معاملہ تو یہ ہوا کہ شروع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عذر کر دیا کہ میرے پاس سواری کا کوئی انتظام نہیں مگر یہ لوگ روتے ہوئے واپس ہوئے اور روتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسا سامان کر دیا کہ چھ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی وقت آ گئے۔ آپ نے یہ ان کو دے دیئے (مظہری) اور ان میں سے تین صاحبان کے لئے سواری کا انتظام حضرت عثمان غنیؓ نے کر دیا حالانکہ وہ اس سے پہلے بہت بڑی تعداد کا انتظام اپنے خرچ سے کر چکے تھے۔ بعض پھر بھی ایسے رہے کہ جن کو آخر تک سواری نہ ملی اور وہ مجبور ہو کر رہ گئے جن کا عذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا۔

منافقوں کا کردار

البتہ منافقوں نے طرح طرح کے حیلے بہانے شروع کر دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی لشکر کو ساتھ لے کر چل دیئے لیکن منافقین ہر منزل پر بچھڑتے جاتے تھے اور حیلے بہانے کر کے اجازت لے کر واپس جا رہے تھے۔ کچھ لوگ پہلے ہی مدینہ میں رہ گئے تھے۔ غرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تبوک پر پہنچے وہاں کچھ قیام کیا اور

کچھ مدت کے بعد واپس ہوئے تو راستہ میں منافقوں کے حق میں آیات نازل ہوئیں اور جس میں منافقین کے متعلق بتایا گیا کہ اگر انہیں تھوڑی سی دور چل کر مال غنیمت ملنے کی امید ہوتی اور سفر میں تکلیفیں اور صعوبتیں نہ ہوتیں تو یہ لوگ خوشی خوشی ساتھ ہو لیتے مگر سفر دور دراز کا تھا اور مال غنیمت کے حصول کی قطعی امید نہ تھی اس لئے ساتھ نہ گئے۔ اب مسلمان مدینہ پہنچیں گے تو یہ اللہ کی قسمیں کھا کر عذر پیش کریں گے کہ حضور ہم میں طاقت نہ تھی ہم مجبور تھے اگر مجبوری نہ ہوتی تو ضرور آپ کے ساتھ چلتے مگر اس دروغ گوئی' حیلہ تراشی اور جھوٹی قسمیں کھانے کا وبال ان کو بھگتنا ہوگا۔ وہی اپنے ہاتھوں خود اپنے کو تباہ کریں گے۔ خدا کو خوب معلوم ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

غیر مکلّف لوگ

یہاں پہلی آیت میں جہاد کا عمومی حکم دیا گیا لیکن جن لوگوں میں جہاد کی اہلیت وصلاحیت ہی نہیں مثلاً بچے اور غلام اور عورتیں' بیمار' لنجے اپاہج وہ بوڑھے جن میں چلنے کی طاقت نہیں ایسے غیر مکلف اور نا قابل جہاد لوگ اس حکم سے مستثنٰی ہیں باقی لوگوں کے واسطے عمومی حکم ہے۔

الغرض غزوۂ تبوک جو عیسائی رومیوں کے مقابلہ میں پیش آیا تھا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ تھا جس میں آپ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی اس میں اب اہل اسلام کو تاکید کے طور پر اس حکم کا اعادہ فرمایا گیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم عام دیدیا تو اب تم پر ہر حال میں نکلنا فرض ہو گیا اور اس حکم کی تعمیل ہی میں تمہارے لئے دین و دنیا کی بہتری و بھلائی ہے۔ اس حکم کو سن کر مومنین مخلصین اپنے سارے منافع اور راحت و آرام کو قربان کر کے اللہ کی راہ میں ہر طرح کی مشقت برداشت کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہی تبوک پہنچ گئے مگر منافقین کا طبقہ اپنے نفاق کی وجہ سے اس سخت امتحان میں اپنے نفاق کو نہ چھپا سکا اور شرکت جہاد سے الگ رہا۔ انہی منافقین کا ذکر اگلی آیات میں فرمایا گیا ہے جنہوں نے جھوٹے عذر پیش کر کے غزوۂ تبوک میں نہ جانے کی اجازت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کر لی تھی جس کا بیان ان شاءاللہ آئندہ درس میں ہوگا۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ

ہمیں بھی جان و مال سے اپنی راہ میں جہاد کرنے کی توفیق عطا فرماویں۔
اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے حکم پر مستعدی سے عمل پیرا ہونے کی ہم کو ہدایت نصیب فرما۔
اس وقت جہاں جہاں کفر و اسلام میں مقابلہ درپیش ہے مجاہدین اسلام اور اسلامی لشکر کو اپنی تائید و نصرت سے فتح یاب اور غالب فرما۔ کفار اور مشرکین کے لشکر کو تہس نہس فرما کر ان کو قتل و قید اور ہزیمت کی سزا نصیب فرما۔ آمین۔

یَا اللہُ

ایسے گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جس کی وجہ سے آپ کے ذکر سے غافل رہا ہوں اور آپ کی وعیدوں اور ڈرانے کی آیات سے لاپرواہ ہو گیا اور سرکشی کرتا رہا الٰہی! معاف فرمادے۔
تکالیف میں مبتلا ہو کر کبھی میں نے شرک کر لیا ہو یا آپ کی شان میں گستاخی کر لی ہو۔ آپ کے بندوں سے آپ کی شکایت کی ہو بجائے آپ کے در پر آنے کے بندوں پر حاجت اتاری ہو یا آپ کی مخلوق کے سامنے اس طرح مسکینی کا اظہار کیا ہو یا چاپلوسی کی ہو کہ جیسے حاجت روائی اسی کے قبضے میں ہے۔ الٰہ العالمین ایسے گناہوں کی بھی معافی عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۴۳﴾

اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاف کر دیا۔ آپ نے ان کو اجازت کیوں دیدی تھی جب تک کہ آپ کے سامنے سچے لوگ ظاہر نہ ہو جاتے اور جھوٹوں کو معلوم نہ کر لیتے۔

لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ

جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنے کے بارہ میں آپ سے رخصت نہ مانگیں گے

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں کو خوب جانتا ہے۔ البتہ وہ لوگ آپ سے رخصت مانگتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے

وَارْتَابَتْ قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں۔

عَفَا معاف کرے | اللّٰهُ اللہ | عَنْكَ تمہیں | لِمَ کیوں | اَذِنْتَ تم نے اجازت دی | لَهُمْ انہیں | حَتّٰى یہاں تک کہ | يَتَبَيَّنَ ظاہر ہو جائے | لَكَ آپ پر

الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | صَدَقُوْا سچے | وَتَعْلَمَ اور آپ جان لیتے | الْكٰذِبِيْنَ جھوٹے | لَا يَسْتَاْذِنُكَ نہیں مانگتے آپ سے رخصت | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو

يُؤْمِنُوْنَ ایمان رکھتے ہیں | بِاللّٰهِ اللہ پر | وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یوم آخرت | اَنْ کہ | يُّجَاهِدُوْا وہ جہاد کریں | بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے | وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جان (جمع)

وَاللّٰهُ اور اللہ | عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے | بِالْمُتَّقِيْنَ متقیوں کو | اِنَّمَا وہی صرف | يَسْتَاْذِنُكَ آپ سے رخصت مانگتے ہیں | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو

لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں رکھتے | بِاللّٰهِ اللہ پر | وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور یوم آخرت | وَارْتَابَتْ اور شک میں پڑے ہیں | قُلُوْبُهُمْ انکے دل | فَهُمْ سو وہ

فِيْ میں | رَيْبِهِمْ اپنے شک | يَتَرَدَّدُوْنَ بھٹک رہے ہیں

منافقین کی عذر خواہیاں

گذشتہ آیت میں منافقین کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان آیات میں انہی منافقوں کے حال کی اور زیادہ وضاحت کی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس منافقین آتے اور کہتے کہ ہم اس جنگ میں شرکت ضرور کرتے لیکن اس وقت ہم مجبور ہیں۔ کیونکہ حالات ہی کچھ ایسے ہیں کہ ہم شامل نہیں ہو سکتے۔ آپ یہ دیکھ کر کہ ان کو شامل ہونا نہ ہونا برابر ہے اور ان کے ساتھ چلنے میں فساد کے سوا اور کوئی بہتری نہیں تو ان کا عذر قبول فرما لیتے اور انہیں گھر ٹھہرنے کی اجازت دے دیتے۔

منافقین کو اجازت نہ ملتی تو بہتر ہوتا

یہاں ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرما کر بتلایا گیا کہ اگر آپ انہیں اجازت ٹھہرنے کی نہ دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا تا کہ جھوٹے اور سچوں میں تمیز ہو جاتی۔ ان کا بھرم کھل جاتا اور یہ کھلم کھلا نافرمان اور جھوٹے ثابت ہو جاتے اور اپنے آپ کو سچے اور فرمانبردار لوگوں میں کبھی نہ گنوا سکتے اور سب مسلمانوں کو معلوم ہو جاتا کہ اس طرح بہانہ کرنا نفاق ہے اور ایسے موقع پر رخصت طلب کرنا ایمان والوں کا کام نہیں۔ پختہ ایمان والے تو ایسے موقعوں کا انتظار کرتے رہتے ہیں کہ تن دہی سے کام کر کے اللہ عزوجل کے سامنے سرخرو ہوں اور آخرت میں انعام واکرام کے مستحق ہوں۔ جہاد سے بیٹھ رہنے کے لئے بہانہ تلاش کرنا اور رخصت کی درخواست کرنا اول درجہ کی بے ایمانی کی نشانی ہے کیونکہ ایمان اس کی اجازت ہی نہیں دیتا کہ اللہ کے حکم سے بچنے کے لئے عذر تلاش کئے جائیں

چنانچہ بتلایا گیا کہ جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی اپنی جان و مال کو اللہ کی حکم برداری سے بڑھ کر عزیز نہیں رکھتے وہ تو انتظار کرتے رہتے ہیں کہ کب موقع آئے اور کب ہم اللہ کے لئے اپنی جان و مال پیش کریں۔ بہانہ بازیاں تو وہ لوگ کرتے ہیں جو زبانی تو بہت کچھ کہتے رہتے ہیں لیکن دل میں نہ وہ اللہ کو مانتے ہیں اور نہ آخرت کو کچھ سمجھتے ہیں ان کے دل شک و شبہ میں گرفتار رہتے ہیں اور دنیا کے نفع اور آرام کو سب کچھ سمجھتے ہیں کبھی مسلمانوں سے ان کو فائدہ پہنچ گیا تو ان کی سی کہنے لگے اور جہاں کچھ سختیاں جھیلنے اور مصیبتیں برداشت کرنے اور قربانیاں دینے کا موقع آیا تو طرح طرح کے بہانے تراش کر کھسک گئے اور ظاہر داری کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر حاضری کی رخصت بھی حاصل کر لی۔ بے حیا بن کر جہاد سے علیحدہ رہنے کی اجازت لینا انہی کا شیوہ ہے جن کو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں۔ نہ آخرت کی زندگی کو سمجھتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسلام و مسلمین کے غالب و منصور ہونے کی جو خبریں دی ہیں ان کے متعلق ہمیشہ شک و شبہ میں گرفتار رہتے ہیں۔

سچا مومن کون ہے؟

ان آیات سے معلوم ہوا کہ پختہ اور سچے ایمان کی علامت یہ ہے کہ اللہ اور رسول کا حکم ملتے ہی فوراً تعمیل کے لئے تیار ہو جائے جو اس کی تعمیل سے حیلے بہانے کر کے قاصر رہا وہ اصل ایمان سے بے بہرہ ہے۔ نیز ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اللہ اور رسول کے حکم کے اتباع میں دل و جان سے دین اسلام کی حمایت کرنے اور اپنی ساری طاقت اور تمام ذرائع اس کو سربلند کرنے کی سعی میں کھپا دینے اور حتی الوسع کسی قربانی سے دریغ نہ کرنے والا ہی سچا مومن ہے۔ بخلاف اس کے جو اسلام اور مسلمانوں کا ساتھ دینے سے دل چرائے اور اسلام کی سربلندی کے لئے جان و مال کی بازی لگانے سے پہلوتہی کرے اور حیلے بہانے سے اپنی جان کو بچانے کی کوشش کرے اس کی یہ روش ظاہر کرتی ہے کہ اس کے دل میں حقیقی ایمان نہیں ہے گو وہ زبانی کیسے ہی بلند دعوے ایمان و اسلام کے کرے۔

دعا کیجئے

یَا اللہُ ہمیں ایمان حقیقی نصیب فرمائیں۔ ہمیں بھی دل و جان سے اسلام کی حمایت کرنے اور اپنی تمام قوتوں کو اسلام کی سربلندی میں خرچ کرنے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ ہمارے دلوں میں سچا جذبۂ جہاد عطا فرما اور دین اسلام کے لئے ہر طرح کی سختی جھیلنے، مصیبت اٹھانے اور قربانی پیش کرنے کی ہمت عطا فرما۔ یا اللہ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو محفوظ فرما۔ شک اور تردد سے ہمارے دلوں کو پاک فرما۔ یا اللہ آپ کی نصرت اور حمایت پر ہم کو یقین کامل نصیب ہو اور آپ کی تائید اور توفیق ہر حال میں ہمارے شامل حال ہو۔ آمین۔

یَا اللہُ ان معاصی کی مغفرت کا طلبگار ہوں کہ بوقت معصیت تیرے سوا کسی دوسرے کو پکارا ہو اور غیر اللہ سے امداد کی دعا کی ہو۔ تیری عبادت میں جانی و مالی گناہ کا اختلاط کر لیا یا مال کی طمع میں شریعت کا خیال نہ کیا ہو یا کسی مخلوق کی اطاعت کی اور تیری نافرمانی کی، تیرے حکم کو ٹالا اور اس کے برخلاف مخلوق کے حکم کو سراہا ہو۔ محض دنیا کی خاطر ناجائز منت و سماجت کی ہو حالانکہ میں جانتا بھی ہوں کہ آپ کے سوا کوئی حاجت پورا کرنے والا نہیں۔ الٰہی! ان گناہوں کو بھی معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ

اور اگر وہ لوگ چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کا کچھ سامان تو درست کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لئے اُنکو توفیق نہیں دی

اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاَاوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ

اور یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں ہی دھرے رہو اگر یہ لوگ تمہارے شامل ہو جاتے تو سوا اس کے کہ اور دونا فساد کرتے اور کیا ہوتا

يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا

اور تمہارے درمیان فتنہ پردازی کی فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں ان کے کچھ جاسوس موجود ہیں اور ان ظالموں کو اللہ خوب سمجھے گا۔انہوں نے

الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

تو پہلے بھی فتنہ پردازی کی فکر کی تھی اور آپ کیلئے کارروائیوں کی الٹ پھیر کرتے ہی رہے یہاں تک کہ سچا وعدہ آگیا اور اللہ کا حکم غالب رہا اور ان کو ناگوار ہی گذرتا رہا۔

وَلَوْ اور اگر	اَرَادُوا وہ ارادہ کرتے	الْخُرُوْجَ نکلنے کا	لَاَعَدُّوْا ضرور تیار کرتے	لَهٗ اس کیلئے	عُدَّةً کچھ سامان	وَّلٰكِنْ اور لیکن	كَرِهَ ناپسند کیا	
اللّٰهُ اللہ	انْۢبِعَاثَهُمْ انکا اُٹھنا	فَثَبَّطَهُمْ سو ان کو روک دیا	وَقِيْلَ اور کہا گیا	اقْعُدُوْا بیٹھ جاؤ	مَعَ ساتھ	الْقٰعِدِيْنَ بیٹھنے والے	لَوْ اگر	خَرَجُوْا وہ نکلتے
فِيْكُمْ تم میں	مَا نہ	زَادُوْكُمْ تمہیں بڑھاتے	اِلَّا مگر	خَبَالًا خرابی	وَّ اور	لَاَاوْضَعُوْا دوڑے پھرتے	خِلٰلَكُمْ تمہارے درمیان	
يَبْغُوْنَكُمُ تمہارے لئے چاہتے ہیں	الْفِتْنَةَ بگاڑ	وَفِيْكُمْ اور تم میں	سَمّٰعُوْنَ سننے والے (جاسوس)	لَهُمْ ان کے	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے		
بِالظّٰلِمِيْنَ ظالموں کو	لَقَدِ ابْتَغَوُا البتہ چاہا تھا اُنہوں نے	الْفِتْنَةَ بگاڑ	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَقَلَّبُوْا انہوں نے اُلٹ پلٹ کیں	لَكَ تمہارے لئے			
الْاُمُوْرَ تدبیریں	حَتّٰى یہانتک کہ	جَآءَ آگیا	الْحَقُّ حق	وَظَهَرَ اور غالب آگیا	اَمْرُ اللّٰهِ امرِ الٰہی	وَهُمْ اور وہ	كٰرِهُوْنَ پسند نہ کرنے والے	

منافقین غزوۂ تبوک میں جاتے تو فتنہ پھیلاتے

ان آیات میں بھی منافقین ہی کے متعلق بیان جاری ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ ان کا ارادہ ہی گھر سے نکلنے کا نہیں ورنہ اس کا کچھ تو سامان کرتے۔حکم جہاد سنتے ہی جھوٹے عذر نہ لے دوڑتے۔حقیقت یہ ہے کہ خدا نے ان کی شرکت کو پسند ہی نہیں کیا۔اور اس کی وجہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ یہ جاتے تو وہاں فتنے اٹھاتے کیونکہ انہیں اسلام اور جہاد سے کوئی دلچسپی تو ہے نہیں۔اگر مسلمانوں میں مل کر یہ نکلتے بھی تو دوسروں کو بھی فرض سے غافل کرنے کی کوشش کرتے۔اس لئے خدا نے انہیں مجاہدین میں شامل ہونے سے روک دیا اس طرح کہ رکنے کا وبال انہی کے سر پر رہے گویا ان کو تکوینا کہہ دیا گیا کہ جاؤ عورتوں بچوں اور اپاہج آدمیوں کے ساتھ گھر میں گھس کر بیٹھ رہو۔پھر آگے اور ان کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ اگر یہ دکھلاوے کے مسلمان تمہارے ساتھ نکلتے تو اپنی بزدلی اور نامردی کی وجہ سے دوسروں کی ہمتیں بھی سست کر دیتے اور آپس میں لگا بجھا کر مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرتے اور جھوٹی افواہیں اڑا کر ان کو دشمنوں سے ہیبت زدہ کرنا چاہتے۔غرض ان کے وجود سے بھلائی میں تو کوئی اضافہ نہ ہوتا ہاں برائی بڑھ جاتی اور فتنہ انگیزی کا زور ہوتا۔ان ہی وجوہ سے خدا نے ان کو جانے کی توفیق نہ بخشی۔

منافقین کی فتنہ انگیزیاں

آگے مزید ان کی حالت بتلائی گئی کہ اب بھی ان منافقین کے جاسوس تم میں موجود ہیں جن کی باتوں کو سادہ لوح افراد سنتے اور تھوڑے بہت متاثر ہوتے ہیں۔گو یہ ویسا فتنہ فساد تو برپا نہیں کرسکتے

جو ان شریروں کے وجود سے ہو سکتا تھا تاہم کچھ نہ کچھ فتنہ انگیزی کرتے ہی رہتے ہیں۔

جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود اور منافقین مدینہ آپ کے خلاف طرح طرح کی فتنہ انگیزیاں کرتے رہے اور اسلام کی روز افزوں ترقیات کا تختہ الٹنے کے لئے بہت کچھ الٹ پھیر کی مگر بدر میں جب کفر وشرک کے بڑے بڑے ستون گر گئے اور حیرت انگیز طریقہ پر اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا تو بہت سے لوگ خوف کھا کر محض زبان سے کلمۂ اسلام پڑھنے لگے مگر چونکہ دل میں کفر چھپا ہوا تھا اس لئے جوں جوں اسلام اور مسلمانوں کی کامیابی اور غلبہ دیکھتے دل ہی دل میں جلتے اور غیظ کھاتے۔ غرض ان کی فتنہ پردازی اور مکاری کوئی نئی چیز نہیں۔ شروع سے ان کا یہی وطیرہ رہا ہے مگر آخر دیکھ لیا کہ حق کس طرح غالب ہو کر رہتا ہے۔ اور باطل کیسے ذلیل ورسوا کیا جاتا ہے۔

عذر کی مقبولیت اور عدم قبولیت کا اصول

ایک اہم اصول جس سے دین کے معاملہ میں کسی عذر کے معقول ہونے یا نامعقول ہونے کا امتیاز ہو سکے یہ معلوم ہوا کہ عذر انہی لوگوں کا قابل قبول ہو سکتا ہے جو تعمیل حکم کے لئے تیار ہوں اور پھر کسی اتفاقی حادثہ کے سبب معذور ہو گئے۔ معذوروں کے تمام معاملات کا یہی حکم ہے اور جس نے تعمیل حکم کے لئے کوئی تیاری ہی نہیں کی اور ارادہ ہی نہیں کیا پھر اگر کوئی عذر بھی پیش آ گیا تو یہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی ایک مثال ہوگی اور صحیح عذر نہیں سمجھا جائے گا۔ مثلاً جو شخص نماز جمعہ کی حاضری کے لئے تیاری مکمل کر چکا ہے اور جانے کا ارادہ کر رہا ہے کہ دفعۃً کوئی ایسا عذر پیش آ گیا جس کی وجہ سے جمعہ کی نماز کے لئے نہ جا سکا تو اس کا عذر معقول ہے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اس کی عبادت کا پورا اجر عطا فرماتے ہیں اور جس نے کوئی تیاری کی ہی نہیں پھر اتفاقاً کوئی عذر بھی سامنے آ گیا تو وہ محض ایک بہانہ ہے۔ کسی نے صبح کو سویرے نماز کے لئے اٹھنے کی تیاری پوری کی۔ گھڑی میں الارم لگایا یا کسی کو مقرر کیا جو وقت پر جگا دے پھر اتفاق سے یہ تدبیریں غلط ہو گئیں جس کی وجہ سے نماز فجر قضا ہو گئی تو یہ عذر صحیح اور معقول ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفر میں لیلۃ التعریس میں پیش آیا کہ وقت پر جاگنے کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ حضرت بلالؓ کو مامور فرمایا اور بٹھا دیا کہ وہ صبح ہوتے ہی سب کو جگا دیں مگر اتفاق سے ان پر بھی نیند غالب آ گئی اور آفتاب نکلنے کے بعد سب کی آنکھ کھلی تو یہ عذر نماز کے قضا ہونے کا صحیح اور معقول ہے جس کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا۔ لاتفریط فی النوم۔ انما التفریط فی الیقظۃ یعنی نیند میں آدمی معذور ہے۔ کوتاہی وہ ہے جو جاگتے ہوئے کوتاہی کرے۔ تو چونکہ اپنی طرف سے وقت پر جاگنے کا مکمل انتظام کر لیا گیا تھا اس لئے یہ عذر نماز کے قضا ہو جانے کا صحیح اور معقول تھا۔ خلاصہ یہ کہ تعمیل حکم کے لئے تیاری کرنے یا نہ کرنے ہی سے کسی عذر کے معقول یا نامعقول ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ محض زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوتا۔

(معارف القرآن از حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

دعا کیجئے

یَا اللہ آپ نے جس طرح پہلے منافقوں اور کافروں کی چالوں سے اسلام کو اور مسلمانوں کو محفوظ رکھا اور اسلام اور حق کو غالب فرمایا۔ اے اللہ اب بھی منافقوں اور کافروں کی چالوں سے اسلام اور اہل اسلام کو محفوظ فرما۔

یَا اللہ گناہ تو بڑا تھا مگر نفس نے معمولی سمجھا اور اس کے کرتے ہوئے نہ ڈرا نہ رکا۔ الٰہی! ان کی بھی معافی دیدے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ

اور ان میں بعضا شخص وہ ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو اجازت دے دیجئے اور مجھ کو خرابی میں نہ ڈالئے خوب سمجھ لو کہ یہ لوگ خرابی میں تو پڑ ہی چکے اور یقیناً

لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا

دوزخ ان کافروں کو گھیرے گی۔ اگر آپ کو کوئی اچھی حالت پیش آتی ہے تو وہ ان کیلئے موجب غم ہوتی ہے اور اگر آپ پر کوئی حادثہ آپڑتا ہے تو کہتے ہیں

قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ

کہ ہم نے تو پہلے سے اپنا احتیاط کا پہلو اختیار کر لیا تھا اور وہ خوش ہوتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے ہم پر کوئی حادثہ نہیں پڑ سکتا مگر وہی جو

لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقدر فرمایا ہے وہ ہمارا مالک ہے مسلمانوں کو اپنے سب کام اللہ کے سپرد رکھنے چاہئیں۔

وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ جو۔کوئی	يَّقُوْلُ کہتا ہے	ائْذَنْ اجازت دیں	لِّيْ مجھے	وَلَا تَفْتِنِّيْ اور نہ ڈالیں مجھے آزمائش میں	اَلَا یاد رکھو	فِي میں			
الْفِتْنَةِ آزمائش	سَقَطُوْا وہ پڑ چکے ہیں	وَاِنَّ اور بیشک	جَهَنَّمَ جہنم	لَمُحِيْطَةٌ گھیرے ہوئے	بِالْكٰفِرِيْنَ کافروں کو	اِنْ اگر	تُصِبْكَ تمہیں پہنچے			
حَسَنَةٌ کوئی بھلائی	تَسُؤْهُمْ انہیں بری لگے	وَاِنْ اور اگر	تُصِبْكَ تمہیں پہنچے	مُصِيْبَةٌ کوئی مصیبت	يَّقُوْلُوْا تو وہ کہیں	قَدْ اَخَذْنَا ہم نے پکڑ لیا تھا				
اَمْرَنَا اپنا کام	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	وَ اور	يَتَوَلَّوْا وہ لوٹ جاتے ہیں	وَهُمْ اور وہ	فَرِحُوْنَ خوشیاں مناتے	قُلْ آپ کہہ دیں	لَنْ يُّصِيْبَنَا ہرگز نہ پہنچے گا ہمیں			
اِلَّا مگر	مَا جو	كَتَبَ لکھ دیا	اللّٰهُ اللہ	لَنَا ہمارے لئے	هُوَ وہی	مَوْلٰىنَا ہمارا مولا	وَ اور	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	فَلْيَتَوَكَّلِ بھروسہ چاہیے	الْمُؤْمِنُوْنَ مومن

شانِ نزول......جد بن قیس کی بہانہ بازی

گذشتہ سے منافقین کے متعلق بیان ہوتا چلا آ رہا ہے جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر جو منافق بہانے کر کے پیچھے ٹھہر جانے کی اجازتیں مانگ رہے تھے۔ انہی میں ایک شخص جد بن قیس تھا جو اپنے قبیلہ بنو سلمہ کا سردار بھی تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جد بن قیس سے بھی ہمراہ چلنے اور جہاد میں شریک ہونے کو فرمایا تھا۔ اس نے بطور بہانے کے عرض کیا یا رسول اللہ میری تمام قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کی محبت میں مشہور ہوں اور روم کی عورتوں کا حسن مشہور ہے۔ اگر میں اہل روم کے مقابلہ پر گیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں رومی عورتوں کو دیکھ کر ضبط نہ کر سکوں گا لہذا آپ مجھ کو فتنے میں نہ ڈالیں۔ یعنی جہاد پر نہ لے جائیں۔ ہاں میں مال سے آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ یہ آیات اسی منافق جد بن قیس کے متعلق نازل ہوئیں۔

منافقوں کی جھوٹی پرہیزگاری

اسی واقعہ کی طرف اشارہ کر کے حق تعالیٰ بتلاتے ہیں کہ منافق بظاہر آپ سے فتنہ سے بچنے کی درخواست کرتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ بڑے نیکوکار اور پرہیزگار ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ زنانِ روم کا فتنہ تو بعد ہی میں پیش آئے گا یہ تو اس سے پہلے ہی فتنہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ رسول کے حکم سے سرتابی اور فرمانِ الٰہی کو حیلہ بہانہ سے ٹالنا یہ زبردست فتنہ ہے جس میں یہ مبتلا ہیں غرض یہ کہ یہ دل میں کافر اور ظاہر میں مومن بنے ہوئے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ جہنم ان سب کافروں کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہے جس سے یہ نکل نہیں سکتے۔ ان کی یہ نفاق انگیزیاں اور بہانہ بازیاں دخولِ جہنم کا سبب ہیں۔ نفاق کی اس لعنت نے انہیں جہنم کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔

منافقوں کی کم ظرفی اور اس کا جواب

پھر منافقین کی ایک اور کم ظرفی کو بتلایا جاتا ہے جن کی عادت تھی کہ جب مسلمانوں کو غلبہ اور کامیابی نصیب ہوتی تو دل میں جلتے اور کڑھتے تھے اور باطنی خباثت اور اندرونی عداوت کے باعث جو سارے فتنوں کی جڑ ہے ان کو مسلمانوں کی فتح بری معلوم ہوتی اور اگر کبھی کوئی سختی کی بات پیش آ گئی مثلاً کچھ مسلمان شہید یا مجروح ہو گئے تو فخریہ کہتے کہ ہم نے ازراہ دوراندیشی پہلے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کرلیا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ افتاد پڑنے والی ہے لہذا ان کے ساتھ گئے ہی نہیں۔ غرض ڈینگیں مارتے ہوئے اور خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے اپنی مجلسوں سے اٹھتے اور خوش وخرم اپنے گھروں کو واپس جاتے۔ اس پر حق تعالیٰ اہل ایمان کو یہ تعلیم فرمارہے ہیں کہ ان منافقین سے کہدو کہ راحت ومصیبت جو آنی ہے وہ تو آکر ہی رہے گی سختی یا نرمی جو جس وقت کے لئے مقدر ہے وہ ٹل نہیں سکتی۔ مگر ہم چونکہ ظاہر اور باطن سے خدا کو اپنا حقیقی مولا اور پروردگار سمجھتے ہیں لہذا ہماری گردنیں اس کے فیصلے اور حکم کے سامنے جھکی ہوئی ہیں وہی ہمارا نگہبان اور مددگار ہے اس کی طرف سے جو کچھ ہمیں ملے گا اس میں سراسر ہماری ہی بہتری ہوگی۔

مومن کی شان

اس لئے مومن کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے سارے معاملات اللہ کے سپرد کر دیتا ہے اور ہمہ تن اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں مشغول ہو جاتا ہے اور اللہ پر توکل کرتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ساری قوتیں اور طاقتیں اللہ کے حکموں کی تعمیل میں لگا دیتا ہے اور مصیبت اور سختیوں سے اس کی ہمت پست نہیں ہونے پاتی کیونکہ اسے کامل یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریگا۔

مسئلہ تقدیر وتوکل

آخری آیت قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰىنَا وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اگرچہ مختصری آیت ہے مگر اس آیت نے مسئلہ تقدیر اور مسئلہ توکل کی اصل حقیقت بھی واضح کر دی کہ تقدیر و توکل پر یقین رکھنے کا یہ حاصل نہ ہونا چاہئے کہ آدمی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے اور یہ کہے کہ جو کچھ قسمت میں ہوگا وہ ہو جائے گا۔ بلکہ ہونا یہ چاہئے کہ اسباب اختیاریہ کے لئے اپنی پوری توانائی اور ہمت صرف کی جائے اور بقدر قدرت اسباب جمع کرنے کے بعد معاملہ کو تقدیر وتوکل کے حوالے کریں۔ نظر صرف اللہ تعالیٰ پر رکھیں کہ نتائج ہر کام کے اسی کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ مسئلہ تقدیر وتوکل میں عام دنیا کے لوگ بڑی افراتفری میں پائے جاتے ہیں۔ کچھ بے دین لوگ تو وہ ہیں جو سرے سے تقدیر وتوکل کے قائل ہی نہیں۔ انہوں نے مادی اسباب ہی کو خدا بنایا ہوا ہے اور کچھ ناواقف ایسے بھی ہیں جنہوں نے تقدیر وتوکل کو اپنی کم ہمتی اور بیکاری کا بہانہ بنالیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاد کے لئے پوری پوری ممکنہ تیاری اور اس کے بعد اس آیت کے نزول نے اس افراط وتفریط کو ختم کر کے صحیح راہ دکھلا دی یعنی اسباب اختیاریہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی دی ہوئی نعمت ہیں۔ ان سے فائدہ نہ اٹھانا ناشکری اور بیوقوفی ہے۔ البتہ اسباب کو اسباب کے درجہ سے آگے نہ بڑھاؤ اور عقیدہ یہ رکھو کہ نتائج وثمرات ان اسباب کے تابع نہیں بلکہ فرمان حق جل شانہٗ کے تابع ہیں۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ)

دعا کیجئے

یَا اللّٰہ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک کردے۔

یَا اللّٰہ ہمیں بھی اپنی ذات عالی پر بھروسہ اور توکل کرنے والا مسلمان بنادیجئے۔

یَا اللّٰہ جتنے حقوق تیری مخلوق کے مجھ پر ہیں میں ان کے عوض مرہون ہوں۔ الٰہی! ان سب کو میری طرف سے انکے حقوق ادا کردیجئے بلکہ ان کے حقوق سے اور ان کو زیادہ دیدیجئے اور مجھے ان سے معاف کرادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ

آپ فرما دیجئے کہ تم تو ہمارے حق میں دو بہتریوں میں سے ایک بہتری ہی کے منتظر رہتے ہو اور ہم تمہارے حق میں اس کے منتظر رہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ

اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ۝۵۲ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا

تم پر کوئی عذاب واقع کرے گا اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سے سو تم انتظار کرو ہم تمہارے ساتھ انتظار میں ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ تم خواہ

اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۳ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ

خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے تم سے کسی طرح مقبول نہیں بلاشبہ تم عدول حکمی کرنے والے لوگ ہو۔ اور ان کے خیر خیرات قبول ہونے سے

مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى

اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے

وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۵۴

اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ۔

قُلْ هَلْ آپ کہدیں کیا | تَرَبَّصُوْنَ تم انتظار کرتے ہو | بِنَا ہم پر | اِلَّا مگر | اِحْدَى ایک کا | الْحُسْنَيَيْنِ دو خوبیوں | وَنَحْنُ اور ہم

نَتَرَبَّصُ انتظار کرتے ہیں | بِكُمْ تمہارے لئے | اَنْ کہ | يُّصِيْبَكُمُ تمہیں پہنچے | اللّٰهُ اللہ | بِعَذَابٍ کوئی عذاب | مِّنْ سے | عِنْدِهٖۤ اس کے پاس

اَوْ یا | بِاَيْدِيْنَا ہمارے ہاتھوں سے | فَتَرَبَّصُوْۤا سو تم انتظار کرو | اِنَّا ہم | مَعَكُمْ تمہارے ساتھ | مُّتَرَبِّصُوْنَ انتظار کرنے والے (منتظر) | قُلْ آپ کہدیں

اَنْفِقُوْا تم خرچ کرو | طَوْعًا خوشی سے | اَوْ یا | كَرْهًا ناخوشی سے | لَّنْ يُّتَقَبَّلَ ہرگز نہ قبول کیا جائیگا | مِنْكُمْ تم سے | اِنَّكُمْ بیشک تم | كُنْتُمْ تم ہو

قَوْمًا قوم | فٰسِقِيْنَ فاسق (جمع) | وَمَا اور نہ | مَنَعَهُمْ ان سے مانع ہوا | اَنْ کہ | تُقْبَلَ قبول کیا جائے | مِنْهُمْ ان سے | نَفَقٰتُهُمْ ان کا خرچ

اِلَّا مگر | اَنَّهُمْ یہ کہ وہ | كَفَرُوْا منکر ہوئے | بِاللّٰهِ اللہ کے | وَبِرَسُوْلِهٖ اور اسکے رسول کے | وَ اور | لَا يَاْتُوْنَ وہ نہیں آتے | الصَّلٰوةَ نماز | اِلَّا مگر

وَهُمْ اور وہ | كُسَالٰى سست | وَ اور | لَا يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ نہیں کرتے | اِلَّا مگر | وَهُمْ اور وہ | كٰرِهُوْنَ ناخوشی سے

منافقوں کی کم ظرفی کا دوسرا جواب

ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے کہ مسلمان منافقین سے کہدیں کہ ہمارے لئے جیسے اچھی حالت بہتر ہے ویسے ہی حوادث بھی باعتبار انجام کے بہتر ہیں کہ اس میں رفع درجات و کفارۂ سیئات ہے۔ اس طرح مسلمان کا کسی وقت نقصان نہیں ہوتا اگر فتح پائی تو غازی ہوا ثواب کمایا اور مارا گیا تو شہید ہوا درجہ شہادت پایا گویا اس جواب کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں۔ مصیبت میں بھی ہمارے فائدہ کی رعایت فرماتے ہیں اس لئے ہم ہر حال میں فائدہ میں ہیں۔ رہے منافق تو وہ بہر حال نقصان میں ہیں اور دو برائیوں میں سے ایک برائی ان کو ضرور پہنچ کر رہے گی یا نفاق و شرارت کی بدولت بلاواسطہ قدرت کی طرف سے کوئی عذاب ان پر مسلط ہوگا یا مسلمانوں کے ہاتھوں سے خدا ان کو سزا دلوائے گا گویا ان کا مرنا اور جینا دونوں ان کے لئے ضرر رساں ہے اور اس کی وجہ محض ان کا نفاق اور قلبی کفر اور اعمال کی ریاکاری ہے۔ نماز پڑھتے ہیں تو دکھاوٹ کی۔ ایمان اور اسلام کا اقرار کرتے ہیں تو دکھاوٹ کے لئے۔

جد بن قیس کی بہانہ بازی کا جواب

گذشتہ آیات میں یہ بیان ہوا تھا کہ جد بن قیس نے رومی

عورتوں کے فتنہ کا بہانہ کر کے غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کا عذر کیا تھا مگر اپنے نفاق پر پردہ ڈالنے کے لئے یہ کہا تھا کہ میں مالی اعانت کر سکتا ہوں۔ اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں خواہ خوشی سے خرچ کرے یا ناخوشی سے یعنی خوشی سے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی انکو توفیق کہاں تاہم اگر بالفرض خوشی سے بھی خرچ کریں تب بھی خدا قبول نہ کرے گا اور اس کی وجہ بھی بتلا دی گئی کہ عدم قبول کا سبب اصل تو ان کا کفر ہے کہ کافر کا ہر عمل مردہ اور بے جان ہوتا ہے۔ باقی نماز میں ہارے جی سے آنا' یا برے دل سے خرچ کرنا یہ سب باطنی کفر کے ظاہری آثار ہیں۔ ایمان اور اخلاص جو شرائط ہیں قبولیت کے وہ ان میں مفقود ہیں۔ محض اپنی نمود اور شہرت کے لئے زبان سے امداد مالی کا ذکر کرتے ہیں۔ ایسی امداد کی اسلام کو ضرورت نہیں۔

بخلاف ان کے مسلمان خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اللہ کو خوش کرنے اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری میں نماز ادا کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی خیر خیرات اللہ کے یہاں مقبول ہے اور جو کافر و منافق ہیں ان کا کوئی عمل مقبول نہیں جب تک اللہ اور رسول سے صحیح تعلق نہ قائم کریں اور خدا اور اس کے رسول سے صحیح تعلق ایمان کے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ آپ ہی ہمارے لئے بہتری کی صورت ظاہر فرمادیں۔ ہمارے دلوں میں سچا جذبہ جہاد عطا فرمادیں ہم اپنی نمازوں کو ذوق شوق اور اہتمام اور فکر سے ادا کرنے والے ہوں اور اللہ کے راستہ میں اپنے مال کو اخلاص کے ساتھ خرچ کرنے والے ہوں۔

یا اللہ ریا اور نمائش جو منافقانہ اعمال میں سے ہیں ان سے ہمارے دل و دماغ کو پاک رکھئے۔ اور ان سے کامل طور پر بچائیے۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ میرے تمام ہر قسم کے اہل حقوق کو بخش دیجئے ان کو دوزخ سے بچا کر جنت الفردوس عطا فرمائیے۔ اے اللہ! اگرچہ حقوق بہت ہیں مگر آپ کے پردۂ عفو میں کچھ بھی نہیں مجھے سبکدوش فرما کر عفو و عافیت و معافات کے ساتھ دنیا سے اٹھائیے۔

کسی آپ کے بندے یا بندی کا مال ناحق لیا ہو' کسی کی آبرو خراب کر دی ہو' اس کے جسم کے کسی حصہ پر مارا ہو۔ اس پر ظلم کیا ہو۔ انہوں نے مطالبہ حق کیا لیکن میں نے طاقت نہ ہونے کی وجہ سے نہ دیا ہو یا لاپرواہی برتی ہو ان سے بھی معاف نہ کرا سکا ہوں آپ کے سب اختیار میں ہے میری معافی فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

36

فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

سواُن کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں اُن کو گرفتارِ عذاب رکھے

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿٥٥﴾

اور اُن کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے۔

فَلَا تُعْجِبْكَ سوتمہیں تعجب نہ ہو	اَمْوَالُهُمْ ان کے مال	وَلَا اور نہ	اَوْلَادُهُمْ ان کی اولاد	اِنَّمَا یہی	يُرِيْدُ چاہتا ہے	اللّٰهُ اللہ	لِيُعَذِّبَهُمْ کہ عذاب دے انہیں
بِهَا اس سے	فِيْ میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَتَزْهَقَ اور نکلیں	اَنْفُسُهُمْ ان کی جانیں	وَهُمْ اور وہ	كٰفِرُوْنَ کافر ہوں	

کفار ومنافقین کی مالداری پر اشکال

گذشتہ آیات میں منافقین کے متعلق بتلایا گیا تھا کہ خواہ وہ مال خوشی سے خرچ کریں یا ناخوشی سے وہ مقبول نہیں۔ اول تو خدا کے راستہ میں خوشی سے مال خرچ کرنے کی ان کو توفیق کہاں تاہم بالفرض اگر وہ خوشی سے خرچ بھی کریں تب بھی خدا قبول نہ کرے گا اور اس عدم قبول کا اصلی سبب یعنی ان کا کفر بھی گذشتہ آیات میں بیان کر دیا گیا تھا۔

اب یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب ایسے مردود ہیں تو ان کو مال و دولت اور اولاد کی کثرت وغیرہ نعمتوں سے کیوں نوازا گیا؟ جب یہ غیر مقبولین ہیں تو انہیں مال و اولاد کی نعمتیں کیسے نصیب ہو رہی ہیں؟ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا جس میں اگرچہ بظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن جواب کی یہ تعلیم دینا کل مسلمانوں کو مقصود ہے۔ چنانچہ آج بھی یہ وسوسہ کافر قوموں کی خوشحالی' کثرت آبادی' اور ان کی ظاہر اقبال مندی کو دیکھ کر اکثر کمزور ایمان والے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے حالانکہ دنیوی نعمتوں کے لئے مقبولیت ذرا بھی شرط نہیں عموماً دنیا پرست طبقہ مرفہ حال اور فارغ البال ہوتا ہے سیدھے سادھے مسلمان ان کی دولت مندی اور آسودگی سے مرعوب ہو جاتے ہیں اور بعض شبہ کرنے لگتے ہیں کہ یہ خدا کے مقبول بندے ہیں ورنہ یہ اس قدر بے غم اور ہم اتنے بدحال کیوں ہوتے۔ منافقین بھی اپنی مالداری پر مغرور ہو کر عام مسلمانوں پر رعب جمانا چاہتے تھے۔ مدینہ کے منافقین زیادہ تر بلکہ تمام تر مال دار اور سن رسیدہ لوگ تھے۔ ابن کثیرؒ نے ان کی جو فہرست دی ہے اس میں صرف ایک نوجوان کا ذکر ملتا ہے اور غریب ان میں سے کوئی بھی نہیں۔ یہ لوگ مدینہ میں جائیدادیں اور پھیلے ہوئے کاروبار رکھتے تھے۔ اسلام جب مدینہ پہنچا اور آبادی کے ایک بڑے حصہ نے پورے اخلاص اور جوش ایمانی کے ساتھ اسے قبول کر لیا تو ان لوگوں نے اپنے آپ کو ایک عجیب مخمصہ میں مبتلا پایا۔ اگر وہ دین اسلام کا ساتھ دیتے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سارے عرب سے بلکہ اطراف واکناف کی قوموں اور سلطنتوں سے بھی لڑائی مول لینے کے لئے تیار ہو جائیں مگر اسلام کی بڑھتی ہوئی شوکت وغلبہ کو دیکھ کر یہ بھی ہمت نہ ہوتی تھی کہ کفر وانکار پر کھلم کھلا قائم رہتے۔ اس میں بھی ان کو اپنی ریاست' عزت اور شہرت سب خاک میں ملتی ہوئی نظر آتی تھی۔ اس لئے ان کو اپنے مفاد کے تحفظ کی بہترین صورت یہی نظر آئی کہ ایمان کا دعویٰ کریں تاکہ مسلمانوں کے درمیان اپنی ظاہری عزت اور اپنی جائیدادوں اور اپنے کاروبار کو برقرار رکھ سکیں مگر مخلصانہ ایمان نہ اختیار کریں تاکہ ان خطرات اور نقصانات سے دوچار نہ ہوں جو اس وقت اخلاص کے ساتھ اسلام کو اختیار کرنے والوں کو لازماً پیش آنے تھے۔

اشکال کا ازالہ

انہی منافقین کی دولت مندی اور کثرت مال و اولاد کی حقیقت کو بتلایا جاتا ہے کہ یہ نعمتیں ان کے حق میں نعمتیں نہیں بڑا عذاب ہیں۔ جس طرح ایک لذیذ اور خوشگوار غذا تندرست آدمی کی صحت وقوت کو

بڑھاتی ہے مگر فاسد مادہ سے بھرے ہوئے مریض کو ہلاکت سے قریب تر کر دیتی ہے۔ یہی حال ان دنیوی نعمتوں مال و دولت کا ہے۔ ایک کافر کے حق میں یہ چیزیں بدمزاجی کی وجہ سے زہر ہلاہل ہیں۔ چونکہ کفار دنیا کی حرص و محبت میں غرق ہوتے ہیں اس لئے اول اس کے جمع کرنے میں کوفت اٹھاتے ہیں پھر ذرا صدمہ یا نقصان پہنچ گیا تو جس قدر محبت ان چیزوں سے ہے اسی قدر غم سوار ہوتا ہے اور کوئی وقت اس کے فکر و اندیشہ اور ادھیڑ بن سے خالی نہیں جاتا اور یہ دکھ فقط زندگی ہی کا نہیں مرنے کے وقت پھر جب موت ان محبوب چیزوں سے جدا کرتی ہے اس وقت کے صدمہ اور حسرت کا اندازہ کرنا مشکل ہے روح مال و اولاد میں لگی رہتی ہے گویا موت بھی چین کی نصیب نہیں۔ غرض دنیا کے عاشق اور حریص کو کسی وقت حقیقی چین اور اطمینان میسر نہیں۔

چنانچہ یورپ اور امریکہ وغیرہ کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے اقوال و احوال اس پر شاہد ہیں باقی مومنین جو مال و دولت کے نہ پجاری ہوتے ہیں۔ اور نہ اسے زندگی کا نصب العین جانتے ہیں اور چونکہ ان کے دل میں حب دنیا کا مرض نہیں ہوتا اس لئے یہی چیزیں ان کے حق میں نعمت اور دین کی اعانت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس کے علاوہ اکثر کفار کثرت مال و اولاد پر مغرور ہو کر کفر و طغیان میں اور زیادہ شدید ہو جاتے ہیں۔ جو اس کا سبب بنتا ہے کہ اخیر دم تک کافر ہی رہیں نیز منافقین مدینہ جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ان کا حال یہ تھا کہ بادل نخواستہ جہاد وغیرہ کے موافق ریا اور نفاق سے مال خرچ کرتے تھے اور ان کی اولاد میں بعض لوگ مخلص مسلمان ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ یہ دونوں چیزیں منافقین کے منشائے قلبی کے بالکل خلاف تھیں اس طرح اموال و اولاد ان کے لئے دنیا میں عذاب بن گئے تھے۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ نے ہم کو جو دنیا میں مال و دولت اور اولاد وغیرہ عطا کر رکھی ہیں اس کو ہمارے لئے حصول آخرت کا ذریعہ بنائیں۔

یا اللہ اپنے ذکر و فکر اور اپنی رضا کو ہماری زندگی کا نصب العین بنا دیجئے اور ایمان و اسلام کی موت نصیب فرما کر آخرت کی دائمی راحت چین و سکون عطا فرمائیے۔ آمین۔

یَا اَللّٰہُ جتنے میرے گناہ آپ کے علم میں ہیں۔ سب معاف فرما دیجئے۔

آپ کا وعدہ ہے کہ اگر کوئی بندہ اتنے کہ زمین و آسمان بھر جائے گناہ لے کر بھی آئے تو میں اتنی مغفرت لے کر چلتا ہوں اور اسے معاف کر دیتا ہوں' الٰہی! مجھے بھی معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنكُمْ وَمَا هُم مِّنكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ ﴿٥٦﴾ لَوْ يَجِدُونَ

اور یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں کے ہیں حالانکہ وہ تم میں کے نہیں لیکن وہ ڈرپوک لوگ ہیں۔ان لوگوں کو اگر کوئی

مَلْجَأً أَوْ مَغَارَاتٍ أَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا إِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُونَ ﴿٥٧﴾ وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ

پناہ کی جگہ مل جاتی یا غار یا کوئی گھس بیٹھنے کی ذرا جگہ تو یہ ضرور منہ اٹھا کر اُدھر چل دیتے۔اور ان میں بعض وہ لوگ ہیں جو صدقات کے بارہ

فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ﴿٥٨﴾

میں آپ پر طعن کرتے ہیں سو اگر ان صدقات میں سے ان کو مل جاتا ہے تو وہ راضی ہوجاتے ہیں اور اگر ان صدقات میں سے انکو نہیں ملتا تو وہ ناراض ہوجاتے ہیں

وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِن فَضْلِهِ

اوران کیلئے بہتر ہوتا اگر وہ لوگ اس پر راضی رہتے جو کچھ ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے دیا تھا اور یوں کہتے کہ ہم کو اللہ کافی ہے آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے

وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾

ہم کو اور دے گا اور اس کے رسول دیں گے ہم اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔

وَيَحْلِفُونَ اور قسمیں کھاتے ہیں	بِاللَّهِ اللہ کی	إِنَّهُمْ بیشک وہ	لَمِنكُمْ البتہ تم میں سے	وَمَا حالانکہ نہیں	هُمْ وہ	مِّنكُمْ تم میں سے	وَلَٰكِنَّهُمْ اور لیکن وہ	
قَوْمٌ لوگ	يَفْرَقُونَ ڈرتے ہیں	لَوْ يَجِدُونَ اگر وہ پائیں	مَلْجَأً پناہ کی جگہ	أَوْ مَغَارَاتٍ اور غار (جمع)	أَوْ یا	مُدَّخَلًا گھسنے کی جگہ	لَّوَلَّوْا تو وہ پھر جائیں	
إِلَيْهِ اسکی طرف	وَهُمْ اور وہ	يَجْمَحُونَ رسیاں تڑاتے ہیں	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَّن جو (بعض)	يَلْمِزُكَ طعن کرتا ہے آپ پر	فِي میں		
الصَّدَقَاتِ صدقات	فَإِنْ سو اگر	أُعْطُوا انہیں دیدیا جائے	مِنْهَا اس سے	رَضُوا وہ راضی ہوجائیں	وَإِن اور اگر	لَّمْ يُعْطَوْا انہیں نہ دیا جائے		
مِنْهَا اس سے	إِذَا اسی وقت	هُمْ وہ	يَسْخَطُونَ ناراض ہوجاتے ہیں	وَلَوْ کیا اچھا ہوتا	أَنَّهُمْ اگر وہ	رَضُوا راضی ہوجاتے	مَا جو	آتَاهُمُ انہیں دیا
اللَّهُ اللہ	وَرَسُولُهُ اور اسکا رسول	وَقَالُوا اور وہ کہتے	حَسْبُنَا ہمیں کافی ہے	اللَّهُ اللہ	سَيُؤْتِينَا اب ہمیں دیگا	اللَّهُ اللہ	مِن سے	
فَضْلِهِ اپنا فضل	وَرَسُولُهُ اور اس کا رسول	إِنَّا بیشک ہم	إِلَى طرف	اللَّهِ اللہ	رَاغِبُونَ رغبت رکھتے ہیں			

منافقین کا مفاد پرستانہ ایمان

گذشتہ آیات سے منافقین کا حال بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔منافقوں کو اندیشہ تھا کہ اگر اظہار اسلام نہ کریں گے تو مسلمان ان کی حفاظت اور سرپرستی نہ کریں گے بلکہ دوسرے کافروں کی طرح سمجھیں گے اور ان کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کریں گے جیسا دیگر مشرکوں کے ساتھ کرتے ہیں اس ڈر کی وجہ سے بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے ظاہر میں نمازیں پڑھتے زکوٰۃ دیتے اور دوسرے ارکان اسلامی بجالاتے مگر دل میں مسلمانوں سے نفرت کرتے کیونکہ صدق دل سے تو اسلام اختیار نہیں کیا تھا اور مسلمانوں سے اپنے بچاؤ کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔چنانچہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہ منافقین محض اس خوف سے کہ کفر ظاہر کریں تو کفار کا سا معاملہ ان کے ساتھ بھی ہونے لگے گا۔قسمیں کھاتے ہیں اور مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہاری ہی جماعت مسلمین میں شامل ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔اگر آج ان کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا کسی غار میں

چھپ کر زندگی بسر کرسکیں یا کم از کم ذرا سر گھسانے کی جگہ ہاتھ آجائے غرض حکومت اسلامی کا خوف نہ رہے تو سب دعوے چھوڑ کر بے تحاشا اسی طرف بھاگنے لگیں چونکہ نہ اسلامی حکومت کے مقابلہ کی طاقت ہے نہ کوئی پناہ کی جگہ ملتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی انتہائی پختہ قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ ہم بھی تم میں سے ہیں یعنی جیسے تم مخلص مسلمان ہو ہم بھی سچے مسلم ہیں مگر حق تعالیٰ نے ظاہر فرما دیا کہ واقع میں وہ مسلمان نہیں ایسی باتیں صرف ڈر کی وجہ سے کہتے ہیں ورنہ اگر ان کو کوئی پناہ اور بچاؤ کی جگہ مل جائے تو فوراً بھاگ کر وہاں پناہ گیر ہو جائیں گے اور تمہاری طرف رخ بھی نہ کریں گے۔ تو یہاں منافقین کی ایک بدترین حالت جھوٹی قسموں کا کھانا بتلایا گیا۔ جھوٹی قسم کھانا ایسی سخت چیز ہے کہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹی قسم کھانا بستیوں کو اجاڑ دیتا ہے۔

صدقات وخیرات میں منافقوں کی طمع

آگے منافقین کی ایک دوسری قبیح حالت کا اظہار کیا جاتا ہے کہ بعض اہل نفاق تقسیم صدقات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے حضور کی نسبت زبان طعن کھولتے ہیں کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ اگر خواہش کے موافق ان کو مال دے دیا جائے تو راضی رہتے ہیں ورنہ ناراض ہو جاتے ہیں حالانکہ مناسب تو یہ تھا کہ اللہ اور رسول کے حکم پر راضی رہتے اور خدا اور رسول کی مرضی پر خوش ہوتے اور اللہ کی خوشنودی کو اپنا مرکز توجہ اور مآل زندگی قرار دیتے۔ بجائے مال کے اللہ کو اپنا کفیل اور کارساز جانتے اور اس بات کا یقین رکھتے کہ یہ مال بے مقدار چیز ہے۔ اللہ اپنے فضل سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عنایت سے آئندہ ہم کو بہت کچھ عطا کریں گے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور مال حقیر کو قبلہ مقصود ٹھہرا لیا۔

دعا کیجئے

یَااللّٰہ منافقین کا طبقہ اہل اسلام کے لئے ہمیشہ مار آستین بنا رہا ہے اور اب بھی یہی ثابت ہو رہا ہے۔ اس ملک خداداد میں منافقین در پردہ تدبیریں کرتے رہتے ہیں۔

یا اللہ ان منافقین کی قسمت میں اگر ہدایت مقدر ہے تو ان کو اسلام و ایمان کی سچی محبت عطا فرما دے۔ ورنہ ان کے وجود سے اس ملک خداداد کو پاک کر دے۔ اور ان مار آستینوں کو ذلیل و خوار کر کے ملیامیٹ کرنے والا کوئی مرد مجاہد پیدا فرما دے۔ آمین۔

یَااللّٰہ جب بندہ تین مرتبہ رب اغفرلی کہتا ہے تو آپ فرماتے ہیں اے بندے! میں نے معاف کیا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں اللہ العالمین! میں تین مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ رب اغفرلی رب اغفرلی رب اغفرلی

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ

صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں

وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۞

اور قرضداروں کے قرضہ میں اور جہاد میں اور مسافروں میں یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں

اِنَّمَا صرف	الصَّدَقٰتُ زکوٰۃ	لِلْفُقَرَآءِ مفلس (جمع)	وَالْمَسٰكِيْنِ مسکین (جمع) محتاج	وَالْعٰمِلِيْنَ اور کام کرنے والے	عَلَيْهَا اس پر	وَالْمُؤَلَّفَةِ اور الفت دیجائے	
قُلُوْبُهُمْ انکے دل	وَفِيْ اور میں	الرِّقَابِ گردنوں (کے چھڑانے)	وَالْغٰرِمِيْنَ تاوان بھرنے والے قرضدار	وَ اور	فِيْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	
وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافر	فَرِيْضَةً فریضہ (ٹھہرایا ہوا)	مِّنَ سے	اللّٰهِ اللہ	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ علم والا	حَكِيْمٌ حکمت والا	

مصارف زکوٰۃ اور منافقوں کے اعتراضات کا رد

گذشتہ آیات میں بعض ان منافقین کا ذکر ہوا تھا جو صدقات و مال زکوٰۃ کی تقسیم کے وقت دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر اعتراض کرتے اور نعوذ باللہ کہتے تھے کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ چونکہ تقسیم صدقات کے معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا گیا تھا اس لئے اس آیت میں متنبہ فرمایا جاتا ہے کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خدا کا مقرر کیا ہوا ہے۔ اس نے صدقات و زکوٰۃ کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی ہے آپ اسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے کسی کے خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔ خود ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے زکوٰۃ صدقات کی تقسیم کو نبی یا غیر نبی کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ بذات خود اس کے مصارف متعین کر دیئے ہیں۔ جو آٹھ ہیں۔ جیسا کہ اس آیت میں بیان فرمائے گئے۔ یعنی فقراء، مساکین، عاملین، مولفۃ القلوب، رقاب، غارمین، فی سبیل اللہ، ابن السبیل

آیت میں زکوٰۃ و صدقات کے ان آٹھوں مصارف کو بیان فرما کر تصریح فرما دی گئی کہ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔

اس آیت میں باجماع صحابہ و تابعین اسی صدقہ واجبہ کے مصارف کا بیان ہے جو نماز کی طرح مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ جو مصارف اس آیت میں متعین کئے گئے ہیں وہ صدقات فرض کے مصارف ہیں۔ نفلی صدقات میں روایات کی تصریحات کی بناء پر بہت وسعت ہے اور وہ ان آٹھ مصاف میں منحصر نہیں ہیں۔

زکوٰۃ کا پہلا مصرف فقراء

اب ان آٹھوں مصارف کی قدرے تفصیل و تشریح سن لیجئے جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا گیا ہے۔

سب سے پہلے زکوٰۃ و صدقات کا مستحق فقراء کو کہا گیا۔ فقیر سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اپنی معیشت کے لئے دوسرے کی مدد کا محتاج ہو۔ یہ لفظ تمام حاجتمندوں کے لئے عام ہے خواہ وہ جسمانی نقص یا بڑھاپے کی وجہ سے مستقل طور پر محتاج اعانت ہو گئے ہوں یا کسی عارضی سبب سے سردست مدد کے محتاج ہوں۔

جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو غرض کہ سخت افلاس اور بدحالی کا نام فقر ہے۔

دوسرا مصرف مساکین

فقراء کے بعد مساکین کو مستحق زکوٰۃ و صدقات بتلایا گیا۔ مسکنت

کے لفظ میں عاجزی، درماندگی، بیچارگی کے مفہومات شامل ہیں۔اس اعتبار سے مساکین وہ لوگ ہیں جو عام حاجتمندوں کی بہ نسبت زیادہ خستہ حال ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کی تشریح کرتے ہوئے خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں کو مستحق امداد ٹھہرایا ہے جو اپنی ضروریات کے مطابق ذرائع نہ پا رہے ہوں اور سخت تنگ حال ہوں مگر نہ تو ان کی خودداری کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی اجازت دیتی ہو نہ انجان انہیں حاجت مند سمجھ کر ان کی مدد کو ہاتھ بڑھائے چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مسکین وہ ہے جو اپنی حاجت بھر مال نہیں پاتا اور نہ پہچانا جاتا ہے کہ اس کی مدد کی جائے اور نہ کھڑا ہو کر لوگوں سے مانگتا ہے۔ بہرحال احتیاج فقیر میں بھی پائی جاتی ہے اور مسکین میں بھی۔

تیسرا مصرف عاملین

پھر عاملین کو مستحق زکوٰۃ بتایا گیا جو لوگ اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیل و وصول صدقات و زکوٰۃ پر مامور ہوں یعنی وہ لوگ جو زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے والے اور وصول شدہ مال کی حفاظت کرنے اور ان کا حساب کتاب لکھنے اور انہیں تقسیم کرنے میں حکومت کی طرف سے استعمال کئے جائیں۔ ایسے لوگ خواہ فقیر مسکین نہ ہوں ان کی خدمت کا معاوضہ بہرحال صدقات و زکوٰۃ ہی کی مد سے دیا جائے گا۔ پس عاملین کو جو کچھ دیا جاتا ہے وہ ان کی دینی خدمت کا صلہ اور انعام ہے نہ کہ بطور صدقہ اور زکوٰۃ۔

چوتھا مصرف-مولفۃ القلوب

پھر مؤلفۃ القلوب کو مستحق زکوٰۃ و صدقات بتلایا گیا۔ تالیف قلب کے معنیٰ ہیں دل موہنا اس سے مراد ایسے نو مسلم ہیں جنھوں نے اسلام تو قبول کرلیا مگر ہنوز ان کا اسلام کمزور ہے اور وہ غریب و نادار ہیں اندیشہ ہے کہ پھسل نہ جائیں۔ اس لئے ان کو صدقات و زکوٰۃ کی مد سے دیا جائے گا۔ تاکہ اسلام پر ثابت قدم رہیں اور مالی امداد سے توقع یہ ہو کہ انہیں اسلام سے مزید محبت پیدا ہو جاوے گی۔ جمہور علماء کا قول ہے کہ یہ حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لئے مخصوص تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی۔ امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا کہ اب زکوٰۃ اور صدقات میں مولفۃ القلوب کا حصہ ختم ہو گیا۔ البتہ مولفۃ القلوب میں جو لوگ حاجت مند اور غریب ہوں تو فقراء میں ہونے کی وجہ سے اب بھی ان کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

پانچواں مصرف: رقاب

پھر رقاب یعنی گردنوں کے چھڑانے کی مد میں زکوٰۃ و صدقات کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔ گردن چھڑانے سے مراد یہ ہے کہ غلاموں کی آزادی میں زکوٰۃ کا مال صرف کیا جائے مثلاً کسی غلام کو اس کے آقا نے کہدیا ہو کہ تو اتنا روپیہ دے دے تو آزاد ہے۔ اس غلام کو زکوٰۃ دی جائے تاکہ وہ اپنے آقا کو دے کر آزاد ہو جائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ وہ غلام یا باندی مسلمان ہوں۔ مگر اس وقت مسئلہ غلامی پوری دنیا سے تقریباً ختم ہو چکا ہے۔

چھٹا مصرف: قرضدار

پھر غارمین یعنی قرضداروں کے قرض ادا کرنے میں زکوٰۃ و صدقات کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے خواہ وہ قرض دار بجائے خود غنی و متمول ہو مثلاً جس کے پاس دس ہزار روپیہ موجود ہو اور گیارہ ہزار کا قرضدار ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے مقروضوں کے ساتھ عملی ہمدردی کا سبق دیا ہے اور اس گروہ کو بھی فقراء و مساکین ہی کی طرح حاجتمند سمجھا ہے مگر متعدد فقہاء کی رائے یہ ہے کہ جس شخص نے بداعمالیوں اور فضول خرچیوں میں اپنا مال اڑا کر اپنے آپ کو قرضداری میں مبتلا کیا ہو اس

کی مدد نہ کی جائے جب تک وہ توبہ نہ کرے۔ کیونکہ حدیث میں ہے کہ جس نے معصیت کے کاموں کیلئے قرض لیا ہو اس کو صدقات میں سے کچھ نہ دیا جائے۔

ساتواں مصرف: فی سبیل اللہ

پھر فی سبیل اللہ کی مد میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔ یہاں اکثر مفسرین نے فی سبیل اللہ سے مراد جہاد فی سبیل اللہ لیا ہے۔ یعنی بے سروسامان مجاہدین کی امداد میں ان کے سفر خرچ کے لئے ان کی سواری کے لئے۔ آلات واسلحہ اور سروسامان کی فراہمی کے لئے زکوٰۃ سے مدد دی جاسکتی ہے۔ خواہ وہ خود کھاتے پیتے لوگ ہوں اور اپنی ذاتی ضروریات کے لئے ان کو مدد کی ضرورت نہ ہو۔ بعض فقہاء یہ کہتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے دین کے طالب علم مراد ہیں جو خالص دین کی تعلیم میں مشغول ہوں اور ان کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہ ہو تو ایسے حاجتمند طالب علموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے خالص دینی تعلیم کے لئے۔ خالص دینی تعلیم کی قید اس لئے لگائی گئی کہ جو خالص دنیوی تعلیم کا طالب ہو وہ تو ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح بھی فی سبیل اللہ کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ البتہ جو دینی و دنیوی مخلوط تعلیم کا طالب علم ہو وہ بھی صحیح طور پر فی سبیل اللہ کا مصداق نہیں۔۔ اور تمام فقہاء کا اجماع ہے کہ فاسق فاجر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ۔ جلد پنجم)

آٹھواں مصرف: مسافر

اخیر میں آٹھواں مصرف ابن السبیل فرمایا گیا یعنی مسافر خواہ اپنے گھر میں غنی ہو لیکن حالت سفر میں اگر وہ مدد کا محتاج ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ کی مد سے مدد کی جاسکتی ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک ابن السبیل سے وہ حاجی مراد ہیں جن کے پاس سفر میں کچھ نہ رہا ہو۔ پس یہ آٹھ مصارف زکوٰۃ کے یہاں بیان کئے گئے۔ مصارف زکوٰۃ کی ان قسموں میں شرط یہ ہے کہ لینے والا مسلمان ہو اور ہاشمی و مطلبی سید نہ ہو۔ آیت میں اگرچہ یہ شرط مذکور نہیں مگر احادیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تخصیص کردی ہے۔

زکوٰۃ کے ان آٹھوں مصارف کو بیان کر کے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ یعنی یہ حکم اللہ کا فرض کیا ہوا ہے۔ وہ اللہ جو علیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ یعنی بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے اور اپنے حکم میں حکمت والا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مال داروں کے مال میں سے جو صدقہ نکالنے کا حکم دیا گیا تو یہ اغنیاء کا فقراء پر کوئی احسان نہیں بلکہ فقراء کا ایک حق ہے جس کی ادائیگی ان کے ذمہ لازم ہے۔ جیسا کہ سورۃ الذریات پارہ ۲۶ میں صاف حق ہونے کی تصریح فرمائی گئی ہے جہاں ارشاد ہے۔ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ جس میں بتلا دیا کہ مالداروں کے مال میں اللہ تعالیٰ نے ایک معین مقدار کا حصہ فقراء کے لئے رکھدیا ہے جو ان فقراء کا حق ہے۔ پھر یہاں آیت میں فریضۃ من اللہ جو ارشاد فرمایا گیا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ حق اللہ تعالیٰ کے نزدیک متعین ہے۔ یہ نہیں کہ جس کا جی جب چاہے اس میں کمی بیشی کردے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط

جمہور فقہاء اس پر متفق ہیں کہ زکوٰۃ کے معینہ آٹھ مصارف میں بھی زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے یہ شرط ہے کہ ان مصارف میں سے کسی مستحق کو مال زکوٰۃ پر مالکانہ قبضہ دیدیا جائے۔ بغیر مالکانہ قبضہ دیئے اگر کوئی مال انہی لوگوں کے فائدے کے لئے خرچ کردیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اسی وجہ سے ائمہ اربعہ اور جمہور فقہائے امت اس پر متفق ہیں کہ رقم زکوٰۃ کو مساجد یا مدارس یا شفاخانے کی تعمیر میں یا ان کی دوسری ضروریات میں صرف کرنا جائز نہیں۔ اگرچہ ان تمام چیزوں سے فائدہ ان فقراء اور دوسرے حضرات کو پہنچتا ہے جو مصرف زکوٰۃ نہیں۔ مگر ان کا مالکانہ قبضہ ان چیزوں پر نہ ہونے کے سبب زکوٰۃ

اس سے ادا نہیں ہوتی۔ البتہ یتیم خانوں میں اگر یتیموں کا کھانا کپڑا وغیرہ مالکانہ حیثیت سے دیا جاتا ہے تو صرف اس خرچ کی حد تک رقم زکوٰۃ صرف ہو سکتی ہے اسی طرح شفاخانوں میں جو دوا حاجتمند غرباء کو مالکانہ حیثیت سے دے دی جائے اس کی قیمت رقم زکوٰۃ میں سے ادا ہو سکتی ہے۔ اسی طرح فقہائے امت کی تصریحات ہیں کہ لاوارث میت کا کفن رقم زکوٰۃ سے نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ میت میں مالک ہونے کی صلاحیت نہیں۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ رقم زکوٰۃ کسی غریب مستحق کو دے دی جائے اور وہ اپنی خوشی سے اس رقم کو لاوارث میت کے کفن پر خرچ کر دے۔ اسی طرح اگر میت کے ذمہ قرض ہے تو اس قرض کو رقم زکوٰۃ سے براہ راست ادا نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اس کے وارث غریب جو مستحق زکوٰۃ ہوں تو ان کو مالکانہ طور سے دیا جا سکتا ہے اور وہ اس رقم کے مالک ہو کر اپنی رضامندی کے ساتھ اس رقم سے میت کا قرض ادا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح رفاہ عام کے سب کام جیسے کنواں یا پل یا سڑک وغیرہ کی تعمیر اگرچہ ان کا فائدہ مستحقین زکوٰۃ کو بھی پہنچتا ہے مگر ان کا مالکانہ قبضہ نہ ہونے کے سبب اس سے زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوتی۔ ان مسائل میں چاروں ائمہ مجتہدین حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور جمہور فقہائے امت متفق ہیں۔ (معارف القرآن از حضرت مفتی صاحبؒ جلد چہارم)

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ جو غرباء، فقراء و مساکین کے آپ نے حقوق مقرر فرمائے ہیں ہمیں ان کو پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ فریضہ زکوٰۃ بھی آپ نے مثل نماز کے ہم پر فرض فرمایا ہے یا اللہ اس فریضہ کے جو مستحقین آپ نے بیان فرمائے ہیں اور ان کے جو حقوق ہمارے اموال میں آپ نے متعین فرمائے ہیں ان حقوق کو کما حقہ ہمیں ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یا اللہ غربا، فقراء محتاج و مساکین کے امداد و اعانت کا جذبہ ہم کو عطا فرما اور ہمارے دلوں میں ان کی ہمدردی فی سبیل اللہ اور لوجہ اللہ عطا فرما۔ آمین

یَا اللّٰہُ آخری سانس تک جتنے گناہ ہو چکے ہوں گے سب بخش دیجئے۔ اول بھی، آخر کے بھی، بھولے سے کئے یا جان بوجھ کے کئے، خطا ہو گئی، قلیل و کثیر۔ صغیرہ و کبیرہ، باریک اور موٹے، پرانے اور نئے، پوشیدہ و ظاہر الٰہ العالمین! ان سب گناہوں کو بخش دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمِنْهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۚ قُلْ أُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ

اور ان میں سے بعضے ایسے ہیں کہ نبی کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دیکر سن لیتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ نبی کان دے کر

وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ ۚ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ اللَّهِ لَهُمْ

تو وہی بات سنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور مومنین کا یقین کرتے ہیں اور آپ اُن لوگوں کے حال پر مہربانی فرماتے ہیں

عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَن

جو تم میں ایمان کا اظہار کرتے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں ان لوگوں کے لئے دردناک سزا ہوگی۔ یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی

يُرْضُوهُ إِن كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ

قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لوگ سچے مسلمان ہیں تو اس کو راضی کریں۔ کیا انکو خبر نہیں

لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾

کہ جو شخص اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے

وَمِنْهُمْ اور ان میں سے | الَّذِينَ جو لوگ | يُؤْذُونَ ایذا دیتے (ستاتے) ہیں | النَّبِيَّ نبی | وَيَقُولُونَ اور کہتے ہیں | هُوَ وہ | أُذُنٌ کان | قُلْ آپ کہہ دیں

أُذُنُ کان | خَيْرٍ بھلائی | لَّكُمْ تمہارے لئے | يُؤْمِنُ وہ ایمان لاتے ہیں | بِاللَّهِ اللہ پر | وَيُؤْمِنُ اور یقین رکھتے ہیں | لِلْمُؤْمِنِينَ مومنوں پر

وَرَحْمَةٌ اور رحمت | لِّلَّذِينَ ان لوگوں کیلئے جو | آمَنُوا ایمان لائے | مِنكُمْ تم میں | وَالَّذِينَ اور جو لوگ | يُؤْذُونَ ستاتے ہیں | رَسُولَ اللَّهِ اللہ کا رسول

لَهُمْ انکے لئے | عَذَابٌ عذاب | أَلِيمٌ دردناک | يَحْلِفُونَ وہ قسمیں کھاتے ہیں | بِاللَّهِ اللہ کی | لَكُمْ تمہارے لئے | لِيُرْضُوكُمْ تاکہ تمہیں خوش کریں

وَاللَّهُ اور اللہ | وَرَسُولُهُ اور اسکا رسول | أَحَقُّ زیادہ حق | أَن کہ | يُرْضُوهُ وہ انکو خوش کریں | إِن اگر | كَانُوا مُؤْمِنِينَ وہ ایمان والے ہیں

أَلَمْ يَعْلَمُوا کیا وہ نہیں جانتے | أَنَّهُ کہ وہ | مَن جو | يُحَادِدِ مقابلہ کریگا | اللَّهَ اللہ | وَرَسُولَهُ اور اسکا رسول | فَأَنَّ تو بیشک | لَهُ اس کیلئے

نَارَ جَهَنَّمَ دوزخ کی آگ | خَالِدًا ہمیشہ رہیں گے | فِيهَا اس میں | ذَٰلِكَ یہ | الْخِزْيُ رسوائی | الْعَظِيمُ بڑی

منافقین کی خباثتیں

منافقین کی حرکات شنیعہ اور ان کی جہالتوں اور خباثتوں کا ذکر گذشتہ آیات میں ہوتا چلا آ رہا ہے۔ درمیان میں صدقات واجبہ کا ذکر آ گیا تھا۔ اب آگے پھر انہی منافقین کی خباثتوں کو بیان کیا گیا ہے۔ اور حق جل شانہٗ نے ان آیات میں منافقین کی جن حرکات بد کا ذکر کیا ہے ان میں سے اول تو یہ ہے کہ یہ منافقین ادب سے بالکل بے بہرہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں خلاف ادب اور تحقیر آمیز الفاظ زبان سے نکالتے ہیں۔ دوم یہ کہ یہ لوگ اپنی مجلسوں میں دین اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کرتے ہیں۔ سوم یہ کہ جب اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی آپ کو ان کے استہزا اور تمسخر سے آگاہ کر دیتا ہے اور آپ ان سے باز پرس کرتے تو وہ اس کی بے سروپا تاویلیں کرتے۔

چنانچہ منافقین آپس میں بیٹھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بدگوئی کرتے۔ جب ان میں سے کوئی کہتا کہ ہماری یہ

باتیں اگر پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچ گئیں تو ہماری خبر لی جائے گی تو دوسرے منافقین کہتے کہ کچھ پروا نہ کرو۔ ہم جھوٹی تاویلیں کر کے اپنی برأت کا آپ کو یقین دلا دیں گے کیونکہ وہ تو کان ہی کان ہیں جو سنتے ہیں فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔ ان کو باتوں میں لے آنا کچھ مشکل نہیں حالانکہ منافقین کی چالاکیوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی مروت اور حسن اخلاق کی وجہ سے تھی۔ آپ اپنے حیاءٗ وقار اور کریم النفسی سے جھوٹے کا جھوٹ پہچانتے تب بھی پکڑ نہ فرماتے۔ خلق عظیم کی بناء پر حضور تغافل اور مسامحت برتتے اور وہ بے وقوف جانتے کہ آپ نے سمجھا ہی نہیں۔

حق تعالیٰ نے اس کا جواب ان آیات میں دیا اور بتلایا کہ اہل نفاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں آپ کی غیبت کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ آپ کے تو فقط کان ہیں جو کچھ کہدو سن لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے رد میں فرمایا کہ ہاں وہ کان ضرور ہیں مگر تمہارے حق میں جو بات خیر کی ہے اسی کو وہ کان دھر کر سنتے ہیں۔ وہ شر اور فساد پیدا کرنے والی باتوں کو نہیں سنتے۔ بلکہ بھلائی کی باتوں کو سنتے ہیں۔ اللہ پر ان کا ایمان ہے اور اہل ایمان کی باتوں کو سچ جانتے ہیں یعنی منافقوں کے قول کو جھوٹ سمجھتے ہیں لیکن دانستہ چشم پوشی کرتے ہیں منافقین کے نفاق سے ناواقف نہیں ہیں اور تم میں سے جو لوگ کامل الایمان اور صادق الاسلام ہو جاتے ہیں ان کے لئے رحمت مجسم ہیں۔ غرض کہ تمہاری ذات سے ان کو دشمنی نہیں بلکہ تمہارے نفاق و کفر سے ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہارا نفاق جاتا رہے اور تم سچے مسلمان ہو جاؤ۔ باقی منافقین کی حرکت شنیعہ خدا سے پوشیدہ نہیں۔ رسول کی پیٹھ پیچھے جو بدگوئی کرتے ہیں اور اس طرح آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں اس پر سخت سزا کے منتظر رہیں۔

منافقین کی کج فہمی

منافقین کی اگر کسی وقت دغا بازی پکڑی جاتی تو مسلمانوں کے روبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بری نیت نہ تھی تاکہ ان کو راضی کر کے اپنی طرف کر لیں اور ان منافقین نے یہ نہ سمجھا کہ دغا بازی خدا اور رسول کے ساتھ نہیں چل سکتی۔ اگر دعوئے ایمان میں واقعی سچے ہیں تو دوسروں کو چھوڑ کر خدا اور رسول کو راضی کرنے کی فکر کریں۔ مومنین کی رضاجوئی پر اللہ اور رسول کی رضاجوئی کہیں مقدم ہے۔ یہ منافقین اتنی سی بات بھی اب تک نہ سمجھے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے گا تو یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اس کے لئے دوزخ کی آگ اس طرح ہوگی کہ وہ اس میں ہمیشہ جلے گا اور یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذارسانی سے پرہیز کرو

یہاں منافقین کو یہ سمجھایا گیا کہ تم کو چاہئے کہ اللہ کے رسولؐ کی ایذارسانی سے پرہیز کرو نہ آپ کے تقسیم صدقات پر اعتراض کرو نہ آپ کی شان میں گستاخی کرو بلکہ آپ کو راضی رکھنے کی فکر کرو۔

گناہوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچتی ہے

اب یہاں اگرچہ ذکر منافقین مدینہ کا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی زندگی میں اپنے اقوال و افعال سے ایذا پہنچاتے تھے جس پر ان کو عذاب الیم نار جہنم اور خزی العظیم کی وعید اور سزا سنائی گئی۔ تو زندگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو آزار اور تکلیف کفار مشرکین اور منافقین نے پہنچائی وہ تو اپنی جگہ تھی ہی مگر یہاں یہ خیال آ کر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا دعویٰ رکھ کر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ کر جو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبر مبارک میں بے چین کرتے ہیں جو ایک طرح سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آزار ہی پہنچانا ہے تو یہ امر کیا لائق مذمت اور باعث صد ہزار افسوس نہیں۔

"کوئی بھی معصیت ایسی نہ ہوگی جس سے کسی نہ کسی کو تکلیف نہ ہو۔ ایسا کوئی امر نہ نکلے گا جو کسی نہ کسی کے لئے سبب آزار نہ ہو۔ شاید

آپ سوچتے ہوں گے کہ ہمارے گناہوں سے کس کو آزار پہنچتا ہے؟ تو آپ ایک حکایت سے اس کا اندازہ کر لیجئے مرزا بیدل شاعر کی حکایت ہے کہ ان کے اشعار تصوف کا رنگ لئے ہوتے تھے۔ کسی ایرانی نے ان کے اشعار کو دیکھ کر بہت پسند کیا اور ان کو بزرگ سمجھ کر ان کے پاس آیا۔ جب ان کے پاس پہنچا تو یہ شاعر صاحب حجام سے داڑھی منڈا رہے تھے۔ اس کو یہ دیکھ کر غصہ آ گیا اور جھلا کر اس نے پوچھا آغا ریش می خراشی۔ شاعر نے جواب دیا آرے ریش میتراشم و دلے کسے نمی خراشم۔ وہ ایرانی بیچارہ مخلص تھا۔ اس نے آزادانہ جواب دیا آرے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میتراشی۔ شاعر نے تصوف مزعوم کے اعتبار سے جواب دیا تھا کہ دل کسے نمی خراشم۔ ایرانی نے جواب دیا کہ ظالم تو تو سب سے بڑے دل کو چھیل رہا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ دل کسے نمی خراشم بلے دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم می خراشی۔ تم یہ داڑھی پر استرہ نہیں پھرا رہے ہو بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر چھری چلا رہے ہو۔ حضورؐ کی خدمت میں جب اعمال پیش ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ میری امت کا ایک شخص یہ حرکت کرتا ہے تو کیا اس سے آپ کا دل نہیں دکھتا اور کیا آپؐ کا دل دکھانا چھوٹی بات ہے۔ آپ کا قلب تو سید القلوب ہے۔ جب تم سید القلوب کو تکلیف دیتے ہو پھر یہ دعویٰ کیسے کرتے ہو کہ ہم کسی کا دل نہیں دکھاتے ہیں۔ ارے تم در پئے آزار تو ہو گئے۔ یہ سن کر مرزا بیدل شاعر کی آنکھ کھلی اور چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ ہوش میں آیا تو توبہ کی اور بزبان حال یا قال یہ کہتا تھا۔

جزاک اللہ کہ چشمم باز کر دی

مرابا جان جاں ہمراز کر دی

یعنی میں تو اندھا تھا۔ میری کبھی ادھر نظر ہی نہیں گئی کہ مجھ سے اتنے بڑے قلب کو ایذا ہو رہی ہے یہاں تک تو میرے ذہن کی رسائی ہی نہیں ہوئی۔ تو نے میری آنکھیں کھول دیں۔ خدا تجھ کو اس کی جزا دے۔ اب اس حکایت سے سمجھ لیجئے کہ جب آپ سے کوئی امر غیر مشروع سرزد ہو گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے آزار ہو گا یا نہیں؟" (وعظ آداب التبلیغ)

دعا کیجئے

ہم کو اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت و عظمت نصیب فرما اور آپ کی محبت و عظمت کے ساتھ آپ کا اتباع ظاہراً و باطناً نصیب فرما۔ آمین۔

کلماتِ استغفار

یا اللہ! کل حساب کے وقت مجھ سے حساب نہ لینا بلا حساب جن بندوں کو آپ جنت میں بھیجیں گے مجھے بھی معاف فرما کر ان کے ساتھ کر دینا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ قُلِ

منافق لوگ اس سے اندیشہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورت نازل نہ ہو جاوے جو انکو ان منافقین کے مافی الضمیر پر اطلاع دے دے آپ فرما دیجئے

اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ

کہ اچھا تم استہزاء کرتے رہو بیشک اللہ تعالیٰ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس سے تم اندیشہ کرتے تھے۔ اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہہ دیں گے کہ

وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ

ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے آپ کہہ دیجئے گا کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اُسکی آیتوں کیساتھ اور اسکے رسول کیساتھ تم ہنسی کرتے تھے۔ تم اب

اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ ع

عذر مت کرو۔ تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے اگر ہم تم میں سے بعض کو چھوڑ بھی دیں تاہم بعض کو تو سزا دیں گے بسبب اس کے کہ وہ مجرم تھے۔

يَحْذَرُ ڈرتے ہیں	الْمُنٰفِقُوْنَ منافق (جمع)	اَنْ تُنَزَّلَ کہ نازل ہو	عَلَيْهِمْ ان (مسلمانوں) پر	سُوْرَةٌ کوئی سورۃ	تُنَبِّئُهُمْ انہیں جتادے
بِمَا وہ جو	فِيْ میں	قُلُوْبِهِمْ انکے دل (جمع)	قُلِ آپ کہدیں	اسْتَهْزِءُوْا ٹھٹھے کرتے رہو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ
مُخْرِجٌ کھولنے والا	مَّا تَحْذَرُوْنَ جس سے تم ڈرتے ہو	وَلَىِٕنْ اور اگر	سَاَلْتَهُمْ تم اُن سے پوچھو	لَيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	اِنَّمَا کچھ نہیں (صرف)
كُنَّا ہم تھے	نَخُوْضُ دل لگی کرتے	وَنَلْعَبُ اور کھیل کرتے	قُلْ آپ کہدیں	اَبِاللّٰهِ کیا اللہ کے	وَاٰيٰتِهٖ اور اسکی آیات
وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول	كُنْتُمْ تم تھے	تَسْتَهْزِءُوْنَ ہنسی کرتے	لَا تَعْتَذِرُوْا نہ بناؤ بہانے	قَدْ كَفَرْتُمْ تم کافر ہو گئے ہو	بَعْدَ بعد
اِيْمَانِكُمْ تمہارا (اپنا) ایمان	اِنْ اگر	نَّعْفُ ہم معاف کردیں	عَنْ سے (کو)	طَاۗىِٕفَةٍ ایک گروہ	مِّنْكُمْ تم میں سے
نُعَذِّبْ ہم عذاب دیں	طَاۗىِٕفَةً ایک (دوسرا) گروہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	كَانُوْا تھے	مُجْرِمِيْنَ مجرم (جمع)	

منافقوں کے دلوں کا شک

منافقین اپنی مجلسوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدگوئی کرتے۔ مومنین صادقین پر آوازیں کستے۔ مہمات دین کا مذاق اڑاتے۔ پھر جب خیال آتا کہ ممکن ہے یہ باتیں حضورؐ تک پہنچ جائیں تو کہتے کیا مضائقہ ہے۔ وہ تو کان ہی کان ہیں۔ جو تاویل و تلبیس کر دیں گے سن کر اسی کو قبول کر لیں گے۔ مگر چونکہ بسا اوقات وحی الٰہی کے ذریعہ سے ان کے نفاق اور بدباطنی کی قلعی کھلتی رہتی تھی اس لئے یہ ڈر بھی لگا رہتا تھا کہ کوئی سورت قرآن میں ایسی نازل نہ ہو جائے جو ہماری پوشیدہ باتوں اور خفیہ نیتوں کا پردہ فاش کر دے۔ اصل یہ ہے کہ منافقین کا قلب کسی ایک طرف قائم نہ ہوتا تھا۔ ان کے دل ہمیشہ شک وشبہ میں رہتے تھے۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مروت وچشم پوشی وکریم النفسی کو دیکھ کر اپنے دلوں کو تسلی دے لیتے مگر پھر قرآن کی صاف گوئی سے ڈرتے۔ اسی لئے ان منافقین کے متعلق حق تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا کہ اچھا تم ٹھٹھے کرتے رہو اور مسلمانوں اور اسلام کے ساتھ استہزاء اور تمسخر کا عمل جاری رکھو اور پیغمبرؐ کی نسبت یہ کہہ کر تسلی کر لو کہ وہ تو سب کچھ سن لیتے ہیں لیکن خدا اس چیز کو ضرور کھول کر رہے گا جس کا تم کو ڈر لگا ہوا ہے۔ وہ تمہارے مکر و فریب کا تار تار بکھیر کر رکھ دے گا۔

خوش وقتی کے رنگ میں منافقت کا اظہار

غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے بعض منافقین نے ازراہ تمسخرو طعن کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ شام کے محلات اور روم کے شہروں کو فتح کر لینے کے خواب دیکھتے ہیں۔ انہوں نے رومیوں کی جنگ کو عربوں کی باہمی جنگ پر قیاس کر رکھا ہے ہمیں یقین ہے کہ رومیوں سے جنگ میں یہ مسلمان رسیوں سے بندھے ہوئے کھڑے ہوں گے۔ یہ کیا روم کی باقاعدہ فوجوں سے جنگ کریں گے۔ اس طرح کی خرافات اور مقولے مسلمانوں کو روم سے مرعوب اور ہیبت زدہ کرنے اور شکستہ خاطر بنانے کے لئے کہہ رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ بات پہنچی اور ان کی باتیں نقل ہوئیں۔ آپ نے بلا کر باز پرس کی تو کہنے لگے کہ حضرت ہم کہیں سچ مچ ایسا اعتقاد تھوڑا ہی رکھتے ہیں۔ محض خوش وقتی اور دل لگی کے طور پر کچھ کہہ رہے تھے اس پر حق تعالیٰ تنبیہ فرماتے ہیں کہ کیا دل لگی اور خوش وقتی کا موقع محل یہ ہے کہ اللہ، رسول اور ان کے احکام کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کیا جائے۔ خدا اور رسول کا استہزاء اور احکام الٰہیہ کا مذاق اڑانا تو وہ چیز ہے کہ اگر محض زبان سے دل لگی کے طور پر بھی کیا جائے وہ بھی کفر عظیم ہے چہ جائیکہ منافقین کی طرح ازراہ شرارت و بدباطنی سے ایسی حرکت سرزد ہو آگے بتلایا گیا یہ جھوٹے عذر تراشنے اور حیلے حوالہ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں جن کو نفاق اور استہزاء کی سزا ملنی ہے وہ مل کر رہے گی ہاں جواب بھی صدق دل سے توبہ کر کے اپنے جرائم سے باز آ جائیں گے انہیں خدا معاف کر دے گا۔

ایک اہم تنبیہ

ان آیات سے فقہاء نے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ کلمۂ کفر خواہ ارادہ اور سنجیدگی سے ادا کیا جائے خواہ محض ایک لطیفہ اور خوش طبعی کے طور پر۔ حکم شرعی کے اعتبار سے دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ قرآن نے منافقین کے عذر لہو لعب کو بالکل مسترد کر دیا اور حکم کفران پر باقی رکھا۔ ہاں حالت جبر و اکراہ کا حکم اس سے الگ ہے۔ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ حکم شرعی کے اعتبار سے استہزاء کی یہ تینوں قسمیں، یعنی استہزاء باللہ، استہزاء بآیات اللہ اور استہزاء برسول اللہ سب برابر ہیں اور سب کفر ہیں۔

دعا کیجئے

دین کی عظمت ہمارے دلوں میں اتار دے اور ہم دین کو ہر معاملہ میں مقدم رکھیں۔ اور دین کی خدمت اور دین کے لئے مر مٹنے کی ہمت و عزم عطا فرما دے۔ یا اللہ جو لوگ اس وقت اسلام کا لیبل لگا کر اسلامی احکام کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کرتے ہیں وہ درحقیقت منافقانہ خصلت رکھنے والے ہیں اور دین اسلام کے لئے مار آستین بنے ہوئے ہیں۔

یا اللہ ایسے درپردہ دشمنان اسلام سے اس ملک اور قوم کو پاک فرما دے اور ان کی شرارتوں سے اہل اسلام کو محفوظ فرما دے۔ آمین۔

استغفر اللہ الذی لآ الٰہ الا ھو الحی القیوم و اتوب الیہ کہتا ہوں اور میری دعا یہ ہے کہ ہر آن ہر حرکت و سکون پر ابد لآباد تک میرے نامۂ اعمال میں لکھے جانے کا حکم دیدیں کہ ہر وقت میری معافی ہوتی رہے اور میرے نامۂ اعمال میں اتنے استغفار کثرت سے ہو جائیں تا کہ اس دن مجھے خوشی حاصل ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک طرح کے ہیں کہ بُری بات کی تعلیم دیتے ہیں اور اچھی بات سے منع کرتے ہیں

عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ

اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں انہوں نے خدا کا خیال نہ کیا پس خدا نے ان کا خیال نہ کیا۔ بلا شبہ یہ منافق بڑے ہی سرکش ہیں۔

الْفٰسِقُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِىَ

اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کفر کرنے والوں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ اُن کیلئے کافی ہے

حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۶۸﴾

اور اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے دور کردے گا اور ان کو دائمی عذاب ہوگا

اَلْمُنٰفِقُوْنَ منافق مرد (جمع)	وَالْمُنٰفِقٰتُ اور منافق عورتیں	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض	مِنْ سے	بَعْضٍ بعض کے	يَاْمُرُوْنَ وہ حکم دیتے ہیں
بِالْمُنْكَرِ بُرائی کا	وَيَنْهَوْنَ اور منع کرتے ہیں	عَنِ سے	الْمَعْرُوْفِ نیکی	وَيَقْبِضُوْنَ اور بند رکھتے ہیں	اَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ / نَسُوا وہ بھول بیٹھے
اللّٰهَ اللہ / فَنَسِيَهُمْ تو اس نے انہیں بھلادیا	اِنَّ بیشک	الْمُنٰفِقِيْنَ منافق (جمع)	هُمُ وہ (ہی)	الْفٰسِقُوْنَ نافرمان (جمع)	وَعَدَ اللّٰهُ اللہ نے وعدہ دیا
الْمُنٰفِقِيْنَ منافق مرد (جمع)	وَالْمُنٰفِقٰتِ اور منافق عورتیں (جمع)	وَالْكُفَّارَ اور کافر (جمع)	نَارَ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	
فِيْهَا اس میں / هِىَ وہی	حَسْبُهُمْ ان کیلئے کافی	وَلَعَنَهُمُ ان پر لعنت کی	اللّٰهُ اللہ / وَلَهُمْ اور ان کیلئے	عَذَابٌ عذاب	مُّقِيْمٌ ہمیشہ رہنے والا

منافقوں کی عام نشانیاں

یہاں منافقین کی عام نشانیاں اور مشترک خصائل بیان کئے گئے ہیں اور بتلایا گیا کہ یہ سب منافقین مرد ہوں یا عورتیں نفاق میں سب ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی عداوت میں سب متفق ہیں۔ یہ بد باطن منافق جن کے مرد و عورت زبانی اقرار و اظہار اسلام کے باوجود شب و روز اسی تگ و دو اور دوڑ دھوپ میں لگے رہتے ہیں کہ ہر قسم کے حیلے اور فریب کر کے لوگوں کو اچھی باتوں سے بیزار اور برے کاموں پر آمادہ کریں۔ یہ منافق مرد ہوں یا عورت سب اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں سب کی حالت یکساں ہے سب کفر و شرک اور ان امور کے دل سے قائل ہیں جو عقل و شرع کی رو سے برے ہیں اور اچھی باتوں کے خود منکر بلکہ دوسروں کو بھی روکنے والے ہیں پھر یہ بھی ان سب کا مشترک خاصہ ہے کہ نیکی کے کام میں خرچ کرنے کے لئے ان کا ہاتھ کبھی نہیں کھلتا۔ امور خیر میں خرچ کرنے سے مٹھیاں بند کئے رہتے ہیں۔ غرض عقائد و اعمال اور اخلاق و عادات میں ان کی حالت مسلمانوں کے بالکل خلاف ہے۔ ظاہر میں کلمہ پڑھتے رہیں لیکن نہ ان کی زبان سے کسی کو بھلائی پہنچے نہ ان کے حال سے۔ خدا اور اس کے انتقام سے بالکل غافل ہو چکے گویا خدا کو بھول گئے۔ اس لئے خدا نے بھی ان کو اپنے فضل و کرم سے محروم کردیا گویا خدا بھی ان کو بھول گیا۔ درحقیقت ان کا نفاق ہی ان کی سرتابی اور نافرمانی کی علت ہے۔ خدا نے ان کے لئے دوامی دوزخ مقرر کردی اور ان کو اپنی رحمت سے محروم کردیا اور یہ ایسی کافی سزا ہے جس کے بعد دوسری سزا کی ضرورت نہیں رہتی۔

اس جگہ نفاق کی زبردست تین علامتیں بیان کی گئی ہیں:

(۱) بری باتوں کا حکم دینا۔

(۲) اچھی باتوں سے روکنا۔
(۳) کار خیر میں خرچ کرنے سے کنجوسی کرنا۔
اور ان کی سزا بھی ظاہر فرما دی گئی یعنی منافق اور کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔اور دائرہ رحمت میں کبھی داخل نہ ہوں گے۔

گذشتہ رکوعات میں بیان کی گئی نشانیاں

(۱) جہاد کے موقعہ پر جھوٹی قسمیں کھا کر حیلہ بہانہ پیش کر کے اپنی جان بچالینا۔
(۲) اگر جہاد میں شریک ہوں تو مسلمانوں میں فتنہ انگیزی اور فتنہ پردازی کی فکر رکھنا۔
(۳) اگر مسلمانوں کو کوئی خوشی کی بات پیش آئے تو منافقین کو ناگوار و ناخوش ہونا۔اور اگر مسلمانوں کو کوئی مصیبت یا ناخوشی کی بات پیش آجائے تو منافقین کا خوش ہونا۔
(۴) نمازوں میں کاہلی اور سستی سے شریک ہونا۔
(۵) اللہ کے راستہ میں مال خرچ کرنا پڑے تو ناگواری اور بے دلی سے مجبور ہو کر خرچ کرنا۔
(۶) اپنی دورخی پالیسی کی وجہ سے ہر وقت ڈرے اور سہمے رہنا اور اس تردد میں پڑے رہنا کہ فتح و نصرت کے جو وعدے مسلمانوں سے کئے گئے ہیں کہیں وہ پورے نہ ہو جائیں۔
(۷) مسلمانوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نکتہ چینی کرنا۔
(۸) مال کے ایسے حریص ولالچی کہ ان کی خوشی و ناخوشی کا مدار صرف متاع دنیوی ہونا۔
(۹) خدا اور رسول کے ساتھ استہزاء اور جب تحقیق کی جائے تو مذاق اور تفریح کا بہانا بنا دینا۔
(۱۰) ان کا اصل رشتہ تعلق منافقوں کے ساتھ ہونا۔
(۱۱) امر بالمعروف کی بجائے بری باتوں کا حکم دینا اور بھلی باتوں سے روکنا۔

دعا کیجئے

اپنی راہ میں ہم کو اپنا مال دل کھول کر خرچ کرنے کی توفیق عطا فرما۔کفار و منافقین کے متعلق جو وعدۂ نار جہنم کا فرمایا گیا ہے آخرت میں آپ اس کو تو ضرور پورا فرمائیں گے۔مگر دنیا میں بھی کفار و مشرکین پر اپنے عذاب کا کوڑا برسا دے۔ اے اللہ یہ کفار مشرکین جو ناپاک عزائم کے ساتھ اہل اسلام سے برسر پیکار ہیں ان کو شکست و ہزیمت اور قتل و قید کی سزا نصیب فرما دے۔آمین۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ستر بار استغفار فرماتے تھے میں نے بھی یہ عدد پورا کیا ہے' اے اللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل و واسطہ سے میری مغفرت فرما دے۔آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ فَاسْتَمْتَعُوْا

اے منافقو تمہاری حالت ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں جو شدت قوت میں اور کثرت اموال واولاد میں تم سے بھی زیادہ تھے تو انہوں نے

بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ

اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا سو تم نے بھی اپنے حصے سے خوب فائدہ حاصل کیا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے سے فائدہ حاصل کیا تھا

وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

اور تم بھی بری باتوں میں ایسے ہی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں ضائع گئے اور وہ لوگ

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ

بڑے نقصان میں ہیں کیا ان لوگوں کو ان کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے ہوئے ہیں جیسے قوم نوح اور عاد اور ثمود

وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ

اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور الٹی ہوئی بستیاں کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر صاف نشانیاں لے کر آئے

فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٧٠﴾

سو اللہ تعالیٰ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

كَالَّذِيْنَ جس طرح وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے قبل	كَانُوْا وہ تھے	اَشَدَّ بہت زور والے	مِنْكُمْ تم سے	قُوَّةً قوت	وَاَكْثَرَ اور زیادہ	اَمْوَالًا مال میں
وَاَوْلَادًا اور اولاد	فَاسْتَمْتَعُوْا سو انہوں نے فائدہ اٹھایا	بِخَلَاقِهِمْ اپنے حصے سے	فَاسْتَمْتَعْتُمْ سو تم فائدہ اٹھالو	بِخَلَاقِكُمْ اپنے حصے سے			
كَمَا جیسے	اسْتَمْتَعَ فائدہ اٹھایا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	بِخَلَاقِهِمْ اپنے حصے سے	وَخُضْتُمْ اور تم گھسے	كَالَّذِيْ جیسے وہ	
خَاضُوْا گھسے	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	حَبِطَتْ اکارت گئے	اَعْمَالُهُمْ ان کے عمل (جمع)	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَالْاٰخِرَةِ اور آخرت	وَاُولٰٓئِكَ اور وہی لوگ	
هُمْ وہ	الْخٰسِرُوْنَ خسارہ اٹھانے والے	اَلَمْ يَاْتِهِمْ کیا ان تک نہ آئی	نَبَاُ خبر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	قَوْمِ نُوْحٍ قوم نوح	
وَعَادٍ اور عاد	وَثَمُوْدَ اور ثمود	وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ اور قوم ابراہیمؑ	وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ اور مدین والے	وَالْمُؤْتَفِكٰتِ اور الٹی ہوئی بستیاں			
اَتَتْهُمْ انکے پاس آئے	رُسُلُهُمْ انکے رسول (جمع)	بِالْبَيِّنٰتِ واضح احکام ودلائل کے ساتھ	فَمَا سو نہیں	كَانَ تھا	اللّٰهُ اللہ		
لِيَظْلِمَهُمْ کہ وہ ان پر ظلم کرتا	وَلٰكِنْ لیکن	كَانُوْا وہ تھے	اَنْفُسَهُمْ اپنے اوپر	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے			

قرآن کریم کا منفرد انداز

قرآن پاک کا طرز بیان عموماً اس طرح ہوتا ہے کہ اگر کسی کو نصیحت کرنی ہوتی ہے تو نرمی سے ان کو پہلے سمجھایا جاتا ہے جن امور کی تلقین و ہدایت کرنی ہوتی ہے ان کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں۔ اگر کچھ کج فہم اس پر بھی نہیں مانتے اور اپنے اقوال واعمال کو اچھا خیال کرتے ہیں تو ان

کے کرتوت کی خرابیاں بیان کی جاتی ہیں تاکہ وہ اپنے افعال شنیعہ کی خرابیاں محسوس کر کے بداعمالی سے رک جائیں۔اس کے بعد اگر پھر بھی وہ ضد پر قائم رہتے ہیں تو ان کے اعمال بد کا نتیجہ ظاہر کیا جاتا ہے اور ان قوموں کی حالت بیان کی جاتی ہے جن کے اعمال واقوال اور عقائد ان کی طرح تھے اور چونکہ ان کا نتیجہ خراب ہوا۔لامحالہ ان کا نتیجہ بھی خراب ہوگا کیونکہ ان کے حرکات بھی انہی کی طرح ہیں چنانچہ اس مقام پر بھی خداتعالیٰ نے اول منافقین کو نرمی سے نصیحت کی پھران کے افعال شنیعہ بیان فرمائے پھران کی بداعمالیوں کا نتیجہ بدظاہر کیا۔پھران گذشتہ اقوام سے ان کو تشبیہ دی جن کے حرکات و سکنات ان کی طرح تھے پھران اقوام کا نتیجہ اور مآل ظاہر کیا اور بالآخران کے تخم عمل کا برا پھل جو کچھ ہوگا وہ ظاہر فرمایا۔

اے منافقو! سابقہ اقوام سے عبرت پکڑو

گذشتہ آیات میں منافقین کا غائبانہ ذکر ہوا تھا اب ان سے براہ راست خطاب کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اے منافقو! تمہاری حالت ان لوگوں کی سی ہے جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں جو طاقت وقوت اور مال واولاد کی کثرت میں تم سے بھی کہیں زیادہ تھے۔دنیوی لذائذ کا جو حصہ ان کے لئے مقدر تھا اس سے فائدہ اٹھا گئے اور آخری انجام کا خیال نہ کیا۔تم بھی انہی کی طرح آخری انجام کے تصور سے غافل ہو کر دنیا کی متاع فانی سے جتنا مقدر ہے حصہ پارہے ہو اور ساری چال ڈھال انہی کی سی رکھتے ہو تو سمجھ لو جو حشر ان کا ہوا وہی تمہارا بھی ہوسکتا ہے۔ان کے پاس مال واولاد اور جسمانی قوتیں تم سے زائد تھیں پھر انتقام الٰہی کی گرفت سے نہ بچ سکے تو تم کو کس چیز پر بھروسہ ہے جو خدا کی سزا سے اس قدر بے فکر ہو بیٹھے ہو۔اس براہ راست خطاب کے بعد پھر منافقین کا غائبانہ ذکر شروع ہوگیا کہ جو حالت گذشتہ معذب قوموں کی تھی وہی ان کی حالت ہے نتیجہ اعمال میں دونوں ایک جیسے ہیں ان کا بھی کیا کرایا نابود اور ملیامیٹ ہوگیا۔ان کا حاصل زندگی بھی برباد ہے۔ وہ بھی تباہ ہوئے یہ بھی تباہ ہوں گے۔قوم نوح طوفان سے۔عاد آندھی سے، ثمود چیخ سے ہلاک ہوئے۔اصحاب مدین زلزلہ وغیرہ سے تباہ ہوئے۔قوم لوط کی بستیاں الٹ دی گئیں اور اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ان سب اقوام کے قصے بجز قوم ابراہیم کے سورۂ اعراف میں گزر چکے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حق تعالیٰ نے عجیب وغریب خارق عادت طریقہ سے تائید فرمائی جنہیں دیکھ کر ان کی قوم ذلیل وناکام ہوئی ان کا بادشاہ نمرود نہایت بدحالی کی موت مارا گیا۔ان سب نے انبیاء کی تکذیب کی احکام الٰہی کو نہ مانا۔بالآخر تباہ ہوئے اور اپنے کرتوت سے تباہ ہوئے۔انہوں نے خود ہی اپنے لئے کفر وشرک کی زندگی کو پسند کیا جو انہیں بربادی کی طرف لے جانے والی تھی۔اللہ نے تو انہیں سوچنے۔سمجھنے اور سنبھلنے کا پورا موقع دیا۔ان کے سمجھانے کے لئے رسول بھیجے۔رسولوں کے ذریعہ سے ان کی غلط روی کے برے نتائج سے آگاہ کیا اور انہیں کھول کھول کر نہایت واضح طریقہ سے بتادیا کہ ان کے لئے فلاح کا راستہ کونسا ہے اور ہلاکت اور بربادی کا کونسا۔ مگر جب انہوں نے اللہ کے رسول کی کوئی بات نہ سنی بلکہ الٹا ان سے مقابلہ اور ان کی تکذیب وتذلیل پر کمربستہ رہے اور ہلاکت کی راہ چلنے ہی پر اصرار کیا تو لامحالہ ان کا وہ انجام ہونا ہی تھا جو بالآخر ہو کر رہا۔یعنی دنیا میں بھی تباہ وبرباد ہوئے اور آخرت کا بھی دائمی عذاب مول لیا اور یہ ظلم ان پر اللہ نے نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر کیا۔اللہ تعالیٰ کسی کو بلاوجہ اور بے موقع سزا نہیں دیتے۔لوگ خود ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں جس کے بعد عذاب الٰہی کا آنا ناگزیر ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ گذشتہ کفار قوموں کی طرح موجودہ کفار ومشرکین کو تباہ وبرباد فرما۔آمین۔

استغفر اللہ الذی لآالٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ

اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ

اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول کا کہنا مانتے ہیں

اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

ان لوگوں پر ضرور اللہ تعالیٰ رحمت کرے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ قادر ہے حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے ایسے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ

باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نفیس مکانوں کا جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہونگے

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾

اور اللہ تعالیٰ کی رضا مندی سب سے بڑی چیز ہے یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَ اور	اَلْمُؤْمِنُوْنَ مومن مرد (جمع)	وَالْمُؤْمِنٰتُ اور مومن عورتیں (جمع)	بَعْضُهُمْ ان میں سے بعض	اَوْلِيَآءُ رفیق (جمع)	بَعْضٍ بعض			
يَاْمُرُوْنَ وہ حکم دیتے ہیں	بِالْمَعْرُوْفِ بھلائی کا	وَيَنْهَوْنَ اور روکتے ہیں	عَنِ سے	الْمُنْكَرِ برائی	وَيُقِيْمُوْنَ اور وہ قائم کرتے ہیں	الصَّلٰوةَ نماز		
وَيُؤْتُوْنَ اور ادا کرتے ہیں	الزَّكٰوةَ زکوۃ	وَيُطِيْعُوْنَ اور اطاعت کرتے ہیں	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اسکا رسول	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ			
سَيَرْحَمُهُمُ کہ ان پر رحم کریگا	اللّٰهُ اللہ	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَزِيْزٌ غالب	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَعَدَ وعدہ دیا	اللّٰهُ اللہ	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن مرد (جمع)
وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتیں (جمع)	جَنّٰتٍ جنتیں	تَجْرِيْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا ان کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہینگے	فِيْهَا ان میں		
وَمَسٰكِنَ اور مکانات	طَيِّبَةً پاکیزہ	فِيْ میں	جَنّٰتِ عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے باغات	وَرِضْوَانٌ اور خوشنودی	مِّنَ سے	اللّٰهِ اللہ	اَكْبَرُ سب سے بڑی	
ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ بڑی					

مومنین کی صفات

قرآن پاک کا عمومی طرز بیان اسی طرح ہے کہ بروں کو نصیحت کرنے کے لئے ان کے اعمال کا انجام اور نتیجہ ظاہر فرماتا ہے تاکہ نتیجہ پر غور کر کے وہ ڈر جائیں اور بدکرداری سے باز آجائیں پھر ان کے مقابل نیک طبقہ کا ذکر فرماتا ہے ان کے عقائد صحیحہ اور افعال حسنہ کے عمدہ نتائج ظاہر کرتا ہے تاکہ بدکرداروں کو اپنے افعال سے توبہ کرنے اور نیکی کرنے کی طرف رغبت ہو۔ کیونکہ نصیحت کے صرف دو ہی طریقے ممکن ہیں۔ ترہیب اور ترغیب۔ چنانچہ یہاں بھی خدا تعالیٰ نے پہلے منافقوں کی حالت ان کی خصوصیات اور بالآخر نتیجہ بد کو ظاہر فرمایا اب ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کی حالت خصوصیات اور نیک انجام کو ان آیات میں بیان فرمایا۔

یہاں ان آیات میں مومن مرد اور مومن عورتوں کے آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہونے کو بتلا کر حق تعالیٰ نے مومن کے خصوصی پانچ اوصاف بیان فرمائے:۔

پہلا وصف فرمایا یامرون بالمعروف وہ اچھی باتوں کا حکم دیتے

ہیں یعنی جو امور عقل و شریعت کی رو سے اچھے ہیں ان پر خود بھی کاربند ہوتے ہیں اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

دوسرا وصف: وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ فرمایا یعنی شریعت اور عقل نے جس چیز کو برا کہا ہے اس سے خود بھی باز رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔

تیسرا وصف: وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ فرمایا یعنی نماز کو ٹھیک وقت پر اعتدال ارکان اور پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ منافقوں کی طرح سستی، گرانی، بے دلی اور دکھلاوٹ کے لئے نہیں پڑھتے۔

چوتھا وصف فرمایا: وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں یعنی غربا فقراء وغیرہ کی مالی امداد کا جو طریقہ شریعت نے مقرر فرمایا ہے اس پر چلتے ہیں اور اہل حاجت کی حکم شرعی کے موافق مدد کرتے ہیں۔

پانچواں وصف فرمایا: وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ اللہ اور رسول کے ہر حکم کو مانتے اور فرمان کی تعمیل کرتے ہیں۔ اپنی خواہش مرضی اور عقل کو دخل نہیں دیتے اور بغیر چون وچرا کرنے کے حکم مانتے ہیں۔

مومنین کا انعام

جن مومنین میں یہ صفات ہوں گی ان پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایسے مسلمان مرد اور عورتوں کو بغیر کسی عذاب کے ابتداء ہی سے ان کو دوامی جنتیں اور پاکیزہ خوشگوار مکانات رہنے کو عطا فرمائے گا پھر ان سب نعمتوں سے بڑھ کر ایک بڑی عنایت ان پر ہوگی وہ یہ کہ ان کو رضائے مولیٰ حاصل ہوگی۔ جنت بھی اسی لئے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے۔ حق تعالیٰ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی و روحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائے گا مگر سب سے بڑی نعمت مولائے کریم محبوب حقیقی کی دائمی رضا ہوگی۔ صحیح حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت کو جب وہ جنت میں پہنچ جائیں گے خطاب فرمائیں گے۔ جنتی جواب دیں گے لبیک وسعدیک۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوگا کیا تم خوش اور راضی ہوگئے؟ اہل جنت عرض کریں گے پروردگار ہم کیونکر راضی نہ ہوں گے۔ آپ نے ہم کو وہ چیزیں عنایت کی ہیں جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہ دیں۔ ارشاد ہوگا کیا میں اس سے بہتر چیز عطا کروں؟ اہل جنت عرض کریں گے پروردگار اس سے افضل چیز کیا ہے؟ ارشاد ہوگا میں اپنی دائمی رضامندی تم کو دیتا ہوں اس کے بعد کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خداوند قدوس عزوجل کی رضامندی سے افضل کوئی نعمت نہیں۔ رضائے خداوندی کا درجہ بہشت سے بھی بڑھ کر ہے۔ اللہ پاک اپنی رضا کی دولت و نعمت ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔ آمین۔

مقام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

ان آیات میں جو خصوصی اوصاف مومنین کے بیان فرمائے گئے ہیں ان اوصاف کے ساتھ خلفائے راشدینؓ اور صحابہ کرامؓ کا موصوف ہونا احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا وہ اس بشارت غفران و رضوان کے اولین مستحق اور سزاوار ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے متعلق دنیا ہی میں اعلان کردیا گیا۔ رضی اللہ ورضوا عنہ اس سے بڑھ کر کیا سعادت و کرامت ہوگی کہ مرنے سے پہلے ہی صحابہ کرامؓ نے اپنے لئے رضا خداوندی کا مژدہ جانفزا سن لیا اور قرآن میں تصریح ہے۔ ان اللہ لا یرضیٰ عن القوم الفسقین اللہ فاسقوں سے راضی نہیں ہوتا۔ تو جب صحابہ کرام کے متعلق رضی اللہ ورضوا عنہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام معاذ اللہ فاسق نہ تھے جیسا کہ ایک فرقۂ باطلہ الزام لگاتا ہے۔ بلکہ صحابہؓ سے ناراض ہونے والا ہی فاسق ہے۔ (معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

دعا کیجئے: یَا اللہ ایمانی خصلتیں اور اوصاف ہم سب کو نصیب فرما۔ یَا اللہ اپنے رسول کی اطاعت کو ہماری زندگی کا مقصود و مطلوب بنا اور دنیا میں بھی ہم پر رحم فرما اور آخرت میں بھی اپنی نعمت جنت اور جنت میں سب سے بڑی نعمت دائمی خوشنودی نصیب فرما۔

یَا اللہ تمام اہل اسلام کو ایک دوسرے کی ہمدردی و شفقت رکھنے والا دل عطا فرما۔ آمین۔

استغفر اللہ الذی لآالٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان کا ٹھکانہ

جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے

يَاَيُّهَا اے | النَّبِيُّ نبی | جَاهِدِ جہاد کریں | الْكُفَّارَ کافر (جمع) | وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقین | وَ اور | اغْلُظْ سختی کریں | عَلَيْهِمْ اُن پر

وَمَاْوٰىهُمْ اور ان کا ٹھکانہ | جَهَنَّمُ جہنم | وَبِئْسَ اور بُری | الْمَصِيْرُ پلٹنے کی جگہ

منافقین اور کفار سے سختی کا حکم

اس آیت سے اس سورہ توبہ کے دسویں رکوع کی ابتداء ہوتی ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں سے لے کر سورۃ کے اخیر تک کی آیات غزوہ تبوک سے واپسی پر نازل ہوئی ہیں۔ گزشتہ آیات میں جب کفار ومنافقین کی برائیاں۔ ان کے ناشائستہ اقوال وافعال کا ذکر ہو چکا تو اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ ان منافقین کے ساتھ جواب تک درگزر۔ نرمی اور ملاطفت کا معاملہ ہو رہا تھا اس کو ترک کیجئے اور ان کے ساتھ شدت اور سختی سے پیش آیئے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق نہایت وسیع اور عظیم تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کے ساتھ جو بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے لطف اور نرمی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اب اس کی ممانعت فرما دی گئی اور بتلا دیا گیا کہ دشمنانِ الٰہی کے ساتھ شدت یہی خلق عظیم ہے۔ اس غزوہ تبوک کے موقع پر جبکہ منافقین کا نفاق آشکار ہو گیا اور اب تک جو ان کا نفاق پوشیدہ تھا وہ قطعی اور بدیہی طور پر عیاں ہو گیا تو اب ان منافقین دشمنان دین کے ساتھ نرمی کی ضرورت نہ رہی۔ ان کو دین حق کے سمجھنے کا موقع بھی کافی دیا جا چکا۔ اب یہ نابکار اسی کے مستحق ہیں کہ دنیا میں بھی ان کے ساتھ سختی کی جائے اور آخرت میں ان کا ٹھکانہ جہنم ہو جو بہت ہی بری جگہ ہے جس کو شقاوت اور بدبختی کے اسباب ہر طرف سے محیط ہوں ان کیلئے برا ہی ٹھکانہ مناسب ہے۔

جہاد اور اس کی مختلف نوعیتیں

یہاں کفار اور منافقین سے جو ''جہاد'' کا حکم ہوا تو لفظ جہاد کے معنی کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے کیلئے اپنی انتہائی طاقت اور کوشش خرچ کرنے کے ہیں خواہ یہ کوشش سیف وسنان یعنی تیر وتلوار سے ہو یا زبان حجت اور برہان سے ہو۔ جہاد اصل معنی کے لحاظ سے عام ہے جو دونوں صورتوں کو شامل ہے۔ اس لئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو کفار سے جہاد کا حکم آیا ہے۔ اس سے جہاد بالسیف والسنان مراد ہے اور منافقین سے جو جہاد کا حکم آیا ہے اس سے زبان اور برہان کے ذریعہ جہاد کرنا مراد ہے اس لئے کہ منافقین اپنے آپ کو بظاہر مسلمان بتاتے تھے اور دوسری قومیں بھی ظاہر کے لحاظ سے انہیں مسلمان سمجھتی تھیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے قتل سے اعراض فرمایا اور کھلے کافروں جیسا ان کے ساتھ معاملہ نہیں کیا۔ اس لئے مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت میں کفار کے ساتھ تلوار سے جہاد کرنا مراد ہے اور منافقین کے ساتھ زبان اور قلم اور حجت اور برہان کے ذریعہ جہاد کرنا مراد ہے اور یہ حکم اس وقت تک ہے کہ جب تک نفاق پوشیدہ رہے اور جب نفاق عیاں اور ظاہر ہو جائے تو پھر منافقین سے بھی جہاد بالسیف ہو سکتا ہے۔

یہاں جس سختی کا حکم دیا گیا ہے اس سے عملی سختی ہی مراد ہے کہ احکام اسلام جاری کرنے میں کوئی رعایت ونرمی نہ برتی جائے زبان اور کلام میں سختی اور سب وشتم یہ ہرگز مراد نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دین کی فہم وسمجھ عطا فرمائیں اور صحیح معنی میں اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو دشمنان دین سے جہاد کا جذبہ صادقہ عطا فرما۔

اس ملک پاکستان میں بھی منافقین گھسے ہوئے ہیں جو اسلام اسلام زبان سے تو پکارتے ہیں مگر دل سے اسلام کے مخالف ہیں۔

ان منافقین سے اس ملک کو پاک فرما دے اور ان منافقین کے وجود کو اس ملک سے مٹا دے اور صحیح معنی میں اس ملک پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنا دے اور دشمنان دین کے عزائم کو ملیا میٹ فرما دے آمین۔

یا اللہ: آپ نے مجھے عافیت بخشی' آپ کے فضل و کرم سے بہت نعمتیں آپ کی کھائیں اور برتیں آپ نے کبھی بھوکا نہیں رکھا' برابر روزی پہنچائی۔ آپ کی ان نعمتوں کے کھانے سے قوت آئی لیکن میں نے اس قوت کو بجائے آپ کی فرمانبرداری کے نافرمانی میں خرچ کیا' کتنے ہی میں نے عیب کئے۔ آپ نے لوگوں سے پردہ میں رکھا' کبھی آپ کا خوف آیا تو آپ کے امن و عافیت سے دھوکہ کھا گیا اور سمجھا کہ مجھے آپ نہ پکڑیں گے اور آپ کی پکڑ کا خیال بھی آیا تو آپ کے حلم کی طرف دھیان گیا اور عفو و کرم کی امید میں گناہ کر بیٹھا۔ اے اللہ! میں ہر ایسے گناہ سے معافی چاہتا ہوں۔ مجھے بخش دیجئے۔ میں آپ سے ہر اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جو آپ کے غضب کا باعث ہو اور ہر اس گناہ سے بھی جس کو آپ نے منع کیا تھا اور میں کر گزرا اور اس گناہ سے بھی معافی مانگتا ہوں جس کی نحوست سے میں آپ کی عبادت واطاعت سے محروم ہوا۔

میں ہر اس گناہ کی بھی معافی چاہتا ہوں کہ میں نے آپ کی مخلوق میں سے کسی کو گناہ میں لگا دیا ہو حیلہ و حوالہ کر کے اس کو گناہ کی بات میں پھنسا دیا ہو یا اسے تو اس گناہ کی بات کا علم نہ تھا میرے بتانے سے اس نے گناہ کو مانا اور کیا' کسی کے گناہ کا باعث ہوا ہوں' کل قیامت کے روز ان گناہوں کو لے کر کس طرح سامنے آؤں گا۔ الٰہی مجھے اور میرے ہر ایسے گناہ کو معاف فرما دے۔ میں ہر ایسے گناہ سے پناہ چاہتا ہوں جو گمراہی اور کفر کی طرف لے جائے' راہ سے بے راہ کر دے' لوگوں میں بے وقار کر دے' دنیا و آخرت میں رسوائی ہو جائے اور دیگر ایسے گناہ کر گزرا تو الٰہی مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا ۖ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ

وہ لوگ قسمیں کھا جاتے ہیں کہ ہم نے فلانی بات نہیں کہی حالانکہ یقیناً انہوں نے کفر کی بات کہی تھی اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے

وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا ۚ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ ۚ

اور انہوں نے ایسی بات کا ارادہ کیا تھا جو ان کے ہاتھ نہ لگی اور یہ انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا ہے کہ انکو اللہ نے اور اسکے رسول نے رزق خداوندی سے

فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ ۖ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا

مالدار کر دیا سو اگر توبہ کریں تو ان کیلئے بہتر ہو گا اور اگر روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا

وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿۷۴﴾

اور آخرت میں دردناک سزا دے گا اور ان کا دنیا میں نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار

يَحْلِفُونَ وہ قسمیں کھاتے ہیں | بِاللّٰهِ اللہ کی | مَا قَالُوا انہیں انہوں نے کہا | وَلَقَدْ قَالُوا حالانکہ ضرور انہوں نے کہا | كَلِمَةَ الْكُفْرِ کفر کا کلمہ

وَكَفَرُوا اور انہوں نے کفر کیا | بَعْدَ بعد | إِسْلَامِهِمْ ان کا (اپنا) اسلام | وَهَمُّوا اور قصد کیا انہوں نے | بِمَا اس کا جو | لَمْ يَنَالُوا انہیں نہ ملی | وَ اور

مَا نَقَمُوا انہوں نے بدلہ نہ دیا | إِلَّا مگر | أَنْ یہ کہ | أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ انہیں غنی کر دیا اللہ نے | وَرَسُولُهُ اور اسکا رسول | مِنْ سے | فَضْلِهِ اپنا فضل

فَإِنْ سو اگر | يَتُوبُوا وہ توبہ کریں | يَكُ ہوگا | خَيْرًا بہتر | لَهُمْ ان کیلئے | وَإِنْ اور اگر | يَتَوَلَّوْا وہ پھر جائیں | يُعَذِّبْهُمْ عذاب دے گا انہیں

اللّٰهُ اللہ | عَذَابًا عذاب | أَلِيمًا دردناک | فِي میں | الدُّنْيَا دنیا | وَالْآخِرَةِ اور آخرت | وَمَا اور نہیں | لَهُمْ ان کیلئے | فِي الْأَرْضِ زمین میں

مِنْ کوئی | وَلِيٍّ حمایتی | وَلَا اور نہ | نَصِيرٍ کوئی مددگار

منافقوں کے جرائم

گزشتہ آیت میں منافقین کے متعلق حکم ہوا تھا کہ ان کے ساتھ شدت اور سختی کی ضرورت ہے اور وہ اسی کے مستحق ہیں اس لئے اس اور آئندہ آیات میں منافقین کے چند جرائم کا ذکر فرمایا جاتا ہے جو ان سے جہاد اور سختی کو مقتضی ہیں۔ اس سلسلہ میں حق تعالیٰ نے منافقین کے پانچ جرائم کا ذکر فرمایا ہے۔

جرم اول: یہ کہ کفر کی باتیں کرتے ہیں اور پھر جب پوچھا جاتا ہے تو مکر جاتے ہیں اور جھوٹی قسم کھا لیتے ہیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی۔

دوسرا جرم: منافقین کی احسان فراموشی۔

تیسرا جرم: بد عہدی۔

چوتھا جرم: مومنین مخلصین کے صدقات وخیرات پر طعنہ زنی جو مسلمان زیادہ لاتا اس کو یہ منافقین کہتے کہ یہ نام ونمود کیلئے لایا ہے اور جو کم لاتا اس کو یہ کہتے کہ خدا کو اس کے صدقہ کی کیا ضرورت تھی محض انگلی کٹا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔

پانچواں جرم: منافقین کا غزوہ تبوک میں خود بھی شریک نہ ہونا اور دوسروں کو بھی شرکت سے منع کرنا کہ گرمی شدت سے پڑ رہی ہے ایسی حالت میں گھر سے باہر نہ جاؤ۔

منافقین کے یہ جرائم بیان کرنے کا مقتضی یہی ہے کہ اس قسم کے مجرمین سے کسی قسم کی نرمی نہ کی جائے۔ جرم اول ودوم کی وضاحت اس آیت زیر تفسیر میں فرمائی گئی ہے اور دوسرے جرائم آئندہ آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں۔

شان نزول

تبوک سے واپسی کے موقع پر چند منافقوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سازش کی کہ فلاں گھاٹی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم شب میں گزریں گے۔ سب مل کر آپ پر حملہ کردیں اور ہوسکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہی خاتمہ کردیں۔ چنانچہ راستہ میں ایک جگہ چھپ کر رات کو بیٹھ گئے اور اپنے چہروں کو چھپالیا تاکہ پہچان میں نہ آسکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صحابیوں میں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے ان منافقین کو مار کر پیچھے ہٹایا اور یہ بزدل منتشر ہوگئے۔ رات کے اندھیرے میں اور چہرے کے چھپے ہونے کے باعث پہچانے نہ گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک خبر پہنچائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہوگیا کہ وہ بارہ آدمی فلاں فلاں تھے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا کہ کسی پر ظاہر نہ کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ پہنچ کر ان کو بلایا اور پوچھا کہ تم نے ایسا ایسا مشورہ کیا تھا اور ایسا ارادہ کیا تھا؟ تو انہوں نے حلف کے ساتھ انکار کردیا اور قسمیں کھالیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہ کوئی کلمہ کہا نہ ہم نے کوئی فاسد ارادہ کیا۔ انہی بارہ منافقین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جو ناپاک قصد انہوں نے کیا مگر جو خدا کے فضل سے پورا نہ ہوا۔

شان نزول کا دوسرا واقعہ

ایک دوسری روایت میں شان نزول کے متعلق یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر ایک خطبہ دیا جس میں منافقین کی بدحالی اور انجام بد کا ذکر فرمایا۔ حاضرین میں ایک منافق جلاس بھی موجود تھا۔ اس نے اپنی مجلس میں جاکر کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو ہم گدھوں سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔ اس کا یہ کلمہ ایک صحابی حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے سن لیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر تبوک سے واپس مدینہ پہنچے تو حضرت عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا اور جلاس اپنے کہے سے مکر گیا اور کہنے لگا کہ عامر بن قیس رضی اللہ عنہ نے مجھ پر تہمت باندھی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو حکم دیا کہ منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوکر قسم کھائیں۔ جلاس نے بے دھڑک قسم کھالی کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ عامر جھوٹ بول رہے ہیں۔ حضرت عامر کا نمبر آیا تو انہوں نے بھی قسم کھائی اور پھر دعاء کیلئے ہاتھ اٹھائے کہ یا اللہ آپ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی اس معاملہ کی حقیقت روشن فرمادیں۔ ان کی دعا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں نے آمین کہی۔ ابھی یہ لوگ اس جگہ سے ہٹے بھی نہ تھے کہ جبرئیل امین وحی لے کر حاضر ہوگئے جس میں آیت مذکور تھی۔ جلاس نے جب یہ آیت سنی تو فوراً کھڑے ہوکر کہنے لگے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب میں اقرار کرتا ہوں کہ یہ غلطی مجھ سے ہوئی تھی اور عامر بن قیس نے جو کچھ کہا وہ سچ تھا مگر اسی آیت میں حق تعالیٰ نے مجھے توبہ کا بھی حق دیدیا ہے۔ میں اب اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی توبہ قبول فرمالی اور بعد میں یہ اپنی توبہ پر قائم رہے اور ان کے حالات درست ہوگئے اور آئندہ زندگی اسلام کی خدمت کیلئے وقف کردی۔

منافقین کی احسان فراموشی

آگے دوسرے جرم یعنی منافقین کی احسان فراموشی کے بارے میں بتلایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت تم کو نعمتیں بخشی گئیں کہ اللہ نے تمہیں دولت مند کردیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اہل مدینہ تنگ دست تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک مدینہ میں آیا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی کھیتی باڑی اور باغوں کی پیداوار میں برکت عطا فرمائی اور مدینہ میں پیداوار اچھی ہونے لگی۔ پھر منافقوں کو مسلمانوں میں ملے جلے رہنے کی وجہ سے غنیموں میں سے حصہ ملتا رہا۔ جس سے وہ مالدار ہوگئے

ان کو چاہیے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس احسان کے مشکور ہوتے مگر منافقوں نے بجائے شکر گزاری کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ باندھا۔ ان احسانات کا بدلہ ان احسان فراموش نے یہ دیا کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دغا بازی کرنے لگے اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسلمانوں کو ستانے پر کمر باندھ لی۔ پھر بھی اگر سچی توبہ کر کے شرارتوں اور احسان فراموشوں سے باز آجائیں تو ان کے حق میں بہتر ہے ورنہ خدا دنیا اور آخرت میں ان منافقین کو وہ سزا دیگا جس سے بچانے والا کوئی نہ ملے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو ایمان صادق اور اسلام کامل عطا فرما اور منافقانہ خصلتوں سے ہمارے ایمان واسلام کو بچا۔ ہم کو اپنی خطاؤں پر توبہ کی توفیق نصیب فرما اور ہر طرح کی ظاہری و باطنی نافرمانی سے بچنا نصیب فرما۔

یا اللہ: ایسے گناہ کہ جن کے ارتکاب سے میں نے اپنے جسم کو تھکا دیا اور مخلوق سے پردہ کرتا رہا لیکن ہائے تجھ سے پردہ نہ ہوسکتا تھا لیکن تجھ سے پردہ میں ہو جانے کا خیال بھی نہ آیا۔

اس کے باوجود کہ آپ مجھ کو رسوا کر سکتے تھے مجھے رسوائی سے بچالیا اور حقیقت میں آپ کے سوا اور کون ایسا ہے کہ گناہ دیکھتا ہو اور پردہ پوشی کرتا ہو۔ اے اللہ! میرے ہر گناہ کو معاف فرمادے۔

اے پروردگار میں تو نافرمانی کرتا رہا لیکن آپ نے اپنے حلم سے مجھے ڈھیل دیدی، مجھے گناہ کرتے ہوئے دیکھ کر بھی مجھے چھوڑے رکھا، اس بداعمالی کے ساتھ میں نے جو مانگا آپ نے دیا۔ آپ کا کہاں تک شکر ادا کروں، مجھ پر میرے دشمنوں نے خفیہ وعلانیہ حملے کئے مجھے ایذا پہنچانی چاہی۔ لیکن آپ نے مجھے ان سے ان کے حملوں سے بچالیا اور مجھے رسوا نہ ہونے دیا۔ آپ نے مجھ گنہگار و عاصی کی اس طرح مدد کی جیسے آپ اپنے اطاعت گزار بندوں کی مدد فرماتے ہیں۔ مجھے اس طرح رکھا جیسے اپنے پسندیدہ بندوں کو رکھا کرتے ہیں لیکن اے پروردگار! اس کرم کے ہوتے ہوئے بھی میں گناہوں کا ارتکاب کرتا رہا اور باز نہ آیا، الٰہی! مجھے محض اپنے فضل و کرم سے بخش دیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ

اور ان میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ سے عہد کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو اپنے فضل سے عطا فرماوے تو ہم خوب خیرات کریں اور ہم خوب

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّآ اٰتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾

نیک کام کیا کریں سو جب اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے دیدیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور روگردانی کرنے لگے اور وہ تو روگردانی کے عادی ہیں۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا

سو اللہ تعالیٰ نے ان کی سزا میں انکے دلوں میں نفاق کردیا جو خدا کے پاس جانے کے دن تک رہیگا اس سبب سے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ سے اپنے وعدہ میں خلاف کیا اور اس سبب سے کہ وہ

يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۷۸﴾

جھوٹ بولتے تھے۔ کیا انکو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو انکے دل کا راز اور انکی سرگوشی سب معلوم ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام غیب کی باتوں کو خوب جانتے ہیں

وَمِنْهُمْ اور ان سے	مَنْ جو	عٰهَدَ اللّٰهَ عہد کیا اللہ سے	لَئِنْ البتہ اگر	اٰتٰنَا ہمیں دے دہ	مِنْ سے	فَضْلِهٖ اپنا فضل	لَنَصَّدَّقَنَّ ضرور صدقہ دیں ہم
وَلَنَكُوْنَنَّ اور ہم ضرور ہو جائینگے	مِنَ سے	الصّٰلِحِيْنَ صالح (جمع)	فَلَمَّآ پھر جب	اٰتٰهُمْ اس نے دیا انہیں	مِنْ سے	فَضْلِهٖ اپنا فضل	
بَخِلُوْا انہوں نے بخل کیا	بِهٖ اس میں	وَتَوَلَّوْا اور پھر گئے	وَّهُمْ اور وہ	مُّعْرِضُوْنَ روگردانی کرنیوالے ہیں	فَاَعْقَبَهُمْ تو اسنے انکا انجام کار کیا		
نِفَاقًا نفاق	فِيْ میں	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	اِلٰى تک	يَوْمِ اس روز	يَلْقَوْنَهٗ وہ اسے ملیں گے	بِمَآ کیونکہ	اَخْلَفُوا انہوں نے خلاف کیا
اللّٰهَ اللہ	مَا جو	وَعَدُوْهُ اس سے انہوں نے وعدہ کیا	وَبِمَا اور کیونکہ	كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ وہ جھوٹ بولتے تھے	اَلَمْ کیا نہیں	يَعْلَمُوْٓا وہ جانتے	اَنَّ اللّٰهَ کہ اللہ
يَعْلَمُ جانتا ہے	سِرَّهُمْ انکے بھید	وَنَجْوٰىهُمْ اور ان کی سرگوشی	وَ اور	اَنَّ یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	عَلَّامُ خوب جاننے والا	الْغُيُوْبِ غیب کی باتیں

منافقوں کی بدعہدی

گزشتہ کئی آیات سے منافقین کا ذکر ہوتا چلا آرہا ہے گزشتہ آیت میں منافقین کے دو جرائم یعنی جھوٹی قسمیں کھانا اور احسان فراموشی کرنے کے متعلق بیان ہوا تھا۔ اب ان آیات میں تیسرے جرم یعنی بدعہدی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

ایک منافق شخص ثعلبہ کا واقعہ

منافقوں میں سے ایک خاص شخص کی حالت ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہے کہ جس نے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مالدار کردے تو میں بڑی سخاوت کروں اور نیک بن جاؤں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے دولت مند اور خوشحال بنادیا اس نے وعدہ شکنی کی اور بخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل میں ہمیشہ کیلئے نفاق جمادیا۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیات ثعلبہ بن حاطب کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا فرمائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ثعلبہ وہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس کثیر مال سے بہتر ہے جس کا شکر ادا کرنے کی طاقت تجھ میں نہ ہو۔ ثعلبہ نے مکرر درخواست کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیری حالت ہو۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر میں چاہوں تو سونے چاندی کے پہاڑ میرے ساتھ چلیں۔ ثعلبہ نے تیسری بار اصرار کیا اور عرض کیا قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی

بنا کر بھیجا اگر آپ اللہ سے دعا کریں اور خدا تعالیٰ مجھے مالدار کر دے تو میں ہر حق دار کو اس کا حق ضرور پہنچاؤں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کیلئے مال کی کثرت کی دعا فرمائی چنانچہ ثعلبہ نے چند بکریاں لیں اور تھوڑی مدت میں اتنی کثرت ہوئی کہ ثعلبہ مدینہ میں نہ رہ سکا۔ آبادی سے باہر اس نے اپنا مسکن بنالیا لیکن اب اس نے فجر، مغرب اور عشاء کی جماعت چھوڑ دی اور صرف ظہر وعصر کی جماعت میں آ کر شریک ہوتا تھا اور کچھ دنوں کے بعد ظہر اور عصر کی جماعت بھی چھوڑ دی صرف جمعہ کو آتا رہا۔ بکریوں کی کثرت اور زیادتی برابر جاری تھی۔ چنانچہ کچھ مدت کے بعد جمعہ سے بھی غیر حاضر ہو گیا اور آنے جانے والوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دریافت کرلیا کرتا تھا ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ثعلبہ کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار افسوس کیا پھر جب حکم الٰہی ہوا کہ صدقات وزکوۃ وصول کئے جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابی مقرر کئے اور مسلمانوں سے وصول صدقات کی تحریر ان کو لکھ دی اور دونوں سے فرمایا کہ ثعلبہ کے اور فلاں اسلمی شخص کے پاس بھی جانا اور مال صدقہ ان سے لے آنا۔ حسب الحکم دونوں روانہ ہو کر ثعلبہ کے پاس پہنچے اور فرمان گرامی سنا کر کر مال صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا کہ واہ یہ تو بالکل جزیہ ہوا۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا اچھا اب تو جاؤ۔ لوٹتے ہوئے آنا۔ دونوں صاحب چل دیئے اور اسلمی شخص کے پاس پہنچے ان کے پاس اونٹ تھے۔ انہوں نے بے چون وچرا کئے بہترین اونٹ صدقہ میں دیئے۔ ہر چند محصلوں نے کہا کہ ہم کو بہترین مال لینے کا حکم نہیں ہوا۔ ایسے عمدہ چھنٹے ہوئے اونٹ صدقہ میں دینا واجب نہیں۔ مگر اسلمی نے ایک نہ مانی اور کہا کہ واجب نہ سہی میری خوشی اسی میں ہے۔ میں اپنی خوشی سے بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انہیں قبول فرمائیے۔ بالآخر انہوں نے لے لئے۔ دوسرے مسلمانوں سے مقررہ زکوۃ وصول کی اور لوٹ کر پھر ثعلبہ کے پاس پہنچے اس نے کہا کہ ذرا مجھے وہ پرچہ تو دکھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے۔ پڑھ کر

کہنے لگا کہ یہ تو صاف صاف جزیہ ہے کافروں پر جیسا ٹیکس مقرر کیا جاتا ہے یہ تو ویسا ہی ہے تم اس وقت جاؤ میں اس کے متعلق غور کروں گا۔ دونوں حضرات لوٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ابھی کچھ عرض بھی نہ کیا تھا انہیں دیکھتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثعلبہ کی بربادی اور اسلمی کیلئے برکت کی دعا دی۔ دونوں صاحبوں نے سلام عرض کر کے واقعہ عرض کیا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ نزول آیات کے وقت ثعلبہ کا ایک رشتہ دار موجود تھا۔ اس نے جا کر ثعلبہ کو اطلاع دی کہ تیرے حق میں یہ وعید نازل ہوئی ہے اور اس کے عزیز واقرباء نے اس پر طعن وتشنیع کی تو ثعلبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوا اور خواہش کی کہ اس کے صدقہ کا مال قبول کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کرنے سے مجھے منع فرمادیا ہے۔ الحاصل ثعلبہ ناکام واپس چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اس کا صدقہ قبول نہ فرمایا۔ پھر خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا کہ میری جو عزت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ رضی اللہ عنہ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپؓ نے جواب دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا تو میں کیوں قبول کروں؟ غرض آپؓ نے بھی انکار کر دیا۔ جب آپؓ کا بھی انتقال ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر المومنین ہوئے تو پھر آیا اور کہا کہ آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہیں فرمایا اور خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔ پھر خلافت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور منت سماجت کرنے لگا لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں خلفاء رضی اللہ عنہما نے تیرا صدقہ قبول نہیں

فرمایا۔ تو میں کیسے قبول کرلوں؟ چنانچہ قبول نہیں کیا۔ خلافت عثمانی رضی اللہ عنہ میں ثعلبہ پھر مرگیا۔ الغرض اس نے پہلے تو قسمیں کھا کھا کر سخاوت کا وعدہ کرلیا لیکن بعد میں بجائے سخاوت کے اور بخیل ہوگیا اور وعدہ شکنی کی۔ اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہوگیا جو پوری زندگی اس کے ساتھ رہا۔ ان آیات کی شان نزول کی روایتوں میں اگرچہ نام خاص صرف ایک شخص ثعلبہ بن حاطب کا لیا گیا ہے لیکن روایات شان نزول کا حاصل صرف اس قدر ہوتا ہے کہ آیت کا سبب نزول وہ مخصوص واقعہ تھا یہ مقصود ہرگز نہیں ہوتا کہ آیت کا حکم یا آیت کی دلالت صرف اس شخص یا واقعہ تک محدود ہے۔

ثعلبہ کی زکوٰۃ بعد میں کیوں قبول نہ کی گئی

اس آیت سے متعلق مفسرین نے ایک شبہ کا ازالہ بھی کیا ہے اور وہ شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ جب ثعلبہ بعد میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا اور قبول نہ ہونے پر واویلا بھی مچایا تو اس کی توبہ قبول کیوں نہ ہوئی؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ ثعلبہ کا زکوٰۃ لے کر حاضر ہونا اور قبول نہ ہونے پر واویلا مچانا بر بنائے اخلاص نہ تھا بلکہ بدنامی اور عار سے بچنے کیلئے تھا اور بہت ممکن ہے کہ قبول کرنے کو منع کرنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی مراد ہو کہ چونکہ صدقہ قبول کرنے کیلئے ایمان شرط ہے اور نص سے اس شرط کی نفی ہو رہی ہے پھر اگر اخلاص ہوتا تو وہ خود بھی مساکین کو زکوٰۃ دے سکتا تھا لیکن اس کا ازخود ادا کرنا کہیں منقول نہیں۔ یہ بھی خلوص نہ ہونے کی دلیل ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی زکوٰۃ کو قبول نہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کیسے قبول کرسکتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ: آپ نے اپنے فضل سے جو ہم کو مال و دولت عطا فرمائی ہے اس کے حقوق ادا کرنے اور اس کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائیں ایسا مال کہ جو دنیا اور آخرت میں ہمارے لئے وبال ہو اللہ تعالیٰ ایسے مال سے ہم کو محفوظ فرمائیں۔ منافقانہ خصلتوں سے ہمارے قلوب کو پاک صاف رکھئے۔ اس دور میں ہر ظاہری و باطنی فتنہ سے ہماری حفاظت فرمایئے۔

یا اللہ: میں نے کتنی بار توبہ کی، قسمیں کھائیں، واسطے دیئے کہ اب یہ گناہ نہ کروں گا لیکن جب شیطان نے اس گناہ کی طرف دعوت دی مجھے میرے نفس نے اس کو مزین کر کے سامنے کیا تو میں نے بے دھڑک اس گناہ کا ارتکاب کیا۔ افسوس مجھے لوگوں سے تو حیا آئی لیکن آپ سے کبھی حیا نہ کی کہ آپ ہر وقت دیکھنے اور خبر رکھنے والے ہیں۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ سے کہاں چھپ سکتا ہوں نہ کوئی مکان، نہ اندھیرا، نہ کوئی حیلہ و تدبیر آپ سے اوجھل کرسکتا ہے۔ افسوس میری اس جرأت پر کہ جس کام کو آپ نے منع کیا تھا میں نے جان کے بھی مخالفت کی پھر بھی آپ نے پردہ فاش نہ کیا بلکہ اپنے بندوں میں اس طرح شامل رکھا کہ گویا میں بھی آپ کا فرمانبردار بندہ ہوں۔ ان گناہوں سے شرمندہ ہوں کہ ان کو سوائے آپ کے اور کوئی نہیں جانتا اگر آپ چاہتے گناہ کرنے کے بعد کوئی نشان چہرے پر لگا دیتے لیکن اے اللہ! تو نے نیکوں کا سا چہرہ بنائے رکھا، لوگوں کی نگاہ میں باعزت رہا۔ لوگ مجھے اپنے نزدیک اچھا ہی سمجھتے رہے ورنہ میں تو جیسا تھا آپ کے علم میں ہے، یہ محض آپ ہی کا فضل و کرم تھا۔ الٰہی! ایسے سب گناہ میرے بخش دیجئے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ

یہ ایسے ہیں کہ نفل صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جن کو بجز محنت و مزدوری

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۹﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ

اور کچھ میسر نہیں ہوتا یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا بدلہ دے گا اور ان کیلئے دردناک سزا ہوگی۔ آپ خواہ اُنکے لئے استغفار کریں

اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ

یا اُن کیلئے استغفار نہ کریں اگر آپ اُن کیلئے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ اُن کو نہ بخشے گا یہ اس وجہ سے ہے کہ

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ﴿۸۰﴾

انہوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا

الصَّدَقٰتِ صدقہ (جمع) خیرات	فِی میں	الْمُؤْمِنِیْنَ مومن (جمع)	مِنَ سے	الْمُطَّوِّعِیْنَ خوشی سے کرتے ہیں	یَلْمِزُوْنَ عیب لگاتے ہیں	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	
مِنْهُمْ ان سے	فَیَسْخَرُوْنَ وہ مذاق کرتے ہیں	جُهْدَهُمْ اپنی محنت	اِلَّا مگر	لَا یَجِدُوْنَ نہیں پاتے	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	وَ اور	
اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ تو بخشش مانگ ان کیلئے	اَلِیْمٌ دردناک	عَذَابٌ عذاب	وَلَهُمْ اور ان کیلئے	مِنْهُمْ اُن سے	اللّٰهُ اللہ	سَخِرَ مذاق (کا جواب دیا)	
مَرَّةً بار	سَبْعِیْنَ ستر	لَهُمْ انکے لئے	تَسْتَغْفِرْ آپ بخشش مانگیں	اِنْ اگر	لَهُمْ ان کیلئے	لَا تَسْتَغْفِرْ بخشش نہ مانگ	اَوْ یا
وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول	بِاللّٰهِ اللہ سے	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	بِاَنَّهُمْ کیونکہ وہ	ذٰلِكَ یہ	لَهُمْ ان کو	اللّٰهُ اللہ	فَلَنْ یَّغْفِرَ تو ہرگز نہ بخشے گا
الْفٰسِقِیْنَ نافرمان	الْقَوْمَ لوگ	لَا یَهْدِی ہدایت نہیں دیتا	اللّٰهُ اللہ	وَ اور			

منافقوں کی مسلمانوں پر نکتہ چینی

منافقوں کی بدخصلتوں میں سے ایک خصلت یہ بھی تھی کہ وہ مسلمانوں پر ہر وقت نکتہ چینی کرتے تھے اگر کوئی مسلمان بخلوص خاطر کچھ زائد مال صدقہ میں دیتا تو وہ کہتے کہ اس نے دکھانے اور ریا کرنے کیلئے دیا ہے اور کوئی غریب مسلمان جس کو زیادہ مال میسر نہ تھا معمولی چیز بطور صدقہ پیش کرتا تو اس کا مذاق اڑاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ نے چار ہزار دینار یا درہم حاضر کردیئے۔ ایک دوسرے صحابی عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ایک سو وسق کھجوریں جن کی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی پیش کیں۔ منافقین کہنے لگے کہ ان دونوں نے دکھلاوے اور نام و نمود کو اتنا دیا ہے ایک غریب صحابی رضی اللہ عنہ جو محنت و مشقت سے تھوڑا سا کما کر لائے اس میں سے ایک صاع چھوارے صدقہ کیا تو منافقین مذاق اڑانے لگے کہ یہ خواہ مخواہ لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ بھلا اس کی ایک صاع کھجوریں کیا پکار کریں گی۔ غرض تھوڑا دینے والا اور زیادہ دینے والا کوئی ان کی زبان سے بچتا نہ تھا۔ کسی پر طعن کسی پر تمسخر حق تعالیٰ نے اس پر وعید سنائی کہ اس کے طعن و تمسخر کا ان کو بدلہ ملے گا۔ بظاہر تو وہ چند روز کیلئے مسخرا پن کرنے کیلئے آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں لیکن فی الحقیقت اندر ہی اندر ان کی جڑیں کٹتی چلی جارہی ہیں اور عذاب الیم ان کیلئے تیار ہے جو قطعی طور پر ان کیلئے تجویز ہو چکا ہے۔ لہٰذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان طعن و تمسخر کرنے والے منافقین کیلئے دعا مغفرت کریں یا نہ کریں ان کے حق میں بالکل بیکار اور بے فائدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان کیلئے ستر مرتبہ بھی خدا سے مغفرت مانگیں تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہ بخشے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا کہ تمسخر کی حد تک پہنچ

گئے۔ جس سے مغفرت کی صلاحیت اور اہلیت ہی ختم ہوگئی۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمسخر اس امر کی دلیل ہے کہ ان کے دل پر مہر لگ چکی ہے اور ایسے فاسقوں اور نافرمانوں کو جو اپنے کفر میں اتنے سرکش ہوگئے ہوں اللہ تعالیٰ راہ ہدایت نہیں دکھاتا۔ خدا ان بدبخت کافروں اور نافرمانوں کو کبھی معاف نہ کرے گا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے جنازہ کا واقعہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں دوسری آیت "استغفرلھم اولا تستغفرلھم" سے متعلق مدینہ میں واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا انتقال ہوا۔ اس کے بیٹے عبداللہ مومن مخلص تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت گرامی میں حاضر ہوئے باپ کے مرنے کی اطلاع دی اور باپ کیلئے دعائے مغفرت کے طالب ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز جنازہ پڑھانے کی بھی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص مبارک کفن میں دیا۔ نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں آڑے آتے تھے اور کہتے تھے کہ یارسول اللہ یہ وہی شخص تو ہے جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی نالائق حرکات کیں۔ ہمیشہ منافقین کا علمبردار رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ مجھ کو استغفار سے منع نہیں کیا گیا۔ بلکہ آزاد رکھا گیا ہے کہ استغفار کروں یا نہ کروں یہ خدا کا فعل ہے کہ ان کو معاف نہ کرے یعنی ان کے حق میں استغفار نافع نہ ہو سو ان کے حق میں نہ سہی ممکن ہے دوسروں کے حق میں میرا یہ طرز عمل نافع ہو جائے دوسرے لوگ موذی اور دشمن کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وسعت اخلاق اور وفور رحمت وشفقت کو دیکھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام کے گرویدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بہت سے یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مہربانی دیکھ کر مسلمان ہوگئے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ۷۰ مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہوسکتی ہے تو میں ۷۰ مرتبہ سے زائد استغفار کرتا گویا اس جملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمادیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس حق میں استغفار کو غیر مفید تصور فرمارہے تھے۔ فرق اس قدر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر بغض فی اللہ کے جوش میں صرف اسی نقطہ پر تھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میت کے فائدہ سے قطع نظر فرما کر عام پیغمبرانہ شفقت کے اظہار کے فائدہ کا خیال فرمارہے تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور روایت میں ہے کہ اس نماز میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں تھے اور جنازہ کے ساتھ بھی گئے اور دفن میں بھی موجود رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بعد مجھے اپنی اس گستاخی پر بہت ہی افسوس ہونے لگا کہ میں نے ایسی اور اس قدر جرأت کیوں کی۔ لیکن آخر کار صریح حکم اس معاملہ میں نازل ہوا اور آیت "ولا تصل علی احد منھم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ" جو چند آیات کے بعد آگے آتی ہے۔ نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان میں سے اگر کوئی مرجائے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئیے۔ اس حکم کے نزول کے بعد پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔ تو حاصل ارشاد ان آیات کا یہ ہے کہ منافق درحقیقت کافر ہیں۔ لہٰذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کیلئے دعا مغفرت کریں یا نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کرے گا کیونکہ یہ اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہیں۔ یعنی ان کا کفران کی مغفرت نہ ہونے کا سبب ہے۔

کسی کا مذاق اڑانا ناجائز ہے

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ کسی مومن پر ناجائز طنز یا کسی کا مذاق اڑانا نفاق کی علامت ہے اس لئے مسلمانوں کو اس سے سختی سے پرہیز لازم ہے۔ آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ یا خیرات خواہ قلیل ہو یا کثیر اگر بخلوص نیت ہو تو مقبول ہے جس طرح دولت مندوں کا دل کھول کر راہ خدا میں دینا قابل مدح ہے ویسے ہی غریب مزدوروں کا محنت مزدوری کر کے تھوڑی سی خیرات کرنی بھی قابل تحسین ہے۔ نیز یہ بھی صاف معلوم ہوا کہ کفر ایسی سخت چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم برحق تک کی استغفار سودمند نہیں۔

فقہاء نے یہیں سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ کافر کیلئے استغفار اور اس کی نماز جنازہ جائز نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر ہوں اگرچہ وہ خدا کو مانتے ہوں تب بھی وہ کافر ہی ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

یہ پیچھے رہ جانیوالے خوش ہو گئے رسول اللہ کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ۗ لَوْ

اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا اور کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو آپ کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا

كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۱ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۲

اگر وہ سمجھتے۔ سو تھوڑے دنوں ہنس لیں اور بہت دنوں روتے رہیں ان کاموں کے بدلہ میں جو کچھ کیا کرتے تھے

فَرِحَ خوش ہوئے	الْمُخَلَّفُوْنَ پیچھے رہنے والے	بِمَقْعَدِهِمْ اپنے بیٹھ رہنے سے	خِلٰفَ خلاف (پیچھے)	رَسُوْلِ رسول	اللّٰهِ اللہ
وَكَرِهُوْٓا اور انہوں نے ناپسند کیا	اَنْ کہ	يُّجَاهِدُوْا وہ جہاد کریں	بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے	وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانیں	فِيْ میں
سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	وَقَالُوْا اور انہوں نے کہا	لَا تَنْفِرُوْا نہ کوچ کرو	فِي الْحَرِّ گرمی میں	قُلْ آپ کہہ دیں	نَارُ جَهَنَّمَ جہنم کی آگ
اَشَدُّ سب سے زیادہ	حَرًّا گرمی میں	لَوْ کاش	كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ وہ سمجھ رکھتے	فَلْيَضْحَكُوْا چاہئے وہ ہنسیں	قَلِيْلًا تھوڑا / وَّلْيَبْكُوْا اور روئیں
كَثِيْرًا زیادہ	جَزَآءًۢ بدلہ	بِمَا اس کا جواب	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے		

غزوہ تبوک کا پس منظر

اب آگے پانچواں جرم ان منافقین کے متعلق بیان فرمایا جاتا ہے جو غزوہ تبوک کی شرکت سے علیحدہ رہے۔ غزوہ تبوک بھی تاریخ اسلام میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس لئے آیت کی تشریح سے پہلے غزوہ تبوک کا تاریخی پس منظر بیان کیا جاتا ہے۔

اسلامی وفد اور قاصد کا قتل

صلح حدیبیہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت پھیلانے کیلئے جو وفد عرب کے مختلف حصوں میں بھیجے تھے ان میں سے ایک شمال کی طرف سرحد شام سے متصل قبائل میں بھی گیا تھا یہ زیادہ تر عیسائی مذہب کے پیروکار تھے اور قیصر شاہ روم کے زیر اثر تھے۔ ان لوگوں نے اسلامی وفد کے ۱۵ حضرات کو قتل کر دیا اور صرف رئیس وفد حضرت کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ بچ کر واپس آئے۔

اسی زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بصریٰ کے رئیس و سردار شرحبیل کے نام بھی دعوت اسلام کا پیغام بھیجا تھا مگر اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اول قید کیا پھر سامنے بلا کر قتل کر دیا۔ یہ سردار بھی عیسائی تھا اور براہ راست قیصر روم کے احکام کا تابع تھا۔

تین ہزار مجاہدین کے لشکر کی روانگی

ان وجوہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج اور غصہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاولیٰ ۸ ہجری میں تین ہزار مجاہدین کی ایک فوج سرحد شام کی طرف بھیجی کہ اس ظالم اور بدعہد سردار شرحبیل سے اس غدر اور بے رحمی کا انتقام لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فوج کا سپہ سالار اور امیر لشکر حضرت زید بن حارثہ کو مقرر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اول اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا۔ اگر وہ اس دعوت کو قبول کر لیں تو بہتر ورنہ اللہ ذوالجلال سے اعانت اور امداد کی درخواست کر کے ان سے جہاد و قتال کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس کچھ دور اس لشکر کے ہمراہ تشریف لے گئے اور پھر لشکر کو

رخصت کرتے وقت یہ وصیت فرمائی کہ ہر حال میں تقویٰ و پرہیز گاری کو ملحوظ رکھیں۔ اپنے رفقاء کی خیر خواہی کریں اللہ کی راہ میں اللہ کے نام پر اللہ سے کفر کرنے والوں سے جہاد وقتال کریں۔ غدر اور خیانت نہ کریں کسی بچہ، عورت اور بوڑھے کو قتل نہ کریں۔

دو لاکھ سے زائد کافروں کا لشکر

شرحبیل کو جب اسلامی لشکر کی روانگی کا علم ہوا تو ایک لاکھ سے زائد لشکر مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے جمع کیا اور ایک لاکھ فوج سے ہرقل شاہ روم خود شرحبیل کی مدد کیلئے تیار تھا۔

مجاہدین کا اہم مشورہ اور کافروں سے مقابلہ

اسلامی لشکر جب راستہ معان میں پہنچا تو مسلمانوں کو اس کا علم ہوا کہ دو لاکھ سے زیادہ سپاہ کا لشکر جرار ہم تین ہزار مسلمانوں کے مقابلہ کیلئے مقام بلقاء میں جمع ہوا ہے۔ مسلمانوں کا لشکر دو شب معان میں ٹھہرا اور مشورہ ہوتا رہا کہ کیا کرنا چاہئے۔ رائے یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور مزید فوجی امداد کا انتظار کیا جائے اور مدینہ سے کافی کمک آجائے تو آگے بڑھا جائے۔ لشکریوں میں سے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے رہا نہ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے لشکریوں کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اے قوم خدا کی قسم جس بات کو تم مکروہ سمجھ رہے ہو وہ تو وہی شہادت ہے جس کی تلاش میں تم مدینہ سے نکلے ہو۔ ہم کافروں سے کسی قوت اور کثرت کی وجہ سے نہیں لڑتے ہمارا لڑنا تو محض اس دین اسلام کی وجہ سے ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو عزت بخشی ہے۔ پس اٹھو اور چلو دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی ضرور حاصل ہو گی۔ یا تو کفار پر غلبہ حاصل ہوگا یا شہادت کی نعمت نصیب ہو گی''۔ یہ سن کر مسلمانوں کے بدن میں حرارت پیدا ہو گئی اور رگ شجاعت میں ہمت و مردانگی کا خون دوڑنے لگا اور سب نے کہا کہ خدا کی قسم ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے بالکل سچ کہا اور خدائے واحد کے پرستاروں اور جانبازوں کی یہ تین ہزار کی جمعیت دشمنان دین کے دو لاکھ کے لشکر جرار کے مقابلہ کیلئے موتہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور موتہ کے میدان میں دونوں جماعتیں مقابلہ کیلئے آمنے سامنے ہو گئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور مجاہدین کی جانبازیاں

مدینہ سے چلتے وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کی سرداری کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تھا اور یوں فرمایا تھا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جھنڈا لینا چاہئے اور جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ جھنڈا لیں اور یہ بھی شہید ہوں تو مسلمانوں میں سے کوئی شخص حاکم بنا لیا جائے گویا ان الفاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر دیا تھا کہ ایسا ضرور ہونا چاہئے۔ چنانچہ صبح ہوتے ہی میدان جنگ میں کشت وخون کا بازار گرم ہوا۔ خون کی سرخ ندیاں بہنے لگیں آخر حضرت زید رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے اور نیزوں کی چھاؤں میں گھر گئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید کے ہاتھ سے اسلامی جھنڈے کا چھوٹنا تھا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے لپک کر اسے اٹھا لیا اور للکارا کہ بہادر مسلمانو آگے بڑھو اور خدا پر نظر رکھ کر دشمنوں کا قلع قمع کر دو۔ مسلمان شیر ببر کی طرح لپکے اور دشمنوں کے جم غفیر میں گھستے چلے گئے۔ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی۔ دشمنوں نے حضرت جعفر کو ہر طرف سے گھیر لیا اور آپ کا گھوڑا زخمی ہو گیا تو گھوڑے سے اتر کر آئے اور خدا کے دشمنوں سے لڑتے رہے لڑتے لڑتے جب داہنا ہاتھ کٹ گیا تو علم کو بائیں ہاتھ سے سنبھالا۔ جب بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو علم کو سینہ پر رکھ کر دانتوں سے داب لیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت جعفر کی لاش کو تلاش کیا گیا تو ۹۰ سے زیادہ تیر اور تلوار کے زخم تھے اور سب زخم سامنے تھے۔ پشت کی جانب کوئی زخم نہ تھا۔ چونکہ ان کے دونوں ہاتھ خدا کی راہ میں کام آئے اس لئے حق تعالیٰ نے ان کو دو بازو عطا فرمائے جن میں پرواز کی طاقت دی گئی کہ جنت میں جہاں چاہیں اڑتے پھریں۔ چنانچہ اب بھی ان کا لقب جعفر طیار اور ذوالجناحین ہے جس کے معنی ہیں اڑنے والا اور دو بازو والا۔

حضرت جعفر طیار کے ہاتھ سے اسلامی نشان گرا تو حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فوراً اپنے ہاتھ میں لے لیا اور آگے بڑھے لڑے اور خوب لڑے مگر امر حق ان کیلئے مقدر ہو چکا تھا اس لئے تھوڑی ہی دیر بعد یہ بھی شہید ہو کر عالم بقا کو سدھارے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری اور فتح

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امیر لشکر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنائے گئے اور انہوں نے اسلامی نشان لے کر قدم آگے بڑھایا اور نہایت شجاعت اور مردانگی سے دشمنوں کا مقابلہ کیا اور عیسائی لشکر کو چیرتے پھاڑتے آگے چلے گئے۔ حضرت سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں یکے بعد دیگرے نو تلواریں بدلنی پڑیں اور آخر ایک چوڑی یمانی تلوار نے دیر تک کام دیا۔ جس کا آخر انجام یہ ہوا کہ رومی عیسائی فوج ٹھہر نہ سکی اور سینکڑوں ہزاروں لاشیں چھوڑ کر میدان سے رخ پھیر گئی۔ اسلامی لشکر بھی لڑتے لڑتے تھک گیا تھا۔ اس غزوہ میں مسلمانوں میں ۱۲ شہید ہوئے تھے۔ رومیوں کی پسپائی کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تعاقب ان کا مناسب نہ سمجھا اور یوں بھی جنگ سے مقصود ملک گیری نہ تھا بلکہ اس ظلم کا انتقام لینا تھا جو قاصد رسول صلی اللہ علیہ وسلم مظلوم شہید حضرت حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا گیا تھا اسی موتہ کے مقام پر انکو شرحبیل حاکم بصریٰ نے قتل کرایا تھا۔ سو انتقام بھرپور حاصل ہو چکا تھا اس لئے مدینہ کی طرف واپسی مناسب معلوم ہوئی اور اسلامی لشکر مدینہ واپس ہوا۔

جنگ موتہ کے نتائج

اس جنگ موتہ کے نتیجہ کو دیکھ کر سارا عرب اور تمام قرب وجوار کے ممالک یہ دیکھ کر ششدر اور حیران رہ گئے کہ کفار باوجود اتنی کثرت کے اہل اسلام پر غالب نہ آسکے اور بری طرح شکست کھائی۔ اس جنگ کے نتیجہ میں اور شام اور اس سے متصل رہنے والے قبائل اسلام کی طرف مائل ہو گئے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہو گئے۔

قیصر روم کی تیاری اور غزوہ تبوک کی شروعات

اب قیصر روم نے جو اس وقت دنیا کی دو بڑی سلطنتوں میں سے ایک تھی مسلمانوں کو جنگ موتہ کی سزا دینے کیلئے تیاری شروع کر دی اور دوسرے ہی سال اس کے ماتحت جتنے سردار تھے وہ سب فوجیں اکٹھا کرنے لگے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ شاہ روم مدینہ پر حملہ کرنا چاہتا ہے اور لشکر جرار لے کر براہ شام حجاز کی طرف آنے کا قصد رکھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ خود ہی اس پر لشکر کشی فرمائیں۔ اور اس سے پہلے کہ وہ حدود عرب میں داخل ہو اس کو روک کر مقابل بنائیں۔ چنانچہ ماہ رجب ۹ ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کا ارادہ فرمایا تا کہ دشمنوں کی سرحد (تبوک) پر پہنچ کر وہیں ان کا مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے عام مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ شاہ روم پر حملہ کی غرض سے جہاد کی جلد تیاریاں کریں۔ مسلمانوں کیلئے یہ وقت بھی سخت امتحان کا تھا کہ سفر دور دراز کا تھا اور گرمی سخت پڑ رہی تھی کہ گھروں میں بھی آرام نہ ملتا تھا۔ پھر کھجور کی فصل جس پر اہل مدینہ کی سال بھر کی گزران کا دارومدار تھا تیار تھی اور اس کے توڑنے کیلئے صبح شام کا انتظار تھا پھر آلات جنگ کی بہت کمی اور تنگی تھی۔ سواریوں اور سروسامان کا انتظام مشکل تھا سرمایہ کی کمی تھی۔ اور مقابلہ دنیا کی دو سب سے بڑی طاقتوں میں سے ایک سے تھا۔ لیکن اسی حالت میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری جنگ کا اعلان عام کر دیا۔ سروسامان کی فراہمی کیلئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام چندہ کی تحریک فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جن کے پاس ہتھیار نہ ہوں ان کو ہتھیار دو۔ جن کے پاس سواریاں نہ ہوں ان کو سواریاں دو جن کے پاس زادراہ اور کھانے پینے کا سامان نہ ہو ان کے لئے وہ مہیا کرو اور جان سے مال سے زبان سے ہمت سے جو کچھ مدد ہو سکے کرو اور جلد چلو تا کہ رومی لشکر حدود حجاز میں داخل نہ ہو جائے مومنین مخلصین سمعاً وطاعۃً کہہ کر جان ومال سے تیاری میں مصروف ہو گئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال قربانی

سب سے پہلے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کل مال لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا جس کی مقدار چار ہزار درہم تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اہل وعیال کیلئے

کیا چھوڑا ہے تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ صرف اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام اثاث البیت نقد اور جنس کا نصف حصہ پیش کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب سے زیادہ اعانت کی۔ تین سو اونٹ مع ساز و سامان کے اور ایک ہزار دینار یعنی سونے کی اشرفیاں اور ایک روایت میں ۹۰۰ اونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار سرخ پیش کرنا بتلایا ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور یہ فرمایا کہ اس عمل صالح کے بعد عثمان کو کوئی عمل ضرر نہیں پہنچا سکے گا۔ اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی ان سے راضی ہو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ۲۰۰ اوقیہ چاندی لاکر پیش کی۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے ۷۰ وسق کھجوریں پیش کیں (ایک وسق ۶۰ صاع کا ہوتا ہے) اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس مہم میں امداد کی مگر پھر بھی سواری اور زادراہ کا پورا سامان نہ ہوسکا۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم بالکل نادار تھے اور جن کے پاس نہ سواری تھی نہ زادراہ وہ روتے تھے کہ ہم اس شرکت جہاد کی سعادت سے محروم نہ رہیں۔

مدینہ منورہ میں انتظامیہ کا تقرر

یہ موقع عملاً ایمان و نفاق کے امتیاز کی کسوٹی بن گیا تھا۔ تقریباً ۸۲ شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے حیلے بہانے کرکے اپنے گھروں میں رہ گئے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم چلنے کیلئے تیار ہوگئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام اور مدینہ کا والی مقرر کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اہل و عیال کی حفاظت اور خبر گیری کیلئے مدینہ میں چھوڑا اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنی مسجد کا امام مقرر فرمایا۔

روانگی اور مشکلات سفر

بہرحال رجب ۹ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰ ہزار مجاہدین کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے جس میں دس ہزار گھوڑے تھے پھر بھی لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ کئی کئی مجاہدین رضی اللہ عنہم کیلئے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے جس سے ہونٹ سوج گئے تھے پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں اونٹ اگرچہ سواری کیلئے پہلے ہی کم تھے ذبح انہی کو کرکے ان کے پیٹ سے پانی نکال کر پینے کی نوبت آئی۔

معجزات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

دوران سفر ایک منزل پر ٹھہرے تو پانی نہ تھا لشکری سخت پریشان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء سے اللہ تعالیٰ نے مینہ برسادیا جس سے سب سیراب ہوگئے۔ تبوک پہنچنے سے ایک روز پیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ کل چاشت کے وقت تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے جس میں پانی بہت قلیل ہے تو جو شخص اس چشمہ پر مجھ سے پہلے پہنچ جائے اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے روز اس چشمہ پر پہنچے تو پانی کا ایک ایک قطرہ اس میں سے رس رہا تھا۔ بدقت تمام کچھ پانی ایک برتن میں جمع کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے اپنا منہ ہاتھ دھوکر پھر اسی چشمہ میں ڈال دیا اور بعض روایات میں ہے کہ کلی چشمہ میں ڈال دی۔ کلی کا ڈالنا تھا کہ پانی فوارہ کی طرح چشمہ سے ابلنے لگا اور خدا جانے کہاں سے اتنے سوت کھل گئے کہ قریب ۲۰ دن کے عرصہ میں ۳۰ ہزار کا لشکر پینے، وضو کرنے، نہانے، دھونے اور جانوروں کے پلانے کیلئے کفایت سے بھی زیادہ خرچ کرتا رہا اور آج تک وہ فوارہ جاری ہے۔

تبوک میں قیام اور کامیاب واپسی

تبوک پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس روز قیام فرمایا مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا اور معلوم ہوا کہ قیصر روم اور اس کے تابعین نے مقابلہ پر آنے کی بجائے اپنی فوجیں سرحد سے ہٹا کر اندرون ملک لے گئے اور مقابلہ کی نوبت نہ آئی دشمن مرعوب ہوگیا اور آس پاس کے قبائل نے حاضر ہوکر سر تسلیم خم کیا اور اسلامی سلطنت کو جزیہ دینا منظور کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو صلح نامہ لکھوا کر عطا فرمایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مع الخیر تبوک سے مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے یہ تھی غزوہ تبوک کی تفصیل اور تاریخی پس منظر۔

منافقین کا کردار

ان آیات میں منافقوں کا حال بتایا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے منافقوں کی جو جماعت حیلے بہانے کر کے مدینہ میں رہ گئی تھی وہ اپنے حیلہ کی کامیابی اور چال چلنے پر خوش ہوئی۔اس کو گوارا نہ ہوا کہ راہ خدا میں مالی اور جانی قربانی کرے بلکہ گرمی کی شدت کی وجہ سے انہوں نے باہم ایک دوسرے کو جہاد پر جانے سے منع کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سے کہہ دیجئے کہ تم کو موسمی گرمی کا خیال ہوا حالانکہ دوزخ کی آگ اس سے کہیں زیادہ گرم ہے۔کاش ان میں اتنی سمجھ ہوتی کہ تھوڑی دیر کی تکلیف کو اختیار کرتے اور ابدی نجات حاصل کرتے مگر انہوں نے ابدی عذاب اختیار کیا اور تھوڑی دیر کی تکلیف برداشت نہ کی۔اب ان کو بے انتہا ہمیشہ رونا پڑے گا اور یہ دوامی گریہ انکی بداعمالی کی وجہ سے ہے۔جیسا کیا ویسا بھریں گے۔

دعا کیجئے

یا اللہ: ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہمارے نفوس وقلوب کو محفوظ فرما۔ان شہدائے اسلام کے طفیل جنہوں نے دین کیلئے اپنی جانیں قربان کر دیں ہم کو بھی کفار ومشرکین کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ عطا فرما اور دین اسلام کی خدمت میں ہمارا بھی کوئی حصہ مقدر فرما آمین۔

یا اللہ: جس گناہ کو کر کے میں بھول گیا ہوں لیکن آپ کے یہاں وہ لکھا ہوا ہے میں نے اس کو ہلکا سمجھا لیکن نافرمانی پھر نافرمانی ہے وہ آپ کے یہاں موجود پاؤں گا۔میں نے بارہا علانیہ گناہ کیا آپ نے چھپا لیا۔لوگوں نے دھیان نہ کیا اور ہر ایسا گناہ جس کو آپ نے اس لئے رکھ چھوڑا ہے کہ توبہ کرے گا تو معاف کریں گے الٰہی! میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما دیجئے اور میری توبہ قبول فرما لیجئے۔

میں نے ایسے گناہ بھی کئے کہ میں کرتا رہا اور ڈرتا رہا ہوں کہ اب پکڑا جاؤں گا مگر آپ نے بچائے رکھا' میں نے گناہ کرنے میں پوری کوشش صرف کردی' رسوائی کا بھی خیال نہ کیا لیکن آپ نے پردہ پوشی ہی فرمائی۔الٰہی وہ گناہ بھی میرے معاف کردے۔

مجھے اس گناہ کی وعید اور سزا معلوم تھی آپ نے اس کے عذاب سے ڈرایا اس کی برائی بیان کی مجھے علم تھا لیکن نفس و شیطان نے اسے ایسا سجایا کہ میں نے آپ کی وعید و دھمکی سے بے اعتنائی برتی۔اے اللہ! مجھے معاف فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا

سو اگر خدا تعالیٰ آپ کو اُن کے کسی گروہ کی طرف واپس لائے پھر یہ لوگ چلنے کی اجازت مانگیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم کبھی بھی میرے ساتھ نہ چلو گے

مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِىَ عَدُوًّا اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا

اور نہ میرے ہمراہ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے تم نے پہلے بھی بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا تو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو

مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ۝ وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ

جو پیچھے رہ جانے کے لائق ہی ہیں۔اور ان میں کوئی مرجاوے تو اس پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو جئے

كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ حالتِ کفر ہی میں مرے ہیں۔

فَاِنْ پھر اگر	رَّجَعَكَ وہ آپکو واپس لے جائے	اللّٰهُ اللہ	اِلٰى طرف	طَآئِفَةٍ کسی گروہ	مِّنْهُمْ ان سے	فَاسْتَاْذَنُوْكَ پھر وہ آپ سے اجازت مانگیں		
لِلْخُرُوْجِ نکلنے کیلئے	فَقُلْ تو آپ کہہ دیں	لَّنْ تَخْرُجُوْا تم ہرگز نہ نکلو گے	مَعِىَ میرے ساتھ	اَبَدًا کبھی بھی	وَّ اور	لَنْ تُقَاتِلُوْا ہرگز نہ لڑو گے		
مَعِىَ میرے ساتھ	عَدُوًّا دشمن	اِنَّكُمْ بیشک تم	رَضِيْتُمْ تم نے پسند کیا	بِالْقُعُوْدِ بیٹھ رہنے کو	اَوَّلَ پہلی	مَرَّةٍ بار	فَاقْعُدُوْا سو تم بیٹھو	مَعَ ساتھ
الْخٰلِفِيْنَ پیچھے رہ جانے والے	وَلَا تُصَلِّ اور نہ پڑھنا نماز	عَلٰى پر	اَحَدٍ کوئی	مِّنْهُمْ ان سے	مَاتَ مرگیا	اَبَدًا کبھی	وَلَا تَقُمْ اور نہ کھڑے ہونا	
عَلٰى پر	قَبْرِهٖ اس کی قبر	اِنَّهُمْ بیشک وہ	كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا	بِاللّٰهِ اللہ سے	وَرَسُوْلِهٖ اور اسکا رسول	وَمَاتُوْا اور وہ مرے	وَهُمْ جبکہ وہ	فٰسِقُوْنَ نافرمان

منافقین کو جہاد میں لے جانے کی ممانعت

منافقین مدینہ کے متعلق بیان گذشتہ آیات سے چلا آ رہا ہے غزوۂ تبوک کے موقع پر جو ایک نہایت اہم غزوہ تھا اکثر منافقین نے حیلے بہانے اور جھوٹے عذر پیش کر کے خود بھی آرام طلب بنے اور دوسروں کو بھی کہتے کہ ایسی سخت گرمی میں اتنے لمبے اور سخت سفر کے لئے نہ نکلو۔جس پر انہیں وعید سنائی گئی تھی۔تو اب آئندہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی گئی کہ اب اگر آئندہ یہ منافقین بطور خوشامد اور دفع الزام کسی دوسرے غزوہ میں آپ کے ساتھ نکلنے کی اجازت بھی مانگیں تو ان کو اجازت جہاد میں شرکت کی نہ دی جائے اور ان کو صاف جواب دے دیا جائے کہ بس تمہاری ہمت اور شجاعت کا بھانڈا پھوٹ چکا اور تمہارے دلوں کا حال پہلے ظاہر ہو چکا۔نہ تم کبھی ہمارے ساتھ جہاد میں نکلنے کو پسند کرتے ہو اور نہ دشمنان اسلام کے مقابلہ میں جان و مال کی بازی لگا سکتے ہو۔لہذا اب تم کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔جیسے پہلے گھروں میں بیٹھے رہنے پر خوش رہے سو اب بھی پیچھے رہنے والوں کے ساتھ گھر میں گھسے عورتوں بچوں اپاہجوں کی طرح بیٹھے رہو۔جس چیز کو تم نے پہلی بار اپنے لئے پسند کر لیا بس اسی حالت پر رہو۔خلاصہ یہ کہ یہ حکم منافقین کے لئے بطور دنیاوی سزا کے نافذ کیا گیا کہ اگر آئندہ یہ سچ مچ بھی کسی جہاد میں شرکت کی درخواست کریں تو بھی انہیں شریک نہ کیا جائے۔تو ایک ہدایت یہاں آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے منافقین کے متعلق یہ دی گئی۔

منافق کا جنازہ پڑھنے کی ممانعت

اب آگے ان کے ساتھ ان کے مرنے کے بعد برتاؤ بیان کیا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا کہ ان منافقین میں سے

کوئی مر جائے تو اس کی نماز جنازہ آپ کبھی نہ پڑھیں اور دعاء و استغفار کے لئے یا اہتمام دفن کے لئے اس کی قبر پر نہ جائیں اور اس کی وجہ بھی ساتھ ہی ارشاد فرمادی گئی کہ گو بظاہر یہ منافقین مسلمان بنے ہوئے ہیں مگر انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ اسی حالت کفر میں مرتے ہیں یعنی مرتے دم تک اپنے نفاق سے سچی توبہ انہیں نصیب نہیں ہوتی۔

باتفاق محدثین ومفسرین یہ آیت عبداللہ بن ابی جو مدینہ میں رئیس المنافقین بنا ہوا تھا اس کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی جس کا بیان گذشتہ چند آیات پہلے بھی ہو چکا ہے۔

چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔

منافق کے جنازہ پڑھنے کی ممانعت ابدی ہے

گویا اس آیت کے نزول کے بعد منافقین کا جنازہ پڑھنا قطعاً ممنوع ہو گیا اور یہ حکم ابدی ہوا یعنی منسوخ نہ ہوگا اس لئے کہ نماز جنازہ ایک قسم کی شفاعت ہے اور کافر و منافق کے لئے شفاعت نہیں اور نماز تو درکنار کسی کافر اور منافق کی قبر پر کھڑا بھی ہونا اور اس کی تجہیز و تکفین میں شرکت کرنا ممنوع ہو گیا کیونکہ اس میں کافر کا اکرام ہے اور اس کی قبر اللہ کے غضب اور قہر کا محل ہے اس لئے مومن کے لئے جائز نہیں کہ ایسی جگہ ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو جہاں اللہ کا غضب اور قہر نازل ہو۔

حضرت عمرؓ کی احتیاط

روایات میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ احتیاطاً ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھتے تھے جس کی نماز جنازہ میں حضرت حذیفہؓ شریک نہ ہوں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو منافقین کا نام بنام علم کرا دیا تھا۔ اسی لئے ان کا لقب "صاحب سر رسول اللہ" ہوا۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار۔

ایک اشکال کا ازالہ

ان آیات سے متعلق ایک اشکال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن ابی ایک ایسا منافق تھا جس کا نفاق مختلف اوقات میں ظاہر بھی ہو چکا تھا اور سب منافقوں کا سردار مانا جاتا تھا تو اس کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امتیازی سلوک کیسے ہوا کہ اس کے کفن کے لئے اپنا قمیص مبارک عطا فرمایا؟ تو علمائے محققین نے اس کے دو سبب لکھے ہیں:۔

اول یہ کہ عبداللہ بن ابی کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ ایک مخلص صحابی تھے۔ ان کی درخواست کو ان کی دلجوئی کے لئے منظور فرمالیا گیا تھا۔ دوسرا سبب ایک یہ بھی ہو سکتا ہے جو بخاری کی حدیث میں بروایت حضرت جابرؓ منقول ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر جب کچھ قریشی سردار گرفتار کئے گئے تو ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے بدن پر کرتا نہیں تو صحابہ سے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان کو قمیص پہنا دیا جائے۔ حضرت عباسؓ دراز قد تھے۔ عبداللہ بن ابی بھی دراز قد تھا اور اس کے سوا کسی کا قمیص حضرت عباسؓ کے بدن پر درست نہ آیا تو عبداللہ بن ابی کا قمیص لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کو پہنا دیا تھا اس کے اسی احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا قمیص اس کے صاحبزادے کو عطا فرما دیا تھا (قرطبی ومعارف القرآن جلد ۴)

پھر علمائے محققین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میرے قمیص سے یا نماز پڑھانے سے اس کی مغفرت نہیں ہوگی مگر اس سے دوسری مصالح اسلامیہ حاصل ہونے کی توقع تھی کہ اس کے خاندان کے لوگ اور دوسرے کفار جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معاملہ اس کے ساتھ دیکھیں گے تو وہ اسلام کے قریب آ جائیں گے۔ اور مسلمان ہو جائیں گے اور ممانعت صریح نماز پڑھنے کی اس وقت تک موجود نہ تھی اس لئے آپ نے نماز جنازہ پڑھ لی۔ چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا کرتہ اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا مگر میں نے یہ کام اس لئے کیا کہ مجھے امید ہے کہ اس عمل سے اس کی قوم کے ہزار سے زائد آدمی مسلمان ہو جائیں گے چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ اس واقعہ کو دیکھ کر خزرج قبیلہ کے قریب ایک ہزار آدمی مسلمان ہوئے۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اسلام صادق اور ایمان کامل نصیب فرما اور منافقانہ خصلتوں اور عادتوں سے ہماری حفاظت فرما۔ یا اللہ جو گناہ باعث تنگی رزق ہوں یا باعث مانع خیر و برکت ہوں یا باعث محرومی حلاوت عبادت ہوں سب معاف فرما دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا

اور اُن کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا میں

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۸۵ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا

ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کا دم حالتِ کفر ہی میں نکل جاوے۔ اور جب کبھی کوئی ٹکڑا قرآن کا اس مضمون میں نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور

مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ۝۸۶ رَضُوْا

اسکے رسول کے ہمراہ ہو کر جہاد کرو تو ان میں کے مقدور والے آپ سے رخصت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں ہم کو اجازت دیجئے کہ ہم بھی یہاں ٹھیرنے والوں کیساتھ رہ جاویں

بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۸۷

وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ سمجھتے ہی نہیں۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اور آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں	اَمْوَالُهُمْ ان کے مال	وَاَوْلَادُهُمْ اور ان کی اولاد	اِنَّمَا صرف	يُرِيْدُ چاہتا ہے	اللّٰهُ اللہ	اَنْ کہ	
يُعَذِّبَهُمْ انہیں عذاب دے	بِهَا اس سے	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	وَتَزْهَقَ اور نکلیں	اَنْفُسُهُمْ انکی جانیں	وَهُمْ جبکہ وہ	كٰفِرُوْنَ کافر ہوں	
وَاِذَا اور جب	اُنْزِلَتْ نازل کی جاتی ہے	سُوْرَةٌ کوئی سورت	اَنْ کہ	اٰمِنُوْا ایمان لاؤ	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَجَاهِدُوْا اور جہاد کرو	مَعَ ساتھ
رَسُوْلِهٖ اس کا رسول	اسْتَاْذَنَكَ آپ سے اجازت چاہتے ہیں	اُولُوا الطَّوْلِ مقدور والے	مِنْهُمْ ان سے	وَقَالُوْا اور کہتے ہیں	ذَرْنَا چھوڑ دے ہمیں		
نَكُنْ ہم ہوجائیں	مَعَ ساتھ	الْقٰعِدِيْنَ بیٹھ رہ جانےوالے	رَضُوْا وہ راضی ہوئے	بِاَنْ کہ وہ	يَّكُوْنُوْا ہوجائیں	مَعَ ساتھ	الْخَوَالِفِ پیچھے رہ جانیوالی عورتیں
وَطُبِعَ اور مہر لگ گئی	عَلٰى پر	قُلُوْبِهِمْ انکے دل	فَهُمْ سو وہ	لَا يَفْقَهُوْنَ سمجھتے نہیں			

کافروں ومنافقوں کی خوشحالی پر اشکال

ان آیات مذکورہ میں بھی انہی منافقین کا حال بیان کیا گیا ہے جو غزوۂ تبوک میں شریک ہونے سے حیلے بہانے کر کے رک گئے تھے۔ ان منافقین مدینہ میں اکثر مال دار اور خوشحال لوگ ہی تھے۔ ان کی ظاہری دولت مندی اور آسودگی سے سیدھے سادے مسلمانوں کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ جب یہ لوگ یعنی منافقین مردود و نامقبول ہیں تو دنیا میں ان کو مال و دولت کی نعمتیں کیوں ملیں۔ اور یہ کیوں اس قدر بے غم اور آسودہ حال ہیں تو اس شبہ کے ازالہ میں یہاں بتلایا گیا کہ دنیوی عیش و آرام اور کثرت مال و اولاد موجب فضیلت یا مقبولیت نہیں۔ کفار و منافقین کی دولتمندی اور کثرت اولاد درحقیقت رحمت و نعمت نہیں بلکہ زحمت ہے۔ یہ اموال و اولاد دنیا میں بھی ان کے لئے عذاب ہی ہے۔ اور آخرت کا عذاب تو اس کے علاوہ ہے ہی ایسی ہی آیت اسی سورۃ میں چار رکوع پہلے بھی گزر چکی ہے مگر چونکہ ایک عظیم شبہ کے ازالہ پر مشتمل ہے اس لئے بغرض تاکید اس کو دوبارہ ذکر کیا گیا۔

اشکال کا ازالہ

اس لئے کہ عام طبیعتوں میں حرص کا مادہ غالب ہوتا ہے اس لئے مال و دولت کو دیکھ کر نظریں چکا چوند ہو جاتی ہیں سو بتلا دیا کہ اگر مال و دولت خدا تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ بنیں تو نعمت ہیں اور اگر اس سے غفلت اور اس کی معصیت و نافرمانی کا ذریعہ بنیں تو عذاب اور مصیبت ہیں اور ان کے مال و اولاد کا عذاب ہونا اس طرح ہے کہ دنیا میں تحصیل مال اور اس کی حفاظت اور پھر اس کے بڑھانے کی فکر۔

محنت و مشقت میں لگے رہیں کہ کسی وقت کسی حال میں ان کو چین وسکون قلبی نصیب نہ ہو۔ پھر اگر اس مال میں کوئی نقصان یا کمی آ گئی تو اس کی محبت کے باعث اس کے فکر وغم میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اولاد کے لئے سامان راحت مہیا کرنے میں ہر وقت محنت و مشقت کھینچتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ دنیا کا مال ومتاع چونکہ ان کو آخرت سے غافل کر کے کفر و معاصی میں انہماک کا سبب بنتا ہے اس لئے سبب عذاب ہونے کی وجہ سے بھی اس کو عذاب کہا جا سکتا ہے۔ غرضیکہ جیتے جی یہ مال و اولاد ان کے لئے عذاب ہے اور پھر یہ دکھ فقط زندگی ہی کا نہیں۔ مرنے کے وقت ان کی روح مال و اولاد میں لٹکتی رہتی ہے اور مال و اولاد چھوڑنے کی حسرت و ندامت مرتے وقت بھی چین نہیں لینے دیتی اور اسی بے چینی میں جان تڑپ تڑپ کر نکلتی ہے۔ گویا موت بھی چین کی نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ایسی موت سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھیں اور اپنے ذکر و فکر کے ساتھ ایمان و اسلام کی چین وسکون کی موت ہم سب کو نصیب فرمائیں۔ آمین۔

الحاصل اس طرح یہ کثرت مال اور اولاد کفار و منافقین کے حق میں دنیا اور دین کے وبال کا باعث ہے۔

منافقوں کی حیلہ تراشی

یہ بتلا کر پھر منافقین کی حیلہ تراشی، بے ایمانی، احکام الٰہی سے سرتابی کی کیفیت بیان ہوتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جب قرآن کا کوئی حصہ یا سورۃ مالی و جانی جہاد کا حکم لے کر نازل ہوتا ہے تو اچھے تندرست مالدار اور صاحب استطاعت منافق اجازت لینے آتے ہیں کہ ہم کو ان لوگوں کے ساتھ رہنے دیجئے جو کمزور نحیف یا بیمار یا زیادہ بوڑھے یا کم عمر بچے ہیں۔ گویا انہوں نے ان لوگوں کے ساتھ رہ جانا پسند کیا جو کسی شرعی عذر کی وجہ سے جہاد میں شریک ہونے سے معذور ہیں۔ تو بات دراصل یہ ہے کہ ایمان سے ان کے دل خالی ہیں۔ ان کے دلوں پر زنگ بلکہ پردہ اور مہر الٰہی لگ چکی ہے پس وہ جہاد کے انوار و برکات اور اس کی سعادت کو نہیں سمجھتے۔ دانشمندی اور دینی سمجھ اور انجام کار کو سمجھنا ان سے بہت دور ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جزا و سزا عذاب و ثواب کا یقین ہی نہیں رکھتے ان کا اللہ اور رسول پر ایمان ہی نہیں پھر کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہاد کر سکتے ہیں اور جانی و مالی قربانی پیش کر سکتے ہیں۔

جہاد سے گریز نفاق کی علامت ہے

ان آیات سے معلوم ہوا کہ حکم الٰہی خصوصاً حکم جہاد سے گریز کرنے کے لئے حیلہ تراشی کرنا یہ نفاق کی پکی علامت ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب انسان خود احکام الٰہی سے سرتابی کرتا رہتا ہے تو اس کے دل پر زنگ آ جاتا ہے اور زنگ کے بعد پردہ پڑ جاتا ہے۔ اور اسی کو مہر لگ جانے سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے بعد خیر و شر اور حق و باطل کا امتیاز بالکل معدوم ہو جاتا ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ ہم کو اپنے راستہ میں جان و مال کی قربانی پیش کرنے کا عزم و جذبہ نصیب فرما۔ مال و دولت کی محبت سے ہمارے دلوں کو فارغ رکھ اور اپنی خوشنودی کے لئے ہمیں اپنے راستہ میں مال خرچ کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ بہت سے گناہ اس طرح کئے ہیں کہ میں جانتا تھا کہ آپ کے سامنے ہوں مگر خیال کیا توبہ کر لوں گا، معافی چاہ لوں گا۔ اللہ العالمین! گناہ کر لیا اور نفس و شیطان نے توبہ و استغفار سے باز رکھا، گناہ پر گناہ کرتا چلا جاتا رہا۔ میں توبہ کرتا ہوں، معافی چاہتا ہوں۔ اے اللہ! مجھے معاف کر دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لٰکِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ

ہاں لیکن رسول اللہ اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہیں انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہی کیلئے

الْخَیْرٰتُ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۸۹﴾

وہ ان میں ہمیشہ کو رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

لٰکِنِ لیکن	الرَّسُوْلُ رسول	وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ	جٰهَدُوْا انہوں نے جہاد کیا	بِاَمْوَالِهِمْ اپنے مالوں سے
وَاَنْفُسِهِمْ اور اپنی جانیں	وَاُولٰٓئِكَ اور وہی لوگ	لَهُمُ ان کیلئے	الْخَیْرٰتُ بھلائیاں	وَاُولٰٓئِكَ اور یہی لوگ	هُمُ وہ	الْمُفْلِحُوْنَ فلاح پانے والے
اَعَدَّ تیار کیا	اللّٰهُ اللہ	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِیْ جاری ہیں	مِنْ تَحْتِهَا اُن کے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں
خٰلِدِیْنَ ہمیشہ رہیں گے	فِیْهَا ان میں	ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِیْمُ بڑی		

مخلص وفرمانبرداروں کی تعریف

گذشتہ آیت میں ان منافقین کی مذمت بیان ہوئی تھی جو وسعت، طاقت اور قوت کے ہوتے ہوئے جہاد کے لئے نہیں نکلتے تھے۔ اب ان منافقین کے مقابلہ میں یہاں حق تعالیٰ اپنے مخلص فرمانبردار تابعدار بندوں کا مدح کے پیرایہ میں تذکرہ اور ان کے نیک انجام کا ذکر فرماتے ہیں اور بتلایا جاتا ہے کہ اپنے مولیٰ کی رضاجوئی کے لئے جان و مال قربان کرنا یہی بندگی مقبولیت اور محبوبیت کی علامت ہے۔ دیکھو یہ ہیں خدا کے وفادار بندے جو اس کے راستہ میں نہ جان سے ہٹتے ہیں نہ مال سے۔ کیسا ہی خطرہ کا موقع ہو اسلام کی حمایت اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہر قربانی کے لئے تیار رہتے ہیں۔ پھر ایسوں کے لئے فلاح و کامیابی نہ ہوگی تو اور کس کے لئے ہوگی۔

تو یہاں صحابہ کرامؓ کے اخلاص کی مدح ان کی جانی و مالی قربانیوں کی مقبولیت کی طرف صاف اشارہ ہے۔ یہاں آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخلصین مومنین کا بھی تذکرہ فرمایا اور اس میں نیک طبقہ کو بھی شامل فرما دیا جنہوں نے تمام احکام خداوندی کی تصدیق کی اور کسی قسم کی مالی و جانی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ جہاد کی دونوں قسموں میں حصہ لیا یعنی مال سے مدد کرنا اور جان سے کوشش کرنا۔ پھر ایسے مومنین کے لئے صراحت فرما دی کہ انہی کے حصہ میں بھلائیاں اور خوبیاں ہیں۔ یہی کامیابی حاصل کرنے والے اور فلاح پانے والے لوگ ہوں گے۔ خصوصاً آخرت میں ان کو جنت نصیب ہوگی جو فی الحقیقت سب سے بڑی کامیابی ہے۔

غزوۂ تبوک میں صحابہ کرام کی بے مثال قربانی

غزوۂ تبوک کی تیاری کا مومنین کو جس حالت اور جس زمانہ میں حکم ہوا ہے اس کا کچھ حال گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا ہے۔ صحابہ کرامؓ تھکے ماندے لڑائی سے مدینہ واپس آئے ہی تھے کہ فوراً دوسری جنگ کے لئے پھر حکم ہوا۔ گرمی بلا کی تھی۔ سفر دور کا تھا۔ اور مقابلہ بھی اس وقت کی دو بڑی مستحکم سلطنتوں میں سے ایک سلطنت روم سے تھا لیکن اس موقع پر جو مستعدی صحابہ کرامؓ نے دکھائی خلوص اور اسلامی ہمدردی کا ثبوت دیا اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ حکم ملتے ہی تمام مسلمان تعمیل حکم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اپنی جان کو لے کر اس کو اسلام پر قربان کرنے کے لئے سب حاضر ہو گئے۔ جو مالدار تھے انہوں نے اپنی اپنی حیثیت کے موافق مال لا کر حاضر کر دیا۔ بلکہ اکثروں

نے حیثیت سے زیادہ دیا اور یہ سب کسی دنیوی لالچ کے لئے نہیں بلکہ سچے دل سے اللہ کی اور اس کے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس پر ان کے لئے دونوں جہان کی کامیابی کا حکم سنایا گیا جو دنیا میں یوں پورا ہوا کہ غزوۂ تبوک سے بامراد واپس ہوئے اور اطراف عالم میں مسلمانوں کا دبدبہ اور شوکت ورعب بیٹھ گیا۔ یہ تو دنیا کی ان کی کامیابی تھی اور اس غزوہ میں شامل ہونے کے لئے اللہ اور رسول کی خاطر سایہ دار درخت ٹھنڈا پانی گھر کا آرام سب کچھ چھوڑا۔ ان کے لئے آخرت میں سرسبز میووں سے لدے ہوئے باغ تیار ہونے ٹھنڈے پانی کی نہریں جاری ہونے اور ان سب نعمتوں سے جی بھر کر ابدالآباد تک لطف اندوز ہونے کی بشارت سنائی گئی۔ جہاں سے ان کو کوئی نکالنے والا نہیں۔ ہمیشہ آرام و آسائش کے ساتھ بسر کریں گے۔

اس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہوگی۔ دنیا کے عارضی چند روزہ آرام کو اللہ اور رسول کے لئے چھوڑ کر اور ان کی فرمانبرداری میں دھوپ گرمی اور پیاس سہہ کر آئندہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے آرام کا تمام سامان حاصل کر لینا واقعی خوش قسمتی کی انتہا ہے۔ اور آج بھی جو خوش نصیب یہ ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتیں حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے آج بھی قربانی کا راستہ کھلا ہوا ہے۔ یعنی جہاد جانی و مالی۔ پھر اس کے ساتھ فلاح و کامیابی کا وعدہ حق تعالیٰ کا موجود ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت

ان آیات کو اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ مخصوص کیا جائے تو غور کیجئے کہ کتنے وجوہ سے ان کی فضیلت رہتی دنیا تک اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ظاہر فرما دیں:۔

اول تو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرمایا جس کی کوئی حاجت نہ تھی۔ لیکن اس سے بھی صحابہ کرام ہی کی مدح مقصود ہے کہ جہاد میں ان کا خلوص بھی کامل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکمل ہے۔

دوسرے یہ کہ ان حضرات کے جہاد کی مقبولیت کا اظہار فرمایا اور سرٹیفکیٹ عنایت فرما دیا کہ انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔

تیسرے ان حضرات کے حق میں صاف فرمایا وَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ انہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں۔

چوتھے یہ بشارت سنا دی۔ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ یہی لوگ کامیاب ہیں۔

پانچواں یہ انعام خداوندی سنا دیا۔

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے آخرت میں ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

چھٹے یہ مژدہ اور خوشخبری بھی سنا دی۔ خَالِدِينَ فِيهَا وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے۔

ساتویں ان حضرات کی خوش قسمتی اور کامیابی کو بتلایا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ یہی بڑی کامیابی اور کامرانی ہے۔

ان تمام امور سے صحابہ کرام کی فضیلت کا اندازہ لگایئے۔

دعا کیجئے

یَا اللہ صحابہ کرام کی قربانیوں کے طفیل میں اور ان کی مقبولیت کے صدقہ میں ہم کو بھی دین کے لئے اور اپنی خوشنودی کے لئے اپنے راستہ میں جان و مال خرچ کرنے کا عزم و ہمت اور توفیق عطا فرما۔ آمین۔

یَا اللہ میرے گناہوں کو آپ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں، میں تو کر کے بھول بھی گیا ہوں مگر آپ کے علم میں سب ہیں۔ کل بروز قیامت آپ مجھ سے سوال کریں گے، سوائے اقرار کرنے کے اور کیا جواب دوں گا۔ اے اللہ! مواخذہ نہ فرمانا آج ہی وہ سب گناہ معاف فرما دیجئے۔ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ

اور کچھ بہانہ باز لوگ دیہاتیوں میں سے آئے تا کہ اُنکو اجازت مل جاوے اور جنہوں نے خدا سے اور اسکے رسول سے بالکل ہی جھوٹ بولا تھا

سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى

وہ بالکل ہی بیٹھ رہے ان میں جو کافر رہیں گے انکو درد ناک عذاب ہوگا۔کم طاقت لوگوں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا عَلَى

اور نہ ان لوگوں پر جن کو خرچ کرنے کو میسر نہیں جبکہ یہ لوگ اللہ اور رسول کے ساتھ خلوص رکھیں ا ن نکو کاروں پر

الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کسی قسم کا الزام نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

وَجَآءَ اور آئے | الْمُعَذِّرُوْنَ بہانہ بنانیوالے | مِنَ سے | الْاَعْرَابِ دیہاتی (جمع) | لِيُؤْذَنَ کہ رخصت دی جائے | لَهُمْ ان کو | وَقَعَدَ بیٹھ رہے

الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | كَذَبُوا جھوٹ بولا | اللّٰهَ اللہ | وَرَسُوْلَهٗ اوراس کا رسول | سَيُصِيْبُ عنقریب پہنچے گا | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | كَفَرُوْا انہوں نے کفر کیا

مِنْهُمْ ان سے | عَذَابٌ عذاب | اَلِيْمٌ دردناک | لَيْسَ نہیں | عَلَى پر | الضُّعَفَآءِ ضعیف (جمع) | وَلَا اور نہ | عَلَى پر | الْمَرْضٰى مریض (جمع)

وَلَا اور نہ | عَلَى پر | الَّذِيْنَ وہ لوگ | لَا يَجِدُوْنَ نہیں پاتے | مَا جو | يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کریں | حَرَجٌ کوئی حرج | اِذَا جب | نَصَحُوْا وہ خیرخواہ ہوں

لِلّٰهِ اللہ کیلئے | وَ اور | رَسُوْلِهٖ اس کا رسول | مَا نہیں | عَلَى پر | الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنے والے | مِنْ سَبِيْلٍ کوئی راہ (الزام) | وَاللّٰهُ اور اللہ

غَفُوْرٌ بخشنے والا | رَّحِيْمٌ نہایت مہربان

مضافات مدینہ کے منافقوں کے دوگروہ

اب تک گذشتہ آیات میں شہر مدینہ کے منافقین کا ذکر تھا۔اب دیہات کے منافقین کا ذکر ہے۔ان میں سے یہاں دوقسموں کا ذکر فرمایا ایک تو وہ جو باوجود نفاق کے محض رسم ظاہر داری نبھانے کے لئے جھوٹے حیلے بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرنے آئے تھے۔جب ان دیہاتی منافقین کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو شام کی طرف جنگ کے ارادے سے کوچ کرنے کا حکم مل چکا ہے اور لوگ اس کے لئے تیاری کررہے ہیں تو ان میں سے بعض تو ظاہری تعلقات کی بناء پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس موقع پر ہماری شرکت مشکل ہوگی۔علاوہ فصل کی تیاری اور موسمی گرمی کے ہمیں یہ بھی خطرہ ہے کہ آس پاس کے دشمن ہماری غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر ہمارے گھربار و مال لوٹ لیں گے اس لئے ہمیں اجازت مل جائے کہ ہم گھر ہی پر ٹھہریں یوں تو دعوے ایمان میں سبھی منافقین جھوٹے تھے مگر جو عذر کرنے آئے تھے انہوں نے اپنے دعوے کو ظاہرداری میں تو نباہا۔اور کچھ ایسے متکبر اور بے باک تھے جنہوں نے ظاہرداری بھی نہ برتی وہ جیسے دل میں جھوٹے تھے ظاہر میں بھی ان کا جھوٹ کھل گیا۔جہاد کا نام سن کر گھروں میں بیٹھ رہے۔بالکل بے باک اور بے حیا ہوکر عذر کرنے بھی نہ آئے۔یہاں ان آیات میں دونوں کا بیان ہے کہ یہ دونوں قسم کے لوگ قابل الزام ہیں۔اب اگر انہیں آگے چل کر توبہ نصیب نہ ہوئی اور اپنے کفر پر اخیر دم تک قائم رہے تو ان کے لئے آخرت میں عذاب دردناک ہوگا۔

واقعی معذور

ان جھوٹے عذر کرنے والوں اور جھوٹ موٹ بہانے بنانے والوں کے بعد سچے معذورین کا بیان ہوتا ہے جن کے عذر قابل قبول ہیں اور وہ عذر یہ ہیں کمزوری' بیماری اور تنگدستی۔ کمزوری کے عذر میں عورتیں' بچے بوڑھے سب آ گئے یہ اگر جنگ کے لئے جہاد میں شامل نہ ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح وہ لوگ جو بیماری کی وجہ سے مشقت بدنی برداشت کرنے کے قابل نہیں مثلاً لولے لنگڑے' اپاہج یہ بھی غیر حاضر ہو سکتے ہیں۔ مفلس اور تنگدست بھی معذور رکھے جا سکتے ہیں کیونکہ سفر کے واسطے زادراہ' سواری' اور لڑائی کے واسطے اسلحہ' ہتھیار اور بچاؤ کے سامان کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر شامل ہونا اپنے کو خطرے اور ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ اگر جنگ میں شامل نہ ہوں تو ان کا عذر قبول کیا جا سکتا ہے کہ یہ واقعی معذور ہیں۔

قبولیت عذر کی شرط

لیکن ان کی معذوری اور معافی کی بھی ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ دل سے مسلمانوں کے ساتھ رہیں خدا اور رسول کے ساتھ معاملہ ٹھیک رکھیں مسلمانوں کو اخلاقی مدد سے تقویت پہنچائیں۔ تندرست مالدار لوگوں کو جنگ میں شامل ہونے کی ترغیب دیں اور ایسی کوئی بات اپنے قول و فعل سے ظاہر نہ ہونے دیں جس سے دوسروں کی ہمت ٹوٹے۔ اپنی ہر بات سے نیکی اور خلوص کا ثبوت دیں اور مسلمانوں کی خیر خواہی جو ان کے بس میں ہو کرتے رہیں۔ ایسے لوگ واقعی معذور ہیں اور ان پر جہاد کی عدم شرکت سے کچھ الزام نہیں۔ ایسے معذور مخلصین سے اگر بتقاضائے بشریت کوئی کوتاہی ہو جاوے تو حق تعالیٰ کی مہربانی اور بخشش سے توقع ہے کہ وہ درگزر فرمائے گا۔

اب یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ جن کا جہاد میں شرکت نہ کرنے کا عذر قبول فرمایا گیا اور ضعیفی۔ بیماری اور تنگدستی کی وجہ سے وہ معذور سمجھے گئے اور ان پر کوئی الزام جہاد میں شرکت نہ کرنے کا نہیں رکھا گیا ان کے لئے بھی جہاد کی شرکت سے معافی اور استثنا اس شرط کے ساتھ ہے۔ **اذا نصحوا للّٰہ و رسولہ** یعنی یہ

۱-کمزور اور ناتواں بوڑھے' بچے اور عورتیں۔

۲-مریض بیمار جس میں اندھے' لولے' لنگڑے بھی داخل ہیں۔

۳-غریب و نادار جن کے پاس نہ سواری ہے نہ ہتھیار اور نہ سرمایہ ہے کہ جس سے سامان جہاد مہیا کر سکیں۔ ایسے لوگوں پر جہاد سے پیچھے رہ جانے میں کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ یہ لوگ دل و جان سے اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ اور مخلص و وفادار ہوں۔ اور اللہ اور رسول کے احکام میں خلوص رکھیں اور ان کی دل سے اطاعت کرنے والے ہوں۔

دعا کیجئے

یَا اَللّٰہُ ہم کو ہر حال میں اپنا مخلص بندہ بنا کر زندہ رکھئے۔ اور اسی حالت پر موت نصیب فرمایئے۔ ہم کو ہر حال میں اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا عزم و نیت صادق رکھنے کی سعادت عطا فرما اور اپنے مخلص بندوں میں شامل ہونا مقدر فرما۔ آمین۔

یَا اَللّٰہُ کتنی بار ایسا ہوا کہ میں نیکی کے ارادے سے چلا مگر راستے ہی میں گناہ کی طرف چلا گیا اور جہاں تیرا غضب نازل ہوتا وہاں نفس کو راضی کیا اور آپ کی ناراضگی کی پرواہ نہ کی۔ میں آپ کے غضب و عذاب کو بھی جانتا تھا مگر شہوت نے ایسا حجاب ڈال دیا یا کسی دوست نے ایسا ورغلایا کہ گناہ ہی اچھا معلوم ہوا۔ الٰہی! یہ سب کرتوت کر کے آیا ہوں اور اس امید میں آیا ہوں کہ آپ ضرور سب گناہ معاف فرما دیں گے اب اس امیدوار کو ناامید نہ فرمانا' میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا

اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ اور الزام ہے کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ اُن کو سواری دیدیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں

وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى

جس پر میں تم کو سوار کردوں تو وہ اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں۔ بس الزام

الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود اہل سامان ہونے کے اجازت چاہتے ہیں وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہوگئے اور اللہ نے انکے

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

دلوں پر مہر کردی جس سے وہ جانتے ہی نہیں۔

وَلَا اور نہ | عَلَى پر | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | اِذَا جب | مَا اَتَوْكَ جب آپکے پاس آئے | لِتَحْمِلَهُمْ تاکہ آپ انہیں سواری دیں | قُلْتَ آپ نے کہا

لَآ اَجِدُ میں نہیں پاتا | مَآ اَحْمِلُكُمْ تمہیں سوار کروں گا | عَلَيْهِ اس پر | تَوَلَّوْا وہ لوٹے | وَ اور | اَعْيُنُهُمْ ان کی آنکھیں | تَفِيْضُ بہہ رہی ہیں | مِنَ سے

الدَّمْعِ آنسو (جمع) | حَزَنًا غم سے | اَلَّا يَجِدُوْا کہ وہ نہیں پاتے | مَا جو | يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کریں | اِنَّمَا اسکے سوا نہیں صرف | السَّبِيْلُ راستہ (الزام)

عَلَى پر | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | يَسْتَاْذِنُوْنَكَ آپ سے اجازت چاہتے ہیں | وَهُمْ اور وہ | اَغْنِيَآءُ غنی (جمع) | رَضُوْا وہ خوش ہوئے | بِاَنْ کہ

يَّكُوْنُوْا وہ ہوجائیں | مَعَ ساتھ | الْخَوَالِفِ پیچھے رہ جانیوالی عورتیں | وَطَبَعَ اور مہر لگادی | اللّٰهُ اللہ | عَلٰى پر | قُلُوْبِهِمْ ان کے دل | فَهُمْ سو وہ | لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے

وہ حضرات جو بے سروسامانی کے سبب رہ گئے

• گذشتہ آیات میں ان شرعی مجبوریوں کا ذکر ہوا تھا کہ جن کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جائے تو اس پر مواخذہ نہیں۔

اب ایک چوتھی جماعت کا بیان ہوتا ہے کہ جن پر جہاد کی شرکت نہ کرنے پر کوئی الزام اور گناہ نہیں اور یہ صحابہ کرام کی وہ جماعت تھی جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے تھے مگر اسباب سے مجبور ہو کر بادل نخواستہ رک جاتے۔ جب جہاد کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان ہوا اور مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو بعض صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا کہ حضور ہمارے پاس سواریاں نہیں۔ آپ ہماری سواریوں کا انتظام فرمادیں تا کہ ہم بھی راہ خدا میں جہاد کرنے کا اور آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل کریں آپ نے جواب دیا کہ اس وقت تو میرے پاس ایک بھی سواری نہیں۔ یہ ناامید ہو کر غمزدہ اور رنجیدہ روتے ہوئے لوٹے۔ ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہمرکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے۔ اور عورتوں کی طرح انہیں یہ مدت گھروں میں گزارنی پڑے گی۔ نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے پس جناب باری تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر ان کی تسلی کردی۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ تبوک کے اثنائے سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ مدینہ میں تم کچھ لوگ ایسے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمہارے اجر میں شریک ہیں۔ تم جو قدم خدا کے راستہ میں اٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع کرتے ہو یا کسی پگڈنڈی پر چلتے ہو وہ برابر ہر موقع پر تمہارے ساتھ ساتھ ہیں۔ صحابہ کرام نے تعجب سے کہا ”کیا مدینہ میں رہتے ہوئے“؟ آپ نے فرمایا ہاں

مدینہ ہی میں رہتے ہوئے کیونکہ مجبوری نے ان کو روک لیا تھا اور نہ وہ خود رکنے والے نہ تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایثار

کتب تفسیر و تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ متعدد حضرات تھے اور انصار میں سے تھے۔ وہ غم کے مارے روتے ہوئے اپنے گھروں کی طرف واپس ہوئے تھے اور روتے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسا سامان کر دیا کہ چھ اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گئے آپ نے یہ ان کو دے دیئے اور ان میں سے تین کے لئے سواری کا انتظام حضرت عثمان غنیؓ نے کر دیا حالانکہ وہ اس سے پہلے بہت بڑی تعداد میں مجاہدین کا انتظام اپنے خرچ سے کر چکے تھے۔

قبولیت عذر

پھر بھی بعض ایسے رہ گئے جن کو آخر وقت تک سواری نہ ملی اور مجبور ہو کر رہ گئے اور جن کا عذر اللہ تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ان معذورین پر کوئی الزام و مواخذہ نہیں۔ واقعی میں جو مورد الزام اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کے مجرم ہیں وہ تو وہی لوگ ہیں جو بڑے کنبے اور مالدار ہیں پھر بھی جہاد میں شرکت نہ کرنے کی اجازت چاہتے ہیں اور معذور طبقہ کے ساتھ مدینہ میں رہنا چاہتے ہیں اور باوجود قدرت و استطاعت کے جہاد سے پہلو تہی کرتے ہیں اور نہایت بے حمیتی سے یہ عار گوارا کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں گھس کر بیٹھ جائیں ان کی اس بداعمالی کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر خداوندی لگ چکی ہے کہ اب انہیں اپنے بھلے برے کی کوئی سمجھ ہی نہ رہی۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ صدق نیت اور خلوص ہر مومن کے لئے لازم ہے اگرچہ کام کی استطاعت حاصل نہ ہوتا ہم وہ صادق النیت جو عمل کرنے سے شرعاً معذور ہے نیکوکار ہے۔

دعا کیجئے

یَا اللّٰہُ اپنے ان مقبول و محبوب صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے متعلق قرآن پاک کی یہ آیات نازل ہوئیں ہم کو بھی صادق جذبۂ جہاد عطا فرما۔

اپنے دین اسلام کی خدمت اور سربلندی کے لئے ہم کو بھی کوئی خدمت نصیب فرما دے۔ ہم کو بھی اپنی جان و مال کو آپ کے راستہ میں قربان کرنے کا جذبہ عطا فرما دے۔

ہر کام اور عمل میں ہم کو نیت صادق اور خلوص عطا فرما دے۔ آمین۔

یَا اللّٰہُ میں ہر ان گناہوں سے معافی چاہتا ہوں جو آپ کی رحمت سے دور کر دیں اور عذاب میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوں۔ عزت سے محروم کر دیں اور برائی کے لائق کر دیں۔ آپ کی نعمتوں کے زوال کا سبب ہوں۔

میں ہر اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے آپ کی کسی مخلوق کو عار دلائی ہو یا آپ کی مخلوق کو فعل قبیح میں مبتلا کر دیا ہو اور خود میں بھی اس میں لگ گیا ہوں اور جرأت کے ساتھ کر رہا ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

آدابِ تلاوت

مسواک اور وضو کے بعد تنہائی میں نہایت احترام اور تواضع کے ساتھ قبلہ رخ ہو کر نہایت ہی دل کے حضور اور خشوع کے ساتھ اس لطف سے جو اُس وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق تعالیٰ جل شانہٗ کو کلام پاک سنا رہا ہے۔

اگر معنی سمجھتا ہے تو تدبر اور تفکر کے ساتھ آیات رحمت پر دُعائے مغفرت مانگے اور آیات عذاب پر اللہ سے پناہ چاہے۔ کہ اُس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں۔

اور از خود تلاوت میں رونا نہ آئے...... تو بہ تکلف رونے کی کوشش کرے۔

کلام پاک کو کسی اونچی جگہ پر رکھے...... تلاوت کے درمیان کسی سے کلام نہ کرے۔

اگر کوئی ضرورت پیش ہی آ جائے تو کلام پاک بند کر کے بات کرے۔ اور پھر اُس کے بعد اعوذ پڑھ کر شروع کرے۔

اگر مجمع میں لوگ سونے یا اپنے اپنے دینی یا دنیوی کام میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ورنہ آواز سے پڑھنا افضل ہے۔

دل کو وساوس اور خطرات سے پاک رکھے...... معنی میں غور وفکر کرے اور لذت کیساتھ پڑھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اسی آیت کو پڑھ کر گزار دی

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۃ المائدہ:۱۱۸)

اے اللہ اگر تو ان کو عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرمائے تو تو عزت وحکمت والا ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ایک رات اس آیت کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (سورۃ یٰسین:۵۹)

ترجمہ: او مجرمو! آج قیامت کے دن...... فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ جب کلام پاک پڑھنے کے لئے کھولا کرتے تھے تو بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے اور زبان پر یہ جاری ہو جاتا تھا۔

هٰذَا كَلَامُ رَبِّي هٰذَا كَلَامُ رَبِّي یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے

بہر حال آیت رحمت زبان پر ہے تو دل سرورِ محض بن جائے اور آیت عذاب اگر آ گئی ہے تو دل لرز جائے۔ کانوں کو اس درجہ متوجہ بنا دے کہ گویا حق تعالیٰ کلام فرما رہے ہیں اور یہ سُن رہا ہے۔

تجوید کی پوری رعایت رکھتے ہوئے بلا تکلف خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ (فضائل قرآن)

قرآن مجید کے حقوق کا خیال کیجئے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ معمول تھا کہ آپ قرآن کریم کو چومتے تھے اور یہ کلمات کہتے تھے۔ عهد ربی و منشور ربی عزوجل. (یہ میرے رب کا عہد ہے اور میرے رب کا منشور ہے) اس کے معنی و مطلب میں غور کریں اور سوچیں کہ اس قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہم سے کچھ وعدے لئے ہیں۔ یہ قرآن اللہ تعالیٰ سے ہمارا ایک معاہدہ ہے۔ دوسرے یہ بھی سوچیں کہ یہ تمام احکام محبت کے احکام ہیں۔ ہماری بہتری کے احکام ہیں۔ ان میں کوئی حکم مشکل نہیں۔

اس لئے جب تلاوت شروع کریں تو یہی ذہن میں رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بیٹھا ہوا ہوں اور اُن کا کلام خود اُنہی کو سنا رہا ہوں اور وہ اپنا کلام سن کر خوش ہو رہے ہیں۔ یوں کلام پاک کی تلاوت شروع کی جائے۔ ظاہر ہے کہ انسان خوب دل سے حاضر اور متوجہ ہو کر خشوع و خضوع کے ساتھ اور الفاظ کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے خوب مزے لے لے کر تلاوت کرے گا۔

قرآن مجید کے دو قسم کے مضمون بہت غور طلب ہیں۔ ایک وہ مضامین جہاں قرآن ایمان والوں کی صفات بیان کرتا ہے ایمان والے ایسے ہوتے ہیں۔..... ایسے مقام پر سوچیں کہ مومن تو ہم کہلاتے ہیں اور خود بھی اپنے کو مومن سمجھتے ہیں پھر یہ قرآن کی بیان کی ہوئی صفات ہم میں کیوں نہیں یہ صفات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کی جائے اور ساتھ ساتھ دعا بھی کی جائے۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں قرآن کی صفات کا بیان ہے مطلب یہ ہے کہ قرآن نصیحت ہے سینے کی بیماریوں کیلئے شفا ہے اور ہدایت ہے اور مومنین کیلئے رحمت ہے۔ لہٰذا قرآن کریم پڑھتے وقت اس کی فکر کی جائے کہ ہمارے اندر یہ صفات آجائیں۔

قرآن کا سب سے بڑا حق اُس پر عمل کرنا ہے۔

آج عمل تو درکنار مسلمان کو قرآن کریم کے الفاظ بھی صحیح نہیں آتے۔ شاید لاکھوں میں ایک مسلمان ہو جو قرآن صحیح پڑھتا ہو۔ جب اسکے ہر حرف کو دوسرے سے الگ اس کے صحیح مخرج سے ادا کریں گے۔ مثلاً ذ....ز....ض....ظ.... یہ چاروں الگ الگ حروف ہیں۔ جب تک آپ ان میں فرق نہیں کریں گے تب تک وہ قرآن کا صحیح تلفظ نہیں کہلائے گا۔ افسوس! مسلمان دوسری زبانوں میں بہت ہوشیار ہیں کوئی بولنے میں ذرا غلطی کرے پکڑیں گے مگر قرآن کتنا ہی غلط پڑھا جائے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک کی بجائے دوسرا حرف پڑھنے سے معنیٰ بالکل بدل جاتے ہیں۔ مثلاً ذَلَّ ذلیل ہوا' زَلَّ پھسل گیا' ضَلَّ گمراہ ہوا' ظَلَّ قریب ہوگیا' چاروں کے معنی الگ الگ ہیں۔ لوگ سب کو ایک ہی طرح زَلَّ پڑھتے ہیں۔ قرآن صحیح سیکھ کر پڑھئے۔ دنیوی تعلیم کیلئے کیا کچھ کر گذرتے ہیں۔ کتنی کتنی فیسیں ادا کرتے ہیں مگر دین کا یہ حشر کہ اسکی پوری تعلیم تو الگ رہی صرف قرآن کے الفاظ ہی صحیح ادا نہیں ہوتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ قرآن پاک باقاعدہ کسی اچھے قاری سے صحیح کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے کلام الٰہی کے حقوق پہچاننے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (ملخص حقوق القرآن)